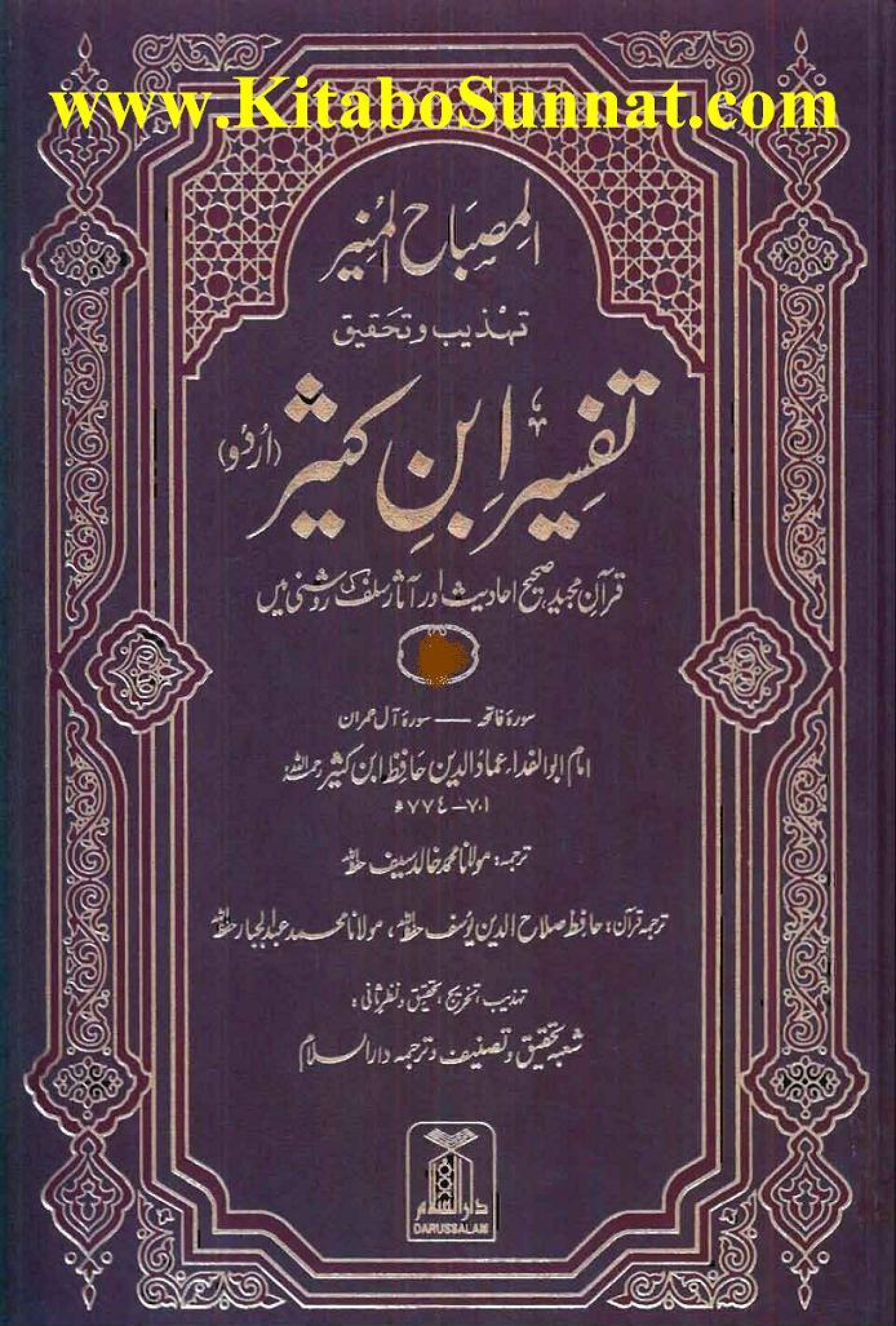

www.KitaboSunnat.com
المصباح المنیر
تہذیب وتحقیق
تفسیر ابن کثیر (اردو)
قرآن مجید، صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں
سورۂ فاتحہ ——— سورۂ آل عمران
امام ابوالفداء عماد الدین حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ
۷۰۱-۷۷۴ھ
ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ
ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، مولانا محمد عبدالجبار حفظہ اللہ
تہذیب، تخریج، تحقیق ونظر ثانی:
شعبہ تحقیق وتصنیف وترجمہ دارالسلام
دارالسلام
DARUSSALAM



المِصْبَاحُ المُنِير

تہذیب و تحقیق

تفسیرِ ابنِ کثیر (اردو)

قرآنِ مجید صحیح احادیث اور آثارِ سلف کی روشنی میں

6


بسم الله الرحمن الرحيم

المِصباحُ المُنیر

تہذیب و تحقیق

تفسیرِ ابنِ کثیر (اردو)

قرآن مجید، صحیح احادیث اور آثارِ سلف کی روشنی میں

6

سورۂ قمر ——— سورۂ ناس

امام ابو الفداء عماد الدین حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ

۷۰۱ — ۷۷٤ ھ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، مولانا محمد عبد الجبار حفظہ اللہ

تخریج و تحقیق و نظر ثانی: شعبہ تحقیق و تصنیف و ترجمہ دار السلام، لاہور





سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

- الریاض۔ العلیا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 ● الملز فون: 4735220 01 فیکس: 4735221 ● سویلم فون: 2860422 01
- مندوب الریاض: موبائل: 0503459695-0505196736 ● قصیم (بریدہ): فون/فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
- مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948-0506640175 ● مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0503417155
- جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 ● الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
- ینبع البحر فون/فیکس: 3908027 04 موبائل: 0500887341 ● خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 07 موبائل: 0500710328

شارجہ فون: 5632623 6 00971 امریکہ ● ہوسٹن فون: 7220419 713 001 ● نیویارک فون: 6255925 718 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

- 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072 موبائل: 0322-8484569
- غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 موبائل: 0322-4439150
- 260-Y بلاک کمرشل ایریا، فیز III ڈیفنس، لاہور فون: 042-5084895 موبائل: 0321-4212174

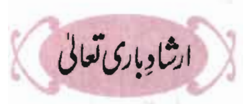
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 2281513 51 0092 موبائل: 5370378 0321
کراچی مین طارق روڈ، (D.C.HS / 110,111-Z) ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی
فون: 4393936 21 0092 فیکس: 4393937 موبائل: 0321-2441843

ⓒ مکتبة دار السلام، ١٤٣٠ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
الدمشقي، ابي الفداء الحافظ اسماعيل ابن كثير
المصباح المنير في تهذيب تفسير ابن كثير - الجزء السادس. /
ابي الفداء الحافظ اسماعيل ابن كثير الدمشقي - الرياض، ١٤٣٠ هـ
ص: ٦٣٤ مقاس: ١٧×٢٤ سم
ردمك: ١-٠٩٠-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨ (النص باللغة الاردية)
١- القرآن - التفسير بالماثور أ. العنوان
ديوي ٢٢٧,٣٢ ٨٦/ ١٤٣٠

رقم الإيداع: ٨٦/ ١٤٣٠
ردمك: ١-٠٩٠-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

اجمالی فہرست



أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ

اور کیا اِن (کُفّار) کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو اِن کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ (العنکبوت 29 :51)

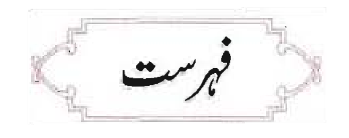
فرمانِ نبوی

مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُهُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللّٰهُ إِلَيَّ فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

”جتنے بھی اَنبیاء علیہم السلام ہو گزرے ہیں اِن میں سے ہر ایک کو ایسے معجزات دیے گئے جنہیں دیکھ کر لوگ ایمان لا سکیں مجھے وحی کی صُورت میں معجزہ عطا ہوا جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا ہے اِس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن دیگر اَنبیاء علیہم السلام کی نسبت میرے پیروکار زیادہ ہوں گے“۔

(صحیح البخاری:4981)

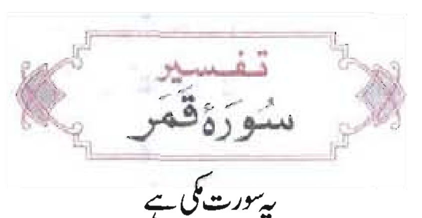
آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم حکمتِ اُو لایزال است و قدیم



فہرست

عنوانات	آیات	صفحہ

عنوانات	آیات	صفحہ



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ ① وَاِنۡ یَّرَوۡا اٰیَۃً یُّعۡرِضُوۡا وَیَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ ②

قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا① اور اگر وہ (مشرک) کوئی معجزہ دیکھیں تو منہ موڑتے اور کہتے ہیں کہ (یہ) ہمیشہ سے چلا آتا ہوا جادو

وَکَذَّبُوۡا وَاتَّبَعُوۡۤا اَہۡوَآءَہُمۡ وَکُلُّ اَمۡرٍ مُّسۡتَقِرٌّ ③ وَلَقَدۡ جَآءَہُمۡ مِّنَ الۡاَنۡۢبَآءِ مَا فِیۡہِ

ہے② اور انھوں نے (اسے) جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی، اور ہر کام کا وقت مقرر ہے③ اور بلا شبہ یقیناً ان کے پاس وہ خبریں آ چکی ہیں جن

مُزۡدَجَرٌ ④ حِکۡمَۃٌۢ بَالِغَۃٌ فَمَا تُغۡنِ النُّذُرُ ⑤

میں تنبیہ و نصیحت ہے④ کمال کو پہنچی ہوئی حکمت، پھر (بھی) تنبیہات فائدہ نہیں دیتیں⑤

قبل ازیں حدیث ابو واقد کے حوالے سے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں سورۂ ق اور سورۂ اقتربت الساعۃ (قمر) کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔[①] علاوہ ازیں بڑی بڑی محفلوں میں بھی اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے کیونکہ یہ سورت وعدہ وعید، ابتدا و اعادۂ خلق، توحید، نبوتوں کے اثبات اور دیگر عظیم موضوعات پر مشتمل ہے۔

تفسیر آیات : 5-1

قیامت کا قریب آنا اور چاند کا پھٹنا: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے قریب آنے اور دنیا کے خالی ہونے اور اس کے ختم ہو جانے کی خبر دی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ﴾ (النحل 16:1) ''اللہ کا حکم (عذاب گویا) آ ہی پہنچا، تو تم اسے جلدی مت طلب کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمۡ وَہُمۡ فِیۡ غَفۡلَۃٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ۚ﴾ (الأنبیاء 21:1) ''لوگوں کے لیے ان کا (وقت) حساب نزدیک آ پہنچا ہے جبکہ وہ غفلت میں پڑے اعراض کرنے والے ہیں۔'' اس کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ بھی موجود ہیں، حافظ ابو بکر بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اور اس وقت سورج غروب ہونے کے قریب تھا بلکہ صرف تھوڑا سا ہی غروب ہونے سے باقی رہ گیا تھا، آپ نے فرمایا: [وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہِ ! مَا بَقِیَ مِنَ

① دیکھیے عنوان: ''سورۂ ق کی فضیلت''

الدُّنيَا فِيمَا مَضٰى مِنْهَا إِلَّا كَمَا بَقِيَ مِنْ يَّوْمِكُمْ هٰذَا فِيمَا مَضٰى مِنْهُ] ’’اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! گزری ہوئی دنیا کے مقابلے میں دنیا صرف اتنی باقی رہ گئی ہے جتنا تمھارے آج کے گزرے ہوئے دن کے مقابلے میں یہ تھوڑا سا دن باقی رہ گیا ہے۔‘‘ اور اس وقت ہم سورج کا تھوڑا سا حصہ ہی دیکھ رہے تھے۔ ①

ایک اور حدیث جو سابقہ حدیث کی تائید و تفسیر ہے: امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اس وقت سورج عصر کے بعد قُعَيْقِعَان ② پر تھا۔ آپ نے فرمایا: [مَا أَعْمَارُكُمْ فِي أَعْمَارِ مَنْ مَّضٰى إِلَّا كَمَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ فِيمَا مَضٰى مِنْهُ] ’’سابقہ لوگوں کے مقابلے میں تمھاری عمریں اتنی ہیں جتنا گزرے ہوئے دن کے مقابلے میں آج کا باقی دن ہے۔‘‘ ③ امام احمد رحمہ اللہ نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: [بُعِثْتُ (أَنَا) وَالسَّاعَةُ هٰكَذَا] ’’میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں‘‘ آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ④ اسے امام بخاری اور مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔ ⑤ امام احمد رحمہ اللہ نے وہب سوائی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهٰذِهِ مِنْ هٰذِهِ إِنْ كَادَتْ (لَتَسْبِقُنِي)] ’’میں اور قیامت اس طرح قریب قریب بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ اس کے قریب ہے بلکہ قریب تھا کہ یہ مجھ سے پہلے آ جاتی۔‘‘ اعمش نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو آپس میں ملایا۔ ⑥

امام احمد رحمہ اللہ نے اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے اسماعیل بن عبیداللہ نے بیان کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ولید بن عبدالملک کے پاس آئے تو اس نے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں کیا سنا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا ہے: [أَنْتُمْ وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ] ’’تم اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہو۔‘‘ ⑦ اس حدیث کو بیان کرنے میں امام احمد رحمہ اللہ متفرد ہیں، البتہ اس کا شاہد صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے اسمائے مبارکہ میں حاشر ہے، حاشر وہ ہیں جن کے قدموں پر تمام کو جمع کیا جائے گا۔ ⑧

---

① جامع الترمذی، الفتن، باب ما أخبر النبی ﷺ أصحابه……، حدیث:2191 عن أبی سعید رضی اللہ عنہ و مجمع الزوائد، الزهد، باب فیمابقی من الدنیا……:311/10، حدیث:18222 و اللفظ له عن أنس رضی اللہ عنہ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ترمذی کی سند کو ضعیف کہا ہے اور مجمع الزوائد والی سند بھی متکلم فیہ ہے۔ ملحوظہ: امام بزار رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ روایت ہمیں نہیں ملی۔ ② قعیقعان مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جب قبیلہ جرہم کے لوگوں نے اس میں لڑائی کی تو یہاں اسلحہ کی جھنکار بہت کثرت سے سنائی دیتی تھی۔ (النهاية فی غریب الحدیث والأثر: 88/4، مادة: قعقع). ③ مسند أحمد:116,115/2. ④ مسند أحمد: 338/5 البتہ قوسین والا لفظ مسند أحمد:330/5 میں ہے۔ ⑤ صحیح البخاری، الرقاق، باب قول النبی ﷺ بعثت أنا والساعة كهاتين……، حدیث: 6503 و صحیح مسلم، الفتن، باب قرب الساعة، حدیث:2950. ⑥ مسند أحمد: 309/4 و المعجم الكبير للطبرانی:126/22، حدیث:326 میں ہے۔ ⑦ مسند أحمد: 223/3. ⑧ صحیح البخاری، المناقب، باب ما جاء فی أسماء رسول اللہ ﷺ……، حدیث: 3532 و صحیح مسلم، الفضائل، باب فی أسمائه ﷺ، حدیث: 2354 عن جبیر بن مطعم.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① ﴾ ''اور چاند شق ہو گیا۔'' یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہی رونما ہوا تھا جیسا کہ صحیح اسانید کے ساتھ بہت سی احادیث متواترہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ شق قمر کا واقعہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں رونما ہوا تھا اور یہ واقعہ آپ کے عظیم الشان معجزات میں سے ایک معجزہ تھا۔ اس کے بارے میں احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ سے اہل مکہ نے نشانی طلب کی تو آپ نے انھیں دو دفعہ چاند ٹکڑے کر کے دکھایا،[1] اسی کے بارے میں فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① ﴾ ''قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔''[2] اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[3] امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ انھیں کوئی نشانی دکھائیں تو آپ نے انھیں چاند دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دکھایا حتی کہ مکہ والوں نے دیکھا کہ حراء چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان ہے۔[4] اسے امام بخاری اور امام مسلم نے کئی اور طرق سے بھی بیان کیا ہے۔[5]

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد رحمہ اللہ نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر تھا اور دوسرا دوسرے پہاڑ پر، یہ دیکھ کر اہل مکہ کہنے لگے کہ محمد ﷺ نے ہم پر جادو کر دیا ہے، انھوں نے یہ بھی کہا کہ اگر ہم پر جادو کیا گیا ہے تو سب لوگوں پر تو جادو نہیں کر سکتے۔[6] اس سند کے ساتھ بیان کرنے میں امام احمد رحمہ اللہ متفرد ہیں، البتہ ایک دوسری سند کے ساتھ اسے امام بیہقی نے دلائل النبوہ میں بھی بیان فرمایا ہے۔[7]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔[8] اسے امام بخاری اور امام مسلم نے ایک اور طریق سے بھی بیان کیا ہے۔[9] ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ

① انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی صحیح مسلم میں موجود اگلی حدیث میں وضاحت ہے کہ چاند دو ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ [مَرَّتَيْنِ] کے الفاظ سے مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے بھی یہی مراد لی ہے کہ چاند دو مرتبہ نہیں بلکہ دو ٹکڑوں میں بٹ گیا، تفصیل کے لیے دیکھیے منة المنعم في شرح صحيح مسلم :305/4. ② مسند أحمد :165/3. ③ صحيح مسلم، صفات المنافقين، باب انشقاق القمر، حديث : 2802. ④ صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب انشقاق القمر، حديث : 3868. ⑤ صحيح البخاري، المناقب، باب سؤال المشركين أن يريهم النبي آية......، حديث : 3637 والتفسير، باب : ﴿ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا...... ﴾ (القمر 2,1:54)، حديث : 4868,4867 وصحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب انشقاق القمر، حديث : 2802. ⑥ مسند أحمد : 82,81/4 اس کی سند ضعیف ہے۔ ⑦ دلائل النبوة للبيهقي، باب سؤال المشركين رسول الله ﷺ...... :268/2. ⑧ صحيح البخاري، التفسير، باب : ﴿ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○...... ﴾ (القمر 2,1:54)، حديث : 4866. ⑨ صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب انشقاق القمر، حديث : 3870 وصحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب انشقاق القمر، حديث : 2800.

﴿مُّسْتَمِرٌّ﴾ ''قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔ اور اگر وہ (کافر) کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اعراض کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک ہمیشہ کا جادو ہے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ واقعہ رونما ہو چکا ہے، ہجرت سے پہلے شق قمر کا واقعہ پیش آیا حتی کہ مکہ کے لوگوں نے اس کے دونوں ٹکڑوں کو دیکھا۔[1]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت: حافظ ابو بکر نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پیش آیا تھا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے، ایک ٹکڑا پہاڑ کے آگے تھا اور دوسرا پہاڑ کے پیچھے، نبی ﷺ نے فرمایا: [اَللّٰهُمَّ! اشْهَدْ] ''اے اللہ! تو گواہ رہنا۔''[2] اسی طرح اسے امام مسلم و امام ترمذی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔[3]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا حتی کہ لوگوں نے اسے دیکھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِشْهَدُوا] ''گواہ ہو جاؤ۔''[4] اسی طرح اسے امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[5] ابن جریر نے بھی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان سے دیکھا۔[6] امام احمد رحمہ اللہ نے بھی حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند شق ہو گیا تھا حتی کہ میں نے چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان میں سے پہاڑ کو دیکھا۔[7]

مشرکین کی سرکشی اور ہٹ دھرمی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً﴾ ''اور اگر وہ (کافر) کوئی نشانی دیکھتے ہیں۔'' نشانی سے مراد دلیل، حجت اور برہان ہے تو ﴿يُّعْرِضُوْا﴾ ''وہ اعراض کر لیتے ہیں'' کہ اسے تسلیم نہیں کرتے بلکہ اعراض کرتے ہوئے اسے پس پشت ڈال دیتے ہیں ﴿وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ ''اور کہتے ہیں: یہ ایک ہمیشہ کا جادو ہے۔'' یعنی کہتے ہیں کہ یہ دلائل و براہین جو ہم نے دیکھے ہیں یہ تو جادو ہے جو ہم پر کیا گیا ہے۔ ﴿مُّسْتَمِرٌّ﴾ کے معنی ہیں جانے والا، یہ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے۔[8] اور دیگر کئی ائمہ نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں: باطل، کمزور اور جسے دوام نہ ہو۔ ﴿وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''اور انھوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی۔'' جب حق ان کے پاس آ گیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی اور از راہِ جہالت و حماقت جس کا ان کے ارادوں اور ان کی خواہشوں نے انھیں حکم دیا تھا اس کی پیروی کی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾ ''اور ہر کام کا وقت مقرر ہے۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اہل خیر کے ساتھ خیر اور اہل شر کے ساتھ شر واقع ہو کر رہنے والا ہے۔[9] ابن جریج کہتے ہیں کہ ہر کام کا کرنے والوں کے

---

[1] تفسیر الطبری : 115/27 . [2] دلائل النبوة للبیهقی، باب سؤال المشرکین رسول اللهﷺ : 267/2 . [3] صحیح مسلم، صفات المنافقین، باب انشقاق القمر، حدیث:(45)-2800 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة القمر، حدیث : 3285 . [4] مسند أحمد : 377/1 . [5] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾...... (القمر 2,1:54)، حدیث : 4865 و صحیح مسلم، صفات المنافقین......، باب انشقاق القمر، حدیث:2800 . [6] تفسیر الطبری : 113/27. [7] مسند أحمد : 413/1 . [8] تفسیر الطبری : 117,116/27 . [9] تفسیر الطبری : 117/27.

وقف لازم

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ ⑥ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ

لہٰذا (اے نبی!) ان سے منہ موڑ لیجیے، (یاد کریں) جس دن بلانے والا نہایت ناگوار چیز کی طرف بلائے گا⑥ ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی،

الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ ⑦ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ

وہ قبروں سے یوں نکلیں گے جیسے وہ منتشر ٹڈی دل ہوں⑦ درآں حالیکہ وہ بلانے والے کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔ کافر کہیں گے: یہ دن

عَسِرٌ ⑧

نہایت سخت ہے⑧

لیے وقت مقرر ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کا تعلق روز قیامت سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ان کے پاس وہ خبریں آچکی ہیں۔'' یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کرنے والی امتوں کے قصص و واقعات اور ان پر نازل ہونے والے عذاب جن کی تفصیلات اس قرآن میں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ ﴿ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۙ④ ﴾ ''جن میں تنبیہ و نصیحت ہے۔'' ان میں شرک اور تکذیب و سرکشی سے بچانے کا سامان ہے۔ ﴿ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ ﴾ ''کمال کو پہنچی ہوئی حکمت۔'' اللہ تعالیٰ جسے ہدایت عطا فرمانا چاہے یا جسے گمراہ کرنا چاہے اس میں اس کی حکمت کارفرما ہوتی ہے۔ ﴿ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۙ⑤ ﴾ ''پس تنبیہات فائدہ نہیں دیتیں۔'' یعنی ڈرانا اس کے کچھ کام نہیں آسکتا جس کے مقدر ہی میں اللہ تعالیٰ نے بدبختی لکھ دی ہو اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہو تو اب اللہ تعالیٰ کے بعد اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ ﴾ (الأنعام 149:6) ''کہہ دیجیے: پھر مضبوط دلیل تو اللہ ہی کی ہے، لہٰذا اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔'' اسی طرح یہ آیت کریمہ بھی ہے: ﴿ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ○ ﴾ (یونس 101:10) ''اور نشانیاں اور ڈراوے ان لوگوں کے کچھ کام نہیں آتے جو لوگ ایمان نہیں رکھتے۔''

تفسیر آیات : 6-8

قیامت کے دن یہ برے حالات میں ہوں گے: اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ اے محمد (ﷺ!) آپ بھی ان سے پھر جائیں جو آیات دیکھ کر اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو ختم ہو جانے والا جادو ہے، آپ ان سے اعراض کر لیں اور انھیں مہلت دیں: ﴿ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ⑥ ﴾ ''جس دن بلانے والا ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔'' ایک بڑی ہی ہولناک اور خوفناک چیز کی طرف۔ اور وہ ہے حساب کے لیے میدان حشر میں کھڑا ہونا اور اس دن کی آزمائشوں بلکہ ہولناکیوں اور وحشت ناکیوں میں مبتلا ہونا۔ ﴿ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ ﴾ ''ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی۔'' ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی۔ ﴿ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ⑦ ﴾ ''وہ قبروں سے یوں نکلیں گے، گویا بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔'' یعنی میدان حشر کی طرف تیز تیز چلنے، اس میں پھیل جانے اور داعی کی آواز پر جلد لبیک کہنے میں اس طرح معلوم ہوں گے جیسے آفاق میں پھیلنے والے ٹڈی دل ہوں، اسی لیے فرمایا: ﴿ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ ﴾ ''بلانے والے کی طرف دوڑ رہے ہوں

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ⑨ فَدَعَا

ان سے پہلے قوم نوح نے جھٹلایا تھا، چنانچہ انھوں نے ہمارے بندے کی تکذیب کی اور کہا: (یہ تو) دیوانہ ہے، اور (اس کو) جھڑک دیا گیا⑨ تب اس

رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ⑩ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ⑪ وَّفَجَّرْنَا

نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں بے بس ہوں، اب تو ہی انتقام لے⑩ چنانچہ ہم نے زور سے برسنے والے پانی کے ساتھ آسمان کے دروازے

الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ⑫ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ

کھول دیے⑪ اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیے، تو (آسمان اور زمین کا) پانی ایک امر پر مل گیا جو بلاشبہ مقدر ہو چکا تھا⑫ اور ہم نے اس

وَّدُسُرٍ ⑬ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ⑭ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ

(نوح) کو تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر سوار کیا⑬ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی تھی، (ہم نے یہ کیا) اس شخص کا انتقام لینے کی خاطر جس کا انکار کیا

مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑮ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ⑯ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ

گیا تھا⑭ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس (کشتی) کو ایک نشانی (بنا) چھوڑا، پھر کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے؟⑮ پھر (دیکھو) میرا عذاب اور میرا

مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑰

ڈراوا کیسا تھا؟⑯ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کیا ہے، پھر کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے؟⑰

گے۔'' داعی کی آواز پر فوراً لبیک کہیں گے، اس کی مخالفت کریں گے نہ اس کی آواز پر لبیک کہنے میں دیر کریں گے۔ ﴿ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ⑧ ﴾ ''کافر کہیں گے: یہ دن بڑا سخت ہے۔'' یہ بہت شدید ہولناک، خطرناک اور وحشت ناک دن ہے۔ ﴿ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ○ ﴾ (المدثر 74:9,10) ''تو وہ دن سخت مشکل کا دن ہوگا (یعنی) کافروں پر آسان نہیں ہوگا۔''

تفسیر آیات: 9-17

قوم نوح کا قصہ اور اس میں عبرت کے پہلو: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَذَّبَتْ ﴾ ''اس نے تکذیب کی۔'' اے محمد (ﷺ!) آپ کی قوم سے پہلے ﴿ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا ﴾ ''پھر نوح کی قوم نے ہمارے بندے کو جھٹلایا۔'' انھوں نے کھلم کھلا ان کی تکذیب کی اور انھیں مجنون قرار دیا، ﴿ وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ⑨ ﴾ ''اور کہا کہ دیوانہ ہے اور (انھیں) جھڑک دیا گیا۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ یہ جنون کی وجہ سے اڑ رہے ہیں۔[1] ﴿ وَازْدُجِرَ⑨ ﴾ کے معنی ہیں کہ انھوں نے آپ کو ڈانٹا، برا بھلا کہا اور دھمکیاں دیں۔ ﴿ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ○ ﴾ (الشعرآء 26:116) ''انھوں نے کہا: اے نوح! اگر تو نہ رکا تو البتہ ضرور سنگسار کیے ہوئے لوگوں میں سے ہو جائے گا۔'' یہ ابن زید کا قول ہے۔[2] یہ ایک اچھی توجیہ ہے۔ ﴿ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ⑩ ﴾ ''تب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ بے شک میں بے بس ہوں، تو ہی انتقام لے۔'' میں ان لوگوں اور ان کے مقابلہ کرنے سے عاجز و ناتواں ہوں، لہٰذا اے اللہ! اپنے دین کی تو خود مدد فرما۔

① تفسیر الطبری: 121/27. ② تفسیر الطبری: 121/27.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴾ ''پس ہم نے زور کے مینہ سے آسمان کے دہانے کھول دیے۔'' سدی کہتے ہیں کہ ﴿ مُّنْهَمِرٍ ﴾ کے معنی بہت زیادہ کے ہیں۔[1] ﴿ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا ﴾ ''اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیے۔'' زمین کے تمام کنارے بہ پڑے حتی کہ وہ تنور بھی جو آگ کے جلنے کا مقام ہوتے ہیں، وہ بھی چشمے بن گئے اوران میں پانی رواں دواں ہو گیا۔ ﴿ فَالْتَقَى الْمَآءُ ﴾ یعنی آسمان وزمین کا پانی یکجا ہو گیا۔ ﴿ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴾ ''ایک امر پر جو بلاشبہ مقدر ہو چکا تھا۔'' یعنی امر مقدر کے مطابق۔

ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴾ ''پس ہم نے زور کے مینہ سے آسمان کے دہانے کھول دیے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ﴿ مُّنْهَمِرٍ ﴾ کے معنی بہت زیادہ کے ہیں، اس سے پہلے یا بعد میں جب بھی پانی برسا تو بادلوں سے برسا لیکن اس دن بادلوں کے بغیر ہی آسمان کے دروازے کھول دیے گئے اور ایک مقررہ فیصلے کے مطابق آسمان وزمین کا پانی باہم مل گیا۔[2] ﴿ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴾ ''اور ہم نے اس (نوح) کو تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر سوار کر لیا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، قرظی، قتادہ اور ابن زید رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ﴿ وَّدُسُرٍ ﴾ کے معنی کیل کے ہیں۔[3] ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا اور کہا ہے کہ یہ جمع ہے اور اس کا واحد دِسار ہے اور ایک قول کے مطابق اس کا واحد دَسِیر ہے جیسے حَبِيك اور حِباك کی جمع حُبُك آتی ہے۔[4] ﴿ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ﴾ ''وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی تھی۔'' ہمارے حکم کے ساتھ، ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری حفاظت ونگہداشت میں ﴿ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴾ ''(ہم نے یہ) اس شخص کے انتقام لینے کی خاطر (کیا) جس کا انکار کیا گیا تھا۔'' یعنی یہ سب کچھ ان کے اللہ کے ساتھ کفر کی سزا اور نوح علیہ السلام کی مدد کے لیے کیا گیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے اس (کشتی) کو ایک نشانی (بنا) چھوڑا۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو باقی رکھا حتی کہ اس امت کے پہلے لوگوں نے بھی اسے دیکھا تھا۔[5] بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد کشتیوں کی جنس ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝ ﴾ (یٰسٓ 36:41,42) ''اور ایک نشانی ان کے لیے (یہ) ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ان کے لیے ویسی ہی (اور چیزیں) پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔'' اور فرمایا:

﴿ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝ ﴾ (الحآقۃ 69:11,12) ''جب پانی طغیانی پر آیا تو بلاشبہ ہم نے تمھیں بہتی ناؤ میں سوار کر لیا تاکہ ہم اس کو تمھارے لیے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ ''پھر کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے؟'' یعنی ہے کوئی جو اس واقعے سے عبرت ونصیحت حاصل کرے! امام احمد رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مجھے اس طرح

[1] تفسیر الطبری: 122/27. [2] الدر المنثور: 179/6. [3] تفسیر القرطبی: 132/17 وتفسیر الطبری: 123,124/27.
[4] تفسیر الطبری: 123/27. [5] تفسیر الطبری: 126/27.

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ⑱ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ

(قوم) عاد نے تکذیب کی، پھر (دیکھو) میرا عذاب اور میرا ڈراوا کیسا تھا؟⑱ بلاشبہ ہم نے ان پر ایک مستقل نحوست والے دن میں شدید طوفانی ہوا

مُّسْتَمِرٍّ ⑲ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ⑳ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ㉑ وَلَقَدْ

بھیجی⑲ وہ لوگوں کو یوں اُکھاڑتی (پھینکتی) تھی جیسے وہ جڑ سے اکھڑے کھجور کے تنے ہیں⑳ پھر میرا عذاب اور میرا ڈراوا کیسا تھا؟㉑ اور بلاشبہ

يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ㉒ ع

ع 1 22 8

یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کیا ہے، پھر کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے؟㉒

پڑھایا کہ ﴿ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑮ ﴾ ۔[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے سامنے اس طرح پڑھا: [فَهَلْ مِنْ مُّذَّكِرٍ] ''تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟'' تو نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑮ ﴾ ''پھر کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے؟''[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ⑯ ﴾ ''سو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب اور ڈراوا کیسا تھا؟'' یعنی کیسا تھا میرا عذاب اس کے لیے جس نے میرے ساتھ کفر کیا، میرے رسولوں کی تکذیب کی، میرا ڈر سنانے والے جو لے کر آئے اس سے انھوں نے کوئی نصیحت حاصل نہ کی، دیکھو! میں نے اپنے رسولوں کی کس طرح مدد کی اور کافروں سے کس طرح انتقام لیا، ﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑰ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، پھر کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے؟'' ہم نے اس قرآن کے الفاظ کو سہل اور اس کے معنی کو اس کے لیے آسان بنا دیا ہے جو اس کے ساتھ نصیحت حاصل کرنا چاہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾ (صٓ 38:29) ''(یہ) کتاب جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ۝ ﴾ (مریم 19:97) ''کیونکہ ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں خوب آسان کر دیا ہے تاکہ آپ اس سے پرہیز گاروں کو خوش خبری پہنچا دیں اور اس سے جھگڑالوؤں کو ڈرائیں۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑰ ﴾ ''پھر کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے؟'' یعنی کوئی ہے جو اس قرآن سے نصیحت حاصل کرے جس کے یاد کرنے اور سمجھنے کو اللہ تعالیٰ نے آسان بنا دیا ہے۔ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں: اس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا کوئی ہے جو گناہوں سے باز آجائے۔[3]

تفسیر آیات: 18-22

عاد کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کی قوم عاد کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے بھی اپنے رسول کی تکذیب کی جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے اپنے رسول کی تکذیب کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بادِ صرصر کو بھیج دیا۔ بادِ صرصر

① مسند أحمد : 395/1 . ② صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَاۤ اَشْيَاعَكُمْ ﴾ (القمر 54:51)، حديث: 4874 . ③ الدر المنثور : 180/6 .

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿23﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ

(قومِ) ثمود نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا﴿23﴾ تو انھوں نے کہا: بھلا ایک ایسا آدمی جو ہم ہی میں سے ہے، ہم اس کی پیروی کریں؟ بلاشبہ ہم تو تب گمراہی

وَّسُعُرٍ ﴿24﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿25﴾ سَيَعْلَمُوْنَ

اور دیوانگی میں ہوں گے﴿24﴾ کیا ہمارے درمیان سے اسی پر وحی نازل کی گئی ہے؟ (نہیں) بلکہ وہ سخت جھوٹا اور شیخی باز ہے﴿25﴾ کل ہی وہ جان لیں گے

غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿26﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿27﴾

کون کذاب اور شیخی باز ہے؟﴿26﴾ بلاشبہ ہم ان کی آزمائش کے لیے اونٹنی بھیجنے (چٹان سے نکالنے) والے ہیں، لہٰذا (اے صالح!) تو ان (کے انجام) کا

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿28﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ

انتظار کر اور صبر کر﴿27﴾ اور انھیں بتا دے کہ بے شک پانی ان کے (اور اونٹنی کے) درمیان تقسیم ہوگا، ہر ایک (اپنی) باری پر حاضر ہوگا﴿28﴾ پھر انھوں نے

فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿29﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿30﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً

اپنے (ایک) ساتھی کو پکارا تو اس نے (تلوار) پکڑی پھر اس نے کونچیں کاٹیں (اور اسے مار ڈالا)﴿29﴾ پھر (دیکھو) میرا عذاب اور ڈراوا کیسا تھا؟﴿30﴾

وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿31﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ

بلاشبہ ہم نے ان پر ایک ہی چنگھاڑ بھیجی تو وہ باڑ لگانے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح (چور چور) ہوگئے﴿31﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت

مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿32﴾

کے لیے آسان کیا ہے تو کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے؟﴿32﴾

شدید ترین ٹھنڈی ہوا کو کہتے ہیں۔ ﴿فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ﴾ ''منحوس دن میں۔'' جو ان لوگوں کے لیے منحوس دن تھا۔ یہ ضحاک، قتادہ اور سدی کا قول ہے۔[1] ﴿مُّسْتَمِرٍّ ﴿19﴾﴾ ''دائمی'' جس کی نحوست اور تباہی و بربادی ان کے لیے مسلسل رہی کیونکہ یہ ایک ایسا دن تھا جس نے ان کے دنیا کے عذاب کو عذاب آخرت کے ساتھ ملا دیا۔ ﴿تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿20﴾﴾ ''وہ لوگوں کو یوں اکھاڑتی (پھینکتی) گویا اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔'' اس لیے کہ یہ ہوا ان میں سے ایک ایک کو اتنا اونچا اٹھا کر لے جاتی کہ وہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے، پھر اسے اس کے سر کے بل گرا دیتی، وہ زمین پر گرتا تو اس کا سر تن سے جدا ہو جاتا اور دھڑ سر کے بغیر زمین پر پڑا ہوتا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿20﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿21﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿22﴾﴾ ''گویا اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں، پھر میرا عذاب اور میرا ڈراوا کیسا تھا؟ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کیا ہے، پھر کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے؟''

تفسیر آیات: 23-32

ثمود کا قصہ: یہاں قوم ثمود کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ انھوں نے بھی اپنے رسول صالح علیہ السلام کی تکذیب کی ﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿24﴾﴾ ''تو انھوں نے کہا کہ بھلا ایک آدمی جو ہم ہی میں سے ہے ہم اس کی

[1] تفسیر الطبری: 129/27 .

پیروی کریں، یوں ہوتو ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑ گئے۔'' انھوں نے اس بات پر بھی تعجب کا اظہار کیا کہ ہمارے بجائے صرف انھی پر وحی نازل کیوں ہوتی ہے اور پھر انھوں نے یہ الزام لگا دیا کہ یہ اپنے اس دعوے میں جھوٹے ہیں کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے اور کہا: ﴿ بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴾ ''بلکہ یہ جھوٹا خود پسند ہے۔'' یعنی جھوٹ کی بھی تمام حدود سے تجاوز کر گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴾ ''کل ہی وہ جان لیں گے کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔'' یہ زبردست وعید اور سرزنش ہے، پھر فرمایا: ﴿ إِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ ﴾ ''بلاشبہ ہم ان کی آزمائش کے لیے اونٹنی بھیجنے والے ہیں۔'' ان کے امتحان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان دس ماہ کی حاملہ اونٹنی ان کے مطالبے پر پہاڑ کی ایک چٹان سے باہر نکال دی تاکہ صالح علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق اور ان کے لائے ہوئے دین وشریعت کی صداقت کی دلیل بن جائے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد ورسول صالح علیہ السلام کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴾ ''لہٰذا (اے صالح!) تو ان (کے انجام) کا انتظار کر اور صبر کر۔'' یعنی انتظار کرو اور دیکھو کہ ان کا کیا حال ہوتا ہے اور ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کرو، فتح و نصرت آپ ہی کا مقدر ہوگی اور دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی آپ ہی کو نصیب ہوگی: ﴿ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ ﴾ ''اور ان کو آگاہ کرو کہ ان میں پانی کی باری مقرر کر دی گئی۔'' ایک دن ان کے لیے اور ایک دن اونٹنی کے لیے جیسا کہ فرمایا: ﴿ قَالَ هَٰذِهِ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴾ (الشعرآء 26:155) ''صالح نے کہا: (دیکھو!) یہ اونٹنی ہے، (ایک دن) اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمھاری باری ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴾ ''ہر ایک باری پر حاضر ہوگا۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ جب اونٹنی غائب ہوتی تو وہ پانی پر حاضر ہو جاتے اور جب وہ آجاتی تو پھر دودھ کے لیے جمع ہو جاتے۔[1] پھر فرمایا: ﴿ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ﴾ ''پھر انھوں نے اپنے رفیق کو بلایا تو اس نے دست درازی کی، پھر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔'' مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں، اس کا نام قُدار بن سالف تھا اور یہ اپنی قوم میں سب سے زیادہ بد بخت تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ إِذِ انبَعَثَ أَشْقَاهَا ﴾ (الشمس 91:12) ''جب ان میں سے ایک نہایت بد بخت اٹھا'' ﴿ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴾ ''تو اس نے دست درازی کی، پھر اس کی کونچیں کاٹ دیں، پھر (دیکھو کہ) میرا عذاب اور میرا اڈراوا کیسا تھا؟'' دیکھو ان کا انجام کیا ہوا، میں نے انھیں اپنے ساتھ کفر کرنے اور اپنے رسول کی تکذیب کرنے کی کیسی عبرت ناک سزا دی، ﴿ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴾ ''بلاشبہ ہم نے ان پر (عذاب کے لیے) ایک ہی چیخ بھیجی تو وہ باڑ لگانے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح (چورا چورا) ہو گئے۔'' ان کے ایک ایک فرد کو تباہ و برباد کر دیا گیا، ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ بچا، ان کا اس طرح نام ونشان مٹ گیا جس طرح کھیتی اور نباتات خشک ہو کر بے نام ونشان ہو جاتی ہیں، کئی ایک ائمۂ تفسیر نے اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ ﴿ الْمُحْتَظِرِ ﴾ کے معنی صحرا میں رکھے

[1] تفسیر الطبری: 27/134.

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿33﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿34﴾

قومِ لوط نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا﴿33﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی سوائے آلِ لوط کے، ہم نے انھیں بوقت سحر نجات

نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿35﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿36﴾

دی﴿34﴾ اپنی طرف سے انعام کرتے ہوئے۔ ہم اسی طرح اسے جزا دیتے ہیں جو شکر کرے﴿35﴾ اور بلاشبہ یقیناً لوط نے انھیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تھا تو

وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿37﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ

انھوں نے ڈراوے میں شک کیا﴿36﴾ اور بلاشبہ یقیناً انھوں نے لوط سے اس کے مہمان مانگے تھے تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں، چنانچہ تم میرے

بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿38﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿39﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ

عذاب اور میرے ڈراوے کا مزہ چکھو﴿37﴾ اور بلاشبہ یقیناً ان پر صبح کے وقت اٹل عذاب نے حملہ کر دیا﴿38﴾ چنانچہ تم میرے عذاب اور میرے ڈراوے

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿40﴾

کا مزہ چکھو﴿39﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کیا، پھر کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے؟﴿40﴾

ہوئے چارے کے ہیں حتی کہ وہ خشک ہو جائے، جل جائے اور پھر ہوا اس کی راکھ کو اڑا لے جائے۔ ابن زید کہتے ہیں کہ عرب اونٹوں اور مویشیوں پر سوکھے کانٹوں کی باڑ ڈال دیتے تھے۔ یہاں سے بھی وہی باڑ مراد ہے۔

تفسیر آیات: 33-40

قوم لوط کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے بھی اپنے رسول کی تکذیب اور مخالفت کی اور ہم جنس پرستی کے انتہائی مکروہ فعل کا ارتکاب کیا اور یہ ایک ایسی فحاشی تھی جس کا ان سے پہلے دنیا میں کسی نے ارتکاب نہیں کیا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں ایسے بدترین عذاب کی صورت میں ہلاک کیا کہ اس طرح کا عذاب کسی قوم پر بھی نازل نہیں کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا، وہ ان کے شہروں کو اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک لے گئے، پھر انھیں وہاں سے الٹا کر دے مارا اور اوپر سے سخت پتھروں کی بارش برسا دی، اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿34﴾ ﴾ ”یقیناً ہم نے ان پر کنکر بھری ہوا چلائی سوائے لوط کے گھر والے کہ ہم نے انھیں بوقتِ سحر نجات دی۔“ یعنی لوط علیہ السلام کے گھر والے رات کے آخری حصے میں نکل گئے اور وہ اس عذاب سے نجات پا گئے جو ان کی قوم پر نازل ہوا تھا، لوط علیہ السلام کی قوم میں سے صرف ایک شخص کے سوا ان پر اور کوئی ایمان نہیں لایا تھا حتی کہ ان کی بیوی بھی ان پر ایمان نہیں لائی تھی، اس لیے وہ بھی اس عذاب کی گرفت میں آ گئی جو ان کی قوم پر نازل ہوا تھا، اللہ کے نبی لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں کو لے کر ان کے درمیان میں سے صحیح سلامت نکل گئے، ان کو کوئی گزند نہ پہنچی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿35﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا ﴾ ”ہم اسی طرح اسے جزا دیتے ہیں جو شکر کرے اور البتہ تحقیق لوط نے انھیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تھا۔“ یعنی عذاب کے نازل ہونے سے پہلے انھوں نے اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے ڈرایا تھا مگر انھوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ ان کی بات کو ہمیشہ شک وشبہ کی نظر سے دیکھا۔

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿41﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ

اور بلاشبہ یقیناً آلِ فرعون کے پاس (بھی) ڈرانے والے آئے ﴿41﴾ انھوں نے ہماری سب نشانیاں جھٹلائیں، تو ہم نے انھیں ایک زبردست قدرت

مُّقْتَدِرٍ ﴿42﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿43﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

والے کے پکڑنے کی طرح پکڑ لیا ﴿42﴾ (اے اہلِ عرب!) کیا تمھارے کافر ان (کافروں) سے بہتر ہیں، یا تمھارے لیے (سابقہ) صحیفوں میں کوئی

نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿44﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿45﴾ بَلِ السَّاعَةُ

نجات (لکھی ہوئی) ہے؟ ﴿43﴾ کیا وہ (مشرکین) کہتے ہیں کہ ہم بدلے لینے والی جماعت ہیں ﴿44﴾ عنقریب وہ جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر

مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿46﴾

کر بھاگیں گے ﴿45﴾ بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے، اور قیامت بہت بڑی آفت اور نہایت تلخ ہے ﴿46﴾

﴿ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ ﴾ ”اور البتہ تحقیق انھوں نے لوط کو اس کے مہمانوں سے بہکایا پھسلایا۔“ اور یہ اس رات کی بات ہے جب لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے جبریل، میکائیل اور اسرافیل خوب صورت امرد لڑکوں کی صورت میں آئے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی قوم کی آزمائش تھی، لوط علیہ السلام نے ان کی مہمان نوازی کی مگر ان کی بری بیوی نے اپنی قوم کے لوگوں کے پاس پیغام بھیج کر انھیں لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں بتا دیا، وہ ہر جگہ سے دوڑتے بھاگتے آئے، لوط علیہ السلام نے اپنے مکان کا دروازہ بند کر دیا، انھوں نے دروازہ توڑنے کی کوشش کی، یہ شام کا وقت تھا، لوط علیہ السلام نے انھیں اپنے مہمانوں سے ہٹانے کی کوشش کی اور فرمایا: ﴿ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ ﴾ (الحجر 71:15) ”یہ میری بیٹیاں ہیں۔“ یعنی قوم کی عورتیں، ﴿ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴾ (الحجر 71:15) ”اگر تمھیں کرنا ہی ہے (تو ان سے شادی کر لو۔)“ ﴿ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ﴾ (ہود 79:11) ”انھوں نے کہا: یقیناً تو جانتا ہے کہ ہمارے لیے تیری (قوم کی) بیٹیوں میں کوئی حق (دلچسپی) نہیں۔“ یعنی ہمیں ان کی خواہش نہیں ہے ﴿ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴾ (ہود 79:11) ”اور جو ہماری غرض ہے اسے یقیناً تم جانتے ہو۔“ جب صورت حال سنگین ہو گئی اور انھوں نے اندر آ جانے کے سوا اور کوئی بات قبول نہ کی تو جبریل علیہ السلام باہر نکلے، انھوں نے ان کی آنکھوں پر اپنے پر کے ایک حصے کو مارا جس سے ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں، اب وہ دیواروں کو ٹٹول کر اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور لوط علیہ السلام کو دھمکیاں دینے لگے کہ صبح تم سے نبٹ لیں گے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿38﴾ ﴾ ”اور البتہ تحقیق انھیں صبح سویرے ہی اٹل عذاب نے آ پکڑا۔“ یعنی ایسا عذاب جس سے انھیں کوئی نہ بچا سکا اور نہ وہ ان سے ٹل سکے گا، ﴿ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿39﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿40﴾ ﴾ ”تو میرے عذاب اور ڈرانے (کے مزے) کو چکھو۔ اور البتہ تحقیق ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کیا، پھر کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے؟“

تفسیر آیات: 41-46

آلِ فرعون کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے رسول موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون آئے اور انھوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ اگر ایمان لے آؤ گے تو تمھارے لیے جنت

کی بشارت ہے اور اگر کفر کرو گے تو پھر تمھارے لیے دوزخ کی وعید ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے ان دونوں نبیوں کو کئی عظیم الشان معجزات اور مختلف نشانیوں سے نوازا مگر فرعون اور اس کی قوم کے لوگوں نے ان سب کو جھٹلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو غالب و طاقت ور کی طرح پکڑا اور سب کو اس طرح ہلاک کر دیا کہ ان میں سے کوئی خبر دینے والا، کوئی دیکھنے والی آنکھ یا کوئی نشان تک باقی نہ چھوڑا۔

قریش کو نصیحت و سرزنش: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ أَكُفَّارُكُمْ ﴾ ''کیا تمھارے کافر؟'' اے مشرکین کفار قریش! ﴿ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ ﴾ ''ان لوگوں سے بہتر ہیں!'' یعنی ان لوگوں سے جن کا قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے جو پیغمبروں کی تکذیب اور آسمانی کتابوں کے ساتھ کفر کی وجہ سے ہلاک کر دیے گئے تھے، کیا تم ان لوگوں سے بہتر ہو؟ ﴿ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿43﴾ ﴾ ''یا تمھارے لیے پہلی کتابوں میں کوئی براءت لکھ دی گئی ہے؟'' کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو براءت عطا فرما دی ہے کہ تمھیں کوئی سزا یا عذاب نہیں دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ﴿44﴾ ﴾ ''کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم غالب آنے والی جماعت ہیں۔'' یعنی وہ سمجھتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور جو کوئی بھی انھیں تکلیف دینے کا ارادہ کرے گا تو ان کی بہت بڑی جماعت انھیں اس سے بچا لے گی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿45﴾ ﴾ ''عنقریب یہ جماعت شکست کھا جائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔'' ان کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور یہ مغلوب ہو جائیں گے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ بدر کے دن خیمے میں تھے: [أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اَللّٰهُمَّ! إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ (فِي الْأَرْضِ) أَبَدًا] ''(اے اللہ!) میں تجھے تیرے عہد اور وعدے کی قسم دیتا ہوں! اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد روئے زمین پر کبھی بھی تیری عبادت نہیں ہوگی۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے آپ کو پکڑ لیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! اب یہ کافی ہے آپ نے خوب الحاح وزاری کے ساتھ اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی ہے، آپ زرہ زیب تن فرماتے ہوئے جلدی سے باہر نکلے اور اس آیت کریمہ کی تلاوت فرما رہے تھے: ﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿45﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿46﴾ ﴾ ''عنقریب یہ جماعت شکست کھا جائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے بلکہ ان کے وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بہت بڑی آفت اور نہایت تلخ ہے۔''[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے یوسف بن ماھَك سے روایت کیا ہے کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا کہ انھوں نے فرمایا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں جب حسبِ ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی تو میں ابھی چھوٹی عمر کی کھیلنے والی ایک بچی تھی، ﴿ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿46﴾ ﴾ ''بلکہ ان کے وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بہت

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴾ (القمر 45:54)، حديث: 4877 جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 31,30/1 عن عمر رضی اللہ عنہ میں ہیں۔

وقف لازم

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَٰلٍ وَسُعُرٍ ﴿47﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ط

بلاشبہ مجرمین گمراہی اور دیوانگی میں (پڑے) ہیں﴿47﴾ جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے (کہا جائے گا:) تم جہنم (کے عذاب)

ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿48﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ ﴿49﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَٰحِدَةٌ كَلَمْحٍ

کا چھونا چکھو﴿48﴾ بلاشبہ ہم نے ہر چیز ایک مقرر اندازے کے مطابق پیدا کی ہے﴿49﴾ اور ہمارا حکم تو آنکھ جھپکنے کی طرح ایک (کلمہ) ہی ہوتا ہے﴿50﴾

بِالْبَصَرِ ﴿50﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿51﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿52﴾

اور (اے اہلِ عرب!) بلاشبہ یقیناً ہم (پہلے) تم جیسوں کو ہلاک کر چکے ہیں، پھر کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے؟﴿51﴾ اور جو کچھ انھوں نے کیا ہے، وہ

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿53﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَنَهَرٍ ﴿54﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ

صحیفوں میں (درج) ہے﴿52﴾ اور ہر چھوٹا بڑا (عمل لوح محفوظ میں) لکھا ہوا ہے﴿53﴾ بلاشبہ متقین باغات اور نہروں میں ہوں گے﴿54﴾ حقیقی عزت کی جگہ

عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿55﴾ ع

ع 3 15 10

ہر طرح کی قدرت والے بادشاہ کے نزدیک﴿55﴾

بڑی آفت اور نہایت تلخ ہے۔''[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مقام پر اس روایت کو اس طرح اختصار کے ساتھ مگر فضائل القرآن میں مفصل بیان کیا ہے۔[2] اس روایت کو امام مسلم رحمہ اللہ نے ذکر نہیں فرمایا۔

تفسیر آیات: 47-55

مجرموں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے ان مجرم لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں، گمراہی نے ان میں شکوک وشبہات اور آراء میں اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ یہ حکم تمام فرقوں کے ہر اس کافر اور بدعتی کے لیے بھی ہے جو ان اوصاف سے متصف ہے، پھر فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ط ﴾ ''اس روز وہ اپنے چہروں کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے۔'' ان شکوک وشبہات اور تردد نے انھیں جہنم رسید کرا دیا جیسے یہ دنیا میں گمراہ تھے، جہنم میں الٹے منہ گھسیٹے جائیں گے اور انھیں علم نہ ہوگا کہ کہاں جا رہے ہیں، زجر وتوبیخ اور سرزنش کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿48﴾ ﴾ ''آگ کے چھونے کو چکھو۔''

ہر چیز کا اندازہ مقرر ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ ﴿49﴾ ﴾ ''بلاشبہ ہم نے ہر چیز ایک مقرر اندازے کے ساتھ پیدا کی ہے۔'' جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ○ ﴾ (الفرقان 25:2) ''اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا ایک اندازہ ٹھہرایا۔'' اور فرمایا: ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ○ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ ○ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ○ ﴾ (الأعلى 87:1-3) ''آپ (اے پیغمبر!) اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کریں جس نے انسان کو بنایا، پھر (اس کے اعضاء کو) درست کیا اور جس نے اس کا اندازہ ٹھہرایا، پھر اسے ہدایت دی۔'' یعنی اس نے اندازے

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ ...... ﴾ (القمر54:46)، حديث: 4876. ② صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب تأليف القرآن، حديث: 4993.

مقرر فرما دیے ہیں اور مخلوقات کی ان کی طرف رہنمائی فرما دی ہے، اسی آیت کریمہ سے ائمۂ سنت نے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی پہلے سے تقدیر لکھ رکھی ہے، اس لیے کہ وہ اشیاء کو ان کے وجود میں اس سے پہلے سے جانتا ہے اور ان کے پیدا ہونے سے پہلے اس نے ان کے بارے میں لکھ رکھا ہے۔ ائمۂ سنت نے اس آیت کریمہ اور اس کے ہم معنی دیگر آیات اور صحیح احادیث مبارکہ سے اس فرقہ قدریہ کی تردید کی ہے جو عصر صحابہ کے اواخر میں پیدا ہو گیا تھا۔ اس موضوع اور اس سے متعلق احادیث جو صحیح بخاری کی کتاب الإیمان کی شرح میں بیان کی گئی ہیں ان پر ہم نے تفصیلی بحث کی ہے۔ اب یہاں ہم اس آیت کریمہ سے متعلق احادیث ذکر کرتے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مشرکین قریش نبی ﷺ کے پاس تقدیر کے بارے میں جھگڑا کرنے کے لیے آئے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۭ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ ﴾ ''اس روز وہ اپنے چہروں کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) اب آگ کے چھونے کو چکھو، ہم نے ہر چیز ایک مقرر اندازے کے ساتھ پیدا کی ہے۔''[1] اسی طرح اسے امام مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2] بزار نے عمرو بن شعیب سے، انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ یہ آیات اہل قدر ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں: ﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۭ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ ﴾۔[3] ابن ابوحاتم نے زُرارہ سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا: [نَزَلَتْ فِي أُنَاسٍ مِّنْ أُمَّتِي يَكُونُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ يُكَذِّبُونَ بِقَدَرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ] ''یہ آیت میری امت کے ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو آخر زمانے میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی تکذیب کریں گے۔''[4]

عطاء بن ابورَباح سے روایت ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا جب وہ زمزم کی طرف سے آ رہے تھے، ان کے کپڑوں کے نچلے حصے بھیگے ہوئے تھے، میں نے عرض کی: تقدیر کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے۔ انھوں نے فرمایا: کیا لوگوں نے یہ بات شروع کر دی ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ آیت انھی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے: ﴿ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ ﴾ یہ اس امت کے بدترین لوگ ہیں، ان کے بیماروں کی بیمار پرسی نہ کرو، ان کے مردوں کا جنازہ نہ پڑھو، اگر میں ان میں سے کسی کو دیکھوں تو اپنی ان دو انگلیوں کے

[1] مسند أحمد: 444/2. [2] صحيح مسلم، القدر، باب كل شيء بقدر، حديث: 2656 وجامع الترمذي، القدر، باب إعظام أمر الإيمان بالقدر، حديث: 2157 وسنن ابن ماجه، السنة، باب في القدر، حديث: 83. [3] مسند البزار، حديث عبدالله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: 436/6، حديث: 2467. [4] تفسير ابن أبي حاتم: 3321/10 مزید دیکھیے المعجم الكبير للطبراني: 276/5، حديث: 5316 اس کی سند جہالتِ راوی کی وجہ سے ضعیف ہے، البتہ شیخ البانی نے السلسلة الصحيحة: 53,52/4 میں اسے شواہد کی بنا پر صحیح قرار دیا ہے۔

ساتھ اس کی آنکھیں پھوڑ دوں۔[1] امام احمد رحمہ اللہ نے نافع سے روایت کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا شام میں ایک دوست تھا جو ان سے خط کتابت کرتا رہتا تھا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں لکھا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم تقدیر کے بارے میں گفتگو کرتے ہو، لہٰذا میری طرف آئندہ کوئی خط نہ لکھنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: [سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ يُكَذِّبُونَ بِالْقَدَرِ] ''عنقریب میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو تقدیر کی تکذیب کریں گے۔''[2] اور اسے امام ابوداود نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔[3] امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حَتَّى الْعَجْزُ وَالْكَيْسُ] ''ہر چیز تقدیر کے ساتھ ہے حتی کہ عاجزی و عقل مندی بھی۔''[4] اس کو صرف امام مسلم نے مالک بن انس کے واسطے سے بیان کیا ہے (امام بخاری نے نہیں۔)[5]

صحیح حدیث میں ہے: [اِسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ، وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَرُ اللّٰهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ] ''اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو اور عاجز و درماندہ نہ ہو، اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسے کرتا تو ایسے ہوتا بلکہ کہو یہ اللہ کی تقدیر ہے اور اس نے جو چاہا کیا، پس بے شک (کلمہ) لَوْ شیطانی عمل (کا دروازہ) کھول دیتا ہے۔''[6] حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِاجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوكَ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوكَ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، (جَفَّتِ الْأَقْلَامُ وَطُوِيَتِ الصُّحُفُ)] ''خوب جان لو کہ اگر ساری امت تمھیں کوئی نفع پہنچانے پر اتفاق کر لے جسے اللہ نے تمھارے حق میں نہ لکھا ہو تو وہ تمھیں نفع نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ سب تمھیں کوئی نقصان پہنچانے پر اتفاق کر لیں جسے اللہ نے تمھارے خلاف نہیں لکھا تو وہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ قلمیں خشک ہو گئی ہیں اور صحیفے لپیٹ دیے گئے ہیں۔''[7]

امام احمد رحمہ اللہ نے عبادہ بن ولید بن عبادہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ میں (اپنے والد) عبادہ کے پاس گیا وہ مریض تھے اور میرا خیال تھا کہ انھیں پیغام موت آنے والا ہے، میں نے عرض کی: ابا جان! مجھے وصیت کریں اور میری خاطر اچھی طرح وصیت فرمائیں۔ انھوں نے کہا کہ مجھے بٹھا دو، جب انھیں اٹھا کر بٹھا دیا گیا تو انھوں نے کہا: میرے بیٹے! تم اس وقت تک ایمان کا ذائقہ نہیں چکھ سکتے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم کی حقیقت کو نہیں

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي، الشهادات، ماترد به شهادة أهل الأهواء: 205/10 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما اسی عنوان کی ایک مختصر روایت سنن أبي داود، السنة، باب في القدر، حديث: 4691 و سنن ابن ماجه، السنة، باب في القدر، حديث: 92 عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ میں ہے۔ [2] مسند أحمد: 90/2. [3] سنن أبي داود، السنة، باب من دعا إلى السنة، حديث: 4613. [4] مسند أحمد: 110/2. [5] صحيح مسلم، القدر، باب كل شيء بقدر، حديث: 2655. [6] صحيح مسلم، القدر، باب الإيمان بالقدر والإذعان له، حديث: 2664. [7] جامع الترمذي، صفة القيامة، باب حديث حنظلة، حديث: 2516 و مسند أحمد: 293/1 و اللفظ له جبکہ قوسین والا جملہ المعجم الكبير للطبراني: 238/12، حديث: 12988 میں ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

پاسکتے حتی کہ اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ، میں نے عرض کی: ابا جان! میں یہ کیسے معلوم کروں کہ اچھی بری تقدیر کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا: خوب جان لو کہ جو تمھیں حاصل نہیں ہوسکا، وہ تمھیں حاصل ہو ہی نہیں سکتا تھا اور جو تمھیں حاصل ہو گیا ہے وہ تم سے خطا ہو ہی نہیں سکتا تھا، اے میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: [إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى الْقَلَمَ، ثُمَّ قَالَ: اُكْتُبْ، فَجَرٰى فِي تِلْكَ السَّاعَةِ بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اس سے ارشاد فرمایا کہ لکھو تو اسی لمحے قلم اس سب کچھ کے ساتھ چل پڑا جو قیامت تک ہونے والا تھا۔'' بیٹا! اگر تم فوت ہو گئے اور تمھارا یہ عقیدہ نہ ہوا تو جہنم رسید ہو جاؤ گے۔ [1] امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ [2] صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ] ''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیروں کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے بھی پچاس ہزار سال قبل لکھا تھا، ابن وہب نے ان الفاظ کا اضافہ بھی روایت کیا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش معلی پانی پر تھا۔'' [3] امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ [4]

اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہو کر رہے گا: ﴿ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ۝ ﴾ ''اور ہمارا حکم تو آنکھ جھپکنے کی طرح ایک (کلمہ) ہی ہوتا ہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا ہے کہ اس کی مخلوق میں اس کی مشیت نافذ ہو کر رہتی ہے جیسا کہ اس نے خبر دی ہے کہ اس کی تقدیر بھی ان کے بارے میں جاری وساری ہو کر رہتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ ﴾ ''اور ہمارا حکم تو ایک (کلمہ) ہی ہوتا ہے۔'' یعنی ہم کسی چیز کو صرف ایک بار حکم دیتے ہیں ہمیں دوبارہ تاکید کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اور پھر ہم جس چیز کا حکم دیتے ہیں وہ چشم زدن میں حاصل اور موجود ہوتی ہے، اس میں ذرہ بھر تاخیر نہیں ہوتی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم تمھارے جیسوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔'' یعنی پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی امتوں کے تم جیسے سابقہ لوگ۔ ﴿ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ ﴾ ''پھر کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے؟'' یعنی اللہ تعالیٰ نے سابقہ لوگوں کو جو ذلیل ورسوا کیا اور ان پر عذاب نازل کر کے انھیں تباہ وبرباد کیا تو کیا کوئی ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرے؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ ﴾ (سبا 54:34) ''اور ان کے اور ان چیزوں کے درمیان جنھیں وہ چاہتے ہیں، آڑ حائل کر دی جائے گی جیسا کہ پہلے ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ ﴾ ''اور جو کچھ انھوں نے کیا وہ صحیفوں میں (درج) ہے۔'' یعنی ان دفاتر میں لکھا ہوا ہے جو ملائکہ کے ہاتھ میں ہیں، ﴿ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ ﴾ ''اور ہر چھوٹا اور بڑا (کام۔)'' یعنی ان کے اعمال میں سے ﴿ مُّسْتَطَرٌ ۝ ﴾ ''(لوح محفوظ میں) لکھا ہوا ہے۔'' ان کے لیے جمع کر کے رکھا گیا اور ان کے صحیفوں میں لکھا گیا ہے

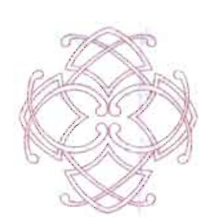
---

[1] مسند أحمد: 317/5. [2] جامع الترمذي، القدر، باب إعظام أمر الإيمان بالقدر، حديث: 2155 و3319.
[3] صحيح مسلم، القدر، باب حجاج آدم وموسى، حديث: 2653. [4] جامع الترمذي، القدر، باب إعظام أمر الإيمان بالقدر، حديث: 2156.

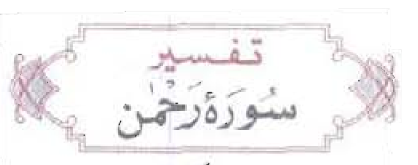
اوران میں کسی بھی چھوٹے بڑے علم کو چھوڑا نہیں گیا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: [يَاعَائِشَةُ! إِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ، فَإِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ طَالِبًا] ''اے عائشہ! چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی اپنے آپ کو بچالے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا بھی حساب لیا جائے گا۔'' [1]
اسے امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

پرہیز گاروں کا اچھا انجام: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴾ ''بلاشبہ پرہیز گار باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔'' یعنی بدبخت لوگ گمراہی میں ہوں گے، الٹے منہ جہنم میں گھسیٹے جائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ ڈانٹ ڈپٹ اور شدید قسم کی سرزنش بھی ہوگی اور ان کے مقابلے میں پرہیز گار لوگ ﴿ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ ﴾ ''حقیقی عزت کی جگہ میں۔'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت و خوش نودی کے گھر، فضل و کرم اور جود و احسان میں ہوں گے ﴿ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ ''ہر طرح کی قدرت والے بادشاہ کے نزدیک۔'' اس عظیم بادشاہ کے ہاں جو تمام اشیاء کا خالق اور ان کی تقدیر مقرر فرمانے والا ہے اور وہ اپنے ان وفا شعار بندوں کے طلب و ارادہ میں سے جو چاہے اسے پورا کرنے پر مکمل طور پر قادر ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [اَلْمُقْسِطُونَ عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُّورٍ عَنْ يَّمِينِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا] ''انصاف کرنے والے روز قیامت رحمان کی دائیں جانب نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے اور رحمان کے دونوں دست مبارک دائیں ہیں اور ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلے، اپنے اہل و عیال اور جس منصب پر وہ فائز ہوں، عدل و انصاف کرتے ہیں۔'' [3] اسے امام مسلم اور امام نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔ [4]

سورۂ قمر کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.



[1] مسند أحمد : 151/6 . [2] سنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر الذنوب، حديث : 4243 . ملحوظہ : نسائی شریف میں یہ حدیث نہیں ملی۔ [3] مسند أحمد : 160/2 . [4] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل......، حديث : 1827 والسنن الكبرى للنسائي، القضاء، باب ذكر الاختلاف على الزهري......: 460/3، حديث : 5917 .



یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ① عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ② خَلَقَ الْاِنْسَانَ ③ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ④ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ⑤

(اللہ) رحمٰن نے ① قرآن سکھایا② اسی نے انسان کو پیدا کیا③ اسے بولنا سکھایا④ سورج اور چاند ایک حساب سے (چلتے) ہیں⑤ اور بیلیں اور

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ⑥ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ⑦ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ⑧

درخت سجدہ کرتے ہیں⑥ اور آسمان کو اسی (رحمٰن) نے بلند کیا، اور اسی نے ترازو رکھی⑦ تاکہ تم ترازو میں حد سے تجاوز نہ کرو⑧ اور تم انصاف سے

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ⑨ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ⑩ فِيْهَا

وزن کو درست رکھو، اور تول میں کمی نہ کرو⑨ اور اسی نے زمین کو مخلوق کے لیے بچھایا⑩ اس میں لذیذ پھل اور کھجور کے درخت ہیں جن کے شگوفے

فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ⑪ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ⑫ فَبِاَيِّ

غلافوں میں لپٹے ہوتے ہیں⑪ اور بھوسے والے دانے (اناج) اور خوشبودار پھول ہیں⑫ پھر (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کون سی

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑬

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟⑬

تمہید: امام احمد رحمہ اللہ نے زِرّ (ابن حُبَیش) سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے) کہا کہ یہ لفظ کس طرح ہے [مَاءٍ غَيْرِ يَاسِنٍ] ہے یا ﴿ اٰسِنٍ ﴾ (محمد 15:47)۔ تو انھوں (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے کہا: کیا تو نے سارا قرآن پڑھا ہے؟ اس نے کہا: بلاشبہ میں قرآن کا حصۂ مفصل [1] ایک رکعت میں پڑھ لیتا ہوں۔ انھوں نے جواب دیا کہ تمھارا باپ نہ ہو کیا تم شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھتے ہو؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن سورتوں کو ملا کر پڑھتے تھے میں انھیں جانتا ہوں، آپ مفصل سورتوں کی ابتدا سے دو سورتوں کو ملا کر پڑھتے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترتیب کے مطابق مفصل سورتوں میں سے پہلی سورۂ رحمٰن ہے۔ [2]

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس

① قرآن کا مفصل حصہ سورۂ ق یا بقول بعض سورۂ حجرات تا آخر قرآن ہے۔ دیکھیے فتح الباری: 250,249/2 جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترتیب میں سورۂ رحمٰن مفصل کی پہلی سورت تھی۔ ② مسند أحمد: 412/1. تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں ہے کہ اس شخص نے پوچھا: یہ لفظ ﴿ مَآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ﴾ (محمد 15:47) ہے یا [أَسِنٍ] لیکن مراجع میں وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا، دیکھیے صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین......، باب ترتیل القراءۃ ......، حدیث: 722، بعد الحدیث :821 و جامع الترمذی، الجمعة، باب ماذکر فی قراءۃ سورتین......، حدیث: 602 و مسند أحمد: 380/1.

تشریف لائے، آپ نے انھیں اول سے آخر تک مکمل سورۂ رحمٰن سنائی اور وہ خاموشی کے ساتھ سنتے رہے، آپ نے فرمایا: [لَقَدْ قَرَأْتُهَا عَلَى الْجِنِّ لَيْلَةَ الْجِنِّ فَكَانُوا أَحْسَنَ مَرْدُودًا مِّنْكُمْ، كُنْتُ كُلَّمَا أَتَيْتُ عَلٰى قَوْلِهٖ: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۝ ﴾ قَالُوا: لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِّعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ] ''میں نے یہ سورت ''لیلۃ الجن'' میں جنوں کو بھی سنائی تھی تو وہ تمھاری نسبت اچھا جواب دینے والے تھے، جب بھی میں یہ آیت کریمہ ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۝ ﴾ پڑھتا تو وہ جواب میں کہتے: ''اے اللہ! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی کو بھی نہیں جھٹلاتے، چنانچہ سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں۔'' امام ترمذی نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔[1] حافظ ابوبکر بزار نے بھی اسے روایت کیا ہے۔[2]

امام ابوجعفر بن جریر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ رحمٰن کی خود تلاوت فرمائی یا آپ کے پاس اس سورت کی تلاوت کی گئی تو آپ نے فرمایا: [مَالِيَ أَسْمَعُ الْجِنَّ أَحْسَنَ جَوَابًا لِّرَبِّهَا مِنْكُمْ، قَالُوا: مَاذَا يَارَسُولَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: مَا أَتَيْتُ عَلٰى قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۝ ﴾ إِلَّا قَالَتِ الْجِنُّ: لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِّعْمَةِ رَبِّنَا نُكَذِّبُ] ''کیا ہے مجھے کہ میں نے جنوں کو سنا وہ اپنے رب کو تمھاری نسبت اچھا جواب دیتے تھے۔ صحابۂ کرام نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے جب بھی اس آیت کریمہ: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۝ ﴾ کی تلاوت کی تو جن جواب میں کہتے: ''ہم اپنے پروردگار کی نعمتوں میں سے کسی کو نہیں جھٹلاتے۔''[3] اسے حافظ بزار نے روایت کیا ہے۔[4]

تفسیر آیات: 1-13

قرآن کو رحمان نے نازل فرمایا اور سکھایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اپنے فضل و رحمت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لیے قرآن نازل فرمایا اور جسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سرفراز فرمائے، اس کے لیے اس نے اس کے حفظ اور فہم کو آسان بنا دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۝ ﴾ ''(اللہ جو) نہایت مہربان، اس نے قرآن سکھایا، اسی نے انسان کو پیدا کیا، اسی نے اسے بولنا سکھایا۔'' حسن بصری فرماتے ہیں کہ بیان سے مراد نطق ہے، اس لیے کہ سیاق میں اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کو قرآن سکھانے کا ذکر ہے اور تعلیم قرآن سے مراد تلاوت سکھانا ہے اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے نطق کو آسان کر دیا اور حروف کے اپنے اپنے مخارج حلق، زبان اور ہونٹوں سے ادا کرنے کے مخارج اور اس کی انواع و اقسام کو مختلف ہونے کے باوجود آسان بنا دیا۔

سورج، چاند، آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ۝ ﴾ ''سورج اور چاند ایک (مقرر) حساب سے (چل رہے ہیں۔)'' یعنی یہ ایک دوسرے کے پیچھے ایک مقرر حساب کے مطابق چلتے رہتے ہیں

---

[1] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الرحمٰن، حدیث: 3291. [2] مجمع الزوائد، تفسیر، باب سورة الرحمٰن: 117/7، حدیث: 11387. [3] تفسیر الطبری: 162/27. [4] مجمع الزوائد، تفسیر، باب سورة الرحمٰن: 117/7، حدیث: 11387.

اور ان میں کبھی کوئی اختلاف یا اضطراب پیدا نہیں ہوتا۔ ﴿ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴾ (یٰسٓ 40:36) ''نہ تو سورج ہی سے ہوسکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴾ (الأنعام 96:6) ''وہی (رات کے اندھیرے سے) صبح کی روشنی پھاڑ نکالنے والا ہے اور اسی نے رات کو موجب آرام ٹھہرایا اور سورج اور چاند کو ذرائع شمار بنایا ہے۔ یہ اس (اللہ) کے مقرر کیے ہوئے اندازے ہیں جو نہایت غالب (اور) خوب علم والا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ﴾ ''اور بوٹیاں اور درخت سجدہ کررہے ہیں۔'' امام ابن جریر لکھتے ہیں کہ نجم کے معنی میں مفسرین میں اختلاف ہے، البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ شجر اس (درخت) کو کہتے ہیں جو تنے پر کھڑا ہو۔[1] علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نجم زمین پر پھیلی ہوئی نباتات کو کہتے ہیں۔[2] سعید بن جبیر، سدی اور سفیان ثوری کا بھی یہی قول ہے۔[3] ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[4] مجاہد کہتے ہیں کہ نجم کے معنی ستارے کے ہیں، حسن اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[5] یہ قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے ــ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ــ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ ﴾ (الحج 18:22) ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ﴾ ''اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے میزان رکھ دی۔'' یعنی عدل قائم کیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ ﴾ (الحدید 25:57) ''البتہ تحقیق ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتاب اور ترازو نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔'' اسی طرح یہاں بھی فرمایا: ﴿ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ﴾ ''کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو۔'' یعنی اس نے آسمانوں اور زمین کو حق وعدل کے ساتھ پیدا فرمایا ہے تاکہ تمام اشیاء حق و عدل کے ساتھ قائم رہیں، اسی لیے ارشاد فرمایا: ﴿ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ﴾ ''اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔'' یعنی وزن کم نہ دو بلکہ حق اور انصاف کے ساتھ پورا پورا دو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ ﴾ (الشعرآء 182:26) ''اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ﴾ ''اور اسی نے خلقت کے لیے زمین بچھائی۔'' یعنی جس طرح اس نے آسمان کو بلند کیا، اسی طرح اس نے زمین کو بھی پست کیا، اسے ہموار بنایا اور مضبوط و مستحکم اور بلند و بالا پہاڑوں کے

[1] تفسیر الطبری: 153/27. [2] تفسیر الطبری: 152/27. [3] تفسیر الطبری: 153,152/27. [4] تفسیر الطبری: 153/27. [5] تفسیر الطبری: 153/27.

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿14﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿15﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

اس نے انسان کو ٹھیکرے جیسی کھنکتی مٹی سے پیدا کیا⑭ اور اس نے جن کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا⑮ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿16﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿17﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿18﴾ مَرَجَ

گے؟⑯ (وہی) دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا رب ہے⑰ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟⑱ اس (رحمٰن) نے دو سمندر جاری

الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿19﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿20﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿21﴾

کیے جو باہم ملتے ہیں⑲ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے، وہ دونوں (اس سے) تجاوز نہیں کرتے⑳ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿22﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿23﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ

جھٹلاؤ گے؟㉑ ان دونوں سمندروں سے موتی اور مرجان (مونگے) نکلتے ہیں㉒ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟㉓ اور اسی کے

الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿24﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿25﴾

ہیں چلنے والے جہاز (اور کشتیاں) جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے اٹھے ہوئے ہیں㉔ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟㉕

ساتھ اسے قرار بخشا ہے تا کہ زمین کی پشت پر مخلوقات کو قرار نصیب ہو سکے۔ جن کی انواع واقسام، شکلیں، رنگ اور بولیاں مختلف اور وہ زمین کے اطراف واکناف میں بس رہی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور ابن زید کا قول ہے کہ أنام سے مراد مخلوقات ہیں۔[1] ﴿فِيهَا فَاكِهَةٌ﴾ ''اس میں پھل ہیں۔'' جن کے رنگ، ذائقے اور خوشبوئیں مختلف ہیں ﴿وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ﴿11﴾﴾ ''اور کھجور کے درخت (جن کے شگوفے) غلاف والے ہیں۔'' کھجور کو اس کے شرف اور تر اور خشک ہر اعتبار سے نفع بخش ہونے کی وجہ سے الگ سے ذکر کیا ہے۔ ابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ أکمام کے معنی کھجور کے گابھے کے ہیں۔[2] کئی ایک دیگر مفسرین کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جس میں کھجور کا شگوفہ ہوتا ہے، پھر اس میں گچھا لگتا ہے، پہلے اس میں گدر کھجوریں لگتی ہیں، پھر وہ پختہ ہو جاتی ہیں اور ان کی پختگی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔

﴿وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿12﴾﴾ ''اور اناج ہیں بھوسے والے اور خوشبودار پھول بھی۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ﴿وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ﴾ سے مراد بھوسا ہے۔[3] عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عصف اس سبز کھیتی کے پتوں کو کہتے ہیں جن کے سر کاٹ دیے گئے ہوں، وہ جب خشک ہو جائیں تو اسے عصف کہا جاتا ہے۔[4] قتادہ، ضحاک اور ابو مالک نے بھی کہا ہے کہ عصف کے معنی بھوسے کے ہیں۔[5] ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور دیگر کئی ایک ائمہ نے کہا ہے کہ ریحان کے معنی پتے ہیں۔[6] حسن کہتے ہیں اس سے مراد پھول ہیں۔[7] علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ریحان سے مراد سبز کھیتی ہے۔[8] اس کے معنی یہ ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ کہ حب سے

① تفسير الطبري: 156/27. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3322/10. ③ تفسير الطبري: 158/27. ④ تفسير الطبري: 158/27. ⑤ تفسير الطبري: 159,158/27. ⑥ تفسير الطبري: 159/27. ⑦ تفسير الطبري: 160/27. ⑧ تفسير الطبري: 160/27.

مراد گندم اور جو وغیرہ کے دانے ہیں جبکہ ان کی کھیتی خشک ہو اور وہ اپنے خوشوں میں ہوں اور ریحان سے مراد وہ پتے ہیں جو تنے پر لپٹے ہوں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ عصف سے کھیتی کے اگنے والے پہلے پتے مراد ہیں اور ریحان سے مراد وہ پتے ہیں جو پختہ ہو گئے ہوں اور ان میں دانے پیدا ہونے لگے ہوں۔

انسان اللہ کی نعمتوں میں گھرا ہوا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑬ ﴾ ''(اے جنو اور انسانو!) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے اس آیت کریمہ کے یہی معنی بیان کیے ہیں کہ اے گروہ جن وانس! تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟[1] بعد کا سیاق بھی انھی معنوں پر دلالت کرتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تم پر ظاہر ہیں، تم اس کی نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہو، ان کا انکار نہیں کر سکتے، لہٰذا ہم بھی وہی بات عرض کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے جنوں نے کہی تھی کہ اے اللہ! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی کا بھی انکار نہیں کرتے اور سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی کہا کرتے تھے کہ اے پروردگار! ہم تیری کسی بھی نعمت کا انکار نہیں کرتے۔[2]

تفسیر آیات :14-25

آدم علیہ السلام اور جنوں کی تخلیق کا بیان: اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا اور جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ ﴿ مَّارِجٍ ﴾ شعلے کے کنارے کو کہتے ہیں، یہ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔[3] عکرمہ، مجاہد، حسن اور ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔[4] عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ مَّارِجٍ ﴾ آگ کے زبردست شعلے کو کہتے ہیں۔[5] امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُّورٍ، وَّخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ، وَّخُلِقَ آدَمُ علیہ السلام مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ] ''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے، جنوں کو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے سے اور آدم علیہ السلام کو اس چیز سے جس کے بارے میں تمھیں بتایا گیا ہے (مٹی سے۔)''[6] اور اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[7] ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ⑯ ﴾ کی تفسیر قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔[8]

دونوں مشرقوں اور مغربوں کے رب ہونے کی نعمت کی یاد دہانی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ⑰ ﴾ ''وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک ہے۔'' یعنی وہ موسم سرما و گرما کے مشرق اور موسم سرما و گرما کے مغرب کا رب ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ ﴾ (المعارج 40:70) ''ہمیں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم!'' یہ سورج کے مطالع کے مختلف ہونے اور ہر روز ایک مطلع سے دوسرے مطلع کی طرف منتقل ہو کر اس سے لوگوں کے سامنے طلوع ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اور تیسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ○ ﴾ (المزمل 9:73) ''وہی مشرق اور مغرب کا مالک ہے (اور) اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسے

[1] تفسیر الطبری : 162/27 . [2] تفسیر الطبری : 162/27 . [3] تفسیر الطبری : 165/27 . [4] تفسیر الطبری : 165/27. [5] تفسیر الطبری : 164/27 . [6] مسند أحمد : 168/6 . [7] صحیح مسلم، الزهد، باب فی أحادیث متفرقة، حدیث : 2996 . [8] دیکھیے الرحمٰن آیت: 13 کے تحت عنوان: ''انسان اللہ کی نعمتوں میں گھرا ہوا ہے''

ہی اپنا کارساز بنائیں!'' اس سے جنس مشارق ومغارب مراد ہے، ان مشارق ومغارب کے اختلاف میں بھی جنوں اور انسانوں کے لیے بہت سی مصلحتیں ہیں، اس لیے فرمایا ہے کہ اے گروہ جن وانس! تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

دو طرح کے سمندر اور کشتیاں بھی اللہ تعالیٰ کے انعام ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ⑲ ﴾ ''اس نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس نے ان دونوں کو چھوڑ دیا ہے۔[1] ﴿ يَلْتَقِيٰنِ ﴾ کے معنی ابن زید نے یہ بیان کیے ہیں کہ اس نے ان دونوں کو آپس میں ملنے سے روک رکھا ہے کیونکہ اس نے ان دونوں کے درمیان پردہ اور رکاوٹ قائم کر رکھی ہے۔[2] اور ﴿ الْبَحْرَيْنِ ﴾ سے مراد نمکین اور میٹھا ہے، میٹھے سے مراد یہ نہریں ہیں جو لوگوں کے درمیان رواں دواں ہیں، اس کے بارے میں ہم نے قبل ازیں گفتگو سورۂ فرقان کی آیت کریمہ:

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ○ ﴾ (الفرقان 25:53)

''اور وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا ایک کا پانی شیریں ہے، پیاس بجھانے والا اور دوسرے کا کھاری چھاتی جلانے والا اور دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنادی۔'' کی تفسیر میں کی ہے۔ ﴿ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ⑳ ﴾ ''ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کرتے۔'' یعنی دونوں کے درمیان پردہ حائل کر دیا ہے، یہ پردہ زمین کی صورت میں ہے تاکہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر خراب نہ ہو جائیں اور ان کی وہ صفت زائل نہ ہو جائے جو ان سے مقصود ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ㉒ ﴾ ''دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔'' ﴿ اللُّؤْلُؤُ ﴾ سے مراد موتی ہیں جو ایک معروف چیز ہے اور مرجان کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے چھوٹے موتی مراد ہیں، یہ مجاہد، قتادہ، ابورزین اور ضحاک کا قول ہے۔[3] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قول مروی ہے۔[4] دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے بڑے بڑے اور عمدہ موتی مراد ہیں، امام ابن جریر نے اسے بعض سلف سے روایت کیا ہے۔[5]

امام ابن ابوحاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آسمان سے بارش ہوتی ہے تو سیپیاں سمندر میں اپنا منہ کھول دیتی ہیں، ان میں بارش کے پانی کا جو قطرہ داخل ہو جائے وہ موتی بن جاتا ہے۔[6] اس کی سند صحیح ہے، جب اس زیور کا استعمال بھی اہل زمین کے لیے نعمت ہے تو اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ㉓ ﴾ ''تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

﴿ الْمُنْشَئٰتُ ﴾ کا مفہوم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ ﴾ ''اور اٹھے ہوئے (بحری) جہاز بھی اسی کے ہیں۔'' یعنی کشتیاں جو چلتی ہیں ﴿ فِي الْبَحْرِ ﴾ ''دریا میں'' مجاہد کہتے ہیں کہ جن کشتیوں کا بادبان اٹھایا گیا ہو انھیں مُنْشَئَات کہتے ہیں اور جن کا بادبان نہ اٹھایا گیا ہو انھیں مُنْشَئَات نہیں کہتے۔[7] قتادہ کہتے ہیں کہ مُنْشَئَات کے معنی مخلوقات کے ہیں۔[8]

---

① تفسير الطبري : 167/27. ② تفسير الطبري : 168/27 تفسیر ابن کثیر میں صرف ﴿ يَلْتَقِيٰنِ ⑲ ﴾ کا لفظ ہے جبکہ اس کو ﴿ لَا يَبْغِيٰنِ ⑳ ﴾ تک پڑھا جائے تو تب اس کا یہ مفہوم بنتا ہے۔ ③ تفسير الطبري : 170/27. ④ تفسير القرطبي : 163/17. ⑤ تفسير الطبري : 171/27. ⑥ تفسير ابن أبي حاتم : 3324/10 . ⑦ تفسير الطبري : 173/27. ⑧ تفسير القرطبي : 164/17 .

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿26﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿27﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

ہر چیز، جو اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والی ہے﴿26﴾ اور آپ کے رب ذوالجلال والاکرام کا چہرہ باقی رہے گا﴿27﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی

تُكَذِّبٰنِ ﴿28﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿29﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴿28﴾ جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، اسی سے مانگتا ہے، وہ ہر روز (ہر وقت) ایک (نئی) شان میں ہوتا ہے﴿29﴾ پھر تم دونوں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿30﴾

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴿30﴾

دیگر نے کہا ہے کہ [مُنْشِئَات] شین کے کسرہ کے ساتھ ہے اور اس کے معنی ہیں بادبانی کشتیاں۔ ﴿ كَالْاَعْلَامِ ﴿24﴾ ﴾ ''پہاڑوں کی طرح''، یعنی پہاڑوں کی طرح بلند ہیں اور ان کے ذریعے سے مال واسباب اور سامانِ تجارت ایک علاقے سے دوسرے علاقے اور ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کیا جاتا ہے اور اس میں لوگوں کے لیے بہت سے فوائد اور منافع ہیں اور وہ اپنی ضرورت کے تمام سامان حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اسی لیے ارشاد فرمایا: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿25﴾ ﴾ ''تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

تفسیر آیات:26-30

بقائے دوام صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے: اللہ رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا ہے کہ سب اہل زمین چل بسیں گے اور موت کا جام پی لیں گے، اسی طرح تمام اہل آسمان بھی فوت ہو جائیں گے اور اللہ جل جلالہ کی ذات پاک کے سوا کسی کو بقا اور دوام نصیب نہیں ہے، اس ذات پاک کے لیے موت نہیں ہے کیونکہ وہ حیّ ہے، اس لیے اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اسی نے ساری مخلوقات کو پیدا فرمایا اور اب یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تمام مخلوقات فنا پذیر ہونے والی ہیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ کی دعا ہے: [يَا حَيُّ! يَا قَيُّومُ! يَا بَدِيعَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ! يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ! لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيثُ، أَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا كُلَّهٗ، وَلَا تَكِلْنَا إِلٰى أَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ، وَّلَا إِلٰى أَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ] ''اے زندہ رہنے اور قائم رہنے والے! اے آسمانوں اور زمین کے موجد! اے عظمت و عزت والے! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، ہم تیری رحمت کے ساتھ مدد حاصل کرتے ہیں، ہمارے لیے ہمارے تمام حالات درست فرما دے اور ہمیں لحہ برابر بھی ہمارے نفسوں کے اور اپنی مخلوق میں سے کسی کے بھی سپرد نہ فرما۔''[1]

[1] اس ترتیب کے ساتھ یہ الفاظ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملے، البتہ مختلف حدیثوں میں الفاظ ملتے ہیں جن کی ترتیب یہ ہے: اَللّٰهُمَّ! رَحْمَتَكَ أَرْجُو، فَلَا تَكِلْنِي إِلٰى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ، وَّأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهٗ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ. سنن أبي داود، حدیث:5090 عن أبي بكرة (نفيع بن الحارث)رضی اللہ عنہ، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ اور يَا حَيُّ! يَا قَيُّومُ! بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ، أَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهٗ، وَلَا تَكِلْنِي إِلٰى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ، وَّلَا إِلٰى أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ. الروض الداني إلى المعجم الصغير للطبراني، ترجمة من اسمه خالد:1/270,271 عن أنس رضی اللہ عنہ، نیز اسے البانی رحمہ اللہ نے کچھ الفاظ کی کمی کے ساتھ حسن قرار دیا ہے۔ الترغيب والترهيب، النوافل: 1/417 ، حدیث:661، اور يَا حَيُّ! يَا قَيُّومُ! بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ. جامع الترمذي، حدیث: 3524 عن أنس رضی اللہ عنہ اور لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْمَنَّانُ ، يَا بَدِيعَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ! يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ! يَا حَيُّ! يَا قَيُّومُ! مسند أحمد:3/245 عن أنس رضی اللہ عنہ.

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿31﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿32﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

اے دو بھاری گروہو! (جن وانس) عنقریب ہم تمھارے (حساب کے) لیے فارغ ہوں گے ﴿31﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ

اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ

گے؟ ﴿32﴾ اے گروہ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جانے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ، قوت اور غلبے کے بغیر تو تم نکل ہی نہیں

اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿33﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿34﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ

سکتے (اور وہ قوت تم میں کہاں!) ﴿33﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿34﴾ تم دونوں پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا،

فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿35﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿36﴾

پھر تم (اس کے مقابلے میں) ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکو گے ﴿35﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿36﴾

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم یہ پڑھو: ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿26﴾ ﴾ تو فوراً بعد یہ بھی پڑھ لو: ﴿ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿27﴾ ﴾ [1] یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ ﴾ (القصص 28:88) ''اس کے چہرے کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔'' اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کریم چہرے کی صف بیان فرمائی ہے کہ وہ عظمت والا، عزت والا ہے، یعنی وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے اور نافرمانی نہ کی جائے اور اس کی اطاعت کی جائے اور مخالفت نہ کی جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ (الکھف 18:28) ''اور جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں ان کے ساتھ صبر کرتے رہیں۔'' نیز جیسا کہ صدقہ کرنے والوں کی بابت اس نے فرمایا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں: ﴿ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ ﴾ (الدھر 76:9) ''ہم تمھیں خالص اللہ کے لیے کھلاتے ہیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿27﴾ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ عظمت و کبریائی کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرمایا کہ فوت ہونے کے اعتبار سے جب اہل زمین برابر ہیں، وہ سب آخرت کی طرف سدھارنے والے ہیں اور اب ذوالجلال والاکرام عدل وانصاف کے ساتھ ان میں فیصلہ فرمانے والے ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿28﴾ ﴾ ''تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿29﴾ ﴾ ''آسمانوں اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب اسی سے مانگتے ہیں، وہ ہر دن ایک (نئی) شان میں ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے سوا سب سے بے نیاز ہے۔ جبکہ تمام مخلوقات ہر حال میں اس کی محتاج ہیں اور وہ اپنی زبان حال وقال سے ہر وقت اس سے مانگتے رہتے ہیں اور وہ ہر دن ایک (نئی) شان میں ہوتا ہے۔ اعمش نے مجاہد سے اور انھوں نے عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ ﴿ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿29﴾ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اس کی شان یہ ہے کہ وہ دعا کرنے والے کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے، مانگنے والے کو عطا فرماتا ہے، قیدی کو رہائی دیتا اور بیمار کو شفا بخشتا ہے۔ [2]

[1] الدر المنثور: 6/196. [2] تفسیر الطبری: 27/175.

تفسیر آیات:31-36

جنوں اور انسانوں کی سرزنش: ابن جریج کہتے ہیں کہ ﴿ سَنَفْرُغُ لَكُمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم تمھارا فیصلہ کریں گے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم تمھارا محاسبہ کریں گے اور اسے کوئی چیز کسی دوسری چیز سے مشغول نہیں کر سکتی۔ یہ محاورہ کلام عرب میں مشہور ہے، کہا جاتا ہے کہ میں فارغ ہو کر تجھ سے نبٹ لوں گا، حالانکہ اسے کوئی مشغولیت نہیں ہوتی، وہ کہتا ہے کہ میں تجھے اچانک پکڑوں گا۔[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴾ ''اے انسانو اور جنو!'' ثقلان سے مراد جن اور انسان ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے: [يَسْمَعُهَا (كُلُّ شَيْءٍ) إِلَّا الثَّقَلَيْنِ] ''مردے کی آواز کو ثقلین کے سوا ہر چیز سنتی ہے۔''[2] اور ایک روایت میں ثقلین کے بجائے [إِلَّا الْإِنْسَ وَالْجِنَّ] کے الفاظ آتے ہیں۔[3] ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ ''تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

پھر فرمایا: ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾ ''اے گروہ جن وانس! اگر تمھیں قدرت ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ (اور) زور کے سوا تو تم نکل سکتے ہی نہیں۔'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کی تقدیر سے بھاگ نہیں سکتے کیونکہ وہ ہر طرف سے تمھارا احاطہ کیے ہوئے ہے، تم اس کے حکم اور اپنے متعلق اس کے فیصلے سے خلاصی اور چھٹکارا نہیں پا سکتے، وہ فرماتا ہے کہ تم جہاں بھی جاؤ گے میں تمھارا احاطہ کروں گا۔ یہ میدان حشر میں ہوگا کہ فرشتوں کی سات سات صفوں نے مخلوقات کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہوگا، لہٰذا کوئی بھی بھاگ نہیں سکے گا بجز اللہ تعالیٰ کے امر کے، ﴿ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ٍ الْمُسْتَقَرُّ ۝ ﴾ (القيٰمة 75:10-12) ''اس دن انسان کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ہرگز نہیں! کوئی پناہ گاہ نہیں، اس روز تیرے پروردگار ہی کے پاس ٹھکانا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ كَاَنَّمَا اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾ (یونس 10:27) ''اور جنھوں نے برے کام کیے تو برائی کا بدلہ ویسا ہی ہوگا اور ان (کے منہوں) پر ذلت چھا جائے گی (اور) کوئی انھیں اللہ سے بچانے والا نہ ہوگا (ان کے منہوں کی سیاہی کا یہ عالم ہوگا کہ) ان کے چہروں پر گویا اندھیری رات کے ٹکڑے اوڑھا دیے گئے ہیں، یہی دوزخی ہیں (کہ) ہمیشہ اس میں رہیں گے۔'' اسی طرح یہاں فرمایا ہے: ﴿ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴾ ''تم پر

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، قبل الحديث: 4878. [2] صحيح البخاري، الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال، حديث: 1338 عن أنس رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والا جملہ مسند أحمد: 296,295/4 والمصنف لعبد الرزاق، باب فتنة القبر، حديث: 6737 عن البراء رضی اللہ عنہ میں ہے، اس کی سند ضعیف ہے۔ [3] الترغيب والترهيب للمنذري، الجمعة، الترغيب في صلاة الجمعة......، حديث: 17 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ اور شیخ البانی نے اپنی کتاب صحيح الترغيب والترهيب، الجمعة، الترغيب في صلاة الجمعة......، حديث: 697 میں اسے حسن قرار دیا ہے۔ مزید دیکھیے الأحاديث الطوال للطبراني، حديث الصور: 48، ص: 110.

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿37﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿38﴾

پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سرخ چمڑے کی طرح لال ہو جائے گا ﴿37﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿38﴾ پھر اس دن

فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿39﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿40﴾ يُعْرَفُ

کسی انسان اور کسی جن سے اس کے گناہ کی بابت نہیں پوچھا جائے گا ﴿39﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿40﴾ مجرم اپنے چہرے

الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿41﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿42﴾ هٰذِهٖ

کی علامت ہی سے پہچان لیے جائیں گے، پھر وہ پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑے (اور گھسیٹ کر جہنم میں ڈالے) جائیں گے ﴿41﴾ پھر تم

جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿43﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿44﴾ فَبِاَيِّ

وقف لازم

دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿42﴾ (انھیں کہا جائے گا:) یہی وہ جہنم ہے جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے ﴿43﴾ وہ جہنم کے درمیان اور سخت

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿45﴾

ع 2 20 12

گرم کھولتے پانی کے درمیان چکر لگائیں گے ﴿44﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿45﴾

آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا تو پھر تم بدلہ نہ لے سکو گے۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ شُوَاظٌ ﴾ آگ کے شعلے کو کہتے ہیں۔ [1] ابوصالح کا قول ہے کہ ﴿ شُوَاظٌ ﴾ اس شعلے کو کہتے ہیں جو آگ سے اوپر اور دھویں سے نیچے ہو۔ [2] ضحاک نے ﴿ شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ﴾ کے معنی آگ کے سیلاب کے کیے ہیں۔ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ نُحَاسٌ ﴾ کے معنی آگ کے دھویں کے ہیں۔ [3] ابوصالح، سعید بن جبیر اور ابوسفیان سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ [4] ابن جریر کا قول ہے کہ عرب دخان کو نحاس کہتے ہیں اور یہ نون کے کسرہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ درست ہے، البتہ قراء کا ضمے پر اتفاق ہے۔ [5] مجاہد کہتے ہیں کہ نحاس کے معنی پیتل کے ہیں جسے پگھلا کر ان کے سروں پر انڈیلا جائے گا۔ [6] قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ [7] ضحاک کہتے ہیں کہ نحاس پیتل کے سیلاب کو کہتے ہیں۔ [8] معنی یہ ہیں کہ اگر تم قیامت کے دن بھاگنا چاہو گے تو فرشتے بالخصوص زبانیہ فرشتے تم پر آگ کے شعلے چھوڑ دیں گے اور تم پر پگھلا یا ہوا پیتل انڈیل دیں گے تاکہ تم واپس پلٹ آؤ، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿35﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿36﴾ ﴾ ''پھر تم (عذاب سے) نہ بچ سکو گے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

تفسیر آیات :37-45

قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور مجرموں کا حال: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ ﴾ ''پھر جب آسمان پھٹ جائے گا۔'' یعنی قیامت کے دن جیسا کہ اس پر یہ آیت اور اس کے ہم معنی دوسری آیات دلالت کرتی ہیں، مثلاً: ﴿ وَانْشَقَّتِ

[1] تفسیر الطبری :180/27 . [2] تفسیر القرطبی : 171/17 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما . [3] تفسیر ابن أبي حاتم: 3325/10 و تفسیر الطبری :182/27 . [4] تفسیر الطبری : 182/27. [5] تفسیر الطبری :182/27. [6] تفسیر الطبری : 182/27. [7] تفسیر القرطبی :172/17. [8] دیکھیے تفسیر الطبری : 182/27 .

﴿ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝ ﴾ (الحآقّة 16:69) ''اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن کمزور ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:25) ''اور جس دن آسمان ابر کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کیے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ ﴾ (الانشقاق 2,1:84) ''جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے پروردگار کا فرمان بجالائے گا اور اسے واجب بھی یہی ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝ ﴾ ''تو وہ سرخ چمڑے کی طرح لال ہو جائے گا۔'' یعنی وہ اس طرح پگھلے گا جس طرح تلچھٹ اور چاندی بھٹی میں پگھلتی ہے اور اس طرح رنگ پکڑے گا جس طرح وہ رنگ پکڑتی ہے جس کے ساتھ کسی چیز کو رنگا جاتا ہے کبھی سرخ، کبھی زرد، کبھی نیلا اور کبھی سبز اور یہ اس دن کے معاملے کی سختی اور قیامت کی سخت ہولناکی کی وجہ سے ہوگا۔ سدی کہتے ہیں کہ آسمان کا رنگ سرخ رنگ کے خچر کی طرح ہو جائے گا، نیز یہ تیل کے تلچھٹ کی طرح ہوگا۔[1] مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ كَالدِّهَانِ ۝ ﴾ کے معنی ہیں تلچھٹ کے رنگ کی طرح۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝ ﴾ ''پھر اس روز نہ تو کسی انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں پرسش کی جائے گی اور نہ کسی جن سے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ ﴾ (المرسلٰت 36,35:77) ''یہ وہ دن ہے کہ لوگ نہ بول سکیں گے اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ عذر پیش کریں۔'' یہ ایک حالت ہوگی جبکہ دوسری حالت میں تمام مخلوق سے ان کے تمام اعمال کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (الحجر 93,92:15) ''آپ کے پروردگار کی قسم! ہم ان سب سے ضرور پرسش کریں گے ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے۔'' اسی لیے امام قتادہ اس آیت کریمہ: ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ پہلے پوچھا جائے گا، پھر ان کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے اعمال کے بارے میں ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔[3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ ﴾ ''گناہگار اپنی علامت ہی سے پہچان لیے جائیں گے۔'' یعنی ایسی علامات کے ساتھ جو ان پر نمایاں ہوں گی۔ حسن اور قتادہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے سیاہ چہروں اور نیلی آنکھوں سے پہچانے جائیں گے۔[4] میں کہتا ہوں یہ ایسے ہے جیسے مومن وضو کی وجہ سے اپنے چمکنے دمکنے والے اعضاء سے پہچانے جائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝ ﴾ ''تو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیے جائیں گے۔'' یعنی زبانیہ فرشتے مجرم کی پیشانی کو اس کے قدموں کے ساتھ باندھ کر جہنم میں گرا دیں گے۔ اعمش نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مجرم کو اس کی پیشانی اور قدموں سے پکڑ کر اس طرح توڑ دیا جائے گا جس طرح ایندھن توڑ کر تنور میں ڈالا جاتا ہے۔[5]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ ﴾ ''یہی ہے وہ جہنم جسے گناہگار لوگ جھٹلاتے

---

[1] تفسير الطبري: 184/27 عن الضحاك . [2] تفسير الطبري: 184/27 . [3] تفسير الطبري: 185/27 . [4] تفسير الطبري: 186/27 . [5] تفسير ابن أبي حاتم: 3325/10 .

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿46﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿47﴾ ذَوَاتَآ

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو باغ ہیں﴿46﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ

اَفْنَانٍ ﴿48﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿49﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿50﴾ فَبِاَيِّ

گے؟﴿47﴾ (وہ) دونوں بہت زیادہ شاخوں والے ہیں﴿48﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴿49﴾ ان دونوں (باغوں) میں دو چشمے

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿51﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿52﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

جاری ہوں گے﴿50﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴿51﴾ ان دونوں (باغوں) میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہوں گی﴿52﴾ پھر تم

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿53﴾

دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴿53﴾

تھے۔" یعنی یہ ہے وہ آتش دوزخ جس کے وجود کا تم انکار کرتے تھے۔ یہ اب تمھاری آنکھوں کے سامنے موجود ہے اور تم اسے دیکھ رہے ہو۔ یہ انھیں ڈانٹ ڈپٹ، سرزنش اور تحقیر و تذلیل کے طور پر کہا جائے گا۔ ﴿يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿44﴾﴾ "وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔" کبھی انھیں جہنم میں عذاب دیا جائے گا اور کبھی انھیں گرم کھولتا ہوا ایسا پانی پلایا جائے گا جو پگھلائے گئے تانبے کی طرح شدید ترین گرم ہوگا کہ انتڑیوں اور پٹھوں کو کاٹ دے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾﴾ (المؤمن 72,71:40) "جبکہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی اور گھسیٹے جائیں گے کھولتے ہوئے پانی میں، پھر آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔"

﴿اٰنٍ ﴿44﴾﴾ کے معنی ایسا شدید گرم جو حرارت کی انتہا تک پہنچ چکا اور شدت حرارت کے باعث ناقابل برداشت بن چکا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس کا جوش انتہا کو پہنچ چکا اور جس کی حرارت شدید ترین ہو چکی ہو۔[1] مجاہد، سعید بن جبیر، ضحاک، حسن، ثوری اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔[2] قتادہ نے کہا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اس وقت سے پکایا ہے جب سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے۔[3] محمد بن کعب قرظی کا قول ہے کہ آدمی کو پیشانی سے پکڑ کر کھولتے ہوئے شدید ترین گرم پانی میں گھسیٹا جائے گا حتی کہ اس کا گوشت پگھل جائے گا اور سر کی ہڈیاں اور آنکھیں باقی رہ جائیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾﴾ (المؤمن 72:40) "کھولتے ہوئے پانی میں، پھر آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔" ﴿حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿44﴾﴾ کے معنی سخت گرم کھولتے ہوئے کے ہیں۔ قرظی سے ایک دوسری روایت کے مطابق ﴿اٰنٍ ﴿44﴾﴾ کے معنی حاضر کے ہیں، ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔[4] حاضر اس کے منافی نہیں ہے جو قرظی سے پہلے قول کے مطابق منقول ہے، یعنی یہ گرم کے منافی نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿۵﴾﴾ (الغاشیة 5:88) "(انھیں) ایک کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلایا جائے گا۔" یعنی ایسا شدید ترین

---

① تفسیر الطبری: 187/27. ② تفسیر القرطبی: 176,175/17 و تفسیر الطبری: 188,187/27. ③ تفسیر الطبری: 188/27. ④ تفسیر الطبری: 188/27.

گرم جونا قابل برداشت ہو۔اور اسی طرح فرمایا: ﴿ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ﴾ (الأحزاب33:53) ’’اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے۔‘‘یعنی اس کے صحیح بننے اور پکنے تک۔ بہرحال ﴿ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴾ کے معنی شدید ترین گرم کے ہیں، جب نافرمانوں اور مجرموں کو سزا دینا اور پرہیزگاروں اور وفا شعاروں کو نعمتوں سے سرفراز فرمانا، اس کے فضل و رحمت اور مخلوق کے ساتھ لطف و کرم کا مظہر ہے تو مجرموں کو عذاب اور پکڑ سے ڈرانا تاکہ وہ گناہوں اور شرک سے باز آجائیں یہ بھی اس کے عدل و انصاف کا اظہار ہے، اسی لیے مخلوق کو اپنا یہ احسان یاد دلاتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ ’’تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟‘‘

تفسیر آیات:46-53

پرہیزگاروں کے حالات اور جنت میں ان کے لیے نعمتیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴾ ’’اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو باغ ہیں۔‘‘یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا، ﴿ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴾ (النّٰزعٰت 79:40) ’’اور اس نے اپنے نفس کو خواہشوں سے روکے رکھا۔‘‘ نہ سرکشی کی، نہ دنیاوی زندگی کو ترجیح دی اور اس بات کو خوب جان لیا کہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے، اس لیے اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض سرانجام دیے، حرام کردہ امور سے اجتناب کیا تو اس کے لیے روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں دو باغ ہوں گے جیسا کہ امام بخاری نے عبداللہ بن قیس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ، آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا، وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ، آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا، وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلٰى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ، عَلٰى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ] ’’دو باغ چاندی کے بنے ہوں گے، ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہوگا (سب چاندی کا بنا ہوگا) اور دو باغ سونے کے ہوں گے ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہوگا (سب سونے کا ہوگا) اور ان کے اور ان کے رب تعالیٰ کے دیدار کے مابین اللہ رب ذوالجلال کے چہرہ اقدس پر کبریائی کی چادر ہوگی اور وہ جنت عدن میں ہوں گے۔‘‘[1] اسے امام ابوداود کے سوا باقی محدثین نے عبدالعزیز (بن عبدالصمد کے طریق) سے روایت کیا ہے۔[2]

یہ آیت کریمہ انسانوں اور جنوں سب کے بارے میں عام ہے اور یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ جن بھی جنت میں داخل ہوں گے بشرطیکہ وہ ایمان لے آئیں اور تقویٰ کی زندگی بسر کریں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں دونوں پر اپنے اس احسان کا اظہار فرمایا ہے کہ ﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ ’’اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو باغ ہیں۔تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴾ (الرحمٰن55:62)، حديث:4878 . [2] صحيح مسلم، الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين......،حديث : 180 و جامع الترمذي، صفة الجنة، باب ماجاء في صفة غرف الجنة، حديث: 2528 وسنن ابن ماجه، السنة، باب فيما أنكرت الجهمية، حديث: 186 والسنن الكبرى للنسائي، النعوت، المعافاة والعقوبة:420,419/4، حديث:7765 .

مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿54﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ

(اہل جنت) ایسی مسندوں پر تکیے لگائے (بیٹھے) ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے، اور ان دونوں باغوں کے پھل قریب ہی ہوں گے ﴿54﴾

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿55﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ﴿56﴾

پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴿55﴾ ان میں جھکی نظروں والی (شرمیلی اور باحیا حوریں) ہوں گی، ان سے پہلے انھیں کسی انسان

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿57﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿58﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا

اور کسی جن نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا﴿56﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴿57﴾ گویا وہ ہیرے اور موتی (مونگے) ہیں﴿58﴾ پھر تم

تُكَذِّبٰنِ ﴿59﴾ هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿60﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿61﴾

دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴿59﴾ احسان کی جزا تو احسان ہی ہے﴿60﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟﴿61﴾

جھٹلاؤ گے؟'' پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جنتوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿48﴾﴾ ''دونوں بہت سی شاخوں والے ہیں'' یعنی سرسبز وشاداب اور خوبصورت ٹہنیاں پکے ہوئے، میٹھے اور رسیلے پھلوں سے لدی پھندی ہوں گی۔ عطاء خراسانی اور مفسرین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے کہ أفنان سے مراد جنت کے درختوں کی ٹہنیاں ہیں جو ایک دوسرے کو چھو رہی ہوں گی۔[1]

﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿50﴾﴾ ''ان دونوں میں دو چشمے بہہ رہے ہوں گے۔'' وہ چشمے ان درختوں اور ٹہنیوں کو سیراب کرنے کے لیے رواں دواں ہوں گے جس سے تمام انواع واقسام کے پھل پیدا ہوں گے، ﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿51﴾﴾ ''تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' حسن بصری فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک چشمے کا نام تسنیم اور دوسرے کا سلسبیل ہے۔[2] عطیہ کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک چشمہ صاف شفاف پانی کا ہوگا اور دوسرا پینے والوں کے لیے لذت بخش شراب کا۔[3] اسی لیے اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿52﴾﴾ ''ان دونوں میں سب پھل دو دو قسم کے ہوں گے'' یعنی ان تمام انواع واقسام کے پھل جنھیں یہ جانتے اور بہتر جانتے ہوں گے اور وہ پھل بھی جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہوگا، کسی کان نے سنا نہیں ہوگا اور کسی دل میں ان کا تصور تک نہ آسکتا ہوگا، ﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿53﴾﴾ ''تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' ابراہیم بن حکم بن ابان نے اپنے والد سے، انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ دنیا میں کوئی میٹھا یا کڑوا پھل نہیں مگر جنت میں بھی وہ ضرور ہوگا حتی کہ حنظل (تُمّہ) بھی جنت میں موجود ہوگا۔[4] ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ بھی فرماتے ہیں کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا میں صرف نام ہیں۔[5] یعنی دنیا اور آخرت کے پھلوں میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔

① تفسير الطبري: 192/27 والدر المنثور: 204/6 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ. ② تفسير القرطبي: 178/17. ③ تفسير القرطبي: 179/17. ④ تفسير القرطبي: 179/17. ⑤ الترغيب والترهيب للمنذري، صفة الجنة والنار: 560/4، حديث: 141 و تفسير الطبري: 251/1.

تفسیر آیات :54-61

جنتیوں کے بستر اور ان کی طرف جھکے ہوئے پھل: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مُتَّكِـِٕيْنَ ﴾ ''تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے'' یعنی اہل جنت۔ اور تکیہ لگانے سے یہاں مراد لیٹنا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد آلتی پالتی مار کر بیٹھنا ہے۔ ﴿ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ط ﴾ ''ایسے بچھونوں پر جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے۔'' عکرمہ، ضحاک اور قتادہ کا قول ہے کہ ﴿ اِسْتَبْرَقٍ ط ﴾ موٹے ریشم کو کہتے ہیں۔ [1] ابوعمران جونی کا قول ہے کہ اس سے مراد سونے سے مزین ریشم ہے۔ گویا اس بات پر مطلع فرمایا کہ اس کا ظاہر بھی بہت اعلیٰ اور اس کا باطن بھی بہت نفیس ہوگا۔ ابو اسحاق نے ہُبیرہ بن یَرِیم سے اور انھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ ان کے اندرونی حصے ہوں گے تو ان کے بیرونی حصوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ [2]

﴿ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴾ ''اور دونوں باغوں کے پھل قریب ہی ہوں گے۔'' یعنی ان کے پھل ان کے بہت قریب ہوں گے جس طرح وہ چاہیں گے انھیں تناول فرمائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴾ (الحآقة 23:69) ''جن کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴾ (الدھر 14:76) ''اور ان سے (خم دار شاخیں اور) ان کے سائے قریب ہوں گے اور پھلوں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے۔'' یعنی انھیں کھانے سے نہ صرف یہ کہ منع نہیں کیا جائے گا بلکہ ٹہنیاں از خود ان کی طرف جھک جائیں گی، ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ ''تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

اللہ تعالیٰ نے بچھونوں کی عظمت و نفاست بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ فِيْهِنَّ ﴾ ''ان میں'' یعنی ان بستروں میں ﴿ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ﴾ ''نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں۔'' یعنی وہ ایسی عفت مآب ہوں گی کہ اپنے شوہروں کے سوا کسی کی طرف نہیں دیکھیں گی اور ان سے بڑھ کر کسی چیز کو خوبصورت نہیں سمجھیں گی۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، عطاء خراسانی اور ابن زید کا قول ہے۔ [3] روایت ہے کہ ان میں سے ایک اپنے شوہر سے کہے گی: [وَاللّٰهِ! مَا فِي الْجَنَّةِ شَيْءٌ أَحْسَنَ مِنْكَ، وَمَا فِي الْجَنَّةِ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكَ (فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَكَ لِي وَجَعَلَنِي لَكَ)] ''اللہ کی قسم! میں جنت میں تجھ سے بڑھ کر خوب صورت کسی اور چیز کو نہیں دیکھتی اور نہ جنت میں تجھ سے بڑھ کر مجھے کوئی اور چیز محبوب ہے، سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے تجھے میرے لیے اور مجھے تیرے لیے بنایا ہے۔'' [4]

﴿ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴾ ''جنھیں ان (اہل جنت) سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن

---

[1] تفسیر الطبری: 193/27۔ [2] تفسیر الطبری: 193/27۔ [3] تفسیر القرطبی: 180/17,80/15 و تفسیر الطبری: 195/27,67/23۔ [4] الترغیب و الترھیب، فصل في وصف نساء أھل الجنة: 535,534/4، حدیث: 96 و الأحادیث الطوال للطبراني، حدیث الصور: 48، ص: 113 اور شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے، دیکھیے: الترغیب و الترھیب، فصل في وصف نساء أھل الجنة: 492,491/2، حدیث: 2224 میں ذکر کیا ہے اور قوسین والے الفاظ سے ملتے جلتے الفاظ تفسیر الطبری: 195/27 میں ہیں۔

نے۔'' بلکہ وہ کنواری اور ہم سن ہوں گی، ان کے شوہروں سے پہلے کسی جن یا انسان نے ان سے مقاربت نہ کی ہوگی، یہ آیت کریمہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ مومن جن بھی جنت میں جائیں گے۔ ارطاۃ بن منذر نے کہا کہ ضمرہ بن حبیب سے پوچھا گیا: کیا جن بھی جنت میں داخل ہوں گے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، اور وہ وہاں نکاح بھی کریں گے، جنوں کا جنّیوں سے اور انسانوں کا عورتوں سے نکاح ہوگا۔[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ ﴾ ''انھیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' پھر ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ ﴾ ''گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔'' مجاہد، حسن اور ابن زید وغیرہ نے کہا ہے کہ وہ رنگت کی صفائی میں یاقوت اور سفیدی میں مرجان کی طرح ہوں گی اور انھوں نے مرجان کے لفظ کو یہاں موتیوں کے معنی میں لیا ہے۔[2]

امام مسلم نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ اس بات پر لوگوں نے یا تو فخر کا اظہار کیا یا آپس میں گفتگو کی کہ جنت میں مردوں کی اکثریت ہوگی یا عورتوں کی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ابو قاسم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: [إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالَّتِي تَلِيهَا عَلٰى أَضْوَأِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ، لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ اثْنَتَانِ، يُرٰى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ وَمَا فِي الْجَنَّةِ عَزَبٌ] ''جنت میں داخل ہونے والی پہلی جماعت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی اور اس کے بعد والی جماعت آسمان میں سب سے زیادہ چمکنے والے ستارے کے مانند، ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ دو دو بیویاں عطا فرمائے گا کہ ان کی پنڈلیوں کی چربی گوشت میں سے نظر آ رہی ہوگی اور جنت میں کوئی شخص بھی بیوی کے بغیر نہ ہوگا۔''[3] یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے۔[4] امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ أَوْ مَوْضِعُ قِدِّهِ۔ يَعْنِي سَوْطَهُ۔ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَلَوِ اطَّلَعَتِ امْرَأَةٌ مِّنَ النِّسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَى الْأَرْضِ لَمَلَأَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيحًا وَّلَطَابَ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَنَصِيفُهَا عَلٰى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا] ''اللہ کے رستے میں ایک صبح یا ایک شام لگانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، جنت میں ایک کمان یا ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور دنیا کی ساری دولتوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا کی طرف جھانک لے تو آسمان و زمین کے درمیان کا یہ سارا حصہ اس کی بوئے عطر بیز سے بھر کر پاکیزہ ہو جائے، اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ قیمتی ہے۔''[5] اور امام بخاری نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[6]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝ ﴾ ''نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔'' جس نے

[1] تفسير الطبری: 196/27 . [2] تفسير الطبری: 198,197/27 . [3] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب أول زمرة تدخل الجنة......، حديث: 2834 . [4] صحيح البخاری، بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة......، حديث: 3246,3245 وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب أول زمرة تدخل الجنة......، حديث: 2834.
[5] مسند أحمد: 141/3 . [6] صحيح البخاری، الجهاد والسير، باب الحور العين......، حديث: 2796 .

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿62﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿63﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿64﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

اوران دو (باغوں) کے علاوہ دو باغ (اور) ہیں ﴿62﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿63﴾ (جو) گہرے سبز سیاہی مائل ہیں ﴿64﴾ پھر تم

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿65﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿66﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿67﴾

دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿65﴾ ان میں جوش مارتے دو چشمے ہیں ﴿66﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿68﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿69﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ

گے؟ ﴿67﴾ ان دونوں میں لذیذ پھل ہوں گے، اور کھجور کے درخت اور انار بھی ﴿68﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿69﴾ ان

حِسَانٌ ﴿70﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿71﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿72﴾ فَبِاَيِّ

(سب باغوں) میں خوب سیرت (اور) خوب صورت عورتیں ہیں ﴿70﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿71﴾ حوریں جو خیموں

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿73﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿74﴾ فَبِاَيِّ

میں محفوظ ہوں گی ﴿72﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿73﴾ ان سے پہلے انھیں کسی انسان اور کسی جن نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا ﴿74﴾ پھر تم

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿75﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿76﴾ فَبِاَيِّ

دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿75﴾ سبز اور نہایت نفیس و نادر قالینوں پر تکیے لگائے (بیٹھے) ہوں گے ﴿76﴾ پھر تم دونوں اپنے رب کی

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿77﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿78﴾ ع 3/33/13

کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿77﴾ آپ کے رب ذوالجلال والاکرام کا نام بہت ہی برکت والا ہے ﴿78﴾

دنیا میں اچھا عمل کیا آخرت میں اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا جائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ (یونس 10:26) ”جن لوگوں نے نیکوکاری کی ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید برآں اور بھی۔“ اللہ تعالیٰ نے جب ایسی ایسی عظیم الشان نعمتوں کا ذکر فرمایا جن کی قیمت کوئی عمل نہیں بن سکتا بلکہ یہ محض اس کا فضل و کرم ہوگا تو اسی لیے ان تمام نعمتوں کے ذکر کے بعد فرمایا: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿61﴾﴾ ”تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“

تفسیر آیات :62-78

دو باغ کن کے لیے ہوں گے؟ یہ دو باغ مقام و مرتبہ اور فضیلت میں پہلے باغوں کی نسبت کم تر ہوں گے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿62﴾﴾ ”اوران دو (باغوں) کے علاوہ دو باغ اور ہیں۔“ قبل ازیں یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے: [جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ، آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا، وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ، آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا......] ”دو باغ چاندی کے ہوں گے، ان میں برتن اور دیگر تمام اشیاء بھی چاندی کی بنی ہوں گی اور دو باغ سونے کے ہوں گے کہ ان میں برتن اور دیگر تمام اشیاء سونے کی بنی ہوں گی......“[1] پہلے دو باغ مقربین کے لیے اور دوسرے دو اصحاب الیمین کے لیے ہوں گے۔ پہلے دو

[1] دیکھیے الرّحمٰن، آیات :46-53 کے تحت عنوان: ”پرہیزگاروں کے حالات اور جنت میں ان کے لیے نعمتیں“

باغوں کے دوسرے دو باغوں پر شرف اور فضیلت کے کئی دلائل ہیں، پہلے دو باغوں کا اللہ تعالیٰ نے پہلے ذکر فرمایا ہے اور تقدیم افضلیت کی دلیل ہے اور پھر فرمایا: ﴿وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ﴾ ''اور ان دو (باغوں) کے علاوہ دو باغ اور ہیں۔'' اس سے بھی پہلے باغوں کے شرف اور علومرتبت کی طرف اشارہ ملتا ہے، وہاں فرمایا تھا: ﴿ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ﴾ (الرحمٰن 55:48) ''دونوں بہت سی شاخوں والے ہیں۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿مُدْهَآمَّتٰنِ﴾ ''دونوں سیاہی مائل گہرے سبز ہیں۔'' یعنی پانی سے شدید سیرابی کے باعث وہ سیاہ معلوم ہوتے ہوں گے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی فرمایا ہے کہ پانی سے شدید سیرابی کے باعث گھنے سبز ہونے کی وجہ سے سیاہ معلوم ہوتے ہوں گے۔[1] محمد بن کعب نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سبزے سے بھرے ہوں گے اور درختوں کی باہم پیوست شاخوں کی سرسبزی وشادابی اور تازگی میں کوئی شک نہیں ہوتا۔

وہاں فرمایا تھا: ﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ﴾ (الرحمٰن 55:50) ''ان میں دو چشمے بہہ رہے ہیں۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿نَضَّاخَتٰنِ﴾ ''جوش مارتے ہوئے۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ چشمے بہہ رہے ہوں گے۔[2] جبکہ ابلنا بہنے کی نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے۔[3] ضحاک کہتے ہیں کہ ﴿نَضَّاخَتٰنِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ پانی سے گ اور ان میں پانی کبھی ختم نہ ہوگا۔[4] وہاں فرمایا تھا: ﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ﴾ (الرحمٰن 55:52) ''ان دونو ر پھل کی دو دو قسمیں ہوں گی۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ﴾ ''ان دونوں میں لذیذ . کھجوریں اور انار ہوں گے۔'' اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلے باغات میں انواع واقسام کا عموم اور کثرت بیان کی گئی ہے اور دوسری آیت میں نکرہ سیاق اثبات کے لیے ہے عموم کے لیے نہیں، اسی وجہ سے کھجور اور انار کا ذکر فرمایا اور یہ خاص کے عام پر عطف کے قبیل سے ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اور کئی دیگر ائمہ نے فرمایا ہے۔[5] کھجور اور انار کا بطور خاص اسی لیے ذکر فرمایا کہ انھیں دیگر پھلوں پر شرف حاصل ہے۔

پھر فرمایا: ﴿فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ﴾ ''ان میں نیک سیرت اور خوب صورت عورتیں ہیں۔'' کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جنت میں بہت سی اچھی اچھی اور خوب صورت چیزیں ہوں گی، یہ قول امام قتادہ کا ہے۔[6] یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جنت میں صالح، خوب صورت جسم اور خوب صورت چہرے والی عورتیں ہوں گی، یہ جمہور کا قول ہے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً بھی مروی ہے۔[7] ایک اور حدیث میں ہے کہ غزال چشم حوریں یہ گیت گائیں گی:

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 3327/10. [2] صحیح البخاری، التفسیر، سورة الرحمٰن، قبل الحدیث: 4878. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 3327/10 و الدر المنثور: 209/6. [4] تفسیر الطبری: 202/27. [5] صحیح البخاری، التفسیر، سورة الرحمٰن، قبل الحدیث: 4878، نیز دیکھیے فتح الباری: 623/8، قبل الحدیث: 4878 وتفسیر الطبری: 203/27.
[6] تفسیر القرطبی: 187,186/17. [7] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ اللہ کے رسول! آپ مجھے اس فرمان باری تعالیٰ: ﴿فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ﴾ کے بارے میں بتائیں تو آپ نے فرمایا: [خَيْرَاتُ الْأَخْلَاقِ ، حِسَانُ الْوُجُوهِ] ''وہ اچھے اخلاق والی، خوبصورت چہروں والی ہوں گی۔'' دیکھیے المعجم الکبیر للطبرانی، ومن نساء أهل البصرة عن أم سلمة......: 368,367/23، حدیث: 870 وتفسیر الطبری: 205/27 والترغیب والترهیب للمنذری، فصل فی وصف نساء أهل الجنة: 536/4، »

نَحۡنُ (الۡخَیۡرَاتُ) الۡحِسَانُ خُلِقۡنَا لِأَزۡوَاجٍ کِرَامٍ

''ہم بہترین خوب سیرت وخوبصورت ہیں اور معزز ومحترم خاوندوں کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔''[1]

پھر فرمایا: ﴿ حُوۡرٌ مَّقۡصُوۡرٰتٌ فِی الۡخِیَامِ ﴿۷۲﴾ ﴾ ''حوریں ہیں جو خیموں میں مستور ہیں۔'' اور وہاں فرمایا تھا: ﴿ فِیۡهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ ﴾ (الرحمٰن56:55) ''ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں۔'' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس نے اپنی نظر کو خود جھکالیا ہو، وہ اس سے افضل ہے جس کی نظر کو جھکا دیا گیا ہو گوسب کی سب پاک باز، عفت مآب اور کنواری ہوں گی۔

جنتیوں کے خیمے کس چیز کے بنے ہوئے ہوں گے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فِی الۡخِیَامِ ﴿۷۲﴾ ﴾ ''خیموں میں (مستور) ہیں۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ فِي الۡجَنَّةِ خَيۡمَةً مِّنۡ لُّؤۡلُؤَةٍ مُّجَوَّفَةٍ، عَرۡضُهَا سِتُّونَ مِيلًا، فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِّنۡهَا أَهۡلٌ مَّا يَرَوۡنَ الۡآخَرِينَ، يَطُوفُ عَلَيۡهِمُ الۡمُؤۡمِنُونَ] ''بلاشبہ جنت میں جوف دار موتیوں سے بنا ہوا ایک خیمہ ہوگا جس کا عرض ساٹھ میل ہوگا، اس کے ہر گوشے میں (مومن کے) اہل خانہ ہوں گے جو دوسروں کو نہیں دیکھیں گے اور مومن ان (اپنے اپنے اہل خانہ) کے پاس آئیں جائیں گے۔''[2] ایک روایت میں ہے: [ثَلَاثُونَ مِيلًا] ''خیمے کا عرض تیس میل ہوگا۔''[3] مسلم کی روایت میں یہ الفاظ اس طرح ہیں: [إِنَّ لِلۡمُؤۡمِنِ فِي الۡجَنَّةِ لَخَيۡمَةً مِّنۡ لُّؤۡلُؤَةٍ وَّاحِدَةٍ مُّجَوَّفَةٍ، طُولُهَا سِتُّونَ مِيلًا، لِّلۡمُؤۡمِنِ فِيهَا أَهۡلُونَ، يَطُوفُ عَلَيۡهِمُ الۡمُؤۡمِنُ فَلَا يَرَى بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا] ''بے شک مومن کے لیے جنت میں ایک ہی جوف دار موتی سے بنایا گیا خیمہ ہوگا جس کا طول ساٹھ میل ہوگا، مومن کے اس میں اہلِ خانہ ہوں گے، مومن ان کے پاس جائے گا اور وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھیں گے۔''[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَمۡ یَطۡمِثۡهُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ ﴾ ''انھیں ان (اہل جنت) سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے۔'' یہی بات پہلے بھی بیان فرمائی گئی ہے مگر اس میں یہ اضافہ بھی ہے: ﴿ کَاَنَّهُنَّ الۡیَاقُوۡتُ وَ الۡمَرۡجَانُ ﴿ۚ﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ ﴾ (الرحمٰن59,58:55) ''گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مُتَّکِـِٕیۡنَ عَلٰی رَفۡرَفٍ خُضۡرٍ وَّ عَبۡقَرِیٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ ﴾ ''سبز قالینوں اور نفیس مسندوں پر تکیہ لگائے (بیٹھے) ہوں گے۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رفرف کے معنی قالین کے ہیں۔[5] مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ، ضحاک اور کئی دیگر ائمہ کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے مراد پلنگ پوش ہیں۔[6] علاء بن بدر نے کہا

حدیث: 102 شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے منکر قرار دیا ہے۔ [1] صفة الجنة لأبي نعيم الأصفهاني، ذكر حبور أهلها واجتماعهم على الغناء......: 50/2، حديث: 161 عن أنس رضی اللہ عنہ (C.D) جبکہ قوسین والا لفظ المعجم الأوسط للطبراني، ترجمة من اسمه عمارة: 391/3، حديث: 4917 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما میں ہے۔ [2] صحيح البخاري، التفسير، باب ﴿ حُوۡرٌ مَّقۡصُوۡرٰتٌ فِی الۡخِیَامِ ﴾ (الرحمٰن72:55)، حديث: 4879 و صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب في صفة خيام الجنة......، حديث: 2838.
[3] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة......، حديث: 3243. [4] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب في صفة خيام الجنة......، حديث : 2838 عن عبدالله بن قيس رضی اللہ عنہ. [5] تفسير الطبري: 212/27 .
[6] تفسير الطبري: 213,212/27 .

ہے کہ تختوں پر رفرف اس طرح ہوتا ہے جیسے لٹکنے والے قالین ہوں۔ ﴿ وَ عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴾ ''اور نفیس مسندوں پر۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، ضحاک اور سدی کا قول ہے کہ ﴿ عَبْقَرِيٍّ ﴾ کے معنی مسند کے ہیں۔[1]

پھر فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴾ ''آپ کے رب ذوالجلال والاِکرام کا نام بڑا بابرکت ہے۔'' یعنی وہ ذات پاک اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی تعظیم بجالائی جائے اور اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اس کی عزت کی جائے اور عبادت کی جائے، اس کا شکر ادا کیا جائے اور کفران نعمت نہ کیا جائے، اس کا ذکر کیا جائے اور اسے بھلایا نہ جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ ذِي الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ عظمت و کبریائی کا مالک ہے۔[2] دوسری حدیث میں ہے: [إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللّٰهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَ(لَا) الْجَافِي عَنْهُ وَ(إِكْرَامَ) ذِي السُّلْطَانِ (الْمُقْسِطِ)] ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و بزرگی بجالانے سے یہ بھی ہے کہ سفید بالوں والے مسلمان، اس حامل قرآن کی جو اس میں نہ غلو سے کام لے اور نہ اس سے اعراض کرنے والا ہو اور عادل حاکم کی عزت کی جائے۔''[3]

امام احمد رحمہ اللہ نے ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [أَلِظُّوا بِذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ] ''ذوالجلال والاِکرام سے وابستہ ہو جاؤ۔''[4] اسے امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[5] جوہری کہتے ہیں کہ أَلَظَّ فُلَانٌ بِفُلَانٍ کے معنی لازم و وابستہ ہو جانے کے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی قول ہے کہ دعا میں یاذالجلال والإکرام کو لازم کرلو، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اِلظَاظ کے معنی الحاح وزاری کے ہیں۔[6] میں (امام ابن کثیر) کہتا ہوں کہ دونوں معنی قریب قریب ہیں، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. اور اس میں مراد مداومت، لزوم اور الحاح وزاری ہیں۔ صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد اس قدر بیٹھا کرتے کہ یہ کلمات پڑھ جا سکیں: [اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ!] ''اے اللہ! تو سلامتی والا ہے، تیری ہی طرف سے سلامتی ہے، تو بہت بابرکت ہے اے جلال وعزت کے مالک!''[7]

سورۂ رحمٰن کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

[1] تفسیر الطبری: 213/27. [2] تفسیر الطبری: 214/27. [3] سنن أبی داود، الأدب، باب فی تنزیل الناس منازلهم، حدیث: 4843 عن أبی موسی الأشعری رضی اللہ عنہ البتہ پہلی قوسین والا لفظ السنن الکبری للبیهقی، قتال أهل البغی، باب النصیحة لله ولکتابه......: 163/8 میں ہے۔ جبکہ دوسری اور تیسری قوسین والا لفظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہے۔ نیز وہاں [وَذِي السُّلْطَانِ] کے الفاظ [وَحَامِلِ الْقُرْآنِ......] سے پہلے ہیں۔ [4] مسند أحمد: 177/4، جبکہ یہ الفاظ السنن الکبری للنسائی کے ہیں۔ [5] السنن الکبری للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالی: ﴿ ذِي الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴾: 479/6، حدیث: 11563 مزید دیکھیے جامع الترمذی، الدعوات، حدیث: 3524 عن أنس رضی اللہ عنہ. [6] دیکھیے الصحاح، مادة: لظظ: 983/3. [7] صحیح مسلم، المساجد......، باب استحباب الذکر بعد الصلاة...... ، حدیث: 592 و سنن أبی داود، الوتر، باب مایقول الرجل إذا سلم؟ حدیث: 1512 واللفظ له، و جامع الترمذی، الصلاة، باب مایقول إذا سلم......؟ حدیث: 298 و سنن النسائی، السهو، الذکر بعد الاستغفار، حدیث: 1339 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات ......، باب مایقال بعد التسلیم، حدیث: 924.

تفسیر
سورۂ واقعہ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ① لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ② خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ③ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ

جب واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہوگی①اس کے واقع ہونے کے وقت کوئی بھی جھٹلانے والا نہ ہوگا②پست کرنے والی، بلند کرنے

رَجًّا ④ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ⑤ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ⑥ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ⑦

والی③جب زمین نہایت بری طرح ہلائی جائے گی④اور پہاڑ (پھوڑ کر) بالکل ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے⑤تب وہ پراگندہ غبار (جیسے)

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ۬ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ⑧ وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ۬ مَآ اَصْحٰبُ

ہوجائیں گے⑥اور تم (لوگ) تین قسمیں ہوجاؤ گے⑦سو دائیں ہاتھ والے، کیا (خوب) ہیں دائیں ہاتھ والے!⑧اور بائیں ہاتھ والے، کیا (حقیر)

الْمَشْـَٔمَةِ ⑨ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ⑩ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ⑪ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ⑫

ہیں بائیں ہاتھ والے!⑨اور سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں⑩یہی لوگ مقرب ہیں⑪نعمت والے باغات میں⑫

وقف لازم

سورۂ واقعہ کی فضیلت: ابو اسحاق نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ تو بوڑھے ہوگئے ہیں، آپ نے فرمایا: [شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَّالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَ ﴿عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ وَ ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾] ''مجھے سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات، عمّ، اور کوّرت نے بوڑھا کردیا ہے۔'' امام ترمذی نے اسے روایت کیا اور حسن غریب قرار دیا ہے۔[1] امام احمد رحمہ اللہ نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نمازیں اسی طرح پڑھتے تھے جیسے آج تم پڑھتے ہو، البتہ آپ کی نماز ہلکی ہوتی تھی، وہ تمھاری نسبت ہلکی نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ نماز فجر میں سورۂ واقعہ اور اس جیسی سورتوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔[2]

تفسیر آیات: 1-12

قیامت کے دن کے حالات: ''واقعہ'' قیامت کے دن کا ایک نام ہے، اس کے یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے اور وجود میں آنے کی وجہ سے اسے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ (الحاقّة 69:15) ''تو اس روز واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہوگی۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ﴾

① جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الواقعة، حديث: 3297. ② مسند أحمد: 104/5.

''اس کے وقوع پذیر ہونے میں کچھ جھوٹ نہیں۔''یعنی اللہ تعالیٰ جب اسے برپا کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو کوئی اسے وقوع پذیر ہونے سے روک نہیں سکے گا جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ﴾ (الشوریٰ 47:42) ''اپنے پروردگار کی بات مان لو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جو اللہ کی طرف سے نہیں ٹلے گا۔''اور فرمایا: ﴿ سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝ ﴾ (المعارج 70:1,2) ''ایک طلب کرنے والے نے عذاب طلب کیا جو نازل ہو کر رہے گا، کافروں کے لیے ہے، اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔''اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ ﴾ (الأنعام 6:73) ''اور جس دن وہ کہے گا: ہوجا! تو (اسی دن) ہوجائے گا، اس کی بات سچی ہے اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا اس دن اس کی بادشاہت ہوگی، وہی پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا اور وہی بڑا دانا، نہایت خبردار ہے۔'' ﴿ كَاذِبَةٌ ۝ ﴾ کے معنی جیسا کہ محمد بن کعب نے بیان کیے ہیں، یہ ہیں کہ وہ ضرور واقع ہو کر رہنے والی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جب ایک بار وقوع پذیر ہوجائے گی تو پھر وقوع پذیر ہونے سے رک نہیں سکے گی۔[1] ابن جریر کہتے ہیں کہ کاذبة، عاقبة اور عافية کی طرح مصدر ہے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝ ﴾ ''کسی کو پست کرے کسی کو بلند۔''یعنی کچھ لوگوں کو یہ جہنم میں نچلوں سے بھی نچلے (درجے) تک نیچے لے جائے گی، خواہ دنیا میں وہ کیسے ہی معزز کیوں نہ تھے اور کچھ لوگوں کو نعمتوں سے شادکام اور ابدالآباد تک رہنے والی جنتوں میں اعلیٰ علیین تک بلند کردے گی، خواہ دنیا میں وہ کم حیثیت ہی کیوں نہ تھے۔ حسن، قتادہ اور دیگر کئی ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔[3] عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ قریب اور بعید سب کو اپنے وقوع پذیر ہونے کے بارے میں سنادے گی۔[4] عکرمہ کہتے ہیں کہ وہ اس قدر پست ہوجائے گی کہ قریب کو سنادے گی اور اس قدر بلند ہوجائے گی کہ بعید کو بھی سنادے گی۔[5] ضحاک اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[6]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝ ﴾ ''جب زمین بڑے زور سے لرزنے لگے گی۔''یعنی جب اسے اس قدر زور زور سے ہلایا جائے گا کہ وہ اپنے طول وعرض سمیت ساری کی ساری ہلنے لگے گی، اس وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں کہ جب اسے زور زور سے ہلایا جائے گا۔[7] ربیع بن انس کہتے ہیں کہ جو کچھ اس میں ہے وہ اس طرح حرکت کرنے لگے گا جس طرح چھلنی کو حرکت دی جاتی ہے۔[8] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ ﴾ (الزلزال 99:1) ''جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا دی جائے گی۔''اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ (الحج 22:1) ''لوگو! اپنے پروردگار

---

[1] تفسیر الطبری : 215/27. [2] تفسیر الطبری : 215/27. [3] تفسیر الطبری : 216/27. [4] تفسیر الطبری : 216/27. [5] تفسیر الطبری : 216/27. [6] تفسیر الطبری : 216/27. [7] تفسیر الطبری : 217,216/27.
[8] تفسیر الماوردی : 446/5.

سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک عظیم حادثہ ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝٥ ﴾ ''اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔'' یعنی انھیں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، مجاہد، عکرمہ اور دیگر ائمہ کا یہی قول ہے۔ ①
ابن زید کہتے ہیں کہ پہاڑ اس طرح ہو جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝ ﴾ (المزّمّل 14:73)
''(ریت کے) بھر بھرے ٹیلے۔'' ② ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝٦ ﴾ ''پھر غبار ہو کر اڑنے لگیں گے۔''
ابواسحٰق نے حارث سے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جیسے غبار اٹھتا ہے پھر ختم ہو جاتا ہے اور کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی۔ ③ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ هَبَآءً ﴾ سے مراد آگ سے اڑنے والے شرارے ہیں کہ جب آگ بھڑکتی ہے تو اس سے شرارے اڑتے ہیں اور جب شرارے وجود میں آتے ہیں تو کچھ بھی نہیں ہوتے۔ ④ عکرمہ کہتے ہیں کہ ﴿ مُّنْۢبَثًّا ۝٦ ﴾ ان ذرات کو کہتے ہیں جنھیں ہوا نے بکھیر دیا ہو۔ ⑤ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں سوکھے درخت کے ذرات جنھیں ہوائیں لے کر اڑتی رہتی ہیں۔ یہ آیت کریمہ اور اس کے ہم معنی دیگر آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ روز قیامت پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ختم ہو جائیں گے، یہ چلنے لگیں گے اور پھر انھیں دھنی ہوئی اون کی طرح ذرات کی صورت میں بکھیر دیا جائے گا۔

قیامت کے دن لوگوں کی تین اقسام: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝٧ ﴾ ''اور تم تین قسمیں ہو جاؤ گے۔'' یعنی قیامت کے دن لوگ تین اصناف میں تقسیم ہو جائیں گے۔ کچھ لوگ عرش کی دائیں جانب ہوں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو آدم علیہ السلام کے دائیں پہلو سے نکلے ہوں گے، انھیں ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے اور انھیں دائیں طرف لے جایا جائے گا۔ سدی کہتے ہیں کہ یہ جمہور اہل جنت ہوں گے، کچھ لوگ عرش کی بائیں طرف ہوں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جنھیں آدم علیہ السلام کی بائیں جانب سے نکالا گیا تھا، انھیں اعمال نامے بائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے، انھیں بائیں جانب لے جایا جائے گا، ⑥ یہ عام اہل دوزخ ہوں گے ان کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ایک جماعت سابقون کی ہوگی جو اللہ ذوالجلال کے سامنے ہوں گے، یہ اصحاب الیمین کی نسبت زیادہ خاص، زیادہ خوش بخت اور زیادہ قریب ہوں گے ان میں حضرات انبیائے کرام، مرسلین عظام، صدیقین اور شہداء ہوں گے، اصحاب یمین کی نسبت ان کی تعداد کم ہوگی، اس لیے فرمایا: ﴿ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝٨ وَ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝٩ وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝١٠ ﴾ ''تو دائیں ہاتھ والے، دائیں ہاتھ والے کیا (خوب) ہیں! بائیں ہاتھ والے، (افسوس!) بائیں ہاتھ والے کیا (حقیر) ہیں! اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (ان کا کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں۔'' جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسی سورۂ مبارکہ کے آخری حصے میں موت کا ذکر کرتے ہوئے بھی لوگوں کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں، اسی طرح اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو تین اصناف میں تقسیم فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ

① تفسیر الطبری : 218/27. ② تفسیر الطبری : 218/27. ③ تفسیر الطبری : 219/27 مختصرًا. ④ تفسیر الطبری : 219/27. ⑤ دیکھیے تفسیر الماوردی : 447/5. ⑥ تفسیر القرطبی : 198/17.

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿13﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿14﴾ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿15﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ

بہت بڑی جماعت پہلوں میں سے ⑬ اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے ⑭ وہ زر وجواہر سے جڑے تختوں پر (بیٹھے) ہوں گے ⑮ ان پر آمنے سامنے

عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿16﴾ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿17﴾ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ

تکیے لگائے ہوئے (بیٹھنے والے) ⑯ ان کے پاس سدا لڑکے ہی رہنے والے لڑکے آتے جاتے ہوں گے ⑰ ساغر اور صراحیاں اور شراب کے جاری

وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿18﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿19﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿20﴾

چشمے سے چھلکتے جام لیے ہوئے ⑱ وہ اس سے نہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ مدہوش ⑲ اور ایسے پھل (لیے ہوئے) جو وہ پسند کریں گے ⑳

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿21﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿22﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿23﴾ جَزَآءًۢ

اور پرندوں کا گوشت جو وہ چاہیں گے ㉑ اور (ان کے لیے) غزال چشم حوریں (ہوں گی) ㉒ جیسے غلاف میں لپٹے ہوئے موتی ㉓ جزا ان

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿24﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿25﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿26﴾

عملوں کی جو وہ کرتے رہے ㉔ اور وہ اس (جنت) میں نہ لغو سنیں گے اور نہ کوئی گناہ کی بات ㉕ (ہاں!) مگر ایک بول سلام ہے سلام ہے ㉖

﴿ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ...... ﴾ الآية (فاطر 32:35) ”پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا تو کچھ تو ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں......“

محمد بن کعب اور ابوحزرہ یعقوب بن مجاہد نے کہا ہے کہ ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿10﴾ ﴾ ”سبقت لے جانے والے تو سبقت ہی لے جانے والے ہیں۔“ سے مراد حضرات انبیائے کرام علیہم السلام ہیں۔ [1] سدی کا قول ہے کہ اس سے مراد اہل علیین ہیں۔ سابقون کے معنی نیکیوں کی طرف جلدی کا مظاہرہ کرنے والے جیسا کہ انھیں حکم تھا: ﴿ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ ﴾ (ال عمرٰن 133:3) ”اور اپنے پروردگار کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ ﴾ (الحديد 21:57) ”اپنے پروردگار کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کے برابر ہے۔“ جس نے اس دنیا میں نیکی اور خیر کے کاموں کی طرف سبقت کا مظاہرہ کیا آخرت میں عزت وکرامت کی طرف انھیں سبقت عطا کی جائے گی کیونکہ جزا جنس عمل کے مطابق ہوتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿11﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿12﴾ ﴾ ”وہی (اللہ کے) مقرب ہیں، نعمت کی بہشتوں میں۔“

تفسیر آیات: 13-26

سابقین اور ان کی جزا: اللہ تعالیٰ نے ان سابقین ومقربین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ ایک جماعت ہوگی ﴿ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿13﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿14﴾ ﴾ ”اگلے لوگوں میں سے اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے۔“ اس کے بارے میں

[1] تفسير القرطبي : 199/17 .

ائمۂ تفسیر میں اختلاف ہے کہ (اولین) اور (آخرین) سے کون مراد ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ ﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴾ سے سابقہ امتیں اور ﴿ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴾ سے یہ امت مراد ہے۔ یہ مجاہد اور حسن بصری سے روایت ہے، ان سے ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔[1] ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[2] اور انھوں نے آنحضرت ﷺ کے اس قول سے بھی استدلال کیا ہے: [نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''ہم آخر میں آنے والے ہیں (لیکن) روز قیامت سبقت لے جانے والے ہوں گے۔''[3] اس قول کو طبری کے علاوہ اور کسی نے بیان نہیں کیا اور نہ کسی کی طرف منسوب کیا ہے، البتہ اس قول کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام ابومحمد بن ابوحاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴾ ''وہ بہت سے تو اگلے لوگوں میں سے ہوں گے اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے۔'' تو یہ صحابۂ کرام پر بہت گراں گزریں تو نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، بَلْ أَنْتُمْ نِصْفُ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَمْ شَطْرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَتُقَاسِمُونَهُمُ الشَّطْرَ الثَّانِيَ] ''یقیناً میں اُمید رکھتا ہوں کہ اہل جنت کا چوتھا حصہ تم ہو گے بلکہ تم اہل جنت کے نصف یا شطر ہو گے اور شطر (نصف) ثانی میں بھی تم حصہ دار بنو گے۔''[4] اور اسے امام احمد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

ابن جریر نے جس قول کو یہاں اختیار کیا ہے یہ محل نظر ہے بلکہ یہ ایک ضعیف قول ہے کیونکہ قرآن مجید کی نص کے مطابق یہ امت تمام سابقہ امتوں سے بہتر ہے، لہٰذا یہ بات بعید ہے کہ دوسری امتوں میں مقربین کی تعداد زیادہ ہو بلکہ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ دیگر تمام امتوں کے مقابلے میں اس امت کے مقربین بارگاہِ الٰہی کی تعداد زیادہ ہوگی، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. لہٰذا اس مقام پر دوسرا قول زیادہ راجح ہے، اور وہ یہ کہ ﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴾ سے مراد اس امت کا ابتدائی حصہ اور ﴿ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴾ سے اس امت کا آخری حصہ ہے۔

ابن ابو حاتم نے سری بن یحییٰ سے روایت کیا ہے کہ حسن نے ان آیات کریمہ: ﴿ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۝ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴾ ''اور جو آگے بڑھنے والے ہیں وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں، وہی اللہ کے مقرب ہیں، نعمتوں کی بہشتوں میں وہ بہت سے اگلے لوگوں میں سے ہوں گے۔'' کی تلاوت کی تو فرمایا کہ

---

[1] تفسير القرطبي : 201,200/17. [2] تفسير الطبري : 220/27. [3] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ ﴾ (المآئدة 89:5)، حديث: 6624 وصحيح مسلم، الجمعة، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة، حديث: (21)-855 عن أبي هريرة رضي الله عنه. [4] تفسير ابن أبي حاتم : 3330/10. [5] مسند أحمد: 391/2 میں [لَمَّا نَزَلَتْ ﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴾ (الواقعة 14,13:56) شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَنَزَلَتْ: ﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴾ (الواقعة 40,39:56) فَقَالَ: أَنْتُمْ ثُلُثُ أَهْلِ الْجَنَّةِ، بَلْ أَنْتُمْ نِصْفُ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَتُقَاسِمُونَهُمُ النِّصْفَ الْبَاقِيَ] ہے۔ البتہ صحيح البخاري، حديث: 4741 عن أبي سعيد رضي الله عنه میں [...... وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ: ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ: شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ] ہے۔ مزید دیکھیے صحيح مسلم، حديث: 221 عن ابن مسعود رضي الله عنه.

ایک جماعت اس امت کے سابقہ لوگوں میں سے ہے۔ محمد بن سیرین نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ لوگ کہا کرتے یا امید کیا کرتے تھے کہ یہ سب اسی امت سے ہوں گے۔ حسن اور ابن سیرین کا یہی قول ہے کہ یہ سب اسی امت سے ہوں گے۔[1] اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر امت کا ابتدائی حصہ اس کے آخری حصے سے بہتر ہوتا ہے، لہٰذا اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آیت عام ہو اور تمام امتوں کو شامل ہو اور ہر امت کا معاملہ اس کے حسب حال ہو۔

جیسا کہ کتب صحاح میں کئی سندوں سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ] ”تمام صدیوں میں سے بہتر میری صدی ہے، پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ملتے ہوں، پھر وہ جو ان کے ساتھ ملتے ہوں گے۔“[2] آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا: [لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ]، [لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ (إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)] ”میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی، اس کو رسوا کرنے یا اس کی مخالفت کرنے والے قیامت تک اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔“[3] ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ] ”حتی کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائے گا اور وہ اسی طرح ہوں گے۔“[4] الغرض! یہ امت دیگر تمام امتوں سے اشرف ہے، ان میں مقربین بارگاہِ الٰہی کی تعداد دیگر امتوں کے مقابلے میں زیادہ ہوگی، اپنے دین کے شرف اور اپنے نبی کی عظمت کے باعث اس امت کا مقام و مرتبہ بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث تواتر سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: [يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ] ”میری امت کے ستر ہزار افراد حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔“[5] اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: [مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا] ”ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔“[6] اور ایک روایت میں ہے کہ [مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ سَبْعِينَ أَلْفًا] ”ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔“[7]

---

① دیکھیے تفسیر الماوردی : 449,448/5. ② صحیح البخاری، الشهادات، باب لا يشهد على شهادة جور……، حديث : 2652 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة……، حديث : (212)-2533 عن ابن مسعود ﷛. ملحوظ : کسی صحیح یا ضعیف حدیث میں خير القرون نہیں ملا، خير الناس ہے یا خيركم دیکھیے مذکورہ حوالہ اور [خيركم] صحیح البخاری، الشهادات، لايشهد على شهادة جور……، حديث : 2651 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة……، حديث: (214)-2535 عن عمران بن حصين ﷛ میں ہے۔ ③ پہلا حصہ صحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لا تزال طائفة من أمتي……]، حديث : 1920 عن ثوبان ﷛ کے مطابق، دوسرا حصہ صحیح البخاری، المناقب، باب: 28، حديث: 3641 عن معاوية ﷛ کے مطابق اور قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لا تزال طائفة من أمتي……]، حديث: 1923 عن جابر بن عبدالله ﷛ میں ہیں۔ ④ صحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لا تزال طائفة من أمتي……]، حديث : 1920 عن ثوبان ﷛. ⑤ صحیح البخاری، الرقاق، باب: ﴿ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾ (الطلاق 3:65)، حديث : 6472 و صحیح مسلم، الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين……، حديث: (374)-220 عن ابن عباس ﷛. ⑥ جامع الترمذی، صفة القيامة، باب منه……، حديث : 2437 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب صفة أمة محمد ﷺ، حديث : 4286 عن أبي أمامة الباهلي ﷛. ⑦ مسند أحمد : 6/1 عن أبي بكر ﷛، اس حدیث کی سند راوی کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے جبکہ بعض محققین نے اسے حسن بھی کہا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴾ ''(لعل ویاقوت وغیرہ سے) مُرَصَّع (بُنے ہوئے) پلنگوں پر۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ ایسے تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے جو سونے سے بنے ہوئے ہوں گے۔[1] مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، زید بن اسلم، قتادہ، ضحاک اور دیگر ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔[2] ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سے وَضِينُ النَّاقَةِ ہے جو اس رسے کو کہتے ہیں جو اونٹنی کے پیٹ کے نیچے ہوتا ہے اور یہ فعیل بمعنی مفعول ہے کیونکہ اسے بٹا گیا ہوتا ہے، اس طرح جنت کے تخت بھی سونے اور موتیوں کے ساتھ جڑے ہوئے ہوں گے۔[3]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴾ ''ان پر آمنے سامنے تکیے لگائے ہوئے۔'' یعنی ان کے چہرے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے، کوئی کسی کے پیچھے نہ ہوگا، ﴿ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴾ ''(خدمت گزار) لڑکے جو ہمیشہ (ایک ہی حالت میں) رہیں گے ان کے آس پاس پھریں گے۔'' یعنی ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے، بڑے نہیں ہوں گے، بوڑھے نہیں ہوں گے اور نہ ان کی شکل وصورت میں کوئی تبدیلی آئے گی، ﴿ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ ۙ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴾ ''آبخورے اور آفتابے اور صاف شراب کے گلاس لے لے کر۔'' أکواب ان کوزوں کو کہتے ہیں جن کے نہ دستے ہوں اور نہ ٹونٹی اور أباریق ان کوزوں کو کہتے ہیں جن کے دستے بھی ہوں اور ٹونٹی بھی اور کأس کے معنی گلاس ہیں۔ یہ سب برتن رواں دواں جاری چشموں کی شراب سے لبریز ہوں گے۔ ﴿ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴾ ''اس سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ وہ بہکیں گے۔'' یعنی نہ انھیں سر درد ہوگا اور نہ ان کی عقلیں کبھی زائل ہوں گی بلکہ یہ ثابت ہوں گی بلکہ اس شراب سے بڑا سرور اور لذت حاصل ہوگی۔ ضحاک نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ شراب میں چار باتیں ہوتی ہیں نشہ، سر درد، قے اور پیشاب مگر اللہ تعالیٰ نے جنت کی شرابِ طہور کا ذکر کرتے ہوئے اسے ان سب باتوں سے پاک قرار دیا ہے۔[4] مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، عطیہ، قتادہ اور سدی کہتے ہیں کہ ﴿ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا ﴾ اس کی وجہ سے انھیں سر درد نہ ہوگا،[5] ﴿ وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴾ اور نہ ان کی عقلیں ماؤف ہوں گی۔[6]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۙ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴾ ''اور پھل جس طرح کے ان کو پسند ہوں، اور پرندوں کا گوشت جس قسم کا وہ چاہیں گے۔'' یعنی وہ لڑکے ان کے پاس ان کے پسندیدہ پھل لے کر آئیں گے۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ پھلوں میں سے چن کر اور منتخب کر کے کھانا جائز ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ثابت سے اور انھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب اچھے لگتے تھے، جب کوئی آدمی خواب دیکھتا اور وہ اس کی تعبیر نہ جانتا تو وہ اس کے بارے میں آپ سے پوچھتا تھا، خواب میں اگر اس کی تعریف کی گئی ہوتی تو آپ اس کے خواب کی وجہ سے خوش ہوتے۔ ایک بار ایک عورت نے آکر آپ کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم!) میں نے دیکھا گویا مجھے مدینے سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا گیا ہے، میں نے کسی چیز کے

---

[1] تفسیر الطبری : 224/27 . [2] تفسیر الطبری : 224/27 والدر المنثور : 219/6 . [3] تفسیر الطبری : 223/27 .
[4] تفسیر القرطبی : 204,203/17 . [5] تفسیر الطبری : 228,227/27 . [6] تفسیر الطبری : 228/27 .

گرنے کی آواز سنی جس پر جنت رو پڑی، میں نے دیکھا تو جنت میں فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں، حتی کہ اس نے بارہ آدمیوں کے نام لیے، بھی موجود ہیں۔ نبی ﷺ نے اس سے پہلے ایک لشکر روانہ فرمایا تھا۔ انھیں لایا گیا ان پر ریشم کے کپڑے تھے اور ان کے زخموں سے خون بہ رہا تھا۔ کہا گیا کہ انھیں نہر بیدخ یا بیذخ، [1] کی طرف لے جاؤ، اس نہر میں انھیں غوطے دیے گئے اور جب وہ اس سے باہر نکلے تو ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح جگمگا رہے تھے، ان کے پاس سونے کا ایک برتن لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں انھوں نے جس قدر چاہا کھجوریں کھائیں، اس طرح انھوں نے اور بھی پسندیدہ پھل کھائے، میں نے بھی ان کے ساتھ شامل ہو کر پھلوں کو کھایا۔ اس لشکر میں سے پیغام لانے والا واپس آیا، اس نے کہا کہ اس خواب میں فلاں فلاں آدمیوں کا جو ذکر ہوا ہے، حتی کہ اس نے بارہ آدمیوں کے نام لیے، وہ سب کے سب جام شہادت نوش فرما گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو بلایا اور فرمایا: [قُصِّي رُؤْيَاكِ] ''اپنا خواب بیان کرو۔'' اس نے خواب بیان کیا اور کہا کہ فلاں فلاں کو لایا گیا اور یہ وہی نام تھے جو پیغام لانے والے نے بیان کیے تھے۔ [2] یہ الفاظ ابو یعلی کی روایت کے ہیں۔ [3] حافظ ضیاء (المقدسی) نے کہا ہے کہ یہ روایت شرط مسلم کے مطابق ہے۔ [4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴾ ''اور پرندوں کا گوشت جس قسم کا چاہیں گے۔'' امام احمد رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ طَيْرَ الْجَنَّةِ كَأَمْثَالِ الْبُخْتِ تَرْعٰى فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ] ''جنت کے پرندے بختی اونٹوں کی طرح ہوں گے اور جنت کے درختوں کو چریں گے۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ''یہ پرندے تو بہت نرم و نازک ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: [أَكَلَتُهَا أَنْعَمُ مِنْهَا] ''انھیں کھانے والے ان سے بھی بڑھ کر نرم و نازک ہوں گے۔'' یہ آپ نے تین بار فرمایا اور پھر فرمایا: [وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَّأْكُلُ مِنْهَا يَا أَبَا بَكْرٍ!] ''اور البتہ مجھے امید ہے کہ تم بھی اے ابوبکر! ان کے کھانے والوں میں سے ہو گے۔'' [5] اس سند کے ساتھ بیان کرنے میں امام احمد رحمہ اللہ منفرد ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴾ ''جیسے حفاظت سے چھپائے ہوئے موتی۔'' یعنی سفیدی اور صفائی کے اعتبار سے وہ تر و تازہ موتیوں کی طرح ہوں گی جیسا کہ قبل ازیں سورۂ صافات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ ﴿ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ○ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:49) ''گویا وہ محفوظ انڈے ہیں۔'' [6] سورۂ رحمٰن میں بھی ان کی صفت بیان ہو چکی ہے۔ [7]

[1] مسند احمد کے مذکورہ حوالے میں بَيْذَخ یا بَيْذَج اور بعض نسخوں میں بَيْذَخ یا بَيْدَح ہے جبکہ مسند ابو یعلی میں بَيْذَج یا بَيْرَح ہے۔ بِدْح کھلی آب و ہوا کو کہتے ہیں، اس کی جمع بُدُوح ہے یا بَدَائح سَحَابٌ کی طرح ہے، جس کے معنی کشادہ زمین کے ہوتے ہیں، اس کی جمع بُدُح آتی ہے اور بَيْدَخ عورت کا نام ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے: هَلْ تَعْرِفُ الدَّارَ لِآلِ بَيْدَخَا ''کیا تو خانوادۂ بیدخ کی رہائش گاہوں کو جانتا ہے؟'' اسی طرح بَيْدَح یا بَيْذَخ کے معنی بھاری بھرکم عورت کے بھی ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے حدیث میں ذکر کردہ لفظ مذکورہ بالا معانی سے ماخوذ ہو۔ [2] مسند أحمد: 135/3. [3] مسند أبي يعلى: 45,44/6، حديث: 3289. [4] الأحاديث المختارة، ترجمة سليمان بن المغيرة: 95,94/5، حديث: 1715، البتہ یہاں علامہ مقدسی کا اس حدیث پر حکم کا تذکرہ نہیں ہے۔ [5] مسند أحمد: 221/3. [6] دیکھیے الصّٰفّٰت، آیت: 49 کے تحت عنوان: ''مشرکین کی سزا اور مخلصین کی جزا'' [7] دیکھیے الرّحمٰن، آیات: 56-58 کے ذیل میں۔

وَ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ؕ﴿27﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ﴿28﴾ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۙ﴿29﴾

اور دائیں ہاتھ والے، کیا (خوب) ہیں دائیں ہاتھ والے! ﴿27﴾ وہ بے خار بیریوں میں ہوں گے ﴿28﴾ اور تہ بہ تہ کیلوں میں ﴿29﴾

وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۙ﴿30﴾ وَّ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۙ﴿31﴾ وَّ فَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۙ﴿32﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ ۙ﴿33﴾

اور لمبے سایوں میں ﴿30﴾ اور (ہر دم) بہتے پانی (کی آبشاروں) میں ﴿31﴾ اور وافر پھلوں میں ﴿32﴾ جو نہ تو کبھی ختم ہوں گے اور نہ ممنوع ﴿33﴾

وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ؕ﴿34﴾ اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ﴿35﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ﴿36﴾ عُرُبًا

اور اونچی اونچی نشست گاہوں میں ﴿34﴾ بلاشبہ ہم ان (کی بیویوں) کو ایک نئے سرے سے ہی پیدا کریں گے ﴿35﴾ پس ہم انھیں کنواریاں بنائیں گے ﴿36﴾

اَتْرَابًا ۙ﴿37﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ؕ﴿38﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ﴿39﴾ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ؕ﴿40﴾

ع 1/38/14

من موہنی، ہم عمر ﴿37﴾ دائیں ہاتھ والوں کے لیے ﴿38﴾ کثیر جماعت پہلوں میں سے ﴿39﴾ اور کثیر جماعت پچھلوں میں سے ﴿40﴾

پھر فرمایا: ﴿ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿24﴾ ﴾ ''(یہ) ان کے اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔'' یعنی ان گراں قدر تحفوں سے ہم نے انھیں جو نوازا ہے تو یہ ان کے اعمال صالحہ کی جزا ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِيْمًا ﴿25﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿26﴾ ﴾ ''وہاں نہ بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ گالی گلوچ۔ ہاں، (ان کا) کلام سلام، سلام ہوگا۔'' یعنی وہ جنت میں کوئی ایسا لغو اور بے ہودہ کلام نہیں سنیں گے جو بے معنی ہو یا حقیر معنی پر مشتمل ہو یا ضعیف کلام ہو جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ؕ ﴾ (الغاشیة 88:11) ''وہاں کوئی بکواس نہیں سنیں گے۔'' یعنی لغو کلام نہیں سنیں گے، ﴿ وَّ لَا تَاْثِيْمًا ﴿25﴾ ﴾ ''اور نہ (ایسا کلام جس میں) گالی گلوچ (ہو۔)'' ﴿ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿26﴾ ﴾ ''ہاں، (ان کا) کلام سلام، سلام ہوگا۔'' یعنی وہ ایک دوسرے کو سلام کہیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ ﴾ (یونس 10:10) ''وہاں آپس میں ان کی دعا سلام ہوگی۔'' یعنی ان کی گفتگو لغو اور گناہ سے پاک ہوگی۔

تفسیر آیات: 27-40

اصحاب الیمین اور ان کی جزا: سابقین، یعنی مقربین بارگاہِ الٰہی کے انجام کے بعد اب اصحاب الیمین، یعنی ابرار کا ذکر کیا جا رہا ہے جیسا کہ میمون بن مہران نے بھی کہا ہے کہ اصحاب الیمین کا مرتبہ مقربین سے کم تر ہوگا۔[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ؕ﴿27﴾ ﴾ ''اور دائیں ہاتھ والے، دائیں ہاتھ والے کیا ہیں!'' یعنی تمھیں کیا معلوم کہ اصحاب الیمین کون ہیں اور ان کا انجام کیا ہے، پھر خود ہی اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ﴿28﴾ ﴾ ''وہ بے خار بیریوں میں ہوں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد اور ابوالاحوص، قسامہ بن زہیر، سَفر بن نُسیر، حسن، قتادہ، عبداللہ بن کثیر، سدی، ابوحزرہ اور دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے کہ اس کے معنی ایسی بیری کے ہیں جن میں کانٹے نہ ہوں۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ ایسی بیری جو پھل سے لدی پھندی ہو۔[3] عکرمہ اور مجاہد سے بھی یہ مروی ہے۔[4]

[1] تفسیر الماوردی: 453/5. [2] تفسیر الطبری: 233/27. [3] تفسیر الطبری: 233/27. [4] تفسیر الطبری: 234,233/27.

قتادہ کا بھی ایک قول یہی ہے کہ ہم بیان کیا کرتے تھے کہ اس سے مراد ایسی بیری جس میں کانٹے نہ ہوں۔[1] بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں دونوں معنی مراد ہیں، ایسی بیری بھی جو کانٹوں کے بغیر ہو اور ایسی بھی جو پھل سے لدی پھندی ہو جبکہ دنیا کی بیری کو پھل کم لگتا ہے اور اس میں کانٹے بہت ہوتے ہیں اور آخرت میں صورت حال اس کے برعکس ہوگی کہ کانٹے نہیں ہوں گے اور پھل بہت زیادہ ہوں گے جنھوں نے اس کی ٹہنیوں کو جھکا رکھا ہوگا۔

عتبہ بن عبد سلمی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے پاس آ کر ایک اعرابی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے سنا ہے کہ آپ جنت میں ایک ایسے درخت کا ذکر فرماتے ہیں کہ جس سے زیادہ کانٹے اور کسی درخت کے نہیں ہوتے، یعنی طلح، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُجْعَلُ مَكَانَ كُلِّ شَوْكَةٍ مِّنْهَا (مِثْلُ) خُصْوَةِ التَّيْسِ الْمَلْبُودِ۔ يَعْنِي الْخُصٰى۔ فِيهَا سَبْعُونَ لَوْنًا مِّنَ الطَّعَامِ لَا يُشْبِهُ لَوْنٌ آخَرَ] ''جنت میں اس کے ہر کانٹے کی جگہ پھل لگا دیے جائیں گے جو ٹھوس گوشت والے بکرے کے خصیے کی طرح ہوں گے، اس میں کھانے ستر قسم کے ہوں گے اور ہر قسم دوسرے سے مختلف ہوگی۔''[2] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ﴾ ''اور تہ بہ تہ کیلوں میں (ہوں گے۔)''

﴿طَلْحٍ﴾ سرزمین حجاز کے صحرا میں ایک بہت بڑا درخت ہوتا ہے، اس کا واحد طلحہ ہے، اس درخت کے کانٹے بہت ہوتے ہیں اور مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿مَّنْضُوْدٍ﴾ کے معنی جسے تہ در تہ پھل لگے ہوں۔ اس سے قریش کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ وہ وادیٔ وَج اور اس کے (درختوں کے) سایوں میں سے کیلے اور بیری کے سائے کو پسند کرتے تھے۔[3] ابن ابوحاتم نے ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ﴾ سے مراد کیلے ہیں۔[4] ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حسن، عکرمہ، قسامہ بن زہیر، قتادہ اور ابوحزرہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[5] مجاہد اور ابن زید کا بھی یہی قول ہے اور انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اہل یمن کیلے کو طلح کہتے ہیں۔[6] ابن جریر نے اس کے علاوہ اس سلسلے میں اور کوئی قول ذکر نہیں کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ ''اور لمبے سائے (میں۔)'' امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَّسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ، لَّا يَقْطَعُهَا] ''جنت میں ایک ایسا درخت ہوگا جس کے سائے میں شہسوار سو سال چلتا رہے گا تو پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔''

---

[1] تفسير الطبری: 233/27. [2] المعجم الكبير للطبرانی، ترجمة عبدالله بن عامر عن عتبة بن عبد: 130/17، حديث: 318 و مجمع الزوائد، أهل الجنة، باب فيما أعده الله......: 765/10، حديث: 18730 اور قوسین والا لفظ حلية الأولياء، ترجمة حبيب بن عبيد: 109/6، رقم: 7988 میں ہے۔ ہیثمی نے مجمع میں کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے رواۃ صحیحین کے ہیں۔ مزید برآں اس کا شاہد الترغيب و الترهيب، فصل فی أكل أهل الجنة......: 528,527/4، حديث: 77 عن سليم بن عامر رحمہ اللہ میں ہے اور اس کے بارے میں امام منذری کہتے ہیں کہ اسے ابن ابودنیا نے روایت کیا ہے جس کی سند حسن ہے۔ [3] تفسير الطبری: 236,235/27. [4] تفسير ابن أبی حاتم: 3330/10. [5] تفسير الطبری: 236,235/27 و تفسير ابن أبی حاتم: 3330/10. [6] تفسير الطبری: 236/27.

اگر چاہو تو یہ ارشاد باری تعالیٰ پڑھ لو ﴿ وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴾[1] اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2] امام احمد نے ایک دوسرے طریق سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ] ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سائے میں شہسوار سو سال تک چلتا رہے گا۔'' اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴾[3] اسی طرح اسے بخاری اور عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّ فَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴾ ''اور بہت زیادہ پھلوں کے باغوں میں جو نہ کبھی ختم ہوں اور نہ ان سے کوئی روکے۔'' یعنی اہل جنت کے پاس بہت سی انواع واقسام اور مختلف رنگوں کے ایسے ایسے پھل ہوں گے جنھیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہوگا، کسی کان نے سنا نہیں ہوگا اور کسی دل میں ان کا تصور تک نہیں ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ ﴾ (البقرة 2:25) ''جب انھیں ان میں سے کسی قسم کا پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل پھل دیے جائیں گے۔'' یعنی شکلیں تو ایک دوسرے کے ساتھ ملتی جلتی ہوں گی مگر ذائقے مختلف ہوں گے۔

صحیحین میں سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر میں ہے: [فَإِذَا وَرَقُهَا كَآذَانِ الْفِيَلَةِ]، [فَإِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ] ''چنانچہ اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کی طرح تھے اور اس کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کے مانند تھے۔''[5] صحیحین ہی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورج کو گرہن لگا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے، پھر نماز کے ذکر میں راوی نے بیان کیا کہ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم نے دیکھا کہ آپ نے اس جگہ کسی چیز کو پکڑا، پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے تشریف لے آئے، آپ نے فرمایا: [إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ، فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا، وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا] ''میں نے جنت کو دیکھا تو اس کے انگوروں کے ایک خوشے کو پکڑ لیا اور اگر میں اسے پکڑے رکھتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔''[6]

امام احمد رحمہ اللہ نے عتبہ بن عبد سُلَمی سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حوض کے

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴾ (الواقعة 56:30)، حديث: 4881 ملحوظہ: اقرءوا إن شئتم: ﴿ وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدرج الفاظ ہیں، دیکھیے صحيح ابن حبان، إخباره عن مناقب الصحابة ذكر الإخبار عن المسافة التي في ظل شجرة......: 426/16، حديث: 7411 و المصنف لعبد الرزاق، باب الجنة وصفتها: 417/11، حديث: 20878. [2] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب إن في الجنة شجرة، يسير الراكب......، حديث: 2826. [3] مسند أحمد: 482/2. [4] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة......، حديث: 3252 والمصنف لعبد الرزاق، باب الجنة وصفتها: 417/11، حديث: 20878,20877. [5] دوسرا حصہ صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب المعراج، حديث: 3887 کے مطابق اور پہلا حصہ صحيح مسلم، الإيمان، باب الإسراء......، حديث: 162 عن أنس رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔ [6] صحيح البخاري، الأذان، باب رفع البصر إلى الإمام في الصلاة، حديث: 748 و صحيح مسلم، الكسوف، باب ماعرض على النبي ﷺ في صلاة الكسوف......، حديث: 907.

بارے میں پوچھنے لگا اور اس نے جنت کا پوچھا، پھر اعرابی نے عرض کی: اس میں پھل بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ، وَفِيهَا شَجَرَةٌ تُدْعٰى طُوبٰى] ''ہاں، اور اس میں ایک درخت ہوگا جسے طوبیٰ کہا جائے گا۔'' پھر کچھ اور چیزوں کا بھی ذکر کیا جس کے بارے میں مجھے معلوم نہیں، اعرابی نے یہ بھی پوچھا کہ ہماری زمین کا کون سا درخت اس کے مشابہ ہے۔ آپ نے فرمایا: [لَيْسَتْ تُشْبِهُ شَيْئًا مِّنْ شَجَرِ أَرْضِكَ] ''تمھاری زمین کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں۔'' نبی ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: [أَتَيْتَ الشَّامَ] ''تم کبھی شام آئے گئے ہو؟'' اس نے عرض کی: جی نہیں، آپ نے فرمایا: [تُشْبِهُ شَجَرَةً بِالشَّامِ تُدْعَى الْجَوْزَةُ تَنْبُتُ عَلٰى سَاقٍ وَّاحِدٍ وَّيَنْفَرِشُ أَعْلَاهَا] ''شام کا ایک درخت جسے جوزہ کہا جاتا ہے، اس کے مشابہ ہے جو ایک تنے پر اگتا ہے اور پھر اوپر سے پھیل جاتا ہے۔'' اس نے عرض کی: اس کا تنا کتنا بڑا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: [لَوِ ارْتَحَلَتْ جَذَعَةٌ مِّنْ إِبِلِ أَهْلِكَ مَا أَحَاطَتْ بِأَصْلِهَا حَتّٰى تَنْكَسِرَ تَرْقُوتُهَا هَرَمًا] ''اگر تمھارے گھر کے اونٹوں میں ایک اونٹنی چلنا شروع کر دے تو وہ اس کے تنے کا احاطہ نہ کر سکے حتی کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی گردن ٹوٹ جائے۔'' اس نے عرض کی: جنت میں انگور بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اس نے عرض کی: انگور کے گچھے کتنے بڑے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: [مَسِيرَةُ شَهْرٍ لِّلْغُرَابِ الْأَبْقَعِ وَلَا يَفْتُرُ] ''اگر چتکبرا کوا ایک مہینے تک اڑتا رہے جو نہ تھکے (تو وہ اس کا احاطہ نہ کر سکے۔)'' اس نے عرض کی: دانے کتنے بڑے ہوں گے آپ نے فرمایا: [هَلْ ذَبَحَ أَبُوكَ تَيْسًا مِّنْ غَنَمِهِ قَطُّ عَظِيمًا؟] ''تمھارے باپ نے اپنی بکریوں میں سے کبھی کسی بہت بڑے بکرے کو ذبح کیا ہے؟'' اس نے عرض کی: جی ہاں، آپ نے فرمایا: [فَسَلَخَ إِهَابَهُ فَأَعْطَاهُ أُمَّكَ، قَالَ: اِتَّخِذِي لَنَا مِنْهُ دَلْوًا] ''پھر اس نے اس کی کھال اتار کر تمھاری ماں کو دے دی تو کہا ہو کہ اس کا ہمارے لیے ڈول بنا دو۔'' اس نے کہا: جی ہاں، پھر اعرابی نے کہا کہ یہ ایک دانہ تو مجھے اور میرے گھر والوں کو سیر کر دے گا۔ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ، وَعَامَّةَ عَشِيرَتِكَ] ''بلکہ تمھارے سارے خاندان کو۔''①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَّا مَقْطُوعَةٍ وَّلَا مَمْنُوعَةٍ ﴿٣٣﴾﴾ ''جو نہ کبھی ختم ہوں اور نہ ان سے کوئی روکے۔'' ان کے پھل موسم سرما و گرما میں کبھی ختم نہ ہوں گے بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سدا بہار ہوں گے، جب بھی طلب کریں گے اپنے سامنے موجود پائیں گے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ کسی چیز کا ملنا بھی ان کے لیے محال نہ ہوگا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ان کے کھانے میں لکڑی یا کانٹا یا دوری حائل نہ ہوگی۔② قبل ازیں یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ [إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا نَزَعَ (ثَمَرَةً) مِّنَ الْجَنَّةِ عَادَتْ مَكَانَهَا أُخْرٰى] ''آدمی جب بھی کوئی پھل جنت کے درختوں سے کھینچے (توڑے) گا تو اس کی جگہ فوراً دوسرا پھل لگ جائے گا۔''③

---

① مسند أحمد: 184,183/4. ② تفسير الطبري: 240/27. ③ المعجم الكبير للطبراني، ترجمة ثوبان مولى رسول الله ﷺ: 102/2، حديث: 1449 اور قوسین والا لفظ مجمع الزوائد، أهل الجنة، باب فيما أعده الله لأهل الجنة: 765/10، حديث: 18731 میں ہے اور ہیثمی نے کہا ہے کہ اسے طبرانی اور بزار نے روایت کیا ہے جبکہ طبرانی اور مسند بزار کی ایک سند کے رواۃ ثقہ ہیں۔ ملحوظہ: پہلے یہ حدیث مفصل تفسیر ابن کثیر الرعد 35:13 کے ذیل میں گزر چکی ہے جو کہ المصباح المنير میں نہیں ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے السلسلة الضعيفة: 138/7، حديث: 3146.

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴾ ''اور اونچی اونچی نشست گاہوں میں۔'' یعنی بلند و بالا ہموار اور نرم و ملائم نشست گاہوں میں۔ ﴿ اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ۝ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴾ ''بلاشبہ ہم ان (کی بیویوں) کو ایک نئے سرے سے ہی پیدا کریں گے، پھر ہم انھیں کنواریاں ہی رکھیں گے، دل رُبا، ہم عمر، دائیں ہاتھ والوں کے لیے۔'' یہاں ضمیر کا مرجع مذکور نہیں ہے، اس لیے کہ سیاق کلام میں بچھونوں کے ذکر سے ان عورتوں کی طرف خود اشارہ ہو رہا ہے جن سے وہ ان بستروں پر مقاربت کریں گے، اس لیے ان کے ذکر کے بجائے سیاق کلام ہی پر اکتفا کیا گیا ہے اور ضمیر انھی کی طرف راجع ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴾ (صٓ 32,31:38) ''جب ان کے سامنے شام کو اصیل تیز رو گھوڑے پیش کیے گئے تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے رب کی یاد سے غافل ہو کر مال کی محبت اختیار کی یہاں تک کہ (آفتاب) پردے میں چھپ گیا۔'' میں مفسرین کے مشہور قول کے مطابق اس سے سورج مراد ہے۔ اخفش نے بھی ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ ضمیر عورتوں کی طرف راجع ہے، حالانکہ پہلے ان کا ذکر نہیں ہے۔[1] ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ ان کا ذکر اس اشارے میں موجود ہے: ﴿ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴾ (الواقعة 23,22:56) ''اور موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں جیسے چھپائے ہوئے موتی۔''[2] ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ان کے بہت زیادہ بوڑھی ہو جانے کے بعد ہم نشأت اخری میں انھیں کنواریاں اور ہم عمر بنا دیں گے کہ وہ حلاوت، ظرافت اور ملاحت (خوبصورتی) کی وجہ سے اپنے شوہروں کی محبوب ہوں گی۔

ابوداود طیالسی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِي الْجَنَّةِ قُوَّةَ كَذَا وَ كَذَا مِنَ النِّسَاءِ] ''مومن کو جنت میں عورتوں کے حوالے سے ایسی ایسی قوت دی جائے گی۔'' میں نے عرض کی اللہ کے رسول! کیا مومن کو اتنی عورتوں کی طاقت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: [يُعْطَى قُوَّةَ مِائَةٍ] ''اسے سو کی قوت دی جائے گی۔''[3] امام ترمذی نے بھی اسے روایت کیا اور صحیح غریب قرار دیا ہے۔[4] ابوقاسم طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عرض کی گئی اے اللہ کے رسول! کیا جنت میں ہم اپنی عورتوں سے مقاربت کریں گے۔ فرمایا: [إِنَّ الرَّجُلَ لَيَصِلُ فِي الْيَوْمِ إِلَى مِائَةِ عَذْرَاءَ] ''مرد ایک دن میں سو کنواری دوشیزاؤں سے مقاربت کرے گا۔''[5] حافظ ابوعبداللہ مقدسی کہتے ہیں

---

[1] تفسير الطبري: 241/27. [2] تفسير الطبري: 241/27. [3] مسند أبي داود الطيالسي، وما أسند أنس بن مالك وماروى عنه قتادة: 503/3، حديث: 2124، اس حدیث کی سند ضعیف ہے، البتہ اس کا صحیح شاہد [إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يُعْطَى قُوَّةَ مِائَةِ رَجُلٍ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالشَّهْوَةِ وَالْجِمَاعِ] مسند أحمد: 371/4 و سنن الدارمي، الرقاق، باب في أهل الجنة ونعيمها: 264,263/2، حديث: 2825 عن زيد بن أرقم رضی اللہ عنہ میں ہے۔ [4] جامع الترمذي، صفة الجنة، باب ماجاء في صفة جماع أهل الجنة، حديث: 2536 اس کی سند بھی ضعیف ہے جبکہ امام البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔
[5] المعجم الأوسط للطبراني، من اسمه محمد: 77,76/4 حديث: 5267 اور اسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے السلسلة الصحيحة: 708/1، حديث: 367 میں ذکر کیا ہے۔

کہ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح بخاری کی شرط کے مطابق ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿ عُرُبًا ﴾ ''پیاریاں'' سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی پیاری ہوں گی۔ کیا تم نے تیز دوڑنے والی اونٹنی کو نہیں دیکھا کہ وہ اس طرح ہوتی ہے۔[1] ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عُرب کے معنی کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی عاشق اور شوہر ان کے عاشق ہوں گے۔[2] عبداللہ بن سَرجس، مجاہد، عکرمہ، ابو عالیہ، یحییٰ بن ابو کثیر، عطیہ، حسن، قتادہ، ضحاک اور دیگر کئی ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔[3] ﴿ اَتْرَابًا ﴾ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ ہم سن ہوں گی، یعنی ان کی عمر بھی تینتیس سال ہوگی۔[4] مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ اَتْرَابًا ﴾ کے معنی ہیں کہ مساوی ہوں گی۔[5] اور ایک روایت میں ہے کہ ایک جیسی ہوں گی۔[6] عطیہ کہتے ہیں کہ دوست ہوں گی۔[7] ﴿ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴾ ''دائیں ہاتھ والوں کے لیے۔'' یعنی انھیں اصحاب یمین کے لیے پیدا کیا گیا ہوگا یا انھیں اصحاب یمین کے لیے محفوظ رکھا گیا ہوگا یا اس کے معنی یہ ہیں کہ انھیں اصحاب یمین کی بیویاں بنا دیا جائے گا۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق پچھلی آیات: ﴿ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ۝ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ ﴾ ''یقیناً ہم نے ان (حوروں) کو نئے سرے سے پیدا کیا تو ان کو کنواریاں ہی رکھا، شوہروں کی پیاریاں، ہم عمر (یعنی) دائیں ہاتھ والوں کے لیے۔'' ہی سے ہے کہ ہم نے انھیں اصحاب یمین کے لیے بنایا ہے۔ ابن جریر نے اس کی یہی توجیہ بیان کی ہے۔[8]

میں کہتا ہوں کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ﴿ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴾ کا تعلق ماقبل سے ہو اور معنی یہ ہو کہ وہ اصحاب یمین کی ہم عمر ہوں گی جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے جسے امام بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلٰى (ضَوْءِ) أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً، لَّا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ، وَلَا يَتْفِلُونَ وَلَا يَتَمَخَّطُونَ، أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ۔ اَلْأَلَنْجُوجُ عُودُ الطِّيبِ ۔ وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ، عَلٰى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ] ''جنت میں جانے والی پہلی جماعت کی شکل و صورت اس طرح ہوگی جیسے چودھویں رات کا چاند ہو اور ان سے بعد والوں کی آسمان پر چمکنے والے شدید روشن ستارے کے مانند، وہ جنت میں بول و براز نہیں کریں گے، تھوک اور کھنکھار نہیں کریں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کا پسینہ کستوری ہوگا، ان کی انگیٹھیوں میں اگر کی لکڑی ہوگی۔ لوبان کی خوشبودار لکڑی۔ ان کی بیویاں خوب صورت موٹی موٹی آنکھوں والی ہوں گی، ان سب کی صورتیں ان کے والد حضرت آدم علیہ السلام جیسی ہوں گی اور سب کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا۔''[9]

[1] الدر المنثور : 225/6 . [2] تفسير ابن أبي حاتم : 3332/10 . [3] تفسير الطبري : 245,244/27 . [4] تفسير ابن أبي حاتم : 3332/10 . [5] تفسير الطبري : 246/27 عن ابن عباس ﷺ. [6] تفسير الطبري : 246/27 . [7] تفسير الماوردي : 456/5 . [8] تفسير الطبري : 246/27 . [9] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته، حديث: 3327 و صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب أول زمرة تدخل الجنة على صورة القمر......، حديث: (15)-2834 اور قوسین والا لفظ سنن ابن ماجه، الزهد، باب صفة الجنة، حديث : 4333 میں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ ﴾ ''یہ بہت سے تو اگلے لوگوں میں سے ہیں اور بہت سے پچھلوں میں سے۔'' یعنی پہلے لوگوں میں ایک جماعت ہوگی اور پچھلے لوگوں میں سے بھی ایک جماعت۔ امام ابن ابوحاتم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک رات ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس گزاری، پھر صبح کے وقت ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

[عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ وَأَتْبَاعُهَا بِأُمَمِهَا، فَيَمُرُّ عَلَيَّ النَّبِيُّ، وَالنَّبِيُّ فِي الْعِصَابَةِ، وَالنَّبِيُّ فِي الثَّلَاثَةِ، وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ. وَتَلَا قَتَادَةُ هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ ﴾ (ھود 11:78) قَالَ: حَتّٰى مَرَّ عَلَيَّ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ فِي كَبْكَبَةٍ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ: قُلْتُ: رَبِّي! مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا أَخُوكَ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ وَمَنْ تَبِعَهُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، قَالَ: قُلْتُ: رَبِّ! فَأَيْنَ أُمَّتِي؟ قَالَ: اُنْظُرْ عَنْ يَّمِينِكَ فِي الظِّرَابِ، قَالَ: فَإِذَا وُجُوهُ الرِّجَالِ، قَالَ: قَالَ: أَرَضِيتَ؟ قَالَ: قُلْتُ: قَدْ رَضِيتُ رَبِّ! قَالَ: اُنْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ عَنْ يَّسَارِكَ، فَإِذَا وُجُوهُ الرِّجَالِ، قَالَ: أَرَضِيتَ؟ قُلْتُ: قَدْ رَضِيتُ رَبِّ! قَالَ: فَإِنَّ مَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعِينَ أَلْفًا يَّدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، قَالَ: وَأَنْشَأَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ مِّنْ بَنِي أَسَدٍ۔ قَالَ سَعِيدٌ: وَّكَانَ بَدْرِيًّا۔ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ. قَالَ: فَقَالَ اللّٰهُمَّ! اِجْعَلْهُ مِنْهُمْ، قَالَ: أَنْشَأَ رَجُلٌ آخَرَ، قَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ۔ فِدَاكُمْ أَبِي وَأُمِّي۔ أَنْ تَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّبْعِينَ فَافْعَلُوا، وَإِلَّا فَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ الظِّرَابِ، وَإِلَّا فَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ الْأُفُقِ، فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ نَاسًا كَثِيرًا قَدْ تَأَشَّبُوا حَوْلَهُ، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قَالَ: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ: فَكَبَّرْنَا، قَالَ: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَبَّرْنَا، قَالَ ثُمَّ تَلَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ ﴾ قَالَ: فَقُلْنَا بَيْنَنَا: مَنْ هٰؤُلَاءِ السَّبْعُونَ أَلْفًا؟ فَقُلْنَا: هُمُ الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ وَلَمْ يُشْرِكُوا، قَالَ فَبَلَغَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ: بَلْ هُمُ الَّذِينَ لَا يَكْتَوُونَ، وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ]

''انبیاء، ان کے پیروکار اور ان کی امتیں مجھ پر پیش کی گئیں، میرے پاس سے ایک نبی گزرتا، ایک نبی اپنی چھوٹی سی جماعت کے ساتھ گزرتا، ایک نبی تین آدمیوں کے ساتھ گزرتا، ایک نبی اکیلا ہی گزرتا کہ اس کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا، قتادہ نے اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ ﴾ (ھود 11:78) ''کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: حتی کہ موسیٰ بن عمران بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ میرے پاس سے گزرے، میں نے عرض کی: اے میرے پروردگار! یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمھارے بھائی موسیٰ بن عمران اور بنی اسرائیل میں سے ان کی پیروی کرنے والے لوگ ہیں، میں نے عرض کی: میرے پروردگار! میری امت کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۬ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ؕ﴿41﴾ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ ﴿42﴾ۙ وَّظِلٍّ مِّنْ

اور بائیں (ہاتھ) والے، کیا (حقیر) ہیں بائیں ہاتھ والے!﴿41﴾ (وہ) سخت گرم ہوا اور کھولتے پانی میں (ہوں گے)﴿42﴾اورسیاہ ترین

یَّحْمُوْمٍ ﴿43﴾ۙ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِیْمٍ ﴿44﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِیْنَ ﴿45﴾ۚۖ وَكَانُوْا

دھویں کے سائے میں ﴿43﴾نہ(وہ) ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش﴿44﴾بلاشبہ وہ اس سے پہلے نازوں میں پلے تھے﴿45﴾ اور وہ بڑے

یُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ ﴿46﴾ۚ وَكَانُوْا یَقُوْلُوْنَ ۬ۙ اَىِٕذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا

گناہ(شرک) پر اصرار کرتے تھے ﴿46﴾اور وہ کہتے تھے: کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا

وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿47﴾ۙ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿48﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ

فی الواقع ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟﴿47﴾ کیا (ہم) اور ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟﴿48﴾ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: بلاشبہ پہلے

وَالْاٰخِرِیْنَ ﴿49﴾ۙ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۬ۙ اِلٰى مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿50﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا

بھی اور پچھلے بھی ﴿49﴾ یقیناً ایک معلوم دن کے مقرروقت پر (سب) جمع کیے جائیں گے ﴿50﴾پھر یقیناً تم اے گمراہو!

الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿51﴾ۙ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿52﴾ۙ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا

جھٹلانے والو! ﴿51﴾ (تم) تھوہر کے درخت سے ضرور کھانے والے ہو گے ﴿52﴾پھر اس سے اپنا پیٹ بھرنے والے

الْبُطُوْنَ ﴿53﴾ۚ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ﴿54﴾ۚ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ﴿55﴾ؕ هٰذَا نُزُلُهُمْ

ہو گے﴿53﴾ پھر اس پر کھولتے پانی سے پینے والے ہو گے﴿54﴾ تو پیاسے اونٹوں کے پینے کی طرح پینے والے ہو گے﴿55﴾ روز قیامت یہ ہوگی

یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿56﴾ؕ

ان کی مہمانی﴿56﴾

اپنی دائیں طرف ٹیلے پر دیکھیں، میں نے دیکھا تو آدمیوں کے چہرے ہی چہرے نظر آرہے تھے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تم خوش ہو؟ میں نے عرض کی: اے میرے رب! میں خوش ہوں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: افق میں اپنی بائیں طرف دیکھیں تو اس طرف بھی آدمیوں کے چہرے ہی چہرے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم راضی ہو؟ میں نے عرض کی: میرے پروردگار میں راضی ہوں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کے ساتھ ستر ہزار لوگ بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ بنو اسد سے عکاشہ بن محصن نے کھڑے ہو کر عرض کی ــ سعید نے کہا کہ وہ بدری صحابی تھے ــ: اے اللہ کے رسول! آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنا دے، آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! اسے ان میں سے بنا دے۔ پھر ایک اور شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے اللہ کے نبی! آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنا دے، آپ نے فرمایا: عکاشہ اس بات میں تم سے سبقت لے گئے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر میرے باپ اور ماں نثار ہوں ــ اگر تم ان ستر ہزار میں سے ہونے کی کوشش کر سکتے ہو تو کرو ورنہ تم ٹیلے والوں میں سے ہو جاؤ یا اصحاب افق میں سے ہو جاؤ، میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ وہ آپ کے گرد مل جل کر بیٹھے تھے، پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کے ایک چوتھائی کے برابر ہو گے، ہم نے یہ سن کر

اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کے ایک تہائی کے برابر ہو گے، ہم نے اللہ اکبر کہا، پھر آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کا نصف ہو گے، پھر ہم نے اللہ اکبر کہا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۝ ﴾ ''بہت سے تو اگلے لوگوں میں سے اور بہت سے پچھلوں میں سے۔'' راوی کہتے ہیں کہ ہم نے آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہا کہ یہ ستر ہزار کون ہو سکتے ہیں، ہم نے کہا کہ وہ ہوں گے جو اسلام ہی کی حالت میں پیدا ہوئے اور انھوں نے شرک نہ کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ کو بھی ہماری یہ بات پہنچ گئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو لوہے کے ساتھ داغ نہیں دیتے، دم جھاڑ نہیں کرواتے، فال نہیں لیتے اور اپنے رب تعالیٰ ہی پر توکل کرتے ہیں۔''[1] اس حدیث کے کتب ستہ اور دوسری کتابوں میں بہت سے طرق ہیں۔[2]

تفسیر آیات :41-56

اصحاب شمال کے حالات اور ان کی سزا: اصحاب یمین کے حالات بیان فرمانے کے بعد اب اصحاب شمال کا ذکر کرتے ہوئے اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ ۝ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ۝ ﴾ ''اور بائیں ہاتھ والے، (افسوس!) بائیں ہاتھ والے کیا ہیں!'' یعنی اصحاب شمال کس چیز میں ہوں گے، پھر اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فِي سَمُومٍ ﴾ یعنی گرم ہوا میں، ﴿ وَحَمِيمٍ ۝ ﴾ اور گرم پانی میں۔ ﴿ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ۝ ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں سیاہ دھویں کے سائے میں۔[3] مجاہد، عکرمہ، ابوصالح، قتادہ، سدی اور دیگر ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[4] یہ آیت ان آیات کریمہ کی طرح ہے: ﴿ انطَلِقُوا إِلَىٰ مَا كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝ انطَلِقُوا إِلَىٰ ظِلٍّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ ۝ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ ﴾ (المرسلٰت 77: 29-34) ''جس چیز کو تم جھٹلایا کرتے تھے اب اسی کی طرف چلو (یعنی) اس سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں، نہ ٹھنڈی چھاؤں اور نہ شعلوں سے بچاؤ کرے، وہ آگ کی (اتنی بڑی بڑی) چنگاریاں پھینکتی ہے جیسے محل، گویا زرد رنگ کے اونٹ ہیں، اس دن جھٹلانے والوں کی سزا ہے۔'' اور یہاں ارشاد فرمایا: ﴿ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ۝ ﴾ اور اس سے مراد سیاہ دھواں ہے۔ ﴿ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ۝ ﴾ یعنی نہ اس کی بو اچھی ہو گی اور نہ شکل و صورت ہی اچھی ہو گی جیسا کہ حسن اور قتادہ کا قول

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 3333,3332/10 یہ ابن ابوحاتم کے الفاظ ہیں۔ [2] صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قصة یأجوج ومأجوج، حدیث: 3348 والطب، باب من اکتوی......، حدیث: 5705 و5752 وصحیح مسلم، الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین......، حدیث: 220 و جامع الترمذی، صفة القیامة، باب صفة الذین یدخلون الجنة بغیر حساب......، حدیث: 2446 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ و مسند أحمد: 420/1 و صحیح ابن حبان، التاریخ، ذکر عرض اللّٰہ جلّ وعلا الأمم علی المصطفی ﷺ: 343-341/14 و المعجم الکبیر للطبرانی، ومن مسند عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: 6,5/10 حدیث: 9765 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ. [3] تفسیر الطبری: 250/27. [4] تفسیر الطبری: 250/27.

ہے کہ جو دیکھنے میں بھی اچھا نہ ہوگا۔ [1] ضحاک کہتے ہیں کہ ہر وہ مشروب جو میٹھا نہ ہو وہ کریم نہیں ہے۔ [2]

پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر فرماتے ہوئے کہ وہ اسی کے مستحق ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝ ﴾ ''یہ لوگ اس سے پہلے ناز و نعم میں پڑے ہوئے تھے۔'' یعنی دنیا میں ان لوگوں کو طرح طرح کی نعمتیں حاصل تھیں، یہ نفسانی لذتوں میں مبتلا تھے اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے لائے ہوئے پیغام کی طرف متوجہ نہ تھے، ﴿ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ ﴾ یعنی اسی حالت پر قائم تھے اور توبہ کی کوئی نیت نہ رکھتے تھے، ﴿ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝ ﴾ ''گناہ عظیم پر (اڑے ہوئے) تھے۔'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا، اللہ تعالیٰ کے سوا اصنام و اوثان کو رب قرار دینا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝ ﴾ سے مراد شرک ہے۔ [3] مجاہد، عکرمہ، ضحاک، قتادہ، سدی اور دیگر ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔ [4] ﴿ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ ﴾ ''اور کہا کرتے تھے کہ بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے اور ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئے تو کیا ہمیں پھر اٹھنا ہوگا، اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا کو بھی۔'' یعنی اس کی تکذیب کرتے ہوئے اور اس کے وقوع پذیر ہونے کو محال سمجھتے ہوئے وہ ایسا کہا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ﴾ ''کہہ دیں کہ بے شک پہلے اور پچھلے سب ایک روز مقرر وقت پر جمع کیے جائیں گے۔'' اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم!) ان کو خبر دے دیں کہ اگلے اور پچھلے تمام انسانوں کو روز قیامت جمع کیا جائے گا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ۝ ﴾ (ھود 11:103-105) ''یہ وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب اللہ کے روبرو حاضر کیے جائیں گے اور ہم اس کے لانے میں ایک وقت معین تک تاخیر کر رہے ہیں، جب وہ دن آجائے گا تو کوئی نفس اللہ کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا، پھر ان میں سے کچھ بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔''

اور یہاں فرمایا: ﴿ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ﴾ ''سب ایک روز مقررہ وقت پر جمع کیے جائیں گے۔'' اس میں نہ تقدیم و تاخیر ہو سکتی ہے اور نہ کمی بیشی، ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ﴾ ''پھر تم اے جھٹلانے والے گمراہو! تھوہر کے درخت سے کھاؤ گے، پس اسی سے پیٹ بھرو گے۔'' یعنی ان کو پکڑ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا حتی کہ وہ تھوہر کے درخت کو کھائیں گے اور اسی سے اپنے پیٹوں کو بھریں گے۔

﴿ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ ﴾ ''پھر اس (کھانے) پر کھولتے ہوئے پانی سے پینے

[1] تفسير الطبري : 251/27 . [2] تفسير الطبري : 251/27 . [3] تفسير ابن أبي حاتم : 3333/10 . [4] تفسير الطبري : 252/27 و تفسير القرطبي : 214,213/17 .

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿57﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿58﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ

ہم ہی نے تمھیں پیدا کیا، پھر تم (دوبارہ جی اٹھنے کی) تصدیق کیوں نہیں کرتے؟﴿57﴾ بھلا بتاؤ تو! جو منی تم ٹپکاتے ہو﴿58﴾ کیا تم اس کو پیدا کرتے

اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿59﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿60﴾ عَلٰٓى اَنْ

ہو یا ہم (اس کے) خالق ہیں؟﴿59﴾ ہم ہی نے تمھارے درمیان موت مقدر کر دی ہے، اور ہم عاجز نہیں﴿60﴾ (بلکہ قادر ہیں) اس بات پر کہ تم

نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿61﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى

جیسی اور مخلوق بدل کر لے آئیں، اور تمھیں ایسی صورت میں پیدا کریں جو تم نہیں جانتے﴿61﴾ اور یقیناً تم پہلی پیدائش کو جان چکے ہو، پھر تم

فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿62﴾

نصیحت کیوں نہیں پکڑتے؟﴿62﴾

والے ہو گے، اور پیو گے بھی تو اس طرح جیسے پیاسے اونٹ پیا کرتے ہیں۔'' ﴿الْهِيْمِ ﴿55﴾﴾ پیاسے اونٹوں کو کہتے ہیں، اس کا واحد أَهْيَمُ اور مونث هَيْمَاء ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا واحد هَائِمٌ اور مونث هَائِمَةٌ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ هیم بہت شدید پیاسے اونٹ کو کہتے ہیں۔[1] سدی کہتے ہیں کہ هیم ایک بیماری کا نام ہے جو اونٹوں کو لگ جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ مرنے تک کبھی سیراب ہی نہیں ہو سکتے، اسی طرح اہل دوزخ بھی ماء هیم سے کبھی بھی سیراب نہیں ہو سکیں گے۔[2] پھر فرمایا: ﴿هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿56﴾﴾ ''جزا کے دن یہ ان کی ضیافت ہو گی۔'' یعنی یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے حساب کے دن ان کے رب کے پاس یہ ان کی مہمانی ہو گی جیسا کہ اللہ جل شانہ نے مومنوں کے حق میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴾(الکهف 18:107) ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کیے ان کی فردوس بریں کے باغوں کی مہمانی ہو گی۔'' یعنی یہ ان کی ضیافت اور ان کی عزت افزائی ہو گی۔

تفسیر آیات:57-62

قیامت کا ثبوت اور آخرت کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے آخرت کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے اور اس کی تکذیب کرنے والے ان اہل زیغ والحاد کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے جنھوں نے یہ کہا تھا: ﴿اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴾(الواقعة 56:47) ''بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے اور ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئے تو کیا ہمیں پھر اٹھنا ہو گا۔'' انھوں نے یہ بات آخرت کی تکذیب اور اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے ہوئے کہی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ﴾ ''ہم ہی نے تم کو پیدا کیا ہے۔'' یعنی ہم نے تمھیں اس وقت پیدا کیا جب تمھارا کوئی ذکر تک مذکور نہ تھا تو کیا وہ ذات پاک جو ابتداءً پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بالاولیٰ قادر نہیں ہے؟ پھر فرمایا: ﴿فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿57﴾﴾ ''تو تم (دوبارہ اٹھنے کی) کیوں تصدیق نہیں کرتے؟'' یعنی تم موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کو تسلیم کیوں نہیں کرتے؟ پھر اللہ تعالیٰ

[1] تفسیر الطبری: 255/27. [2] تفسیر القرطبی: 215,214/17 و تفسیر الماوردی: 457/5.

نے انھیں دلیل دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ ﴾ ''دیکھوتو! کہ جس نطفے کو تم (عورتوں کے رحم میں) ڈالتے ہو کیا تم اس (سے انسان) کو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرتے ہیں؟'' یعنی کیا تم اسے رحموں میں برقرار رکھتے اور اس سے رحموں میں پیدا کرتے ہو یا یہ کام اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ہے جو خالق ہے؟

پھر فرمایا: ﴿ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ ﴾ ''ہم ہی نے تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے۔'' یعنی موت کو تمھارے ہاں جاری کر دیا ہے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ موت کے اعتبار سے اہل آسمان وزمین سب برابر ہیں۔[1] ﴿ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ ﴾ یعنی ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ ﴿ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ ﴾ ''ہم بدل کر تمھاری طرح کے اور لوگ تمھاری جگہ لے آئیں'' کہ قیامت کے دن تمھاری تخلیق کو بدل دیں، ﴿ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ ''اور تم کو اس صورت میں پیدا کر دیں جس کو تم نہیں جانتے۔'' یعنی ایسی صفات واحوال میں جن کو تم جانتے نہیں ہو پیدا کر دیں، پھر فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ ''اور البتہ تحقیق تم نے پہلی پیدائش تو جان ہی لی ہے پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟'' یعنی تم خوب جانتے ہو کہ اللہ جل شانہٗ نے تمھیں پیدا فرمایا، حالانکہ تمھارا ذکر تک مذکور نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے تمھیں پیدا فرمایا، تمھیں کان، آنکھیں اور دل عطا فرمائے تو تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے اور اس بات کو کیوں نہیں سمجھتے کہ جو ذات پاک ابتدا میں پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بطریق اولیٰ قادر ہے؟ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴾ (الروم 27:30) ''اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اس کو بہت آسان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ۝ ﴾ (مریم 67:19) ''کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اس کو پہلے بھی تو پیدا کیا تھا اور وہ کوئی چیز بھی نہ تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۝ ﴾ (یٰس 36:77-79) ''کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفے سے پیدا کیا، پھر وہ تڑاق پڑاق جھگڑنے لگا اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا کہ جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا، کہہ دیں کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ۝ ﴾ (القیٰمۃ 75:36-40) ''کیا انسان خیال کرتا ہے کہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا، کیا وہ منی کا جو (رحم میں) ڈالی جاتی ہے ایک قطرہ نہ تھا، پھر لوتھڑا ہوا، پھر اللہ نے اس کو بنایا، پھر اس کے اعضاء کو درست کیا، پھر اس کی دو قسمیں بنائیں ایک مرد اور ایک عورت، کیا اس کو اس بات پر قدرت نہیں کہ وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے؟''

---

[1] تفسير القرطبي : 216/17 .

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿63﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿64﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ

بھلا بتاؤ تو جو کچھ تم بوتے ہو﴿63﴾ کیا اسے تم اگاتے ہو یا ہم ہی اگانے والے ہیں؟﴿64﴾ اگر ہم چاہیں تو اسے ضرور ریزہ ریزہ کر دیں،

حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿65﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿66﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿67﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ

پھر تم پشیمان ہونے والے ہو جاؤ﴿65﴾ کہ بلاشبہ ہم پر چٹی ڈال دی گئی﴿66﴾ (نہیں) بلکہ ہم محروم ہی رہ گئے﴿67﴾ بھلا بتاؤ تو وہ پانی

الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿68﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿69﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ

جو تم پیتے ہو﴿68﴾ کیا وہ تم نے بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں؟﴿69﴾ اگر ہم چاہیں تو اسے کھارا کر دیں،

اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿70﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿71﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ

پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟﴿70﴾ بھلا بتاؤ تو! وہ آگ جو تم جلاتے ہو﴿71﴾ کیا اس کا درخت تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے

اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿72﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿73﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ

والے ہیں؟﴿72﴾ ہم ہی نے اسے یاددہانی کا ذریعہ اور مسافروں کے لیے فائدہ بنایا ہے﴿73﴾ لہٰذا آپ اپنے ربِّ عظیم

رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿74﴾

کے نام کی تسبیح کیجیے﴿74﴾

ع 2 / 36 / 15

تفسیر آیات :63-74

کھیتی کو اگانا، آسمان سے پانی برسانا اور آگ پیدا کرنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿63﴾﴾ ''بھلا دیکھو تو جو کچھ تم بوتے ہو۔'' اس سے مراد زمین میں ہل چلانا، اسے کاشت کے قابل بنانا اور اس میں بیج ڈالنا ہے، ﴿ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ﴾ ''کیا تم اسے (زمین سے) اگاتے ہو'' ﴿اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿64﴾﴾ ''یا ہم اگاتے ہیں؟'' یعنی ہم ہی اسے اپنی جگہ پر رکھتے اور زمین میں اسے اگاتے ہیں۔ ابن جریر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا تَقُولَنَّ زَرَعْتُ وَلٰكِنْ قُلْ حَرَثْتُ] ''تم یہ نہ کہو کہ میں نے اگایا ہے بلکہ یہ کہو کہ میں نے کاشت کیا ہے۔'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نے یہ ارشاد باری تعالیٰ نہیں سنا: ﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿63﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿64﴾﴾ ''بھلا دیکھو تو جو کچھ تم بوتے ہو، کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟''[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا﴾ ''اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں۔'' یعنی اپنے لطف و رحمت کے ساتھ ہم نے اسے اگایا اور تم پر رحمت کے پیش نظر اسے باقی بھی رکھا کیونکہ اگر ہم چاہتے تو اسے کوڑا کرکٹ بنا دیتے، یعنی اس کے پکنے اور اس سے فصل حاصل ہونے سے قبل ہی اسے خشک کر دیتے۔ ﴿فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿65﴾﴾ ''پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔'' پھر اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿66﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿67﴾﴾ ''(ہائے) بلاشبہ ہم تو مفت کے تاوان میں پھنس گئے بلکہ ہم ہیں ہی بدنصیب۔'' یعنی اگر ہم اس کو کوڑا کرکٹ بنا دیتے تو تم باتیں بناتے رہ جاتے، کبھی یہ کہتے: ﴿اِنَّا

[1] تفسیر الطبری: 258,257/27 اور دیکھیے السلسلة الصحيحة: 715/6، حدیث: 2801.

﴿لَمُغْرَمُوْنَ ﴿66﴾﴾ ''(ہائے) بلاشبہ ہم تو مفت کے تاوان میں پھنس گئے۔'' امام مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں: البتہ ہمیں اپنے آپ پر فریفتہ کردیا گیا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ ہمیں عذاب دیا گیا ہے۔ [1] اور کبھی یہ کہتے: ﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿67﴾﴾ ''(نہیں) بلکہ ہم محروم ہی رہ گئے۔'' عکرمہ کہتے ہیں کہ ﴿فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿65﴾﴾ کے معنی یہ ہیں کہ تم ایک دوسرے کو ملامت کرنا شروع کردیتے۔ [2] حسن، قتادہ اور سدی کہتے ہیں کہ تم ندامت کا اظہار کرنے لگتے۔ [3] یا تو اس پر جو زمین کی کاشت کے سلسلے میں تم نے خرچ کیا یا پھر اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کرنے لگتے۔ کسائی نے کہا ہے کہ تفکہ افعال اضداد میں سے ہے، عرب تفکہت کو خوشی و مسرت اور حزن و ملال دونوں معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿68﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ﴾ ''پھر بھلا دیکھو تو جو پانی تم پیتے ہو کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے۔'' مزن کے معنی بادل کے ہیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے۔ [4] ﴿اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿69﴾﴾ ''یا ہم نازل کرتے ہیں؟'' یعنی ہم ہی اسے اتارنے والے ہیں۔ ﴿لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا﴾ ''اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری کردیں۔'' اُجاج کے معنی کھاری اور کڑوے کے ہیں جو نہ پینے کے قابل ہو اور نہ آب پاشی کے، ﴿فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿70﴾﴾ ''پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟'' تو تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے کہ اس نے تمھارے لیے بارش کا صاف شفاف ٹھنڈا میٹھا پانی نازل فرمایا، ﴿لَكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ○ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○﴾ (النحل 16:10، 11) ''جسے تم پیتے ہو اور اس سے درخت (بھی شاداب ہوتے ہیں) جن میں تم (اپنے چار پایوں کو) چراتے ہو، اسی (پانی) سے وہ تمھارے لیے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور بے شمار درخت اگاتا ہے اور ہر طرح کے پھل (پیدا کرتا ہے۔) غور کرنے والوں کے لیے یقیناً اس میں اللہ کی قدرت کی بڑی نشانی ہے۔''

پھر فرمایا: ﴿اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿71﴾﴾ ''پھر بھلا دیکھو تو جو آگ تم (درخت سے) جلاتے ہو۔'' جسے تم چقماق سے نکالتے ہو، ﴿ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿72﴾﴾ ''کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا یا ہم پیدا کرتے ہیں؟'' ہم ہی نے اسے اس کی جگہ پر رکھا ہوا ہے۔ مرخ اور عفار عربوں کے دو درخت ہیں جب ان کی دو سبز ٹہنیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رگڑا جائے تو اس سے آگ کے شرارے نکلنے لگتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً﴾ ''ہم نے اسے یاد دلانے کو بنایا ہے۔'' مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ اس لیے کہ یہ بڑی آگ یاد دلاتے ہیں۔ [5] قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ حدیث ذکر کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَارُكُم هٰذِهِ الَّتِي تُوقِدُونَ، جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ] ''لوگو! یہ آگ جسے تم جلاتے ہو، یہ آتش دوزخ

---

[1] تفسیر الطبری: 260/27. [2] تفسیر الطبری: 258/27. [3] تفسیر الطبری: 259/27. [4] تفسیر الطبری: 261/27. [5] تفسیر الطبری: 262/27.

کے ستر اجزا میں سے ایک جز ہے۔‘‘ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ بھی کافی ہے، آپ نے فرمایا: [قَدْ ضُرِبَتْ بِالْمَاءِ ضَرْبَتَيْنِ أَوْ مَرَّتَيْنِ لِيَسْتَنْفِعَ بِهَا بَنُو آدَمَ يَدْنُو مِنْهَا] ’’اسے دو بار پانی کے ساتھ دھویا گیا تاکہ بنو آدم اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور اس کے قریب بیٹھ سکیں۔‘‘[1] امام قتادہ نے یہ جو مرسل حدیث بیان کی ہے اسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بھی روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ نَارَكُمْ هٰذِهِ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ، وَضُرِبَتْ بِالْبَحْرِ مَرَّتَيْنِ، وَلَوْلَا ذٰلِكَ مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيهَا مَنْفَعَةً لِّأَحَدٍ] ’’بلاشبہ تمھاری یہ آگ آتشِ دوزخ کے ستر اجزا میں سے ایک جز ہے جسے سمندر میں دو بار ڈبویا گیا، اگر ایسا نہ ہوتا تو اس میں اللہ تعالیٰ کسی کے لیے بھی کوئی منفعت نہ رکھتا۔‘‘[2] امام مالک نے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَارُ بَنِي آدَمَ الَّتِي يُوقِدُونَ، جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ] ’’یہ آگ جسے آدم علیہ السلام کی اولاد جلاتی ہے آتشِ دوزخ کے ستر اجزا میں سے ایک جز ہے۔‘‘ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! پھر تو وہ بہت کافی ہوگی، فرمایا: [إِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّينَ جُزْءًا] ’’ہاں، اسے اس آگ پر انہتر گنا فضیلت حاصل ہے۔‘‘[3] امام بخاری نے اسے امام مالک کے طریق سے اور امام مسلم نے ابو زناد کے واسطے سے روایت کیا ہے۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ مَتَاعًا لِّلۡمُقۡوِيۡنَ ۝۷۳ ﴾ ’’اور مسافروں کے لیے فائدہ۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، ضحاک اور نضر بن عربی کا قول ہے کہ مقوین کے معنی مسافروں کے ہیں۔[5] ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[6] اسی سے أَقْوَتِ الدَّارُ کا محاورہ ہے جو اس وقت بولتے ہیں جب گھر والے سفر پر جائیں۔[7] عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ المقوی کا لفظ یہاں بھوکے کے معنی میں ہے۔[8] لیث بن ابو سُلَیم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یہ حاضر اور مسافر کے فائدے کے لیے ہے کیونکہ ہر ایک کا کھانا آگ ہی سے پکتا ہے۔[9] ابن ابو نجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد فائدہ اٹھانے والے سب لوگ ہیں۔[10] عکرمہ سے بھی یہی مذکور ہے۔ اور یہ تفسیر دوسروں کی تفسیر کی نسبت زیادہ عام ہے کیونکہ مقیم اور مسافر، غنی اور فقیر سب کھانا پکانے، تاپنے، روشنی حاصل کرنے اور دیگر مقاصد کے لیے آگ کے ضرورت مند ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص لطف و کرم سے اسے پتھروں اور خالص لوہے میں رکھا ہے کہ مسافر اسے اپنے سامان اور اپنے کپڑوں میں بھی رکھ لیتا ہے اور جب اسے آگ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ چقماق نکال کر اسے رگڑ کر آگ جلا لیتا ہے اور اس سے کھانا پکاتا، اسے تاپتا، اس کے ساتھ بھونتا اور دیگر فوائد حاصل کرتا ہے، اگرچہ آگ سب لوگوں کے فائدے کے

① تفسير الطبري: 262/27. ② مسند أحمد: 244/2. ③ الموطأ للإمام مالك، جهنم، باب ماجاء في صفة جهنم، حديث: 1923. ④ صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، حديث: 3265 و صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب جهنم أعاذنا الله منها، حديث: 2843. ⑤ تفسير الطبري: 263/27. ⑥ تفسير الطبري: 264/27. ⑦ تفسير الطبري: 264/27. ⑧ تفسير الطبري: 264,263/27. ⑨ تفسير القرطبي: 222/27. ⑩ تفسير الطبري: 263/17.

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿75﴾ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿76﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿77﴾

پھر میں ستاروں کے گرنے کے ٹھکانوں کی قسم کھاتا ہوں ﴿75﴾ اور بلاشبہ اگر تمھیں علم ہو تو یہ بہت بڑی قسم ہے ﴿76﴾ کہ بلاشبہ یہ قرآن نہایت معزز ہے ﴿77﴾

فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿78﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿79﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿80﴾

ایک محفوظ کتاب میں ﴿78﴾ اسے بس پاک (فرشتے) ہی چھوتے ہیں ﴿79﴾ (یہ) رب العلمین کی طرف سے نازل کردہ ہے ﴿80﴾

اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿81﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿82﴾

کیا پھر تم اس کلام (قرآن) سے بے پروائی کرنے والے ہو؟ ﴿81﴾ اور تم (اللہ کی اس نعمت میں) اپنا حصہ یہ ٹھہراتے ہو کہ تم (اسے) جھٹلاتے ہو ﴿82﴾

لیے ہے مگر مسافروں کا یہاں بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿74﴾﴾ ''تو آپ اپنے بہت بڑے پروردگار کے نام کی تسبیح کریں۔'' یعنی اس عظیم الشان ذات پاک کی تسبیح کریں جس نے اپنی قدرت کے ساتھ مختلف اور متضاد اشیاء کو پیدا فرمایا ہے، شیریں، ٹھنڈا اور صاف شفاف پانی، اگر وہ چاہتا تو اسے کھاری اور کڑوا بنا دیتا جس طرح کئی بڑے بڑے سمندر ہیں، اس طرح اس نے جلانے والی آگ پیدا فرمائی، اس میں بندوں کی بہت سی مصلحتیں رکھ دیں اور اسے دنیا کی زندگی کے لیے باعث منفعت اور آخرت کے لیے زجر و توبیخ بنا دیا ہے۔

تفسیر آیات :75-82

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی عظمت کی قسم کھائی ہے: لا یہاں زائد نہیں ہے کہ جس کا کوئی معنی نہ ہو جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے بلکہ اسے قسم کے آغاز میں اس وقت لایا جاتا ہے جب مُقْسَم بِہٖ منفی پر مبنی ہو جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے: لَا وَاللّٰهِ! مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ. ''نہیں، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔''[1] اسی طرح یہاں بھی تقدیر کلام اس طرح ہے لَا، اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ''نہیں، میں ستاروں کے مقامات کی قسم کھاتا ہوں۔'' یعنی معاملہ اس طرح نہیں جیسا کہ تم نے قرآن مجید کے بارے میں گمان کر رکھا ہے کہ یہ سحر یا کہانت ہے بلکہ یہ تو عظمت و شان والا قرآن ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ بعض اہل عربیت کا کہنا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بات اس طرح نہیں جس طرح تم کہتے ہو اور پھر اس کے بعد قسم سے بات از سر نو شروع ہے اور کہا گیا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔[2] ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿75﴾﴾ ''پس مجھے ستاروں کے گرنے کی منزلوں کی قسم!'' مجاہد کہتے ہیں کہ مواقع النجوم آسمان میں ہیں، انھیں مطالع اور مشارق[3] بھی کہا جاتا ہے۔[4] حسن اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[5] ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[6]

[1] صحيح البخاري، الطلاق، باب : إذا أسلمت المشركة أو النصرانية......، حديث : 5288 و صحيح مسلم، الإمارة، باب كيفية بيعة النساء، حديث : 1866. [2] تفسير الطبري : 264/27 . [3] البتہ تفسیر ابن کثیر میں یہاں مَشَارِقِهَا ہے جبکہ تفسیر طبری اور دیگر تفاسیر میں مَسَاقِطِهَا ''ان (ستاروں) کے گرنے کی جگہ'' کے الفاظ ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، دیکھیے تفسير الطبري : 265/27 و تفسير القرطبي: 223/17 و تفسير الماوردي: 462/5. [4] تفسير الطبري : 265/27 . [5] تفسير الطبري : 266,265/27 . [6] تفسير الطبري : 266/27 .

قتادہ سے روایت ہے کہ مواقع سے مراد منازل ہیں۔[1] ﴿ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴾ ''اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔'' یعنی یہ قسم جو میں نے کھائی ہے بہت عظیم قسم ہے، اگر تم اس کی عظمت کو جانتے تو مُقسَم بہٖ کی عظمت کے قائل ہو جاتے۔

﴿ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴾ ''بلاشبہ یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے۔'' یعنی یہ قرآن جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے، یہ بہت عظیم الشان کتاب ہے۔ ﴿ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴾ ''جو کتاب محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے۔'' کتاب معظم میں ہے، یعنی ایک معظم، محفوظ اور عزت و توقیر والی کتاب میں۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ مجھ سے اسماعیل بن موسیٰ نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہمیں شریک نے حکیم، یعنی ابن جبیر سے اور انھوں نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴾ ''اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک ہیں'' سے مراد وہ کتاب ہے جو آسمان میں ہے۔[2] عوفی نے اس آیت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ ان سے مراد فرشتے ہیں۔[3] حضرت انس رضی اللہ عنہ، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ضحاک، ابوشعثاء، جابر بن زید، ابونہیک، سدی، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[4]

ابن جریر کہتے ہیں کہ ہم سے ابن عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے ابن ثور نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے معمر اور انھوں نے قتادہ سے روایت کیا کہ اس آیت کریمہ: ﴿ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴾ ''اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک ہیں۔'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے پاک فرشتے چھوتے ہیں، البتہ دنیا میں اسے ناپاک مجوسی اور گندے منافق بھی چھوتے ہیں، انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق [مَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ] ہے۔[5] ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے مراد تم نہیں ہو کیونکہ تم تو گناہ گار ہو۔[6] ابن زید کہتے ہیں کہ کفار قریش کا خیال تھا کہ اس قرآن کو شیاطین لے کر نازل ہوئے ہیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اسے تو پاک فرشتے چھوتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ○ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ○ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ○ ﴾ (الشعراء 26:210-212) ''اور شیاطین اس (قرآن) کو لے کر نازل نہیں ہوئے، اور نہ یہ ان کو لائق ہے اور نہ وہ اس کی استطاعت ہی رکھتے ہیں، بلاشبہ وہ آسمانی باتوں کے سننے کے مقامات سے الگ کر دیے گئے ہیں۔'' یہ ایک عمدہ قول ہے اور سابقہ اقوال سے خارج بھی نہیں ہے۔

﴿ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے نازل کردہ ہے۔'' یعنی یہ قرآن تو اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اس طرح نہیں ہے جس طرح یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سحر یا کہانت یا شعر ہے بلکہ یہ تو وہ حق ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور اس کے بعد کوئی نافع حق ہے بھی نہیں۔ ﴿ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ

---

[1] تفسیر الطبری: 265/27. [2] تفسیر الطبری: 266/27. [3] تفسیر الطبری: 267/27. [4] تفسیر القرطبی: 225/17 و تفسیر الطبری: 268,267/27. [5] تفسیر الطبری: 269,268/27. [6] تفسیر الطبری: 268/27.

﴿ أَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴾ ''تو کیا تم اس کلام سے انکار کرتے ہو؟'' عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تم اس کی تکذیب کرتے ہو اور تصدیق نہیں کرتے۔ [1] ضحاک، ابوحزرہ اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔ [2] مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ مُّدْهِنُوْنَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ تم چاہتے ہو کہ مداہنت سے کام لو اور ان کی طرف مائل ہو جاؤ۔ [3] ﴿ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ ''اور اپنا وظیفہ یہ بناتے ہو کہ اسے جھٹلاتے ہو۔'' بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بجائے اس کے کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو تم اس کی تکذیب کرتے ہو۔ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انھوں نے اس آیت کریمہ کو اس طرح پڑھا ہے: [وَتَجْعَلُونَ شُكْرَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ] [4] ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب بھی کسی قوم پر بارش ہوتی ہے تو ان میں سے بعض لوگ کافر ہو جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پڑھا: [وَتَجْعَلُونَ شُكْرَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ] [5] ابن عباس رضی اللہ عنہما تک اس روایت کی سند صحیح ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں از صالح بن کیسان از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از زید بن خالد جہنی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور اس رات بارش ہوئی تھی، نماز سے فراغت کے بعد آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: [أَتَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي، وَكَافِرٌ بِي، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذَالِكَ مُؤْمِنٌ بِي، كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذَالِكَ كَافِرٌ بِي، مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ] ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ میرے ساتھ ایمان رکھنے والے ہو گئے ہیں اور کچھ کفر کرنے والے، جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوتی ہے تو وہ میرے ساتھ ایمان رکھنے والا ہے اور ستارے کے ساتھ کفر کرنے والا ہے اور جس نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوتی ہے، وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا ستارے کے ساتھ ایمان رکھنے والا ہے۔'' [6] اسے امام بخاری و مسلم، ابوداود اور نسائی سب نے امام مالک کے طریق سے بیان کیا ہے۔ [7] قتادہ کہتے ہیں کہ حسن کہا کرتے تھے: لوگوں نے اپنے لیے بہت برا حصہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ان کے حصے میں تکذیب ہی آئی ہے۔ [8] حسن کے اس قول کے معنی یہ ہیں کہ تم نے کتاب اللہ میں سے اپنے لیے حصہ یہ لیا ہے کہ تم اس کی تکذیب کرتے ہو، اسی لیے اس سے پہلے

---

① تفسیر الطبری: 270,269/27. ② تفسیر الطبری: 270/27. ③ تفسیر الطبری: 269/27. ④ تفسیر القرطبی: 228/17 و تفسیر الطبری: 272/27. ⑤ تفسیر الطبری: 243/27. [وتجعلون شكركم أنكم تكذبون] تفسیر طبری کے اسی صفحے پر کسی اور سند کے ساتھ ہے جبکہ صحیح البخاری، الاستسقاء، قبل الحدیث: 1038 میں مختصراً ہے۔ ⑥ الموطأ للإمام مالك، الاستسقاء، باب الاستمطار بالنجوم، حديث: 460. ⑦ صحيح البخاري، الأذان، باب: يستقبل الإمام الناس ......، حديث: 846 و صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كفر من قال مطرنا بالنوء، حديث: 71 و سنن أبي داود، الكهانة والتطير، باب في النجوم، حديث: 3906 و سنن النسائي، الاستسقاء، كراهية الاستمطار بالكوكب، حديث: 1526. ⑧ تفسير الطبري: 272/27.

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿83﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿84﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ

پھر کیوں نہیں (تم روح کو پھیر لیتے) جب وہ حلق تک پہنچتی ہے﴿83﴾ اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو﴿84﴾ اور ہم تمھاری نسبت اس

وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿85﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿86﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ

کے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں﴿85﴾ پھر اگر تم کسی کے محکوم نہیں، تو کیوں نہیں﴿86﴾ اس (روح) کو پھیر لاتے، اگر تم

صٰدِقِيْنَ ﴿87﴾

سچے ہو؟﴿87﴾

یہ فرمایا ہے: ﴿ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿81﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿82﴾ ﴾

تفسیر آیات :83-87

حلق میں پہنچی ہوئی روح کو نہ لوٹا سکنا محاسبے کی دلیل ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴾ ''پھر کیوں نہیں (تم روح کو پھیر لیتے) جب وہ حلق تک پہنچتی ہے۔'' یہ موت کے وقت کی کیفیت ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ۝ ﴾ (القیٰمة 75:26-30) ''ہرگز نہیں! جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے اور کہا جانے لگے (اس وقت) کون جھاڑ پھونک کرنے والا ہے اور اس (جاں بلب) نے سمجھا کہ اب وقت فراق ہے اور پنڈلی، پنڈلی سے لپٹ جائے گی، اس دن آپ کے رب کی طرف چلنا ہوگا۔'' اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿84﴾ ﴾ ''اور تم اس وقت کی حالت کو دیکھا کرتے ہو۔'' لیکن تم ان فرشتوں کو نہیں دیکھ رہے ہوتے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۚ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:61,62) ''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگہبان (فرشتے) بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کو فوت کر لیتے ہیں اور کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے، پھر قیامت کے دن تمام لوگ اپنے مالک برحق تعالیٰ کے پاس واپس بلائے جائیں گے، سن لو کہ حکم اسی کا ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' پھر فرمایا: ﴿ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿86﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ ﴾ ''پس اگر تمھیں (یقین ہے کہ تم کو) جزا و سزا نہیں دی جائے گی تو روح کو لوٹا کیوں نہیں لیتے؟'' معنی یہ ہیں کہ اس روح کو جو حلق تک پہنچ چکی ہے اس کو اس کی پہلی جگہ پر، یعنی جسم میں اس کو اس کے مقام پر واپس کیوں نہیں لوٹا دیتے، اگر تم تصدیق کرنے والے نہیں ہو؟ سعید بن جبیر اور حسن بصری نے کہا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر تم اس بات کی تصدیق نہیں کرتے کہ تم سے حساب لیا جائے گا، تمھیں دوبارہ اٹھایا جائے گا اور تمھیں سزا دی جائے گی تو اس روح کو واپس لوٹا کر دکھا دو۔[1] مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿86﴾ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اگر تم یقین کرنے والے نہیں ہو۔[2]

---

[1] تفسیر الطبری : 27/274و تفسیر الماوردی : 5/465. [2] الدر المنثور : 6/238.

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿88﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿89﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ

پس لیکن اگر وہ (مردہ) مقربین میں سے ہوا﴿88﴾ تو (اس کے لیے) راحت اور خوشبو اور نعمتوں والا باغ ہے﴿89﴾ اور لیکن اگر وہ اصحاب یمین

مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿90﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿91﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ

میں سے ہوا﴿90﴾ تو (کہا جائے گا:) تیرے لیے سلامتی ہے، (کیونکہ) تو اصحاب یمین میں سے ہے﴿91﴾ اور لیکن اگر وہ تکذیب کرنے

الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿92﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿93﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿94﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ

والے گمراہوں میں سے ہوا﴿92﴾ تو (اس کی) مہمانی کھولتے پانی سے ہوگی﴿93﴾ اور (اسے) جہنم میں داخل کیا جانا ہے﴿94﴾ بلاشبہ یہی ہے وہ

حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿95﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿96﴾

ع 3 22 16

سچ جو یقینی ہے﴿95﴾ لہٰذا آپ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کیجیے﴿96﴾

تفسیر آیات:88-96

بوقت موت لوگوں کے حالات اور ہر صنف کا انجام: یہ تین حالات وہ ہیں جن کا لوگوں کو موت کے وقت سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آدمی یا تو مقربین بارگاہِ الٰہی ہوگا یا ان سے کم مرتبہ اصحاب یمین سے یا پھر حق کی تکذیب کرنے والوں، ہدایت کے بجائے گمراہی اختیار کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں جہالت کا معاملہ کرنے والوں میں سے ہوگا، اسی لیے فرمایا: ﴿فَاَمَّآ اِنْ كَانَ﴾ ''پھر اگر وہ ہے'' جس کی موت کا وقت آیا ہوا ہے ﴿مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿88﴾﴾ ''(اللہ کے) مقربین میں سے۔'' ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو واجب اور مستحب امور کو سرانجام دیتے اور محرم و مکروہ بلکہ بعض مباح امور کو بھی ترک کر دیتے ہیں ﴿فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿89﴾﴾ ''تو (اس کے لیے) آرام اور خوشبودار پھول اور نعمت کا باغ ہے۔'' یعنی ان کے لیے خوشبوئیں اور پھول ہیں، موت کے وقت فرشتے انھیں ان چیزوں کی بشارت سناتے ہیں جیسا کہ قبل ازیں حدیث براء کے حوالے سے یہ گزر چکا ہے۔[1] رحمت کے فرشتے کہتے ہیں: [أُخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ! كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ (كُنْتِ تَعْمُرِينَهُ)......وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ] ''نکل اے پاک جان! جو پاک جسم میں تھی تو اسے آباد کیے ہوئے تھی، راحت و رحمت، رزق و خوشبو اور ایسے رب سے خوش ہو جا جو تجھ سے ناراض نہیں ہے۔''[2] علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿فَرَوْحٌ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ تجھے راحت اور پھول نصیب ہوں گے۔[3] وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تو نے دنیا سے راحت حاصل کر لی ہے۔[4] مجاہد نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ ﴿فَرَوْحٌ﴾

---

[1] دیکھیے حٰمٓ السجدة، آیات: 30-32 کے ذیل میں عنوان: ''استقامت سے سرشار موحدین کے لیے خوشخبری'' [2] سنن النسائي، الجنائز، باب مايلقى به المؤمن......، حديث:1834 و السنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالٰى: ﴿وَاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ﴾ (صٓ 38:58) : 443/6، حديث:11442 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، حديث:4262 و اللفظ له و مسند أحمد:365,364/2 اور قوسین والا جملہ صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه......، حديث:2872 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ میں ہے۔ [3] تفسير الطبري :275/27. [4] تفسير الطبري :275/27.

کے معنی استراحت کے ہیں۔[1] ابوحزرہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد دنیا سے راحت پا جانا ہے۔ سعید بن جبیر اور سدی کہتے ہیں کہ روح کے معنی فرحت کے ہیں۔[2] مجاہد سے روایت ہے کہ ﴿ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ﴾ کے معنی جنت اور خوش حالی کے ہیں۔[3] قتادہ کہتے ہیں کہ روح کے معنی رحمت کے ہیں۔[4] ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ ریحان سے مراد رزق ہے۔[5] یہ تمام اقوال قریب المعنی اور صحیح ہیں کہ جو شخص مقرب کی حیثیت سے فوت ہوا تو اسے رحمت، راحت، استراحت، فرحت، سرور، رزق حسن اور یہ سب کچھ حاصل ہوگا، ﴿ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴾ ''اور نعمت کا باغ۔'' ابو عالیہ کہتے ہیں کہ مقربین میں سے جو بھی دنیا کو چھوڑتا ہے تو اس کے پاس جنت کے پھولوں کی ایک ٹہنی لائی جاتی ہے اور اس میں اس کی روح قبض کی جاتی ہے۔[6] محمد بن کعب کا قول ہے کہ لوگوں میں سے جو بھی فوت ہوتا ہے، اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہے یا اہل دوزخ میں سے۔[7]

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [(إِنَّ أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِي حَوَاصِلِ) طَيْرٍ خُضْرٍ لَّهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ تَأْوِي إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ] ''بلاشبہ شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں، عرش کے ساتھ ان کے لیے قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں، وہ جنت کے باغوں میں سے جہاں سے چاہیں چگتی پھرتی ہیں، پھر وہ قندیلوں کو قیام گاہ بنا لیتی ہیں۔''[8] امام احمد رحمہ اللہ نے عطاء بن سائب سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے دن جس میں، میں نے عبدالرحمن بن ابولیلی کو پہچانا، وہ سفید سر اور داڑھی والے ایک بزرگ تھے جو گدھے پر سوار تھے اور ایک جنازے کے ساتھ جا رہے تھے، میں نے انھیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے فلاں بن فلاں نے بیان کیا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا: [مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ] ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔'' یہ سن کر کچھ لوگوں نے رونا شروع کر دیا، آپ نے فرمایا: [مَا يُبْكِيكُمْ؟] ''تم روتے کیوں ہو؟'' لوگوں نے عرض کی کہ موت کو تو ہم ناپسند کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: [لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّهُ إِذَا حُضِرَ ﴿ فَأَمَّآ إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ ﴾ فَإِذَا بُشِّرَ بِذٰلِكَ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ لِلِقَائِهِ أَحَبُّ، ﴿ وَأَمَّآ إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ ﴾] قَالَ عَطَاءٌ وَفِي قِرَاءَةِ ابْنِ مَسْعُودٍ: [ثُمَّ تَصْلِيَةُ جَحِيمٍ] فَإِذَا بُشِّرَ بِذٰلِكَ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ لِلِقَائِهِ أَكْرَهُ. ''میری مراد یہ نہیں

[1] تفسیر الطبری : 275/27 . [2] تفسیر الطبری : 275/27 . [3] تفسیر الماوردی : 466/5 . [4] تفسیر الطبری : 276/27 . [5] تفسیر الطبری : 275/27 وتفسیر الماوردی : 467/5 . [6] تفسیر الطبری : 276/27 وتفسیر ابن أبی حاتم : 3335/10. [7] دیکھیے تفسیر الطبری : 277,276/27 . [8] صحیح مسلم، الإمارة، باب بیان أن أرواح الشهداء فی الجنة......، حدیث : 1887 جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أبی داود الطیالسی ، ما أسند عبداللّٰہ بن مسعود : 233/1 ، حدیث : 289 وجامع الترمذی ، فضائل الجهاد، باب ماجاء فی ثواب الشهید، حدیث : 1641 عن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ میں ہیں۔

بلکہ مراد یہ ہے کہ جب موت کا وقت آتا ہے ﴿ فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿88﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿89﴾ ﴾ ''پھر اگر وہ اللہ کے مقربین میں سے ہے تو اس کے لیے آرام اور خوشبودار پھول اور نعمت کا باغ ہے۔'' اسے اس کی بشارت سنائی جاتی ہے تو وہ اللہ عزوجل کی ملاقات کو پسند کرتا ہے تو اللہ عزوجل بھی اس کی ملاقات کو بہت پسند فرماتا ہے، ﴿ وَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿92﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿93﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿94﴾ ﴾ ''اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہے تو اس کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی ضیافت ہے اور جہنم میں داخل کیا جانا۔'' جب اسے اس کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔[1] اس طرح اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اور اس حدیث کا معنوی شاہد صحیح حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿90﴾ ﴾ ''اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے۔'' یعنی اگر وہ شخص جسے موت کا پیغام آ گیا ہو اصحاب یمین میں سے ہو ﴿ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿91﴾ ﴾ ''تو (کہا جائے گا کہ) تجھ پر دائیں ہاتھ والوں کی طرف سے سلام ہو۔'' یعنی انھیں فرشتے بشارتیں دیتے اور ان میں سے ایک ایک سے یہ کہتے ہیں کہ تجھ پر سلامتی ہو، تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، تجھ پر سلامتی، تو اصحاب یمین میں سے ہے جیسا کہ عکرمہ نے کہا ہے کہ فرشتے اسے سلام کہتے ہیں اور اسے خبر دیتے ہیں کہ تو اصحاب یمین میں سے ہے۔ یہ بہت اچھا مفہوم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ ﴾ (حٰم السجدة 41:30-32) ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے خوشی مناؤ، ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمھارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمھارے رفیق ہیں) اور وہاں جس نعمت کو تمھارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمھارے لیے موجود ہوگی، (یہ) بخشنے والے مہربان کی طرف سے سامانِ ضیافت کے طور پر ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿ فَسَلٰمٌ لَّكَ ﴾ ''تو تجھ پر سلام'' تجھ پر سلامتی ہو تو اصحاب یمین میں سے ہے إِنَّ کو حذف کر دیا گیا ہے، البتہ اس کا معنی باقی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو: أَنْتَ مُصَدَّقٌ مُّسَافِرٌ عَنْ قَلِيلٍ ''تمھاری تصدیق کی جاتی ہے کہ تم تھوڑے وقت کے بعد سفر کرنے والے ہو۔'' جب اس نے یہ کہا ہو کہ میں عنقریب سفر کرنے والا ہوں، کبھی یہ دعا کی طرح ہوتا ہے جیسے کہ تم کہتے ہو: سَقْيًا لَّكَ مِنَ الرِّجَالِ ''آدمیوں کی طرف سے تجھے خوش آمدید۔'' سلام کو اگر مرفوع پڑھا جائے تو یہ دعا کے معنی میں

[1] مسند أحمد: 260,259/4. [2] صحيح البخاري، الرقاق، باب من أحب لقاء الله......، حديث: 6507 عن عبادة بن الصامت وعائشة رضي الله عنها وصحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب من أحب لقاء الله......، حديث: 2684.

ہوگا۔[1] ابن جریر نے بھی اہل عربیت سے اسی طرح روایت کیا ہے اور ان کا اپنا میلان بھی اسی طرف ہے۔[2] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿92﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ ﴿93﴾ وَ تَصْلِیَةُ جَحِیْمٍ ﴿94﴾ ﴾ ''اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہے تو اس کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی ضیافت ہے اور جہنم میں داخل کیا جانا۔'' یعنی اگر مرنے والا حق کی تکذیب کرنے والوں اور ہدایت کے بجائے گمراہی اختیار کرنے والوں میں سے ہوا تو اس کی مہمانی ایسے شدید ترین گرم کھولتے ہوئے پانی سے کی جائے گی جو پیٹوں اور جسم کی جلد کو گلا دے گا، ﴿ وَ تَصْلِیَةُ جَحِیْمٍ ﴿94﴾ ﴾ ''اور جہنم میں داخل کیا جانا۔'' اور اسے جہنم رسید کیا جائے گا جس کی آگ اسے تمام اطراف سے گھیرے میں لیے ہوگی، پھر فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْیَقِیْنِ ﴿95﴾ ﴾ ''بلاشبہ یہ (داخل کیا جانا یقیناً) قطعی حق ہے۔'' یعنی یہ خبر حق الیقین ہے، جس میں کوئی شک نہیں اور نہ اس سے کوئی بھاگ سکے گا، ﴿ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿96﴾ ﴾ ''تو آپ اپنے بہت بڑے پروردگار کے نام کی تسبیح کرتے رہیں۔''

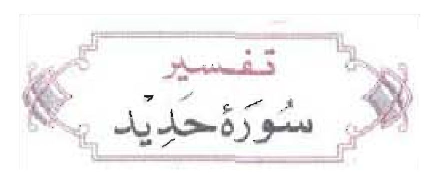
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کہا: [سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ، غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ] ''اللہ بزرگ و برتر پاک ہے اور تعریف اسی کے لیے ہے، اس کے لیے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔'' ترمذی اور نسائی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔[3] امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں سب سے آخری حدیث یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ] ''دو کلمے زبان پر بہت ہلکے ہیں، میزان میں بہت وزنی ہوں گے اور رحمان کو بہت پیارے (اور وہ دو کلمے ہیں:) سبحان اللّٰه وبحمده، سبحان اللّٰه العظيم (اللہ پاک ہے اور تعریف اسی کے لیے ہے، اللہ بزرگ و برتر پاک ہے۔)''[4] اور اسے امام ابوداود کے علاوہ باقی محدثین نے بھی بیان کیا ہے۔[5]

سورۂ واقعہ کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ .

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، سورة الواقعة، قبل الحديث : 4881 . [2] تفسير الطبري : 277/27 . [3] جامع الترمذي، الدعوات، باب في فضائل سبحان اللّٰه وبحمده.........، حديث : 3465 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب ثواب من قال : سبحان اللّٰه العظيم : 207/6، حديث : 10663. [4] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب إذا قال: واللّٰه لا أتكلم اليوم......، حديث : 6682. ملحوظہ: بخاری شریف کی آخری حدیث کے الفاظ کی ترتیب امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی ذکر کردہ ترتیب سے کچھ اس طرح مختلف ہے: [كلمتان حبيبتان إلى الرحمن، خفيفتان على اللسان، ثقيلتان في الميزان سبحان اللّٰه وبحمده سبحان اللّٰه العظيم] دیکھیے صحيح البخاري، التوحيد، باب قول اللّٰه تعالى : ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ...... ﴾، (الأنبياء 21:47) حديث :7563. [5] صحيح مسلم، الذكر والدعاء......، باب فضل التهليل ......، حديث : 2694 وجامع الترمذي، الدعوات، باب في فضائل : سبحان اللّٰه وبحمده......، حديث:3467 وسنن ابن ماجه، الأدب، باب فضل التسبيح، حديث : 3806 ومسند أحمد : 232/2 .



یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے، اللہ کی تسبیح کرتی ہے، اور وہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے① آسمانوں اور زمین کی بادشاہی

وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ② هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ

اسی کی ہے، وہی زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے، اور وہ ہر شے پر خوب قادر ہے②وہی اول بھی ہے اور آخر بھی، اور ظاہر بھی اور باطن بھی،

وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③

اور وہی ہر شے کو خوب جاننے والا ہے③

سورۂ حدید کی فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے مسبّحات پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:[إِنَّ فِيهِنَّ آيَةً أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ آيَةٍ] ’’ان میں ایک ایسی آیت ہے جو ایک ہزار آیات سے افضل ہے۔‘‘[1] اسی طرح اسے ابوداود، ترمذی اور نسائی نے کئی ایک طرق کے ساتھ بقیّہ بن ولید کے واسطے سے روایت کیا ہے۔[2] امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ حدیث میں جس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ـ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ـ وہ یہ ہے: ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③﴾ . ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔ وَبِهِ الثِّقَةُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيلُ.

تفسیر آیات: 1-3

تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، خواہ وہ حیوانات ہوں یا نباتات، سب اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا○﴾

---

① مسند أحمد: 128/4 اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ ② سنن أبي داود، الأدب، باب مایقول عند النوم، حدیث: 5057 وجامع الترمذی، الدعوات، باب منه فی قراءة سور: الكافرون والسجدة......، حدیث: 3406 والسنن الكبرى للنسائی، فضائل القرآن، باب المسبحات: 16/5، حدیث: 8026.

(بنیٓ إسرآء یل 44:17) ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور مخلوقات میں سے کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ، بے شک وہ نہایت بردبار، خوب بخشنے والا ہے۔'' ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ ''اور وہی غالب ہے۔'' عزیز وہ ذات پاک ہے جس کے سامنے ہر چیز عاجز و ناتواں ہے۔ ﴿الْحَكِيْمُ ①﴾ ''خوب حکمت والا'' خلق میں، امر میں اور شرع میں۔ ﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے، وہی زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے۔'' وہ اپنی مخلوق کا مالک اور متصرّف ہے۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے، اور جسے جو چاہے عطا فرما دیتا ہے، ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ②﴾ ''اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔'' وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ﴾ ''وہی سب سے پہلا اور سب سے پچھلا، (اپنی قدرتوں سے) سب پر ظاہر اور (ذات سے) پوشیدہ۔'' حدیث عرباض بن ساریہ میں اسی آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ایک ہزار آیات سے افضل ہے۔

امام ابوداود نے ابوزُمَیل سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے جسے میں اپنے سینے میں پاتا ہوں؟ انھوں نے فرمایا: وہ کیا چیز ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اس کے بارے میں بات نہیں کروں گا، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا شک کی کوئی بات ہے؟ اور وہ ہنسنے لگے اور فرمانے لگے کہ اس سے کوئی نہیں بچ سکا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ......﴾ الآية(یونس 94:10) ''اگر آپ کو اس (کتاب) کے بارے میں جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے کچھ شک ہو تو جو لوگ آپ سے پہلے تھے (اتری ہوئی) کتابیں پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لیں، یقیناً آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کے پاس حق آچکا ہے......'' انھوں نے فرمایا: جب کوئی بات اپنے دل میں پاؤ تو کہہ دو ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③﴾ [1] اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کی عبارات مختلف ہیں اور ان کے دس سے زیادہ اقوال ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ نے کہا ہے کہ ظاہر کے معنی یہ ہیں کہ وہ علم کے اعتبار سے ہر چیز پر ظاہر ہے اور باطن کے معنی یہ ہیں کہ وہ علم کے اعتبار سے ہر چیز سے مخفی ہے۔ [2] ہمارے شیخ حافظ مزی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس یحییٰ سے مراد یحییٰ بن زیاد الفراء ہے۔ ان کی معانی القرآن کے نام سے ایک کتاب بھی ہے۔ ظاہر اور باطن کے بارے میں کئی احادیث بھی موجود ہیں، مثلاً: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ،

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب في ردالوسوسة، حديث :5110. [2] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ ......﴾ (الجن 26:72) ......، قبل الحديث :7379.

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ يَعْلَمُ مَا

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر مستوی ہو گیا۔ وہ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل

يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ

ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے، اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے۔ اور تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمھارے

مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ④ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

ساتھ ہے۔ اور اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو④ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور تمام امور

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ⑤ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۭ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ

اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں⑤ وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور وہ

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑥

سینوں کے راز خوب جانتا ہے⑥

أَنْتَ الْأَوَّلُ لَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَّأَنْتَ الْآخِرُ لَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَّأَنْتَ الظَّاهِرُ لَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَّأَنْتَ الْبَاطِنُ لَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ، اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ، وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ] ''اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور عظمت والے عرش کے پروردگار، ہمارے اور ہر چیز کے پروردگار، تورات اور انجیل اور قرآن کے نازل فرمانے والے، دانے اور گٹھلی کے پھاڑنے والے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں ہر اس چیز کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کی پیشانی تیرے قبضے میں ہے، تو سب سے پہلا ہے کہ تجھ سے پہلے کوئی چیز نہ تھی اور تو سب سے آخری ہے کہ تیرے بعد کوئی چیز نہیں اور تو سب پر ظاہر ہے کہ تجھ سے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو سب سے پوشیدہ ہے کہ تجھ سے زیادہ مخفی کوئی چیز نہیں، تو ہمارے قرض کو ادا فرما دے اور فقر سے بچا کر ہمیں غنی کر دے۔''①

امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح میں سہیل سے روایت کیا ہے کہ ابوصالح ہمیں یہ حکم دیا کرتے تھے کہ ہم میں سے کوئی جب سونے کا ارادہ کرے تو اپنی دائیں کروٹ پر لیٹے اور پھر یہ دعا پڑھے: [اَللّٰهُمَّ! رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى، وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ (وَالْقُرْآنِ)، أَعُوذُبِكَ (مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ) أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَّ أَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَّأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَّأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ، اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ] ''اے اللہ! آسمانوں اور زمین اور بزرگی والے عرش کے پروردگار، اے ہمارے پروردگار اور ہر شے کے پالن ہار! دانے اور گٹھلی کے پھاڑنے والے، تورات، انجیل اور قرآن کے نازل کرنے والے، پس ہر برے کام کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کی

① مسند أحمد: 404/2.

پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، اے اللہ! تو سب سے پہلے ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہ تھی اور تو سب سے آخری ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں، اور تو سب پر ظاہر ہے کہ تجھ سے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو سب سے پوشیدہ ہے کہ تجھ سے زیادہ کوئی چیز مخفی نہیں، تو ہمارے قرض کو ادا فرما دے اور غربت وفقیری سے بچا کر ہمیں غنی کر دے۔'' ابو صالح نے اس دعا کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ ①

تفسیر آیات:4-6

اللہ تعالیٰ کے علم، قدرت اور ملک کی وسعت: اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی تمام اشیاء کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا ہے اور انھیں پیدا فرمانے کے بعد وہ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ اس آیت کریمہ اور اس کے مشابہ دیگر آیات کے بارے میں قبل ازیں سورۂ اعراف میں بحث گزر چکی ہے، لہٰذا یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ ② ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ﴾ ''جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے وہ اسے معلوم ہے۔'' یعنی وہ زمین میں داخل ہونے والے دانوں اور پانی کے قطروں کی تعداد تک کو جانتا ہے، ﴿وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ ''اور جو اس سے نکلتی ہے۔'' نباتات، فصلیں اور پھل وغیرہ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝﴾ (الأنعام 59:6) ''اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں لکھی ہوئی ہے۔'' ﴿وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ﴾ ''اور جو آسمان سے اترتی ہے۔'' یعنی بارشیں، برفیں، اولے، تقدیریں اور احکام باری تعالیٰ جو فرشتے لے کر نازل ہوتے ہیں، ﴿وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ﴾ ''اور جو اس کی طرف چڑھتا ہے۔'' یعنی فرشتے اور اعمال جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے: [يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ] ''رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے اللہ کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔'' ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ④﴾ ''اور تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمھارے ساتھ ہے اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔'' یعنی وہ تم پر نگہبان ہے، تمھارے اعمال پر گواہ ہے، خواہ تم جو بھی ہو اور جہاں بھی ہو، خشکی میں یا تری میں، رات میں یا دن میں، گھروں میں یا جنگلوں میں، یکساں طور پر سب کچھ اس کے علم میں ہے، اس کی سمع و بصر کے تحت ہے۔ وہ تمھاری باتوں کو سنتا اور تمھاری جگہ کو دیکھتا ہے اور تمھارے رازوں اور

---

① صحيح مسلم، الذكر والدعاء......، باب الدعاء عند النوم، حديث :2713 جبکہ دونوں قوسوں والے الفاظ سنن أبي داود، الأدب، باب مايقول عند النوم، حديث:5051 وجامع الترمذي، الدعوات، باب منه دعاء: اللهم! رب السموات ورب الأرضين......، حديث: 3400 میں ہیں۔ ② دیکھیے الأعراف 7: 54 کے ذیل میں عنوان: ''استوا کی تفسیر''
③ صحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله عليه السلام: إن الله لا ينام......، حديث :179 عن أبي موسى رضی اللہ عنہ .

سرگوشیوں کو بھی جانتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَاۤ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ ﴾ (هود 11:5) ''آگاہ رہو! بے شک وہ اپنے سینے کو دوہرا کرتے ہیں تاکہ اللہ سے پردہ کریں، سن رکھو! جس وقت وہ اپنے کپڑے اوڑھتے ہیں تب بھی، وہ ان کی چھپی اور کھلی باتوں کو جانتا ہے، وہ تو سینوں کی باتوں سے خوب آگاہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ○ ﴾ (الرعد 13:10) ''کوئی تم میں سے چپکے سے بات کرے اور جو پکار کر اور جو رات کو چھپا ہوا ہو اور جو دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے، سب (اس کے نزدیک) برابر ہے۔'' پس اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے احسان کے متعلق سوال کیا، تو آپ ﷺ نے (جواب دیتے ہوئے) فرمایا: [أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ يَرَاكَ] ''کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمھیں دیکھتا ہے۔''[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ⑤ ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے اور سب امور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔'' یعنی وہ دنیا و آخرت کا مالک ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ○ ﴾ (الليل 92:13) ''اور بلاشبہ آخرت اور دنیا ہمارے ہی اختیار میں ہے۔'' اور وہ اس وجہ سے قابل تعریف ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ز ﴾ (القصص 28:70) ''اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِى الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ○ ﴾ (سبا 34:1) ''سب تعریفیں اس اللہ ہی کے لیے ہیں جس کے لیے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور آخرت میں بھی اسی کے لیے سب تعریفیں ہیں اور وہ نہایت حکمت والا، خوب خبردار ہے۔'' سب کچھ جو آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کی ملکیت ہے، آسمانوں اور زمینوں میں رہنے والے سب اس کے بندے اور غلام ہیں، اس کے سامنے عاجز و ناتواں ہیں، جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِى الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۞ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۞ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ○ ﴾ (مریم 19:93-95) ''تمام لوگ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ کے روبرو غلام بن کر آئیں گے، یقیناً اس نے ان سب کو شمار کر رکھا ہے اور انھیں خوب گن کر رکھا ہے۔ اور وہ سب قیامت کے دن اس کے سامنے اکیلے اکیلے آنے والے ہیں۔'' اور اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ⑤ ﴾ ''اور سب امور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔'' یعنی کے دن اسی کی ذات پاک مرجع ہوگی، وہ اپنی مخلوق میں جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا اور وہ عادل ہے کہ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا، بلکہ اگر نیکی ایک ہو تو اس کا دس گنا اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ ﴿ وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ ﴾ (النساء 4:40) ''اور

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب سؤال جبريل النبي ﷺ عن: الإيمان، والإسلام......، حديث: 50 و صحيح مسلم، الإيمان، الإسلام ماهو وبيان خصاله، حديث: 10 عن أبي هريرة ﷺ.

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اس (مال) میں سے خرچ کرو جس میں اس نے تمھیں جانشین بنایا ہے، پھر تم میں سے جو لوگ ایمان

مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ

لائے اور انھوں نے خرچ کیا ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے⑦ اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے؟ حالانکہ رسول تمھیں بلاتا ہے

لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى

کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ، اور یقیناً وہ تم سے پختہ وعدہ لے چکا ہے اگر تم مومن ہو؟⑧ وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح

عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ

آیات نازل کرتا ہے تاکہ وہ تمھیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے، اور بلاشبہ اللہ تم پر یقیناً نہایت شفیق، خوب رحم کرنے والا ہے⑨

رَّحِيْمٌ ⑨ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ جبکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ

پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا یہ (ان لوگوں کے) برابر نہیں ہیں (جنھوں نے فتح مکہ کے بعد یہی کام کیے۔) یہ (پہلے کرنے والے) لوگ درجے میں ان

الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

لوگوں سے عظیم تر ہیں جنھوں نے اس (فتح) کے بعد خرچ کیا اور لڑائی کی، اور اللہ نے ہر ایک سے نیک جزا کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ اس سے خوب

خَبِيْرٌ ⑩ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ⑪

باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو⑩ کون ہے وہ جو اللہ کو قرض حسنہ دے، پھر وہ اسے اس کے لیے بڑھا دے؟ اور اس کے لیے عمدہ اجر ہے⑪

اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔'' جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ○ ﴾ (الأنبياء 47:21) ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازوئیں رکھیں گے تاکہ کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔''

﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ ﴾ ''وہی رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔'' یعنی مخلوق میں صرف اسی کا تصرف کار فرما ہے، وہ رات دن کو آگے پیچھے لاتا ہے، اپنی حکمت کے ساتھ جس طرح چاہتا ہے ان کے اندازے مقرر فرماتا ہے۔ کبھی رات کو لمبا اور دن کو چھوٹا کر دیتا ہے اور کبھی صورت حال اس کے برعکس ہوتی ہے۔ کبھی ان میں موسم معتدل ہوتا ہے کبھی موسم سرما، پھر بہار، پھر گرما اور پھر موسم خزاں آجاتا ہے۔ یہ سب کچھ مخلوق کے لیے اس کے ارادوں کے مطابق حکمت و تقدیر پر مبنی ہوتا ہے۔ ﴿ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑥ ﴾ ''اور وہ سینوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔'' یعنی وہ رازوں کو جانتا ہے اگرچہ وہ چھوٹے سے چھوٹا اور مخفی سے مخفی ہی کیوں نہ ہو۔

تفسیر آیات :7-11

ایمان کا حکم اور خرچ کرنے کی ترغیب: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک اور اپنے رسول کے ساتھ اکمل طریقے سے ایمان لانے اور پھر اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوام اور ثبات کا حکم دیا، نیز اس نے خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے: ﴿ مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ﴾ ''اس میں سے جس میں اس نے تمھیں نائب بنایا ہے۔'' یعنی جو کچھ تمھارے پاس مستعار ہے، یہ تم سے پہلے لوگوں کے ہاتھوں میں تھا، پھر تمھارے پاس آ گیا، پس اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو جو مال عطا فرمایا ہے اسے اس کی اطاعت میں خرچ کریں، اگر وہ ایسا کریں تو بہت خوب، ورنہ وہ ان کا محاسبہ کرے گا اور مالی واجبات کے ترک کرنے کی وجہ سے انھیں سزا دے گا۔ ﴿ مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ﴾ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تمھارے بعد یہ مال تمھارے وارث کو منتقل ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ تمھارا وارث مال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اختیار کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کے بارے میں تم سے زیادہ سعادت مند ثابت ہو یا یہ کہ وہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کرے اور اس طرح گناہ اور دشمنی کے کام میں تعاون کے بارے میں تم نے بھی کوشش کی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن شخّیر سے روایت کیا ہے کہ میں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ فرما رہے تھے: [﴿ اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ﴾ (التکاثر 102:1) يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَالِي مَالِي، وَ(هَلْ) لَكَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ، أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ] ''(اے لوگو!) تمھیں باہم (مال کی) کثرت (کی خواہش) نے غافل کر دیا۔'' ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال، حالانکہ تیرا مال بجز اس کے نہیں جسے تو نے کھا لیا اور ختم کر دیا یا پہن لیا اور بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔''[1] مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: [وَمَا سِوٰى ذَالِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَّتَارِكُهُ لِلنَّاسِ] ''اور اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ تو جانے والا ہے اور تو اسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔''[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ ''پھر جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے (مال سے) خرچ کیا ان کے لیے بہت بڑا ثواب ہے۔'' ایمان لانے اور اس کی اطاعت میں خرچ کرنے کی ترغیب (دی جا رہی) ہے، پھر فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ ﴾ ''اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے، حالانکہ (اس کے) پیغمبر تمھیں دعوت دے رہے ہیں کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ۔'' یعنی جب رسول تمھارے پاس موجود ہیں اور تمھیں ایمان کی دعوت دے رہے ہیں تو پھر ایمان لانے سے کون سی چیز مانع ہے؟ رسول اللہ ﷺ جو پیغام تمھارے پاس لاتے ہیں اس کے صحیح ہونے کے انھوں نے دلائل و براہین بھی بیان کیے ہیں۔ صحیح بخاری کی کتاب الایمان کی شرح کے آغاز میں ہم نے یہ حدیث ذکر کی ہے جو کئی طرق سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صحابۂ کرام سے فرمایا: [أَيُّ الْخَلْقِ أَعْجَبُ إِلَيْكُمْ إِيمَانًا؟ قَالُوا: اَلْمَلَائِكَةُ، قَالَ: وَمَالَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ

---

[1] مسند أحمد :24/4 اور قوسین والا لفظ بھی مذکورہ حوالے ہی میں ہے۔ [2] صحيح مسلم، الزهد، باب: [الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر] حديث :2959 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ.

وَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟ قَالُوا: فَالنَّبِيُّونَ؟ قَالَ: وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ؟ قَالُوا: نَحْنُ، قَالَ: وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ قَالَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ أَعْجَبَ الْخَلْقِ إِلَيَّ إِيمَانًا لَقَوْمٌ يَكُونُونَ مِنْ بَعْدِكُمْ يَجِدُونَ صُحُفًا فِيهَا كِتَابٌ يُؤْمِنُونَ بِمَا فِيهَا] ''ایمان کے لحاظ سے کون سے لوگ تمھیں زیادہ اچھے لگتے ہیں؟ انھوں نے عرض کی: فرشتے، آپ نے فرمایا: وہ ایمان کیوں نہ لائیں جبکہ وہ اپنے رب کے پاس ہیں؟ انھوں نے عرض کی: انبیاء، آپ نے فرمایا: وہ ایمان کیوں نہ لائیں کہ ان پر تو وحی نازل ہوتی ہے؟ انھوں نے عرض کی: ہم، آپ نے فرمایا: تم ایمان کیوں نہ لاؤ جبکہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں؟ پھر فرمایا: ایمان کے اعتبار سے میرے نزدیک سب سے اچھے وہ لوگ ہوں گے جو تمھارے بعد آئیں گے اور صحیفے پائیں گے اور جو کچھ ان میں لکھا ہوگا اس کے مطابق ایمان لائیں گے۔''[1] اس حدیث کے کئی طرق ہم نے سورۂ بقرہ کی ابتدا میں ﴿ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ﴾ (البقرة 2:3) کی تفسیر میں بھی ذکر کیے ہیں۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ ﴾ ''اور یقیناً وہ تم سے پختہ وعدہ بھی لے چکا ہے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ز ﴾ (المآئدة 5:7) ''اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو اور اس کا عہد جو اس نے تم سے کیا تھا جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے (اللہ کا حکم) سن لیا اور قبول کر لیا۔'' اس سے صحابۂ کرام کا رسول اللہ ﷺ کی بیعت کرنا مراد ہے۔ امام ابن جریر کا خیال ہے کہ اس سے مراد وہ میثاق ہے جو لوگوں سے اس وقت لیا گیا جب وہ صلب آدم میں تھے۔[3] مجاہد کا بھی یہی مذہب ہے۔[4] فَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ﴾ ''وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح (المطالب) آیتیں نازل کرتا ہے''، یعنی واضح اور قطعی دلائل و براہین۔ ﴿ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ ﴾ ''تاکہ وہ تمھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے''، یعنی جہالت، کفر اور متضاد آراء کی تاریکیوں سے نکال کر وہ تمھیں ہدایت، یقین اور ایمان کی روشنی کی طرف لاتا ہے، ﴿ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ ''اور بلاشبہ اللہ تم پر نہایت شفقت کرنے والا، خوب مہربان ہے۔'' کہ اس نے لوگوں کی ہدایت اور ان کے شکوک وشبہات دور کرنے کے لیے کتابیں نازل کیں اور پیغمبروں کو مبعوث فرمایا۔ پہلے ایمان و انفاق کا حکم دیا، پھر ایمان کی ترغیب دی اور فرمایا کہ اس نے ایمان کی راہ میں حائل تمام

---

[1] شرف أصحاب الحديث للخطيب البغدادي، ص: 57، رقم:57 اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ البتہ مجمع الزوائد، المناقب، باب ماجاء فيمن آمن بالنبي ﷺ...... :65/10 میں اس طرح ہے: [أَيُّ الْخَلْقِ أَعْجَبُ إِيمَانًا؟ قَالُوا: الْمَلَائِكَةُ، قَالَ: الْمَلَائِكَةُ كَيْفَ لَا يُؤْمِنُونَ؟ قَالُوا: النَّبِيُّونَ، قَالَ: النَّبِيُّونَ يُوحٰى إِلَيْهِمْ فَكَيْفَ لَا يُؤْمِنُونَ؟ قَالُوا: الصَّحَابَةُ، قَالَ: الصَّحَابَةُ مَعَ الْأَنْبِيَاءِ، فَكَيْفَ لَا يُؤْمِنُونَ؟ وَلٰكِنْ أَعْجَبُ النَّاسِ إِيمَانًا قَوْمٌ يَجِيئُونَ مِنْ بَعْدِكُمْ فَيَجِدُونَ كِتَابًا مِّنَ الْوَحْيِ، فَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَتَّبِعُونَهُ فَهُمْ أَعْجَبُ النَّاسِ إِيمَانًا، أَوِالْخَلْقِ إِيمَانًا] مزید دیکھیے السلسلة الصحيحة: 654/7، حديث: 3215 ومسند البزار، أسلم مولى عمر، عن عمر: 413/1، حديث: 289 ومسند أبي يعلى: 147/1، حديث: 160. [2] المصباح المنير میں یہ حدیث نہیں ہے، البتہ تفسیر ابن کثیر (مفصل) میں (البقرة 2:3) کے تحت دیکھیے۔ [3] تفسير الطبري: 284/27. [4] تفسير الطبري: 284/27.

مشکلات اور موانع کو دور کر دیا ہے، نیز مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ﴾ ''اور تمھیں کیا ہوا ہے کہ اللہ کے رستے میں خرچ نہیں کرتے، حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔'' یعنی خرچ کرو اور فقر و افلاس سے نہ ڈرو کیونکہ جس کی راہ میں تم خرچ کر رہے ہو وہ تو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، اس کے ہاتھ میں ان کے خزانے اور ان کی کنجیاں ہیں، وہ عرش کا اور جس چیز کا عرش نے احاطہ کر رکھا ہے اس کا مالک ہے، اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ ﴾ (سبا 39:34) ''اور تم جو چیز بھی خرچ کرو گے تو وہ اس کا تمھیں عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔'' اور یہ بھی فرمایا ہے: ﴿ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ ﴾ (النحل 96:16) ''جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ (ہمیشہ) باقی رہنے والا ہے۔'' پس جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے تو وہ خرچ کرتا ہے اور اس بات سے نہیں ڈرتا کہ عرش کا مالک اسے مفلسی میں مبتلا کر دے گا بلکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلے میں اور مال عطا فرمائے گا۔

فتح مکہ سے قبل انفاق وقتال کی فضیلت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ ﴾ ''جس شخص نے تم میں سے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ (اور جس نے یہ کام بعد میں کیے) برابر نہیں'' یعنی یہ اور جس نے ایسا نہیں کیا دونوں برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ فتح مکہ سے قبل صورت حال بہت شدید تھی اس دور میں تو صدیقین ہی ایمان لاتے تھے جبکہ فتح کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عظیم الشان کامیابی عطا فرما دی اور لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہونا شروع ہو گئے تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ ﴾ ''یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہیں جنھوں نے بعد میں مالوں کو خرچ اور (کفار سے جہاد و) قتال کیا اور اللہ نے ہر ایک سے اچھے (ثواب) کا وعدہ کیا ہے۔'' جمہور کے نزدیک یہاں فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ شعبی وغیرہ سے روایت ہے کہ فتح سے یہاں صلح حدیبیہ مراد ہے۔[1]

اس قول کی دلیل کے طور پر اس حدیث کو پیش کیا جاتا ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خالد بن ولید اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے مابین گفتگو ہوئی تو خالد رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ان ایام کی وجہ سے ہم پر فخر کرتے ہو جن میں تم ہم سے سبقت لے گئے تھے، ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی پہنچ گئی تو آپ نے فرمایا: [دَعُوا لِي أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْأَنْفَقْتُمْ مِثْلَ أُحُدٍ أَوْمِثْلَ الْجِبَالِ ذَهَبًا مَّابَلَغْتُمْ أَعْمَالَهُمْ] ''میرے لیے میرے صحابہ کو چھوڑ دو، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم اُحد یا پہاڑوں کے مانند سونا بھی خرچ کرو تو تم ان کے اعمال تک نہیں پہنچ سکتے۔''[2] اور یہ بات سب کے علم میں ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

[1] تفسير الطبري: 287,286/27. [2] مسند أحمد: 266/3 مزید دیکھیے صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب تحريم سبّ الصحابة، حديث: 2540 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

جواس فرمان کے مخاطب تھے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان اسلام لائے تھے۔ خالد رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو بنو جذیمہ میں ہوئی تھی جن کی طرف فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو انھوں نے کہنا شروع کیا: صَبَأْنَا صَبَأْنَا ہم بے دین ہو گئے، ہم بے دین ہو گئے۔ وہ یہ نہ کہہ سکے کہ أَسْلَمْنَا ہم مسلمان ہو گئے، خالد نے حکم دیا کہ انھیں اور ان میں سے جو قیدی بنا لیے گئے ہیں انھیں قتل کر دیا جائے، جبکہ عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور کئی دیگر صحابہ نے ان کی مخالفت کی۔ [1] اسی وجہ سے خالد اور عبدالرحمٰن کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ [2]

صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْأَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِّثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ] ''میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو وہ ان میں سے کسی کے ایک یا نصف مد (خرچ کرنے) کے اجر و ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔'' [3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾ ''اور اللہ نے ہر ایک سے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے۔'' یعنی فتح سے پہلے خرچ کرنے والوں سے بھی اور بعد میں خرچ کرنے والوں سے بھی، ہر ایک کو ان کے اعمال کا ثواب ملے گا۔ گو اجر و ثواب کے اعتبار سے دونوں میں تفاوت ہو گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ ﴾ (النسآء 4:95)

''ایمان والوں میں بیٹھ رہنے والے، جو کسی تکلیف (عذر) والے نہیں اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔''

اسی طرح صحیح مسلم میں حدیث ہے: [اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّأَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ] ''قوی مومن ضعیف مومن کی نسبت بہتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے لیکن ہر ایک میں خیر ہے۔'' [4] اس طرف اس لیے توجہ دلائی ہے تاکہ ایک کی تعریف سے دوسرے کو بالکل نظر انداز نہ کر دیا جائے تاکہ کوئی اسے دوسرے کی مذمت پر

---

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب بعث النبي ﷺ خالد بن الوليد......، حديث :4339 عن ابن عمر رضي الله عنه . [2] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب تحريم سبّ الصحابة، حديث :2541 . [3] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي، باب، حديث:3673 عن أبي سعيد رضي الله عنه و صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب تحريم سب الصحابة، حديث:2540 عن أبي هريرة رضي الله عنه و سنن أبي داود، السنة ، باب في النهي عن سب أصحاب رسول الله، حديث:4658 عن أبي سعيد رضي الله عنه واللفظ له. [4] صحيح مسلم، القدر باب الإيمان بالقدر والإذعان له، حديث : 2664 عن أبي هريرة رضي الله عنه .

محمول نہ کرے، اس لیے دوسرے کی بھی مدح وثنا کی جبکہ پہلے کو اس پر فضیلت ضرور حاصل ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴾ ''اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے خوب واقف ہے۔'' باخبر ہونے ہی کی وجہ سے اس نے ان لوگوں کے اجر وثواب میں تفاوت کیا ہے جنھوں نے فتح سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا اور جنھوں نے بعد میں یہ کام کیے اور یہ اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ پہلے خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کا مقصود کیا تھا، وہ اخلاص سے کس طرح مکمل طور پر بہرہ ور تھے اور انھوں نے کس طرح سختی اور تنگی کے دور میں خرچ کیا تھا۔

حدیث میں ہے: [سَبَقَ دِرْهَمٌ مِّائَةَ أَلْفِ دِرْهَمٍ] ''ایک درہم ایک لاکھ درہم سے سبقت لے جاتا ہے۔''[1] اہل ایمان کے ہاں اس بات میں ذرہ بھر شک وشبہ نہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کریمہ سے بہرۂ وافر ملا ہے، وہ اس کے مطابق عمل کرنے والے تمام انبیائے کرام کی امتوں کے سردار ہیں، انھوں نے اللہ عزوجل کی خوشنودی کے حصول کے لیے اپنا سارا مال خرچ کر ڈالا تھا اور ان پر کسی کا کوئی احسان نہ تھا کہ انھیں اس کا بدلہ دینے کی ضرورت ہو۔

اللہ کے رستے میں خرچ کرنے کی ترغیب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے؟'' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرض حسن سے مراد اللہ کے رستے میں خرچ کرنا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اہل وعیال پر خرچ کرنا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے جو بھی خالص نیت اور عزم صادق کے ساتھ خرچ کرے وہ اس آیت کریمہ کے عموم میں داخل ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفَهُ لَهُ﴾ ''کون ہے جو اللہ کو اچھا (اور خلوص سے) قرض دے، پھر وہ اسے اس کے لیے بڑھا دے؟'' جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿أَضْعَافًا كَثِيرَةً ط﴾ (البقرة 245:2) ''(اس کو) کئی حصے زیادہ (دے گا)'' یعنی اس کے لیے خوب صورت بدلہ اور رزق فراواں ہوگا اور اس سے مراد جنت ہے۔

امام ابن ابوحاتم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفَهُ لَهُ﴾ ''کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے، پھر وہ اسے اس سے دوگنا ادا کرے۔'' ابودحداح انصاری رضی اللہ عنہ[2] نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ ہم سے قرض چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اے ابودحداح! انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! اپنا دست مبارک دکھائیں، آپ نے انھیں اپنا دست مبارک دکھایا، انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میں نے اپنا باغ اپنے رب کو قرض دے دیا۔ ان کے باغ میں کھجور کے چھ سو درخت تھے۔ ام دحداح اور ان کے بچے بھی اسی باغ میں رہائش پذیر تھے، ابودحداح رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے آواز دی: اے ام دحداح! انھوں نے کہا: لبیک! ابودحداح رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم باغ سے باہر آجاؤ، یہ میں نے اپنے رب عزوجل کو قرض دے دیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ

---

[1] سنن النسائي، الزكاة، باب جهد المقلّ، حديث :2528 عن أبي هريرة ﷺ، مزید دیکھیے مسند أحمد:379/2 .

[2] ابودحداح کے نام کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ دیکھیے الإصابة :100/7 .

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ

اس دن آپ ایمان والوں اور ایمان والیوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا۔ (کہا جائے گا:) آج تمھیں ایسے

الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۚ ⑫ يَوْمَ

باغات کی بشارت ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے⑫ اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں

يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ

ان لوگوں سے جو ایمان لائے، کہیں گے: تم ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی تمھارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں۔ (ان سے) کہا جائے گا: اپنے پیچھے کی

قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ

طرف لوٹ جاؤ، پھر نور تلاش کرو۔ تب ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس کا ایک دروازہ ہوگا، اس کے اندر کی طرف رحمت ہوگی اور

الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؕ ⑬ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى

اس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا⑬ وہ (منافق) ان (مومنوں) کو پکاریں گے: کیا ہم (دنیا میں) تمھارے ساتھ نہیں تھے؟ وہ کہیں گے: (ہاں) کیوں

وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ

نہیں! لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈال لیا تھا، اور تم نے (اہل ایمان کی بابت گردش زمانہ کا) انتظار کیا، اور تم نے شک کیا۔ اور تمھیں (جھوٹی)

وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑭ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ

خواہشوں نے فریب دیا، حتی کہ اللہ کا حکم آپہنچا، اور تمھیں دھوکے باز (شیطان) نے اللہ کی بابت دھوکا دیا⑭ لہٰذا آج تم سے کوئی فدیہ نہ لیا جائے گا

مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑮

اور نہ ان لوگوں سے جنھوں نے کفر کیا۔ تمھارا ٹھکانا آگ ہے، یہی تمھارے لیے زیادہ موزوں ہے اور وہ لوٹ جانے کی بہت بری جگہ ہے⑮

ام دحداح نے اپنے شوہر سے کہا کہ ابو دحداح تمھاری بیع نفع بخش ہے۔ [1] اور پھر انھوں نے اپنے سامان اور بچوں کو وہاں سے منتقل کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: [كَمْ مِّنْ عِذْقٍ دَوَّاحٍ لِّأَبِي الدَّحْدَاحِ فِي الْجَنَّةِ] ''ابو دحداح کے لیے جنت میں کتنے ہی پھل سے لدے کھجور کے درخت ہوں گے۔'' [2] اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: [رُبَّ نَخْلَةٍ مُّدَلَّاةٍ، عُرُوقُهَا دُرٌّ وَّيَاقُوتٌ لِّأَبِي الدَّحْدَاحِ فِي الْجَنَّةِ] ''جنت میں ابو دحداح کے کتنے ہی کھجوروں کے ایسے درخت ہوں گے جن کے پھل لٹک رہے ہوں گے۔ اور ان پھل دار درختوں کی جڑیں موتی اور یاقوت کی ہوں گی۔'' [3]

① مسند أحمد :146/3. ② مسند أحمد :146/3 والمعجم الكبير للطبراني، ترجمة من يكنى أبا الدحداح : 301,300/22 ، حديث: 763 و صحيح ابن حبان، إخباره عن مناقب الصحابة، ذكر أبي الدحداح الأنصاري رضي الله عنه : 114,113/16، حديث: 7159 عن أنس بن مالك رضي الله عنه، مزید دیکھیے صحیح مسلم، الجنائز، باب ركوب المصلي على الجنازة إذا انصرف، حديث: 965 عن جابر بن سمرة رضي الله عنه مختصراً. ③ تفسير ابن أبي حاتم : 3339,3338/10.

تفسیر آیات:12-15

مومنوں کو روز قیامت اعمال کے مطابق نور ملے گا: اللہ تعالیٰ نے صدقہ کرنے والے مومنوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ان کا نور ان کے آگے دوڑ رہا ہوگا اور وہ نور ان کے اعمال کے مطابق ہوگا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ﴿ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ﴾ ''اور ان (کے ایمان) کا نور ان کے آگے دوڑتا ہوگا۔'' کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے اعمال کے مطابق پل صراط سے گزریں گے، کچھ لوگوں کا نور پہاڑ کی طرح ہوگا، کچھ کا کھجور کے درخت کی طرح، کچھ کا کھڑے ہوئے آدمی کی طرح، سب سے کم نور اس شخص کا ہوگا جس کے انگوٹھے میں نور ہوگا جو کبھی چمکے گا اور کبھی بجھ جائے گا۔ اسے ابن ابوحاتم اور ابن جریر نے روایت کیا ہے۔[1]

امام ضحاک کہتے ہیں کہ روز قیامت ہر شخص کو نور دیا جائے گا، جب وہ پل صراط پر پہنچیں گے تو منافقوں کا نور بجھ جائے گا۔ مومن جب یہ دیکھیں گے تو وہ ڈریں گے کہ کہیں ان کا نور بھی نہ اسی طرح بجھ جائے جیسے منافقوں کا نور بجھ گیا ہے، لہٰذا وہ یہ دعا کریں گے: ﴿ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! ہمارا نور ہمارے لیے پورا کر۔''[2] اور فرمایا: ﴿ وَبِاَيْمَانِهِمْ ﴾ ''اور ان کے دائیں۔'' ضحاک کہتے ہیں کہ ان کے دائیں ہاتھ میں ان کے اعمال نامے ہوں گے۔[3] جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 71:17) ''جس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ''تمھیں بشارت ہو کہ آج تمھارے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔'' یعنی ان سے کہا جائے گا کہ آج تمھیں ایسے باغات کی بشارت ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑫ ﴾ ''ان میں ہمیشہ رہو گے، یہی تو بڑی کامیابی ہے۔''

روز قیامت منافقین کا حال: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ﴾ ''اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی تمھارے نور سے روشنی حاصل کریں۔'' یہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ روز قیامت کس قدر خطرناک ہولناکیاں، زبردست زلزلے اور بہت منکر امور پیش آئیں گے جن سے صرف وہی بچ سکے گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، اس کے مطابق عمل کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، اور اسے ترک کر دیا جس سے اس نے منع فرمایا۔ عوفی اور ضحاک وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگ اندھیرے میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نور بھیج دے گا، مومن جب اس نور کو دیکھیں گے تو اس کی طرف متوجہ ہوں گے اور یہ نور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی رہنمائی کرے گا، منافق جب مومنوں کو دیکھیں گے کہ وہ چلے گئے ہیں تو وہ بھی ان کے پیچھے چلیں گے لیکن اللہ تعالیٰ منافقوں پر اندھیرا طاری کر دے گا تو وہ اس وقت کہیں گے:

---

① تفسیر ابن أبی حاتم :3336/10 وتفسیر الطبری:290/27 . ② تفسیر الطبری :215/28 عن الحسن . ③ تفسیر الطبری :290/27 .

﴿ انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ﴾ ''ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی تمھارے نور سے روشنی حاصل کریں۔'' کیونکہ ہم دنیا میں تمھارے ساتھ تھے، تو مومن ان سے کہیں گے: ﴿ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ ﴾ ''پیچھے لوٹ جاؤ'' جہاں تم اندھیرے سے آئے ہو وہاں نور تلاش کرو۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴾ ''پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جس کی اندرونی جانب رحمت اور بیرونی جانب عذاب (واذیت) ہے۔'' حسن اور قتادہ کہتے ہیں کہ جنت اور جہنم کے درمیان دیوار ہوگی۔ ② عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ اس سے مراد وہی دیوار ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ﴾ (الأعراف 46:7) ''ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی۔'' ③ مجاہد اور کئی ایک دیگر ائمۂ تفسیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ④ اور صحیح قول بھی یہی ہے۔ ﴿ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ ﴾ ''جو اس کی جانب اندرونی ہے اس میں تو رحمت ہے۔'' اس سے مراد جنت اور اس کی نعمتیں ہیں، ﴿ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴾ ''اور جو جانب بیرونی ہے اس طرف عذاب (واذیت۔)'' اس سے مراد دوزخ ہے، یہ قتادہ، ابن زید اور کئی دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔ ⑤

﴿ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ ﴾ ''وہ (منافق لوگ) انھیں آواز دیں گے: کیا ہم (دنیا میں) تمھارے ساتھ نہ تھے؟'' یعنی ہم تمھارے ساتھ مل کر جمعہ اور نمازیں باجماعت ادا نہ کیا کرتے تھے، تمھارے ساتھ عرفات میں وقوف نہ کرتے تھے، غزوات میں شرکت اور دیگر تمام واجبات کو ادا نہ کیا کرتے تھے، ﴿ قَالُوْا بَلٰى ﴾ ''کہیں گے: کیوں نہیں۔'' مومن منافقوں کو جواب دیں گے: ہاں، تم ہمارے ساتھ تھے ﴿ وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ ﴾ ''اور لیکن تم نے اپنے آپ کو آزمائش میں ڈالا اور تم (ہمارے حق میں حوادث کے) منتظر رہے اور (اسلام میں) شک کیا اور (لاطائل) آرزوؤں نے تمھیں دھوکا دیا۔'' قتادہ کہتے ہیں: ﴿ وَتَرَبَّصْتُمْ ﴾ کہ تم حق اور اہل حق کے بارے میں انتظار میں تھے۔ ⑥ ﴿ وَارْتَبْتُمْ ﴾ تمھیں بعث بعد الموت کے بارے میں شک تھا، ﴿ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ ﴾ اور تم کہتے تھے کہ ہمیں بخش دیا جائے گا۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمھیں دنیا نے دھوکے میں رکھا ﴿ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ ﴾ ''یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا'' یعنی تم اس حال میں رہے حتی کہ تمھیں موت آگئی۔ ﴿ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾ ''اور اللہ کے بارے میں تمھیں دغاباز دغا دیتا رہا۔'' دغاباز سے مراد شیطان ہے۔ ⑦

قتادہ کہتے ہیں کہ وہ شیطان کی طرف سے دھوکے میں مبتلا تھے اور وہ اسی حال میں رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں جہنم رسید کر دیا۔ ⑧ مومن منافقوں کو جو جواب دیں گے اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ہمارے ساتھ تھے، یعنی جسموں کے ساتھ نہ کہ

---

① تفسیر الطبری :292/27 . ② تفسیر الطبری :293/27 . ③ تفسیر الطبری :293/27 . ④ تفسیر الطبری: 293/27 و247/8 . ⑤ تفسیر الطبری :294/27 . ⑥ تفسیر الطبری :294/27 . ⑦ تفسیر الطبری :295/27 .
⑧ تفسیر الطبری :295/27 .

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ

کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی کے لیے جھک جائیں اور (اس کے لیے) جو حق سے

وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ

نازل ہوا، اور وہ ان لوگوں کے مانند نہ ہوں جنھیں اس سے پہلے کتاب دی گئی؟ پھر ان پر مدت لمبی ہوگئی تو ان کے دل سخت ہوگئے،

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑯ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں⑯ تم جان لو کہ بلاشبہ اللہ ہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ یقیناً ہم نے تمھارے لیے

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ⑰

آیات بیان کیں تاکہ تم عقل کرو ⑰

ارادوں اور دلوں کے ساتھ، بلکہ تم حیرت اور شک میں مبتلا تھے، تم تو لوگوں کے دکھاوے کے لیے عمل کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ دنیاوی زندگی میں منافق مومنوں کے ساتھ تھے، ان سے رشتے ناطے کرتے، ان سے ملتے جلتے، ان کے ساتھ مل کر رہتے اور مرنے کے بعد بھی ان کے ساتھ ہی رہے اور پھر روز قیامت نور بھی سب کو اکٹھا ہی دیا جائے گا مگر جب دیوار کے پاس پہنچیں گے تو منافقوں کا نور بجھا دیا جائے گا اور منافقوں اور مومنوں میں امتیاز کر دیا جائے گا۔[1] ﴿مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ﴾ ''تم سب کا ٹھکانا آگ ہے۔'' آتش دوزخ تمھارا ٹھکانا اور مرجع وماویٰ ہے۔ ﴿هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ﴾ ''وہی تمھاری دوست ہے۔'' تمھارے کفر اور شک کی ہر منزل پر یہی تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے اور یہ بدترین ٹھکانا ہے۔

تفسیر آیات: 17,16

خشوع کی ترغیب اور اہل کتاب جیسا بننے کی ممانعت: اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا ابھی مومنوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ اس کے ذکر کے لیے ان کے دل جھک جائیں، یعنی اس کے ذکر، وعظ ونصیحت اور قرآن مجید سننے کے وقت ان کے دل نرم ہو جائیں تاکہ وہ اسے سمجھنے اور ماننے لگیں اور اسے سن کر اس کی اطاعت بجا لائیں۔ امام مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے اسلام لانے اور اس آیت کریمہ: ﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ''کیا ابھی تک مومنوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد کے لیے ان کے دل جھک جائیں۔'' کے ذریعے سے سرزنش کرنے میں چار سال کا وقفہ تھا۔ اسی طرح اسے امام مسلم نے کتاب کے آخر میں اور امام نسائی نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ﴾ ''اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں، جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ان پر زمانہ طویل ہو گیا تو ان کے دل سخت

---

① تفسير الطبري: 294/27. ② صحيح مسلم، التفسير، باب في قوله تعالى: ﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ﴾، حديث: 3027 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾: 481/6، حديث: 11568.

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ

بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو قرضِ حسنہ دیا تو وہ ان کے لیے بڑھایا جائے گا اور ان کے لیے

كَرِيْمٌ ⑱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ

عمدہ اجر ہے ⑱ اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، وہی لوگ اپنے رب کے ہاں راست باز اور گواہی دینے والے ہیں۔

رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑲

ع 2 9 18

ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، وہی دوزخی ہیں ⑲

ہو گئے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ان لوگوں کی مشابہت سے منع فرمایا ہے جنھیں ان سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں، یعنی یہود و نصاریٰ، کہ جب مدت طویل ہوگئی تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ان کتابوں میں تبدیلی کر دی جو ان کے پاس تھیں، اس کے بدلے میں انھوں نے تھوڑی سی قیمت حاصل کی، کتاب اللہ کو انھوں نے پسِ پشت ڈال دیا، مختلف آراء اور من گھڑت اقوال کی طرف متوجہ ہو گئے، اللہ تعالیٰ کے دین میں لوگوں کی تقلید شروع کر دی، اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ کو خدا بنا لیا، چنانچہ ان کے دل سخت ہو گئے جو نہ تو نصیحت کو قبول کرتے ہیں اور نہ وعد و وعید کی باتوں کو سن کر نرم ہوتے ہیں۔

﴿وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑯﴾ ''اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں'' یعنی اعمال کے اعتبار سے وہ فاسق ہیں، ان کے دل فاسد ہیں اور ان کے اعمال باطل ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ﴾ (المآئدۃ 13:5) ''تو ان کے اپنے عہد توڑ دینے کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا، وہ کلمات (کتاب) کو اپنے مقام سے بدل دیتے ہیں اور جن باتوں کی انھیں نصیحت کی گئی تھی ان کا بھی ایک حصہ فراموش کر بیٹھے ہیں۔'' یعنی ان کے دل فاسد ہو کر سخت ہو گئے، کلمات میں تحریف ان کی عادت بن گئی، ان اعمال کو انھوں نے ترک کر دیا جن کے کرنے کا انھیں حکم دیا گیا تھا، ان اعمال کا انھوں نے ارتکاب شروع کر دیا جن سے انھیں منع کیا گیا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ اصلی یا فرعی کسی بھی چیز میں ان کی مشابہت اختیار نہ کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ⑰﴾ ''جان رکھو کہ بے شک اللہ ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے ہم نے اپنی نشانیاں تم سے کھول کھول کر بیان کر دیں تاکہ تم سمجھو۔'' اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سخت دلوں کو نرما دیتا ہے، ضلالت و گمراہی میں مبتلا لوگوں کو ہدایت عطا فرما دیتا ہے، مشکلات اور سختیوں کو دور فرما دیتا ہے جیسا کہ مردہ و بنجر زمین کو موسلا دھار بارانِ رحمت کے ساتھ زندہ کر دیتا ہے، ان بند دلوں میں جن میں کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی تھی وہ ایمان کی روشنی پہنچا دیتا ہے، پس پاک ہے وہ ذاتِ اقدس جو جسے چاہے گمراہی کے بعد ہدایت عطا فرما دے، کمال کے بعد جسے چاہے گمراہی تک پہنچا دے، وہ جو چاہے کرتا ہے اور وہ اپنے تمام افعال میں حکیم و عادل ہے اور وہ ذات پاک باریک بین، باخبر اور بلند شان والی ہے۔

تفسیر آیات:19,18

صدقہ کرنے والے، سچ بولنے والے اور شہداء کا اجر وثواب: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اس اجر وثواب کو بیان فرمایا ہے جس سے ضرورت مندوں، فقیروں اور مسکینوں پر اپنے مال کو صدقہ کرنے والے مردوں اور عورتوں کو نوازا جائے گا: ﴿ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾ ''اور اللہ کو خلوص سے قرض حسنہ دیتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے خالص نیت کے ساتھ اپنے مال کو خرچ کیا اور جن پر خرچ کیا ان سے نہ تو کسی بدلہ کی خواہش کی اور نہ اس بات کی کہ وہ ان کا شکریہ ادا کریں، اسی لیے فرمایا: ﴿ يُضٰعَفُ لَهُمْ ﴾ ''ان کو دو چند ادا کیا جائے گا۔'' یعنی ان کی نیکی کا انھیں دس گنا، سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ اجر وثواب عطا کیا جائے گا: ﴿ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝ ﴾ ''اور ان کے لیے عزت کا صلہ ہے۔'' یعنی بہت اچھا اور بے پایاں ثواب اور بہترین اور انتہائی معزز ٹھکانا نصیب کیا جائے گا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ﴾ ''اور جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے یہی (اپنے پروردگار کے نزدیک) صدیق ہیں۔'' اس پر جملہ پورا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے پیغمبروں کے ساتھ ایمان لانے والوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ صدیقین ہیں۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس جملے کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ الگ جملہ ہے۔ [1] ابوضحیٰ نے بھی کہا ہے کہ ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ﴾ پر جملہ مکمل ہے اور ﴿ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ سے کلام کا از سر نو آغاز ہوتا ہے۔ [2] مسروق، ضحاک، مقاتل بن حیان اور کئی دیگر ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ [3]

اعمش نے ابوضحیٰ سے، انھوں نے مسروق سے اور انھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہاں تین اصناف کا ذکر ہے۔ صدقہ کرنے والے، صدیقین اور شہداء جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ﴾ (النسآء 69:4) ''اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ قیامت کے روز ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ۔'' پس صدیقین اور شہداء میں فرق کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو الگ الگ قسمیں ہیں اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ صدیق کا مرتبہ شہید سے بلند و بالا اور ارفع واعلیٰ ہے۔

امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الموطا میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ (لَيَتَرَاءَوْنَ) أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ] ''اہل جنت بالا خانوں والوں کو اپنے اوپر اس طرح دیکھیں گے جیسا کہ مشرق یا مغرب کے افق پر تم چمکنے والے ستارے کو دیکھتے ہو اور یہ دونوں کے درجات میں فرق کی وجہ سے ہوگا۔'' راوی نے عرض کی: اللہ کے رسول! یہ تو حضرات انبیائے کرام کے مقامات ہوں گے جن تک دوسرے لوگ نہیں پہنچ سکیں گے؟ آپ نے فرمایا:

[1] تفسیر الطبری :299/27 . [2] تفسیر الطبری :300/27 . [3] تفسیر الطبری :300/27 .

[بَلٰی، وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ! رِجَالٌ آمَنُوا بِاللّٰہِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِینَ] ''ہاں، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے اور جنھوں نے پیغمبروں کی تصدیق کی۔''①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ ''اور اپنے پروردگار کے نزدیک شہید ہیں۔'' نعمتوں سے بھرے ہوئے باغات میں ہوں گے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے: [(إِنَّ أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ...... فِی حَوَاصِلِ) طَیْرٍ خُضْرٍ لَّهَا قَنَادِیلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ شَاءَ تْ، ثُمَّ تَأْوِی إِلٰی تِلْكَ الْقَنَادِیلِ، فَاطَّلَعَ إِلَیْهِمْ رَبُّهُمْ اطِّلَاعَةً، فَقَالَ: هَلْ تَشْتَهُونَ شَیْئًا؟ قَالُوا:...... یَارَبِّ! نُرِیدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِی أَجْسَادِنَا حَتّٰی نُقْتَلَ فِی سَبِیلِكَ مَرَّةً أُخْرٰی...... (فَقَالَ: إِنِّی قَدْ قَضَیْتُ أَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُونَ)] ''شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں میں ہوتی ہیں، ان کے لیے قندیلیں عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں، وہ روحیں جنت کے باغوں میں سے جہاں سے چاہتی ہیں چگتی ہیں، پھر وہ ان قندیلوں کو قیام گاہ بنا لیتیں ہیں۔ سو ان کا پروردگار ان کی طرف جھانکتا ہے تو فرماتا ہے: تم کیا چاہتے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں...... ہمارے پروردگار! ہم چاہتے ہیں تو ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دے، یہاں تک کہ ہم ایک مرتبہ پھر تیری راہ میں شہید کیے جائیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بے شک میں نے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ انھیں دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا۔''②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ﴾ ''ان (کے اعمال) کا صلہ ہوگا اور ان (کے ایمان) کی روشنی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے بے پایاں اجر و ثواب اور ایسا عظیم الشان نور ہوگا جو ان کے آگے آگے دوڑتا ہوگا اور دنیا کے اعمال کے بقدر ان کے نور کے درجات بھی مختلف ہوں گے، جیسا کہ امام احمد نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

[اَلشُّهَدَاءُ أَرْبَعَةٌ: رَّجُلٌ مُّؤْمِنٌ جَیِّدُ الْإِیمَانِ لَقِیَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ فَقُتِلَ، (فَذَاكَ) الَّذِی یَنْظُرُ النَّاسُ إِلَیْهِ هٰكَذَا۔ وَرَفَعَ رَأْسَهٗ حَتّٰی سَقَطَتْ قَلَنْسُوَةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَوْقَلَنْسُوَةُ عُمَرَ، وَالثَّانِی رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ لَّقِیَ الْعَدُوَّ فَكَأَنَّمَا یُضْرَبُ ظَهْرُهٗ بِشَوْكِ الطَّلْحِ، جَاءَهٗ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهٗ، (فَذَاكَ) فِی الدَّرَجَةِ الثَّانِیَةِ، وَالثَّالِثُ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَّآخَرَ سَیِّئًا، لَّقِیَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَتّٰی قُتِلَ، (فَذَاكَ) فِی الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ، وَالرَّابِعُ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ أَسْرَفَ عَلٰی نَفْسِهٖ إِسْرَافًا كَثِیرًا، لَّقِیَ الْعَدُوَّ، فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰی قُتِلَ،

① صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة......، حدیث: 3256 اور قوسین والا لفظ صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها......، باب ترائی أهل الجنة أهل الغرف......، حدیث: 2831 عن أبی سعید الخدری ﷺ میں ہے جبکہ الموطأ للإمام مالك میں یہ حدیث نہیں ملی۔ ② پہلی قوسین والے الفاظ مسند أبی داود الطیالسی، ما أسند عبداللّٰه بن مسعود ﷺ: 233/1، حدیث: 289، دوسری قوسین والا جملہ کسی اور حدیث کے سیاق میں المسند للحمیدی، أحادیث جابر بن عبداللّٰه ﷺ: 532/2، حدیث: 1265 میں اور باقی حدیث صحیح مسلم، الإمارة، باب بیان أن أرواح الشهداء فی الجنة......، حدیث: 1887 عن ابن مسعود ﷺ کے مطابق ہے۔ مزید دیکھیے جامع الترمذی، فضائل الجهاد، باب ماجاء فی ثواب الشهید، حدیث: 1641 عن کعب بن مالك ﷺ.

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي

تم جان لو کہ بے شک دنیاوی زندگی محض کھیل تماشا اور زینت ہے اور آپس میں فخر کرنا اور ایک دوسرے پر اموال و اولاد میں کثرت

الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا

جتانا ہے۔(اس کی مثال یوں ہے) جیسے بارش کہ اس سے (پیدا شدہ) نباتات کسانوں کو خوش کرتی ہیں، پھر وہ خشک ہوجاتی ہیں تو

ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ؕ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ

آپ اسے زرد شدہ دیکھتے ہیں، پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہیں۔ اور آخرت میں (کفار کے لیے) شدید عذاب ہے، اور (مومنوں

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿20﴾ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

کے لیے) اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے، اور دنیاوی زندگی تو بس دھوکے کا سامان ہے ﴿20﴾ تم اپنے رب کی مغفرت

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ

اوراس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کی طرح ہے، وہ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے

وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿21﴾

جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے یہ دیتا ہے، اور اللہ عظیم فضل والا ہے ﴿21﴾

(فَذَاكَ) فِي الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ] ''شہداء چار قسم کے ہیں: (1) اچھے ایمان والا وہ مرد مومن جو دشمن سے ملا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا اور وہ شہید ہوگیا، اس کی طرف لوگ اس طرح دیکھیں گے۔ یہ ارشاد فرماتے ہوئے آپ نے سر مبارک اوپر اٹھایا حتی کہ آپ کی ٹوپی گر گئی یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ (نے سر اٹھایا اور ان) کی ٹوپی گر گئی۔ (2) وہ مومن جو دشمن سے اس طرح ملا کہ اس کی پشت پر گویا ببول کے کانٹے چبھوئے جا رہے ہوں، اور پھر ایک اجنبی تیر آیا جس سے وہ شہید ہوگیا، یہ دوسرے درجے میں ہوگا۔ (3) وہ مرد مومن جس نے کچھ نیک عمل بھی کیے اور کچھ برے عمل بھی، یہ دشمن سے ملا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے کو سچ ثابت کر دکھایا اور شہید ہوگیا، یہ تیسرے درجے میں ہوگا۔ (4) وہ مرد مومن جس نے اپنے آپ پر بہت زیادتیاں کیں، دشمن سے ملا اور اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے کو سچ ثابت کر دکھایا اور شہید ہوگیا، یہ چوتھے درجے میں ہوگا۔''[1] اسے امام علی بن مدینی نے بھی اسی طرح روایت کیا اور فرمایا کہ اس سند کے تمام راوی مصری ہیں اور اس کی سند صالح ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔[2] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿19﴾﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہل دوزخ ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں کے ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں بد بخت لوگوں اور ان کے حال کو بیان فرمایا ہے۔

---

① مسند أحمد: 23/1 اور تمام قوسوں والے الفاظ جامع الترمذی، فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل الشهداء عند الله، حدیث: 1644 میں ہیں۔ بہر حال اس کی سند ضعیف ہے۔ ② جامع الترمذی، فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل الشهداء......، حدیث :1644.

تفسیر آیات:21,20

دنیاوی زندگی کھیل تماشا ہے: اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی کے معاملے کو بے وقعت اور حقیر قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ ﴾ ”دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (وآرائش) اور تمھارے آپس میں فخر (وستائش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (و خواہش) ہے۔“ یعنی اہل دنیا کے نزدیک اس کا حاصل یہ ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ ﴾ (ال عمرٰن 14:3) ”لوگوں کے لیے خواہشات نفس کی محبت مزین کردی گئی ہے، عورتوں سے، بیٹوں سے، سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے ڈھیروں سے، نشان لگے (عمدہ) گھوڑوں سے، مویشیوں سے، اور کھیتی سے، یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور اچھا ٹھکانا اللہ ہی کے پاس ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ چمک دمک فانی اور ختم ہو جانے والی نعمت ہے: ﴿ كَمَثَلِ غَيْثٍ ﴾ ”اس کی مثال ایسی ہے جیسے بارش۔“ ﴿ غَيْثٍ ﴾ اس بارش کو کہتے ہیں جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد برسے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا ﴾ (الشورٰی 28:42) ”اور وہی تو ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ﴾ ”کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے۔“ یعنی کسان کو وہ کھیتی بہت بھلی معلوم ہوتی ہے جو بارش سے اگتی ہے جس طرح کسان کو یہ کھیتی اچھی لگتی ہے اسی طرح کفار کو یہ دنیاوی زندگی بھی بہت اچھی لگتی ہے، لہٰذا وہ اس کے بہت زیادہ حریص اور اس کی طرف بہت زیادہ مائل ہوتے ہیں، ﴿ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ ﴾ ”پھر وہ پک جاتی ہے، پھر (اے دیکھنے والے) تو اسے دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے، پھر چورا چورا ہو جاتی ہے۔“ یعنی یہ کھیتی سرسبز و شاداب ہونے کے بعد پیلی پڑ جاتی ہے اور پھر اس سب کچھ کے بعد وہ جلائے جانے والا ایندھن بن کر رہ جاتی ہے۔ اسی طرح دنیاوی زندگی پہلے جوان، پھر جوانی اور بڑھاپے کے درمیان اور پھر بدشکل بڑھیا ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی طرح انسان بھی اوائل عمر اور عنفوانِ شباب میں رعنا و زیبا اور خوش منظر ہوتا ہے، پھر وہ کہولت کی طرف بڑھنا شروع کر دیتا ہے جس سے طبیعت بدل جاتی ہے اور بعض قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں، پھر وہ بڑا ہو کر بوڑھا ہو جاتا ہے جس کی تمام قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں، حرکت کم ہو جاتی ہے اور معمولی چیز بھی اسے عاجز و درماندہ بنا دیتی ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۝ ﴾ (الروم 54:30) ”اللہ ہی تو ہے جس نے تمھیں (ابتدا میں) کمزور حالت میں پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی، پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہی سب کچھ جاننے والا (اور) خوب

قدرت والا ہے۔'' جب یہ مثال اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا یقیناً زوال پذیر اور ختم ہو جانے والی ہے اور آخرت بلاشک وشبہ آنے والی ہے تو آخرت کی خیر و بھلائی کے حصول کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝﴾ ''اور آخرت میں (کافروں کے لیے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لیے) اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوش نودی ہے اور دنیاوی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔'' یعنی بہت جلد آنے والی آخرت میں یا تو عذاب شدید ہوگا اور یا پھر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور خوش نودی ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝﴾ ''اور دنیاوی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔'' یعنی یہ فانی ہو جانے والا ساز و سامان ہے جو اسے دھوکا دے رہا ہے جو اس کی طرف مائل ہو، کیونکہ وہ اس پر فریب خوردہ ہو جاتا ہے، یہ اسے اچھی لگتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کے سوا کوئی گھر نہیں اور نہ اس کے بعد کوئی آخرت ہے، حالانکہ یہ دنیا آخرت کے مقابلے میں بہت حقیر اور قلیل ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلٰى أَحَدِكُمْ مِّنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ] ''جنت تم میں سے ایک انسان سے اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے، اسی طرح جہنم بھی قریب ہے۔''[1] یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ خیر اور شر انسان کے بہت ہی قریب ہیں اور جب حقیقت یہ ہے تو اسی وجہ سے اللہ جل شانہ نے ترغیب دی ہے کہ نیکیوں کی طرف جلدی کی جائے، اطاعت کو اختیار کیا جائے اور محرمات کو ترک کر دیا جائے تاکہ گناہ اور خطائیں مٹ جائیں اور اجر و ثواب اور بلند درجات حاصل ہوں، نیز ارشاد فرمایا ہے: ﴿ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ﴾ ''تم اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو جس کا عرض آسمان و زمین کا سا ہے۔'' اس سے مراد جنس آسمان و زمین ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (آل عمرٰن 133:3) ''اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، جو اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝﴾ ''وہ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اسے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اگر انھیں اس کا اہل بنایا ہے تو یہ محض اس کا فضل و کرم اور احسان ہے جیسا کہ قبل ازیں ہم نے یہ صحیح حدیث بیان کی ہے کہ[2] فقراء مہاجرین نے عرض کی: اللہ کے رسول! دولت مند لوگ تو اجر و ثواب میں بلند درجات اور ابدی و سرمدی نعمتیں لے گئے۔ آپ نے فرمایا: [وَمَا ذَاكَ] ''کیا مطلب؟'' انھوں نے عرض کی کہ وہ بھی نماز

---

[1] مسند أحمد :442/1. [2] دیکھیے قٓ 40:50 کے ذیل میں عنوان: ''کفار کو عذاب کی دھمکی اور نبی ﷺ کو صبر اور نماز کا حکم''

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ

زمین میں اور تمھاری جانوں پر جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تو کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں۔

اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿22﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ

یقیناً یہ اللہ پر بہت آسان ہے﴿22﴾ تاکہ تم اس (چیز) پر غم نہ کھاؤ جو تم سے جاتی رہے اور تم اس پر نہ اتراؤ جو وہ تمھیں عطا کرے اور اللہ

وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ﴿23﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ

ہر اترانے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا﴿23﴾ وہ لوگ جو (خود بھی) بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کرنے کا حکم

وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿24﴾

دیتے ہیں۔ اور جو شخص (احکام الٰہی سے) منہ پھیرے تو بلاشبہ اللہ تو وہی بے پروا، نہایت قابل تعریف ہے﴿24﴾

پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں، وہ بھی روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں، وہ صدقہ بھی کرتے ہیں لیکن ہم نہیں کر سکتے، وہ گردنیں بھی آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا: [(أَفَلَا أُدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ) تَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ؟ وَلَا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ ......، تُسَبِّحُونَ وَتُكَبِّرُونَ وَتَحْمَدُونَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ مَرَّةً] ''کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو اپنے بعد میں آنے والوں سے سبقت لے جاؤ اور تم سے کوئی افضل نہ ہوگا سوائے اس کے جو اس طرح کرے جیسے تم کرو......اور وہ یہ کہ تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، اللہ اکبر، اور الحمد للہ پڑھ لیا کرو۔'' وہ دوبارہ آئے اور انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! اس بات کو ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا ہے اور جو ہم نے کیا انھوں نے بھی اسی طرح کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ] ''یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔''[1]

تفسیر آیات:22-24

انسان کو جو کچھ پہنچتا ہے وہ تقدیر کی وجہ سے ہے: اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق سے قبل اپنی مخلوق کی جو تقدیر لکھی تھی اس کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ﴾ ''کوئی مصیبت زمین پر اور خود تم پر نہیں پڑتی۔'' یعنی اس کا تعلق خواہ آفاق سے ہو یا تمھاری ذات سے ﴿اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ﴾ ''مگر پیشتر اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں، ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔'' یعنی کائنات اور مخلوقات کی تخلیق سے قبل ہم نے اس کی تقدیر لکھ دی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ زمین میں پیش آنے والی مصیبت سے مراد قحط سالی اور نفوس میں پیش آنے والی مصیبت

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب الذكر بعد الصلاة، حديث: 843 و صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب الذكر بعد الصلاة......، حديث: (142)-595 واللفظ له عن أبي هريرة ؓ، البتہ قوسین والے الفاظ المصنف لابن أبي شيبة، باب في ثواب التسبيح والحمد: 7/178، حديث: 35029 عن أبي الدرداء ؓ، وصحيح ابن حبان، الصلاة، ذكر الشيء الذي يسبق المرء......: 5/357، حديث: 2014 عن أبي هريرة ؓ میں ہیں۔

سے مراد اوجاع وامراض ہیں۔[1] اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ انسان کو لکڑی کی خراش، پاؤں کی پھسلن یا پسینے کا بہنا یہ سب کچھ اس کی گناہ کی پاداش میں ہوتا ہے اور جن گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔[2] یہ عظیم الشان آیت کریمہ ان قدریہ کے خلاف ایک بہت بڑی دلیل ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم سابق کی نفی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں ذلیل ورسوا کرے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [قَدَّرَ اللّٰهُ الْمَقَادِيرَ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ] ''اللہ تعالیٰ نے تقدیروں کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل لکھ دیا تھا۔''[3] اسے امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: [وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ] ''(اس وقت) اللہ تعالیٰ کا عرش پاک پانی پر تھا۔''[4] امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔[5]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ ''یقیناً یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔'' یعنی اشیاء کے وجود میں آنے سے قبل اللہ تعالیٰ کا انھیں معلوم کرنا اور اپنے وقت پر ان کے وجود میں آنے کی تمام کیفیت وحالت کو پہلے سے اپنے پاس لکھ رکھنا، اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے کیونکہ جو کچھ ہوا یا جو کچھ ہوگا وہ سب جانتا ہے اور وہ اسے بھی جانتا ہے جو نہیں ہوا، نیز وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جو نہیں ہے کیسے ہوتا تو وہ وجود میں آجاتا۔

صبر وشکر کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ﴾ ''تاکہ جو تم سے فوت ہو جائے اس کا غم نہ کرو اور جو اس نے تمھیں دیا ہے اس پر اترایا نہ کرو۔'' یعنی ہم نے تمھیں بتا دیا ہے کہ اشیاء کے وجود میں آنے سے قبل ہی ہمیں ان کے بارے میں علم ہے، ہم نے انھیں پہلے سے لکھ رکھا ہے، کائنات کے وجود میں آنے سے پہلے ہی اس کی تقدیر مقرر کر رکھی ہے تاکہ تم اس بات کو خوب جان لو کہ جو تمھیں حاصل ہو گیا ہے اس سے تم محروم نہیں ہو سکتے تھے اور جو تمھیں حاصل نہیں ہو سکا وہ تمھیں ہرگز مل ہی نہیں سکتا تھا، لہٰذا جو چیز تمھیں حاصل نہیں ہو سکی اس پر افسوس نہ کرو کیونکہ اگر وہ تمھارے مقدر میں ہوتی تو تمھیں ضرور مل جاتی، ﴿ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ﴾ ''اور جو اس نے تمھیں دیا ہے اس پر اترایا نہ کرو۔'' یعنی جو تمھارے پاس آگیا ہے، ﴿ اٰتٰىكُمْ ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے جو تمھیں دیا ہے، یعنی اس نے تمھیں جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے ان کی وجہ سے لوگوں پر فخر نہ کرو کیونکہ یہ تمھاری سعی وکاوش کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے مقدر میں لکھ رکھا تھا اور اس نے تمھیں یہ رزق عطا فرمایا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تکبر وغرور کا ذریعہ نہ بناؤ اور ان کی وجہ سے لوگوں پر فخر نہ کرو۔ ﴿ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ﴾ ''اور اللہ کسی اترانے والے اور شیخی بگھارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔'' یعنی جو فی نفسہ اترائے اور دوسروں پر تکبر وفخر کرے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ ہر شخص خوش بھی ہوتا ہے اور غمگین

---

[1] تفسير الطبري: 303/27. [2] تفسير الطبري: 303-304/27. [3] مسند أحمد: 169/2. [4] صحيح مسلم، القدر، باب حجاج آدم و موسى صلى الله عليهما وسلم، حديث: (16)-2653. [5] جامع الترمذي، القدر، باب إعظام أمر الإيمان بالقدر، حديث: 2156.

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ

البتہ تحقیق ہم نے اپنے رسول واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجے اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر

بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ

قائم رہیں، اور ہم نے لوہا اتارا، اس میں سخت لڑائی (کا سامان) اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں، اور تاکہ اللہ اسے جان لے

مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿25﴾ ع

جو بن دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ بلاشبہ اللہ قوی و عزیز ہے ﴿25﴾

بھی، خوشی پر شکر کرو اور غم پر صبر کرو۔[1]

بخیل کی مذمت: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ ﴾ ''جو (خود بھی) بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔'' یعنی خود بھی برا کام کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے ہیں، ﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّ ﴾ ''اور جو شخص روگردانی کرے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اطاعت سے، ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿24﴾ ﴾ ''تو یقیناً اللہ ہی بہت بے پروا ہے اور خوب تعریفوں والا ہے۔'' جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ ﴾ (إبراهيم 14:8) ''اگر تم اور جتنے لوگ زمین میں ہیں، سب کے سب ناشکری کرو تو بلاشبہ اللہ بہت بے پروا اور قابل تعریف ہے۔''

تفسیر آیت: 25

انبیائے کرام علیہم السلام کو معجزات اور عدل وحق کے ساتھ بھیجا گیا: اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''البتہ تحقیق ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا۔'' یعنی معجزات، روشن براہین اور قطعی دلائل کے ساتھ، ﴿ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ ﴾ ''اور ان کے ساتھ ہم نے کتاب نازل کی۔'' جو وحیٔ صادق ہے، ﴿ وَالْمِيْزَانَ ﴾ ''اور ترازو۔'' یعنی قواعد عدل جیسا کہ امام مجاہد، قتادہ اور دیگر مفسرین نے فرمایا ہے۔[2] اور اس سے مراد وہ حق ہے جس کی صحیح اور مستقیم عقول بھی شہادت دیتی ہیں جو فاسد آراء کی مخالف ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ ﴾ (هود 11:17) ''بھلا جو اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل پر ہو اور اس کے بعد اس (اللہ) کی طرف سے ایک گواہ (قرآن) بھی آجائے۔'' اور فرمایا: ﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ ﴾ (الروم 30:30) ''اللہ کی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کیے رہو۔)'' اور فرمایا: ﴿ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ ﴾ ''تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔'' یعنی حق وعدل پر اور اس سے مراد ان امور میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی اتباع ہے جن کی انھوں نے خبر دی اور ان امور کی اطاعت ہے جن کا انھوں نے حکم دیا کیونکہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام جو لے کر آئے صرف وہی حق ہے، اس

[1] تفسير الطبرى: 273/27. [2] تفسير الطبرى: 307/27.

کے بغیر اور کچھ حق نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ﴾ (الأنعام 115:6) ''اور آپ کے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔'' یعنی ان میں بیان کی گئی خبریں سچی ہیں اور اوامر ونواہی مبنی برعدل وانصاف ہیں، اسی لیے مومن جب بہشت کے بالاخانوں، عالی شان محلات اور نفیس تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے تو کہیں گے: ﴿ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ﴾ (الأعراف 43:7) ''سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں یہ سیدھی راہ دکھائی اور اگر اللہ ہمیں رستہ نہ دکھاتا تو ہم رستہ نہ پاسکتے۔ بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق بات لے کر آئے تھے۔''

لوہے کے فوائد: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ ﴾ ''اور ہم نے لوہا پیدا کیا اس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے۔'' یعنی لوہے کو ہم نے اس شخص کے لیے سرزنش کا ذریعہ بنا دیا ہے جو حجت قائم ہونے کے بعد حق کا انکار اور اس کی مخالفت کرے، رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں تیرہ سال قیام فرمایا، مکہ میں قیام کے دوران مکی سورتیں نازل ہوئیں جن میں مشرکین کے ساتھ جدال اور دلائل و براہین کے ساتھ توحید کی وضاحت کی گئی، لیکن جب مخالفین پر حجت قائم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا حکم دیا اور اس نے مسلمانوں کو تلواروں کے ساتھ جہاد کرنے اور قرآن مجید کی مخالفت و تکذیب کرنے والوں کی گردنیں اڑا دینے کا حکم دے دیا۔ امام احمد اور ابوداود رحمہما اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ بِالسَّيْفِ حَتّٰى يُعْبَدَ اللّٰهُ (وَحْدَهُ) لَا شَرِيكَ لَهُ، وَجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي، وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ] ''مجھے قیامت سے پہلے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے حتی کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے، میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے رکھا گیا ہے اور ذلت و رسوائی اس کے مقدر میں لکھ دی گئی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے اور جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انھی میں سے ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ ﴾ ''اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) سخت لڑائی کا سامان ہے۔'' یعنی اسلحہ ہے، مثلاً: تلواریں، نیزے، بھالے، تیر اور زرہیں وغیرہ، ﴿ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾ ''اور لوگوں کے لیے فائدے (بھی ہیں۔)'' یعنی معیشت کے فائدے ہیں، مثلاً: کیل، ہتھوڑا، تیشہ، آرا، رانبی، چھینی، بیلچہ، پھاوڑا اور دیگر وہ آلات جن سے کھیتی باڑی، کھڈی اور کھانے پکانے کے کاموں میں مدد لی جاتی ہے، جن کے بغیر لوگوں کے لیے زندگی بسر کرنا مشکل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ﴾ ''تاکہ اللہ اسے جان لے جو بن دیکھے اللہ اور اس کے

[1] مسند أحمد :50/2 اور دیکھیے مسند أحمد (الموسوعة الحديثية) :123/9 والمصنف لابن أبي شيبة، الجهاد، باب ما ذكر في فضل الجهاد......:218/4، حديث:19394، شیخ البانی نے إرواء الغليل :109/5، حديث:1269 کے تحت اسے ذکر کیا ہے اور صحيح البخاري ، الجهاد و السير، باب ماقيل في الرماح، قبل الحديث:2914 ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تعلیقاً مروی ہے جبکہ سنن أبي داود ، اللباس، باب في لبس الشهرة، حديث:4031 میں صرف [مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ] ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ

اور یقیناً ہم نے نوح کو اور ابراہیم کو (رسول بنا کر) بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی، پھر ان میں سے کچھ ہدایت پانے

مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿26﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ

والے ہیں اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں ﴿26﴾ پھر ہم نے ان کے پیچھے لگاتار اپنے رسول بھیجے، اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو (ان سب کے) پیچھے

مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ

بھیجا، اور ہم نے اسے انجیل دی، اور ہم نے ان کے دلوں میں جنھوں نے اس کی پیروی کی، شفقت اور مہربانی رکھ دی، اور رہبانیت تو انھوں نے از خود

وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ

ہی ایجاد کر لی تھی، ہم نے تو ان پر اسے فرض نہیں کیا تھا مگر یہ کہ رضائے الٰہی تلاش کریں، پھر انھوں نے اس کا خیال نہ رکھا جیسا اس کا خیال رکھنے کا حق

رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿27﴾

تھا، پھر ہم نے ان لوگوں کو جو ان میں سے ایمان لائے، ان کا اجر دیا، اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں ﴿27﴾

پیغمبروں کی مدد کرتا ہے۔'' یعنی ہتھیار اٹھانے سے جس کی نیت اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرنا ہو، ﴿ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿25﴾ ﴾ ''بے شک اللہ قوی، بہت غالب ہے۔'' یعنی وہ قوی اور غالب ہے، وہ اس کی مدد کرتا ہے جو اس کی مدد کرے، حالانکہ اسے لوگوں کی مدد کی ضرورت نہیں ہے اور جہاد کا حکم صرف لوگوں کی آزمائش کی خاطر دیا گیا ہے۔

تفسیر آیات: 27,26

سابقہ بہت سی امتیں نافرمان تھیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد اس نے ہر نبی اور رسول کو انھی کی اولاد میں سے مبعوث فرمایا ہے، اسی طرح ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان سے جو کتاب بھی نازل فرمائی، جس رسول کو بھی بھیجا اور جس بشر کی طرف بھی وحی بھیجی گئی وہ آپ ہی کی اولاد میں سے تھا جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ﴾ (العنکبوت 29:27) ''اور ہم نے اس کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب مقرر کر دی۔'' حتی کہ بنی اسرائیل کے آخری نبی عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام تھے جنھوں نے اپنے بعد آنے والے اللہ کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بشارت دی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ﴾ ''پھر ہم نے ان کے پیچھے انھی کے قدموں پر (اور) پیغمبر بھیجے اور ہم ہی نے ان کے پیچھے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا اور اسے انجیل عنایت کی۔'' یعنی ان کی طرف بذریعہ وحی انجیل بھیجی گئی۔ ﴿ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ ﴾ ''اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں ڈال دی'' یعنی حواریوں کے دلوں میں ﴿ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ ﴾ ''شفقت اور مہربانی۔'' تاکہ مخلوق کے ساتھ وہ شفقت و مہربانی کا معاملہ کریں۔ ﴿ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا ﴾ ''اور رہبانیت کو تو انھوں نے خود ایجاد کر لیا۔'' یعنی رہبانیت کی بدعت کو امت نصاریٰ نے ایجاد کیا تھا، ﴿ مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ ﴾ ''ہم نے انھیں اس کا حکم نہیں دیا تھا۔'' یعنی ہم نے اسے حکم شریعت قرار نہیں دیا تھا بلکہ اسے انھوں نے از خود ایجاد کر لیا تھا۔ ارشاد باری

تعالیٰ ہے: ﴿ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ ﴾ ”مگر رضائے الٰہی تلاش کرنے کے لیے۔“ اس کے بارے میں دو قول ہیں: (1) اس سے ان کا مقصود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا تھا، یہ سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول ہے۔[1] (2) ہم نے انھیں اس کا حکم نہیں دیا تھا، ہم نے تو انھیں اس بات کا حکم دیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں: ﴿ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ﴾ ”پھر جیسا اسے نباہنا چاہیے تھا نباہ بھی نہ سکے۔“ یعنی انھوں نے جس بات کو اپنے لیے اختیار کیا اس کی پابندی بھی نہ کر سکے، اس میں دو اعتبار سے ان کی مذمت کی گئی ہے: (1) انھوں نے اللہ تعالیٰ کے دین میں ایسی بدعت ایجاد کی جس کا اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم نہیں دیا تھا (2) جسے انھوں نے تقرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ سمجھا اس کی بھی وہ صحیح صحیح پابندی نہ کر سکے۔

امام ابن جریر اور امام نسائی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، جبکہ یہ الفاظ نسائی کی روایت کے مطابق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بادشاہوں نے تورات و انجیل میں تبدیلیاں کر دیں، ان میں سے کچھ مومن بھی تھے جو تورات اور انجیل کو پڑھتے تھے، ان کے بادشاہوں سے کہا گیا کہ ہمیں یہ لوگ جو گالی دیتے ہیں اس سے زیادہ سخت گالی کوئی اور ہو نہیں سکتی اور ان کا پڑھنا یہ ہے: ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾ (المآئدة 44:5) ”اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے، تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔“ وہ ان آیات کو پڑھتے ہیں اور اپنے اس طرح پڑھنے میں وہ ہمارے اعمال کی عیب جوئی کرتے ہیں، پس ان کو بلاؤ تاکہ وہ بھی اسی طرح پڑھیں جیسے ہم پڑھتے ہیں، اسی طرح ایمان لائیں جیسے ہم ایمان لاتے ہیں، پس انھیں بلایا، جمع کیا اور انھیں کہا گیا کہ وہ قتل کر دیے جائیں گے یا پھر وہ تورات و انجیل کے تبدیل شدہ حصوں کے سوا باقی کو پڑھنا چھوڑ دیں، انھوں نے ان سے پوچھا کہ اس سے تمھارا ارادہ کیا ہے؟ تم ہمیں چھوڑ دو، ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ ہمارے لیے ایک بلند چبوترہ بناؤ، پھر اس پر ہمیں چڑھا دو اور ہمیں کوئی ایسی چیز دے دو جس کے ساتھ ہم اپنے کھانے پینے کو اوپر اٹھا لیا کریں اور ہم خود تمھارے پاس نہیں آئیں گے، دوسری جماعت نے کہا کہ ہمیں بھی چھوڑ دو، ہم زمین میں چلیں پھریں گے اور اس طرح پانی پی کر گزارہ کریں گے جس طرح جنگلی جانور پانی پیتے ہیں اور اگر تم اپنے علاقے میں ہمیں پکڑ لو تو قتل کر دو، تیسری جماعت نے کہا کہ جنگلات میں ہمارے لیے گھر بنا دو، وہاں ہم کنویں کھود لیں گے اور سبزیاں اگائیں گے، ہم تمھارے پاس نہیں آئیں گے بلکہ تمھارے پاس سے گزریں گے بھی نہیں، ہر قبیلے میں ان لوگوں کے دوست بھی تھے، لہٰذا انھوں نے اسی طرح کیا تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ﴾ ”اور رہبانیت کو تو انھوں نے خود ایجاد کر لیا، ہم نے انھیں اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر (انھوں نے اپنے خیال میں) اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے (آپ ہی ایسا کر لیا تھا)، پھر جیسا اس کو نباہنا چاہیے تھا نباہ نہ سکے۔“[2]

---

[1] تفسير الطبري :309/27 . [2] تفسير الطبري :310/27 وسنن النسائي، آداب القضاة، باب تأويل قول الله عزوجل: ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ (المآئدة 44:5)، حديث:5402 والسنن الكبرى للنسائي، القضاء، باب تأويل قول الله جل ثناؤه: ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ ...... ﴾ (المآئدة 44:5) 467,466/3، حديث:5941 .

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ

اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو، اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، وہ تمھیں اپنی رحمت سے دو حصے (اجر) دے گا، اور تمھارے لیے ایسا

لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿28﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ

نور بنائے گا کہ تم اس کے ساتھ چلو گے، اور وہ تمھیں بخش دے گا، اور اللہ بہت معاف کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿28﴾ تاکہ اہل کتاب یہ جان

اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

لیں کہ بلاشبہ وہ اللہ کے فضل میں سے کسی شے پر قدرت نہیں رکھتے، اور بلاشبہ تمام فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے یہ (فضل) عطا کرتا ہے،

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿29﴾

ع 4/4 20

اور اللہ عظیم فضل والا ہے ﴿29﴾

امام احمد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [لِكُلِّ نَبِيٍّ رَّهْبَانِيَّةٌ، وَّرَهْبَانِيَّةُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ] ''ہر نبی کے لیے رہبانیت کا ایک طریقہ ہوتا ہے، اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔''[1] حافظ ابویعلیٰ نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: [لِكُلِّ أُمَّةٍ رَّهْبَانِيَّةٌ، وَّرَهْبَانِيَّةُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ] ''ہر امت کے لیے رہبانیت کا ایک طریقہ ہوتا ہے اور اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔''[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے وصیت فرمائیں، انھوں نے جواب دیا کہ تم نے تو وہ سوال کیا ہے جو میں نے تم سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا تھا: [أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ، فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ شَيْءٍ وَّعَلَيْكَ بِالْجِهَادِ، فَإِنَّهُ رَهْبَانِيَّةُ الْإِسْلَامِ، وَعَلَيْكَ بِذِكْرِ اللّٰهِ، وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ، فَإِنَّهُ رُوحُكَ فِي السَّمَاءِ وَذِكْرٌ لَّكَ فِي الْأَرْضِ] ''میں تمھیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، یہ ہر چیز کا سرچشمہ ہے، جہاد کو لازم پکڑو یہ اسلام کی رہبانیت ہے، اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تلاوت قرآن کی پابندی کرو، یہ آسمان میں تمھاری روح اور زمین میں تمھارا ذکر ہے۔''[3] امام احمد رحمہ اللہ اس روایت کے بیان کرنے میں متفرد ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 29،28

اہل کتاب میں سے ایمان لانے والے کے لیے دگنا اجر: قبل ازیں امام نسائی کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی جا چکی ہے۔[4] کہ اس کا تعلق اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں سے ہے کہ انھیں دگنا اجر وثواب ملے گا جیسا کہ شعبی کی ابوبردہ رضی اللہ عنہ سے ان کی اپنے والد سے اور ان کی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ: رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهٖ (وَآمَنَ بِي) فَلَهُ أَجْرَانِ وَعَبْدٌ مَّمْلُوكٌ أَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ

[1] مسند أحمد: 266/3، اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ [2] مسند أبي يعلى الموصلي: 210/7، حدیث: 4204، اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے۔ [3] مسند أحمد: 82/3، اس حدیث کی سند ضعیف ہے، مزید دیکھیے مسند أبي يعلى: 284,283/2، حدیث: 1000. [4] دیکھیے الحدید، آیت: 27 کے ذیل میں عنوان: ''سابقہ بہت سی امتیں نافرمان تھیں''

وَحَقَّ (مَوَالِیهِ) فَلَهُ أَجْرَانِ(إِذَا أَدَّبَ الرَّجُلُ أَمَتَهُ فَأَحْسَنَ تَأْدِیبَهَا) ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ] ''تین قسم کے لوگوں کو دگنا اجر وثواب ملے گا: اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی کے ساتھ اور میرے ساتھ ایمان لایا تو اس کے لیے دو اجر ہیں، وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرے اور اپنے مالکان کا حق بھی تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور وہ شخص جس نے اپنی باندی کو ادب سکھایا اور خوب اچھی طرح ادب سکھایا، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے شادی کر لی تو اس کے لیے بھی دو اجر ہیں۔''① اسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ اس تفسیر میں ضحاک، عتبہ بن ابو حکیم اور کئی دیگر مفسرین نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اتفاق کیا ہے۔② اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔③

یہ آیت کریمہ اس آیت کی طرح ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ ﴾ (الأنفال 8:29) ''مومنو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمھارے لیے کسوٹی بنا دے گا (تم کو ممتاز کر دے گا) اور تمھارے گناہ مٹا دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔'' سعید بن عبدالعزیز نے کہا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کے ایک عالم سے پوچھا کہ تمھیں کتنی نیکیاں زیادہ ملتی ہیں، اس نے کہا کہ تین سو پچاس نیکیاں، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی کہ اس نے ہمیں دگنا اجر و ثواب عطا فرمایا ہے، پھر سعید نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ ﴾ ''وہ تمھیں اپنی رحمت سے دگنا اجر عطا فرمائے گا۔'' سعید کہتے ہیں کہ جمعے کا بھی اسی طرح دگنا اجر وثواب ملتا ہے۔④ اسے ابن جریر نے بیان کیا ہے اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْیَهُودِ وَالنَّصَارٰی كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا، فَقَالَ: مَنْ یَّعْمَلُ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ إِلٰی نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰی قِیرَاطٍ قِیرَاطٍ؟ أَلَا فَعَمِلَتِ الْیَهُودُ ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ یَّعْمَلُ لِي مِنْ نِّصْفِ النَّهَارِ إِلٰی صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلٰی قِیرَاطٍ قِیرَاطٍ؟ أَلَا فَعَمِلَتِ النَّصَارٰی، ثُمَّ قَالَ : مَنْ یَّعْمَلُ لِي مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلٰی غُرُوبِ الشَّمْسِ عَلٰی قِیرَاطَیْنِ قِیرَاطَیْنِ؟ أَلَا فَأَنْتُمُ الَّذِینَ عَمِلْتُمْ فَغَضِبَ الْیَهُودُ وَالنَّصَارٰی، قَالُوا: نَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ عَمَلًا وَّأَقَلَّ عَطَاءً! قَالَ: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِّنْ حَقِّكُمْ شَیْئًا؟ قَالُوا: لَا، قَالَ فَإِنَّمَا هُوَ فَضْلِي، أُوتِیهِ مَنْ أَشَاءُ]

''تمھاری مثال اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کام پر کچھ مزدور لگائے اور کہا کہ کون ہے جو میرے لیے نماز صبح سے لے کر نصف النہار تک کام کرے اور میں کام کرنے والوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک قیراط دوں؟ یہ

① تینوں قوسوں والے الفاظ صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالی: ﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْیَمَ ﴾ (مریم 19:16)، حدیث:3446 جبکہ باقی حدیث صحیح مسلم، الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا......، حدیث: 154 کے مطابق ہے۔ مزید دیکھیے۔ صحیح البخاری، العلم، باب تعلیم الرّجل أمته وأهله، حدیث: 97 والجهاد والسیر، باب فضل من أسلم من أهل الكتابین، حدیث: 3011 ۔ ② تفسیر الطبری :316,315/27 ۔ ③ تفسیر الطبری : 317,316/27 ۔ ④ تفسیر الطبری :316,315/27 ۔

سن کر یہودیوں نے کام کیا، پھر اس نے کہا کہ کون ہے جو نماز ظہر سے نماز عصر تک کام کرے اور میں کام کرنے والوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک قیراط دوں؟ پس یہ سن کر عیسائیوں نے کام کیا، پھر اس نے کہا کہ کون ہے جو میرے لیے عصر سے لے کر غروب آفتاب تک کام کرے اور میں کام کرنے والوں میں سے ہر ایک کو دو دو قیراط دوں؟ یہ سن کر کام کرنے والے تم ہو، اس سے عیسائی اور یہودی ناراض ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ ہم نے کام زیادہ کیا مگر ہمیں مزدوری کم ملی ہے، کام پر لگانے والے نے کہا: کیا میں نے ظلم کرتے ہوئے تم میں سے کسی کو کم مزدوری دی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں تو اس نے کہا کہ یہ میرا فضل ہے، میں جسے چاہوں عطا کر دوں۔"[1] اسے بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَّعْمَلُونَ لَهُ عَمَلًا يَّوْمًا إِلَى اللَّيْلِ عَلٰى أَجْرٍ مَّعْلُومٍ فَعَمِلُوا لَهُ إِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوا: لَا حَاجَةَ لَنَا إِلٰى أَجْرِكَ الَّذِي شَرَطْتَ لَنَا وَمَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ، فَقَالَ لَهُمْ: لَا تَفْعَلُوا، أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ وَخُذُوا أَجْرَكُمْ، كَامِلًا، فَأَبَوْا وَتَرَكُوا وَاسْتَأْجَرَ آخَرِينَ بَعْدَهُمْ، فَقَالَ: أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ هٰذَا، وَلَكُمُ الَّذِي شَرَطْتُ لَهُمْ مِّنَ الْأَجْرِ، فَعَمِلُوا حَتّٰى إِذَا كَانَ حِينَ صَلَاةِ الْعَصْرِ ، قَالُوا: لَكَ مَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ وَّلَكَ الْأَجْرُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا فِيهِ، فَقَالَ لَهُمْ: أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ، فَإِنَّ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ شَيْءٌ يَّسِيرٌ ، فَأَبَوْا، فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا أَنْ يَّعْمَلُوا لَهُ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ وَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ كِلَيْهِمَا، فَذٰلِكَ مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبِلُوا مِنْ هٰذَا النُّورِ]

"مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص نے کچھ آدمیوں کو کام پر لگایا کہ وہ رات تک سارا دن طے شدہ اجرت پر کام کریں گے مگر انھوں نے نصف النہار تک کام کیا اور پھر کہا کہ ہمیں تیری اس مزدوری کی ضرورت نہیں جو تو نے طے کی ہے اور جو ہم نے کام کیا ہے اسے باطل سمجھو، اس نے کہا کہ نہیں ایسا نہ کرو، اپنے باقی کام کو مکمل کرو اور اپنی مزدوری پوری لو، انھوں نے انکار کیا اور کام چھوڑ دیا، اس نے ان کے بعد دوسرے لوگوں کو کام پر لگا دیا اور کہا کہ باقی سارا دن کام کرو اور میں تمھیں یہ مزدوری دوں گا جو میں نے ان سے طے کی تھی، انھوں نے کام کیا مگر نماز عصر پڑھ کر کہنے لگے کہ ہم نے جو کام کیا ہے وہ باطل ہے اور تو نے جو مزدوری طے کی تھی وہ ہم تیرے پاس ہی رہنے دیتے ہیں، اس نے کہا کہ باقی دن کام کرو اور اپنی مزدوری لو، دن کا تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے مگر انھوں نے کام کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے کچھ اور لوگوں کو کام پر لگا دیا تاکہ وہ دن کے باقی حصے میں کام کریں، انھوں نے دن کے باقی حصے میں غروب آفتاب تک کام کیا اور سابقہ دونوں گروہوں کی مزدوری کو حاصل کر لیا، یہ ہے ان کی اور اس نور کی مثال جسے انھوں نے قبول کر لیا۔" اس حدیث کو صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے

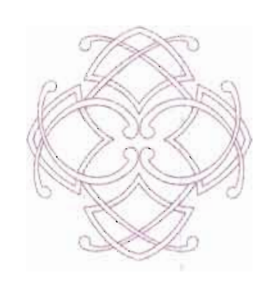
---

[1] مسند أحمد :6/2 . [2] صحيح البخاري، الإجارة، باب الإجارة إلى نصف النهار، حديث:2268 .

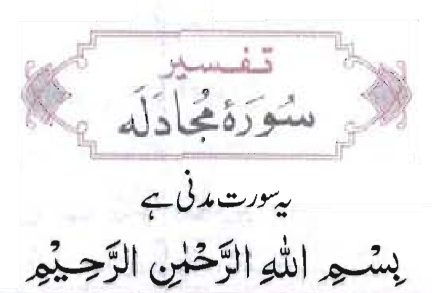
روایت کیا ہے۔[1] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ ﴾ ”(یہ باتیں اس لیے بیان کی گئی ہیں) تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے۔“ تاکہ انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عطا فرمایا ہے وہ اسے روکنے پر قادر نہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے روک رکھا ہے وہ اسے دینے پر قادر نہیں ﴿ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿29﴾ ﴾ ”اور یہ کہ فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔“

سورۂ حدید کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



[1] صحيح البخاري، الإجارة، باب الإجارة من العصر إلى الليل، حديث :2271.



یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ

(اے نبی!) یقیناً اللہ نے اس عورت (خولہ بنت ثعلبہ) کی بات سن لی جو اپنے خاوند (اوس بن صامت) کے متعلق آپ سے جھگڑ رہی تھی اور وہ اللہ کی

تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①

طرف شکایت کر رہی تھی، اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ①

تفسیر آیت :1

سببِ نزول: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کے کان تمام آوازوں کو خوب سنتے ہیں۔ بحث وجدال کرنے والی یہ خاتون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ سے گفتگو کر رہی تھی اور میں گھر کے ایک کونے میں موجود تھی لیکن میں سن نہیں رہی تھی کہ وہ کیا کہہ رہی ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا ......﴾ الآية ''(اے پیغمبر!) جو (عورت) آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث وجدال کرتی ہے، اللہ نے اس کی التجا سن لی......۔''[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی صحیح بخاری کی کتاب التوحید میں اسے اسی طرح تعلیقاً روایت کیا ہے۔[2] اسے امام نسائی، ابن ماجہ، ابن ابوحاتم اور ابن جریر نے بھی بیان کیا ہے۔[3]

ابن ابوحاتم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت میں ہے، انھوں نے کہا کہ بابرکت ہے وہ ذات جس کے کان ہر چیز کو خوب سنتے ہیں، میں خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کی بات کو سن رہی تھی گو ان کی بات کا کچھ حصہ میں نہ سن سکی تھی، وہ اپنے شوہر کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں: یارسول اللہ! (اس نے میرا مال کھایا)، میرے ساتھ جوانی کی زندگی کو بسر کیا، میرے بطن سے اس کے بچے پیدا ہوئے اور اب جبکہ میری عمر زیادہ ہو گئی ہے، اولاد کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے تو اس نے مجھ سے ظہار کر لیا ہے، اے اللہ! میں تیرے حضور اپنی التجا پیش کرتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ خولہ ابھی موجود ہی تھیں کہ جبریل علیہ السلام

① مسند أحمد :46/6. ② صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا﴾ (النسآء 134:4)، قبل الحديث:7386 مختصرًا. ③ سنن النسائي، الطلاق، باب الظهار، حديث: 3490 وسنن ابن ماجه، السنة، باب فيما أنكرت الجهمية، حديث :188 وتفسير الطبري:9,8/28 و تفسير ابن أبي حاتم :3342/10.

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ''ظہار'' کرتے ہیں، وہ ان کی مائیں نہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے انھیں جنا اور بے شک وہ ناگوار

وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ

بات اور جھوٹ کہتے ہیں اور بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے ② اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں، پھر اپنی کہی ہوئی

مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ

بات سے رجوع کرتے ہیں، تو ایک گردن آزاد کرنی ہے، اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں، اس (حکم) کی تمھیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ

تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ

اس سے خوب باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو ③ پھر جو شخص نہ پائے (غلام) تو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنے ہیں اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو

قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ

چھوئیں، پھر جو شخص (اس کی) استطاعت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ (حکم) اس لیے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ،

حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④

اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، اور کافروں کے لیے نہایت دردناک عذاب ہے ④

یہ آیات لے کر نازل ہوگئے: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ ان کے شوہر کا نام اوس بن صامت تھا۔ ①

تفسیر آیات: 2-4

ظہار اور اس کا کفارہ: امام احمد رحمہ اللہ نے خویلہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سورۂ مجادلہ کا ابتدائی حصہ اللہ تعالیٰ نے میرے اور اوس بن صامت کے بارے میں نازل فرمایا ہے، میں اس کی بیوی تھی، وہ بہت بوڑھا اور تند مزاج ہو گیا تھا، ایک دن وہ میرے پاس آیا اور کسی چیز کے بارے میں میری اس سے تکرار ہوگئی تو وہ ناراض ہو گیا اور اس نے کہا کہ تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے، پھر وہ گھر سے باہر نکل گیا، کچھ دیر اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھا رہا، پھر وہ میرے پاس آیا اور میرے نفس کا مجھ سے مطالبہ کرنے لگا تو میں نے کہا ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم خویلہ کی جان جس کے ہاتھ میں ہے! تو میرے پاس نہیں آسکتا کیونکہ تو نے جو کہنا تھا وہ کہہ دیا، لہٰذا جب تک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بارے میں فیصلہ نہیں فرما دیتے تو مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتا، وہ میری طرف لپکا مگر میں نے اپنے آپ کو اس سے دور کر لیا اور میں اس طرح اس پر غالب آ گئی جس طرح عورت کسی بوڑھے لاغر پر غالب آ جاتی ہے، بہرحال میں نے اسے اپنے آپ سے دور ہٹایا، پھر میں اپنی ایک پڑوسن کے پاس گئی، اس سے میں نے کپڑے مستعار لیے اور پھر اپنے گھر سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گئی،

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3342/10 و تفسیر الطبری: 9/28، البتہ قوسین والے الفاظ تفسیر البغوی: 38/5 میں ہیں۔

میں نے سارا ماجرا آپ کی خدمت میں پیش کیا اور اس کی بدخلقی کی بھی آپ سے شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے سن کر فرمایا: [يَا خُوَيْلَةُ! اِبْنُ عَمِّكِ شَيْخٌ كَبِيرٌ، فَاتَّقِي اللّٰهَ فِيهِ] ”خویلہ! تمھارا یہ برادرعم زاد بہت بوڑھا ہے، اس کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔“ لیکن اللہ کی قسم میں ابھی وہاں تھی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بارے میں قرآن نازل فرما دیا، رسول اللہ ﷺ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو وحی نازل ہونے کے وقت طاری ہوتی تھی، پھر جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: [يَا خُوَيْلَةُ! قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيكِ وَفِي صَاحِبِكِ] ”اے خویلہ! اللہ نے تمھارے اور تمھارے خاوند کے بارے میں (قرآن) نازل کیا ہے۔“

پھر رسول اللہ ﷺ نے ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ﴾ (المجادلة 1:58) سے لے کر ﴿وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④﴾ تک کی آیات پڑھ کر سنائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مُرِيهِ! فَلْيُعْتِقْ رَقَبَةً] ”اس سے کہو کہ وہ ایک غلام آزاد کر دے۔“ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس کے پاس آزاد کرنے کے لیے کوئی غلام نہیں ہے، آپ نے فرمایا: [فَلْيَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ] ”پھر وہ متواتر دو مہینے روزے رکھے۔“ میں نے عرض کی: اللہ کی قسم! وہ بہت بوڑھا ہے، وہ روزے نہیں رکھ سکتا، آپ نے فرمایا: [فَلْيُطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا وَّسْقًا مِّنْ تَمْرٍ] ”وہ ساٹھ مسکینوں کو ایک ایک وسق کھجوریں کھلا دے۔“ میں نے عرض کی: واللہ! یارسول اللہ! اس کے پاس اتنی کھجوریں بھی نہیں ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِنَّا سَنُعِينُهُ بِعَرَقٍ مِّنْ تَمْرٍ] ”ایک ٹوکرا کھجوروں کے ساتھ ہم اس کی مدد کر دیتے ہیں۔“ میں نے عرض کی کہ کھجوروں کے ایک ٹوکرے کے ساتھ میں بھی اس کی مدد کر دیتی ہوں، آپ نے فرمایا: [قَدْ أَصَبْتِ وَأَحْسَنْتِ، فَاذْهَبِي، فَتَصَدَّقِي عَنْهُ ثُمَّ اسْتَوْصِي بِابْنِ عَمِّكِ خَيْرًا] ”بہت خوب، جاؤ اور یہ کھجوریں اس کی طرف سے صدقہ کر دو اور پھر اپنے برادرعم زاد کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔“ حضرت خویلہ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے اسی طرح کیا۔ [1] اس روایت کو امام ابوداود نے بھی اپنی ”سنن“ کی کتاب الطلاق میں بیان کیا ہے۔ [2] ان کی روایت میں اس خاتون کا نام خولہ بنت ثعلبہ ہے، اسے خولہ بنت مالک بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے اور کبھی تصغیر کے ساتھ خویلہ کہا جاتا ہے، ان اقوال میں کوئی تضاد نہیں، سب کا ایک مفہوم ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. اس سورۂ مبارکہ کے سبب نزول کے بارے میں یہی صحیح قول ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ﴾ ”جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں سے ظہار کر لیتے ہیں۔“ ظہار کا لفظ ظہر سے مشتق ہے۔ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی اپنی بیوی سے ظہار کرنا چاہتا تو وہ اس سے یہ کہتا: أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي ”تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔“ زمانۂ جاہلیت میں ظہار کو طلاق سمجھا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے تخفیف کر کے اس کا کفارہ مقرر فرما دیا ہے اور اسے طلاق قرار نہیں دیا جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ

---

① مسند أحمد: 411,410/6. ② سنن أبي داود، الطلاق، باب في الظهار، حديث: 2214، بہرحال الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 45/300-302 میں اس کی سند کو ضعیف کہا گیا ہے جبکہ بعض محققین کے نزدیک یہ حدیث شواہد کے ساتھ حسن ہے، دیکھیے فتح الباری: 433/9، قبل الحديث: 5293.

اسے طلاق سمجھتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ ﴾ ''وہ ان کی مائیں نہیں (ہو جاتیں) ان کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے انھیں جنا۔'' یعنی مرد کے اپنی بیوی سے یہ کہنے سے وہ اس کی ماں نہیں ہو جاتی کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے یا تو میری ماں کے مانند ہے یا تو میری ماں کی پشت کی طرح ہے وغیرہ، اس طرح کے الفاظ سے وہ اس کی ماں نہیں بن جاتی کیونکہ اس کی ماں تو صرف وہ ہے جس نے اسے جنم دیا ہے، اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ ﴾ ''اور بے شک وہ نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔'' یعنی یہ ایک فحش اور باطل بات ہے، ﴿ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ ﴾ ''اور بلاشبہ اللہ بڑا معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔'' اس سب کو جو تم سے حالتِ جاہلیت میں سرزد ہوا، جو سبقت لسانی کی وجہ سے منہ سے نکل گیا اور متکلم کا مقصود نہ تھا اور اگر وہ قصد وارادہ سے کہے تو اس سے بیوی حرام ہو جائے گی (حتی کہ کفارہ دے) کیونکہ صحیح قول کے مطابق ماں اور دیگر تمام محرمات: بہن، پھوپھی اور خالہ وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا ﴾ ''اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں، پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں۔'' امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ظہار کے بعد طویل زمانے تک اسے اپنے پاس روکے رکھے اور اس عرصے میں اسے طلاق نہ دے۔[1] امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے بعد وہ جماع کرنا چاہے یا اس کا ارادہ کرے تو اس وقت تک حلال نہیں جب تک اس کا کفارہ نہ ادا کر دے۔[2] امام مالک سے روایت ہے کہ اس سے مراد ارادۂ جماع اور بیوی کو اپنے پاس روک رکھنا ہے، دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد جماع ہی ہے۔[3] سعید بن جبیر سے ﴿ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا ﴾ ''پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں'' کی تفسیر میں مروی ہے کہ وہ اس جماع کی طرف رجوع کرنا چاہیں جسے انھوں نے از خود اپنے نفسوں پر حرام قرار دے دیا ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فرج میں مباشرت کرنا ہے، آپ کفارے سے قبل فرج کے علاوہ دیگر امور میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔[4] علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس میں مسّ کے معنی نکاح کے ہیں۔[5] عطاء، زہری، قتادہ اور مقاتل بن حیان کا بھی یہی قول ہے۔[6] امام زہری فرماتے ہیں کہ اس حالت میں اس کے لیے کفارے سے قبل بوسہ یا مباشرت جائز نہیں ہے۔[7] اہل سنن نے عکرمہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور پھر کفارے سے قبل ہی اس

---

① كتاب الأم للشافعي: 201,200/7. ② مسائل الإمام أحمد بن حنبل: 583/1، رقم المسألة: 1623. ③ الموطأ للإمام مالك، الطلاق، باب ظهار الحر: 202/2، تحت الحديث: 1217 والاستذكار لابن عبدالبر، الطلاق، باب ظهار الحر: 113/17، المسألة: 569. ④ تفسير الطبري: 13/28. ⑤ تفسير الطبري: 13/28. ⑥ الدر المنثور: 266/6.
⑦ ہمیں امام زہری رحمہ اللہ سے ایک اور قول ملا ہے، دیکھیے المصنف لعبد الرزاق: 425/6، حديث: 11497.

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ

بے شک جولوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ذلیل کیے جائیں گے جیسے وہ لوگ ذلیل کیے گئے جو ان سے پہلے تھے، اور یقیناً ہم نے

اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑤ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ

واضح آیات اتاری ہیں، اور کافروں کے لیے رسوا کن عذاب ہے⑤ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا (زندہ کرے گا،) پھر ان کو جتائے گا جو انھوں

اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑥ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي

نے عمل کیے۔ اللہ نے ان کو گن رکھا ہے جبکہ وہ انھیں بھول گئے، اور اللہ ہر چیز پر نگران ہے⑥ (اے نبی!) کیا آپ نے نہیں دیکھا بے شک اللہ جانتا

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ

ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تین (افراد) کی کوئی سرگوشی نہیں ہوتی، مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ (آدمیوں) کی، مگر

اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ

وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ، مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی وہ ہوں، پھر وہ روز قیامت انھیں جتائے گا جو انھوں نے

بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑦

عمل کیے تھے، بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے⑦

سے مباشرت کرلی، آپ نے فرمایا: [مَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ؟ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ!] ''اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! ایسا کیوں کیا؟'' اس نے کہا کہ چاند کی روشنی میں، میں نے اس کی پازیب کو دیکھ لیا تھا، آپ نے فرمایا: [فَلَا تَقْرَبْهَا حَتّٰى تَفْعَلَ مَا أَمَرَكَ اللّٰهُ بِهٖ] ''جب تک وہ کفارہ ادا نہ کر دو جس کا تمھیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اس کے قریب نہ جاؤ۔'' امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن غریب صحیح قرار دیا ہے، نیز اسے امام ابوداود اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ﴾ ''ایک گردن آزاد کرنا (ضرور) ہے۔'' یعنی ہم بستر ہونے سے پہلے پورا ایک غلام آزاد کر دیں۔ یاد رہے یہاں غلام مطلق ہے، اسے ایمان کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا، یعنی غلام کا مومن ہونا ضروری قرار نہیں دیا گیا جیسا کہ کفارۂ قتل میں غلام کا مومن ہونا ضروری ہے۔ ﴿ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ ﴾ ''(مومنو!) اس (حکم) سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے'' اور تمھیں سرزنش کی جاتی ہے، ﴿ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے'' وہ اس سے باخبر ہے جس سے تمھاری اصلاح ہوگی کیونکہ وہ تمھارے احوال کو خوب جانتا ہے۔ ﴿ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ﴾ ''پس جس کو (غلام) نہ ملے تو وہ مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے رکھے، تو جس کو اس کا بھی مقدور نہ ہو تو (اُسے) ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانا (چاہیے۔)'' قبل ازیں وہ احادیث مبارکہ بیان کی جا چکی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ اس ترتیب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے جیسا کہ صحیحین میں اس شخص کے

① جامع الترمذي، الطلاق واللعان، باب ماجاء في المظاهر يواقع قبل أن يكفر، حديث: 1199 وسنن أبي داود، الطلاق، باب في الظهار، حديث: 2223 وسنن ابن ماجه، الطلاق، باب المظاهر يجامع قبل أن يكفر، حديث: 2065 والسنن الكبرى للنسائي، الطلاق، باب الظهار: 367/3، حديث: 5651.

قصے سے ثابت ہے جس نے رمضان میں اپنی بیوی سے مجامعت کر لی تھی۔[1] ﴿ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ ''یہ (حکم) اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔'' یعنی یہ حکم ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کے لیے دیا ہے، ﴿ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ﴾ ''اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔'' یعنی وہ امور ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، لٰہذا تم حدود اللہ سے تجاوز نہ کرو۔ ﴿ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾ ''اور نہ ماننے والوں کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔'' یعنی جو لوگ ایمان نہ لائیں اور احکام شریعت کی پابندی نہ کریں تو ان کے بارے میں یہ خیال نہ کرو کہ وہ آزمائش سے نجات پا جائیں گے، ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔

تفسیر آیات: 5-7

دین کے دشمنوں کا انجام: جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور اس کی شریعت سے دشمنی رکھی، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''وہ (اس طرح) ذلیل کیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل کیے گئے تھے۔'' یعنی ان کی اسی طرح توہین و تذلیل کی جائے گی اور انھیں ملعون قرار دیا جائے گا جیسا کہ ان جیسے پہلے لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا، ﴿ وَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ﴾ ''اور یقیناً ہم نے صاف صاف آیتیں نازل کر دی ہیں۔'' جو اس قدر واضح اور صاف ہیں کہ کوئی کافر اور فاسق و فاجر ہی ان کی مخالفت کر سکتا ہے، ﴿ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ﴾ ''اور کافروں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔'' اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی شریعت کی اتباع و اطاعت اور اس کے آگے جھکنے کے بجائے تکبر کا اظہار کیا تھا۔ پھر فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ﴾ ''جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو (زندہ کر کے) اٹھائے گا۔'' اور یہ قیامت کا دن ہوگا، جب اللہ تعالیٰ پہلے اور پچھلے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرما دے گا، ﴿ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ﴾ ''تو جو کام وہ کرتے رہے ان کو بتائے گا۔'' یعنی انھوں نے اچھے یا برے جو کام بھی کیے اللہ تعالیٰ انھیں ان کی خبر دے گا، ﴿ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ﴾ ''اللہ نے انھیں شمار کر لیا ہے اور یہ ان کو بھول گئے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام کاموں کو ضبط اور محفوظ کر رکھا ہوگا جبکہ یہ لوگ اپنے ان کاموں کو بھول چکے ہوں گے۔ ﴿ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ ﴾ ''اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔'' اس سے کوئی چیز غائب و مخفی نہیں اور نہ وہ کسی چیز کو بھولتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق کا احاطہ کیے ہوئے ہے: اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ اس کا علم مخلوق کا احاطہ کیے ہوئے ہے، اسے ان کے بارے میں مکمل اطلاع ہے، وہ ان کی بات کو سنتا اور ان کی جگہ دیکھتا ہے، خواہ وہ جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں، ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ ﴾ ''آیا تم کو معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ کو سب معلوم ہے (کسی جگہ) تین (شخصوں) کی سرگوشیاں نہیں ہوتیں۔'' یعنی تینوں کی سرگوشیاں نہیں ہوتیں ﴿ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ

---

[1] صحيح البخاري، الصوم، باب: إذا جامع في رمضان ولم يكن له......، حديث:1936 وصحيح مسلم، الصيام، باب تغليظ تحريم الجماع......، حديث:1111 عن أبي هريرة ﷺ.

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ

کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنھیں سرگوشیاں کرنے سے روکا گیا تھا، پھر وہ اس چیز کی طرف لوٹتے ہیں جس سے انھیں روکا گیا تھا، اور وہ

وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ ۚ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ ۙ وَيَقُولُونَ فِي

گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں۔ اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو اس (کلمے) کے ساتھ سلام کہتے ہیں کہ اللہ

أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۖ فَبِئْسَ الْمَصِيرُ ⑧ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

نے اس کے ساتھ آپ کو (کبھی) سلام نہیں کہا، اور وہ اپنے دل میں کہتے ہیں: اللہ ہمیں اس کی وجہ سے کیوں عذاب نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں؟ ان کے

آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ

لیے جہنم کافی ہے، وہ اس میں داخل ہوں گے، پس وہ برا ٹھکانا ہے⑧ اے ایمان والو! جب تم سرگوشیاں کرو، تو گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی

وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ⑨ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ

سرگوشیاں مت کرو، اور تم نیکی اور تقوے کی سرگوشیاں کرو، اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تمھیں اکٹھا کیا جائے گا⑨ (بری) سرگوشی تو ہے ہی شیطان کی

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ⑩

طرف سے، تاکہ وہ ایمان والوں کو غمگین کرے، اور وہ انھیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا مگر اللہ کے حکم سے، اور لازم ہے کہ مومن اللہ ہی پر توکل کریں⑩

﴿أَيْنَ مَا كَانُوا﴾ ”مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا (مجمع) مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم یا زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہوں۔“ وہ ان کے بارے میں مطلع ہے، ان کے کلام کو اور ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو سنتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے فرشتے بھی ان سرگوشیوں کو لکھتے رہتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اس کا بھی علم ہے اور وہ اسے سنتا بھی ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ (التوبة 78:9) ”کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے بھیدوں اور سرگوشیوں تک سے آگاہ ہے اور یہ کہ وہ غیب کی باتیں جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ﴾ (الزخرف 80:43) ”کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں، کیوں نہیں! (سب سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے ان کے پاس (ان کی سب باتیں) لکھ لیتے ہیں۔“ اسی وجہ سے کئی ایک اہل علم نے کہا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت کریمہ میں معیت سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اس کے ارادے میں بھی کوئی شک نہیں اور پھر علم کے ساتھ ساتھ اس کی سماعت بھی ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کی بصارت بھی ان میں نافذ ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی مخلوق کے بارے میں باخبر ہے، اس سے ان کا کوئی معاملہ بھی مخفی نہیں ہے، پھر فرمایا: ﴿ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ⑦﴾ ”پھر جو کام یہ کرتے رہے ہیں قیامت کے دن وہ (ایک ایک کرکے) ان کو بتائے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔“ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ کا آغاز بھی علم سے کیا اور اس کا اختتام بھی علم پر ہوا ہے۔

تفسیر آیات :8-10

یہودیوں کی شرارتوں کا بیان: ابن ابونجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ ﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا، پھر جس (کام) سے منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگے؟'' ان لوگوں سے مراد یہود ہیں۔ [1] مقاتل بن حیان کا بھی یہی قول ہے۔ نیز انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ نبی ﷺ اور یہود کے تعلقات منقطع تھے، یہودیوں کے پاس سے جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی شخص کا گزر ہوتا تو یہ بیٹھ کر آپس میں سرگوشیاں کرنا شروع کر دیتے تھے حتی کہ مومن یہ خیال کرتا کہ وہ اس کے قتل کرنے یا اسے کوئی اور نقصان پہنچانے کے بارے میں سرگوشیاں کر رہے ہیں، مومن جب ایسی صورت حال سے دوچار ہوتا تو وہ ڈرتے ہوئے رستہ چھوڑ دیتا، نبی ﷺ نے انھیں سرگوشیوں سے منع فرما دیا تھا مگر یہ باز نہ آئے اور انھوں نے سرگوشیوں کو جاری رکھا تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ ﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا، پھر جس (کام) سے منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگے؟''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ﴾ ''اور یہ تو گناہ، ظلم اور رسول (اللہ) کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں۔'' یعنی آپس میں باتیں کرتے ہیں ﴿ بِالْاِثْمِ ﴾ ''گناہ کی'' جن کا تعلق ان سے ہے ﴿ وَالْعُدْوَانِ ﴾ ''اور ظلم کی'' جس کا تعلق دوسروں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت بھی اسی میں سے ہے جس پر یہ اصرار کرتے اور جس کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ﴾ ''اور جب آپ کے پاس آتے ہیں، تو جس (کلمے) سے اللہ نے آپ کو دعا نہیں دی، اس سے آپ کو دعا دیتے ہیں۔''

ابن ابوحاتم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: [اَلسَّامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ!] ''ابوالقاسم! آپ پر موت واقع ہو۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں جواب دیتے ہوئے کہا: [وَعَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ] ''تم پر موت واقع ہو اور لعنت بھی۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَا عَائِشَةُ! إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ] ''اے عائشہ! اللہ تعالیٰ برائی اور بے حیائی کو پسند نہیں فرماتا۔'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) کیا آپ نے ان سے یہ نہیں سنا: اَلسَّامُ عَلَيْكَ؟ ''آپ پر موت واقع ہو؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَوَمَا سَمِعْتِ مَا أَقُولُ: وَعَلَيْكُمْ؟] ''تم نے نہیں سنا کہ میں نے انھیں [وَعَلَيْكُمْ] کہہ دیا تھا۔'' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ﴾ ''اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو جس (کلمے) سے اللہ نے آپ کو دعا نہیں دی، اس سے آپ کو دعا دیتے ہیں۔'' [2]

---

[1] تفسير الطبرى: 19,18/28. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 3343، مزید دیکھیے تفسير الطبرى: 19/28 و صحيح مسلم، السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام......، حديث: (5659)-2165 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله: ﴿ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ ...... ﴾ : 482/6، حديث: 11571 و السلسلة الصحيحة: 491/6، حديث: 2721.

اور صحیح (بخاری) کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہودیوں سے کہا:[عَلَيْكُمُ السَّامُ (وَالذَّامُ) وَاللَّعْنَةُ] ''تم پر موت، مذمت اور لعنت ہو۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[(إِنَّهُ يُسْتَجَابُ لَنَا) فِيهِمْ، وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ (فِينَا)] ''بلاشبہ ان کے بارے میں ہماری بد دعائیں قبول ہوتی ہیں لیکن ان کی ہمارے بارے میں بد دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔''[1]

امام ابن جریر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جلوہ افروز تھے کہ ایک یہودی آیا، اس نے سلام کہا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سلام کا جواب دیا، نبی ﷺ نے فرمایا:[هَلْ تَدْرُونَ مَا قَالَ؟] ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ اس نے کیا کہا؟'' صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) اس نے سلام کہا ہے، آپ نے فرمایا:[بَلْ قَالَ: سَأْمٌ عَلَيْكُمْ، أَيْ تَسْأَمُونَ دِينَكُمْ] ''اس نے تمھیں[سَأْمٌ عَلَيْكُمْ] کہا ہے، یعنی تم اپنے دین کو بیچتے ہو۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے (یہودی سے) دریافت فرمایا:[أَقُلْتَ سَأْمٌ عَلَيْكُمْ؟] ''کیا تو نے [سَأْمٌ عَلَيْكُمْ] کہا تھا؟'' اس نے کہا: ہاں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَقُولُوا: وَعَلَيْكَ] ''جب اہل کتاب میں سے کوئی تمھیں سلام کہے تو تم جواب میں کہو:[عَلَيْكَ] ''تجھ پر بھی۔'' یعنی جو تو نے کہا ہے وہ تجھ پر بھی ہو۔[2] حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے،[3] نیز صحیح بخاری میں یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ﴾ ''اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ واقعی پیغمبر ہیں تو) جو کچھ ہم کہتے ہیں اللہ ہمیں اس کی سزا کیوں نہیں دیتا۔'' یعنی جو یہ کام کرتے ہیں اور کلام میں تحریف کر کے تاثر دیتے ہیں کہ وہ سلام کہہ رہے ہیں، حالانکہ درحقیقت یہ گالی دیتے ہیں اور پھر اپنے دل میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر یہ واقعی اللہ تعالیٰ کے نبی ہوتے تو مخفی طور پر ہم ان کے لیے جو کہتے ہیں اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اسے جانتا ہے جو ہم اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں، اگر یہ واقعی اللہ کے سچے نبی ہوتے تو اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ ہمیں فوراً دنیا ہی میں سزا دے دیتا، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ﴾ ''(اے پیغمبر!) ان کو دوزخ (ہی کی سزا) کافی ہے۔'' یعنی آخرت میں جہنم کی سزا ان کے لیے کافی ہے۔ ﴿ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑧ ﴾ ''یہ اسی میں داخل ہوں گے، پس وہ بڑی بری جگہ ہے۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہودی رسول اللہ ﷺ سے کہتے: سَامٌ عَلَيْكَ اور پھر اپنے

---

[1] پہلا حصہ صحیح البخاری، الدعوات، باب الدعاء علی المشرکین، حدیث:6395 میں ہیں البتہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 229/6 و صحیح مسلم، السلام، باب النهی عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام......، حدیث:(11)-2165 کے مطابق ہیں اور دوسرا حصہ صحیح البخاری، الدعوات، باب قول النبی ﷺ: [يستجاب لنا......]، حدیث:6401 جبکہ دونوں قوسوں والے الفاظ مسند إسحاق بن راهويه: 968/3، حدیث: 1685 (C.D) عن عائشة رضی اللہ عنہا کے مطابق ہیں۔ [2] تفسیر الطبری: 21,20/28. [3] صحیح البخاری، استتابة المرتدین......، باب: إذا عرض الذمی أو غیره......، حدیث: 6926.
[4] صحیح البخاری، استتابة المرتدین......، باب: إذا عرض الذمی أو غیره......، حدیث: 6927.

دل میں کہتے کہ ہم جو کہتے ہیں اس کی وجہ سے اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا تو اس کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ يَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑧ ﴾ [1] اس کی سند حسن ہے، البتہ ائمہ (ستہ) نے اسے بیان نہیں کیا۔

سرگوشی کے آداب: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ ادب سکھاتے ہوئے کہ وہ کافروں اور منافقوں کی طرح نہ ہوں، فرمایا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ﴾ ''مومنو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا۔'' جس طرح جاہل کفار اہل کتاب اور ان کے نقش قدم کی ضلالت پر چلنے والے منافقین سرگوشیاں کرتے ہیں، ﴿ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ⑨ ﴾ '' بلکہ نیکوکاری اور پرہیزگاری کی باتیں کرنا اور اللہ سے جس کے سامنے جمع کیے جاؤ گے، ڈرتے رہنا۔'' کیونکہ وہ تمھیں تمھارے ان تمام اعمال اور اقوال کے بارے میں بتادے گا جو اس کو سب یاد ہیں اور پھر وہ تمھارے ان اعمال کے مطابق ہی تمھیں صلہ دے گا۔

پھر فرمایا: ﴿ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑩ ﴾ ''(کافروں کی) سرگوشیاں تو بس شیطان (کی حرکات) سے ہیں تاکہ مومن (اُن سے) غم ناک ہوں مگر اللہ کے حکم کے سوا وہ انھیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا تو مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں۔'' نجویٰ، یعنی وہ سرگوشی جس میں مومن کے بارے میں برا ارادہ کیا جائے ﴿ مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''شیطان (کی حرکت) کی وجہ سے ہے تاکہ مومن (اس سے) غمزدہ ہوں۔'' یعنی سرگوشیاں کرنے والے اس طرح کی سرگوشیاں اس لیے کرتے ہیں کہ شیطان نے انھیں بہکا دیا اور اس طرح کے برے کاموں کو مزین کر کے دکھا دیا ہے ﴿ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''تاکہ مومن (ان سے) غم ناک ہوں۔'' یعنی مومنوں کو یہ باتیں بری لگیں مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اس طرح کی باتیں انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں جو اس طرح کی کوئی بات محسوس کرے وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لے اور اسی کی ذات پاک پر بھروسا رکھے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ اسے کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکے گی۔

سنت میں سرگوشی کی ممانعت آئی ہے، جبکہ اس سے کسی مومن کو ایذا پہنچتی ہو جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً، فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ صَاحِبِهِمَا، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ] ''جب تم تین ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہ کریں کیونکہ یہ اسے غم ناک کر دے گی۔'' [2] اور بخاری و مسلم نے اسے اعمش کے واسطے سے بیان کیا ہے۔ [3]

---

① مسند أحمد: 170/2. ② مسند أحمد: 425/1. ③ صحیح البخاری، الاستئذان، باب: إذا كانوا أكثر من ثلاثة ......، حدیث: 6290 و صحیح مسلم، السلام، باب تحریم مناجاة الاثنین دون الثالث......، حدیث: (38)-2184، البتہ یہ روایت بخاری شریف میں اعمش کے واسطے سے نہیں ملی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کھل کر بیٹھو، تو تم کھل کر بیٹھا کرو، اللہ تمھیں کشادگی دے گا، اور جب کہا جائے اٹھ

وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ

کھڑے ہو، تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔ تم میں سے جو ایمان لائے ہیں اور جنھیں علم دیا گیا ہے، اللہ ان کے درجات بلند کرے گا،

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪

اور اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو⑪

امام عبدالرزاق نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً، فَلَا يَتَنَاجَيَانِ اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ] ''جب تم تین ہو تو تیسرے کی اجازت کے بغیر دو آپس میں سرگوشی نہ کریں کیونکہ یہ (بات) اسے غم ناک کردے گی۔''[1] اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

تفسیر آیت:11

آدابِ مجلس: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ادب سکھاتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ مجلسوں میں ایک دوسرے سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ﴾ ''مومنو! جب تم سے کہا جاتا ہے کہ مجالس میں کشادگی پیدا کرو۔'' اسے [تَفَسَّحُوا فِي الْمَجْلِسِ] بھی پڑھا گیا ہے۔[3] ﴿فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ''پس کشادگی پیدا کرو، اللہ تم کو کشادگی بخشے گا۔'' اس لیے کہ جزا جنس عمل کے مطابق ہوتی ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ [مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِلّٰهِ۔ قَالَ بُكَيْرٌ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ] ''جو شخص اللہ کے لیے مسجد بنائے۔ راویٔ حدیث بکیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ انھوں (عاصم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔''[4] اور دوسری حدیث میں ہے کہ [...... وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ، يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ...... وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ] ''......جس نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی کی، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے لیے آسانی فرمائے گا......اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد میں ہوتا ہے، جب تک بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔''[5] اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں، بہرحال یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ''پس کشادگی پیدا کرو، اللہ تم کو کشادگی بخشے گا۔''

امام قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ مجالس ذکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس لیے کہ جب وہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

① المصنف لعبد الرزاق، باب الشهادة وغيرها والفخذ: 26/11، حديث: 19806. ② صحيح مسلم، السلام، باب تحريم مناجاة الاثنين دون الثالث......، حديث: 2183. ③ تفسير القرطبي: 297/17. ④ صحيح البخاري، الصلاة، باب من بنى مسجدا، حديث: 450 وصحيح مسلم، المساجد......، باب فضل بناء المساجد......، حديث: 533 واللفظ له عن عثمان بن عفان رضي الله عنه. ⑤ صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن......، حديث: 2699 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

کی طرف آتے ہوئے دیکھتے تو مجلسوں کو تنگ کر دیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ مجلسوں میں ایک دوسرے کے لیے کشادگی کر دیا کریں۔[1]

امام احمد اور شافعی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَّجْلِسِهٖ فَيَجْلِسَ فِيهِ، وَلٰكِنْ تَفَسَّحُوا وَتَوَسَّعُوا] ''کوئی آدمی کسی آدمی کو اس کی نشست گاہ سے اٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھے، البتہ مجلسوں میں کشادگی اور وسعت پیدا کر لیا کرو۔''[2] اسے امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[3] اور امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَّجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ، وَلٰكِنِ افْسَحُوا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ] ''کوئی شخص کسی شخص کو اس کی نشست گاہ سے نہ اٹھائے کہ پھر وہ خود وہاں بیٹھ جائے، البتہ کشادگی کر لیا کرو، اللہ تعالیٰ تمھارے لیے کشادگی کر دے گا۔''[4] اور امام احمد رحمہ اللہ نے اسے ان الفاظ میں بھی روایت کیا ہے کہ [لَا يَقُومُ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ مِنْ مَّجْلِسِهٖ، وَلٰكِنِ افْسَحُوا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ] ''کوئی آدمی کسی دوسرے کے لیے نشست گاہ سے نہ اٹھے، البتہ کشادگی کر لیا کرو، اللہ تعالیٰ تمھیں کشادگی بخشے گا۔''[5] اسے روایت کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری رحمہ اللہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر سے مروی ہے کہ اس آیت کریمہ: ﴿ اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ کا تعلق مجالس جنگ سے ہے اور ﴿ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا ﴾ ''اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔'' یعنی جنگ کے لیے اٹھ کھڑے ہوا کرو۔[6] امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تمھیں خیر و بھلائی کی طرف دعوت دی جائے تو اس پر لبیک کہا کرو۔[7]

علم اور اہل علم کی فضیلت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪ ﴾ ''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا اور اللہ تمھارے سب کاموں سے واقف ہے۔'' یعنی تم یہ خیال نہ کرو کہ جب تم میں سے کوئی اپنے آنے والے کسی بھائی کے لیے مجلس میں کشادگی کر دے یا جب اسے مجلس سے نکل جانے کا حکم دیا جائے اور وہ نکل جائے تو اس سے اس کے حق میں نقصان ہوگا، نہیں بلکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے حق میں رتبے کی بلندی کا سبب قرار پائے گی، اللہ تعالیٰ اس کی اس نیکی کو ضائع نہیں فرمائے گا بلکہ اسے دنیا و آخرت میں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے گا کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرِ اطاعت خم کر دے، اللہ تعالیٰ اس کے مقام و مرتبہ کو سربلند اور اس کے ذکر کو بقائے دوام عطا فرما دیتا ہے، اسی لیے اللہ جل شانہ

---

① تفسير الطبري :24/28. ② مسند أحمد :17/2 واللفظ له والأم للشافعي، الصلاة، باب الرجل يقيم الرجل من مجلسه......:532/1، حديث:405 . ③ صحيح البخاري، الاستئذان، باب: لا يقيم الرجل......،حديث:6269 وصحيح مسلم، السلام، باب تحريم إقامة الإنسان من موضعه......، حديث:(28)-2177. ④ مسند أحمد :523/2. ⑤ مسند أحمد :483/2 عن أبي هريرة ﷺ. ⑥ تفسير الطبري :25,24/28. ⑦ تفسير الطبري :25/28.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ

اے ایمان والو! جب تم رسول سے خفیہ بات کرو تو اپنی خفیہ بات سے پہلے صدقہ پیش کرو، یہ تمھارے لیے بہت بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے۔ پھر اگر تم

خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ

(صدقے کی ہمت) نہ پاؤ تو بے شک اللہ غفور رحیم ہے⑫ کیا تم (اس سے) ڈر گئے ہو کہ اپنے خفیہ مشوروں سے پہلے صدقات پیش کرو؟

يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

چنانچہ جب تم نے (یہ) نہ کیا اور اللہ نے (بھی) تم پر مہربانی کی تو (اب) تم نماز قائم کرو اور زکاۃ دو، اور اللہ اور اس کے رسول کی

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑬ ع

اطاعت کرو، اور اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو⑬

فرماتے ہیں: ﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪ ﴾ ''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے، اللہ ان کے درجے بلند کرے گا اور اللہ تمھارے سب کاموں سے واقف ہے۔'' وہ واقف ہے کہ کون اس کا مستحق ہے اور کون مستحق نہیں ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ نے ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نافع بن حارث رضی اللہ عنہ نے مقام ''عُسفان'' میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انھیں مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ وادی مکہ میں اپنا قائم مقام کس کو بنا کر آئے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں ابن ابزیٰ کو قائم مقام بنا کر آیا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: ابن ابزیٰ کون ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ وہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ایک آزاد کردہ غلام کو اپنا قائم مقام بنا کر آئے ہو! انھوں نے عرض کی: امیر المؤمنین! اس لیے کہ وہ کتاب اللہ کا قاری ہے، میراث کا عالم ہے اور قاضی ہے، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ [إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ] ''اس کتاب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو سربلندی عطا فرما دیتا ہے اور کچھ کو اس سے (اعراض کرنے کی وجہ سے) پست کر دیتا ہے۔''[1]

تفسیر آیات: 13،12

پیغمبر سے بات کرنے سے قبل صدقے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ جب ان میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنا چاہے، یعنی راز داری کی کوئی بات کرنا چاہے تو اس سے پہلے وہ صدقہ کرے جو اسے پاک کر دے گا، اس کا تزکیہ کر دے گا اور اسے اس مقام پر فائز ہونے کا اہل بنا دے گا، اس لیے فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ ﴾ ''یہ تمھارے لیے بہت بہتر اور پاکیزہ ہے۔'' پھر فرمایا: ﴿ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا ﴾ ''پھر اگر (خیرات) تم کو میسر نہ آئے۔'' یعنی فقر کے باعث اس سے عاجز ہو تو ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫ ﴾ ''تو بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' اس نے اس کا

[1] مسند أحمد: 35/1.

حکم اسے دیا ہے جسے اس کا مقدور ہو، پھر فرمایا: ﴿ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ﴾ ''کیا تم اس سے کہ پیغمبر سے سرگوشیاں کرنے سے پہلے خیرات دیا کرو، ڈر گئے۔'' یعنی کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ رسول اللہ ﷺ سے مناجات سے قبل وجوب صدقہ کا یہ حکم ہمیشہ باقی رہے گا۔ ﴿ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''پھر جب تم نے (ایسا) نہ کیا اور اللہ نے تمھیں معاف کر دیا تو نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبر دار ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے وجوب صدقہ کو منسوخ کر دیا۔ کہا گیا ہے کہ اس حکم کے منسوخ ہونے سے قبل اس آیت کریمہ کے مطابق حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی نے عمل نہیں کیا تھا۔[1]

علی بن ابو طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ﴾ ''پس اپنی سرگوشیوں سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دے دیا کرو'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس قدر کثرت سے سوالات پوچھنا شروع کر دیے کہ آپ کی طبیعت پر گراں گزرنے لگے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے آسانی کا ارادہ فرمایا اور جب یہ صدقے کا حکم دے دیا تو بہت سے مسلمانوں نے صبر کیا اور وہ سوالات پوچھنے سے رک گئے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ﴾ ''کیا تم اس سے کہ (پیغمبر سے) اپنی سرگوشیوں سے پہلے خیرات کرو، ڈر گئے، پھر جب تم نے (ایسا) نہ کیا اور اللہ نے تمھیں معاف کر دیا تو نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے رہو۔'' تو اس سے مسلمانوں کے لیے کشادگی فرما دی اور تنگی نہ رہنے دی۔[2]

عکرمہ اور حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ﴿ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ﴾ کو اس کے بعد والی آیت: ﴿ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ﴾ نے منسوخ کر دیا ہے۔[3] سعید بن ابوعروبہ نے قتادہ اور مقاتل بن حیان سے روایت کیا ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس قدر کثرت سے سوالات پوچھے جو آپ کی طبیعت پر گراں گزرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اس سے منع فرما دیا لیکن جب کسی آدمی کو رسول اللہ ﷺ سے کوئی کام ہوتا تو وہ اس وقت تک آپ کی خدمت میں عرض نہ کر سکتا جب تک صدقہ نہ کر لیتا اور اس میں مسلمانوں کے لیے دشواری تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے رخصت عطا فرما دی: ﴿ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''پس اگر (خیرات) تم کو میسر نہ آئے تو یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''[4]

معمر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ﴾ منسوخ ہے، اس کا حکم دن کے کچھ حصے تک تھا۔[5] امام عبدالرزاق نے بھی بطریق مجاہد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے

[1] تفسیر الطبری: 27/28 والدر المنثور :273,272/6. [2] تفسیر الطبری: 28/28. [3] تفسیر الطبری: 29/28.
[4] تفسیر الطبری: 27/28. [5] تفسیر الطبری: 27/28.

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَیَحْلِفُوْنَ

کیا آپ نے ان لوگوں (منافقین) کو نہیں دیکھا جنھوں نے اس قوم (یہود) سے دوستی کی جن پر اللہ غصے ہوا۔ نہ وہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے۔

عَلَی الْكَذِبِ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ⑭ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ⑮

اور وہ جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں⑭ اللہ نے ان کے لیے شدید عذاب تیار کیا ہے۔ بے شک یہ (لوگ)، برے ہیں جو وہ عمل

اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ⑯ لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ

کرتے رہے ہیں⑮ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے، پھر انھوں نے اللہ کی راہ سے روکا، لہٰذا ان کے لیے رسوا کن عذاب ہے⑯ ان کے مال

اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ⑰ یَوْمَ

اور ان کی اولاد انھیں اللہ (کے عذاب) سے ہرگز کچھ فائدہ نہیں دیں گے، یہی لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے⑰ جس دن اللہ ان سب کو

یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰی شَیْءٍ ؕ

دوبارہ اٹھائے گا تو وہ اس کے سامنے قسمیں کھائیں گے جیسے تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں، اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ ایک شے (اچھی راہ) پر

اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ⑱ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ

ہیں۔ خبردار! بے شک وہی جھوٹے ہیں⑱ ان پر شیطان غالب آ گیا ہے، پھر اس نے انھیں اللہ کا ذکر بھلا دیا۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ خبردار!

اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑲

بے شک شیطانی گروہ ہی خسارہ پانے والا ہے⑲

کہ میرے سوا کسی نے اس آیت کے مطابق عمل نہیں کیا تھا حتی کہ یہ آیت منسوخ ہوگئی اور میرا خیال ہے کہ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ حکم بہت تھوڑے وقت کے لیے تھا۔'' ①

تفسیر آیات :14-19

منافقین کی مذمت: اللہ تعالیٰ نے منافقین کی تردید فرمائی ہے جو خفیہ طور پر کفار سے دوستی رکھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ نہ کفار کے ساتھ ہیں اور نہ مومنوں کے ساتھ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ ۖۗ لَاۤ اِلٰی هٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ اِلٰی هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا ○ ﴾ (النسآء 143:4) ''بیچ میں پڑے شک کر رہے ہیں نہ ان کی طرف (ہوتے ہیں) نہ ان کی طرف اور جس کو اللہ بھٹکائے تو تم اس کے لیے کبھی رستہ نہ پاؤ گے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ ﴾ ''بھلا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو ایسوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوا۔'' یعنی یہودی جن سے منافقین خفیہ طور پر تعلقات قائم کرتے اور ان کی دوستی کا دم بھرتے تھے، پھر فرمایا: ﴿ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ﴾ ''وہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے۔'' یعنی اے مومنو! حقیقت میں یہ منافقین تم میں سے نہیں ہیں اور نہ ان یہودیوں میں سے ہیں جن کے ساتھ دوستی کے دعوے کرتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿ وَیَحْلِفُوْنَ عَلَی الْكَذِبِ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ⑭ ﴾ ''اور جان بوجھ

① تفسیر عبد الرزاق: 294/3، رقم: 3177.

کر جھوٹی باتوں پر قسمیں کھا رہے ہیں۔'' یعنی منافقین جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور وہ جانتے بھی ہیں کہ وہ جھوٹی قسم کھا رہے ہیں اور یہی یمین غموس ہے خصوصاً اپنی اس ملعون حالت میں۔ والعیاذ باللہ۔ کہ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے وقت بھی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ وہ مومن ہیں، حالانکہ انھیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ جھوٹی قسمیں کھا رہے ہیں کیونکہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہوتے ہیں، اس کے سچے ہونے کا ان کا اعتقاد نہیں ہوتا، اگرچہ نفس الامر اور حقیقت میں وہ بات سچی ہے جیسے وہ کہہ رہے ہوتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ یہ اپنی قسموں میں اور اپنی شہادتوں میں جھوٹ بولتے ہیں۔

پھر فرمایا ہے: ﴿ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، یہ جو کچھ کرتے ہیں یقیناً برا ہے۔'' یعنی ان کے برے اعمال کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار فرما رکھا ہے اور ان کے برے اعمال کافروں سے دوستی رکھنا، ان کی ہمدردی و خیر خواہی کرنا اور مومنوں سے دشمنی رکھنا اور ان کو دھوکا دینا ہیں، اسی لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا، پس (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روک دیا ہے۔'' یعنی ایمان کو ظاہر کیا، کفر کو چھپایا اور جھوٹی قسموں کا سہارا لیا جس کی وجہ سے بہت سے ایسے لوگوں نے جو حقیقت امر کو نہیں جانتے تھے، ان کو سچا سمجھ کر ان کے بارے میں فریب میں مبتلا ہو گئے اور اس طرح بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے رستے سے رک گئے۔ ﴿ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ ''سو ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔'' اس لیے کہ انھوں نے اپنی جھوٹی اور خیانت پر مبنی قسموں میں اللہ تعالیٰ صاحبِ عظمت و شان کے پاک نام کی توہین کی تھی، اس لیے اس کے مقابلے میں انھیں ذلیل و رسوا کر دینے والا عذاب دیا جائے گا۔

پھر فرمایا: ﴿ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ ﴾ ''اللہ کے (عذاب کے) سامنے نہ تو اُن کا مال ہی کچھ کام آئے گا اور نہ اولاد ہی (کچھ فائدہ دے گی۔)'' جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا تو یہ چیزیں کچھ کام نہ آئیں گی، ﴿ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ ''یہ لوگ اہلِ دوزخ ہیں اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔'' پھر فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ﴾ ''جس دن اللہ اُن سب کو (جلا) اٹھائے گا۔'' یعنی روز قیامت ان سب کو جمع کرے گا اور ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑے گا، ﴿ فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ ﴾ ''تو جس طرح تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں (اسی طرح) اللہ کے سامنے قسمیں کھائیں گے اور خیال کریں گے کہ وہ کسی شے پر ہیں۔'' یعنی وہ اللہ عزوجل کی قسمیں کھائیں گے کہ وہ ہدایت اور راہ استقامت پر تھے جیسا کہ دنیا میں لوگوں کے سامنے قسمیں کھایا کرتے تھے کیونکہ جو شخص جس طرح کی زندگی بسر کرتا ہے، وہ اسی حالت میں فوت ہوتا ہے اور اسے اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔ وہ لوگ خیال کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قسمیں کھانے سے بھی انھیں اسی طرح فائدہ ہوگا جیسا کہ دنیا میں لوگوں کے سامنے قسمیں کھانے سے انھیں فائدہ ہوتا تھا اور ان پر ظاہر کے مطابق احکام جاری کیے جاتے تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ ﴾ ''اور خیال کریں گے کہ وہ کسی شے پر ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾ ''خبردار!

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ﴿20﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں ﴿20﴾ اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور

اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿21﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ

غالب آئیں گے، بے شک اللہ قوی، بڑا زبردست ہے ﴿21﴾ (اے نبی!) آپ (ایسی) کوئی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہوں، کہ وہ

وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِیْ

ان سے دوستی کریں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہوں، اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کا کنبہ قبیلہ ہو۔ یہی لوگ ہیں

قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی تائید کی ہے اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ، اور وہ انھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ

نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں، یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں، جان لو! بے شک اللہ کا گروہ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿22﴾ ع

ہی فلاح پانے والا ہے ﴿22﴾

یہ بلاشبہ جھوٹے (اور بر سر غلط) ہیں۔'' یہ ان کے جھوٹ کی مزید تاکید ہے، پھر فرمایا: ﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ﴾ ''شیطان نے ان کو قابو میں کر لیا ہے، پس اللہ کی یاد اُن کو بھلا دی ہے۔'' یعنی شیطان نے ان کے دلوں پر قبضہ کر کے انھیں یہ بات بھلا دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، شیطان جس پر قابو پاتا ہے، اس کے ساتھ اسی طرح کرتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دیتا ہے۔

امام ابو داود نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ [مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِی قَرْیَةٍ وَّلَا بَدْوٍ لَّا تُقَامُ فِیهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدِاسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطَانُ فَعَلَیْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا یَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِیَةَ] ''کسی گاؤں یا جنگل میں جب تین آدمی ہوں اور وہ نماز قائم نہ کریں تو ان پر شیطان قبضہ جما لیتا ہے، لہٰذا جماعت کو اختیار کرو، ریوڑ سے الگ ہو جانے والی بکری کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔'' زائدہ کہتے ہیں کہ سائب نے کہا کہ جماعت سے مراد نماز با جماعت ادا کرنا ہے۔ [1] پھر فرمایا: ﴿اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ﴾ ''یہ (جماعت) شیطان کا لشکر ہے۔'' جسے شیطان نے قابو کر کے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیا ہے، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿19﴾﴾ ''خبردار! شیطان کا لشکر نقصان اٹھانے والا ہے۔''

تفسیر آیات: 20-22

مخالفین کی ذلت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا غلبہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ عداوت و دشمنی

[1] سنن أبي داود، الصلاة، باب التشدید فی ترك الجماعة، حدیث: 547.

رکھنے والے کفار کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ایک طرف ہیں اور اس کی شریعت دوسری طرف، یعنی یہ لوگ حق سے دور اور اس کے مخالف ہیں، لہٰذا ان کا رستہ ایک طرف ہے اور ہدایت کا رستہ دوسری طرف۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴾ ''وہ نہایت ذلیلوں میں ہوں گے۔'' یعنی یہ بدبخت، راہ صواب سے دور اور دنیا و آخرت میں نہایت ذلیل و رسوا ہوں گے۔ ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ﴾ ''اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب محفوظ میں یہ حکم درج فرما دیا ہے اور اس کی نہ مخالفت کی جا سکتی ہے، نہ اسے ٹالا جا سکتا ہے اور نہ اسے کوئی بدل سکتا ہے کہ دنیا و آخرت میں فتح و نصرت اسی کی ذات پاک کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسولوں کے لیے اور اس کے مومن بندوں کے لیے ہے اور اچھا انجام بھی پرہیزگاروں ہی کا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ ﴾ (المؤمن 52,51:40) ''یقیناً ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں ہی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کے دن) جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت اور برا گھر ہے۔'' اور یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ ''اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے، بے شک اللہ بڑا زورآور، نہایت زبردست ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ قوی و غالب نے یہ فیصلہ فرما رکھا ہے کہ وہ اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا اور یہ تقدیر محکم اور ناقابل تغیر فیصلہ ہے کہ دنیا و آخرت میں مومنوں ہی کو فتح و نصرت حاصل ہوگی اور انھی کا انجام اچھا ہوگا۔

مومن کافروں سے دوستی نہ رکھیں: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ﴾ ''جو لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھیں گے، خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی نہیں رکھتے، خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ...... ﴾ الآیة (آل عمرٰن 28:3) ''مومنوں کو چاہیے کہ مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس سے اللہ کا کچھ (عہد) نہیں۔ مگر اس طریق سے تم ان (کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ نہیں) اور اللہ تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے......۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ﴾ (التوبۃ 24:9) ''کہہ دیں کہ اگر تمھارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور

عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کی کساد بازاری سے تم کو ڈر ہے اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو، اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمھیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔'' سعید بن عبدالعزیز وغیرہ کا قول ہے کہ یہ آیت: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ...... ﴾ الآیۃ ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب ان کا باپ غزوۂ بدر میں قتل ہو گیا تھا۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل خلافت کا فیصلہ کرنے کے لیے جب چھ آدمیوں کی کمیٹی بنائی تو اس وقت آپ نے فرمایا تھا کہ آج اگر ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو میں انھیں خلیفہ مقرر کر دیتا۔[2] یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ ﴾ ''خواہ وہ ان کے باپ ہوں'' کے الفاظ ابوعبیدہ کے بارے میں نازل ہوئے ہیں کہ انھوں نے غزوۂ بدر میں اپنے والد کو قتل کر دیا تھا[3] اور ﴿ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ ﴾ ''یا ان کے بیٹے ہوں'' کے الفاظ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئے ہیں کہ انھوں نے اس دن اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا تھا[4] اور ﴿ اَوْ اِخْوَانَهُمْ ﴾ ''یا ان کے بھائی ہوں'' کے الفاظ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئے ہیں کہ انھوں نے اس دن اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کر دیا تھا اور ﴿ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ﴾ ''یا ان کے خاندان ہی کے لوگ ہوں'' کے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئے ہیں، جنھوں نے اس دن اپنے ایک قریبی کو قتل کر دیا تھا، نیز یہ حضرت حمزہ، حضرت علی اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی ہے جنھوں نے اس دن عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کر دیا تھا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

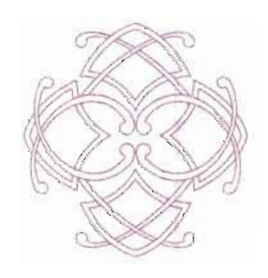
اسی قبیل سے یہ بات بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بدر کے قیدیوں کے بارے میں مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ ان سے فدیہ قبول کر لیا جائے اور جو فدیہ ان سے لیا جائے گا وہ مسلمانوں کے لیے تقویت کا باعث بنے گا اور پھر وہ برادران عم زاد اور قریبی رشتہ دار ہی ہیں، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت عطا فرما دے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میری یہ رائے نہیں ہے، کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں فلاں۔ اپنے ایک قریبی رشتہ دار کا نام لیتے ہوئے۔ کو قتل کر دوں، علی رضی اللہ عنہ کو آپ اجازت دیں کہ وہ عقیل کو قتل کر دے، فلاں کو اجازت دیں کہ وہ اپنے فلاں رشتہ دار کو قتل کر دے تاکہ اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے دل میں مشرکین کے لیے کوئی نرمی نہیں ہے، اسی طرح مکمل واقعہ (دیکھیے)۔[5] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ﴾ ''یہ وہ لوگ

[1] الإصابة في تمييز الصحابة، ترجمة عامر بن عبدالله بن الجراح :476,475/3، رقم:4418. [2] مسند أحمد: 18/1 والمستدرك للحاكم، معرفة الصحابة :268/3، حديث:5165. [3] المعجم الكبير للطبراني، قتل أبي عبيدة ﷺ أباه يوم بدر :155,154/1، حديث:360. [4] تفسير القرطبي :308,307/17 البتہ یہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن کے بجائے عبداللہ کا ذکر ہے جبکہ صحیح وہی ہے جو امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے، دیکھیے أسد الغابة :463,462/3، رقم:3344 و تلقيح فهوم أهل الأثر لابن الجوزي، ص:106,105. [5] صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر......، حديث:1763 و مسند أحمد :31,30/1.

ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور اپنے فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے۔'' یعنی جو اس صفت سے متصف ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن سے محبت نہ رکھے، خواہ وہ اس کا باپ یا بھائی ہو تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو راسخ کر دیا ہے، اسے سعادت سے نوازا اور ایمانی بصیرت وفراست سے سرفراز کیا ہے۔ سدی کا قول ہے کہ ﴿ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اس نے ان کے دلوں کو ایمان سے لبریز کر دیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں طاقت ومدد عطا فرمائی ہے۔[1]

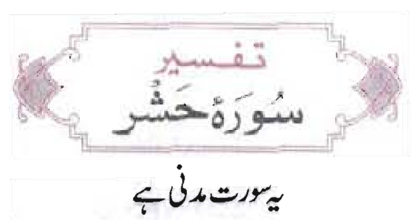
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ﴾ ''اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا، ہمیشہ ان میں رہیں گے، اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش۔'' ان سب کی تفسیر قبل ازیں کئی بار بیان کی جا چکی ہے۔[2] ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ﴾ ''اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش۔'' میں ایک عجیب راز ہے اور وہ یہ کہ جب وہ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے اعزہ واقارب سے ناراض ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی رضا اور خوشنودی سے سرفراز فرما دیا اور وہ اپنے رب تعالیٰ سے راضی ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ابدی وسرمدی نعمتوں، عظیم کامیابیوں اور اپنے بے پایاں فضل وکرم سے نواز دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؀ ﴾ ''یہی گروہ اللہ کا لشکر ہے، خبردار! اللہ ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔'' یہی لوگ اللہ کا لشکر، یعنی اہل اللہ اور اس کی فیاضی کے حق دار ہیں۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؀ ﴾ میں بھی دنیا وآخرت میں ان کی کامیابی وکامرانی اور سعادت کی طرف اشارہ، لشکر شیطان کے بارے میں دی گئی خبر ﴿ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ (المجادلة 19:58) کے مقابلے میں ہے۔

سورۂ مجادلہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



---

[1] دیکھیے زاد المسیر فی علم التفسیر: 16/8. [2] دیکھیے التوبة، آیت: 72 کے ذیل میں۔



یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ

اللہ کے لیے تسبیح کرتی ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور وہی غالب ہے، خوب حکمت والا① وہی ہے، جس نے اہلِ کتاب کے

كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ

کافروں کو پہلی جلاوطنی کے وقت ان کے گھروں سے نکال دیا، تم نے کبھی یہ خیال نہیں کیا تھا کہ وہ (وہاں سے) نکلیں گے، اور انھوں نے سمجھا تھا کہ

مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ

بے شک ان کے قلعے انھیں اللہ (کے عذاب) سے بچالیں گے، پھر ان کے پاس اللہ (کا عذاب) آیا جہاں سے انھوں نے گمان بھی نہیں کیا تھا، اور اس

يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ② وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ

نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھر اپنے ہاتھوں اجاڑتے تھے اور مومنوں کے ہاتھوں بھی، تو اے آنکھوں والو! عبرت پکڑو② اور اگر یہ

عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ؕ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ

نہ ہوتا کہ اللہ نے ان کا جلاوطن ہونا لکھ دیا تھا تو وہ انھیں ضرور دنیا ہی میں عذاب دیتا، اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے③ یہ اس لیے کہ

وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا

بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور جو کوئی اللہ کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے④ تم نے جو بھی کھجور کا

قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤

درخت کاٹا یا اسے اس کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا تو (یہ) اللہ کے حکم سے ہے اور تاکہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے⑤

سورۂ حشر کا دوسرا نام؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس سورت کو سورۂ بنی نضیر کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے۔ سعید بن منصور نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۂ حشر کی بابت سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1] امام بخاری و مسلم نے اسے ایک دوسری سند کے ساتھ ہشیم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ابوعوانہ از ابوبشر از سعید بن جبیر بھی روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی:

① الدر المنثور:276/6. ② صحيح البخاري، التفسير، باب:(1)، حديث : 4882 وصحيح مسلم، التفسير،

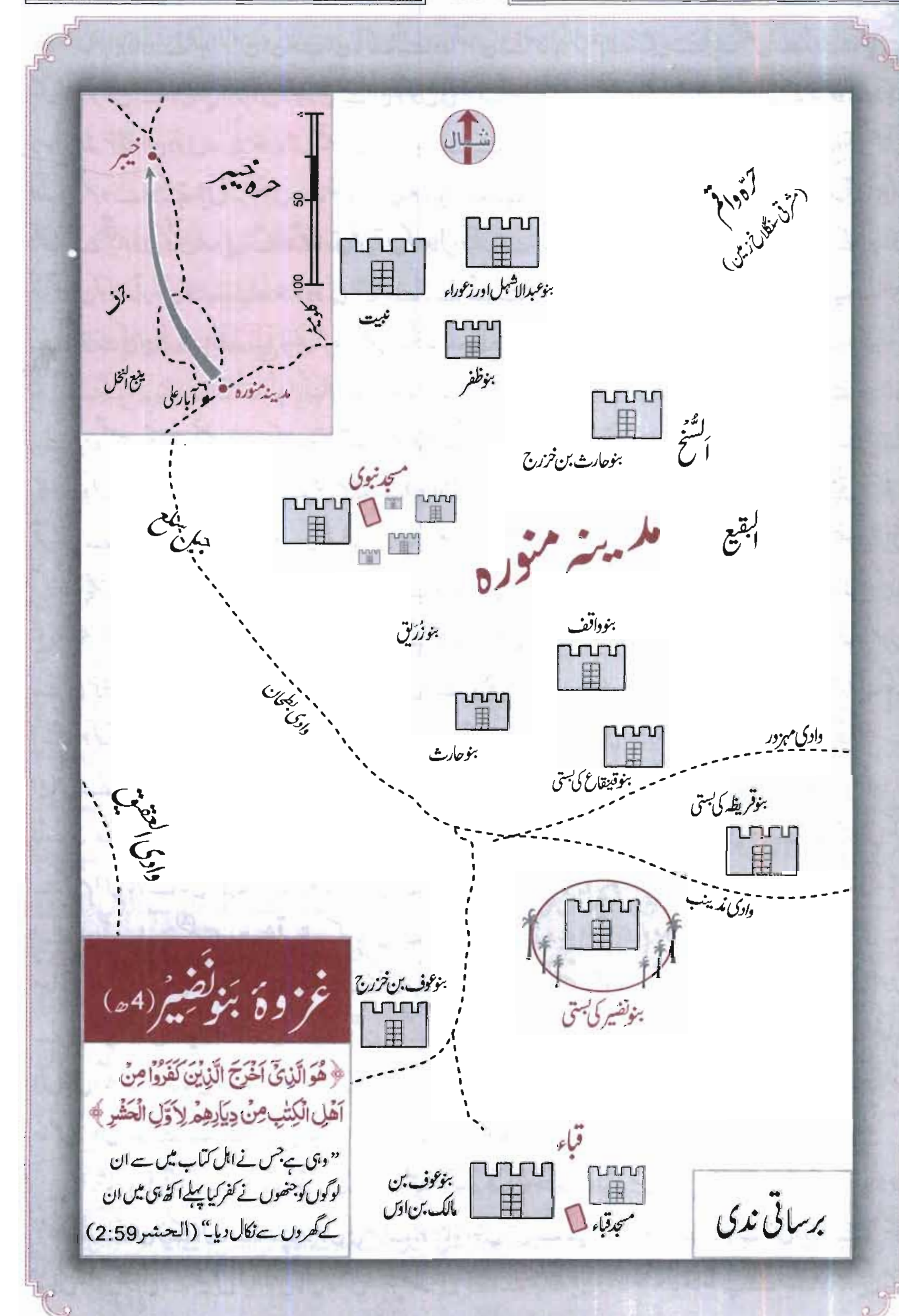
سورۂ حشر؟ انھوں نے فرمایا: سورۂ نضیر کہو۔ [1]

تفسیر آیات: 1-5

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تمجید اور تقدیس کرتی ہے، اس کے لیے نماز پڑھتی اور اسے وحدہ لاشریک مانتی ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 44:17) ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو (مخلوق) اُن میں ہے، سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔'' ﴿ وَهُوَ الْعَزِيْزُ ﴾ ''اور وہ نہایت غالب ہے۔'' یعنی طاقتور ذات ہے، ﴿ الْحَكِيْمُ ① ﴾ ''بڑی حکمت والا ہے۔'' اپنی قدر و شرع میں۔

بنو نضیر کے واقعات: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ﴾ ''وہی تو ہے جس نے کفار اہل کتاب کو نکال دیا۔'' یعنی بنو نضیر کے یہودیوں کو۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، زہری اور کئی ایک ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔ [2] رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپ نے ان سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ آپ ان سے لڑائی نہیں کریں گے اور وہ آپ سے لڑائی نہیں کریں گے مگر یہودیوں نے اس عہد و پیمان کو توڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ عذاب نازل کیا جسے کوئی ٹال نہیں سکتا تھا اور وہ قضا نازل فرما دی جسے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔ نبی ﷺ نے انھیں جلاوطن کر دیا اور انھیں ان کے ان مضبوط قلعوں سے باہر نکال دیا جن کے بارے میں مسلمانوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ ان کے قلعے انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لیں گے مگر یہ انھیں اللہ کے عذاب سے ہرگز بچا نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایسے شدید حالات سے دوچار ہوئے جن کا ان کے دلوں میں کبھی تصور تک نہ آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ شام کے بالائی علاقے اَذرعات کی طرف چلا گیا، جو سرزمین محشر ہے دوسرا گروہ خیبر کی طرف چلا گیا۔ ان کے لیے یہ شرط عائد کی گئی تھی کہ یہ اپنے ساتھ صرف اتنا سامان لے جا سکتے ہیں جو ان کے اونٹوں پر لادا جا سکے، جن منقولات کو اٹھانا ممکن نہ تھا، انھیں انھوں نے خود اپنے ہاتھوں سے تباہ و برباد کیا، اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ② ﴾ ''وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے تو اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو! تم عبرت پکڑو۔'' اور اس شخص کے انجام پر غور و فکر کرو جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرے، اس کے رسول کی مخالفت کرے اور اس کی کتاب کی تکذیب کرے تو وہ کس طرح دنیا میں ذلیل و رسوا کر دینے والے عذاب کی لپیٹ میں آتا ہے اور پھر آخرت میں جو دردناک عذاب ہوگا، وہ اس کے علاوہ ہے۔

◄◄ باب في سورة براءة والأنفال والحشر، حديث: 3031. ① صحيح البخاري، التفسير، باب: (1)، حديث: 4883.
② تفسير الطبري: 37/28.



شمال
حرہ واقم
(مشرقی سنگلاخ زمین)
حرہ خیبر
خیبر
50
100
کلومیٹر
ینبع النخل
آبار علی
مدینہ منورہ
غبیت
بنو عبدالاشہل اور زعوراء
بنو ظفر
السُّنح
بنو حارث بن خزرج
مسجد نبوی
البقیع
جبل سلع
مدینہ منورہ
بنو واقف
بنو زُریق
وادی بطحان
بنو حارث
بنو قینقاع کی بستی
وادی مہزور
بنو قریظہ کی بستی
وادی العقیق
وادی مذینب
بنو نضیر کی بستی
بنو عوف بن خزرج
غزوۂ بنو نضیر (4ھ)
﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ﴾
"وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا پہلے اکٹھ ہی میں ان کے گھروں سے نکال دیا۔" (الحشر 59:2)
قباء
بنو عوف بن مالک بن اوس
مسجد قباء
برساتی ندی

امام ابوداود نے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے اور انھوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ کفارِ قریش نے ابن ابیّ اور اوس وخزرج کے ان لوگوں کی طرف لکھا جو بتوں کی پوجا کرتے اور ابن ابیّ کے ساتھ تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ ان دنوں مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور یہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے کہ تم نے ہمارے ساتھی کو جگہ دی ہے، ہم تمھیں اللہ کی قسم دے کر کہتے ہیں کہ تم اس سے ضرور لڑائی کرو یا اسے اپنے ہاں سے ضرور نکال دو ورنہ ہم سب تم پر حملہ آور ہوکر تمھارے جنگجوؤں کو قتل کر دیں گے اور تمھاری عورتوں کو حلال قرار دے لیں گے۔ عبداللہ بن ابیّ اور اس کے بتوں کے پجاری ساتھیوں کو کفارِ قریش کا جب یہ خط ملا تو وہ نبی ﷺ سے لڑنے کے لیے جمع ہوگئے۔ نبی ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان سے ملاقات کی اور فرمایا: [لَقَدْ بَلَغَ وَعِيدُ قُرَيْشٍ مِّنْكُمُ الْمَبَالِغَ مَا كَانَتْ تَكِيدُكُمْ بِأَكْثَرَ مِمَّا تُرِيدُونَ أَنْ تَكِيدُوا بِهِ أَنْفُسَكُمْ، تُرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا أَبْنَائَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ] ''قریش نے تمھیں جو دھمکی دی ہے وہ کام کرگئی ہے، وہ اس سے زیادہ تمھیں نقصان نہیں پہنچا سکتے، جتنا نقصان تم خود اپنے آپ کو پہنچا رہے ہو، تم تو اپنے ہی بیٹوں اور بھائیوں سے لڑنے کا ارادہ کر رہے ہو۔'' جب انھوں نے نبی ﷺ کے ان ارشادات کو سنا تو منتشر ہوگئے۔ کفارِ قریش کو جب یہ خبر پہنچی تو کفارِ قریش نے واقعہ بدر کے بعد یہودیوں کی طرف خط لکھا کہ تم اسلحہ اور قلعوں کے مالک ہو، تم ہمارے ساتھی کے ساتھ ضرور لڑائی کرو یا پھر ہم تمھارا برا حشر کر دیں گے اور پھر ہمارے اور تمھاری عورتوں کی پازیبوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہوگی۔ نبی ﷺ کو کفارِ قریش کے اس خط کے بارے میں جب خبر پہنچی تو اس وقت تک بنونضیر نے غداری کا پروگرام بنالیا تھا، انھوں نے نبی ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے ساتھیوں میں سے تیس کو باہر نکالیں، ہم اپنے تیس علماء کو باہر نکالیں گے، پھر ایک جگہ اکٹھے ہوکر آپ کی بات کو سنیں گے، اگر ہمارے تیس علماء نے آپ کی تصدیق کر دی اور وہ آپ پر ایمان لے آئے تو ہم سب ایمان لے آئیں گے۔ اگلے دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے لشکر کو ساتھ لے کر ان کا محاصرہ کر لیا اور فرمایا: [إِنَّكُمْ وَاللّٰهِ! لَا تَأْمَنُونَ عِنْدِي إِلَّا بِعَهْدٍ تُعَاهِدُونِي عَلَيْهِ] ''اللہ کی قسم! بے شک اب تمھیں میرے ہاں صرف اسی صورت میں امن مل سکتا ہے کہ تم اس بارے میں مجھ سے عہد کرو۔'' انھوں نے عہد کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے ان سے اس دن لڑائی کی، پھر اگلے دن آپ اپنے لشکر سمیت بنوقریظہ کے پاس گئے اور بنونضیر کو چھوڑ دیا، بنوقریظہ کو معاہدے کی دعوت دی تو انھوں نے معاہدہ کر لیا۔ آپ ان کے پاس سے واپس آئے تو پھر اپنے لشکر سمیت بنونضیر کے پاس گئے اور ان سے لڑائی کی حتی کہ انھوں نے جلاوطنی کو قبول کر لیا، بنونضیر مدینہ سے جلاوطن ہوگئے، انھوں نے صرف اس سامان کو ساتھ لیا جو ان کے اونٹوں نے اٹھایا، اس میں دیگر ساز وسامان کے علاوہ گھروں کے دروازے اور لکڑیاں وغیرہ بھی تھیں۔ بنونضیر کا نخلستان مالِ غنیمت میں سے بطور خاص رسول اللہ ﷺ کے حصے میں آیا، یہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا اور آپ کے لیے مخصوص فرما دیا تھا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ﴾ (الحشر 6:59) ''اور اللہ نے ان (کے مال) سے اپنے رسول کی طرف جو لوٹایا، پس اس کے لیے تم نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔'' یعنی یہ مال تمھیں لڑائی کے بغیر مل گیا، اس مال کا بھی اکثر حصہ نبی ﷺ نے مہاجرین کو عطا فرما دیا تھا، آپ نے اسے مہاجرین میں

تقسیم فرمادیا، اس میں سے کچھ حصہ دو ضرورت مند انصاریوں کو بھی دیا۔ انصار میں سے ان کے سوا اور کسی کو نہ دیا اور اس کا کچھ حصہ بنی فاطمہ کے ہاتھوں میں رسول اللہ ﷺ کے صدقے کی حیثیت سے رہا۔[1] اب ہم اختصار کے ساتھ غزوہ بنونضیر کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ وَبِاللّٰهِ الْمُسْتَعَانُ.

غزوۂ بنونضیر کا سبب: جیسا کہ اصحاب مغازی و سیر نے ذکر کیا ہے، اس کا سبب یہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اصحاب بئر معونہ، جو تعداد میں ستر تھے، شہید کر دیے گئے تھے تو ان میں سے عمرو بن امیہ ضَمْری رضی اللہ عنہ بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے تھے، چنانچہ انھوں نے مدینہ کی طرف واپس آتے ہوئے رستے میں بنو عامر کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ ان دونوں کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عہد و پیمان تھا لیکن عمرو کو اس کے بارے میں علم نہ تھا۔ مدینہ واپس آ کر انھوں نے جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: [لَقَدْ قَتَلْتَ (رَجُلَيْنِ) لَأَدِيَنَّهُمَا] ''یقیناً تم نے دو ایسے آدمیوں کو قتل کیا ہے جن کی میں ضرور دیت دوں گا۔''[2] بنونضیر اور بنو عامر میں بھی آپس میں عہد و پیمان تھا۔ رسول اللہ ﷺ بنونضیر کے پاس تشریف لے گئے تا کہ ان دو آدمیوں کی دیت کے بارے میں اس سے مدد لیں۔ بنونضیر کے مکانات مدینہ سے باہر مشرقی جانب کئی میل کی مسافت پر تھے۔

بنونضیر کی عہد شکنی اور جلاوطنی: محمد بن اسحاق بن یسار نے اپنی کتاب ''السیرۃ'' میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنونضیر کی طرف روانہ ہوئے تا کہ بنو عامر کے قتل ہونے والے ان دو آدمیوں کی دیت کے بارے میں تعاون حاصل کریں جنھیں عمرو بن امیہ ضَمْری رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو پناہ دے رکھی تھی جیسا کہ یزید بن رومان نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ بنونضیر اور بنو عامر میں عہد و پیمان تھا، جب رسول اللہ ﷺ ان دو مقتولوں کی دیت کے بارے میں تعاون حاصل کرنے کے لیے ان کے پاس گئے تو انھوں نے عرض کی: ہاں ابوالقاسم! اس بارے میں آپ جس قدر پسند فرمائیں گے ہم آپ کی مدد کریں گے، پھر وہ جب آپس میں علیحدہ ہوئے تو کہنے لگے کہ یہ شخص اب جس حالت میں ہے، تم ایسی حالت میں اسے کبھی نہ پاؤ گے۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت ان کے گھروں کی ایک دیوار کے پہلو میں تشریف فرما تھے۔ لہٰذا کون ہے جو اس مکان کی چھت پر چڑھ کر اس پر ایک بھاری پتھر گرا کر ہمیں اس سے نجات بخشے؟ عمرو بن جحاش بن کعب نے کہا کہ یہ کام میں کرتا ہوں، وہ مکان کی چھت پر چڑھ گیا تا کہ آپ پر بھاری پتھر گرا دے جیسا کہ اس نے کہا تھا، رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں تشریف فرما تھے جس میں ابوبکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس فوراً آسمان سے خبر آ گئی اور ان لوگوں کے ناپاک اور مذموم ارادے کے بارے میں آپ کو مطلع کر دیا گیا تو آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور

---

[1] سنن أبي داود، الخراج......، باب في خبر النضير، حديث:3004. [2] السيرة النبوية لابن إسحاق: 2/378-380 والمعجم الكبير للطبراني، منذر بن عمرو الأنصاري......:20/356-358، حديث:841 ومجمع الزوائد، المغازي والسير، باب غزوة بئر معونة: 6/128، 129، البتہ مذکورہ حوالوں میں قوسین والے لفظ کے بجائے [قَتِيلَيْنِ] ہے، نیز ستر مقتولین بئر معونہ کا ذکر دیکھیے صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الرجيع......، حديث: 4088 و4090.

مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

باغات کو جلایا بھی جا سکتا ہے: نبی ﷺ کو جب دیر ہوگئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی تلاش میں اٹھ کھڑے ہوئے، ان کی مدینہ سے آنے والے ایک شخص سے ملاقات ہوئی، انھوں نے اس سے آپ کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے آپ کو مدینہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ صحابۂ کرام چل کر آپ کے پاس پہنچ گئے تو آپ نے انھیں بتایا کہ یہودیوں نے کس طرح آپ کے بارے میں غداری کا ارادہ کیا، نیز آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو لڑائی کی تیاری کرنے اور ان کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاقے میں پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا، یہودی اپنے قلعوں میں بند ہو گئے، رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے کھجوروں کے باغات کو کاٹ کر آگ لگا دی جائے، انھوں نے دہائی دینا شروع کر دی کہ اے محمد! آپ تو زمین میں فساد سے منع فرماتے تھے اور فساد برپا کرنے والوں کو برا سمجھتے تھے تو اب کھجوروں کے باغات کے کاٹنے اور انھیں جلانے کا حکم کیوں دے رہے ہیں۔ بنو عوف بن خزرج کے کچھ لوگوں نے جن میں عبداللہ بن ابیّ ابن سَلول، وَدِیعہ، مالک بن ابو قوقل، سُوید اور داعِس جیسے بدبخت تھے، بنو نضیر کی طرف پیغام بھیجا کہ ثابت قدم رہو، قلعہ بند رہو، ہم تمھیں ان کے سپرد نہیں ہونے دیں گے، اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم تمھارے ساتھ مل کر لڑیں گے، اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمھارے ساتھ نکلیں گے۔ انھوں نے ان کی امداد کا انتظار کیا مگر تسلیاں دینے والے ان لوگوں نے کچھ نہ کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ انھیں جلاوطن کر دیا جائے اور قتل نہ کیا جائے، اگر ان کی اس درخواست کو قبول کر لیا جائے تو وہ ہتھیاروں کے علاوہ صرف اس قدر اپنا سامان ساتھ لیں گے جسے ان کے اونٹ اٹھا لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس درخواست کو قبول فرما لیا۔ انھوں نے اپنا سامان اونٹوں پر لاد لیا جتنا وہ (اونٹ) اٹھا سکتے تھے۔ یہ لوگ اپنے گھروں کو منہدم کرتے، ان کے دروازوں کو اونٹوں پر لاد کر لے جا رہے تھے، یہ لوگ خیبر چلے گئے، ان میں سے بعض لوگ شام چلے گئے اور اپنے اموال انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے چھوڑ دیے۔ یہ سارے اموال اب رسول اللہ ﷺ کی صوابدید پر تھے کہ آپ جس طرح چاہیں انھیں تقسیم فرمائیں، آپ نے انصار کے بجائے انھیں مہاجرین اولین میں تقسیم فرما دیا۔ انصار میں سے صرف سہل بن حُنَیف اور ابودُجانہ۔ سِماک بن خَرَشہ۔ کو مال دیا جو فقیر آدمی تھے۔ بنو نضیر میں سے اس وقت تک صرف دو آدمی یامین بن عمیر بن کعب بن عمرو بن جحاش اور ابوسعد بن وہب مسلمان ہوئے تھے، لہٰذا ان کے مال انھی کو دیے گئے۔

ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے بعض آل یامین نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یامین سے فرمایا: [أَلَمْ تَرَ مَا لَقِيتُ مِنَ ابْنِ عَمِّكَ، وَمَا هَمَّ بِهِ مِنْ شَأْنِي؟] ”تم نے دیکھا نہیں کہ مجھے تمھارے چچا کے بیٹے کی طرف سے کس قدر تکلیف پہنچی ہے اور اس نے میرے بارے میں کیا ارادہ کیا؟“ یامین بن عمیر نے ایک شخص کے لیے عمرو بن جحاش کے قتل پر انعام مقرر کر دیا تھا اور اس نے اسے قتل کر دیا تھا جیسا کہ مؤرخین کا خیال ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مکمل سورۂ حشر بنو نضیر کے

بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1] یونس بن بکیر نے بھی ابن اسحاق سے اسی طرح روایت کیا ہے جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ﴾ ''وہی تو ہے جس نے کفار اہل کتاب کو پہلے اکٹھ کے وقت ان کے گھروں سے نکال دیا۔'' یعنی بنو نضیر کو ان کے گھروں سے باہر نکال دیا۔ ﴿ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا ﴾ ''تمھیں خیال بھی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے۔'' یعنی اس مدت میں جس میں تم نے ان کا محاصرہ کیا اور وہ مدت بھی مختصر تھی، یعنی صرف چھ دن کی مدت تھی، حالانکہ ان کے قلعے بہت مضبوط و مستحکم تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ﴾ ''اور وہ لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے یقیناً ان کو اللہ (کے عذاب) سے بچا لیں گے مگر اللہ نے ان کو وہاں سے آلیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا۔'' یعنی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا ایسا حکم آ گیا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا جیسا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے دوسری آیات میں فرمایا ہے: ﴿ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ ﴾ (النحل 26:16) ''ان سے پہلے لوگوں نے بھی یقیناً (ایسی ہی) مکاریاں کی تھیں تو اللہ (کا حکم) ان کی عمارتوں کی بنیادوں پر آ پہنچا، پھر چھت اُن پر ان کے اوپر سے گر پڑی اور (ایسی طرف سے) ان پر عذاب آ واقع ہوا جہاں سے اُن کو خیال بھی نہ تھا۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ ﴾ ''اور اس نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔'' یعنی خوف، ڈر اور گھبراہٹ اور ان کے دلوں پر کیوں نہ رعب طاری ہوتا جبکہ ان کا محاصرہ اس ذات گرامی نے کیا تھا جن کی ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے۔'' ابن اسحاق نے اس کی جو تفسیر بیان کی ہے وہ قبل ازیں ذکر کی جا چکی ہے کہ انھوں نے اپنے گھروں کی جن چھتوں اور دروازوں کو اچھا سمجھا انھیں اکھاڑ کر اونٹوں پر لاد لیا۔[2] عروہ بن زبیر، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور دیگر کئی ایک ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ﴾ ''اور اگر اللہ نے ان کے بارے میں جلاوطن کرنا نہ لکھ رکھا ہوتا تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دے دیتا۔'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے۔ اپنے گھروں اور مالوں سے۔ یہ جلاوطنی نہ لکھ رکھی ہوتی تو انھیں دنیا میں قتل و قید کی صورت میں عذاب ہوتا۔ اسے امام زہری نے عروہ سے روایت کیا

[1] السيرة النبوية لابن إسحاق، أمر إجلاء بني النضير......: 2/382-384 والسيرة النبوية لابن هشام، أمر إجلاء بني النضير......: 3/199-202 والروض الأنف للسهيلي، أمر إجلاء بني النضير......: 3/387-390. [2] دیکھیے اسی آیت کے تحت عنوان: ''باغات کو جلایا بھی جا سکتا ہے'' [3] تفسير القرطبي: 18/4.

ہے اور اسی طرح سدی اور ابن زید سے منقول ہے۔[1] اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں لکھ رکھا ہے کہ وہ انھیں دنیا میں بھی عذاب دے گا اور پھر اس کے ساتھ ساتھ آخرت میں آتش دوزخ کا عذاب بھی ان کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ﴾ ''اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب (تیار) ہے۔'' جو حتمی و لازمی ہے اور اس سے یہ بچ نہیں سکیں گے، ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ ''یہ اس لیے کہ یقیناً انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ یہ معاملہ اس لیے کیا اور اپنے رسول اور اپنے مومن بندوں کو ان پر اس لیے مسلط کیا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ نے سابقہ پیغمبروں پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت سے متعلق جو نازل فرمایا تھا، اس کی بھی انھوں نے تکذیب کی، حالانکہ وہ آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④ ﴾ ''اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرے تو بلاشبہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

کھجوروں کے درختوں کو کاٹنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ ﴾ ''(مومنو!) تم نے کھجور کے جو درخت کاٹ ڈالے یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، تو (یہ سب) اللہ کے حکم سے تھا اور تا کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔'' اللین کھجور کی ایک عمدہ قسم ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ یہ عجوہ اور برنی کھجوروں سے الگ ایک قسم ہے۔[2] بہت سے مفسرین نے کہا ہے کہ اللینة، عجوہ کے سوا کھجور کی دیگر قسموں کو کہتے ہیں۔[3] ابن جریر کہتے ہیں کہ تمام کھجوروں کو لینہ کہا جاتا ہے، انھوں نے اسے مجاہد سے بھی نقل کیا ہے،[4] نیز اسے بویرہ بھی کہا جاتا ہے۔[5] رسول اللہ ﷺ نے جب یہودیوں کا محاصرہ کیا تو آپ نے ان کی توہین اور ان کے دلوں میں خوف و رعب جمانے کے لیے ان کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دے دیا۔ محمد بن اسحاق نے یزید بن رومان، قتادہ اور مقاتل بن حیان سے روایت کیا ہے کہ بنو نضیر نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ تو فساد سے منع فرمایا کرتے تھے مگر اب آپ درختوں کے کاٹ دینے کا حکم دے رہے ہیں! تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما دیا،[6] یعنی تم نے کھجور کے جن درختوں کو کاٹا اور جن کو چھوڑ دیا، وہ سب اللہ تعالیٰ کے اذن، مشیت، تقدیر اور رضا کے مطابق تھا، اس میں دشمن کی توہین و تذلیل اور ذلت و رسوائی تھی۔

مجاہد کہتے ہیں کہ بعض مہاجرین نے بعض کو کھجوروں کے درختوں کے کاٹنے سے منع کرتے ہوئے کہا کہ یہ مسلمانوں کے لیے مال غنیمت ہیں تو قرآن مجید ان لوگوں کی تصدیق میں نازل ہوا جنھوں نے کاٹنے سے منع کیا اور جنھوں نے کاٹا ان کے گناہ کو معاف

---

① المستدرك للحاكم، التفسير: 483/2، حديث: 3797 عن عروة عن عائشة ﷞ والدر المنثور: 277,276/6 وتفسير ابن أبي حاتم: 3345/10. ② تفسير الرازي: 283/29. ③ تفسير الطبري: 43,42/28. ④ تفسير الطبري: 43/28.
⑤ دیکھیے صحیح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ ﴾ (الحشر 59: 5)، حديث: 4884 عن ابن عمر ﷠. ⑥ تفسير الطبري: 44/28.

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ

اور اللہ نے ان سے اپنے رسول کی طرف جو (مال) لوٹایا تو اس کے لیے تم نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے، لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر

يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑥ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ

چاہتا ہے غلبہ دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے⑥ اللہ اپنے رسول کی طرف بستیوں والوں (کے مال) سے جو کچھ لوٹا دے،

اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ

تو وہ اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور (اس کے) قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، تاکہ وہ (مال)

دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

تمھارے دولت مندوں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ اور اللہ کا رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو، اور جس سے منع کرے تو اسے چھوڑ دو،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑦

اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے⑦

وقف لازم

کر دیا، گویا ان کو کاٹنا اور نہ کاٹنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ [1] یہ بات مرفوعاً بھی مروی ہے۔ امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤﴾ ''(مومنو!) تم نے کھجور کے جو درخت کاٹ ڈالے یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، سو اللہ کے حکم سے تھا اور تاکہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ مسلمانوں نے انھیں ان کے قلعوں سے باہر نکالا اور ان (مسلمانوں) کو کھجوروں کے درختوں کے کاٹنے کا حکم دے دیا گیا تو یہ بات مسلمانوں کے سینوں میں کھٹکی اور انھوں نے کہا کہ ہم نے بعض درختوں کو کاٹ دیا اور بعض کو چھوڑ دیا ہے۔ ہم اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں گے کہ درخت کاٹنے کی وجہ سے بھی ہمیں اجر ملے گا اور جن کو چھوڑ دیا ہے کیا ان کی وجہ سے گناہ ہوگا؟ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ ......﴾. [2]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹ دیا اور جلا دیا تھا۔ [3] اسے شیخین نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ [4] صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ بنونضیر اور بنوقریظہ نے جنگ کی تو آپ نے بنونضیر کو جلاوطن کر دیا اور بنوقریظہ پر احسان فرماتے ہوئے انھیں مدینہ میں رہنے دیا لیکن انھوں نے بھی جنگ شروع کر دی تو آپ نے ان کے مردوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں، بچوں اور مالوں کو قید کر لیا اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں سے بعض نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ملے تو آپ نے انھیں امن دے دیا اور وہ مسلمان

---

[1] تفسير الطبري: 44/28. [2] السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله: ﴿وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤﴾: 483/6، حديث: 11574. [3] مسند أحمد: 52/2. [4] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ﴾ (الحشر59:5)، حديث: 4884 وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب جواز قطع أشجار الكفار وتحريقها، حديث: (30)-1746.

ہو گئے۔ آپ نے مدینہ کے تمام بنو قینقاع یہودیوں کو جلاوطن کر دیا جو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا گروہ تھے، اور یہود بنو حارثہ کو جلاوطن کر دیا تھا۔ [1] صحیح بخاری و مسلم ہی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا اور جلا دیا تھا اور یہ مقام بویرہ میں تھے، اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ۝۵ ﴾ . [2] ابن اسحاق نے کہا ہے کہ واقعہ بنونضیر غزوۂ احد اور واقعہ بئر معونہ کے بعد تھا۔

تفسیر آیات: 7,6

اموال فے اور ان کے مصارف: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر مال فے، اس کی تعریف اور اس کے حکم کو بیان فرمایا ہے۔ مال فے سے مراد ہر وہ مال ہے جو کفار سے لڑائی بھڑائی اور اونٹ گھوڑے دوڑائے بغیر حاصل کیا جائے جیسا کہ بنونضیر سے لیے گئے یہ اموال تھے۔ ان اموال کے سلسلے میں مسلمانوں نے اپنے اونٹ گھوڑے نہیں دوڑائے تھے، یعنی دشمنوں سے لڑائی نہیں کی تھی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر رعب طاری کر دیا تھا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان کا مال دلوایا، اس وجہ سے آپ نے بھی جس طرح چاہا ان اموال میں تصرف فرمایا۔ آپ نے ان اموال کو مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا تاکہ وہ نیکی اور مصالح کے امور میں انھیں خرچ کریں جن کا اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ ﴾ ''اور اللہ نے ان (کے مال) میں سے اپنے رسول کی طرف جو لوٹایا۔'' یعنی بنونضیر سے، ﴿ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝۶ ﴾ ''پس اس کے لیے تم نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے اور لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جن پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' وہ قادر ہے، اسے مغلوب نہیں کیا جا سکتا، نہ اس کے حکم کو ٹالا جا سکتا ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے۔

پھر ارشاد فرمایا ہے: ﴿ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى ﴾ ''جو (مال) اللہ نے اپنے پیغمبر کو دیہات والوں سے دلوایا ہے۔'' یعنی ان تمام علاقوں سے جو اس طرح فتح ہوں، ان کے اموال کا حکم بھی بنونضیر کے اموال جیسا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ ﴾ ''تو وہ اللہ اور پیغمبر کے لیے اور (پیغمبر کے) قرابت والوں کے لیے اور یتیموں اور حاجت مندوں اور مسافروں کے لیے ہے۔'' یہ اموال فے کے مصارف ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنونضیر کے اموال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دلوائے تھے اور مسلمانوں نے

---

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب حديث بني النضير......، حديث: 4028 ، البتہ قید کرنے کا ذکر مذکورہ حوالے اور تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں نہیں ہے، تاہم تاریخی لحاظ سے یہ درست ہے، دیکھیے السيرة النبوية لابن إسحاق: 414/2 و 418 و السيرة النبوية لابن هشام: 251/3 و 256,255. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ ﴾ (الحشر 5:59)، حديث: 4884 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب جواز قطع أشجار الكفار......، حديث: (30)-1746.

ان پر اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے تھے۔ یہ اموال رسول اللہ ﷺ ہی کے لیے خاص تھے۔ آپ انھی اموال میں سے اپنے اہل وعیال کو سال بھر کا خرچہ۔۔اور ایک بار آپ نے سال بھر کی خوراک کہا۔ دے دیتے تھے اور جو اموال باقی بچ جاتے، انھیں اللہ کے رستے میں جانور اور ہتھیار خرید نے کے لیے صرف کر دیتے تھے۔ [1] امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں مختصر بیان فرمایا ہے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے سوا دیگر محدثین نے اسے اپنی کتب میں ذکر فرمایا ہے اور ہم نے اسے مطول بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام ابوداود رحمہ اللہ نے مالک بن اوس سے روایت کیا ہے کہ جب دن خوب روشن ہوا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے میری طرف پیغام بھیجا، میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو چار پائی پر بیٹھے دیکھا، آپ کے نیچے کوئی بچھونا نہیں تھا، آپ نے فرمایا: مالک! تمھاری قوم کے کچھ (ضرورت مند) لوگ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے پاس پہنچے ہیں، میں نے ان کے لیے کچھ چیزوں کا حکم دیا ہے، وہ تم ان میں تقسیم کر دو۔ میں نے عرض کی: اگر آپ میرے علاوہ کسی اور کو اس کا حکم دیں تو زیادہ بہتر ہوگا! آپ نے فرمایا: یہ مال لے لو، اسی اثنا میں (آپ کا غلام) یَرْفا آیا اور اس نے عرض کی: امیر المؤمنین! عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن عوام اور سعد بن ابووقاص اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں، آپ نے انھیں اجازت دی تو وہ اندر آ گئے۔ یرفا پھر آیا اور اس نے کہا: امیر المؤمنین! عباس اور علی آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں، آپ نے انھیں اجازت دی تو وہ بھی اندر تشریف لے آئے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین! میرے اور اس کے، یعنی علی رضی اللہ عنہ کے درمیان فیصلہ فرما دیں۔ حاضرین میں سے بھی بعض لوگوں نے کہا: ہاں، امیر المؤمنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ فرما دیں اور انھیں راحت عطا فرمائیں۔ مالک بن اوس نے کہا: مجھے خیال ہوا کہ ان دونوں نے ان حضرات کو اسی لیے بھیجا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا ٹھہرو، پھر آپ نے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں تمھیں اس ذات پاک کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ] ''ہمارا مال وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔'' انھوں نے کہا: ہاں، پھر آپ نے حضرت علی وعباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں تم دونوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ] ''ہمارا مال وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔'' دونوں نے جواب دیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ایک خصوصیت کے ساتھ نوازا تھا جو لوگوں میں سے کسی اور کو عطا نہیں فرمائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ ''اور اللہ

[1] مسند أحمد :25/1. [2] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب المجن ومن يترس......، حديث:2904 وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب حكم الفيء، حديث:1757 وسنن أبي داود، الخراج......، باب في صفايا رسول الله ﷺ من الأموال، حديث:2965 وجامع الترمذي، الجهاد، باب ماجاء في الفيء، حديث:1719 وسنن النسائي، أول كتاب قسم الفيء، حديث:4145.

نے ان (کے مال) میں سے اپنے رسول کی طرف جولوٹایا ہے، پس اس کے لیے تم نے اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے اور لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جن پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بنونضیر کے مال دلوا دیے لیکن اللہ کی قسم! آپ نے ان اموال کو تمھیں چھوڑ کر محض اپنی ذات کے لیے خاص نہیں کیا نہ انھیں تم سے چھپا کر ہی رکھا بلکہ آپ ان اموال میں سے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کا نفقہ لے لیا کرتے تھے اور باقی ماندہ کو دیگر مال کی طرح خرچ کیا کرتے تھے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں تمھیں اس اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تم اس بات کو جانتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، پھر آپ نے حضرت علی وعباس رضی اللہ عنہما کی طرف روئے سخن کیا اور فرمایا: میں تمھیں بھی اس اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تمھیں یہ بات معلوم ہے؟ ان دونوں نے بھی یہی جواب دیا: جی ہاں۔ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں۔ تم دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تم (عباس رضی اللہ عنہ) اپنے بھتیجے کی میراث کا مطالبہ کرتے تھے اور یہ (علی رضی اللہ عنہ) اس بات کا مطالبہ کرتے تھے کہ ان کی بیوی کو ان کے باپ کی میراث دی جائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: [لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ] "ہم انبیاء کی میراث وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتی بلکہ ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔" اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سچے، نیکوکار، راشد اور حق کی اتباع کرنے والے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اموال کے نگہبان بنے، وہ فوت ہوئے تو میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا ولی ہوں اور اس وقت تک (مال کا) والی رہا جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر تم اور یہ آئے اور تم دونوں متفق تھے، تم دونوں کا ایک ہی مطالبہ تھا جس کی بابت تم نے مجھ سے سوال کیا۔ میں نے یہ جواب دیا کہ اگر تم چاہو تو یہ مال میں تمھارے سپرد کر دیتا ہوں، بشرطیکہ تم اللہ کے نام کے ساتھ یہ عہد و پیمان کرو کہ تم اس مال میں اسی طرح تصرف کرو گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، چنانچہ تم نے اس شرط پر یہ مال مجھ سے لے لیا، پھر تم اب میرے پاس آئے ہو کہ میں تمھارے درمیان اس کے علاوہ فیصلہ کروں، اللہ کی قسم! قیامت تک اس کے سوا میں کوئی اور فیصلہ نہیں کروں گا، اگر تم اس مال کے بارے میں اس طرح کا معاملہ نہیں کر سکتے تو پھر تم دونوں یہ مال مجھے واپس کر دو۔ [1] محدثین کرام نے اسے بروایت امام زہری اسی طرح بیان کیا ہے۔ [2]

---

[1] سنن أبي داود، الخراج......، باب في صفايارسول الله ﷺ من الأموال، حديث: 2963. [2] صحيح البخاري، كتاب وباب فرض الخمس، حديث: 3094 وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب حكم الفيء، حديث: (49)-1757 وجامع الترمذي، السير، باب ماجاء في تركة رسول الله ﷺ، حديث: 1610 والسنن الكبرى للبيهقي، قسم الفيء والغنيمة، باب بيان مصرف أربعة أخماس الفيء بعد رسول الله ﷺ...... :298,297/6 وشرح السنة للبغوي، السير والجهاد، باب حكم الفيء: 11/130-134، حديث: 2738 وصحيح ابن حبان، التاريخ، ذكر الخبر المدحض قول من زعم أن قوله ﷺ: [لا نورث ما تركنا صدقة]......: 14/575-578، حديث: 6608.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ﴾ ”تا کہ وہ (مال) تمھارے دولت مندوں کے مابین نہ پھرتا رہے۔“ یعنی مال فے کے لیے ہم نے یہ مصارف مقرر کر دیے ہیں تا کہ اس پر اغنیاء ہی کا غلبہ نہ رہے، صرف وہی اسے کھاتے اور اپنی خواہشات و آراء کے مطابق اس میں تصرف نہ کرتے رہیں اور اس میں سے فقراء کو کچھ نہ دیں۔

ہر امر و نہی میں اطاعت رسول کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾ ”اور جو چیز تم کو پیغمبر دیں تو وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں تو تم اس سے باز رہو۔“ یعنی رسول اللہ ﷺ تمھیں جو بھی حکم دیں اسے بجالاؤ اور جس چیز سے بھی منع فرمائیں، اس سے اجتناب کرو کیونکہ آپ خیر کا حکم دیتے اور شر سے منع فرماتے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت فرمائے جو گودنے والی، گودوانے والی، ابرو کے بالوں کو باریک کرنے والی، حسن کے لیے دانتوں میں فرق کرنے والی اور اللہ عزوجل کی تخلیق کو بدلنے والی ہوں۔ (بنو اسد کی) ام یعقوب نامی ایک عورت کو اپنے گھر میں جب یہ بات پہنچی تو اس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نے ایسی اور ایسی بات کی ہے، انھوں نے جواب دیا کہ میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہو اور پھر اس کا ذکر کتاب اللہ میں بھی ہو۔ اس نے کہا کہ میں نے سارا قرآن پڑھا ہے مگر میں نے اسے قرآن مجید میں کہیں نہیں پایا؟ انھوں نے کہا کہ اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو اسے ضرور پاتی، کیا تو نے یہ نہیں پڑھا: ﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾ ”اور جو چیز تم کو پیغمبر دیں تو وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں تو تم اس سے باز رہو“ اس نے جواب دیا: ہاں، اس آیت کو تو پڑھا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ام یعقوب نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تمھاری بیوی بھی ایسا کرتی ہے، آپ نے فرمایا: جاؤ جا کر دیکھ لو، وہ گئی مگر اسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی میں ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی۔ اس نے واپس آ کر کہا کہ نہیں میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہوتا تو ہم کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے تھے۔ [1] صحیحین میں یہ بروایت سفیان ثوری ہے۔ [2] صحیحین ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ (عَنْ شَيْءٍ) فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ] ”چنانچہ جب میں تمھیں کسی چیز سے منع کر دوں تو اس سے بچو اور جب میں تم کو کسی بات کے کرنے کا حکم دوں تو مقدور بھر اسے بجالاؤ۔“ [3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ﴾ ”اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت سزا

---

[1] مسند أحمد: 434,433/1. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ﴾ (الحشر 59:7)، حديث: 4886 و صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة......، حديث: (120)-2125.
[3] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حديث: 7288 و صحيح مسلم، الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، حديث: 1337، البتہ تفسیر ابن کثیر میں امر کا ذکر پہلے اور نہی کا بعد میں ہے، نیز قوسین والے الفاظ کے بجائے [عَنْهُ] ہے، مزید دیکھیے مسند أحمد: 467/2.

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

(مالِ فَے) ان مہاجر فقراء کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنی جائیدادوں سے نکالے گئے، وہ اللہ کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں اور اللہ اور اس کے

وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑧ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ

رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں⑧ اور (ان کے لیے ہے) جنھوں نے (مدینہ کو) گھر بنا لیا تھا اور ان (مہاجرین) سے پہلے ایمان لا چکے تھے،

وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ

وہ (انصار) ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کرے، اور وہ اپنے دلوں میں اس (مال) کی کوئی حاجت نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دیا

اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ړ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ

جائے اور اپنی ذات پر (ان کو) ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انھیں سخت ضرورت ہو، اور جو کوئی اپنے نفس کے لالچ سے بچا لیا گیا، تو وہی لوگ فلاح پانے والے

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑨ وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا

ہیں⑨ اور (فَے ان کے لیے ہے) جو ان (مہاجرین و انصار) کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے

الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ

جنھوں نے ایمان میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بہت نرمی والا، نہایت

رَّحِيْمٌ ⑩ ع

رحم کرنے والا ہے⑩

دینے والا ہے۔'' یعنی اس کے اوامر کے بجا لانے اور نواہی کے ترک کر دینے میں اس سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ اسے سخت عذاب دیتا ہے جو اس کی نافرمانی کرے، اس کے حکم کی مخالفت کرے اور جس سے اس نے منع فرمایا ہو، اس کا ارتکاب کرے۔

تفسیر آیات : 8-10

اموالِ فے کے مستحق دیگر لوگوں کا بیان اور مہاجرین و انصار کی فضیلت: اللہ تعالیٰ نے مالِ فے کے مستحق فقراء کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ﴾ ''وہ جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج کر دیے گئے ہیں (اور) اللہ کے فضل اور (اس کی) خوشنودی کے طلب گار ہیں۔'' یعنی انھوں نے اپنے گھروں کو چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے اپنی قوم کی مخالفت مول لے لی، ﴿ وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ⑧ ﴾ ''اور وہ اللہ اور اس کے رسول کے مددگار ہیں، یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں۔'' یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی بات کو اپنے عمل سے سچ ثابت کر دکھایا، یہ سادات مہاجرین ہیں، پھر انصار کی مدح و ستائش، ان کے فضل و شرف، کرم، عدم حسد اور ضرورت کے باوجود ایثار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''اور (ان لوگوں کے لیے ہے) جنھوں نے (مدینہ کو) گھر بنا لیا تھا اور ان (مہاجرین) سے پہلے ایمان لائے تھے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میں اپنے بعد بننے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے حق کو جانے اور

ان کے فضل وشرف کی حفاظت کرے، نیز ان انصار کے بارے میں بھی خیر و بھلائی کی وصیت کرتا ہوں جو مہاجرین سے پہلے ہجرت کے گھر (مدینہ) میں مقیم اور ایمان میں مستقل رہے کہ ان کے نیکوکار کی بات کو قبول کرے اور برا کام کرنے والے سے درگزر کرے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کو اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ ﴾ ''وہ (انصار) ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کرے۔'' یعنی ان کے کرم وشرف کی ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ مہاجرین سے محبت کرتے اور اپنے اموال کے ساتھ ان کی دل جوئی کرتے ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مہاجرین نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ لوگ جن کے پاس ہم آئے ہیں، ہم نے مال کے قلیل ہونے کے باوجود ان سے بڑھ کر دل جوئی کرنے والے اور کثیر ہونے کی صورت میں ان سے زیادہ بہتر خرچ کرنے والے نہیں دیکھے، انھوں نے ہمیں ضروریات سے بے نیاز کر دیا اور کام کاج میں اپنے ساتھ شریک کر لیا حتی کہ ہمیں یہ ڈر ہے کہ سارا اجر وثواب یہ لوگ حاصل کر لیں گے، آپ نے فرمایا: [لَا مَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ وَدَعَوْتُمُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَهُمْ] ''نہیں جب تک تم ان کی ستائش کرتے رہو گے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو گے (اجر وثواب سے محروم نہیں رہو گے۔)''[2] میں نے اس روایت کو اس سند سے دیگر کتب حدیث میں نہیں دیکھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے، انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس وقت سنا جب وہ انھیں ساتھ لے کر ولید کے پاس گئے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا تاکہ انھیں بحرین کی زمین عطا فرما دیں، انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم اسے اس وقت تک قبول نہیں کریں گے جب تک آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اسی طرح کی زمین عطا نہ فرما دیں، آپ نے فرمایا: [إِمَّا لَا، فَاصْبِرُوا حَتّٰى تَلْقَوْنِي، فَإِنَّهُ سَيُصِيبُكُمْ بَعْدِي أَثَرَةٌ] ''اگر تم قبول نہیں کرتے تو پھر میری (آخرت میں) ملاقات تک صبر کرنا کیونکہ میرے بعد تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔''[3] اس سند سے اس روایت کو صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے بیان فرمایا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی: ہمارے اور ہمارے (مہاجر) بھائیوں کے درمیان کھجور کے درخت تقسیم فرما دیں، آپ نے فرمایا: نہیں، لہٰذا انصار نے مہاجرین سے کہا: تم ہمیں کام سے بے نیاز کر دو اور ہم تمھیں پھلوں میں شریک کر لیں گے۔ مہاجرین نے جواب دیا کہ ہم سمع وطاعت بجا لائیں گے۔[4] یہ روایت بھی صرف صحیح بخاری میں ہے، مسلم میں نہیں ہے۔

انصار، مہاجرین سے حسد نہیں کرتے تھے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا ﴾

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ ﴾ (الحشر 9:59)، حديث: 4888. [2] مسند أحمد :201,200/3. [3] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب قول النبي ﷺ للأنصار: [اصبروا حتى تلقوني على الحوض]، حديث: 3794. [4] صحيح البخاري، الحرث والمزارعة، باب: إذا قال: اكفني مؤونة النخل وغيره......، حديث: 2325.

''اور وہ اپنے سینوں (دلوں) میں اس (مال) کی کوئی ضرورت نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دیا جائے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو مقام و مرتبہ، شرف و فضل اور ذکر و رتبہ میں جس سربلندی سے نوازا ہے، اس کی وجہ سے اپنے دلوں میں ان کے لیے کوئی حسد نہیں پاتے۔ ﴿ مِّمَّآ اُوْتُوْا ﴾ ''اس کی جو ان کو دیا جائے۔'' امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ ان کے بھائیوں کو ملا ہے۔[1] ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔[2]

انصار کا ایثار: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ ''اور وہ ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں، خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔'' یعنی اپنی ضرورتوں پر ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے ہیں اور اپنی ضرورت کے باوجود لوگوں کو مقدم رکھتے ہیں۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ افضل صدقہ کون سا ہے تو آپ نے فرمایا: [جُهْدُ الْمُقِلِّ] ''کم مال والے کی کوشش۔''[3] یہ مقام ان لوگوں کے حال کی نسبت زیادہ بلند ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ ﴾ (الدهر 76:8) ''اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت کے باوجود۔'' اور جن کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ﴾ (البقرة 2:177) ''اور مال باوجود عزیز رکھنے کے دیں۔'' یعنی ان آیات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو مال کی محبت کے باوجود اسے صدقہ کرتے ہیں لیکن انھیں خود اس مال کی حاجت و ضرورت نہیں ہوتی اور اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جنھوں نے بھوک اور ضرورت کے باوجود اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہوئے اپنا مال خرچ کیا، اسی مقام پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی فائز تھے جنھوں نے اپنا مال صدقہ کر دیا تھا اور جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: [يَا أَبَا بَكْرٍ! مَّا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟] ''اے ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟'' تو انھوں نے جواب دیا کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔[4] جنگ یرموک کے دن عکرمہ اور ان کے ساتھیوں کے سامنے جب پانی پیش کیا گیا تو ان میں سے ہر ایک حکم دیتا کہ اس سے پہلے پانی اس کے ساتھی کی خدمت میں پیش کر دیا جائے، حالانکہ وہ خود شدید زخمی اور پانی کا سخت ضرورت مند ہوتا تھا اور پھر جب دوسرے نے پانی تیسرے کے پاس بھیج دیا تو پانی تیسرے تک پہنچا نہ تھا کہ سب فوت ہو گئے اور ان میں سے کسی نے بھی پانی نہ پیا۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ.

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے سخت بھوک لگی ہے، آپ نے ازواج مطہرات کی طرف پیغام بھیجا مگر ان میں سے کسی سے بھی کھانے کی کوئی چیز نہ ملی تو نبی ﷺ نے فرمایا: [أَلَا رَجُلٌ يُّضَيِّفُهُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ، يَرْحَمُهُ اللّٰهُ؟] ''کوئی شخص ہے جو آج رات اس کی

---

[1] تفسير الطبری: 53/28. [2] تفسير الطبری: 54/28. [3] سنن أبی داود، الوتر، باب طول القيام، حديث: 1449 ومسند أحمد: 412,411/3 عن عبدالله بن حُبشی ﷺ. [4] سنن أبی داود، الزكاة، باب الرخصة فی ذلك، حديث: 1678 وجامع الترمذی، المناقب، باب رجاؤه ﷺ أن يكون أبوبكر ممن يدعى......، حديث: 3675 واللفظ له عن عمر بن الخطاب ﷺ.

مہمان نوازی کرے اور اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے!'' ایک انصاری اٹھا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں، وہ اسے اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان ہیں، اس سے کچھ نہ چھپانا۔ اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میرے پاس تو صرف بچوں کا کھانا ہے، اس نے کہا کہ بچے جب رات کا کھانا مانگیں تو انھیں سلا دینا اور آ کر چراغ بجھا دینا، آج رات ہم اپنے پیٹوں کو لپیٹ لیں گے، اس نے اسی طرح کیا اور صبح جب یہ شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: [لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، أَوْ ضَحِكَ مِنْ فُلَانٍ وَّفُلَانَةَ] ''اللہ عزوجل نے فلاں مرد اور فلاں عورت کے طرز عمل پر تعجب کا اظہار فرمایا ہے یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ ان کے عمل سے خوش ہو کر ہنس پڑا ہے۔'' اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا تھا: ﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ ﴾ ''اور وہ ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں، خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔''① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ایک دوسری جگہ بھی اسی طرح بیان فرمایا ہے، نیز اسے امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے کئی طرق کے ساتھ فضیل بن غزوان سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔② مسلم کی روایت میں اس انصاری صحابی کا نام حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴾ ''اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا، تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔'' یعنی جو حرص و بخل سے سلامت رہا، وہ کامیاب و کامران ہو گیا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلٰى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَ هُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ] ''تم ظلم سے بچو کیونکہ بے شک ظلم روز قیامت بہت سی ظلمتوں کا باعث ہوگا اور حرص سے بچو، پس بلاشبہ حرص نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا، حرص ہی کی وجہ سے انھوں نے خون ریزیاں کیں اور محرمات کو حلال قرار دے لیا تھا۔''④ اسے روایت کرنے میں امام مسلم متفرد ہیں۔⑤

امام ابن ابوحاتم نے اسود بن ہلال سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ کے پاس آ کر کہا: ابوعبدالرحمٰن! مجھے ڈر ہے کہ میں ہلاک نہ ہو جاؤں، عبداللہ نے پوچھا: وہ کیوں؟ اس نے کہا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴾ ''اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا، تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔'' اور میں بخیل آدمی ہوں، اپنے ہاتھ سے کچھ دینا ہی نہیں چاہتا، عبداللہ نے جواب دیا کہ یہ وہ شحّ (بخل) نہیں ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ﴾ (الحشر 9:59)، حديث: 4889. ② صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب قول الله عزوجل: ﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ ﴾ (الحشر 9:59)، حديث: 3798 و صحيح مسلم، الأشربة، باب إكرام الضيف وفضل إيثاره، حديث: 2054 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الحشر، حديث: 3304 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ﴾ :486/6، حديث: 11582 . ③ صحيح مسلم، الأشربة، باب إكرام الضيف......، حديث: (173)-2054 . ④ مسند أحمد: 323/3. ⑤ صحيح مسلم، البر والصلة، باب تحريم الظلم، حديث: 2578.

میں ذکر فرمایا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جس شحّ کا ذکر فرمایا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ تم ظلم سے اپنے بھائی کے مال کو کھالو لیکن (جس کا تم نے ذکر کیا ہے) یہ بخل ہے اور بخل بہت بری چیز ہے۔ [1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''اور (ان کے لیے بھی) جو اُن (مہاجرین) کے بعد آئے (اور) وہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار! بے شک تو بڑا شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' یہ وہ تیسری قسم کے لوگ ہیں جن کے فقراء مالِ فے کے مستحق ہیں پہلے مہاجرین تھے، پھر انصار اور پھر یہ جنھوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ براءت کی آیت میں فرمایا ہے:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾ (التوبة 9:100) ''اور جن لوگوں نے سبقت کی (سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنھوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔'' نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو ان کے آثارِ حسنہ اور اوصافِ جمیلہ کی پیروی کرتے ہیں اور خفیہ وعلانیہ طور پر ان کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''اور (ان کے لیے بھی) جو اُن (مہاجرین) کے بعد آئے (اور) وہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار! بلاشبہ تو بڑا شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

امام مالک رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ سے کس قدر اچھا استنباط فرمایا ہے کہ وہ رافضی جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دے، اس کا مالِ فے میں کوئی حصہ نہیں ہے کیونکہ وہ اس صفت سے اتصاف پذیر نہیں ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی اپنے اس ارشاد میں تعریف فرمائی ہے: ﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار! بے شک تو بڑا شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' امام ابن ابوحاتم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انھیں حکم تو یہ دیا گیا تھا کہ ان کے لیے بخشش کی دعا کریں مگر انھوں نے انھیں گالیاں دینا شروع کر دیں، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کو پڑھا:

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 3347,3346/10 و تفسير الطبري: 56/28.

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ

(اے نبی!) کیا آپ نے وہ لوگ نہیں دیکھے جنھوں نے منافقت کی؟ وہ اپنے ان بھائیوں سے، جو اہل کتاب میں سے کافر ہوئے، کہتے ہیں: یقیناً اگر تم

لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ

(مدینہ سے) نکالے گئے تو ہم ضرور تمھارے ساتھ نکلیں گے، اور ہم تمھارے معاملے میں کبھی کسی کی اطاعت نہیں کریں گے، اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم ضرور

اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪ لَىِٕنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ

تمھاری مدد کریں گے، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں⑪ اگر وہ (یہود) نکالے گئے تو یہ (منافقین) ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے، اور اگر ان

وَلَىِٕنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑫ لَاَانْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ

سے لڑائی کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے، اور اگر ان کی مدد کو پہنچے بھی تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی⑫ (اے مسلمانو!)

مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ⑬ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ

یقیناً ان کے سینوں میں اللہ کی نسبت تمھارا ڈر زیادہ ہے، یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں⑬ وہ سب مل کر بھی تم سے نہیں لڑ سکیں گے،

اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ

مگر ایسی بستیوں میں جو قلعہ بند ہیں یا دیواروں کی اوٹ سے، ان کی آپس کی لڑائی (دشمنی) بہت سخت ہے، آپ انھیں اکٹھے سمجھتے ہیں جبکہ ان کے دل جدا

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۚ⑭ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ

جدا ہیں، یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے⑭ (ان کی مثال) ان لوگوں کی سی ہے جو ان سے پہلے قریب ہی (بدر میں) اپنی بداعمالی

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۚ⑮ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ

کا وبال چکھ چکے ہیں، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے⑮ ان کی مثال شیطان کی سی ہے جب وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر، پھر جب وہ کفر کرتا ہے تو

اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ⑯ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ

شیطان کہتا ہے: بے شک میں تجھ سے بری ہوں، بے شک میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں⑯ لہٰذا ان دونوں کا انجام یہی ہوا کہ بے شک وہ ہمیشہ (دوزخ کی)

وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ⑰ ع

آگ میں رہیں گے، اور ظالموں کی سزا یہی ہے⑰

2 ع 7 5

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ......﴾ الآية. [1]

تفسیر آیات: 11-17

منافقین کا بنونضیر سے جھوٹا وعدہ: اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن اُبَیّ اور اس جیسے دیگر منافقین کے بارے میں فرمایا ہے جنھوں نے بنونضیر کی طرف پیغام بھیج کر ان سے نصرت و اعانت کا وعدہ کیا تھا: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3347/10 اور دیکھیے صحیح مسلم، التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة، حدیث: 3022.

يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿11﴾ ''کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا، جو اپنے کافر بھائیوں سے، جو اہل کتاب ہیں، کہا کرتے ہیں کہ یقیناً اگر تم جلا وطن کیے گئے تو ہم بھی ضرور تمھارے ساتھ نکل چلیں گے اور تمھارے بارے میں کبھی کسی کا کہا نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو ہم ضرور تمھاری مدد کریں گے، مگر اللہ ظاہر کیے دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔'' یعنی یہ اپنے وعدے میں جھوٹے ہیں کیونکہ انھوں نے ان سے زبانی تو یہ بات کی تھی مگر ان کی نیت یہ تھی کہ وہ اپنے اس وعدے کو پورا نہیں کریں گے یا اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے جو یہ کہا ہے اس کے مطابق ان سے عمل ہو ہی نہیں سکتا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ﴾ ''اور اگر ان سے جنگ ہوئی تو ان کی مدد نہیں کریں گے۔'' یعنی ان کے ساتھ مل کر جنگ نہیں کریں گے، ﴿ وَلَىِٕنْ نَّصَرُوْهُمْ ﴾ ''اور اگر انھوں نے ان کی مدد کی۔'' یعنی ان کے ساتھ مل کر جنگ کی ﴿ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿12﴾ ﴾ ''تو وہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر ان کو (کہیں سے بھی) مدد نہ ملے گی۔'' اور یہ بذات خود ایک مستقل بشارت ہے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ﴾ ''(مسلمانو!) تمھاری ہیبت ان لوگوں کے سینوں میں اللہ سے بھی بڑھ کر ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی نسبت وہ تم سے زیادہ ڈرتے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ﴾ (النسآء 4:77) ''تو ایک فریق ان میں سے لوگوں سے یوں ڈرنے لگا جیسے اللہ سے ڈرا کرتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا۔'' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿13﴾ ﴾ ''یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔'' پھر فرمایا: ﴿ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ﴾ ''یہ سب جمع ہو کر بھی تم سے (بالمواجہہ) نہیں لڑ سکیں گے مگر قلعہ بند بستیوں میں (پناہ لے کر) یا دیواروں کی اوٹ میں (مستور ہو کر۔)'' یعنی اپنی بزدلی و دوں ہمتی کی وجہ سے وہ لشکر اسلام کا سامنا کر کے اسے دعوت مبارزت دے کر اس سے جنگ کرنے کی طاقت و قدرت نہیں رکھتے بلکہ یہ صرف قلعوں میں بند ہو کر یا دیواروں کی اوٹ میں محصور ہو کر اپنے دفاع کی ضرورت کے طور پر لڑتے ہیں۔

پھر فرمایا: ﴿ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ﴾ ''ان کی آپس میں بڑی سخت دشمنی ہے۔'' یعنی آپس میں یہ ایک دوسرے سے شدید دشمنی رکھتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ﴾ (الأنعام 6:65) ''اور ایک کو دوسرے کی لڑائی (کا مزا) چکھا دے۔'' اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ﴾ ''آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اکٹھے (اور ایک جان) ہیں جبکہ ان کے دل جدا جدا ہیں۔'' یعنی آپ انھیں اکٹھے دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ باہم ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں، حالانکہ ان کا آپس میں شدید ترین اختلاف ہے۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اہل کتاب اور منافقین ہیں۔ ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿14﴾ ﴾ ''یہ اس لیے کہ بے شک یہ بے عقل لوگ ہیں۔'' پھر فرمایا: ﴿ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿15﴾ ﴾ ''(ان کا) حال ان لوگوں کا سا ہے جو ان سے کچھ ہی پیشتر اپنے کاموں کی سزا (کا مزا) چکھ چکے ہیں اور (ابھی) ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلے لوگوں سے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور (ہر) شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے، اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿18﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

کو خوب خبر ہے جو تم عمل کرتے ہو ﴿18﴾ اور ان کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا، تو اللہ نے انھیں اپنا آپ بھلوا دیا،

الْفٰسِقُوْنَ ﴿19﴾ لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿20﴾

یہی لوگ نافرمان ہیں ﴿19﴾ آگ والے (دوزخی) اور باغ والے (جنتی) کبھی برابر نہیں ہوسکتے، جنتی ہی کامیاب ہیں ﴿20﴾

مراد بنو قینقاع کے یہودی ہیں۔ [1] قتادہ [2] اور محمد بن اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ [3]

منافقین و یہود کے باہمی برتاؤ کی مثال: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ ﴾ ”(منافقوں کی) مثال شیطان کی سی ہے کہ انسان سے کہتا رہا کہ کافر ہو جا، جب وہ کافر ہو گیا تو کہنے لگا کہ بے شک مجھے تجھ سے کچھ سروکار نہیں۔“ یعنی ان یہودیوں کی مثال ان منافقین سے دھوکا کھانے میں جنھوں نے ان سے نصرت و اعانت کے وعدے کیے تھے اور کہا تھا کہ اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمھاری مدد کریں گے اور پھر جب حقائق سامنے آگئے، یہودیوں کا محاصرہ اور ان سے جنگ شدت اختیار کر گئی تو منافقین ان سے الگ ہو گئے اور انھوں نے انھیں تباہی و بربادی کے سپرد کر دیا، اس ساری صورت حال میں ان کی مثال شیطان کی طرح ہے کہ وہ انسان کے سامنے کفر کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ اور پھر جب انسان ان کاموں کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے جو شیطان اسے مزین کر کے دکھاتا ہے تو شیطان اس سے براءت کا اظہار کر دیتا اور کہتا ہے: ﴿ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿16﴾ ﴾ ”مجھ کو تو یقیناً اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ ﴾ ”تو دونوں کا انجام یہ ہوا کہ دونوں آگ میں (داخل ہوئے) ہمیشہ اس میں رہیں گے۔“ کفر کا حکم دینے والے اور کفر کو اختیار کرنے والے دونوں کا انجام آتشِ دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، ﴿ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿17﴾ ﴾ ”اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔“ یعنی ہر ظالم کو اسی طرح کی سزا دی جائے گی۔

تفسیر آیات: 18-20

تقویٰ اور قیامت کے لیے تیاری کا حکم: امام احمد نے منذر بن جریر کی اپنے والد سے روایت بیان کی ہے کہ ہم دن کے ابتدائی حصے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ کے پاس کچھ لوگ آئے جو برہنہ پاؤں، برہنہ جسم، اون کی دھاری دار چادریں۔۔ یا عبا۔ پہنے اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے، ان میں سے اکثر بلکہ سب کا تعلق خاندانِ مضر سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے فاقے کی حالت کو دیکھا تو چہرۂ اقدس کا رنگ بدل گیا، آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لے آئے،

[1] تفسير الطبري: 62/28. [2] تفسير القرطبي: 36/18 میں قتادہ کے حوالے سے ”بنونضیر“ کے متعلق قول منقول ہے، تاہم یہ دونوں قبیلے باہم حلیف تھے۔ مزید دیکھیے زاد المسير: 27/8. [3] السيرة النبوية لابن هشام: 204/3.

آپ نے بلال کو حکم دیا، انھوں نے اذان واقامت کہی اور آپ نے نماز پڑھائی، پھر خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ...... ﴾ الآية (النسآء 4:1) ''لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا......'' اور پھر آپ نے سورۂ حشر کی اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ﴾ ''اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا (سامان) بھیجا ہے۔'' [تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِّنْ دِينَارِهِ، مِنْ دِرْهَمِهِ، مِنْ ثَوْبِهِ، مِنْ صَاعِ بُرِّهِ، مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ حَتّٰى قَالَ: وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ] ''آدمی کو اپنے دینار، اپنے درہم، اپنے کپڑے، گندم کے صاع، کھجور کے صاع کو صدقہ کرنا چاہیے حتی کہ آپ نے فرمایا کہ (صدقہ کرو)، خواہ آدھی کھجور ہو۔'' ایک انصاری اتنی بھاری گٹھڑی لے کر آیا کہ اس کا ہاتھ اسے اٹھانے سے عاجز ہو رہا تھا بلکہ عاجز ہو ہی گیا تھا، پھر لوگ صدقہ لے کر مسلسل آنا شروع ہوگئے حتی کہ میں نے کھانے پینے کی چیزوں اور کپڑوں کے دو ڈھیر لگے ہوئے دیکھے اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ اقدس خوشی سے اس طرح دمک رہا ہے جیسے سونے کی ڈلی ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَّمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ] ''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کیا تو اسے اس کا اور اس کے بعد عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ رائج کیا تو اسے اس کا اور اس کے بعد عمل کرنے والوں کا گناہ ملے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔''[1] اسے صرف امام مسلم نے بروایت شعبہ ذکر کیا ہے۔[2] (امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان نہیں کیا۔)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو۔'' اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دیا ہے اور تقویٰ ایک جامع لفظ ہے جو ان تمام افعال پر مشتمل ہے جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان تمام امور کے ترک کر دینے پر مشتمل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ﴾ ''اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا (سامان) بھیجا ہے۔'' یعنی قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے، تم اپنا محاسبہ خود کر لو اور خوب غور کرو کہ تم نے روز قیامت اور اپنے رب تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کے دن کے لیے اپنی خاطر کون سے اعمال صالحہ جمع کیے ہیں۔ ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ''اور (ہم پھر کہتے ہیں کہ) اللہ سے ڈرتے رہو۔'' یہ دوسری بار تاکید ہے، ﴿ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''بے شک اللہ تمھارے سب اعمال سے خبردار ہے۔'' یعنی خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے تمام اعمال واحوال کو جانتا ہے، اس سے تمھاری کوئی چیز مخفی نہیں، تمھارا کوئی چھوٹا بڑا عمل اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا، ﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ﴾ ''اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انھیں ایسا کر دیا کہ اپنے آپ کو بھول گئے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کو نہ بھولو ورنہ وہ تمھیں ایسے عمل بھلا دے گا جو

[1] مسند أحمد: 359,358/4. [2] صحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على الصدقة......، حديث: 1017.

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ

(اے نبی!) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دب جاتا (اور) پھٹ جاتا، اور یہ

الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿21﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں شاید کہ وہ غوروفکر کریں ﴿21﴾ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں،

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿22﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ

وہ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے، وہ رحمٰن ہے، رحیم ہے ﴿22﴾ اللہ وہ ہستی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے،

الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا

نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، زبردست، زور آور، بڑائی والا، پاک ہے اللہ اس سے جو وہ

یُشْرِكُوْنَ ﴿23﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی

شرک کرتے ہیں ﴿23﴾ وہ اللہ ہے، خالق ہے، موجد، صورت گر، اسی کے لیے ہیں اسمائے حُسنیٰ، اسی کی تسبیح پڑھتی ہے جو چیز

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿24﴾ ع

آسمانوں اور زمین میں ہے، اور وہ غالب ہے، خوب حکمت والا ﴿24﴾

ع 3 7 6

آخرت میں تمھارے لیے مفید اور نافع ہوں کیونکہ جزا جنس عمل کے مطابق ہوتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿19﴾ ﴾ ''یہی بدکردار لوگ ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے خارج، قیامت کے دن ہلاک ہونے والے اور روز حشر نقصان اٹھانے والے ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ ﴾ (المنافقون 9:63) ''مومنو! تمھارا مال اور اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے گا، تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

جنتی اور جہنمی برابر نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ ﴾ ''اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں۔'' یعنی یہ لوگ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق برابر نہیں ہوں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ○ ﴾ (الجاثیة 21:45) ''جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے، ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی، یہ جو دعوے کرتے ہیں، برے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ۙ۬ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ لَا الْمُسِیْٓءُ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ○ ﴾ (المؤمن 58:40) ''اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں اور نہ ایمان لانے والے نیکوکار اور نہ بدکار (برابر ہیں، حقیقت یہ ہے کہ) تم بہت کم غور کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؗ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ ○ ﴾ (ص 28:38) ''جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے کیا ان کو ہم ان کی طرح کردیں

گے جو زمین میں فساد کرتے ہیں؟ کیا پرہیز گاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟'' اور بھی دیگر بہت سی آیات میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیکوکار اور پرہیز گار بندوں کو عزت و سربلندی عطا فرمائے گا اور بدکار لوگوں کو ذلیل و رسوا کرے گا، اسی لیے اللہ جل شانہٗ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ⑳ ﴾ ''اہلِ بہشت تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پانے اور سلامت رہنے والے ہیں۔

تفسیر آیات :21-24

عظمت قرآن: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی عظمت شان اور اس کے اعلیٰ رتبے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس کو سن کر دل جھک جانے اور پھٹ جانے چاہئیں کیونکہ اس میں سچے وعدے اور زبردست وعیدیں ہیں، ﴿ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط ﴾ ''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے پھٹا جاتا۔'' یعنی اگر پہاڑ بھی اس قرآن کو سمجھے اور اس میں بیان کیے گئے مضامین پر غور کرے تو وہ اپنی شدت و قامت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے خوف سے پھٹ جائے، تو لوگو! تمھیں یہ بات کس طرح زیب دیتی ہے کہ اللہ کے خوف کی وجہ سے تمھارے دلوں میں نرمی و گداز پیدا نہ ہو اور نہ ہی دل جھکیں اور پھٹیں، حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو سمجھتے اور اس میں غور و فکر کرتے ہو! اس لیے فرمایا ہے: ﴿ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ㉑ ﴾ ''اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔''

حدیث متواتر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے جب منبر بنایا گیا اور اس سے پہلے آپ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرماتے وقت مسجد میں موجود کھجور کے تنوں میں سے ایک تنے کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے، جب پہلی مرتبہ منبر رکھا گیا اور نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے تنے سے آگے بڑھ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو تنے پر رقت طاری ہوگئی اور اس نے اس بچے کی طرح رونا شروع کر دیا جسے چپ کرایا جا رہا ہو، اس لیے کہ وہ اپنے پاس ذکر اور وحی کو سنتا تھا۔[1] اس حدیث کے بعض طرق میں ہے کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ تنے کی نسبت تم رسول ﷺ سے اشتیاق کے زیادہ حق دار ہو۔[2] اسی طرح اس آیت کریمہ میں بھی یہ ذکر ہے کہ اگر یہ گونگے پہاڑ اللہ تعالیٰ کے کلام کو سن اور سمجھ لیتے تو اس کے خوف سے جھک جاتے اور پھٹ جاتے تو تم اس سے متاثر کیوں نہیں ہوتے، حالانکہ تم تو اسے سنتے اور سمجھتے ہو۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ط ﴾ (الرعد 13:31) ''اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس (کی تاثیر) کے ذریعے سے پہاڑ چلائے جاتے یا اس کے ذریعے سے زمین کاٹی جاتی یا اس کے ساتھ مردوں سے کلام کیا جاتا (تو یہی قرآن ان اوصاف سے متصف ہوتا۔)'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا

---

① صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث: 3584، 3585 وسنن الدارمي، المقدمة، باب ما أكرم الله النبي بحنين المنبر: 1/17-19، حديث: 31-41. ② دلائل النبوة للبيهقي، باب ذكر المنبر الذي اتخذ لرسول الله ﷺ: 2/559.

يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ ﴾ (البقرة 2:74)
''اور بے شک پتھر تو بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور بے شک بعض ایسے ہوتے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور بے شک ان میں سے پانی نکلنے لگتا ہے اور بے شک بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ساتھ اس کی بزرگی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿22﴾ ﴾ ''وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، وہ بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔'' اللہ جل شانہٗ نے بیان فرمایا ہے کہ وہی ذات پاک ہے کہ اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ پروردگار، کائنات میں اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے سوا جس کی بھی عبادت کی جاتی ہے وہ باطل ہے، وہی ذات پاک، پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والی ہے، یعنی وہ تمام کائنات کو جانتا ہے، خواہ وہ ہمیں نظر آئے یا نہ آئے، آسمان وزمین کی کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں، خواہ وہ جلیل ہو یا حقیر، چھوٹی ہو یا بڑی حتی کہ اندھیروں میں وہ چیونٹیوں کو بھی جانتا ہے۔ ﴿ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿22﴾ ﴾ ''وہ بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔'' تفسیر کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کے ان اسمائے پاک کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔[1] بہر حال مراد یہ ہے کہ وہ ذات پاک دنیا وآخرت میں رحمان بھی ہے اور ان دونوں میں رحیم بھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ ﴾ (الأعراف 7:156) ''اور جو میری رحمت ہے، وہ ہر چیز کو شامل ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ ﴾ (الأنعام 6:54) ''تمھارے پروردگار نے اپنی ذات (پاک) پر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ ﴾ (یونس 10:58) ''کہہ دو کہ (یہ کتاب) اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے (نازل ہوئی ہے) تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں، یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

پھر فرمایا اللہ جل شانہٗ نے: ﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ ﴾ ''وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، بادشاہ (حقیقی۔)'' یعنی وہ تمام اشیاء کا مالک ہے اور کسی روک ٹوک کے بغیر ان میں تصرف کرنے والا ہے۔ ﴿ الْقُدُّوْسُ ﴾ ''پاک ذات (ہر عیب سے۔)'' وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ القدوس کے معنی پاک کے ہیں،[2] امام مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ اس کے معنی مبارک کے ہیں۔[3] ابن جریج کہتے ہیں کہ معزز فرشتے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔[4] ﴿ السَّلٰمُ ﴾ ''سلامتی والا۔'' یعنی وہ اپنی ذات پاک، صفات اور افعال میں کمال کے باعث تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے۔ ﴿ الْمُؤْمِنُ ﴾ ''امن دینے والا۔'' ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس نے اپنی مخلوق کو اس بات سے امن دے رکھا ہے کہ

---

[1] دیکھیے الفاتحۃ، آیت:1 کے ذیل میں عنوان: '' ﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ کی تفسیر'' مزید دیکھیے بنی إسرآءیل، آیت:110 کے ذیل میں عنوان: ''اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں'' [2] تفسیر الماوردی:5/513. [3] تفسیر الطبری:28/70. [4] الدر المنثور:6/300.

وہ ان پر ظلم کرے۔[1] امام قتادہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے اس فرمان کے ذریعے سے امن عطا فرما دیا ہے کہ وہ ذات پاک حق ہے۔[2] ابن زید کہتے ہیں کہ اس نے اپنے مومن بندوں کی تصدیق کی کہ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔[3] ﴿الْمُهَيْمِنُ﴾ ''نگہبان۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک ائمۂ تفسیر کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی مخلوق کے اعمال کا شاہد[4] یعنی ان کا نگہبان ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ (البروج 9:85) ''اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ﴾ (یونس 46:10) ''پھر جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ﴾ (الرعد 33:13) ''تو کیا جو (اللہ) ہر متنفس کے اعمال کا نگران ہے جو اس نے کمایا (کوئی دوسرا اس کے برابر ہوسکتا ہے؟)'' ﴿الْعَزِيْزُ﴾ ''غالب۔'' جس نے ہر چیز پر غالب آ کر اسے مقہور کر رکھا ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے، اس کی عزت وعظمت اور جبروت وکبریائی کی وجہ سے اس کی جناب تک نہیں پہنچا جا سکتا، اسی لیے فرمایا: ﴿الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ﴾ ''زبردست بڑائی والا۔'' کہ بڑائی اسی کی ذات پاک کے شایان شان ہے اور تکبر اسی کی ذات اقدس کو زیبا ہے جیسا کہ یہ صحیح حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے:[5] [قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي، فَمَنْ نَّازَعَنِي وَاحِدًا مِّنْهُمَا (عَذَّبْتُهُ)] ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: بڑائی میری چادر اور شان وشوکت میرا تہبند ہے جو ان میں سے کسی کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا، میں اسے عذاب دوں گا۔''[6] پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اللہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔''

پھر فرمایا: ﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ ''وہی اللہ (تمام مخلوقات کا) نقشہ ساز، وجود میں لانے والا، صورتیں بنانے والا۔'' خلق کے معنی تقدیر اور بَرْءٌ کے معنی فَرِيٌّ کے ہیں اور اس سے مراد مقدر اور مقرر کی ہوئی چیز کو وجود میں لا کر نافذ اور نمایاں کرنا ہے۔ اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جو ہر مقدر ومرتب چیز کو نافذ اور ایجاد کر سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ ''وہی اللہ (تمام مخلوقات کا) نقشہ ساز، وجود میں لانے والا، صورتیں بنانے والا۔'' وہ جب کسی چیز کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے فرما دیتا ہے: ہو جا، تو وہ اسی صفت کے مطابق ہو جاتی ہے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے اور اسی صورت میں ڈھل جاتی ہے جس کو وہ پسند فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ﴾ (الانفطار 8:82) ''اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔'' اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿الْمُصَوِّرُ﴾ ''صورتیں بنانے والا۔'' یعنی وہ ذات پاک جو جس چیز کے ایجاد کرنے کا ارادہ فرمائے، وہ اپنی خواہش اور ارادے کے مطابق اسے اسی طرح وجود میں لے آئے۔

---

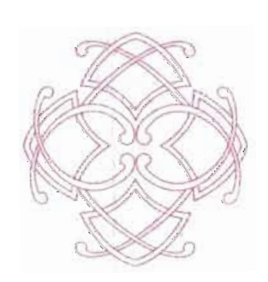
[1] الدر المنثور :300/6. [2] تفسير الطبرى :70/28. [3] تفسير الطبرى :70/28. [4] تفسير الطبرى :71,70/28. [5] دیکھیے الجاثیة، آیت :37 کے تحت۔ [6] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الكبر، حديث :2620 وسنن أبي داود، اللباس، باب ماجاء في الكبر، حديث :4090 واللفظ له عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والا لفظ صحیح مسلم کے مذکورہ حوالے میں ہے۔

اسمائے حسنٰی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ ﴾ ''اس کے سب اچھے سے اچھے نام ہیں۔'' اسمائے حسنٰی کے بارے میں قبل ازیں سورۂ اعراف میں گفتگو ہو چکی ہے۔[1] یہاں ہم وہ حدیث ذکر کریں گے جو صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِينَ اسْمًا، مِّائَةً إِلَّا وَاحِدًا مَّنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ (وَهُوَ وِتْرٌ يُّحِبُّ الْوِتْرَ)] ''بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، ایک کم سو، جو انھیں شمار کرے گا، جنت میں داخل ہوگا، وہ ذات پاک وتر ہے اور وہ وتر کو پسند فرماتا ہے۔''[2]

ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتی ہیں۔'' جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ ﴾ (بنی إسرآءيل 17:44) ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو لوگ ان میں ہیں سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے، اور لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے، بے شک وہ بڑا بردبار، غفار ہے۔'' ﴿ وَهُوَ الْعَزِيْزُ ﴾ ''اور وہ نہایت غالب ہے۔'' کہ اس کی طرف (بدی) کا ارادہ نہیں کیا جا سکتا، ﴿ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾ ''بڑی حکمت والا ہے۔'' اپنے تمام شرعی و قدری امور میں۔

سورۂ حشر کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



---

[1] دیکھیے الأعراف، آیت: 180 کے ذیل میں عنوان: ''اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنٰی کا بیان''۔ [2] صحيح البخاري، الشروط، باب مايجوز من الاشتراط……، حديث: 2736 وصحيح مسلم، الذكر والدعاء……، باب في أسماء الله تعالى……، حديث: 2677 جبکہ قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، الدعوات، باب: لله مائة اسم غير واحدة، حديث: 6410 کے مطابق ہیں۔

تفسیر سُورۂ مُمتحِنہ

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ

اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً وہ اس حق (سچے دین) کے منکر ہوئے ہیں

كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ

جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور تمھیں بھی جلا وطن کرتے ہیں، اس لیے کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر تم میرے راستے میں جہاد اور

اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ

میری رضا ڈھونڈنے کے لیے نکلے ہو (تو کفار کو دوست نہ بناؤ،) تم ان کو دوستی کا خفیہ پیغام بھیجتے ہو، اور میں خوب جانتا ہوں جو تم

بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ

چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو، اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا، تو یقیناً وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا① اگر وہ تمھیں (کہیں) پائیں تو تمھارے دشمن

يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ②

ہو جائیں اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں تمھاری طرف دراز کریں برائی (کی نیت) سے، اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم بھی (دین حق کے) منکر ہو جاؤ②

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا

تمھارے رشتے ناتے قیامت کے دن تمھیں ہرگز نفع نہیں دیں گے اور نہ تمھاری اولاد، وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرے گا، اور اللہ اسے خوب

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③

دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو③

تفسیر آیات :1-3

سبب نزول: اس سورۂ مبارکہ کے ابتدائی حصے کے نزول کا سبب حاطب بن ابو بلتعہ کا قصہ تھا، حاطب مہاجرین میں سے تھے اور انھیں غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت بھی حاصل ہوئی تھی۔ مکہ میں ان کی اولاد اور مال تو تھا لیکن یہ قریش میں سے نہیں تھے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے، جب اہل مکہ کے نقض عہد کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مکہ کو فتح کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اور دعا فرمائی کہ [اَللّٰهُمَّ ! عَمِّ عَلَيْهِمْ خَبَرَنَا] ”اے اللہ! انھیں

ہمارے حالات سے بے خبر رکھنا۔'' مگر حاطب رضی اللہ عنہ نے ایک خط لکھا اور اسے ایک عورت کے ہاتھ اہل مکہ کی طرف بھیج دیا۔ اس خط میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم وارادہ کے بارے میں انھیں اطلاع دی گئی تھی تا کہ وہ اس وجہ سے اہل مکہ پر احسان کر سکے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازنے کے باعث آپ کو اس سے مطلع فرما دیا تو آپ نے اس عورت کا تعاقب کرایا اور اس سے یہ خط حاصل کر لیا گیا۔ یہ واقعہ متفق علیہ حدیث میں مذکور ہے۔[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے حسن بن محمد بن علی سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن ابورافع نے بیان کیا اور کبھی یہ کہا کہ عبیداللہ بن ابورافع نے انھیں خبر دی کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، زبیر اور مقداد کو بھیجا اور فرمایا: [اِنْطَلِقُوا حَتّٰی تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ، فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَّعَهَا كِتَابٌ، فَخُذُوهُ مِنْهَا] ''روانہ ہو جاؤ حتی کہ جب تم روضہ خاخ میں پہنچو تو وہاں اونٹ پر سوار ایک عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے، وہ خط اس سے لے لو۔'' ہم اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے حتی کہ روضہ میں پہنچ گئے تو وہاں اونٹ پر سوار عورت سے ملے تو ہم نے کہا کہ خط نکالو، اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، ہم نے کہا کہ تو ضرور ہمیں خط دے دے گی یا پھر ہم تیرے کپڑے اتار دیں گے، پھر اس نے اپنے بالوں کے جوڑے سے خط نکال کر دے دیا، تو ہم نے وہ خط لے لیا اور اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ خط میں لکھا ہوا تھا کہ یہ حاطب بن ابوبلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام ہے اور اس میں انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معاملات کی خبر دی گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَا حَاطِبُ! مَا هٰذَا؟] ''حاطب! یہ کیا؟'' اس نے عرض کی: آپ میرے بارے میں جلدی سے کوئی فیصلہ نہ فرمائیں یقیناً میں ایک ایسا آدمی ہوں جو قریش کے ساتھ مل جل کر رہ رہا تھا، البتہ میں قریش میں سے نہیں تھا۔ آپ کے ساتھی مہاجرین کی مکہ میں قرابت داریاں ہیں جو مکہ میں ان کے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہیں تو میں نے چاہا کہ جب نسب کے اعتبار سے مجھے یہ بات حاصل نہیں ہے تو میں مکہ والوں پر احسان کر دوں جس کی وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں گے۔ اور میں نے یہ اقدام کفر یا اپنے دین سے ارتداد کی وجہ سے نہیں کیا اور نہ اس وجہ سے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد میں کفر پر راضی ہو گیا ہوں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ] ''اس نے تم سے سچی بات کی ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، وَّمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ إِلٰى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ] ''یہ تو بدر میں حاضر ہوا تھا اور تمھیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمھیں معاف فرما دیا ہے۔''[2] ابن ماجہ کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے اسے اسی طرح کئی سندوں کے ساتھ سفیان بن عیینہ سے روایت کیا

---

[1] صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الفتح، حدیث: 4274 وصحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل حاطب بن أبی بلتعة......، حدیث: 2494. جبکہ بریکٹ والے الفاظ المعجم الکبیر للطبرانی، ترجمة علی بن الحسین عن میمونة: 434/23، حدیث: 1052 عن میمونة بنت الحارث رضی اللہ عنہا میں کسی اور سیاق میں ہیں۔ [2] مسند أحمد: 80,79/1.

ہے۔[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المغازی میں ان الفاظ کو بھی بیان کیا ہے کہ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی تھی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ ﴾ ''مومنو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔''[2] کتاب التفسیر میں لکھا ہے: عمرو نے کہا کہ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ ﴾ اور (سفیان بن عیینہ نے) کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ ''آیت'' کا ذکر حدیث میں ہے یا عمرو کا قول ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ امام علی بن مدینی نے کہا: سفیان سے پوچھا گیا کہ یہ آیت: ﴿ لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ ﴾ کس بارے میں نازل ہوئی تھی تو سفیان نے جواب دیا کہ لوگوں کے اقوال (اور روایات) میں اسی طرح ہے۔ میں نے اسے عمرو سے یاد کیا ہے اور ایک حرف کو بھی نہیں چھوڑا اور نہیں معلوم کہ میرے سوا کسی اور نے اسے یاد رکھا ہو۔[3]

کفار سے دشمنی رکھنے اور دوستی ترک کرنے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ﴾ ''مومنو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ وہ (دین) حق سے جو تمھارے پاس آیا ہے منکر ہیں۔'' یعنی ان مشرکین و کفار کو دوست نہ بناؤ جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں سے جنگ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے عداوت و دشمنی کو مشروع قرار دیا ہے اور اس بات سے منع فرما دیا ہے کہ انھیں دوست اور ساتھی بنایا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ ﴾ (المآئدة 51:5) ''اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے اُن کو دوست بنائے گا، تو بلاشبہ وہ بھی انھی میں سے ہوگا۔'' یہ یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست بنانے کی شدید سرزنش اور بہت سخت وعید ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (المآئدة 57:5) ''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جنھوں نے تمھارے دین کو ہنسی اور کھیل بنالیا ہے ان لوگوں میں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور جو کافر ہیں اور اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ ﴾ (النسآء 144:4) ''اے اہل ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے خلاف کھلی حجت دے دو؟'' اور فرمایا: ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ

---

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الجاسوس......، حديث: 3007 وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل حاطب بن أبي بلتعة......، حديث: 2494 وسنن أبي داود، الجهاد، باب في حكم الجاسوس......، حديث: 2650 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الممتحنة، حديث: 3305 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ ﴾ :487/6، حديث: 11585. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الفتح، حديث: 4274. [3] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ ﴾ (الممتحنة 1:60)، حديث: 4890.

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ (آل عمرٰن 3:28) ''مومنوں کو چاہیے کہ مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس سے اللہ کا کچھ (عہد) نہیں۔ مگر یہ کہ تم ان (کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔'' اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے حاطب رضی اللہ عنہ کے عذر کو قبول فرمالیا تھا کہ انھوں نے قریش کے ساتھ دوستی کا یہ تأثر اس لیے دیا ہے کہ وہ اس سے مکہ میں اپنے اموال واولاد کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ ﴾ ''وہ پیغمبر اور تم کو جلاوطن کرتے ہیں۔'' سابقہ تلقین کے ساتھ ساتھ یہ ان کی دشمنی اور عدم دوستی پر مزید برانگیختہ کیا گیا ہے کہ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے ہاں سے جلاوطن کر دیا تھا کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کرلیا تھا اور وہ اسی وحدہٗ لاشریک کی اخلاص کے ساتھ عبادت کرتے تھے جبکہ کفار اسے ناپسند کرتے تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ ﴾ ''یہ کہ تم اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔'' یعنی ان کے ہاں تمھارا اس کے سوا کوئی اور گناہ نہ تھا کہ تم اللہ رب العالمین پر ایمان رکھتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ ﴾ (البروج 8:85) ''انھوں نے مومنوں کو اسی بنا پر سزا دی کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے جو نہایت غالب (اور) قابل ستائش ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ ﴾ (الحج 40:22) ''وہ لوگ جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے (انھوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں، یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِيْ ﴾ ''اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوش نودی طلب کرنے کے لیے (مکے سے) نکلے ہو۔'' یعنی اگر تم ایسے ہو تو پھر ان کو دوست نہ بناؤ۔ اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے نکلے ہو اور میری خوش نودی کے طلب گار ہو تو اپنے اور میرے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، حالانکہ انھوں نے تم سے دشمنی کرتے ہوئے اور تمھارے دین کو ناپسند کرتے ہوئے تمھارے گھروں اور مالوں سے تمھیں نکال دیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ڰ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ ﴾ ''تم ان کی طرف پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو جبکہ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو علی الاعلان کرتے ہو۔'' تم یہ کام کرتے ہو، حالانکہ میں تمھارے ظاہری اور باطنی حالات کو خوب جانتا ہوں۔ ﴿ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَاۗءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْۗءِ ﴾ ''اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا تو یقیناً وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا، اگر وہ تمھیں پائیں تو وہ تمھارے دشمن ہوجائیں اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں تمھاری طرف دراز کریں برائی کے ساتھ۔'' یعنی اگر ان کا تم پر بس چلے تو اپنے قول وفعل سے تمھیں ایذا پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں ﴿ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ② ﴾ ''اور وہ چاہتے ہیں کہ کاش! تم بھی کفر کرو۔'' یعنی یہ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ تمھیں کوئی خیر حاصل نہ ہو، وہ تم سے ظاہری ومخفی ہر اعتبار سے دشمنی رکھتے ہیں تو اس طرح کے لوگوں کو تم کیوں دوست بناتے ہو! یہ بھی ان کی دشمنی پر

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا

یقیناً تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: بے شک ہم تم سے اور ان سے بری

مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ

ہیں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، ہم نے تمھارا انکار کیا، اور ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا ہے، حتی کہ تم

وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ

اللہ اکیلے پر ایمان لے آؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا کہ بے شک میں ضرور تیرے لیے بخشش مانگوں گا، اور میں تیرے لیے اللہ (کی طرف) سے کسی چیز کا

اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ④ رَبَّنَا

اختیار نہیں رکھتا، اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر توکل کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا، اور تیری ہی طرف (ہمیں) لوٹنا ہے④ اے ہمارے رب! تو ہمیں

لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑤ لَقَدْ كَانَ

ان لوگوں کے لیے فتنہ (آزمائش) نہ بنا جنھوں نے کفر کیا، اور ہمیں بخش دے، اے ہمارے رب! بے شک تو ہی بڑا زبردست، خوب حکمت والا

لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ

ہے⑤ بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے ان میں بہترین نمونہ ہے، اس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملنے) اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہو، اور جو کوئی (حق سے) منہ

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ⑥ ع

موڑے تو بے شک اللہ ہی بے پروا، نہایت قابل تعریف ہے⑥

برانگیختہ کرنا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③﴾ ”قیامت کے دن تمھارے رشتے ناتے ہرگز کام نہیں آئیں گے اور نہ اولاد، اس روز وہی تم میں فیصلہ کرے گا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا تمھارے بارے میں برا ارادہ ہو تو قرابت داریاں تمھارے کچھ کام نہ آسکیں گی۔ ان کا نفع تمھیں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا جب تم اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے انھیں خوش کرنا چاہو جو شخص اپنے اہل وعیال کو خوش کرنے کے لیے ان کے کفر پر رہنے سے اتفاق کرتا ہے تو وہ خائب وخاسر ہے، اس کا یہ عمل رائیگاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی سے قرابت داری اس کے کچھ کام نہ آسکے گی، خواہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء میں سے کسی نبی سے اس کی قرابت داری کیوں نہ ہو۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرا باپ کہاں ہے؟ فرمایا: [فِي النَّارِ] ”جہنم میں“ جب اس شخص نے پیٹھ پھیری تو آپ نے فرمایا: [إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ] ”بے شک میرا باپ اور تمھارا باپ جہنم میں ہیں۔“[1] اسے امام مسلم اور ابوداود رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

① مسند أحمد:3/268. ② صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أن من مات على الكفر فهو في النار......، حديث:203 وسنن أبي داود، السنة، باب في ذراري المشركين، حديث:4718.

تفسیر آیات :4-6

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب، کفار سے اظہار براءت میں مسلمانوں کے لیے نمونہ ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مومن بندوں سے فرمایا ہے جن کو اس نے کفار سے عداوت و دشمنی رکھنے، ان سے علیحدگی اختیار کرنے اور ان سے اظہار براءت کر دینے کا حکم دیا ہے: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ﴾ ''یقیناً تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے ابراہیم علیہ السلام اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے۔'' یعنی ان کی اور ان کے ان پیروکاروں کی جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ ﴿ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ ﴾ ''جب انھوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ بلاشبہ ہم تم سے بے تعلق ہیں۔'' یعنی ہم تم سے اظہار براءت کرتے ہیں۔ ﴿ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ ﴾ ''اور ان (بتوں) سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھارا انکار کرتے ہیں۔'' یعنی ہم تمھارے دین اور تمھارے طریقے کا انکار کرتے ہیں۔ ﴿ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا ﴾ ''اور ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا ہے۔'' یعنی اب ہمارے اور تمھارے درمیان کھلم کھلا عداوت شروع ہو گئی ہے اور جب تک تم کفر پر باقی رہو گے، ہم ہمیشہ تم سے اظہار براءت کرتے اور تم سے بغض رکھتے رہیں گے، ﴿ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ﴾ ''حتی کہ تم اللہ واحد پر ایمان لے آؤ۔'' یعنی جب تک تم اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار نہ کرو اور جن کی تم پوجا کرتے ہو ان سے علیحدہ ہو کر براءت کا اظہار نہ کرو ﴿ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ ﴾ ''ہاں، ابراہیم نے اپنے باپ سے یہ کہا کہ میں آپ کے لیے ضرور مغفرت مانگوں گا۔'' یعنی تمھارے لیے ابراہیم اور ان کے اصحاب میں نمونہ ہے لیکن باپ کے لیے استغفار کی جو بات کی تھی وہ اسوہ نہیں ہے، وہ ان سے کیے ہوئے وعدے کی بات تھی اور پھر جب ان کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو انھوں نے اس سے براءت کا اظہار کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت اس لیے فرمائی ہے کہ بعض مومن اپنے ان آباء و اجداد کے لیے مغفرت و بخشش کی دعائیں مانگا کرتے تھے جو حالت شرک میں فوت ہو گئے تھے اور کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام بھی تو اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا کیا کرتے تھے، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ○ ﴾ (التوبة 114,113:9) ''پیغمبر اور مسلمانوں کو شایاں نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش مانگیں، خواہ وہ ان کے قرابت دار ہی ہوں ان کے متعلق یہ واضح ہو جانے کے بعد کہ وہ بلاشبہ جہنمی ہیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا، جو وہ اس سے کر چکے تھے۔ لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے زار ہو گئے۔ کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑے نرم دل، بہت متحمل تھے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا

حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ”یقیناً ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں تمھارے لیے ایک اچھا نمونہ ہے جب انھوں نے اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا تھا کہ بلاشبہ ہم تم سے اور ان (بتوں) سے، جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بری ہیں ہم تمھارا انکار کرتے ہیں۔ اور ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض آشکارا ہو چکا ہے حتی کہ تم اللہ واحد پر ایمان لے آؤ۔ ہاں، ابراہیم نے اپنے باپ سے یہ (ضرور) کہا کہ میں آپ کے لیے ضرور مغفرت مانگوں گا اور میں اللہ کے سامنے آپ کے بارے میں کسی چیز کا بھی اختیار نہیں رکھتا۔“ یعنی ابراہیم علیہ السلام کی اس بات میں تمھارے لیے نمونہ نہیں ہے کہ تم اس کی وجہ سے مشرکین کے لیے مغفرت اور بخشش کی دعا مانگنے لگو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، مقاتل بن حیان، ضحاک اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ [1]

پھر اللہ جل شانہ نے بیان فرمایا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام اور ان کے رفقاء نے اپنی قوم سے جدائی اختیار کر کے براءت کا اظہار کر دیا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اس کے حضور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ﴿رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَیْكَ اَنَبْنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۝۴﴾ ”اے ہمارے پروردگار! تجھی پر ہمارا بھروسا اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف (ہمیں) لوٹ کر آنا ہے۔“ یعنی ہم نے تمام معاملات میں تجھ پر بھروسا کیا، اپنے تمام معاملات کو تیرے سپرد کر دیا اور ہم نے انھیں تیرے کامل تصرف میں دے دیا۔ ﴿وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۝۴﴾ یعنی آخرت کے گھر میں تیری طرف ہی ٹھکانا ہے۔ ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ ”اے ہمارے پروردگار! ہم کو کافروں کے لیے آزمائش نہ بنا۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں نہ تو ان کے ہاتھوں سے عذاب دینا اور نہ اپنے پاس سے عذاب دینا تاکہ کافر یہ طعنہ نہ دیں کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے تو انھیں یہ عذاب لاحق نہ ہوتا۔ [2] ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام قتادہ کہتے ہیں کہ انھیں ہم پر غلبہ نہ دینا تاکہ یہ ہمیں فتنے میں مبتلا نہ کر دیں اور وہ یہ خیال نہ کرنے لگیں کہ وہ حق پر ہیں، اس لیے ہم پر غالب آ گئے ہیں۔ [3] ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ [4] علی بن ابو طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کو ہم پر مسلط نہ کرنا تاکہ یہ ہمیں فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔ [5]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۵﴾ ”اور تو ہمیں بخش دے اے ہمارے پروردگار! بے شک تو ہی بڑا غالب، نہایت حکمت والا ہے۔“ ہمارے گناہوں کی دوسروں سے پردہ پوشی فرما اور انھیں معاف فرما دے، ﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۵﴾ ”بے شک تو ہی بڑا غالب، نہایت حکمت والا ہے۔“ جو آپ کی جناب کی پناہ لے لے، اس پر ظلم نہیں ہو سکتا۔ اور آپ تو اپنے تمام اقوال و افعال اور شرع و تقدیر میں حکمت والے ہیں، پھر فرمایا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ ”البتہ تحقیق ان (کے طرز عمل) میں تمھارے لیے (اور) ہر اس شخص کے لیے ایک اچھا نمونہ ہے جو اللہ (کے سامنے جانے) اور روز آخرت (کے آنے) کی امید رکھتا ہو۔“ یہ سابقہ مضمون کی تاکید ہے اور

[1] تفسیر الطبری: 81,80/28. [2] تفسیر الطبری: 81/28. [3] تفسیر الطبری: 82/28. [4] تفسیر الطبری: 81/28.
[5] تفسیر الطبری: 82/28.

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ

امید ہے کہ اللہ تمھارے اور ان لوگوں کے درمیان دوستی (پیدا) کر دے جن سے تمھاری دشمنی ہے، اور اللہ بہت قدرت والا ہے،

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑦ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ

اور اللہ غفور رحیم ہے ⑦ اللہ تمھیں ان لوگوں کی بابت نہیں روکتا جو تم سے دین پر نہیں لڑے اور انھوں نے تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا،

يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑧

کہ تم ان سے بھلائی کرو اور ان سے انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ⑧ بے شک اللہ تو تمھیں

اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى

ان لوگوں کی بابت روکتا ہے جو تم سے دین پر لڑے اور انھوں نے تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں مدد کی،

اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑨

کہ تم ان سے دوستی کرو، اور جو کوئی ان سے دوستی کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں ⑨

جو استثنا اس میں ہے، وہ اس میں بھی ہے کیونکہ جس اسوے کو یہاں ثابت کیا جا رہا ہے، یہ ہو بہو پہلا ہی ہے۔ ﴿لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ﴾ ''اس کے لیے جو اللہ (کے سامنے جانے) اور روز آخرت (کے آنے) کی امید رکھتا ہو۔'' اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہر شخص کے شوق کو انگیخت کیا جا رہا ہے ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ﴾ ''اور جو کوئی روگردانی کرے۔'' اس سے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ⑥﴾ ''تو بلاشبہ اللہ بھی بڑا بے پروا (اور) سزاوار حمد (وثنا) ہے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○﴾ (إبراهيم 8:14) ''اگر تم اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب کفر کرو تو یقیناً اللہ بے نیاز (اور) نہایت قابل تعریف ہے۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ غنی وہ ہے جو بے نیازی میں کامل ہو اور وہ اللہ ہی ہے اور یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کے شایان شان ہے کہ اس کا کوئی ہمسر نہیں، اس جیسی کوئی چیز نہیں، پاک ہے وہ اللہ جو واحد اور سب پر غالب ہے۔[1] ﴿الْحَمِيْدُ ⑥﴾ ''قابل تعریف۔'' مخلوق سے مطالبہ ہے کہ وہ اس کی تعریف کے گن گائے کیونکہ وہ تمام اقوال و افعال میں قابل ستائش ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے۔

تفسیر آیات:7-9

عجب نہیں کہ اللہ مومنوں اور ان کے دشمنوں میں دوستی پیدا کر دے: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ عداوت و دشمنی کا حکم دینے کے بعد اپنے مومن بندوں سے فرمایا ہے: ﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ﴾ ''ہو سکتا ہے کہ اللہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو دوستی پیدا کر دے۔'' یعنی بغض کے بعد محبت، نفرت کے بعد مودت اور فرقت کے بعد الفت پیدا فرما دے۔ ﴿وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ﴾ ''اور اللہ خوب قادر ہے۔'' وہ جن متضاد اور مختلف اشیاء کو جمع

① تفسیر الطبری:89/3.

کرنا چاہے، انھیں جمع کرنے پر قادر ہے اور وہ عداوت وقساوت کے بعد دلوں کو بھی مجتمع اور متفق کرسکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کو اپنا احسان یاد دلاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ ﴾ (آل عمرٰن 103:3) ''اور اپنے اوپر اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کے احسان سے بھائی (بھائی) ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اس (اللہ) نے تم کو اس سے بچالیا۔'' اسی طرح نبی ﷺ نے بھی انصار سے فرمایا تھا: [أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِي؟ وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِينَ فَأَلَّفَكُمُ اللّٰهُ بِي؟] ''کیا میں نے تمھیں رستے سے بھٹکے ہوئے نہ پایا، پھر اللہ تعالیٰ نے میری بدولت تمھیں ہدایت سے نوازا؟ اور تم جدا جدا تھے تو میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تم میں الفت پیدا فرمادی؟''[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ (الأنفال 63,62:8) ''وہی تو ہے جس نے آپ کو اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعے سے تقویت بخشی اور اس نے ان کے دلوں میں الفت پیدا کردی (اور) اگر آپ دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کرسکتے تھے مگر اللہ ہی نے ان کے درمیان الفت ڈال دی۔ بے شک وہ بڑا زبردست، بڑی حکمت والا ہے۔'' اور حدیث میں ہے کہ [أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْنًا مَّا، عَسٰى أَنْ يَّكُونَ بَغِيضَكَ يَوْمًا مَّا، وَأَبْغِضْ بَغِيضَكَ هَوْنًا مَّا، عَسٰى أَنْ يَّكُونَ حَبِيبَكَ يَوْمًا مَّا] ''اپنے دوست سے اعتدال کے ساتھ محبت رکھو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی دن وہ تمھارے نزدیک قابل نفرت ہو اور قابل نفرت انسان سے اعتدال کے ساتھ نفرت کرو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی دن وہ تمھارا دوست بن جائے۔''[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ ''اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' وہ کافروں کے کفر کو بھی اس وقت بخش دیتا ہے جب وہ کفر سے توبہ کریں، اپنے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کردیں جو بھی اس کے حضور توبہ کرے، خواہ اس نے کتنا بڑا گناہ کیا ہو، وہ اسے بخش دیتا اور اپنی رحمت سے سرفراز فرمادیتا ہے۔

دین کے بارے میں جنگ نہ کرنے والے کفار کے ساتھ احسان جائز ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ﴾ ''اللہ تمھیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور انھوں نے تم کو تمھارے گھروں سے نہیں نکالا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں ایسے کافروں کے ساتھ احسان سے منع نہیں فرماتا جنھوں نے دین کے بارے میں تم سے جنگ نہیں کی، جیسے عورتیں اور کمزور مرد ہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الطائف......، حديث: 4330 و صحيح مسلم، الزكاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم......، حديث: 1061 عن عبدالله بن زيد رضي الله عنه. [2] امام ترمذی نے اس روایت کو جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في الاقتصاد في الحب والبغض، حديث: 1997 میں حضرت علی سے موقوفاً صحیح قرار دیا ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے غاية المرام في تخريج أحاديث الحلال والحرام، ص: 215-219، حديث: 472 میں حضرت علی سے مرفوعاً صحیح لکھا ہے۔

﴿ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۝۸ ﴾ ''(اس بات سے) کہ ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرو، بلاشبہ اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔'' امام احمد رحمہ اللہ نے اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میری والدہ مشرکہ تھیں وہ نبی کریم ﷺ کے قریش کے ساتھ صلح کے زمانے میں میرے پاس آئیں تو میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری والدہ میرے پاس آئی ہیں، وہ (میری طرف سے کچھ ملنے کی) خواہش رکھتی ہیں تو کیا میں ان سے صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ، صِلِي أُمَّكِ] ''ہاں، اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو۔''[1]

اسے امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2] امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قتیلہ اپنی بیٹی اسماء بنت ابوبکر کے پاس سانڈے، پنیر اور گھی کا تحفہ لے کر آئی اور وہ مشرکہ تھی۔ اسماء نے اس کے تحفے قبول کرنے اور اسے اپنے گھر میں آنے سے منع کر دیا۔ اس کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب نبی ﷺ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ ...... ﴾ الآیة ''اللہ تمھیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی......'' نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے تحائف کو قبول کر لو اور اسے اپنے گھر میں آنے کی اجازت دے دو۔[3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۝۸ ﴾ ''یقیناً اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔'' اس کی تفسیر سورۂ حجرات میں بیان ہو چکی ہے اور وہاں یہ صحیح حدیث بھی ذکر کی جا چکی ہے کہ [اَلْمُقْسِطُونَ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُّورٍ عَنْ يَّمِينِ (الْعَرْشِ) اَلَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهَالِيهِمْ وَمَا وَلُوا] ''انصاف کرنے والے عرش کی دائیں جانب نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے، یعنی وہ لوگ جو اپنے فیصلے میں، اہل و عیال میں اور رعایا میں عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں۔''[4]

جنگجو مشرکین سے دوستی کی مخالفت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ ﴾ ''اللہ بس انھی لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے، جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور انھوں نے تم کو تمھارے گھروں سے نکالا اور انھوں نے تمھارے نکالنے میں مدد کی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی دوستی سے تم کو منع فرماتا ہے، جنھوں نے تم سے کھلم کھلا عداوت و دشمنی رکھی، تم سے جنگ کی، تمھیں

---

[1] مسند أحمد: 347/6. [2] صحيح البخاري، الأدب، باب صلة المرأة أمّها......، حديث: 5979 و صحيح مسلم، الزكاة، باب فضل النفقة......، حديث: 1003. [3] مسند أحمد: 4/4. [4] قوسین والا لفظ ایک دوسرے سیاق میں المعجم الكبير للطبراني، ترجمة حبيب بن أبي ثابت......: 134/12، حديث: 12686 میں ہے۔ **ملحوظہ:** حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ کی ترتیب کے بجائے یہ الفاظ: [إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُّورٍ، عَنْ يَّمِينِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ، وَ كِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، اَلَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل وعقوبة الجائر......، حديث: 1827 و سنن النسائي، آداب القضاة، فضل الحاكم العادل في حكمه، حديث: 5381 عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہ میں ہیں، نیز دیکھیے الحجرات، آیت: 9 کے ذیل میں عنوان: ''لڑنے والے مومنوں میں صلح کرا دینے کا حکم'' البتہ سورۂ حجرات کی تفسیر میں بیان کی گئی حدیث کے الفاظ اس سے مختلف ہیں جبکہ سورۂ ص کی آیت: 25 کے تحت عنوان: ''سجدۂ ص'' میں ذکر کی گئی حدیث کے الفاظ اس سے ملتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ

اے ایمان والو! جب تمھارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لو، اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، پھر اگر تم انھیں مومن

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ

جانو تو انھیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ، نہ وہ (عورتیں) ان (کفار) کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان (عورتوں) کے لیے حلال ہیں، اور تم ان

يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

(کفار) کو دے دو جو (مہر) انھوں نے خرچ کیا، اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان سے نکاح کر لو جب تم انھیں ان کے مہر دے دو، اور تم کافر عورتوں کی

اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ

عصمتیں قبضے میں نہ رکھو، اور مانگ لو جو (مہر) تم نے خرچ کیا اور چاہیے کہ وہ (کفار) بھی مانگ لیں جو (مہر) انھوں نے خرچ کیا، یہ اللہ کا حکم

حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑩ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى

(فیصلہ) ہے وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے⑩ اور اگر تمھاری بیویوں میں سے کوئی کفار کی طرف چلی

الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

جائے، پھر تم (کفار سے) بدلہ لو (اور غنیمت ہاتھ لگے) تو جن کی بیویاں چلی گئیں، انھیں اس (مہر) کے برابر دے دو جو انھوں نے خرچ کیا، اور تم اللہ

الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ⑪

سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو⑪

اپنے گھروں سے نکال دیا اور تمھیں نکالنے میں مدد کی تو ایسے لوگوں کی دوستی سے اللہ تعالیٰ تمھیں منع فرماتا ہے اور ان سے دشمنی رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ پھر ان کی دوستی اختیار کرنے پر وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑨ ﴾ ”اور جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔“ جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ ﴾ (المآئدة 51:5) ”اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا، بلا شبہ وہ بھی انھیں میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

تفسیر آیات: 11,10

حدیبیہ کے بعد مسلمان مہاجر خواتین کو کفار کے پاس واپس نہ بھیجنے کی تخصیص: سورۂ فتح میں صلح حدیبیہ کا ذکر گزر چکا ہے۔ یہ صلح رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے مابین قرار پائی تھی اور اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ ہمارے ہاں سے اگر کوئی آدمی آپ کے پاس آئے، خواہ وہ آپ کے دین ہی پر کیوں نہ ہو آپ اسے لوٹا دیں گے۔[1] اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں

[1] دیکھیے الفتح، آیت:26 کے ذیل میں عنوان: ”قصہ صلح حدیبیہ، احادیث کی روشنی میں“

کہ ہمارے ہاں سے اگر کوئی بھی آپ کے پاس آئے، خواہ وہ آپ کے دین ہی پر کیوں نہ ہو، آپ اسے لوٹا دیں گے۔ [1]
عروہ، ضحاک، عبدالرحمٰن بن زید، زہری، مقاتل بن حیان اور سدی کا یہی قول ہے۔ [2] اس روایت کے مطابق اسی آیت کریمہ نے سنت کی تخصیص کردی اور یہ اس سلسلے میں ایک بہترین مثال ہے، بعض سلف کے طریقے کے مطابق اس آیت کو سنت کی ناسخ بھی کہہ سکتے ہیں۔ [3] اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب ان کے پاس عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو وہ ان کی جانچ پڑتال کرلیں اور اگر انھیں معلوم ہو کہ وہ مومن ہیں تو پھر انھیں کفار کے پاس واپس نہ بھیجیں کیونکہ نہ یہ ان کو حلال ہیں اور نہ وہ ان کو حلال ہیں۔ ہم نے مسند کبیر میں عبداللہ بن ابواحمد بن جحش کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابومُعَیط نے ہجرت کی تو اس کے بھائی عمارہ اور ولید مکہ سے چل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے آپ سے گفتگو کی کہ اسے ان کے پاس واپس کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حوالے سے اس عہد کو توڑ دیا جو آپ کے اور مشرکین کے مابین تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکین کے پاس مومن عورتیں واپس بھیجنے سے منع فرما دیا اور یہ آیات نازل فرمائیں جن میں ان کے امتحان کا ذکر ہے۔ [4]

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ﴾ ''مومنو! جب تمھارے پاس مومن عورتیں وطن چھوڑ کر آئیں تو تم ان کی جانچ پڑتال کرلو۔'' اس میں آزمائش سے مراد یہ ہے کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ [5] مجاہد کہتے ہیں کہ امتحان سے مراد یہ ہے ان سے پوچھو کہ وہ کیوں آئی ہیں اگر وہ اپنے شوہروں سے ناراض ہو کر یا اس طرح کے کسی اور سبب کی وجہ سے آئی ہوں اور وہ ایمان نہ لائی ہوں تو انھیں ان کے شوہروں کے پاس واپس بھیج دو۔ [6] ﴿ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ﴾ ''پھر اگر تم انھیں مومن جانو تو انھیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ۔'' اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان یقینی طور پر ان کے نہ لوٹانے کی خبر ہے۔

مسلمان عورتیں مشرکوں کے لیے حرام ہیں اور مشرک عورتیں مسلمانوں کے لیے حرام ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ﴾ ''نہ وہ (عورتیں) ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لیے حلال ہیں۔'' اس آیت کریمہ نے مسلمان عورتوں کو مشرکین کے لیے حرام قرار دے دیا ہے۔ ابتدائے اسلام میں مشرک کے لیے مومن عورت سے نکاح کرنا جائز تھا، اسی لیے ابوالعاص بن ربیع نے نبی ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا مسلمان تھیں جبکہ ابوالعاص اپنی قوم کے دین پر تھا، چنانچہ جب وہ بدر کے دن قیدیوں میں شامل ہو کر آیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس کے فدیے کے لیے وہ ہار بھیجا جو ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے

---

① صحیح البخاری، المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، حدیث: 4181,4180 عن مروان بن الحکم و المسور بن مخرمۃ رضی اللہ عنہما
② تفسیر الطبری: 28/88-90. ③ ناسخ القرآن ومنسوخه لابن الجوزی، ص: 541,540. ④ جامع المسانید والسنن، ترجمة عبداللّٰہ بن أبی أحمد......: 7/243. ⑤ تفسیر الطبری: 28/87,86. ⑥ تفسیر الطبری: 28/87.

جب اسے دیکھا تو آپ پر شدید رقت طاری ہوگئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا:[إِنْ رَأَيْتُمْ أَنْ تُطْلِقُوا لَهَا أَسِيرَهَا...... فَافْعَلُوا] ''اگر تم پسند کرو کہ زینب کے قیدی کو (فدیے کے بغیر) چھوڑ دو......تو ایسا کر گزرو۔'' مسلمانوں نے ایسے ہی کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اس شرط پر رہا کیا کہ وہ آپ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو آپ کے پاس بھیج دے گا، اس نے اس عہد کو وفا کیا، اپنے وعدے کو سچا ثابت کر دکھایا اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دیا۔[1] سیدہ زینب رضی اللہ عنہا واقعہ بدر کے بعد سے لے کر، جو 2 ہجری میں پیش آیا تھا، 8 ہجری میں ابوالعاص کے مسلمان ہونے تک مدینہ ہی میں رہیں اور ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پہلے نکاح کے ساتھ ہی انھیں ان کے ساتھ لوٹا دیا اور نیا مہر بھی مقرر نہ فرمایا۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ ﴾ ''اور جو کچھ انھوں نے (ان پر) خرچ کیا ہو وہ ان کو دے دو۔'' یعنی مشرکین کے پاس سے ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کے شوہروں نے انھیں جو مہر دیے ہوں، وہ انھیں واپس کر دو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، زہری اور کئی ایک ائمۂ تفسیر کا یہی قول ہے۔[3] اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ ﴾ ''اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم ان سے نکاح کر لو جب تم انھیں ان کے حق مہر دے دو۔'' جب تم انھیں مہر دے دو تو ان سے نکاح کر لو، یعنی انقضائے عدت اور ولی وغیرہ کی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان سے نکاح کر لو۔ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾ ''اور تم کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں نہ رکھو۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا اور ان کے ساتھ مل کر رہنا حرام قرار دے دیا ہے۔ صحیح میں مسور رضی اللہ عنہ اور مروان بن حکم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حدیبیہ کے دن کفار قریش سے معاہدہ کیا تو آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس دن دو عورتوں کو طلاق دے دی۔ ان میں سے ایک کے ساتھ معاویہ بن ابوسفیان نے اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے شادی کر لی۔[4] ابن ثور نے معمر کے واسطے سے امام زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر حدیبیہ کے زیریں علاقے میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب آپ نے کفار قریش سے صلح کی تھی۔ اس صلح میں یہ شرط بھی تھی کہ ان میں سے جو آپ کے پاس آیا تو آپ اسے ان کی طرف لوٹا دیں گے لیکن جب مکہ سے مسلمان عورتیں آئیں تو یہ آیت کریمہ نازل

---

[1] سنن أبي داود، الجهاد، باب في فداء الأسير بالمال، حديث: 2692 البتہ قوسین والا لفظ مسند أحمد: 276/6 عن عائشة رضی اللہ عنہا کے مطابق ہے۔ [2] سنن أبي داود، الطلاق، باب إلى متى ترد عليه امرأته......، حديث: 2240 و جامع الترمذي، النكاح، باب ماجاء في الزوجين المشركين......، حديث: 1143 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ [3] تفسير الطبري: 90,88/28.
[4] صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد......، حديث: 2732,2731.

ہوگئی اور حکم دیا کہ ان کے شوہروں کو ان کے مہر واپس کردو، اسی طرح مشرکین کو بھی حکم دیا کہ جب ان کے پاس مسلمانوں کی کوئی عورت آجائے تو وہ ان کے شوہروں کو مہر واپس کردیں اور فرمایا: ﴿ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾ ''اور تم کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں نہ رکھو۔''[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ﴾ ''اور جو کچھ تم نے (ان پر) خرچ کیا ہو تم (ان سے) طلب کرلو اور جو کچھ انھوں نے (اپنی عورتوں پر) خرچ کیا ہو وہ (تم سے) طلب کرلیں۔'' یعنی تم نے اپنی بیویوں پر جو کچھ خرچ کیا ہو، اس کا کفار سے اس وقت مطالبہ کرلو جب وہ کفار کے پاس چلی جائیں اور انھوں نے اپنی بیویوں پر جو خرچ کیا ہو، اس کا وہ مسلمانوں سے مطالبہ کریں جب وہ مسلمان ہوکر ان کے پاس آجائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ﴾ ''یہ اللہ کا حکم ہے، جو تم میں فیصلہ کیے دیتا ہے۔'' یعنی صلح میں سے عورتوں کے مستثنیٰ کرنے کا یہ حکم کیونکہ اس بارے میں سارا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، وہ اپنے بندوں کے درمیان اس کا فیصلہ کرتا ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ ''اور اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔'' وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو جانتا اور ان کے بارے میں حکمت کے فیصلے فرماتا ہے۔ پھر فرمایا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے: ﴿ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْا ﴾ ''(مومنو!) اور اگر تمھاری بیویوں میں سے کوئی تمھیں چھوڑ کر کفار کی طرف چلی جائے، پھر تم (ان سے) جنگ کرو (اور مال غنیمت تمھارے ہاتھ لگے) تو جن کی عورتیں چلی گئی ہیں ان کو (اس مال غنیمت میں سے) اتنا دے دو جتنا انھوں نے خرچ کیا تھا۔'' مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم ان کفار کے متعلق ہے جن سے کوئی عہد و پیمان نہ ہو وہ حکم یہ ہے کہ جب کفار کی طرف کوئی عورت بھاگ کر چلی جائے اور انھوں نے اس کے شوہر کو کچھ ادا نہ کیا ہو تو جب کفار میں سے کوئی عورت آجائے تو اس کے شوہر کو کچھ ادا نہ کیا جائے، جب تک کہ کفار اپنی طرف جانے والی عورت کے شوہر کو وہ نفقہ ادا نہ کریں جو اس نے اس عورت پر خرچ کیا ہو۔[2] ابن جریر نے امام زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مومنوں نے اللہ کے حکم کو تسلیم کیا اور انھوں نے مشرکین کو وہ اخراجات ادا کردیے جو انھوں نے اپنی عورتوں پر کیے تھے مگر مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو قبول کرنے سے انکار کردیا تھا کہ وہ بھی مسلمانوں کو وہ اخراجات ادا کریں جن کا ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض قرار دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''(مومنو!) اور اگر تمھاری بیویوں میں سے کوئی تمھیں چھوڑ کر کفار کی طرف چلی جائے، پھر تم بدلہ لو تو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں، ان کو (اس مال میں سے) اتنا دے دو جتنا انھوں نے خرچ کیا تھا اور اللہ سے، جس پر تم ایمان لائے ہو، ڈرو۔''

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مومنوں کی بیویوں میں سے اگر کوئی عورت مشرکین کے پاس چلی جائے تو مومن اس

---

[1] تفسیر الطبری : 89/28. [2] دیکھیے تفسیر الطبری : 97,96/28.

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ

اے نبی! جب آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں (اور) وہ آپ سے ان (امور) پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی، اور نہ

وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ

چوری کریں گی، اور نہ زنا کریں گی، اور نہ اپنی اولاد قتل کریں گی، اور نہ بہتان لگائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے گھڑ لیں، اور نہ نیک کام

وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫

میں آپ کی نافرمانی کریں گی، تو آپ ان سے بیعت لے لیں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت مانگیں، بے شک اللہ غفور رحیم ہے ⑫

کے شوہر کو اس مال میں سے نفقہ دیں گے جو ان کے ہاتھوں میں اس مال میں سے موجود ہے جسے مشرکین کی طرف لوٹانے کا انھیں حکم دیا گیا ہے، یعنی ان کی ان بیویوں کی وجہ سے جو ایمان لانے اور ہجرت کرنے کے بعد مسلمانوں کے پاس آ گئی ہوں اور اگر اس میں سے کچھ بچ جائے تو وہ مشرکین کو دے دیا جائے گا۔ عقب اس مال کو کہتے ہیں جو ایمان لانے اور ہجرت کرنے کے بعد کفار کی عورتوں کے مہر میں سے بچ گیا ہو۔ ①

تفسیر آیت :12

وہ امور جن پر عورتوں سے بیعت لی جائے: امام بخاری رحمہ اللہ نے عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے آنے والی مومن عورتوں کا اس آیت کے ساتھ امتحان کیا کرتے تھے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫ ﴾ ”اے نبی! جب آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں (اور) وہ آپ سے ان (امور) پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی، اور وہ نہ چوری کریں گی، اور وہ نہ زنا کریں گی، اور وہ نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لگائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے گھڑ لیں، اور وہ نہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان سے بیعت لے لیں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت مانگیں بے شک اللہ نہایت بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔“ عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو مومن عورت اس شرط کا اقرار کر لیتی تو رسول اللہ ﷺ اس سے زبانی ارشاد فرماتے: [قَدْ بَايَعْتُكِ] ”میں نے تم سے بیعت لے لی ہے۔“ اللہ کی قسم! بیعت لیتے وقت رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک کبھی کسی عورت کے ہاتھ سے نہیں لگا تھا۔ آپ ان سے مخاطب ہو کر زبانی یہ فرماتے ہوئے بیعت لیتے تھے: [قَدْ بَايَعْتُكِ عَلٰى ذٰلِكَ] ”میں نے تم سے اس پر یہ بیعت لے لی ہے۔“② یہ الفاظ بخاری کی روایت کے مطابق ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اُمیمہ بنت رُقیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں خواتین کے ساتھ بیعت کے لیے رسول اللہ ﷺ کی

① تفسير الطبري:96,95/28. ② صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ ﴾ (الممتحنة 10:60)، حديث:4891.

خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے ہم سے عہد و پیمان لیا جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا: [فِيمَا اسْتَطَعْتُنَّ وَأَطَقْتُنَّ] ''تمھاری یہ بیعت مقدور بھر استطاعت کے مطابق ہے۔'' تو ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول تو ہم پر ہماری جانوں سے بھی زیادہ مہربان ہیں، ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ہم سے مصافحہ نہیں فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا: [إِنِّي لَا أُصَافِحُ النِّسَاءَ، إِنَّمَا قَوْلِي لِامْرَأَةٍ وَّاحِدَةٍ كَقَوْلِي لِمِئَةِ امْرَأَةٍ] ''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، ایک عورت سے بھی میری بات اسی طرح ہے، جیسے ایک سو عورت سے ہو۔''[1] اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اسے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تو آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿ اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا ﴾ آپ نے ہمیں نوحہ سے بھی منع فرمایا تو ایک عورت نے اپنے ہاتھ کو سمیٹتے ہوئے کہا کہ فلاں عورت نے نوحہ میں میری مدد کی تھی، لہٰذا میں اس کا بدلہ چکانا چاہتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ نہ فرمایا، وہ اس کا بدلہ چکانے کے لیے چلی گئی اور پھر واپس آ کر اس نے بیعت کی۔[3] اسے امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔[4]

امام احمد رحمہ اللہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، آپ نے فرمایا: [تُبَايِعُونِي عَلٰى أَنْ لَّا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا، وَّلَا تَسْرِقُوا، وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ- قَرَأَ الْآيَةَ الَّتِي أُخِذَتْ عَلَى النِّسَاءِ: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ ﴾ فَمَنْ وَّفٰى مِنْكُمْ، فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا، فَعُوقِبَ بِهِ، فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا، فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ، إِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُ، وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ] ''تم مجھ سے بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، پھر آپ نے وہ آیت پڑھی، جو عورتوں کی بیعت کے بارے میں ہے: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ ﴾ تم میں سے جو شخص اس بیعت کو پورا کرے گا، اسے اللہ تعالیٰ اجر و ثواب سے نوازے گا اور جس نے ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا اور اس کی وجہ سے اسے سزا دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ بن جائے گی اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا مرتکب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو وہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اگر چاہے تو اسے معاف فرما دے اور اگر چاہے تو عذاب دے۔''[5] اسے شیخین نے بھی روایت کیا ہے۔[6]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ ﴾ ''اے پیغمبر! جب آپ کے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کو آئیں۔'' یعنی جو مومن عورتیں آئیں اور ان شرائط پر بیعت کرنا چاہیں تو ان سے بیعت لے لیں: ﴿ عَلٰٓى اَنْ

① مسند أحمد :357/6. ② جامع الترمذی، السیر، باب ماجاء فی بیعة النساء، حدیث:1597 و سنن النسائی، البیعة، باب بیعة النساء، حدیث :4186 و سنن ابن ماجه، الجهاد، باب بیعة النساء، حدیث:2874. ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ ﴾ (الممتحنة 12:60)، حدیث: 4892. ④ صحیح مسلم، الجنائز، باب التشدید فی النیاحة، حدیث: 937. ⑤ مسند أحمد:314/5. ⑥ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ ...... ﴾ (الممتحنة12:60)، حدیث:4894 و صحیح مسلم، الحدود، باب الحدود کفارات لأهلها، حدیث:1709.

﴿ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ ﴾ ''اس بات پر کہ وہ اللہ کے ساتھ نہ تو کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی، اور نہ وہ چوری کریں گی۔'' یعنی دوسروں کے اموال کی چوری نہیں کریں گی۔ شوہر اگر نفقہ میں کوتاہی کرے تو وہ اس کے مال میں سے دستور اور عرف وعادت کے مطابق لے سکتی ہے، خواہ شوہر کو اس کا علم نہ بھی ہو۔ کیونکہ ہند بنت عتبہ کی حدیث میں ہے کہ اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ابوسفیان کنجوس آدمی ہے وہ مجھے اتنا نفقہ نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو، لہٰذا اگر میں اس کے علم کے بغیر اس کے مال میں سے کچھ لے لوں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: [خُذِي مِنْ مَّالِهِ بِالْمَعْرُوفِ، مَا يَكْفِيكِ وَيَكْفِي بَنِيكِ] ''اس کے مال میں سے دستور کے مطابق اس قدر لے لو جو تیرے اور تیرے بچوں کے لیے کافی ہو۔'' اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يَزْنِينَ ﴾ ''اور نہ وہ بدکاری کریں گی۔'' جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ○ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 32:17) ''اور تم زنا کے پاس بھی نہ جاؤ یقیناً وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔'' حدیث سمرہ رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے کہ زانیوں کو آتش دوزخ میں دردناک عذاب کی صورت میں سزا دی جائے گی۔[2] امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ فاطمہ بنت عتبہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لیے آئیں تو آپ نے اس سے یہ عہد لیا کہ ﴿ اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ ...... ﴾ الآیۃ اس نے حیا سے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی یہ بات پسند آئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا کہ اے خاتون! اس بات کا اقرار کرلو، واللہ! ہم نے بھی انھی باتوں پر آپ سے بیعت کی ہے۔ اس نے کہا کہ اگر تم لوگوں نے بیعت کی ہے تو پھر میں بھی بیعت کرتی ہوں، پس اس نے اس آیت کریمہ میں مذکور باتوں پر بیعت کرلی۔[3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ ﴾ ''اور نہ وہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔'' یہ حکم بچے کے وجود میں آنے کے بعد قتل کو بھی شامل ہے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ بھوک کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ اور یہ حکم حالت جنین میں قتل کو بھی شامل ہے جیسا کہ بعض جاہل خواتین کسی غرض فاسد وغیرہ سے جنین کو نکال دیتی ہیں تاکہ وہ حاملہ نہ رہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ ﴾ ''اور وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے آگے بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی طرف کسی غیر کی اولاد کو منسوب نہیں کریں گی۔[4] مقاتل کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ ﴾ ''اور نہ وہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی۔'' یعنی ان نیک کاموں میں جن کا آپ انھیں حکم دیں گے اور ان برے کاموں میں جن سے آپ

---

① صحيح البخاري، البيوع، باب من أجرى أمر الأمصار......، حديث:2211 و صحيح مسلم، الأقضية، باب قضية هند، حديث:1714 عن عائشة ﷺ. ② صحيح البخاري، التعبير، باب تعبير الرؤيا بعد صلاة الصبح، حديث:7047 میں یہ الفاظ ہیں: [......وَأَمَّا الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ الْعُرَاةُ الَّذِينَ فِي مِثْلِ بِنَاءِ التَّنُّورِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِي] ''اور رہے وہ برہنہ آدمی اور عورتیں جو تنور جیسی بلڈنگ میں تھیں تو وہ زانی مرد اور زانی عورتیں ہیں۔'' ③ مسند أحمد:151/6. ④ تفسير الطبري:98/28.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ

اے ایمان والو! تم اس قوم سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب (نازل) کیا، وہ آخرت سے مایوس ہو گئے ہیں جیسے کفار قبروں والوں (کے جی اٹھنے)

مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ⑬

سے مایوس ہو گئے ⑬

انھیں منع کریں گے، وہ نافرمانی نہیں کریں گی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ ایک شرط ہے جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے بیان فرمائی ہے۔[1] میمون بن مہران نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیک کاموں میں اپنے نبی کی اطاعت کو قرار دیا ہے اور نیکی ہی اطاعت ہے۔ ابن زید کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ نیکی میں وہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے بہترین آئیڈیل ہیں۔

ابن جریر رحمہ اللہ نے ام عطیہ انصاریہ سے روایت کیا ہے کہ جب ہم نے بیعت کی تو نیکی کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شرطیں عائد فرمائی تھیں، ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔ فلاں قبیلے کی ایک عورت نے کہا کہ فلاں قبیلے نے میرے ساتھ تعاون کیا تھا، لہٰذا میں بیعت سے پہلے ان کا بدلہ چکانا چاہتی ہوں، وہ چلی گئی اور اس نے ان کا بدلہ چکا دیا اور پھر اس نے واپس آکر بیعت کر لی۔ ام عطیہ کہتی ہیں کہ اس خاتون اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم بنت ملحان کے سوا کسی نے بھی اس شرط کو پورا نہ کیا۔[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حفصہ بنت سیرین کے طریق سے ام عطیہ نُسَیبہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔[3] امام ابن ابوحاتم نے اَسید بن ابو اسید برّاد سے اور انھوں نے بیعت کرنے والی ایک عورت سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ بیعت بھی لی تھی کہ ہم نیکی میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، چہرے کو نہیں پیٹیں گی، شعر نہیں کہیں گی، گریبان نہیں پھاڑیں گی اور ہائے وائے نہیں پکاریں گی۔[4]

تفسیر آیت: 13

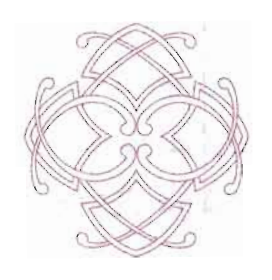
اس سورت کے شروع اور آخر میں کفار سے دوستی کی ممانعت: اس سورۂ مبارکہ کے آخر میں بھی اللہ تعالیٰ نے کافروں کی دوستی سے منع فرما دیا ہے جیسا کہ اس کے شروع میں بھی منع فرمایا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ﴾ ''مومنو! تم دوستی نہ کرو اس قوم سے جن پر اللہ غصے ہوا ہے۔'' یعنی یہود و نصاریٰ اور ان تمام کفار سے دوستی نہ کرو جن سے اللہ تعالیٰ غصے ہوا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت اور پھٹکار کے مستحق قرار پا گئے ہیں۔ تم ایسے لوگوں کو دوست اور رفیق کیوں بناتے ہو، حالانکہ وہ آخرت سے مایوس ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم میں وہ آخرت کے ثواب اور اس کی نعمتوں سے مایوس ہیں ﴿ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ⑬ ﴾ ''جیسے کفار اہل قبور سے مایوس ہو گئے

---

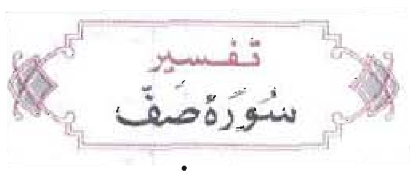
① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ ﴾ (الممتحنة 12:60)، حديث: 4893. ② تفسير الطبري: 101/28. ③ صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ ﴾ (الممتحنة 12:60)، حديث: 4892. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 3352/10.

ہیں۔‘‘اس کے بارے میں دوقول ہیں: ایک تو یہ کہ اب وہ ان کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ قبروں سے دوبارہ جی اٹھنے کا عقیدہ نہیں رکھتے، لہٰذا اپنے عقیدے کے مطابق وہ ان سے ناامید ہو چکے ہیں، اسی طرح یہ لوگ بھی اصحاب قبور سے مایوس ہو چکے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جس طرح قبروں میں کفار ہر قسم کی خیر و بھلائی سے ناامید ہیں، اسی طرح یہ لوگ بھی ہر قسم کی خیر و بھلائی سے مایوس ہیں۔ اعمش نے ابوضحیٰ سے، انھوں نے مسروق سے اور انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جس طرح کافر بوقت موت مایوس ہو جاتا اور وہ اپنے انجام کو دیکھ لیتا اور اس کا مشاہدہ کر لیتا ہے، اسی طرح یہ لوگ بھی اپنے انجام سے مایوس ہیں۔ [1] مجاہد، عکرمہ، مقاتل، ابن زید، کلبی اور منصور کا بھی یہی قول ہے۔ [2] ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔ [3]

سورۂ ممتحنہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① دیکھیے الدر المنثور: 315/6. ② تفسیر الطبری: 105,104/28. ③ تفسیر الطبری: 105/28.



یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو چیز آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے، اور وہ بڑا زبردست، خوب حکمت والا ہے ① اے ایمان والو!

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰهَ

تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟② اللہ کے ہاں بڑی ناراضی ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں ③ بے شک اللہ

يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صفیں باندھے لڑتے ہیں، گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں④

فضیلت: امام احمد نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے اس موضوع پر بات کی کہ کون ہے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پوچھے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ لیکن ہم میں سے کوئی بھی نہ اٹھا تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف ایک شخص کو بھیجا، اس نے ہمیں جمع کیا، پھر آپ ﷺ نے ہمیں یہ سورۂ مبارکہ، یعنی ساری سورۂ صف پڑھ کر سنادی۔ ①

تفسیر آیات: 1-4

اس کی مذمت جو بات کرے اور عمل نہ کرے: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① ﴾ ''جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، سب اللہ کی تنزیہ کرتی ہیں اور وہ نہایت غالب، بڑی حکمت والا ہے۔'' کے بارے میں قبل ازیں کئی بار وضاحت ہو چکی ہے۔② لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② ﴾ ''مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے۔'' یہ اس شخص کی تردید ہے جو کوئی وعدہ کرے یا بات کرے اور اسے پورا نہ کرے، اس آیت کریمہ سے ان علمائے سلف نے استدلال کیا ہے جن کا مذہب یہ ہے کہ وعدہ پورا کرنا مطلقاً واجب ہے، خواہ اس سے وعدہ کی ہوئی چیز پر نقصان مرتب ہو یا نہ ہو، انھوں نے صحیحین کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ [آيَةُ الْمُنَافِقِ

① مسند أحمد: 452/5. ② دیکھیے الحدید، آیت : 1 کے ذیل میں عنوان: ''تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے''

ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ] ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: (1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (2) جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور (3) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔''[1] دوسری صحیح حدیث میں ہے کہ [أَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَّمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا] ''جس میں چار باتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک بات ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت موجود ہے حتی کہ اسے چھوڑ دے۔''[2] اس حدیث میں بھی وعدے کی خلاف ورزی کا ذکر موجود ہے۔ ان دونوں حدیثوں پر ہم نے بخاری کی شرح کے ابتدا میں بہت تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ. اللہ تعالیٰ نے اس بات کی جو تردید فرمائی ہے، اس میں مزید زور پیدا کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ ﴾ ''اللہ کے نزدیک ناراضی کے اعتبار سے یہ بہت بڑی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں۔''

امام احمد اور ابوداود نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، جبکہ میں ابھی بچہ ہی تھا، میں کھیلنے کے لیے باہر نکلا، میری امی نے کہا: اے عبداللہ! آؤ میں تمھیں کچھ دوں، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ [وَمَا أَرَدْتِّ أَنْ تُعْطِيَهُ؟] ''تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟'' انھوں نے کہا کہ میں اسے کھجور دینا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا: [أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تَفْعَلِي كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ] ''تم اگر ایسا نہ کرتی، تو تمھارا ایک جھوٹ لکھا جاتا۔''[3] مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ مومنوں نے کہا کہ اے کاش! ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے تو ہم بھی وہ عمل کریں تو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ محبوب عمل کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا ﴾ ''جو لوگ اللہ کی راہ میں پیر جما کر لڑتے ہیں، بے شک وہ محبوبِ پروردگار ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بیان فرما دیا کہ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے اور پھر غزوۂ احد میں جب ان کی آزمائش ہوئی تو وہ نبی ﷺ سے پشت پھیر کر بھاگ اٹھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② ﴾ ''مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے؟'' اور فرمایا کہ تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو میرے رستے میں جہاد کرے۔[4] بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ آیت قتال کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے قتال میں حصہ لیا ہے، حالانکہ اس نے حصہ نہیں لیا ہوتا، میں نے نیزہ بازی کی ہے، حالانکہ اس نے نیزہ بازی نہیں کی ہوتی، میں نے شمشیر زنی کی ہے، حالانکہ اس نے شمشیر زنی نہیں کی ہوتی، میں نے صبر کا مظاہرہ کیا، حالانکہ اس نے صبر کا

---

① صحیح البخاری، الإیمان، باب علامات المنافق، حدیث:33 و صحیح مسلم، الإیمان، باب خصال المنافق، حدیث:59 عن أبی هریرة رضی الله عنه ② صحیح البخاری، الإیمان، باب علامات المنافق، حدیث:34 و صحیح مسلم، الإیمان، باب خصال المنافق، حدیث:58 عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنهما. ③ مسند أحمد: 447/3 وسنن أبی داود، الأدب، باب التشدید فی الکذب، حدیث:4991. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 3354/10.

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ؕ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے ایذا کیوں دیتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے ہو کہ بلاشبہ میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں،

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى

پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا⑤ اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا:

ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ

اے بنی اسرائیل! بے شک میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں اس (کتاب) تورات کی جو مجھ سے پہلے ہے اور ایک رسول

التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا

کی بشارت دینے والا ہوں، وہ میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہوگا، پھر جب وہ (رسول) ان کے پاس کھلی نشانیوں کے ساتھ آیا تو وہ بولے:

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑥

یہ تو کھلا جادو ہے⑥

مظاہرہ نہیں کیا ہوتا، امام قتادہ وضحاک کا قول ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کی سرزنش کے لیے نازل ہوئی جو یہ کہتے تھے کہ ہم نے قتل کیا، شمشیر زنی و نیزہ بازی کی اور یہ یہ کام سرانجام دیے، حالانکہ انھوں نے ان میں سے کوئی کام بھی سرانجام نہیں دیا ہوتا تھا۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دشمن سے صف آرا ہو کر لڑا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی یہی تعلیم دی۔[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④ ﴾ ”گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔“ یعنی لڑائی کرتے ہوئے وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر صف باندھے ہوئے ہوتے ہیں، مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ وہ ایک دوسرے کی طرف ملے ہوئے ہوتے ہیں۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ ثابت قدم ہوتے ہیں کہ ان کے پاؤں ڈگمگاتے نہیں اور پھر ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے ہیں۔[3]

تفسیر آیات: 6،5

موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے انھیں ایذا پہنچانے پر خطاب: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول اور کلیم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ؕ ﴾ ”تم مجھے کیوں ایذا دیتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمھارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔“ یعنی تم مجھے ایذا کیوں دیتے ہو، حالانکہ تم اس پیغام کی صداقت کو خوب جانتے ہو، جو میں تمھارے پاس لے کر آیا ہوں، اس میں رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی آپ کی قوم کی طرف سے اور دیگر کفار کی طرف سے ایذا رسانیوں پر تسلی اور صبر کا حکم ہے، اسی لیے آپ نے فرمایا تھا کہ [رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى مُوسٰى! لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ] ”اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے! انھیں بہت زیادہ ایذا پہنچائی گئی مگر انھوں

① تفسیر القرطبی: 81/18. ② تفسیر الماوردی: 528/5 عن سعید بن جبیر رحمہ اللہ. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 3354/10.

نے صبر کیا۔''[1] نیز اس آیت میں مومنوں کو بھی منع فرمایا گیا ہے کہ وہ نبی ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچائیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا ﴾ (الأحزاب 69:33) ''مومنو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنھوں نے موسیٰ کو (عیب لگا کر) رنج پہنچایا تو اللہ نے ان کو اس سے بے عیب ثابت کر دیا جو انھوں نے کہا تھا اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ ﴾ ''جب ان لوگوں نے کج روی کی تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔'' یعنی جب علم کے باوجود انھوں نے اتباع حق سے منہ موڑ لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ہدایت قبول کرنے سے ٹیڑھا کر دیا اور ان میں شک، حیرت اور ذلت و رسوائی ڈال دی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴾ (الأنعام 110:6) ''اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے (تو) جیسے یہ اس (قرآن) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے (ویسے پھر نہ لائیں گے) اور ان کو چھوڑ دیں گے (کہ) اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴾ (النسآء 115:4) ''اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے، ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) اسے جہنم میں داخل کریں گے اور (وہ) بری جگہ ہے۔'' اسی وجہ سے اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴾ ''اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

عیسیٰ علیہ السلام کی ہمارے نبی ﷺ کے اسم گرامی احمد ﷺ کے ساتھ بشارت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ ﴾ ''اور (وہ وقت بھی یاد کرو!) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا (کہ) اے بنی اسرائیل! میں تمھارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آچکی ہے (یعنی) تورات، اسی کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے، جن کا نام احمد ﷺ ہوگا، ان کی بشارت سناتا ہوں۔'' یعنی تورات میں میرے بارے میں بشارت دی گئی تھی اور میرے بارے میں جو خبر دی گئی میں اس کا مصداق ہوں اور میں اپنے بعد تشریف لانے والے نبی امی عربی مکی کے بارے میں بشارت سناتا ہوں، جن کا اسم گرامی احمد ہوگا۔ عیسیٰ انبیائے بنی اسرائیل میں سے آخری نبی تھے۔ انھوں نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں کھڑے ہو کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بشارت سنائی ''جن کا اسم گرامی احمد بھی ہے اور وہ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں، جن کے بعد نہ کوئی رسالت ہے اور نہ نبوت۔'' کس قدر خوب صورت ہے وہ حدیث جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

---

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الطائف في شوّال......، حديث: 4335 عن ابن مسعود رضي الله عنه.

[إِنَّ لِي أَسْمَاءً: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَّأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ وَأَنَا الْعَاقِبُ] ”میرے بہت سے نام ہیں: میں محمد ﷺ ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا، میں حاشر ہوں کہ سب لوگوں کو میرے قدموں میں جمع کیا جائے گا اور میں عاقب (سب کے بعد آنے والا) ہوں۔“[1] امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے بطریق امام زہری اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

محمد بن اسحاق نے خالد بن معدان سے اور انھوں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمیں اپنے بارے میں کچھ بیان فرمائیں؟ آپ نے فرمایا: [دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبُشْرٰى عِيسٰى، وَرَأَتْ أُمِّي حِينَ حَمَلَتْ بِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ بُصْرٰى مِنْ أَرْضِ الشَّامِ] ”میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میں جب شکم مادر میں تھا تو میری والدہ نے خواب دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک ایسا نور نکلا ہے، جس سے سرزمین شام میں بصریٰ کے محلات روشن ہوگئے ہیں۔“[3] اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے دوسری سندوں سے کئی شواہد بھی موجود ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِنَّ آدَمَ علیہ السلام لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ، وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ، دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَ بِشَارَةُ عِيسٰى بِي وَرُؤْيَا أُمِّيَ الَّتِي رَأَتْ وَكَذٰلِكَ أُمَّهَاتُ النَّبِيِّينَ تَرَيْنَ] ”میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب آدم علیہ السلام کی مٹی گوندھی ہوئی تھی۔ میں تمھیں اس کی ابتدا کے بارے میں بتاتا ہوں کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جو انھوں نے دیکھا تھا۔ نبیوں کی مائیں اسی طرح خواب دیکھا کرتی ہیں۔“[4] امام احمد رحمہ اللہ ہی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کے معاملے کی ابتدا کیسے ہوئی؟ آپ نے فرمایا: [دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبُشْرٰى عِيسٰى، وَرَأَتْ أُمِّي أَنَّهُ يَخْرُجُ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ] ”میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں، عیسیٰ کی بشارت ہوں اور میری والدہ نے خواب دیکھا کہ ان میں سے ایسا نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔“[5]

امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نجاشی کی طرف بھیجا اور ہماری تعداد اسی (80) کے قریب تھی، ان میں عبداللہ بن مسعود، جعفر، عبداللہ بن عُرفُطہ، عثمان بن مظعون اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ یہ نجاشی کے پاس پہنچ گئے، ادھر قریش نے بھی عمرو بن عاص اور عُمارہ بن ولید کو تحائف دے کر بھیجا۔ جب یہ دونوں نجاشی کے پاس گئے تو انھوں نے اسے سجدہ کیا اور پھر اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو کر کہا کہ ہمارے چچا زاد بھائیوں کی ایک جماعت آپ کے ملک میں آئی ہے، وہ ہم سے اور ہماری ملت سے بے زار ہوگئے ہیں۔ نجاشی نے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں۔ ان دونوں

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ (الصف 6:61)، حديث: 4896. [2] صحيح مسلم، الفضائل، باب في أسمائه ﷺ، حديث: (125)-2354. [3] السيرة النبوية لابن إسحٰق: 103/1. [4] مسند أحمد: 127/4. مسند احمد کے بعض نسخوں میں عِنْدَ اللّٰهِ کے بجائے عَبْدُ اللّٰهِ کے الفاظ ہیں۔ [5] مسند أحمد: 262/5.

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ گھڑے، حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے؟ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت

الظّٰلِمِيْنَ ⑦ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑧

نہیں دیتا⑦ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور (دین اسلام) اپنے مونہوں سے بجھا دیں، جبکہ اللہ اپنا نور پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافر

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ

ناپسند ہی کریں⑧ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ

الْمُشْرِكُوْنَ ⑨ ع

مشرک ناپسند ہی کریں⑨

نے جواب دیا کہ وہ آپ ہی کے علاقے میں ہیں، آپ انھیں پیغام بھیج کر بلالیں، اس نے انھیں بلا بھیجا تو جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج تمھاری طرف سے میں تقریر کروں گا۔ ساتھیوں نے ان کی بات مان لی، چنانچہ جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے پاس جا کر اسے سلام کیا اور سجدہ نہ کیا، درباریوں نے ان سے کہا: کیا بات ہے آپ بادشاہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے؟ جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم صرف اللہ عزوجل ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔ نجاشی نے پوچھا وہ کیوں؟ جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنے رسول کو بھیجا ہے، انھوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں۔ انھوں نے ہمیں نماز اور زکاۃ کا بھی حکم دیا ہے۔''

عمرو بن عاص نے نجاشی سے کہا کہ یہ لوگ عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں آپ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ نجاشی نے پوچھا کہ عیسیٰ ابن مریم اور ان کی ماں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم وہی بات کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی طرف سے روح ہیں، جسے اس نے عذراء بتول کی طرف ڈالا، جنھیں کسی انسان نے نہیں چھوا تھا اور نہ ان کے ہاں کسی بچے نے پیدائش کے نقش چھوڑے تھے (عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔) نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ اے گروہ حبشہ اور علماء و مشائخ! واللہ! ہم عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کہتے ہیں، وہ اس سے اس تنکے سے بھی زیادہ نہیں ہے، لہٰذا تمھیں بھی اور جن کے پاس سے تم آئے ہو، انھیں بھی خوش آمدید! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور یہ وہی ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں موجود پاتے ہیں۔ انھیں کے بارے میں عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے بشارت دی تھی۔ تم جہاں چاہو رہو۔ واللہ! اگر یہ حکومت کے معاملات نہ ہوتے تو میں ان کے پاس جاتا، ان کے جوتے اٹھاتا اور انھیں وضو کرواتا۔ قریش کی طرف سے آنے والے دونوں آدمیوں کے تحفے کے بارے میں کہا کہ یہ انھیں واپس کردو۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلدی سے واپس آگئے حتی کہ انھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کرلی تھی۔ ان کا خیال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نجاشی کی وفات کی خبر ملی تو آپ نے ان کے لیے مغفرت کی دعا بھی فرمائی تھی۔ ①

① مسند أحمد: 461/1، اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 410,409/7.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑩ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

اے ایمان والو! کیا میں تمھیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمھیں دردناک عذاب سے نجات دے؟ ⑩ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

لاؤ، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ۔ یہ تمھارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو ⑪ وہ

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑪ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

(اللہ) تمھارے گناہ بخش دے گا اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور پاکیزہ محلات میں

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑫ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ

(جو) ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہیں، یہ ہے عظیم کامیابی ⑫ اور ایک اور (نعمت) جسے تم پسند کرتے ہو، اللہ کی طرف سے مدد اور

اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑬

فتح قریب، اور مومنوں کو بشارت دے دیجیے ⑬

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑥ ﴾ ”پھر جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔“ ابن جریج اور ابن جریر کہتے ہیں کہ ﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمْ ﴾ ”پھر جب وہ ان لوگوں کے پاس آئے۔“ یعنی احمد ﷺ جن کے بارے میں سابقہ زمانوں میں بشارتیں دی گئیں جن کا گزشتہ صدیوں میں چرچا رہا۔ لیکن جب آپ نے ظہور فرمایا اور کھلی نشانیوں کے ساتھ تشریف لے آئے تو کافروں اور مخالفین نے کہا: ﴿ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑥ ﴾ ”یہ تو صریح جادو ہے۔“[1]

تفسیر آیات: 7-9

سب سے بڑا ظالم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ ﴾ ”اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر بہتان باندھے، حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے؟“ یعنی جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور بہتان باندھے اور اس کے شریک بنائے، حالانکہ اسے توحید اور اخلاص کی طرف بلایا جاتا ہے، لہٰذا اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہوسکتا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑦ ﴾ ”اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

نورِ اسلام کے اتمام اور اس کے تمام ادیان پر غلبہ پانے کی بشارت: پھر فرمایا: ﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ ﴾ ”یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی کو اپنے مونہوں سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔“ یعنی یہ لوگ حق کو باطل کے ساتھ رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسے ہے جو سورج کی شعاعوں کو اپنے منہ سے بجھانا چاہے، جیسے یہ محال ہے ایسے ہی وہ بھی محال ہے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑧ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ⑨ ﴾ ”حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا، خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔

---

[1] تفسير الطبري: 111/28.

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے۔'' ان دونوں آیات کے بارے میں قبل ازیں سورۂ براءت (توبہ) میں وضاحت کی جا چکی ہے،[1] لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

تفسیر آیات:10-13

عذاب الیم سے نجات دینے والی تجارت: عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث کے حوالے سے قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے[2] کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ ارادہ کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے تا کہ وہ اسے بجا لائیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورۂ مبارکہ نازل فرمائی جس کی ایک آیت یہ بھی ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ ﴾ ''مومنو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمھیں دردناک عذاب سے نجات دے؟'' اور پھر اس عظیم الشان تجارت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: جو کبھی خسارے والی نہیں ہوتی بلکہ جس سے مقصود حاصل ہوتا اور خدشات دور ہو جاتے ہیں: ﴿ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ ''(وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، اگر سمجھو تو یہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔'' یعنی صرف دنیا ہی کی تجارت کے لیے محنت و مشقت اور کوشش کرنے سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا: ﴿ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾ ''وہ تمھارے گناہ بخش دے گا۔'' اگر تم یہ کام کرو جس کا میں تمھیں حکم دوں اور جس کی طرف تمھاری رہنمائی کروں تو میں تمھاری لغزشوں کو معاف کر دوں گا اور تمھیں جنات، پاکیزہ مکانات اور بلند و بالا درجات میں داخل کر دوں گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾ ''اور تم کو باغہائے جنت میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور پاکیزہ مکانات میں جو بہشت ہائے جاوداں میں (تیار) ہیں داخل کرے گا، یہ بڑی کامیابی ہے۔''

پھر فرمایا: ﴿ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ﴾ ''اور ایک اور (نعمت) جسے تم پسند کرتے ہو۔'' یعنی ان کے علاوہ میں تمھیں ایک اور نعمت سے بھی نوازوں گا جس کو تم بہت چاہتے ہو اور وہ ہے: ﴿ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ ﴾ ''(تمھیں) اللہ کی طرف سے مدد (نصیب ہوگی) اور عنقریب فتح (ہوگی۔)'' یعنی جب تم اس کے رستے میں جہاد کرو گے اور اس کے دین کی مدد کرو گے تو تمھاری فتح و نصرت کا اللہ تعالیٰ ضامن ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ ﴾ (محمد 47:7) ''اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمھاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ ﴾ (الحج 22:40) ''اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے، اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ بہت قوت والا (اور) نہایت غالب ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ ﴾ ''اور عنقریب فتح۔'' یعنی بہت جلد حاصل ہونے والی فتح۔ یہ دنیا کی بھلائی ہے جو آخرت کی نعمتوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور

[1] دیکھیے التوبة، آیات: 32، 33 کے ذیل میں۔ [2] دیکھیے الصف کی ابتدا میں عنوان: ''فضیلت''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ

اے ایمان والو! تم اللہ کے مددگار ہو جاؤ، جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا: اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے؟

اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ

حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے مددگار ہیں، تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے گروہ نے کفر کیا،

اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ⑭

تو ہم نے ان لوگوں کو، جو ایمان لائے، ان کے دشمنوں پر قوت دی تو وہ غالب آگئے ⑭

اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ اور اس کے دین کی مدد کرے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑬ ﴾ ”اور مومنوں کو خوش خبری سنا دیں۔“

تفسیر آیت: 14

مسلمان ہر حال میں دین کے مددگار رہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اپنے تمام احوال، اقوال، افعال، انفس اور اموال میں اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جائیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کو اسی طرح قبول کریں، جس طرح حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی بات کو اس وقت قبول کر لیا تھا، جب انھوں نے فرمایا تھا: ﴿ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ﴾ ”(بھلا) کون ہیں جو اللہ کی طرف (بلانے میں) میرے مددگار ہوں؟“ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے میں کون میرے مددگار ہیں؟ ﴿ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ ﴾ ”حواریوں نے کہا۔“ حواریوں سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں۔ ﴿ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ﴾ ”ہم اللہ کے مددگار ہیں۔“ یعنی جو دین دے کر آپ بھیجے گئے ہیں، ہم اس میں آپ کے مددگار اور وزیر ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انھیں بلادِ شام میں اسرائیلیوں اور یونانیوں کی طرف داعی بنا کر بھیجا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایامِ حج میں اسی طرح فرمایا کرتے تھے کہ [مَنْ رَّجُلٌ يُّؤْوِيْنِيْ حَتّٰى أُبَلِّغَ رِسَالَةَ رَبِّيْ؟ فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُوْنِيْ أَنْ أُبَلِّغَ رِسَالَةَ رَبِّيْ] ”کون ہے جو مجھے ٹھکانا دے تاکہ میں اپنے رب کے پیغام کو پہنچا دوں۔ قریش نے مجھے اپنے رب کا پیغام پہنچانے سے منع کر دیا ہے۔“[1] اللہ تعالیٰ نے اہلِ مدینہ کے اوس و خزرج کے لوگوں کو توفیق عطا فرمائی، انھوں نے آپ کی بیعت کر لی، نصرت و اعانت کا وعدہ کیا اور عرض کی کہ اگر آپ ہجرت کر کے ان کے پاس تشریف لے آئیں تو وہ ہر کالے اور گورے سے آپ کا دفاع کریں گے، لہٰذا جب آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سمیت ان کے پاس ہجرت فرمائی تو انھوں

① ملحوظہ: حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ اور ان کی ترتیب نہیں مل سکی، البتہ سنن أبي داود، السنة، باب في القرآن، حديث: 4734 و جامع الترمذي، فضائل القرآن، باب: [ألا رجل يحملني إلى قومه لأبلغ كلام ربي]، حديث: 2925 عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ میں یہ الفاظ ہیں: [أَلَا رَجُلٌ يَّحْمِلُنِي إِلٰى قَوْمِهٖ فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُوْنِيْ أَنْ أُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّيْ] ”کیا کوئی شخص ہے جو مجھے اپنی قوم کی طرف لے جائے؟ کیونکہ قریشیوں نے یقیناً مجھے میرے پروردگار کا کلام (پیغام) پہنچانے سے روک دیا ہے۔“ مزید دیکھیے مسند أحمد: 323,322/3.

نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کر دیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کا نام انصار رکھا اور یہ نام گویا ان کا علم بن گیا ہے، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ.

بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے نے کفر کیا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ ﴾ ''تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ تو ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر رہا۔'' جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے اپنی قوم کو اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور حواریوں نے آپ کی نصرت و اعانت کی تو بنی اسرائیل کا ایک گروہ آپ کے لائے ہوئے دین کو قبول کر کے ہدایت یافتہ ہوگیا۔ اور دوسرا گروہ اس سے باغی ہوکر، آپ کی نبوت کا انکار کر کے اور آپ پر اور آپ کی والدہ پر بڑے بڑے بہتان لگا کر گمراہ ہوگیا۔ اس دوسرے سے مراد یہودی ہیں۔ قیامت تک ان پر مسلسل اللہ تعالیٰ کی لعنتیں برسیں۔ اور ایک تیسرے گروہ نے آپ کے بارے میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ آپ کو نبوت کے مرتبے سے بھی بلند کر دیا اور پھر یہ گروہ کئی فرقوں اور جماعتوں میں بٹ گیا۔ ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے بیٹے ہیں اور کچھ باپ، بیٹا اور روح القدس تین خداؤں میں سے آپ کو تیسرا خدا مانتے ہیں اور کچھ لوگ آپ ہی کو اللہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے یہ تمام اقوال سورۂ نساء میں تفصیل کے ساتھ بیان کیے جا چکے ہیں۔[1]

ایمان لانے والے گروہ کی مدد: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ ﴾ ''پس (آخر الامر) ہم نے ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی۔'' یعنی عیسائیوں کے جن فرقوں نے ان سے دشمنی کی تو ان کے مقابلے میں ہم نے ان کی مدد کی ﴿ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿14﴾ ﴾ ''تو وہ غالب ہوگئے۔'' یعنی وہ ان کے مقابلے میں غالب ہوگئے اور ان کی یہ مدد حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے ذریعے سے تھی جیسا کہ امام ابوجعفر بن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو آپ اپنے ساتھیوں کے پاس گئے جو ایک گھر میں تھے اور وہ بارہ آدمی تھے، اس وقت آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ تم میں وہ بھی ہے جو اگر میرے ساتھ ایک بار ایمان لایا ہے تو وہ بارہ دفعہ کفر کرے گا، پھر فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جس پر میری مشابہت ڈال دی جائے، وہ میری جگہ قتل ہو جائے اور پھر وہ میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا؟ ان میں سے ایک نوجوان نے کھڑے ہوکر کہا کہ میں اس کام کے لیے تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ آپ نے اپنی بات پھر دوہرائی تو پھر وہ نوجوان کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا کہ میں تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا: ہاں، تم ہی یہ کام کرو گے۔ اس نوجوان پر عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کو گھر کے روشن دان سے آسمانوں کی طرف اٹھا لیا گیا۔ یہودی آپ کی تلاش میں ادھر آئے تو انھوں نے آپ کے مشابہ اس نوجوان کو پکڑ کر قتل کر دیا اور صلیب پر چڑھا دیا۔ اور بعض نے ایک بار ایمان لانے کے بعد بارہ دفعہ کفر کیا اور پھر وہ تین فرقوں میں تقسیم ہوگئے: ایک فرقے نے کہا کہ اللہ نے جب تک چاہا ہم میں قیام فرمایا اور پھر وہ آسمان

---

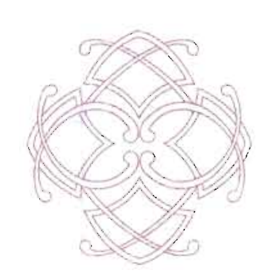
[1] دیکھیے النسآء، آیت:171 کے ذیل میں۔

پر چڑھ گیا یہ فرقہ یعقوبیہ ہے۔ ایک فرقے نے کہا کہ اللہ کے بیٹے نے جب تک اللہ نے چاہا ہم میں قیام کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے پاس اٹھالیا۔ یہ فرقہ نَسطُوریہ ہے۔ اور ایک فرقے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول نے جب تک اللہ نے چاہا ہم میں قیام فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے پاس اٹھالیا۔ یہ عقیدہ مسلمانوں کا ہے۔ دونوں کافر فرقے مسلمان فرقے پر غالب رہے اور اسی سے لڑتے رہے۔ اسلام کمزور رہا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمادیا۔ ﴿ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ ﴾ ''تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ تو ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر رہا۔'' یعنی ایک گروہ وہ جس نے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کفر کیا اور ایک گروہ وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایمان لے آیا ﴿ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ۠ ۝۱۴ ﴾ ''پس (آخر الامر) ہم نے ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی اور وہ غالب ہو گئے۔'' اور یہ محمد ﷺ کے دین کو کفار کے دین پر غالب کرنے کی صورت میں تھا۔

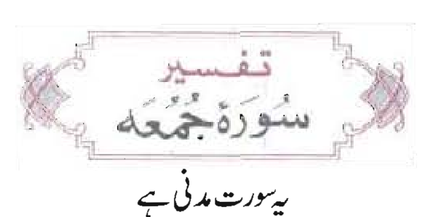
امام ابن جریر نے اپنی کتاب میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔[1] امام نسائی نے بھی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں اس آیت کریمہ کے تحت اسی طرح بیان فرمایا ہے۔[2] امت محمد یہ ہمیشہ غالب اور حق پر رہے گی حتی کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائے اور وہ اسی طرح حق پر ہوں گے حتی کہ آخری مسلمان حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ساتھ مل کر دجال کو قتل کرے گا جیسا کہ صحیح احادیث میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔[3]

سورۂ صف کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① تفسیر الطبری: 117/28. ② السنن الکبری للنسائی، التفسیر، باب قوله: ﴿ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴾: 490,489/6، حدیث: 11591. ③ سنن أبی داود، الجهاد، باب فی دوام الجهاد، حدیث: 2484 و مسند أحمد: 437/4 عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ.



یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① هُوَ الَّذِيْ

اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو چیز آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے، (وہ) بادشاہ ہے، نہایت پاک ذات، زبردست، بہت حکمت والا ① وہی ہے جس

بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

نے ان پڑھوں میں ایک رسول بھیجا انھی میں سے، وہ اس کی آیات ان پر تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا

وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ② وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ

ہے، اور بلاشبہ اس سے پہلے تو وہ کھلی گمراہی میں پڑے تھے ② اور (اسے) ان میں سے دوسرے لوگوں کے لیے بھی (بھیجا) جو ابھی تک ان کے ساتھ

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④

نہیں ملے، اور وہ (اللہ) زبردست، خوب حکمت والا ہے ③ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے یہ (فضل) دیتا ہے، اور اللہ عظیم فضل والا ہے ④

فضیلت: حضرت ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔[1] امام مسلم نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

تفسیر آیات: 1-4

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز، یعنی ناطق و جامد تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ﴾ (بنی إسراءيل 17:44) ''اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔'' پھر فرمایا: ﴿ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ﴾ ''(جو) حقیقی بادشاہ پاک ذات ہے۔'' یعنی وہ آسمانوں اور زمین کا مالک اور اپنے حکم کے ساتھ ان میں تصرف کرنے والا ہے اور وہ پاک ہے، یعنی تمام نقائص سے پاک اور تمام صفات کمال کے ساتھ موصوف ہے۔ ﴿ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① ﴾ ''نہایت غالب ہے، بڑی حکمت والا۔'' ان دو پاک ناموں کی تفسیر کئی بار بیان کی جا چکی ہے۔

---

① صحيح مسلم، الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة ،حديث : 877 عن أبي هريرة ﷺ والجمعة، باب ما يقرأ في يوم الجمعة، حديث : 879 عن ابن عباس ﷺ.

رسول اللہ ﷺ کی بعثت احسان ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ﴾ ''وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انھی میں سے (محمد کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا۔'' ان پڑھوں سے مراد عرب ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ ﴾ (آل عمرٰن 3:20) ''اور اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے پوچھیں کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو، پھر اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو بے شک یہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ موڑیں تو آپ کے ذمے صرف اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے اور اللہ (اپنے) بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔'' ان پڑھ لوگوں کے پاس بطور خاص ذکر سے دوسرے لوگوں کی نفی نہیں ہوتی، البتہ ان پر احسان زیادہ اور واضح ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ﴾ (الزخرف 43:44) ''اور یہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے۔'' یہ قرآن دوسروں کے لیے بھی نصیحت ہے اور وہ بھی اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 26:214) ''اور اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں۔'' یہ اور اس طرح کی دیگر آیات، اس آیت کریمہ کے منافی نہیں ہیں: ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ (الأعراف 7:158) ''(اے محمد!) کہہ دیں کہ لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں (اس کا رسول ہوں۔)'' اور نہ اس آیت کے منافی ہے: ﴿ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ ﴾ (الأنعام 6:19) ''تا کہ اس کے ذریعے سے میں تمھیں اور جس شخص تک وہ پہنچے ڈراؤں۔'' اور نہ اس آیت کے منافی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ ﴾ (هود 11:17) ''اور گروہوں میں سے جو کوئی اس کا انکار کرے تو آگ ہی اس کی وعدہ گاہ ہے۔'' علاوہ ازیں دیگر بھی بہت سی آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ کی بعثت عام ہے اور احمر و اسود تمام مخلوق کے لیے ہے۔ قبل ازیں سورۂ انعام میں اس کی تفسیر ہم نے آیات کریمہ اور صحیح احادیث کی روشنی میں بیان کی ہے۔[1] وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

یہ آیت کریمہ اس بات کی مصداق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازا جو انھوں نے اہل مکہ کے لیے کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں انھی میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرمائے جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وقت مبعوث فرمایا جب پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ ایک عرصے سے منقطع ہو چکا تھا اور ہدایت کے رستے مٹ گئے تھے۔ آپ کی آمد کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ اہل کتاب کے ان لوگوں کے سوا، جو عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے دین پر قائم تھے، اہل زمین کے تمام عرب و عجم سے بہت ناراض تھا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ ''وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انھی میں سے (محمد ﷺ کو)

---

[1] دیکھیے الأنعام، آیت: 19، البتہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس مضمون کا ذکر قدرے تفصیل سے سورۂ اعراف میں کیا ہے، دیکھیے الأعراف، آیت: 158 کے ذیل میں عنوان: ''حضور سرور کائنات ﷺ کی عالمگیر نبوت''

پیغمبر (بناکر) بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے ہیں اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔'' زمانۂ قدیم میں عرب، حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے دین کے پیروکار تھے مگر انھوں نے دین ابراہیم میں تغیر وتبدل پیدا کر کے اسے بدل دیا اور اس کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ توحید کو انھوں نے شرک سے اور یقین کو شک سے بدل دیا تھا اور اپنی طرف سے کچھ ایسی چیزیں ایجاد کر لی تھیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا تھا۔

اسی طرح اہل کتاب نے بھی اپنی کتابوں میں تغیر وتبدل کر کے تحریف و تاویل کی راہ کو اختیار کر لیا تھا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيۡهِ کو تمام مخلوق کی ہدایت کے لیے ایک عظیم، کامل اور جامع شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا جس میں ان کے لیے نہ صرف ہدایت کا سامان تھا بلکہ دنیا و آخرت کے امور کی رہنمائی کا پورا نور تھا۔ اس میں ایسی دعوت تھی جو جنت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے قریب کر دینے والی تھی، نیز اس میں ہر اس چیز کی ممانعت تھی جو آتش دوزخ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے قریب کر دینے والی اور اصول و فروع سے متعلق تمام شکوک وشبہات کو دور کر دینے والی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں کے تمام محاسن کو آپ کی ذات میں جمع فرما دیا تھا اور ایسی خصوصیات و امتیازات سے نوازا جو نہ پہلے لوگوں میں سے کسی کو دیے اور نہ بعد میں آنے والوں میں سے کسی کو دیے جائیں گے۔ فَصَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيۡهِ دَائِمًا إِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ.

حضرت محمد ﷺ تمام عرب اور عجم کے لیے رسول ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّاٰخَرِيۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ③ ﴾ ''اور ان میں سے اور لوگوں کی طرف بھی (ان کو بھیجا ہے) جو ابھی ان (مسلمانوں) سے نہیں ملے اور وہ نہایت غالب، بڑی حکمت والا ہے۔'' امام ابوعبداللہ بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے ﴿ وَّاٰخَرِيۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ ؕ ﴾ کے بارے میں پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! ان سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ نے جواب نہ دیا حتی کہ آپ سے تین بار یہ سوال پوچھا گیا، ہم میں اس وقت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے، رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک سلمان فارسی پر رکھا، پھر فرمایا کہ [لَوۡ كَانَ الۡإِيۡمَانُ عِنۡدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ ـ أَوۡ رَجُلٌ ـ مِّنۡ هٰٓؤُلَاءِ] ''اگر ایمان ثریا پر بھی ہو تو ان میں سے کچھ لوگ یا آپ نے یہ فرمایا کہ ایک آدمی، اسے حاصل کر لے گا۔''[1] اسے امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ابوحاتم اور ابن جریر نے بھی بیان کیا ہے۔[2]

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سورت مدنی ہے، نیز یہ اس بات کی دلیل بھی ہے کہ آپ کی بعثت عام اور سب

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَّاٰخَرِيۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ ؕ ﴾ (الجمعة 62:3)، حديث: 4897. ② صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل فارس، حديث: (231)-2546 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الجمعة، حديث: 3310 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَّاٰخَرِيۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ ؕ ﴾: 490/6، حديث: 11592 و تفسير ابن أبي حاتم: 3355/10 و تفسير الطبري: 122/28.

مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ

ان لوگوں کی مثال، جنھیں حاملِ تورات بنایا گیا پھر انھوں نے اسے نہیں اٹھایا، اس گدھے کی سی ہے جو کتابیں اٹھاتا ہے، بری مثال

الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ⑤ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا

ہے اس قوم کی جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا، اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا ⑤ (اے نبی!) کہہ دیجیے: اے لوگو جو

اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ⑥

یہودی ہوئے! اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ بے شک تم اللہ کے دوست ہو سب لوگوں کے سوا، تو موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو⑥

وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ⑦ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ

اور وہ کبھی یہ تمنا نہیں کریں گے بوجہ ان (برے اعمال) کے جو وہ اپنے ہاتھوں آگے بھیج چکے ہیں، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے⑦ کہہ دیجیے:

الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ

بے شک موت جس سے تم فرار ہوتے ہو، وہ تو یقیناً تمھیں ملنے والی ہے، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غیب اور حاضر کو جاننے والا ہے،

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧ ع

پھر وہ تمھیں جتائے گا جو تم عمل کرتے تھے⑧

لوگوں کی طرف ہے کیونکہ ﴿ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ ﴾ کی تفسیر آپ نے اہل فارس سے فرمائی۔ اسی وجہ سے آپ نے اہل فارس و روم اور دیگر امم کی طرف اپنے مکتوبات ارسال فرمائے جنھیں اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ جس دین کو لے کر آئے تھے، اس کی طرف دعوت دی۔ اسی لیے امام مجاہد اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا قول ہے کہ ﴿ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ ﴾ سے عجمی لوگ مراد ہیں۔[1] نیز غیر عربوں میں سے وہ سب لوگ بھی مراد ہیں جنھوں نے نبی ﷺ کی تصدیق کی۔ ﴿ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ③ ﴾ ''اور وہ نہایت غالب، بڑی حکمت والا ہے۔'' یعنی وہ اپنی شرع و قدر میں عزت و حکمت والا ہے۔ ﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ④ ﴾ ''یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو جس عظیم الشان نبوت سے سرفراز فرمایا اور آپ کی امت کی طرف آپ کو جو مبعوث فرمایا تو یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر اور آپ کی امت پر بہت بڑا فضل ہے۔

تفسیر آیات :5-8

یہود کی مذمت اور بطور مباہلہ انھیں موت کی تمنا کی دعوت: اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے جنھیں تورات اس لیے دی گئی تھی تا کہ وہ اس کے مطابق عمل کریں مگر انھوں نے عمل نہ کیا۔ ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوئی ہوں تو اسے معلوم نہیں ہوتا کہ ان میں کیا ہے، یعنی اگرچہ گدھے نے حسی طور پر کتابوں کا بوجھ ضرور اٹھایا ہوتا ہے مگر اسے معلوم نہیں ہوتا کہ ان میں کیا لکھا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ ہیں جنھیں کتاب دی گئی کہ انھوں نے اس

[1] تفسیر الطبری: 122,121/28.

کے الفاظ کو تو حفظ کرلیا مگر نہ اسے سمجھا اور نہ اس کے مطابق عمل کیا بلکہ اس میں تغیر وتبدل اور تحریف وتاویل سے کام لیا تو یہ گدھے سے بھی زیادہ برے ہیں کیونکہ اسے تو فہم حاصل نہیں ہے اور انھوں نے فہم وشعور کے باوجود اسے استعمال نہیں کیا۔ اسی وجہ سے اللہ جل شانہ نے ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ ۝ ﴾ (الأعراف 179:7) ''یہی لوگ بالکل چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ بِئۡسَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝ ﴾ ''بری مثال ہے ان لوگوں کی جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں، اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' پھر فرمایا ﴿ قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ هَادُوۡۤا اِنۡ زَعَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ اَوۡلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ ﴾ ''کہہ دیں کہ اے یہود! اگر تم کو یہ دعویٰ ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو سوائے (دوسرے) لوگوں کے تو اگر تم سچے ہو تو (ذرا) موت کی آرزو تو کرو۔'' یعنی اگر تمھارا یہ گمان ہے کہ تم ہدایت پر ہو اور محمد ﷺ اور ان کے اصحاب ہدایت پر نہیں ہیں تو اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو دونوں جماعتوں میں سے جو گمراہ ہے، اس کی موت کے لیے دعا کرو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يَتَمَنَّوۡنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ ؕ ﴾ ''اور یہ ان (اعمال) کے سبب جو کر چکے ہیں، ہرگز اس کی آرزو نہیں کریں گے۔'' ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ۝ ﴾ ''اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔'' یہودیوں کو مباہلے کا یہ جو چیلنج دیا گیا، اس کے بارے میں ہم سورۂ بقرہ میں گفتگو کر چکے ہیں، جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلۡ اِنۡ كَانَتۡ لَكُمُ الدَّارُ الۡاٰخِرَةُ عِنۡدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ وَلَنۡ يَّتَمَنَّوۡهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ۝ وَلَتَجِدَنَّهُمۡ اَحۡرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمۡ لَوۡ يُعَمَّرُ اَلۡفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحۡزِحِهٖ مِنَ الۡعَذَابِ اَنۡ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ ﴾ (البقرة 2 :94-96) ''کہہ دیں کہ اگر اللہ کے ہاں آخرت کا گھر خاص طور پر تمھارے ہی لیے ہے سوائے (اور) لوگوں (مسلمانوں) کے تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور لیکن ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں یہ کبھی اس (موت) کی آرزو نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں سے (خوب) واقف ہے۔ اور یقیناً آپ ان (یہودیوں) کو سب لوگوں سے بڑھ کر جینے کے حریص پائیں گے اور ان لوگوں سے بھی جنھوں نے شرک کیا۔ ان میں سے ہر ایک یہی خواہش کرتا ہے کہ کاش! وہ ہزار برس جیتا رہے، حالانکہ اتنی لمبی عمر اس کو مل بھی جائے تو اسے عذاب سے تو نہیں چھڑا سکتی اور جو کام یہ کرتے ہیں، اللہ ان کو دیکھ رہا ہے۔'' ان آیات کی تفسیر میں ہم نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان میں سے یا ان کے مدمقابل میں سے جو گمراہ ہے، اس پر موت طاری ہو جائے جیسا کہ سورۂ آل عمران میں عیسائیوں کو مباہلے کی دعوت دیتے ہوئے کہا گیا تھا: ﴿ فَمَنۡ حَآجَّكَ فِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَكُمۡ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمۡ وَاَنۡفُسَنَا وَاَنۡفُسَكُمۡ ۟ ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ ۝ ﴾ (آل عمران 3:61) ''پھر علم آجانے کے بعد اگر یہ لوگ اس (عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں آپ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا

اے ایمان والو! جب اذان دی جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن، تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ و اور خرید و فروخت

الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑨ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ

کرنا چھوڑ دو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو ⑨ پھر جب نماز پوری ہو جائے، تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ⑩

کا فضل تلاش کرو، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، شاید تم فلاح پاؤ ⑩

سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں: آؤ ہم بلاتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور تمھارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمھاری عورتوں کو، اپنی جانوں کو اور تمھاری جانوں کو، پھر گڑ گڑا کر دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔'' اور مشرکین سے مباہلہ کا ذکر سورۂ مریم کی اس آیت کریمہ میں ہے: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ...... ﴾ الآية (مريم 19:75) ''کہہ دیں کہ جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہے، اسے اللہ (لمبی) مہلت دیے جاتا ہے......''

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابوجہل ملعون نے کہا کہ اگر میں محمد (ﷺ) کو کعبے کے پاس دیکھ لوں تو میں آکر ان کی گردن کو پامال کردوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَوْ فَعَلَ لَأَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عِيَانًا، وَلَوْ أَنَّ الْيَهُودَ تَمَنَّوُا الْمَوْتَ، لَمَاتُوا، وَرَأَوْا مَقَاعِدَهُمْ فِي النَّارِ، وَلَوْ خَرَجَ الَّذِينَ يُبَاهِلُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَرَجَعُوا لَا يَجِدُونَ مَالًا وَّلَا أَهْلًا] ''اگر وہ ایسا کرتا تو اسے کھلم کھلا فرشتے پکڑ لیتے اور اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو وہ فوراً مر جاتے اور جہنم میں اپنے ٹھکانے دیکھ لیتے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ کرنے والے اگر مباہلہ کے لیے نکل آتے تو اس طرح واپس جاتے کہ اہل و مال میں سے کسی کو بھی باقی نہ پاتے۔''[1] اسے امام بخاری، ترمذی اور نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧ ﴾ ''کہہ دیں کہ بے شک موت جس سے تم فرار ہوتے ہو تو وہ یقیناً تمھیں مل کر رہے گی، پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے (اللہ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ تمھیں سب بتائے گا۔'' جیسا کہ سورۂ نساء میں فرمایا: ﴿ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۭ ﴾ (النسآء 4:78) ''تم جہاں کہیں بھی رہو موت تو تمھیں پالے گی، خواہ تم مضبوط و مستحکم قلعوں میں ہو۔''

تفسیر آیات: 10,9

جمعہ اور یوم جمعہ کے احکام و آداب: جمعہ کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ جمع (اکٹھ) سے مشتق ہے۔ اہل اسلام ہفتہ میں ایک

---

[1] مسند أحمد: 248/1. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا ...... ﴾ (العلق 96:15،16)، حديث: 4958 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة اقرأ باسم ربك، حديث: 3348 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، سورة العلق: 518/6، حديث: 11685.

بار اپنی بڑی بڑی مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں۔اسی دن تمام مخلوقات کی تخلیق مکمل ہوگئی تھی۔ یہ ان چھ ایام میں سے چھٹا یوم ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا۔ ① اسی دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی دن جنت میں داخل کیا گیا، اسی دن انھیں جنت سے نکالا گیا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ ② اسی دن ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس میں مرد مومن اللہ تعالیٰ سے جو دعا بھی کرے، اللہ تعالیٰ اسے عطا فرما دیتا ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ③

قدیم لغت میں اس دن کو یوم العروبہ کہا جاتا تھا اور یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ ہم سے پہلی امتوں کو اس دن کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا مگر وہ اس سے بھٹک گئے۔ یہودیوں نے اپنے لیے ہفتے کے دن کا انتخاب کرلیا، حالانکہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے۔ عیسائیوں نے اپنے لیے اتوار کے دن کو پسند کرلیا جس میں تخلیق کی ابتدا ہوئی تھی، جبکہ اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن کو منتخب فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق کو مکمل فرما دیا تھا۔ جیسا کہ امام بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا، ثُمَّ هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهُ فَالنَّاسُ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ، اَلْيَهُودُ غَدًا وَّالنَّصَارٰى بَعْدَ غَدٍ] ”ہم آخر میں آنے والے لیکن روز قیامت سبقت کرنے والے ہوں گے، حالانکہ ان لوگوں کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی تھی۔ پھر یہ دن جسے اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض قرار دیا تھا، اس میں انھوں نے اختلاف کیا تو اس دن کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرما دی۔ لوگ اس میں ہمارے بعد ہیں یہود کل اور عیسائی کل کے بعد۔“ ④ یہ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں۔ اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ [أَضَلَّ اللّٰهُ عَنِ الْجُمُعَةِ مَنْ كَانَ قَبْلَنَا، فَكَانَ لِلْيَهُودِ يَوْمُ السَّبْتِ وَكَانَ لِلنَّصَارٰى يَوْمُ الْأَحَدِ، فَجَاءَ اللّٰهُ بِنَا، فَهَدَانَا اللّٰهُ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، فَجَعَلَ الْجُمُعَةَ وَالسَّبْتَ وَالْأَحَدَ، وَكَذٰلِكَ هُمْ تَبَعٌ لَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، نَحْنُ الْآخِرُونَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا، وَالْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَلْمَقْضِيُّ لَهُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ] ”اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے لوگوں کو جمعہ سے بھٹکا دیا، یہودیوں کے لیے ہفتے کا دن ہے اور عیسائیوں کے لیے اتوار کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جمعہ کے دن کی ہدایت فرما دی ہے، پس اس نے (ترتیب اس طرح رکھی ہے کہ) جمعہ، ہفتہ، اتوار، اسی طرح قیامت کے دن بھی وہ ہم سے پیچھے ہوں گے۔ اہل دنیا میں سے ہم بعد میں آنے والے ہیں مگر قیامت کے دن پہلے ہوں گے اور تمام مخلوقات سے ہمارے بارے میں پہلے فیصلہ ہوگا۔“ ⑤

اللہ کے ذکر کے لیے جلدی کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جمعہ کے دن اپنی عبادت کے لیے جمع ہونے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ”مومنو! جب جمعہ

---

① تفسير الطبري: 268/8 عن مجاهد رحمه الله. ② صحيح مسلم، الجمعة، باب فضل يوم الجمعة، حديث: (18)-854 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ③ صحيح البخاري، الجمعة، باب الساعة التي في يوم الجمعة، حديث: 935 و صحيح مسلم، الجمعة، باب في الساعة التي في يوم الجمعة، حديث: 852 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ④ صحيح البخاري، الجمعة، باب فرض الجمعة، حديث: 876 و صحيح مسلم، الجمعة، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة، حديث: (20)-855. ⑤ صحيح مسلم، الجمعة، باب هداية هذه الأمة، حديث: 856 عن حذيفة رضي الله عنه.

کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کے لیے دوڑو۔'' یعنی نماز جمعہ کے لیے جانے کے لیے خصوصی قصد و اہتمام کرو۔ یہاں سعی سے مراد تیز تیز چلنا نہیں ہے بلکہ خاص اہتمام کرنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 19:17) ''اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اسے لائق ہے جبکہ وہ مومن ہو۔'' حضرت عمر بن خطاب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما اسے اس طرح پڑھتے تھے: فَامْضُوا إِلٰی ذِكْرِ اللهِ. ① جہاں تک نماز کے لیے تیز چل کر جانے کا تعلق ہے تو وہ ممنوع ہے کیونکہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا سَمِعْتُمُ الْإِقَامَةَ فَامْشُوا إِلَى الصَّلَاةِ، وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ وَلَا تُسْرِعُوا، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا] ''تم جب اقامت کو سنو تو نماز کی طرف چل پڑو اور سکینت اور وقار کو اختیار کرو اور تیز تیز نہ چلو، نماز کا جو حصہ پالو اسے پڑھو اور جو حصہ تم سے نکل جائے اسے مکمل کرلو۔'' ② یہ بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں۔

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ نے کچھ لوگوں کی آوازوں کو سنا، جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا: [مَا شَأْنُكُمْ؟] ''کیا بات ہے؟'' انھوں نے عرض کی کہ ہم نے نماز کے لیے جلدی کی ہے۔ فرمایا: [فَلَا تَفْعَلُوا، إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا] ''اس طرح نہ کرو، جب تم نماز کے لیے آؤ تو سکینت کو اختیار کرو، جو حصہ پالو اسے پڑھ لو اور جو تم سے نکل جائے اسے پورا کرلو۔'' ③ اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ امام حسن فرماتے ہیں کہ اس آیت میں سعی سے مراد پاؤں سے تیز چلنا نہیں ہے کیونکہ نماز میں تیز تیز چل کر آنے سے منع کر دیا گیا اور سکینت و وقار کے ساتھ آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے یہاں سعی سے مراد دلوں، نیت اور خشوع کے ساتھ جلدی کرنا ہے۔ ④ امام قتادہ نے بھی فرمایا ہے کہ دل اور عمل سے جلدی کرنا مراد ہے جبکہ اس نماز کے لیے چل کر جانے کا حکم ہے۔ ⑤ وہ ﴿ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 102:37) کی تفسیر میں بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اپنے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنا ہے۔ ⑥ محمد بن کعب، زید بن اسلم اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ⑦

جمعہ کے لیے غسل کی اہمیت: نماز جمعہ کے لیے آنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ آنے سے پہلے غسل کرلے کیونکہ صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ]

---

① تفسير الطبري :129-127/28. ② صحيح البخاري، الأذان، باب: لا يسعى إلى الصلاة......، حديث: 636 وصحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب إتيان الصلاة......، حديث: 602 . ③ صحيح البخاري، الأذان، باب قول الرجل: فاتتنا الصلاة ، حديث :635 وصحيح مسلم، المساجد......، باب استحباب إتيان الصلاة بوقار......، حديث:603. ④ تفسير ابن أبي حاتم :3356/10. ⑤ تفسير الطبري :127/28. ⑥ تفسير الطبري :91/23. ⑦ الدر المنثور : 528,527/5.

’’جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرلے۔‘‘[1] صحیحین ہی میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ] ’’ہر بالغ کے لیے جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔‘‘[2] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [حَقٌّ لِّلّٰهِ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ، أَنْ يَّغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَّغْسِلُ رَأْسَهٗ وَجَسَدَهٗ] ’’اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ ہر سات دنوں میں ایک بار غسل کرے اور اپنے سر اور جسم کو دھوئے۔‘‘[3] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [عَلٰى كُلِّ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ غُسْلُ يَوْمٍ، وَّهُوَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ] ’’ہر مسلمان شخص پر سات دنوں میں سے ایک دن کا غسل فرض ہے اور وہ جمعہ کا دن ہے۔‘‘ اسے امام احمد، نسائی اور ابن حبان نے بیان کیا ہے۔[4]

جمعہ کی فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ [مَنْ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَمَشٰى وَلَمْ يَرْكَبْ، فَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ، كَانَ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ أَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا] ’’جو شخص جمعہ کے دن نہائے دھوئے، جلدی سے چلا جائے، پیدل جائے اور سواری استعمال نہ کرے، امام سے قریب ہو کر بیٹھے، خاموشی سے سنے اور کوئی لغو کام نہ کرے تو اسے ہر قدم کے عوض ایک سال کے روزے رکھنے اور قیام کرنے کا ثواب ملتا ہے۔‘‘[5] اس حدیث کے مختلف طرق اور الفاظ ہیں۔ اہل سنن اربعہ نے بھی اسے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔[6]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَّمَنْ رَّاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَّمَنْ رَّاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَّاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَّمَنْ رَّاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ] ’’جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح غسل کرے، پھر جلدی چلا جائے تو اس نے گویا اونٹ کی قربانی کی، جو دوسری گھڑی میں جائے، اس

---

[1] صحيح البخاري، الجمعة، باب فضل الغسل يوم الجمعة......، حديث: 877 وصحيح مسلم، كتاب وباب الجمعة، حديث: (4)-845 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. [2] صحيح البخاري، الجمعة، باب فضل الغسل يوم الجمعة......، حديث: 879 وصحيح مسلم، الجمعة، باب وجوب غسل الجمعة......، حديث: 846. [3] صحيح البخاري، الجمعة، باب: هل على من لم يشهد الجمعة غسل......؟ حديث: 897 وصحيح مسلم، الجمعة، باب الطيب والسواك يوم الجمعة، حديث: 849 واللفظ له. [4] مسند أحمد :304/3 وسنن النسائي، الجمعة، باب إيجاب الغسل يوم الجمعة، حديث: 1379 واللفظ له وصحيح ابن حبان، الطهارة، باب غسل الجمعة :21/4، حديث : 1219. [5] مسند أحمد : 9/4. [6] سنن أبي داود، الطهارة، باب في الغسل للجمعة، حديث : 345 وجامع الترمذي، الجمعة، باب ماجاء في فضل الغسل يوم الجمعة، حديث: 496 وسنن النسائي، الجمعة، باب فضل غسل يوم الجمعة، حديث: 1382 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ماجاء في الغسل يوم الجمعة، حديث :1087.

نے گویا گائے کی قربانی کی، جو تیسری گھڑی میں جائے، اس نے گویا سینگ والے مینڈھے کی قربانی کی، جو چوتھی گھڑی میں جائے اس نے گویا مرغی کی قربانی کی، جو پانچویں گھڑی میں جائے، اس نے گویا انڈے کی قربانی کی اور جب امام آجائے تو فرشتے بھی خطبہ سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔''[1] اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

جمعہ کے لیے آنے والے کے لیے یہ بھی مستحب ہے کہ وہ اچھے کپڑے پہنے، خوشبو لگائے، مسواک کرے اور نظافت و طہارت کا اہتمام کرے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ[2] حدیث میں ہے: [غُسۡلُ يَوۡمِ الۡجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحۡتَلِمٍ]، [(وَالسِّوَاكُ) وَأَنۡ يَمَسَّ...... مِنۡ طِيبِ أَهۡلِهٖ] ''ہر بالغ کے لیے جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے، نیز مسواک کرنا اور اہل خانہ کی خوشبو میں سے...... خوشبو استعمال کرنا (بھی واجب ہے۔)''[3] امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ [مَنِ اغۡتَسَلَ يَوۡمَ الۡجُمُعَةِ، وَمَسَّ مِنۡ طِيبِ (أَهۡلِهٖ) إِنۡ كَانَ عِنۡدَهٗ، وَلَبِسَ مِنۡ أَحۡسَنِ ثِيَابِهٖ، ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰى يَأۡتِيَ الۡمَسۡجِدَ فَيَرۡكَعَ إِنۡ بَدَا لَهٗ، وَلَمۡ يُؤۡذِ أَحَدًا، ثُمَّ أَنۡصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهٗ حَتّٰى يُصَلِّيَ كَانَتۡ كَفَّارَةً لِّمَا بَيۡنَهَا وَبَيۡنَ الۡجُمُعَةِ الۡأُخۡرٰى] ''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، اگر موجود ہو تو اہل خانہ کی خوشبو استعمال کرے، اچھے کپڑے پہنے، پھر گھر سے نکل کر مسجد میں آجائے، چاہے تو نماز ادا کرے، کسی کو تکلیف نہ دے، پھر جب امام آجائے تو خاموشی سے بیٹھ جائے حتی کہ نماز سے فارغ ہو جائے تو یہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔''[4]

سنن ابو داود اور ابن ماجہ میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [مَا عَلٰى أَحَدِكُمۡ لَوِ اشۡتَرٰى ثَوۡبَيۡنِ لِيَوۡمِ الۡجُمُعَةِ، سِوٰى (ثَوۡبَيۡ) مِهۡنَتِهٖ] ''کیا خوب ہو اگر تم میں سے ہر ایک اپنے کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے دو کپڑے خرید لے۔''[5] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا تو آپ نے انھیں اون سے بنے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا، تو فرمایا: [مَا عَلٰى أَحَدِكُمۡ، إِنۡ وَّجَدَ سَعَةً، أَنۡ يَّتَّخِذَ ثَوۡبَيۡنِ لِلۡجُمُعَةِ، سِوٰى ثَوۡبَيۡ مِهۡنَتِهٖ] ''اگر کشادگی ہو تو پھر یہ

---

[1] صحيح البخاري، الجمعة، باب فضل الجمعة، حديث:881 و صحيح مسلم، الجمعة، باب الطيب والسواك يوم الجمعة، حديث:850. [2] اسی آیت کے تحت دیکھیے عنوان: ''جمعہ کے لیے غسل کی اہمیت'' [3] پہلا حصہ صحيح البخاري، الجمعة، باب فضل الغسل......، حديث:879 و صحيح مسلم، الجمعة، باب وجوب غسل الجمعة......، حديث:846، دوسرا حصہ المعجم الأوسط للطبراني:280,279/2، حديث:3287 کے مطابق ہے جبکہ قوسین والا جملہ سنن النسائي، الجمعة، باب الأمر بالسواك يوم الجمعة، حديث:1376. [4] مسند أحمد:420/5 جبکہ قوسین والا لفظ اسی معنی و مفہوم کی ایک اور روایت میں آتا ہے۔ دیکھیے جامع الترمذي، الجمعة، باب ماجاء في السواك والطيب يوم الجمعة، حديث:528 عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ماجاء في الزينة يوم الجمعة، حديث:1097 عن أبي ذر رضی اللہ عنہ. [5] سنن أبي داود، الصلاة، باب اللبس للجمعة، حديث:1078 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ماجاء في الزينة يوم الجمعة، حديث:1095 و اللفظ له البتہ قوسین والا لفظ سنن ابو داود کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہے۔

بات کتنی عمدہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے جمعہ کے لیے خاص کر لے۔''[1]

جمعۃ المبارک کی اذان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ ﴾ ''جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے۔'' اس سے مراد وہ دوسری اذان ہے جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس وقت دی جاتی تھی جب آپ تشریف لا کر منبر پر جلوہ افروز ہو جاتے تھے تو اس وقت آپ کے سامنے اذان دی جاتی تھی، اس سے یہی اذان مراد ہے۔ پہلی اذان جس کا اضافہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کیا تھا تو وہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تھا جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جمعہ کے دن پہلی اذان رسول اللہ ﷺ کے عہد اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور کے بعد جب لوگوں کی کثرت ہوگئی تو انھوں نے مقام زوراء پر دوسری اذان کا اضافہ کیا۔[2] یہ اذان اس گھر کی چھت پر دی جاتی تھی جسے زوراء کہا جاتا تھا۔ مسجد کے قریب مدینہ میں یہ سب سے اونچا گھر تھا۔

اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت کی حرمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَذَرُوا الْبَيْعَ ﴾ ''اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔'' یعنی جب اذان ہو جائے تو خرید و فروخت ترک کر دو اور اللہ کے ذکر، یعنی نماز کے لیے جلدی کرو۔ اسی وجہ سے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دوسری اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہے۔[3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑨ ﴾ ''اگر سمجھو تو یہ تمھارے حق میں بہت بہتر ہے۔'' یعنی اگر سمجھو تو خرید و فروخت کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز کی طرف متوجہ ہونا تمھارے لیے دنیا و آخرت میں بہتر ہے۔ ﴿ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ ﴾ ''پھر جب نماز ہو چکے۔'' یعنی تم نماز سے فارغ ہو جاؤ ﴿ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ﴾ ''تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔'' جب نماز کے لیے تصرف پر پابندی لگا دی اور جمعہ کے لیے جمع ہونے کا حکم دے دیا تو نماز سے فراغت کے بعد زمین میں پھیل جانے اور اللہ کا فضل تلاش کرنے کی اجازت دے دی جیسا کہ عراک بن مالک رضی اللہ عنہ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! أَجَبْتُ دَعْوَتَكَ وَصَلَّيْتُ فَرِيضَتَكَ وَانْتَشَرْتُ كَمَا أَمَرْتَنِي فَارْزُقْنِي مِنْ فَضْلِكَ، وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ] ''اے اللہ! میں نے تیری دعوت کو قبول کیا، تیرے عائد کردہ فریضۂ نماز کو ادا کیا اور جیسے تو نے حکم دیا میں زمین میں اپنی راہ لے رہا ہوں، پس اپنے فضل و کرم سے تو مجھے رزق عطا فرما کہ تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔''[4] اسے ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ⑩ ﴾ ''اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ۔'' یعنی خریدتے اور بیچتے وقت، لیتے اور دیتے وقت اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو اور دنیا تمھیں اس سے غافل نہ کر دے

---

① سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات ......، باب ماجاء فی الزينة يوم الجمعة، حديث: 1096. ② صحيح البخاری، الجمعة، باب الأذان يوم الجمعة، حديث: 912-916. ③ كتاب المجموع للنووی، باب صلاة الجمعة: 367/4.
④ تفسير ابن أبي حاتم: 3356/10.

وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ

اور (اے نبی!) جب وہ تجارت ہوتی یا کوئی تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں، کہہ دیجیے: جو اللہ کے پاس

اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ⑪ ع 2 3 12

ہے وہ تماشے اور (سامانِ) تجارت سے کہیں بہتر ہے اور اللہ سب رزق دینے والوں سے بہتر (رزق دینے والا) ہے ⑪

جو آخرت میں تمھارے لیے نفع بخش ہے۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ جو بازار میں داخل ہوکر یہ دعا پڑھ لے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهٗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ] تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا اور اس کی دس لاکھ برائیاں مٹا دیتا ہے۔[1] امام مجاہد فرماتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنے والوں میں سے نہیں ہوسکتا جب تک کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے۔[2]

تفسیر آیت: 11

جب امام خطبہ دے رہا ہو، مسجد سے جانے کی ممانعت: جمعہ کے دن خطبہ چھوڑ کر اس تجارتی قافلے کی طرف چلے جانے پر، جو اس دن مدینہ میں آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا ؕ ﴾ ”اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور آپ کو (کھڑے کا) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔“ یعنی منبر پر خطبہ دیتے ہوئے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں جیسا کہ کئی ایک تابعین ابوالعالیہ، حسن، زید بن اسلم اور قتادہ نے ذکر کیا ہے۔[3] مقاتل بن حیان کا خیال ہے کہ اس تجارت کا تعلق اسلام لانے سے قبل دحیہ بن خلیفہ سے تھا۔ اس کے سودے کے ساتھ طبلہ بجنے کا بھی اہتمام تھا۔ لوگ اس کی طرف چلے گئے اور چند لوگوں کے سوا باقی سب رسول اللہ ﷺ کو منبر پر کھڑا چھوڑ گئے۔[4] صحیح حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے، چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے سالم بن ابو جعد سے اور انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک تجارتی قافلہ مدینہ میں آیا، رسول اللہ ﷺ اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ لوگ مسجد سے باہر نکل گئے اور صرف بارہ آدمی مسجد میں باقی رہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا ﴾ ”اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں۔“[5] اسے امام بخاری اور امام مسلم نے سالم کے واسطے سے ہی بیان کیا ہے۔[6]

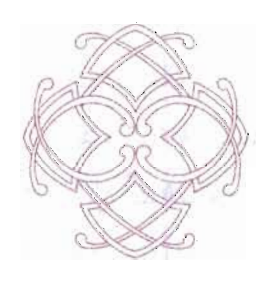
---

① جامع الترمذي، الدعوات، باب مايقول إذا دخل السوق، حديث: 3428 وسنن ابن ماجه، التجارات، باب الأسواق ودخولها، حديث: 2235 عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3134/9. ③ تفسير الطبري: 133,132/28. ④ تفسير القرطبي: 110/18. ⑤ مسند أحمد: 313/3. ⑥ صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ﴾ (الجمعة 11:62)، حديث: 4899 وصحيح مسلم، الجمعة، باب في قوله تعالى: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً ﴾، حديث: (38)-863.

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا ﴾ ''اور آپ کو (کھڑے کا) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام کو جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہیے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبے ہوتے تھے۔ آپ دونوں کے درمیان بیٹھ جاتے تھے۔ قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ [1] ﴿ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ''کہہ دیں کہ جو چیز اللہ کے ہاں ہے۔'' یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ کے پاس جو ثواب ہے ﴿ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۗ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ ''وہ تماشے اور (سامان) تجارت سے کہیں بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔'' اسے جو اس کی ذات پاک پر توکل کرے اور وقت پر رزق کو طلب کرے۔

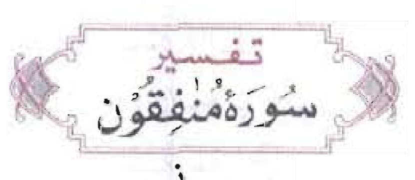
سورۂ جمعہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.



---

[1] صحيح مسلم، الجمعة، باب ذكر الخطبتين......، حديث: 862.



یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

إِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ

(اے نبی!) جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: ہم شہادت دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ

وقف لازم

يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ① اِتَّخَذُوْٓا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

بے شک آپ اس کے رسول ہیں۔ اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ یقیناً منافق البتہ جھوٹے ہیں ① انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے، پھر وہ (لوگوں کو)

إِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ

اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، بے شک برا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں ② یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا، تو ان کے دلوں پر مہر لگا

لَا يَفْقَهُوْنَ ③ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ؕ وَإِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَأَنَّهُمْ

دی گئی، تو وہ سمجھتے ہی نہیں ③ اور جب آپ انھیں دیکھیں تو آپ کو ان کے جسم اچھے لگتے ہیں اور اگر وہ (کوئی بات) کہیں تو آپ ان کی بات پر کان

خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫

لگائیں گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہوں۔ وہ ہر اونچی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں، وہی (اصل) دشمن ہیں، لہٰذا آپ ان سے بچیں، اللہ انھیں ہلاک

أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④

کرے وہ کہاں پھیرے جاتے ہیں ④

تفسیر آیات: 1-4

منافقین کے حالات اور ان کی قلابازیاں: اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ جب وہ نبی ﷺ کے پاس آتے ہیں تو منہ سے اسلام کا اقرار کرتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کا یہ حال نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ہے، اسی لیے اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ إِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ ﴾ ”(اے محمد!) جب منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو (ازراہ نفاق) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ یقیناً اللہ کے پیغمبر ہیں۔“ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کے سامنے اس بات کا اظہار کرتے ہیں لیکن حقیقت حال اس طرح نہیں جیسے یہ کہتے ہیں۔ اسی لیے درمیان میں یہ جملہ معترضہ خبریہ لایا گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ ﴾ ”اور اللہ جانتا ہے کہ درحقیقت

آپ ہی اس کے پیغمبر ہیں۔'' پھر فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ① ﴾ ''اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' اس بات کی خبر دینے میں گو ان کی یہ خبر حقیقت کے مطابق ہے لیکن یہ اپنی اس بات کے صحیح ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے اور نہ اسے سچا سمجھتے ہیں، لہٰذا ان کا یہ کذب ان کے اعتقاد کی وجہ سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے، پھر وہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روک رہے ہیں۔'' یعنی یہ لوگوں سے جھوٹی قسموں کے ذریعے سے بچ جاتے ہیں تاکہ وہ ان کی باتوں کی تصدیق کردیں، لہٰذا جو شخص ان کی حقیقت حال سے آگاہ نہیں ہے، وہ دھوکا کھا جاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں اور بسا اوقات وہ ان کے افعال کی اقتدا کرنے لگتا اور ان کی باتوں کو سچا سمجھنے لگتا ہے، حالانکہ دلی اور باطنی طور پر ان لوگوں کا اسلام اور اہل اسلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہر حال ان کے اسی کرتوت کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے بڑا نقصان اٹھایا ہے۔ اسی لیے اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② ﴾ ''پس وہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکتے ہیں، کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں برے ہیں۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ③ ﴾ ''یہ اس لیے کہ بے شک یہ (پہلے تو) ایمان لائے، پھر کافر ہوگئے تو ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی، اب یہ سمجھتے ہی نہیں۔'' یعنی نفاق ان کے مقدر میں اسی لیے کردیا گیا ہے کہ انھوں نے ایمان سے کفر کی طرف رجوع کرلیا ہے، ہدایت کے بجائے گمراہی اختیار کرلی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے اور یہ سمجھتے ہی نہیں، یعنی ہدایت اور خیر ان کے دلوں تک نہیں پہنچ سکتی جس کی وجہ سے یہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہوچکے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ ﴾ ''اور جب آپ ان کو دیکھتے ہیں تو ان کے جسم آپ کو اچھے معلوم ہوتے ہیں اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو آپ ان کی تقریر کو توجہ سے سنتے ہیں۔'' یعنی ان کی شکلیں خوب صورت اور ان کی زبانیں فصیح و بلیغ ہیں۔ ان کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے سننے والے ان کی بات کو توجہ سے سنتے ہیں مگر اس سب کچھ کے باوجود وہ انتہائی کمزور، بزدل و دوں ہمت، گھبرائے ہوئے اور خوف زدہ ہوتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ ﴾ ''ہر بلند آواز کو اپنے ہی خلاف سمجھتے ہیں۔'' یعنی جب بھی کوئی امر واقع ہوتا ہے یا کوئی حادثہ پیش آتا ہے یا خوف کی کوئی بات ہوتی ہے تو بزدلی کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ یہ افتاد انھی پر نازل ہونے والی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَي الْخَيْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ○ ﴾ (الأحزاب 19:33) (یہ اس لیے کہ) تمھارے بارے میں وہ بخل کرتے ہیں، پھر جب (ان پر) ڈر (کا وقت) آتا ہے تو آپ انھیں دیکھتے ہیں کہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں (اور) ان کی آنکھیں (اسی طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آرہی ہو، پھر جب خوف جاتا رہتا ہے تو تیز زبانوں کے ساتھ تمھارے بارے میں زبان درازی کرتے ہیں، حالانکہ وہ حریص ہیں مال (غنیمت) پر، یہ لوگ حقیقت میں ایمان لائے ہی نہیں، لہٰذا اللہ نے ان کے اعمال برباد کردیے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْلَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ

اور جب ان سے کہا جائے: آؤ، رسول اللہ تمھارے لیے استغفار کریں، تو وہ (نفی میں) اپنے سر پھیر لیتے ہیں، اور آپ انھیں دیکھتے

وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ⑤ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ

ہیں کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں⑤ ان کے حق میں برابر ہے کہ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑥ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ

کریں، اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا، بے شک اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا⑥ وہ وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ تم ان پر خرچ نہ کرو جو رسول

رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ⑦

اللہ کے پاس ہیں، یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں، اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں، لیکن منافق سمجھتے نہیں⑦ وہ کہتے

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ

ہیں: البتہ اگر ہم لوٹ کر مدینے گئے تو معزز ترین لوگ ذلیل ترین لوگوں کو وہاں سے نکال دیں گے، اور عزت اللہ ہی کے لیے ہے، اور

وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑧ ع

اس کے رسول کے لیے، اور مومنوں کے لیے، اور لیکن منافق (اس حقیقت کو) نہیں جانتے⑧

اور یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔'' یہ بلا شک وشبہ لاشے اور مجسمے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④ ﴾ ''یہ (آپ کے) دشمن ہیں، لہٰذا آپ ان سے بے خوف نہ رہیں، اللہ انھیں ہلاک کرے، یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں؟'' یعنی یہ کس قدر ہدایت کے بجائے گمراہی اختیار کیے ہوئے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ لِلْمُنَافِقِينَ عَلَامَاتٍ يُّعْرَفُونَ بِهَا: تَحِيَّتُهُمْ لَعْنَةٌ، وَّطَعَامُهُمْ نُهْبَةٌ، وَّغَنِيمَتُهُمْ غُلُولٌ، وَّلَا يَقْرَبُونَ الْمَسَاجِدَ إِلَّا هَجْرًا، وَّلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا دُبْرًا، مُّسْتَكْبِرِينَ، لَا يَأْلِفُونَ وَلَا يُؤْلَفُونَ، خُشُبٌ بِاللَّيْلِ، صُخُبٌ بِالنَّهَارِ] ''یقیناً منافقین کی کچھ علامات ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں: ان کا سلام ودعا لعنت ہے اور ان کا کھانا لوٹ مار ہے اور ان کی غنیمت خیانت ہے اور مساجد کے قریب بہت کم آتے ہیں۔ وہ نماز بہت تاخیر سے ادا کرتے ہیں اور بے حد متکبر ہیں، نہ محبت کرتے ہیں اور نہ محبت کیے جاتے ہیں، رات کو لکڑیاں ہیں اور دن کو بہت جھگڑالو اور شور وغوغا کرنے والے۔'' حدیث میں آنے والے اس لفظ [صُخُبٌ] کو یزید بن مرہ نے [سُخُبٌ]، یعنی سین کے ساتھ پڑھا ہے اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ ①

تفسیر آیات: 5 - 8

رسول اللہ ﷺ کے استغفار اور آپ کے رفقاء پر خرچ کرنے سے اعراض: اللہ تعالیٰ نے ملعون منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ ﴾ ''اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ

① مسند أحمد: 293/2، اس حدیث کی سند کو الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 303,302/13 میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

تمھارے لیے مغفرت مانگیں تو وہ (نفی میں) اپنے سر ہلا دیتے ہیں۔‘‘ یعنی ان سے جب یہ بات کہی جاتی ہے تو وہ رک جاتے اور از راہ تکبر وحقارت اس سے اعراض کرتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ ’’اور آپ انھیں دیکھتے ہیں کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں۔‘‘ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کی سزا سناتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴾ ’’آپ ان کے لیے مغفرت مانگیں یا نہ مانگیں ان کے حق میں برابر ہے، اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا، بے شک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘ جیسا کہ سورۂ براءت میں بھی ہے جہاں اس سلسلے میں بحث اور مروی احادیث بیان کی جا چکی ہیں۔[1]

کئی ایک ائمۂ سلف نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیات عبداللہ بن اُبی ابن سلول کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔ وَبِهِ الثِّقَةُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ. امام محمد بن اسحاق نے ’’سیرت‘‘ میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ احد سے مدینہ میں واپس تشریف لائے تو جیسا کہ مجھ سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا کہ عبداللہ بن اُبی ہر جمعے ایک جگہ کھڑا ہوا کرتا تھا۔ اس کے اور اس کی قوم کے شرف کے باعث اس کی بات کو رد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ اپنی قوم کا ایک معزز آدمی سمجھا جاتا تھا، لہٰذا جب نبی ﷺ جمعے کے دن خطبے کے لیے منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو عبداللہ بن اُبیّ ابن سلُول لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کھڑا ہوتا اور کہتا: لوگو! یہ رسول اللہ ﷺ تمھارے ہاں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان کے ساتھ عزت بخشی ہے، لہٰذا آپ کی عزت وتکریم بجالاؤ، آپ کی بات سنو اور اطاعت کرو اور پھر وہ بیٹھ جاتا حتی کہ احد کے دن اس نے کیا جو کیا، یعنی لشکر کے ایک تہائی حصے کو اپنے ساتھ لے کر واپس آ گیا، اور پھر جب اس نے کھڑے ہو کر اسی طرح کرنا چاہا جس طرح وہ پہلے کرتا تھا تو مسلمانوں نے اسے کپڑوں سے پکڑ کر ہر طرف سے گھسیٹا اور کہنے لگے کہ اللہ کے دشمن! بیٹھ جا، اپنے کرتوت کے بعد اب تو اس قابل نہیں ہے۔ تو وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا نکل گیا اور کہہ رہا تھا: میں نے کوئی بری بات کہی ہے؟ میں تو اس کے معاملے کو مضبوط بنانے کے لیے کھڑا ہوا تھا۔

مسجد کے دروازے پر اسے کچھ انصاری ملے اور انھوں نے کہا کہ تجھ پر افسوس! تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں تو اس کے معاملے کو مضبوط بنانے کے لیے کھڑا ہوا تھا مگر اس کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے مجھ پر چڑھائی کر کے مجھے کھینچنا شروع کر دیا۔ وہ میرے ساتھ سختی کا معاملہ کر رہے تھے گویا میں نے کوئی بری بات کی ہو، حالانکہ میں تو اس کے معاملے کو مضبوط بنانے کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ ان انصاریوں نے کہا کہ تجھ پر افسوس ہے، تو واپس جا تاکہ رسول اللہ ﷺ تیرے لیے بخشش کی دعا مانگیں۔ وہ کہنے لگا: واللہ! میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے لیے بخشش کی دعا مانگیں۔[2] قتادہ اور سدی نے بھی کہا ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن اُبی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے رشتہ داروں میں سے ایک لڑکے نے رسول اللہ ﷺ

---

[1] دیکھیے التوبة، آیت: 84 کے تحت عنوان: ’’منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت‘‘ [2] السيرة النبوية لابن إسحاق، مافعله عبدالله بن أبي بعد غزوة أحد: 350/2 و السيرة النبوية لابن هشام، شأن عبدالله بن أبيّ بعد ذلك: 111/3.

کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں آپ کو بہت سی ناگوار باتیں بتائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بلا کر اس سے پوچھا تو وہ قسمیں کھا کھا کر اس سے براءت کا اظہار کرنے لگا، چنانچہ انصار نے اس لڑکے کو ملامت اور طعن و تشنیع شروع کر دی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی جسے تم سن رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس دشمن سے کہا گیا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ (اور معافی مانگو) تو اس نے انکار میں سر ہلانا شروع کر دیا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ [1]

یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے محمد بن یحییٰ بن حبان، عبداللہ بن ابوبکر اور عاصم بن عمر بن قتادہ نے قصہ بنو مصطلق کے ضمن میں بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ وہاں مقیم تھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ملازم جہجاہ بن سعید غفاری اور سنان بن وَبَر کا پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن یحییٰ بن حبان نے بیان کیا کہ دونوں نے پانی کے بارے میں آپس میں جھگڑا کیا تو سنان نے کہا: اے گروہ انصار! اور جہجاہ نے کہا: اے گروہ مہاجرین! اس وقت زید بن ارقم اور انصار کے کچھ لوگ عبداللہ بن ابی کے پاس تھے، اس نے جب اس آواز کو سنا تو کہنے لگا کہ انھوں نے ہمارے علاقے ہی میں ہمیں شر میں مبتلا کر دیا ہے۔ واللہ! ہماری اور ان قریشیوں کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ اپنے کتے کو موٹا کرو گے تو وہ تمھیں کھا جائے گا۔ اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ لوٹے تو زیادہ عزت والا، زیادہ ذلت والے کو اس سے نکال دے گا، پھر وہ اپنے پاس اپنی قوم کے بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہنے لگا کہ تم نے کیا کیا ہے، تم نے اپنے علاقے میں انھیں جگہ دی اور اپنے اموال ان میں تقسیم کر دیے، اللہ کی قسم! اگر تم ان کے ساتھ تعاون سے رک جاؤ تو وہ تمھارے علاقے کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی یہ بات سن لی تھی اور پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر آپ کو بھی یہ بات بتا دی۔ زید بن ارقم اس وقت چھوٹے لڑکے تھے۔ آپ کے پاس اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے انھیں بھی یہ بات بتائی تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ عبّاد بن بشر کو حکم دیں کہ وہ اس کی گردن اڑا دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَكَيْفَ يَا عُمَرُ! إِذَا تَحَدَّثَ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ ! لَا، وَلٰكِنْ أَذِّنْ بِالرَّحِيلِ] ''عمر! یہ کام کیسے کیا جا سکتا ہے، تب تو لوگ یہ باتیں بنائیں گے کہ محمد ﷺ نے اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے! (عمر!) یہ تو نہیں ہو سکتا، البتہ اب لوگوں میں کوچ کرنے کے لیے اعلان کر دو۔''

عبداللہ بن ابی کو جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی یہ خبر پہنچ گئی ہے تو اس نے آپ کے پاس آ کر معذرت کرنا شروع کر دی اور اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ اس نے یہ نہیں کہا جو زید بن ارقم نے آپ کو بتایا ہے۔ عبداللہ بن ابی اپنی قوم میں صاحبِ حیثیت آدمی تھا، اس لیے لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) ہو سکتا ہے کہ اس لڑکے کو بات سمجھنے میں غلطی لگی ہو اور وہ یہ بات اچھی طرح نہ سمجھ سکا ہو جو اس شخص نے کی تھی۔

رسول اللہ ﷺ دوپہر میں اس وقت تشریف لائے جب آپ ایسے وقت میں تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ آپ سے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ملے اور انھوں نے آپ کی خدمت میں سلام نبوت عرض کیا اور پھر کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو اس وقت

[1] تفسیر الطبری: 140/28.

پہلے کبھی تشریف نہیں لائے تھے۔ آپ نے فرمایا:[أَمَا بَلَغَكَ مَا قَالَ صَاحِبُكَ ابْنُ أُبَيٍّ؟ زَعَمَ أَنَّهُ إِذَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ أَنَّهُ سَيُخْرِجُ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ] ”تمھیں نہیں معلوم کہ تمھارے ساتھی ابن اُبی نے کیا کہا ہے۔ اس کا گمان ہے کہ جب وہ مدینہ میں واپس آئے گا تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلت والے کو مدینہ سے نکال دے گا۔“ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) آپ ہی عزت و اکرام والے ہیں اور وہی ذلیل ہے۔ پھر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس شخص سے نرمی فرمائیں۔ اللہ کی قسم! جب آپ یہاں تشریف لائے تو ہم اس کی تاج پوشی کے لیے اہتمام کر رہے تھے۔ اس کا خیال ہے کہ آپ نے اس کی بادشاہت ختم کر دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے حتی کہ شام، رات، صبح اور اگلے دن کا کچھ حصہ بھی گزر گیا اور دھوپ تیز ہو گئی، پھر آپ لوگوں کے پاس آئے تاکہ انھیں اس بات سے مشغول کر دیں۔ لوگ سکون میں نہ تھے حتی کہ انھوں نے سونے کے لیے مناسب زمین پائی اور وہ سو گئے اور اسی اثنا میں سورۂ منافقون نازل ہو گئی۔[1]

حافظ ابوبکر بیہقی نے عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ہم ایک غزوے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ایک مہاجر شخص نے ایک انصاری کی پشت پر مارا تو انصاری نے آواز دی: اے انصار! اور مہاجر نے آواز دی: اے مہاجرین! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ؟ دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ] ”یہ کیسی جاہلیت کی آواز ہے! اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ بدبودار ہے۔“

عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: کیا انھوں نے ایسی باتیں کرنا شروع کر دی ہیں، اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ کی طرف واپس لوٹے تو عزت والا ذلت والے کو باہر نکال دے گا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو انصار کی تعداد مہاجرین سے زیادہ تھی لیکن پھر اس کے بعد مہاجرین کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:[دَعْهُ! لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ] ”اسے چھوڑ دے! تاکہ لوگ یہ بات نہ کریں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔“[2] اسے امام احمد، امام بخاری اور مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔[3]

عکرمہ اور ابن زید وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ لوگ جب مدینہ واپس آئے تو عبداللہ بن ابی ابن سلول کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور انھوں نے تلوار سونت لی۔ لوگوں نے ان کے پاس سے گزرنا شروع کیا اور جب ان کا باپ عبداللہ بن ابی آیا تو اس کے بیٹے نے کہا: پیچھے ہٹ جاؤ! اس نے کہا: تجھ پر افسوس! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ

---

① دلائل النبوة للبيهقي، باب ما ظهر في هذه الغزوة من نفاق عبدالله بن أبي ابن سلول :53,52/4 والسيرة النبوية لابن إسحاق، غزوة بني المصطلق :441,440/2 و السيرة النبوية لابن هشام، غزوة بني المصطلق :304,303/3. ② دلائل النبوة للبيهقي، باب ماظهر في هذه الغزوة من نفاق عبدالله بن أبي ابن سلول :54,53/4. ③ مسند أحمد :392/3 وصحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ أَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ﴾ الآية (المنفقون 6:63)، حديث :4905 وصحيح مسلم، البر والصلة......، باب نصر الأخ ظالما أومظلوما، حديث :(63)-2584.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ

اے ایمان والو! تمھارے مال اور تمھاری اولادیں تمھیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ خسارہ پانے

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑨ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ

والے ہیں⑨ اور تم اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی ایک کو موت آئے، پھر وہ کہے: اے

الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ⑩

میرے رب! تونے مجھے کچھ مدت تک اور کیوں نہ مہلت دی کہ میں صدقہ کرتا اور میں صالحین میں سے ہوتا⑩ اور اللہ کسی کو ہرگز مہلت نہ دے گا

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑪ ع

جب اس کی اجل آجائے گی، اور اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو⑪

اللہ کی قسم! جب تک رسول اللہ ﷺ اجازت عطا نہ فرمائیں تو یہاں سے گزر نہیں سکتا کیونکہ وہ عزت والے ہیں اور تو ذلیل ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ تواضع کے باعث پیچھے چلتے تھے تو عبداللہ بن ابی نے اپنے بیٹے کی آپ سے شکایت کی تو اس کے بیٹے عبداللہ نے کہا: واللہ! اے اللہ کے رسول! جب تک آپ اجازت عطا نہ فرمائیں، وہ مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے اجازت عطا فرما دی تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اجازت عطا فرما دی ہے تو اب تو داخل ہو سکتا ہے۔ ①

امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی نے اپنی مسند میں ابو ہارون مدنی سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول نے اپنے باپ سے کہا کہ اللہ کی قسم! تو اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک تو یہ نہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ انھوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ میرے باپ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں نے اس کی ہیبت کی وجہ سے کبھی غور سے اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا لیکن اگر آپ پسند فرمائیں تو میں اس کا سر آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں، البتہ میں اپنے باپ کا قاتل کہلانا پسند نہیں کرتا۔ ②

تفسیر آیات:9-11

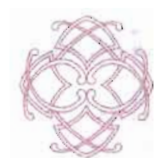
موت سے پہلے پہلے صدقہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کثرت سے اپنے ذکر کا حکم دیا ہے اور اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مال و اولاد ہی میں مشغول ہو کر نہ رہ جائیں۔ اور فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا کی زندگی اور زیب و زینت ہی کو مطمح نظر بنا کر اپنے رب کی اطاعت اور اس کے ذکر سے غافل ہو جائے تو وہ ان خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گا جو قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو خسارے میں مبتلا کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتے

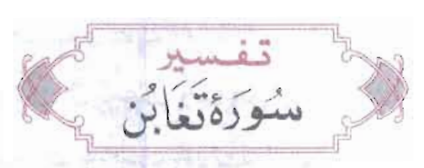
① تفسیر البغوی: 101/5 عن زید بن أرقم ﷺ. ② مسند الحمیدی، أحادیث جابر بن عبداللّٰه الأنصاري ﷺ: 520/2، حدیث: 1240.

ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ⑩ ﴾ ''اور تم اس میں سے خرچ کرو جو مال ہم نے تم کو دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے، پھر وہ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا۔'' ہر کوتاہی کرنے والا موت کے وقت ندامت کا اظہار کرتا ہے اور مہلت طلب کرتا ہے، خواہ تھوڑے سے وقت کے لیے مل جائے تاکہ معذرت کرے اور اس سے جو کوتاہی ہوئی ہے اس کی تلافی کر سکے مگر اس وقت مہلت کہاں! جو ہو چکا سو ہو چکا اور جو ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اور ہر شخص سے اس کی کوتاہی کا حساب لیا جائے گا۔ کفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ ﴾ (إبراهيم 14:44) ''اور (اے نبی!) لوگوں کو اس دن سے آگاہ کریں جب ان پر عذاب آجائے گا تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مہلت عطا کر تاکہ ہم تیری دعوت (توحید) قبول کریں اور (تیرے) پیغمبروں کے پیچھے چلیں (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمھارے لیے کوئی زوال نہیں؟'' اور فرمایا: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 23:99,100) ''(یہ لوگ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے گی تو کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے پھر (دنیا میں) واپس بھیج دے تاکہ میں اس (دنیا) میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کروں، ہرگز نہیں! یقیناً یہ (ایک ایسی) بات ہے کہ وہ اسے (زبان سے) کہہ رہا ہوگا (اور اس کے ساتھ عمل نہیں ہوگا) اور ان کے آگے پردہ ہے اس دن تک جب وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔''

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑪ ﴾ ''اور اللہ کسی کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کی موت آجائے گی اور اللہ اس سے خبردار ہے جو تم عمل کرتے ہو۔'' یعنی موت آجانے کے بعد اللہ تعالیٰ کسی کو مہلت نہیں دیتا اور وہ خوب جانتا اور خوب خبر رکھتا ہے کہ اپنے قول اور سوال میں کون سچا ہے اور کون ہے کہ جسے اگر لوٹایا جائے تو وہ پہلے سے بھی برا ثابت ہوگا، اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑪ ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔''

سورۂ منافقون کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.





یہ سورت مدنی اور ایک قول کے مطابق مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو چیز آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔ اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے (ہر قسم کی) حمد ہے، اور وہ ہر چیز پر خوب

قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ②

قادر ہے① وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر اور کوئی مومن ہے، اور تم جو عمل کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہے②

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تمھیں صورت دی تو تمھاری صورتیں بہت اچھی بنائیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے③ وہ جانتا ہے، جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④

آسمانوں اور زمین میں ہے، اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو، اور اللہ سینوں کے راز خوب جانتا ہے④

تفسیر آیات:1-4

تسبیح اللہ ہی کی ہے: یہ مُسَبِّحَات میں سے آخری سورت ہے۔ مخلوقات کی اپنے خالق و مالک کی تسبیح کے بارے میں گفتگو قبل ازیں ہو چکی ہے،[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ﴾ ”اسی کی (سچی) بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف (لامتناہی) ہے۔“ یعنی ساری کائنات میں اس کا تصرف کار فرما ہے اور اپنے تمام خلق و قدرت میں وہ بے حد قابل ستائش ہے۔ ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ①﴾ ”اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ یعنی جو ارادہ فرماتا ہے، وہ کسی رکاوٹ کے بغیر فوراً ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ﴾ ”وہی تو ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر کچھ تم میں سے کافر ہیں اور کچھ مومن ہیں۔“ یعنی اس نے تمھیں اس صفت میں پیدا فرمایا ہے اور اس کا تم سے ارادہ کیا ہے، لہٰذا مومن اور کافر کا وجود ضروری ہے۔ اور وہ دیکھتا ہے کہ تم میں سے مستحق ہدایت کون اور مستحق ضلالت کون ہے اور وہ اپنے بندوں کے اعمال پر گواہ ہے اور وہ عنقریب انھیں پوری پوری جزا دے گا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ②﴾

① دیکھیے الحدید، آیت: 1 کے ذیل میں عنوان: ”تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے“ اور یونس، آیت: 10 کے ذیل میں عنوان: ”ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ ہی حمد و ثنا کا مستحق ہے“

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

کیا تمھارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جنھوں نے اس سے پہلے کفر کیا؟ پھر انھوں نے اپنے معاملے (عملوں) کا وبال چکھا، اوران کے لیے نہایت

اَلِيْمٌ ⑤ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۫

دردناک عذاب ہے ⑤ یہ اس لیے کہ بے شک ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لاتے تھے تو انھوں نے کہا: کیا بشر ہمیں راہ دکھائیں گے؟

فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑥

پھر انھوں نے کفر کیا اور (حق سے) منہ موڑا اور اللہ نے (ان سے) بے پروائی کی، اور اللہ بے پروا، بہت قابل تعریف ہے ⑥

''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھتا ہے۔''

اللہ کے خلق اور علم کا ذکر: پھر فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ﴾ ''اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا۔'' یعنی عدل وحکمت کے ساتھ پیدا فرمایا۔ ﴿ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ﴾ ''اور اسی نے تمھاری صورتیں بنائیں، پھر صورتیں بھی بہت اچھی بنائیں۔'' یعنی اس نے تمھاری شکلیں حسین وجمیل بنائیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۭ ﴾ (الانفطار 82:6-8) ''اے انسان! تجھے تیرے صاحب کرم پروردگار کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟ (وہی تو ہے) جس نے تجھے پیدا کیا اور تجھے ٹھیک ٹھاک کیا اور تجھے معتدل بنایا، اس نے جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ...... ﴾ الآية (المؤمن 64:40) ''اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمھارے لیے ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمھاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی اچھی بنائیں اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا......'' ﴿ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ ﴾ ''اور اسی کی طرف (تمھیں) لوٹ جانا ہے۔'' یعنی اسی کی طرف لوٹنا اور ٹھکانا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تمام کائنات سماوی وارضی ونفسانی کو جانتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④ ﴾ ''وہ سب جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو وہ اس سے بھی آگاہ ہے اور اللہ سینوں کے بھیدوں سے خوب واقف ہے۔''

تفسیر آیات: 6,5

سابقہ کفار کی ہلاکت کے ساتھ ڈراوا: اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں اور ان کی طرف سے پیغمبروں کی مخالفت اور حق کی تکذیب کی وجہ سے آنے والے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ﴾ ''کیا تم کو ان لوگوں کے حال کی خبر نہیں پہنچی، جو پہلے کافر ہوئے تھے؟'' یعنی ان کی خبر اور ان کے حالات تمھیں معلوم نہیں ہوئے، ﴿ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ﴾ ''پس انھوں نے اپنے کاموں کی سزا (کے مزے) کو چکھ لیا۔'' یعنی انھوں نے تکذیب اور اپنے برے اعمال کا انجام دیکھ لیا اور وہ یہ کہ دنیا میں انھیں عبرت ناک سزا اور ذلت ورسوائی میں مبتلا ہونا پڑا۔ ﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑤ ﴾ ''اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' یعنی اس دنیوی سزا کے علاوہ آخرت کا عذاب بھی ہے، پھر اس کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ

کافروں نے دعویٰ کیا کہ وہ (قبروں سے) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ (اے نبی!) کہہ دیجیے: کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تمھیں ضرور اٹھایا

وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑦ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ

جائے گا، پھر تمھیں ضرور جتائے جائیں گے جو تم نے عمل کیے، اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے⑦ چنانچہ تم اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر ایمان

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑧ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ

لاؤ جو ہم نے نازل کیا، اور اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو⑧ جس دن وہ تمھیں جمع ہونے کے دن اکٹھا کرے گا، وہی ہار جیت کا

وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

دن ہے۔ اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو اللہ اس سے اس کی برائیاں مٹا دے گا اور اسے ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ

نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ابد تک۔ یہی عظیم کامیابی ہے⑨ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات جھٹلائیں وہی دوزخ

اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑩ ع

والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور وہ برا ٹھکانا ہے⑩

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''یہ اس لیے کہ بے شک ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آتے تھے۔'' یعنی دلائل و براہین ﴿ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ﴾ ''تو یہ کہتے کہ کیا آدمی ہمارے ہادی بنتے ہیں۔'' انھوں نے اس بات کو بعید سمجھا کہ انسان نبوت و رسالت سے سرفراز ہو اور ان کی ہدایت کا سامان انھی جیسے انسانوں کے ہاتھوں سے ہو ﴿ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا ﴾ ''تو انھوں نے (ان کو) نہ مانا اور پھر گئے۔'' یعنی انھوں نے حق کی تکذیب کی اور عمل سے منہ موڑ لیا ﴿ وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑥ ﴾ ''اور اللہ نے پروا نہ کی اور اللہ مستغنی، سزاوار حمد (وثنا) ہے۔''

تفسیر آیات: 7-10

موت کے بعد زندگی حق ہے: اللہ تعالیٰ نے کفار، مشرکین اور ملحدین کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ انھیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔ ﴿ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ ﴾ ''کہہ دیں: کیوں نہیں، میرے پروردگار کی قسم! البتہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر جو بھی کام تم کرتے رہے ہو وہ تمھیں ضرور بالضرور بتائے جائیں گے۔'' تمھیں تمھارے چھوٹے بڑے اور حقیر و عظیم تمام اعمال کے بارے میں بتا دیا جائے گا۔ ﴿ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑦ ﴾ ''اور یہ (بات) اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔'' یعنی تمھیں دوبارہ زندہ اٹھانا اور تمھارے اعمال کا تمھیں بدلہ دینا۔ یہ تیسری آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ آخرت کے وقوع و وجود پر اپنے رب تعالیٰ کی قسم کھائیں۔ ان میں سے یہ پہلی آیت سورۂ یونس میں ہے: ﴿ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ړ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڼ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴾ ''اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ حق ہے؟ کہہ دیں: ہاں، میرے رب کی قسم! بلاشبہ وہ سچ ہے۔ (یونس 10:53)

اور تم (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔'' دوسری سورۂ سبا کی یہ آیت ہے: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ...... ﴾ الآية (سبا 3:34) ''اور کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی، کہہ دیں: کیوں نہیں! میرے پروردگار کی قسم! وہ تم پر ضرور ہی آئے گی......'' اور تیسری یہ آیت ہے: ﴿ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ ﴾ ''کافروں نے دعویٰ کیا کہ وہ (دوبارہ) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ کہہ دیں: کیوں نہیں! میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر جو جو کام تم کرتے رہے ہو وہ تمھیں ضرور ہی بتائے جائیں گے اور یہ (بات) اللہ کے لیے نہایت آسان ہے۔'' پھر فرمایا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے: ﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ﴾ ''چنانچہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور (قرآن) پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل فرمایا ہے اور اللہ تمھارے سب اعمال سے خبردار ہے۔'' یعنی تمھارے اعمال میں سے کوئی عمل بھی اس سے مخفی نہیں۔

نقصان اٹھانے کے دن کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ﴾ ''جس دن وہ تم کو اکٹھا ہونے (قیامت) کے دن اکٹھا کرے گا۔'' قیامت کے دن کو اکٹھا ہونے کے دن سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ اس میں سب اگلے پچھلے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا جائے گا اور پکارنے والا انھیں اپنی آواز سنا سکے گا اور نظر انھیں دیکھ سکے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝ ﴾ (ھود 103:11) ''یہ وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب (اللہ کے روبرو) حاضر کیے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ﴾ (الواقعة 50,49:56) ''کہہ دیں کہ بے شک پہلے اور پچھلے یقیناً ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر سب جمع کیے جائیں گے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ ﴾ ''یہی نقصان اٹھانے کا دن ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور یہ نام اس لیے ہے کہ اہل جنت، اہل دوزخ کو نقصان پہنچائیں گے۔[1] امام قتادہ و مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔[2] مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کوئی نقصان نہیں ہوگا کہ اہل جنت تو جنت میں داخل ہو جائیں اور دیگر بدنصیب لوگوں کو جہنم رسید کر دیا جائے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ اس کی تفسیر درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے: ﴿ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ ''اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو وہ (اللہ) اس سے اس کی برائیاں دور کرے گا اور داخل کرے گا اسے باغہائے بہشت میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں،

① تفسير الطبري: 156/28 مختصرًا. ② تفسير الطبري: 156/28.

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ

جو مصیبت بھی آتی ہے وہ اللہ ہی کے حکم سے آتی ہے، اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے تو وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ

جاننے والا ہے⑪ اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم (حق سے) منہ موڑو، تو ہمارے رسول کا کام بس کھول کر پہنچا دینا

الْمُبِيْنُ ⑫ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬

ہے⑫ اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اور پس لازم ہے کہ مومن اللہ ہی پر توکل کریں⑬

وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے ابد تک، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہی اہل دوزخ ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔'' اس طرح کی آیات کی تفسیر قبل ازیں کئی دفعہ بیان کی جا چکی ہے۔[1]

تفسیر آیات:11-13

انسان کو جو پیش آتا ہے، وہ اللہ کے حکم سے ہے: اللہ تعالیٰ نے اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے جیسا کہ سورۂ حدید میں یہ فرمایا تھا: ﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ (الحدید 57:22) ''زمین میں اور تمھاری جانوں پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ تو کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں یقیناً یہ (کام) اللہ کو بہت آسان ہے۔'' اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر اللہ کے حکم سے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یعنی اللہ کے امر اور اس کی قدرت و مشیّت کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔ ﴿ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ ﴾ ''اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے تو وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔'' یعنی جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے، وہ جان لے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے ساتھ ہے، پھر وہ صبر کرے، اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے آگے سر تسلیم جھکا دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت سے سرفراز فرمائے گا۔ اور دنیا کے جس مال سے محروم ہوا، اس کے بدلے میں اس کے دل کو ہدایت اور یقین صادق سے لبریز کر دے گا۔ جس مال سے اسے محروم کر دیا گیا بسا اوقات وہ مال یا اس سے بھی بہتر اسے عطا کر دیا جاتا ہے۔ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو یقین کے لیے ہدایت عطا فرما دیتا ہے اور اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسے جو پہنچا ہے، وہ اس سے خطا ہو ہی نہیں سکتا تھا اور جو خطا ہو گیا ہے، وہ اسے مل ہی نہیں سکتا تھا۔[2]

متفق علیہ حدیث میں ہے کہ [(عَجَبًا لِّلْمُؤْمِنِ لَا يَقْضِي اللّٰهُ لَهُ شَيْئًا إِلَّا كَانَ خَيْرًا لَّهُ)، وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ] ''مومن پر

① دیکھیے التوبۃ، آیت: 72 کے ذیل میں عنوان: ''مومنوں کو دائمی نعمتوں کی بشارت'' اور النحل، آیت: 29,28 کے ذیل میں عنوان: ''بوقت وفات اور بعد از وفات کافروں کے حالات'' ② تفسیر الطبری: 157/28.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا

اے ایمان والو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھاری اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، لہٰذا تم ان سے محتاط رہو۔ اور اگر تم معاف کر دو

وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ

اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ خوب بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ⑭ بلاشبہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد فتنہ (آزمائش)

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑮ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا

ہیں، اور اللہ ہی کے پاس اجرِ عظیم ہے ⑮ چنانچہ جہاں تک تمھاری استطاعت ہو تم اللہ سے ڈرو اور سنو، اور اطاعت کرو، اور خرچ کرو، یہ

خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑯ اِنْ تُقْرِضُوا

تمھاری ذات کے لیے بہتر ہے، اور جسے اپنے نفس کے لالچ سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ⑯ اگر تم اللہ کو قرض دو، قرضِ

اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ⑰ عٰلِمُ الْغَيْبِ

حسنہ، تو وہ اسے تمھارے لیے بڑھا دے گا اور تمھیں بخش دے گا۔ اور اللہ بڑا قدر دان، بہت حلم والا ہے ⑰ وہ غیب اور ظاہر کا علم رکھنے

وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑱

والا، زبردست، خوب حکمت والا ہے ⑱

تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جس چیز کا بھی فیصلہ فرمائے وہ اس کے حق میں بہتر ہے، اور مومن کے سوا کسی کو یہ بات حاصل نہیں ہے، اگر اسے کوئی خوشی و مسرت لاحق ہو تو وہ شکر کرتا ہے اور شکر کرنا اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور صبر کرنا اس کے حق میں بہتر ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ ''اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کے) رسول کی اطاعت کرو۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کے بارے میں اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اسی طرح جو حکم دیا اس کے بجالانے کا اور جس سے منع فرمایا اور ڈانٹ پلائی اسے ترک کر دینے کا بھی حکم دیا ہے، پھر فرمایا: ﴿ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫ ﴾ ''پھر اگر تم پھر گئے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔'' یعنی اگر تم نے عمل نہ کیا تو رسول اللہ ﷺ کے ذمے تو صرف احکام الٰہی کا پہنچا دینا ہے اور تمھارا کام سمع و طاعت ہے جو تم پر فرض کی گئی ہے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہے، رسول اللہ ﷺ کا کام اسے پہنچا دینا ہے اور ہمارا فرض اسے تسلیم کر لینا ہے۔[2]

توحید: پھر اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی ذات پاک یکتا و بے نیاز ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ

---

[1] صحیح مسلم، الزهد......، باب المؤمن أمره كله خير، حديث: 2999 عن صهيب ﷺ جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 24/5 عن أنس ﷺ میں ہیں۔ [2] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: [يا أيها الرسول بلغ ما أنزل إليك من ربك وإن لم تفعل فما بلغت رسالاته]، قبل الحديث: 7530.

﴿ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬ ﴾ ''اللہ (جو معبود برحق ہے) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، لہٰذا مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں۔'' آیت کے پہلے حصے میں توحید کے بارے میں خبر دی گئی اور اس کے معنی طلب کے ہیں، یعنی الوہیت میں بھی اسے واحد مانو، توحید کو اسی کی ذات گرامی کے لیے خالص کردو اور پھر اس کی ذات پاک پر بھروسا رکھو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ ﴾ (المزمّل 73:9) ''وہی مشرق اور مغرب کا مالک ہے (اور) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا اسی کو اپنا کارساز بنالیں۔''

تفسیر آیات :14-18

بیوی بچوں کے فتنے سے بچنے کی تلقین: اللہ تعالیٰ نے بیویوں اور اولاد کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان میں سے کچھ اپنے خاوند اور باپ کی دشمن بھی ہیں، اس معنی میں کہ ان کی وجہ سے وہ عمل صالح سے غافل ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ﴾ (المنفقون 63:9) ''مومنو! تمھارے مال اور اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔'' اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ فَاحْذَرُوْهُمْ ﴾ ''لہٰذا تم ان سے بچو۔'' ابن زید کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے دین کے بارے میں ان سے بچتے رہو۔[1] امام مجاہد اس آیت: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ ﴾ ''اے ایمان والو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھاری اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، پس تم ان سے محتاط رہو۔'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بیوی بچے انسان کو بسا اوقات قطع رحمی یا اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی پر آمادہ کردیتے ہیں اور محبت کے باوجود انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرسکتا۔[2]

امام ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکہ میں مسلمان ہوگئے تھے، انھوں نے مدینہ جا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا مگر ان کے بیوی بچوں نے اصرار کیا کہ وہ انھیں چھوڑ کر نہ جائیں، بہرحال جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ لوگوں نے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرلی ہے تو انھوں نے بیوی بچوں کی وجہ سے پیچھے رہ جانے پر انھیں سزا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ ﴾ ''اور اگر تم معاف کردو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بلاشبہ اللہ بھی بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''[3] امام ترمذی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑮ ﴾ ''بلاشبہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد آزمائش ہیں اور اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی

[1] تفسير الطبرى :160/28. [2] تفسير الطبرى :159/28. [3] تفسير ابن أبى حاتم :3358/10. [4] جامع الترمذى، تفسير القرآن، باب ومن سورة التغابن، حديث :3317.

طرف سے اس کی مخلوق کے لیے آزمائش اور ابتلا ہیں تاکہ وہ جان لے کہ اس کی اطاعت کون بجالاتا ہے اور نافرمانی کون کرتا ہے! ﴿ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ ﴾ ''اور اللہ کے ہاں۔'' یعنی روز قیامت ﴿ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ ''بہت بڑا اجر ہے۔'' جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○ ﴾ (ال عمرٰن 3:14) ''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں (مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔''

امام احمد نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما آگئے، انھوں نے دو سرخ رنگ کی قمیصیں پہنی ہوئی تھیں۔ چلتے تو لڑکھڑانے لگتے۔ رسول اللہ ﷺ نے منبر سے اتر کر انھیں اٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھا لیا، پھر فرمایا: [صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ: ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ ﴾ نَظَرْتُ إِلٰى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا] ''سچ فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے: ''بلاشبہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد آزمائش ہیں۔'' میں نے جب ان دو بچوں کی طرف دیکھا کہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا حتی کہ میں نے اپنی گفتگو کو منقطع کر کے ان کو اٹھالیا۔''[1] اسے اہل سنن نے بھی روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔[2]

بقدر استطاعت تقویٰ اختیار کرنے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ ''چنانچہ جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرو۔'' یعنی اپنی قوت و طاقت کے مطابق جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ] ''جب میں تمھیں کسی بات سے منع کروں تو اس سے اجتناب کرو اور جب میں تمھیں کسی بات کا حکم دوں تو اسے مقدور بھر بجالاؤ۔''[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا ﴾ ''اور (اس کے احکام کو) سنو اور اطاعت کرو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمھیں جو حکم دیں تو اس کے اطاعت گزار بن جاؤ اور دائیں بائیں نہ دیکھو، نہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ جس کا تمھیں حکم دیا گیا ہو، اس سے پس و پیش نہ کرو اور جس سے تمھیں منع کر دیا گیا ہو، اس کا ارتکاب نہ کرو۔

صدقے کی ترغیب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ ﴾ ''اور خرچ کرو یہ تمھارے نفسوں کے لیے بہت بہتر ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو رزق عطا فرمایا ہے، اس میں سے اپنے قرابت داروں، فقیروں، مسکینوں اور

---

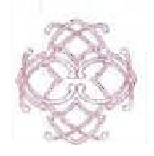
[1] مسند أحمد: 354/5. [2] سنن أبي داود، الصلاة، باب الإمام يقطع الخطبة للأمر يحدث، حديث: 1109 و جامع الترمذي، المناقب، باب حلمه ووضعه ﷺ......، حديث: 3774 و سنن النسائي، الجمعة، باب نزول الإمام عن المنبر......، حديث: 1414 و سنن ابن ماجه، اللباس، باب لبس الأحمر للرجال، حديث: 3600. [3] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حديث: 7288 و صحيح مسلم، الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، حديث: 1337.

ضرورت مندوں پر بھی خرچ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر احسان کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمھیں اپنے احسانات سے نوازا ہے۔ یہ بات تمھارے لیے دنیا و آخرت میں موجب خیر و برکت ہوگی اور اگر ایسا نہ کرو گے تو یہ بات تمھارے لیے دنیا و آخرت میں بری ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۶ ﴾ ''اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' اس آیت کریمہ کی تفسیر قبل ازیں سورۂ حشر میں بیان کی جا چکی ہے۔ اور اس مفہوم کی احادیث مبارکہ بھی ذکر کی جا چکی ہیں،[1] لہٰذا ان کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ ﴾ ''اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو وہ تم کو اس کا دو چند دے گا اور تمھیں بخش دے گا۔'' یعنی تم جو بھی خرچ کرو گے تو وہ تمھیں اس کے بدلے میں ضرور دے گا، تم جو چیز بھی صدقہ کرو گے، وہ تمھیں اس کا ضرور اجر دے گا۔ اللہ کے رستے میں خرچ کرنے کو اسے قرض دینے کے مترادف قرار دیا گیا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: [مَنْ يُّقْرِضُ غَيْرَ عَدِيمٍ وَّلَا ظَلُومٍ] ''کون ہے جو اس عظیم ہستی کو قرض دے جو نہ تو قلاش ہے اور نہ ذرہ بھر ظلم کرنے والا ہی ہے۔''[2] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تمھیں اس کے بدلے میں دو چند عطا فرمائے گا جیسا کہ قبل ازیں سورۂ بقرہ میں یہ گزر چکا ہے: ﴿ فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ ﴾ (البقرۃ 245:2) ''وہ اس کو اس کے بدلے میں کئی حصے زیادہ دے گا۔'' ﴿ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ ﴾ ''اور وہ تمھیں بخش دے گا۔'' اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ ﴾ ''اور اللہ بڑا قدر شناس ہے۔'' تھوڑے عمل کی بھی بہت زیادہ جزا عطا فرماتا ہے۔ ﴿ حَلِيْمٌ ۝۱۷ ﴾ ''خوب حوصلے والا ہے۔'' وہ گناہوں، لغزشوں، خطاؤں اور برائیوں سے درگزر فرماتا، انھیں معاف فرماتا، ان کی پردہ پوشی فرماتا اور ان سے تجاوز فرماتا ہے۔ ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۸ ﴾ ''پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا نہایت غالب، بڑی حکمت والا۔'' اس آیت کریمہ کی تفسیر کئی بار بیان ہو چکی ہے۔[3]

سورۂ تغابن کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



[1] دیکھیے الحشر، آیت: 9 کے ذیل میں عنوان: ''انصار کا ایثار'' [2] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین......، باب الترغیب فی الدعاء والذکر......، حدیث: (171)-758 عن أبی ھریرۃ ﷛. [3] دیکھیے الحشر، آیت: 22 کے ذیل میں عنوان: ''اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ساتھ اس کی بزرگی'' اور الرعد، آیت: 9 کے ذیل میں عنوان: ''عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے''



یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو انھیں ان کی عدت کے (آغاز) وقت میں طلاق دو، اور عدت گنتے رہو۔

رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ

اور اللہ سے جو تمھارا رب ہے، ڈرو۔ تم انھیں ان کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ خود نکلیں، مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی بے حیائی

مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ

کریں، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو یقیناً اس نے خود پر ظلم کیا۔ (اے مخاطب!)

لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①

تو نہیں جانتا شاید اللہ اس (طلاق) کے بعد کوئی نئی راہ نکال دے ①

تفسیر آیت :1

عورت کو عدت کے آغاز میں طلاق دی جائے، وہ عدت کا شمار کرے اور دورانِ عدت اپنے گھر سے نہ نکلے: اس آیت کریمہ میں پہلے تشریف وتکریم کے طور پر نبی ﷺ کو مخاطب کیا گیا اور پھر تبعًا امت کو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾ ''اے پیغمبر! (مسلمانوں سے کہہ دیں کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت (کے شروع) میں طلاق دو۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی جبکہ وہ حالتِ حیض میں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے اور پھر فرمایا: [لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ فَتَطْهُرَ فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُّطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَّمَسَّهَا، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ] ''اسے چاہیے کہ وہ اس (بیوی) سے رجوع کر لے، پھر اسے روکے رکھے حتی کہ وہ پاک ہو جائے، پھر حیض شروع ہو جائے، پھر پاک ہو جائے اور اگر وہ اسے طلاق دینا چاہے تو اسے حالت طہر میں مباشرت سے پہلے طلاق دے۔ یہی وہ عدت ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔''①

① صحیح البخاری، التفسیر، باب :1، حدیث :4908.

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس مقام پر اور اپنی کتاب کے دیگر کئی مقامات پر بھی اسی طرح روایت کیا ہے،[1] نیز اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے:[فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ] ''یہ ہے وہ عدت جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کے مطابق عورتوں کو طلاق دی جائے۔''[2] سب سے واضح الفاظ جو ہم یہاں ذکر کریں گے، وہ ہیں جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں بطریق ابن جریج روایت کیے ہیں کہ مجھے ابوزبیر نے خبر دی، انھوں نے عَزَّہ کے آزاد کردہ غلام عبدالرحمٰن بن ایمن سے سنا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال پوچھا جا رہا تھا جبکہ وہاں ابوزبیر بھی سن رہے تھے کہ اس شخص کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے جو اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دیتا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حالت حیض میں طلاق دے دی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[لِيُرَاجِعْهَا. فَرَدَّهَا. وَقَالَ: إِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْ أَوْ لِيُمْسِكْ] ''اسے رجوع کر لینا چاہیے۔ پس انھوں نے رجوع کر لیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ وہ جب پاک ہو تو اسے چاہیے کہ طلاق دے یا (اسے) اپنے پاس رکھے۔'' ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھا: [يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ! إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ] ''اے پیغمبر! (مسلمانوں سے کہہ دیں کہ) جب تم طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو۔''[3] عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ ''تو ان کی عدت (کے شروع) میں طلاق دو'' کے بارے میں روایت ہے کہ انھیں ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں مباشرت نہ کی گئی ہو۔[4] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عطاء، مجاہد، حسن، ابن سیرین، قتادہ، میمون بن مہران اور مقاتل بن حیان رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔[5] عکرمہ اور ضحاک کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔[6] علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق نہ دے اور نہ ایسی حالت طہر میں جس میں اس نے اس سے جماع کیا ہو، اسے وہ چھوڑ دے حتی کہ جب اسے حیض آئے اور پھر وہ پاک ہو جائے تو اسے ایک طلاق دے دے۔[7]

عکرمہ نے ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ عدت سے مراد ''طہر'' اور ''قُرء'' سے مراد حیض ہے۔ وہ اسے حالت حمل میں طلاق دے سکتا ہے جبکہ حمل واضح ہو، البتہ اس صورت میں طلاق نہ دے جب اس سے جماع کیا ہو اور معلوم نہ ہو کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں۔ اسی سے فقہاء نے طلاق کے احکام اخذ کیے ہیں اور طلاق کی دو قسمیں: طلاقِ سنت اور طلاقِ بدعت

---

[1] صحيح البخاري، الطلاق، باب وقول الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ﴾ (الطلاق 1:65)، حديث: 5251 و5332 والأحكام، باب هل يقضي القاضي أو يفتي......؟ حديث: 7160. [2] صحيح البخاري، الطلاق، باب وقول الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ﴾ (الطلاق 1:65)، حديث: 5251 وصحيح مسلم، الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض......، حديث: 1471. [3] صحيح مسلم، الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض......، حديث: (14)-1471. اس حدیث میں بیان کردہ قراءت شاذ ہے۔ دیکھیے شرح النووي: 101/10، تحت الحديث: (14)-1471. [4] تفسير الطبري: 165/28. [5] تفسير الطبري: 167,166/28. [6] تفسير الطبري: 167,166/28. [7] تفسير الطبري: 168/28.

قرار دی ہیں۔ طلاق سنت یہ ہے کہ اسے حالت طہر میں طلاق دے اور اس نے اس سے جماع نہ کیا ہو یا حالت حمل میں طلاق دے جبکہ حمل واضح ہو۔ اور طلاق بدعت یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق دے یا ایسی حالتِ طہر میں جس میں جماع کیا ہو اور معلوم نہ ہو کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں۔ طلاق کی ایک تیسری قسم بھی ہے جو نہ طلاقِ سنت ہے اور نہ طلاقِ بدعت۔ اور وہ یہ ہے کہ چھوٹی عمر کی لڑکی کو یا حیض سے مایوس عورت کو یا اس عورت کو طلاق دی جائے جس سے جماع نہ کیا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَحۡصُوا الۡعِدَّةَ ﴾ ''اور تم عدت کو شمار کرو'' یعنی اس کی حفاظت کرو اور اس کی ابتدا اور انتہا کو پہچان لو تا کہ عورت کے لیے عدت زیادہ طویل نہ ہو جائے اور پھر وہ نکاح نہ کر سکے۔ ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمۡ ﴾ ''اور تم اللہ سے ڈرو جو تمھارا پروردگار ہے۔'' یعنی اس معاملے میں۔

عدت رجعت میں نفقہ و سکنیٰ شوہر کے ذمے ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡۢ بُيُوۡتِهِنَّ وَلَا يَخۡرُجۡنَ ﴾ ''نہ تو تم ان کو (ایام عدت میں) ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ (خود) نکلیں۔'' یعنی مدت عدت میں اور جب تک وہ حالت عدت میں ہو، اس کا حق ہے کہ شوہر اسے رہائش فراہم کرے۔ مرد کے لیے جائز نہیں کہ اسے گھر سے نکالے اور نہ اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ گھر سے نکلے کیونکہ وہ اپنے شوہر کے حق کے لیے بھی اس کے گھر میں عدت گزار رہی ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ ﴾ ''مگر یہ کہ وہ کوئی صریح بے حیائی کریں (تو نکال دینا چاہیے۔)'' یعنی وہ اپنے گھروں سے نہ نکلیں الا یہ کہ عورت صریح بے حیائی کا ارتکاب کرے تو اسے گھر سے نکال دینا چاہیے۔ صریح بے حیائی کے الفاظ زنا پر بھی مشتمل ہیں جیسا کہ ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہم، سعید بن مسیّب، شعبی، حسن، ابن سیرین، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابو قِلابہ، ابو صالح، ضحاک، زید بن اسلم، عطاء خراسانی، سدی، سعید بن ابو ہلال اور دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔[1] اور یہ اس بات پر بھی مشتمل ہے کہ عورت زیادتی کرے یا مرد کے گھر والوں سے بدکلامی کرے اور انھیں قول و فعل سے ایذا پہنچائے جیسا کہ ابی بن کعب، ابن عباس رضی اللہ عنہم، عکرمہ اور دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔[2] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔'' یعنی اس کے شرائع اور اس کی طرف سے حرام کردہ امور ہیں۔ ﴿ وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ ﴾ ''اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا۔'' یعنی ان سے باہر ہو جائے گا، ان سے تجاوز کرے گا اور ان کے مطابق عمل نہیں کرے گا ﴿ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ ؕ ﴾ ''تو یقیناً وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔''

شوہر کے گھر میں عدت گزارنے میں مصلحت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا تَدۡرِيۡ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِكَ اَمۡرًا ① ﴾ ''(اے طلاق دینے والے!) تو نہیں جانتا شاید اللہ اس (طلاق) کے بعد کوئی (رجعت کی) سبیل پیدا کر دے۔'' یعنی ہم نے مطلقہ کو عدت کی مدت شوہر کے گھر میں گزارنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ شاید وہ طلاق دینے میں ندامت محسوس کرے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ رجوع کرنے کا خیال پیدا فرما دے۔ اور اس کے گھر میں ہونے کی صورت میں یہ معاملہ زیادہ سہل

---

① تفسیر الطبری: 170/28 و تفسیر القرطبی: 156/18. ② تفسیر القرطبی: 156/18 و تفسیر الطبری: 171/28.

اور آسان ہوگا۔ امام زہری نے عبید اللہ بن عبداللہ سے اور انھوں نے فاطمہ بنت قیس سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد رجعت ہے۔[1] امام شعبی، عطاء، قتادہ، ضحاک، مقاتل بن حیان اور ثوری کا بھی یہی قول ہے۔[2]

طلاق بائنہ والی کے لیے نفقہ و سکنیٰ نہیں: اسی سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جیسے کچھ ائمۂ سلف اور ان کے پیروکاروں نے یہ بات اخذ کی ہے کہ طلاق بائنہ والی عورت کے لیے اور اسی طرح جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کے لیے رہائش واجب نہیں ہے۔ انھوں نے اپنے اس موقف کے لیے فاطمہ بنت قیس فہریہ کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ جب اس کے شوہر ابو عمرو بن حفص نے اسے آخری تیسری طلاق بھی دے دی اور وہ اس وقت گھر سے غائب یمن میں تھا وہاں سے اس نے طلاق بھیجی اور اس نے اپنے وکیل کے ہاتھ نفقہ کے لیے جَو بھی بھیجا مگر فاطمہ ناراض ہوگئی۔ اس نے کہا: واللہ! ہمارے ذمے تیرا نفقہ نہیں ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا: [لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ] ''اس کے ذمے تیرا نفقہ نہیں ہے۔''[3] مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے: [وَلَا سُكْنٰى] ''اور نہ (اس کے ذمے تیری) رہائش ہے۔''[4] آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر میں عدت گزارے، پھر فرمایا: [تِلْكَ امْرَأَةٌ يَّغْشَاهَا أَصْحَابِي، اِعْتَدِّي عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمٰى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ......] ''اس عورت کے پاس میرے صحابہ کثرت سے آتے جاتے ہیں، اس لیے تو ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزار، وہ نابینا شخص ہیں، لہٰذا تو ان کے گھر میں اپنے (اضافی) کپڑے اتار سکتی ہے......''[5] مکمل حدیث ملاحظہ کیجیے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند کے ساتھ اس حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اُنْظُرِي يَابِنْتَ آلِ قَيْسٍ! إِنَّمَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى لِلْمَرْأَةِ عَلٰى زَوْجِهَا مَا كَانَتْ لَهُ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ، فَإِذَا لَمْ يَكُنْ لَّهُ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ، فَلَا نَفَقَةَ وَلَا سُكْنٰى، اُخْرُجِي فَانْزِلِي عَلٰى فُلَانَةَ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّهُ يُتَحَدَّثُ إِلَيْهَا، انْزِلِي عَلَى ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ أَعْمٰى لَا يَرَاكِ......] ''اے بنت آل قیس! غور و فکر کرلو، یقیناً نفقہ اور سکنیٰ عورت کے لیے اپنے اس شوہر پر واجب ہے جسے اس عورت سے رجوع کا حق حاصل ہو اور اگر اسے رجوع کا حق حاصل نہ ہو تو پھر اس کے لیے نفقہ اور سکنیٰ نہیں ہے، لہٰذا تم اس گھر سے نکل کر فلاں عورت کے پاس سکونت اختیار کرلو، پھر فرمایا: ان کے پاس گفتگو کے لیے لوگ آتے ہیں، لہٰذا تم ابن ام مکتوم کے ہاں قیام کرلو، وہ نابینا ہیں، تمھیں نہیں دیکھیں گے......۔''[6] اور امام احمد نے مکمل حدیث بیان کی۔

[1] مسند أحمد: 415,414/6 وتفسير عبد الرزاق: 317/3، رقم: 3236. [2] تفسير الطبري: 174,173/28 وتفسير القرطبي: 157,156/28. [3] صحيح مسلم، الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، حديث: 1480. [4] صحيح مسلم، الطلاق، باب المطلقة البائن......، حديث: (37)-1480. [5] صحيح مسلم، الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، حديث: 1480. [6] مسند أحمد: 373/6 اور الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 54/45 میں ہے کہ [اُنْظُرِي يَا بِنْتَ آلِ قَيْسٍ! إِنَّمَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى لِلْمَرْأَةِ عَلٰى زَوْجِهَا مَا كَانَتْ لَهُ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ] کے علاوہ یہ حدیث کئی ایک طرق کے ساتھ صحیح ہے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا

پھر جب وہ اپنی عدت (ختم ہونے) کو پہنچیں تو تم انھیں معروف طریقے سے (اپنے پاس بحیثیت بیوی) روک لو یا انھیں معروف طریقے سے جدا

ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ

کر دو، اور تم اپنے میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنا لو، اور اللہ کے لیے گواہی قائم کرو، اس (حکم) کی اسے نصیحت کی جاتی ہے جو کوئی اللہ اور

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ

یوم آخرت پر ایمان لائے، اور جو شخص اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے② اور وہ اسے رزق دیتا ہے

لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ

جہاں سے اسے گمان تک نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اللہ پر توکل کرے تو وہ اس کے لیے کافی ہے، بے شک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ بے شک

اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝۳

اللہ نے ہر چیز کے لیے اندازہ مقرر کر رکھا ہے③

ابو القاسم طبرانی نے عامر شعبی سے روایت کیا ہے کہ وہ فاطمہ بنت قیس کے پاس گئے، جو ضحاک بن قیس قرشی کی بہن تھیں اور جن کے شوہر ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ مخزومی تھے تو انھوں نے کہا کہ ابو عمرو بن حفص نے میری طرف اس وقت طلاق کا پیغام بھیجا جب وہ لشکر کے ساتھ یمن کی طرف جا رہے تھے، میں نے اس کے ساتھیوں سے اپنے نفقہ اور سکنٰی کی بابت پوچھا تو انھوں نے کہا کہ اس کے لیے انھوں نے نہ تو ہماری طرف کوئی چیز بھیجی ہے اور نہ ہمیں اس بارے میں کوئی وصیت ہی کی ہے، پس میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! ابو عمرو بن حفص نے میری طرف طلاق بھیجی ہے، میں نے اس کے ساتھیوں سے اپنے نفقہ اور سکنٰی کی بابت پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ اس نے اس کے لیے ہمارے پاس کوئی چیز نہیں بھیجی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّمَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ لِلْمَرْأَةِ إِذَا كَانَ لِزَوْجِهَا عَلَيْهَا رَجْعَةٌ، فَإِذَا كَانَتْ لَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا وَلَا سُكْنٰى] ''عورت کے لیے نفقہ اور سکنٰی صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب اس کے شوہر کو اس سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہو اور اگر عورت اس کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک وہ اس کے سوا کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے تو پھر اس کے لیے نفقہ اور سکنٰی نہیں ہے۔''[1] امام نسائی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

تفسیر آیات: 3,2

مطلقہ سے احسان کا حکم، خواہ رجوع کا ارادہ ہو یا جدائی کا: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جب عدت گزارنے والی عورتیں اپنی مدت تک پہنچ جائیں، یعنی انقضائے عدت کے قریب ہوں اور عدت ابھی مکمل طور پر ختم نہ ہوئی ہو تو اس وقت شوہر اسے یا تو

---

① المعجم الكبير للطبراني، ترجمة عامر الشعبي عن فاطمة بنت قيس: 383,382/24، حديث: 948. ② السنن الكبرٰى للنسائي، الطلاق، باب الرخصة في ذلك: 350/3، حديث: 5596.

اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کرلے، یعنی اسے عصمت نکاح کی طرف لوٹائے اور اسی طرح اپنے پاس رکھنے کا عزم کرے جیسا کہ یہ پہلے اس کے پاس تھی ﴿ بِمَعْرُوْفٍ ﴾ ''معروف طریقے سے۔'' یعنی حسن سلوک کے ساتھ اس کی رفاقت کو اختیار کرے یا اس سے علیحدگی اختیار کرنے کا عزم کرلے ﴿ بِمَعْرُوْفٍ ﴾ ''اچھے طریقے سے۔'' یعنی اسے نہ برا بھلا کہے، نہ گالی گلوچ دے اور نہ سختی و درشتی کا مظاہرہ کرے بلکہ اچھے اور مستحسن طریقے سے اسے طلاق دے دے۔

رجوع پر گواہ بنانے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ ''اور تم اپنوں میں سے دو منصف مردوں کو گواہ بنالو۔'' یعنی جب تم رجوع کرنے کا عزم کرلو تو رجعت پر دو گواہ بنالو جیسا کہ امام ابوداود اور ابن ماجہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس شخص کی بابت پوچھا گیا جو عورت کو طلاق دیتا ہے اور پھر اس سے مقاربت کرتا ہے اور اس نے نہ تو طلاق دیتے وقت گواہ مقرر کیے اور نہ رجوع کے وقت تو انھوں نے جواب دیا کہ اس عورت کو خلاف سنت طلاق دی گئی ہے اور خلاف سنت اس سے رجوع کیا گیا ہے، اس کی طلاق پر بھی گواہ مقرر کرو اور رجعت پر بھی اور آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا۔[1] ابن جریج کہتے ہیں کہ عطاء ﴿ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ ''اور تم اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ بنالو'' کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ نکاح، طلاق اور رجوع دو عادل گواہوں کے بغیر جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ ''ان (باتوں) سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔'' یعنی یہ جو ہم نے تمھیں گواہ بنانے اور گواہی کو نافذ کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی اطاعت وہ کرے گا جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے کیونکہ اسی (اللہ تعالیٰ) نے یہ حکم مقرر کیا ہے، اور وہ بھی جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کے لیے مخلصی کی صورت پیدا فرما دیتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ ''اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا تو وہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کی صورت پیدا کردے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہ ہو۔'' یعنی جو شخص ان امور میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اور انھیں بجالائے گا جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا اور ان کو ترک کردے گا جن سے اس نے منع فرمایا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ رنج و غم سے مخلصی کی صورت پیدا فرما دے گا اور ایسی ایسی جگہوں سے اسے رزق عطا فرمائے گا جو کبھی اس کے حاشیۂ خیال پر بھی نہ کھٹکی ہوں گی۔

امام ابن ابو حاتم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کی سب سے جامع آیت: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ﴾ (النحل 16:90) ''بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔'' ہے اور سپردگی کے اعتبار سے سب سے سخت آیت: ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴾ ہے۔[2] عکرمہ کا قول ہے کہ جس شخص نے اس

---

[1] سنن أبي داود، الطلاق، باب الرجل يراجع ولا يشهد، حديث: 2186 و سنن ابن ماجه، الطلاق، باب الرجعة، حديث: 2025. [2] المصنف لعبد الرزاق، فضائل القرآن، باب تعليم القرآن وفضله: 371,370/3، حديث: 6002 والمعجم الكبير للطبراني: 134/9، حديث: 8661 البتہ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ مصیبت و تکلیف سے نکلنے کے لیے سب سے بڑی آیت ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴾ ہے۔

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ

اور وہ جو حیض سے مایوس ہو جائیں تمھاری (طلاق یافتہ) عورتوں میں سے، اگر تم شک میں پڑو تو ان کی عدت تین ماہ ہے، اور (اسی

وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ

طرح) ان کی بھی جنھیں (ابھی) حیض نہیں آیا۔ اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے تو وہ

یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ④ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ

اس کے لیے اس کے کام میں آسانی فرماتا ہے ④ یہ اللہ کا حکم ہے جسے اس نے تمھاری طرف نازل کیا ہے، اور جو (شخص) اللہ سے

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ⑤

ڈرے تو وہ اس سے اس کی برائیاں مٹا دیتا ہے، اور اسے زیادہ اجر دیتا ہے ⑤

طرح طلاق دی جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ رنج و غم سے نجات کی صورت پیدا فرما دے گا۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور مسروق اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو یہ جانتا اور مانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو عطا فرماتا ہے اور اگر وہ نہ چاہے تو محروم کر دیتا ہے۔ ﴿مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ﴾ کے معنی ہیں کہ ایسی جگہ سے جسے وہ نہیں جانتا۔[3] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے شبہات امور اور موت کے وقت کی سختیوں سے نجات عطا فرما دیتا ہے۔ ﴿وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ﴾ اور ایسی جگہ سے اسے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے کوئی امید نہ ہو۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ﴾ ''اور جو کوئی اللہ پر بھروسا رکھے گا تو وہ اسے کافی ہے۔'' امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا ہے کہ ایک دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: [يَا غُلَامُ! إِنِّي مُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِاجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوكَ، لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِاجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوكَ، لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ، وَجَفَّتِ الصُّحُفُ] ''اے لڑکے! میں تمھیں کچھ باتیں سکھاتا ہوں (انھیں اچھی طرح یاد رکھو) تم اللہ (کے اوامر و نواہی) کی حفاظت کرو، وہ تمھاری حفاظت فرمائے گا، اللہ (کے حقوق) کی حفاظت کرو، تم اسے (ہمیشہ) اپنے سامنے پاؤ گے، جب کچھ مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو، جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرو اور اس بات کو خوب جان لو کہ اگر ساری امت اس بات پر جمع ہو جائے کہ وہ تمھیں نفع پہنچائے تو وہ صرف وہی نفع پہنچا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے لکھ رکھا ہے اور اگر وہ سارے اس بات پر جمع

① تفسیر الطبری: 176/28. ② تفسیر الطبری: 176/28. ③ تفسیر الطبری: 176/28. ④ تفسیر الطبری: 177/28.

ہو جائیں کہ تمھیں نقصان پہنچائیں تو وہ تمھیں صرف وہ نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے لکھ رکھا ہے، قلموں کو اٹھالیا گیا ہے اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔'' [1] اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔ [2] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ﴾ ''بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے۔'' یعنی وہ اپنے فیصلے اور احکام اپنی مرضی و مشیت کے مطابق اپنی مخلوق میں نافذ فرما دیتا ہے۔ ﴿ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ③ ﴾ ''یقیناً اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ ﴾ (الرعد 13:8) ''اور ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے۔''

تفسیر آیات: 5,4

اس کی عدت جو حیض سے ناامید ہو یا اسے ابھی حیض نہ آنے لگا ہو: اللہ تعالیٰ نے آیسہ کی عدت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے، آیسہ سے مراد وہ ہے جسے کبر سنی کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو، وہ تین ماہ ہے بجائے تین قُرُوء (حیض) کے جو حائضہ عورت کی عدت ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ [3] اسی طرح چھوٹی عمر کی وہ عورتیں جنھیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، ان کی عدت بھی حیض سے ناامید عورتوں کی طرح تین ماہ ہی ہے۔ اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ﴾ ''اور ان کی جن کو ابھی حیض نہیں آیا۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنِ ارْتَبْتُمْ ﴾ ''اگر تم کو شبہ ہو۔'' کے بارے میں دو قول ہیں: (1) ایک یہ جو مجاہد، زہری اور ابن زید جیسے سلف کے ایک گروہ کا قول ہے کہ اگر وہ خون دیکھیں اور تمھیں اس کے حیض یا استحاضہ ہونے کے بارے میں شک و شبہ ہو۔ [4] اور (2) دوسرا یہ کہ اگر تمھیں ان کی عدت کے حکم کے بارے میں شک ہو اور معلوم نہ ہو تو اس صورت میں عدت تین ماہ ہے۔ یہ قول سعید بن جبیر سے مروی ہے۔ [5] امام ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے [6] اور معنی کے اعتبار سے بھی یہ قول زیادہ واضح ہے۔ امام ابن جریر نے اس کی تائید میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے جسے انھوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! عورتوں کی عدت کی کئی صورتیں کتاب اللہ میں مذکور نہیں ہیں، مثلاً: صغیر السن، کبیر السن اور حاملہ عورتوں کی عدت۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ ﴾ ''اور تمھاری (مطلقہ) عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تم کو (ان کی عدت کے بارے میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور (اسی طرح) ان کی جن کو (ابھی) حیض نہیں آنے لگا۔ اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل (بچہ جننے تک) ہے۔'' [7] ابن ابو حاتم نے اس حدیث کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس سے زیادہ وسیع سیاق کے ساتھ روایت کیا

① مسند أحمد: 293/1. ② جامع الترمذی، صفة القیامة……، باب حدیث حنظلة، حدیث: 2516. ③ دیکھیے البقرة، آیت: 228 کے ذیل میں عنوان: ''قَرْءٌ کے معنی'' ④ تفسیر الطبری: 180,179/28. ⑤ دیکھیے تفسیر البغوی: 111/5 عن مالک رحمہ اللہ و الدر المنثور: 358/6 عن سعید بن مسیب رحمہ اللہ. ⑥ تفسیر الطبری: 181,180/28. ⑦ تفسیر الطبری: 180/28.

ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جب عورتوں کی عدت کے بارے میں سورۂ بقرہ کی آیت نازل ہوئی[1] تو مدینہ کے کچھ لوگوں نے کہا کہ عورتوں کی عدت کی کچھ صورتیں ایسی ہیں جو قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں، مثلاً: صغیر السن، کبیر السن عورتیں جن کو حیض آنا موقوف ہو گیا ہو اور حاملہ عورتیں تو اس کے جواب میں چھوٹی سورۂ نساء (سورۂ طلاق) میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَالّٰٓـِٔیْ یَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ ﴾[2]

حاملہ عورت کی عدت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ ﴾ ''اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل (بچہ جننے تک) ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل تک ہے، خواہ وہ طلاق یا موت کے فوراً بعد بچے کو جنم دے۔ جمہور علمائے سلف و خلف کا یہی قول ہے۔ اس آیت کریمہ اور سنت نبویہ کی نص سے بھی یہی ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوسلمہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس وقت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اس نے کہا کہ مجھے اس عورت کے بارے میں فتویٰ دیں جس نے اپنے شوہر کی وفات کے چالیس راتوں کے بعد بچے کو جنم دیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ اسے دونوں عدتوں میں سے آخری عدت گزارنی چاہیے۔ میں نے کہا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ ﴾ ''اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل (بچہ جننے تک) ہے۔'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی اپنے بھتیجے، یعنی ابوسلمہ کے ساتھ ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام کریب کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے بھیجا تو انھوں نے فرمایا کہ سُبَیعہ اسلمِیّہ کا شوہر قتل ہو گیا تھا اور وہ حاملہ تھی، اس نے ان کی موت کے چالیس راتوں بعد بچے کو جنم دیا تو انھیں منگنی کا پیغام دیا گیا، ان کا نکاح رسول اللہ ﷺ نے کرایا تھا، انھیں منگنی کا پیغام دینے والوں میں ابوسَنابل بھی تھا۔[3] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس مقام پر اسی طرح اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ امام مسلم اور دیگر اصحاب کتب نے دیگر اسانید کے ساتھ اسے مطول بھی بیان کیا ہے۔[4]

امام احمد رحمہ اللہ نے مِسور بن مَخرَمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سبیعہ اسلمیہ کا شوہر اس وقت فوت ہوا جب وہ حاملہ تھی اور پھر چند راتوں کے بعد ہی اس نے بچے کو جنم دے دیا اور جب وہ نفاس سے پاک ہو گئی تو اسے منگنی کے پیغام آنے لگے، چنانچہ اس نے نکاح کے لیے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی تو آپ نے اسے نکاح کرنے کی اجازت عطا فرما دی

---

① دیکھیے البقرۃ، آیت: 234 کے ذیل میں۔ ② تفسیر ابن أبي حاتم: 3360/10. ③ صحیح البخاري، التفسیر، باب: ﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ ﴾...... (الطلاق 4:65)، حدیث: 4909. ④ صحیح البخاري، الطلاق، باب: ﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ ﴾...... (الطلاق 4:65)، حدیث: 5318 و صحیح مسلم، الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها وغيرها بوضع الحمل، حدیث: 1484 و سنن أبي داود، الطلاق، باب في عدة الحامل، حدیث: 2306 و جامع الترمذي، الطلاق واللعان، باب ماجاء في الحامل المتوفى عنها زوجها تضع، حدیث: 1193 و سنن النسائي، الطلاق، باب عدة الحامل المتوفى عنها زوجها، حدیث: 3539 و سنن ابن ماجه، الطلاق، باب الحامل المتوفى عنها زوجها......، حدیث: 2029,2028.

اور اس نے نکاح کر لیا۔[1] اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، نیز امام مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے کئی سندوں کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔[2] جیسا کہ امام مسلم بن حجاج نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد نے عمر بن عبد اللہ بن ارقم زہری کی طرف لکھا کہ وہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کے پاس جا کر ان کی حدیث کے بارے میں، نیز اس بارے میں پوچھیں کہ جب انھوں نے فتویٰ طلب کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کیا فرمایا تھا۔ عمر بن عبد اللہ نے انھیں جواب میں لکھا کہ سبیعہ نے انھیں یہ بتایا ہے کہ وہ سعد بن خولہ۔۔ یہ بدری صحابی تھے۔۔ کے نکاح میں تھیں، حجۃ الوداع میں ان کا انتقال ہوا اور وہ اس وقت حاملہ تھیں، ان کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد ہی انھوں نے بچے کو جنم دے دیا اور جب یہ نفاس سے پاک ہوئیں تو انھوں نے منگنی کا پیغام دینے والوں کے لیے بناؤ سنگار کا اہتمام کیا، ان کے پاس ابوسنابل بن بعکک آیا اور اس نے کہا: کیا بات ہے تم نے زیب و زینت کا اہتمام کر رکھا ہے؟ شاید تم نکاح کرنا چاہتی ہو، اللہ کی قسم! تم تو اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں۔

سبیعہ کہتی ہیں کہ جب اس نے مجھ سے یہ کہا تو میں نے شام کے وقت کپڑے بدلے اور اس بارے میں پوچھنے کے لیے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئی، آپ نے مجھے فتویٰ عطا فرمایا کہ وضع حمل کے بعد میں نکاح کے لیے حلال ہوگئی ہوں، آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو شادی کر سکتی ہو۔[3] یہ مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾ ''اور جو اللہ سے ڈرے گا، وہ (اللہ) اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔'' اس کے کام میں سہولت اور آسانی پیدا فرما دے گا اور اسے بہت جلد کشادگی اور کشائش عطا فرما دے گا، پھر فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے: ﴿ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ﴾ ''یہ اللہ کا حکم ہے جو اس (اللہ) نے تمھاری طرف نازل کیا ہے۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی شریعت ہے جو اس نے رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے تمھاری طرف بھیجی ہے۔ ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا﴾ ''اور جو اللہ سے ڈرے گا، وہ اس سے اس کے گناہ دور کر دے گا اور اس کے اجر و ثواب کو بڑھائے گا۔'' یعنی وہ اس کے گناہوں کو مٹا دے گا اور تھوڑے عمل کا بھی اسے بے پایاں اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

---

[1] مسند أحمد: 327/4. [2] صحيح البخاري، الطلاق، باب: ﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ﴾ (الطلاق 65: 4)، حديث: 5320 وصحيح مسلم، الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها......، حديث: 1484 وسنن أبي داود، الطلاق، باب في عدة الحامل، حديث: 2306 وسنن النسائي، الطلاق، باب عدة الحامل المتوفى عنها زوجها، حديث: 3537,3536 وسنن ابن ماجه، الطلاق، باب الحامل المتوفى عنها زوجها......، حديث: 2029. [3] صحيح مسلم، الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها......، حديث: 1484. [4] صحيح البخاري، الطلاق، باب: ﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ﴾ (الطلاق 65: 4)، حديث: 5320,5319.

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ

تم انھیں رہائش دو جہاں تم (خود) رہتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق، اور ان کو تنگ کرنے کے لیے انھیں تکلیف نہ دو۔ اور اگر وہ (طلاق

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ

یافتہ) حمل والیاں ہوں تو وضع حمل تک تم ان پر خرچ کرو، پھر اگر وہ (بچے کو) تمھارے لیے دودھ پلائیں تو تم انھیں ان کی اجرت دو، اور

اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ؕ ⑥

(یہ) آپس میں دستور کے مطابق مشورے سے (طے) کرو، اور اگر تم باہم ضد پکڑ لو تو اسے کوئی اور عورت دودھ پلائے ⑥ پس لازم ہے

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ

کہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے، اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو تو وہ اسی میں سے خرچ کرے جو اسے اللہ نے دیا۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ⑦ ع

اللہ کسی شخص پر اتنی ہی ذمہ داری ڈالتا ہے جتنا اس نے اسے دیا۔ اللہ تنگی کے بعد جلد آسانی فرما دے گا ⑦

ع 1/7 17

تفسیر آیات: 7،6

شوہر مطلقہ کو اپنی استطاعت کے مطابق رہائش فراہم کرے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے تو انقضائے عدت تک اسے اپنے گھر میں رہائش فراہم کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ ﴾ ”تم انھیں رکھو جہاں تم (خود) رہتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ﴿ مِّنْ وُّجْدِكُمْ ﴾ کے معنی ہیں اپنے مقدور کے مطابق۔ ① حتی کہ امام قتادہ نے فرمایا ہے کہ اگر تمھارے پاس گھر کا ایک گوشہ ہو تو اسے بھی اسی گوشے میں اپنے ساتھ رکھو۔ ②

مطلقہ کو تکلیف دینے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ ﴾ ”اور تم ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ دو۔“ مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ عورت کو اس قدر تنگ نہ کرو کہ وہ مال دے کر اس سے جان چھڑانا چاہے یا اس کے گھر ہی سے نکل جائے۔ ③ ثوری نے منصور سے اور انھوں نے ابوالضحیٰ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا یہ مفہوم ہے کہ اسے طلاق دے دو اور جب دو دن باقی رہ جائیں تو اس سے رجوع کر لو۔ ④

حاملہ بائنہ کا وضع حمل تک نفقہ شوہر کے ذمے ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ ”اور اگر وہ حمل سے ہوں تو ان کا خرچ دیتے رہو، یہاں تک کہ وہ اپنے حمل وضع کر دیں۔“ یہ حکم بائنہ عورت کے لیے ہے کہ اگر وہ حمل سے ہو تو وضع حمل تک اسے خرچ دیا جائے گا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ طلاق رجعی میں تو خرچ دینا ہر حال میں واجب ہے، خواہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔

مطلقہ ماں کے لیے رضاعت کی اجرت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ ﴾ ”پھر اگر وہ (بچے کو) تمھارے

① تفسیر الطبری : 185/28. ② الدر المنثور : 361/6. ③ دیکھیے تفسیر الطبری : 186/28. ④ تفسیر القرطبی : 168/18.

لیے دودھ پلائیں۔‘‘ یعنی جب وہ بچے کو جنم دے دیں اور وہ مطلقہ ہوں تو انقضائے عدت سے وہ بائنہ ہو جائیں گی۔ اور اس صورت میں بھی وہ بچے کو دودھ پلاسکتی اور دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہیں لیکن ابتدائی دودھ پلانے کے بعد کہ نومولود کے لیے غالباً زندگی بسر کرنے کے لیے صرف وہی غذا ہوتی ہے اور اگر وہ دودھ پلائیں تو وہ اجر مثل کی مستحق ہوں گی۔ وہ بچے کے باپ یا وارث سے معاہدہ کر سکتی ہیں کہ وہ اسے کتنی اجرت دیں گے۔ اسی لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ﴾ ’’پھر اگر وہ (بچے کو) تمھارے لیے دودھ پلائیں تو انھیں ان کی اجرت دو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ﴾ ’’اور (بچے کے بارے میں) پسندیدہ طریق سے اپنے درمیان موافقت رکھو۔‘‘ یعنی اپنے معاملات دستور کے مطابق اچھے طریقے سے طے کر لو اور ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچاؤ جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے: ﴿ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ﴾ (البقرة 233:2) ’’نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب تکلیف دی جائے اور نہ باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے (تنگ کیا جائے۔)‘‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ⑥ ﴾ ’’اور اگر ایک دوسرے کو تنگ کرو گے تو اسے کوئی دوسری عورت دودھ پلائے گی۔‘‘ یعنی اگر مرد اور عورت میں اختلاف ہو جائے، عورت دودھ پلانے کی بہت زیادہ اجرت طلب کرے اور مرد اسے تسلیم نہ کرے یا مرد بہت تھوڑی اجرت دینا چاہے اور وہ عورت کے لیے ناقابل قبول ہو تو پھر اس بچے کو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے اور اگر بچے کی ماں بھی اس اجرت پر راضی ہو جائے جو کسی دوسری عورت کے ساتھ طے کی گئی ہو تو وہ اپنے بچے کو دودھ پلانے کی زیادہ حق دار ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ﴾ ’’صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔‘‘ یعنی بچے پر اس کے والد یا وارث کو اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔ ﴿ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ﴾ ’’اور جس کے رزق میں تنگی ہو تو جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے، اس کے موافق خرچ کرے، اللہ کسی پر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کے مطابق جو اس کو دیا ہے۔‘‘ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ (البقرة 286:2) ’’اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی طاقت سے بڑھ کر ذمے داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔‘‘

متقی عورت کا قصہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ⑦ ﴾ ’’اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا۔‘‘ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، وہ اس کے خلاف نہیں کرتا۔ یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ ﴾ (الانشراح 6,5:94) ’’پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے (اور) بے شک مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔‘‘

امام احمد رحمہ اللہ نے ایک حدیث بیان کی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں ذکر کر دیا جائے، انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ پہلے لوگوں میں سے ایک مرد اور عورت تھے جن کے پاس کچھ نہ تھا۔ ایک دفعہ وہ آدمی سفر سے واپس اپنی بیوی کے پاس آیا اور وہ بھوکا تھا بلکہ وہ شدید ترین بھوک میں مبتلا تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے پوچھا: کیا

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ

اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان کا شدید محاسبہ کیا، اور

وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ⑨

ہم نے انھیں ہولناک عذاب دیا⑧ بالآخر (ان بستیوں نے) اپنے کرتوتوں کا وبال چکھا اور ان کے کرتوتوں کا انجام

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ

خسارہ ہی تھا⑨ اللہ نے ان کے لیے شدید عذاب تیار کیا ہے، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اے عقل والو جو ایمان لائے ہو! تحقیق

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ ⑩ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ

اللہ نے تمھاری طرف ذکر (قرآن) نازل کیا ہے⑩ (اور) ایک رسول جو تم پر اللہ کی واضح آیات تلاوت کرتا ہے،

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ

تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائے، اور جو شخص اللہ پر

بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

ایمان لائے اور نیک عمل کرے، وہ اسے ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ

فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ⑪

رہیں گے ابد تک۔ اللہ نے اسے خوب رزق دیا ہے⑪

تمھارے پاس کچھ ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، خوش ہو جاؤ، ہمارے پاس اللہ کا رزق آ گیا ہے۔ اس نے اس سے پرزور مطالبہ کیا اور کہا کہ تجھ پر افسوس! اگر تمھارے پاس کچھ ہے تو لاؤ۔ اس نے جواب دیا: ہاں، بس ذرا صبر کرو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتی تھی۔ حتی کہ جب وقت طول پکڑ گیا تو اس نے کہا کہ تجھ پر افسوس! اگر تمھارے پاس کچھ ہے تو کھڑی ہو جاؤ اور لاؤ، میں شدت بھوک کی وجہ سے بے حد نڈھال ہو گیا ہوں۔ اس نے جواب دیا: ہاں، ابھی تنور گرم ہو رہا ہے، لہٰذا جلدی نہ کرو۔ جب وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گیا اور پھر اس سے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عورت نے اپنے دل میں کہا کہ میں کھڑی ہو کر اپنے تنور میں دیکھوں تو سہی، چنانچہ جب اس نے کھڑے ہو کر تنور میں دیکھا تو وہ بکری کی بھنی ہوئی رانوں سے بھرا ہوا تھا اور اس کی دونوں چکیاں آٹا پیس رہی تھیں۔ چکی کے پاس جا کر اس نے اسے جھاڑ دیا اور تنور سے بکری کی بھنی ہوئی رانوں کو باہر نکال لیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَوْ أَخَذَتْ مَا فِي رَحَيَيْهَا وَلَمْ تَنْفُضْهَا لَطَحَنَتْهُمَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ''اگر وہ خاتون چکی سے آٹے کو لے لیتی اور اسے نہ جھاڑتی تو وہ چکی روز قیامت تک آٹا پیستی رہتی۔''[1]

---

[1] مسند أحمد: 421/2 اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 277/15۔ ملحوظہ: ''ابھی تنور گرم ہو رہا ہے۔'' یہ يَنْضَجُ کے معنی ہیں جبکہ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں نَفْتَحُ ''ہم کھولتے ہیں۔'' ہے لیکن مذکورہ حوالے کے مطابق وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ایک اور مقام پر یہ حدیث اس طرح بیان کی ہے کہ ایک شخص اپنے اہل وعیال کے پاس آیا جب اس نے ان کی غربت دیکھی تو جنگل کی طرف نکل گیا، اس کی بیوی نے جب یہ دیکھا تو وہ چکی کی طرف گئی اور اسے (تیار کر کے) رکھ دیا، نیز تندور بھڑکایا، پھر کہا: اے اللہ! ہمیں رزق عطا فرما، چنانچہ اس نے دیکھا کہ اچانک چکی کا ٹب بھر گیا ہے، وہ تندور کی طرف گئی تو اسے بھی (بکری کی بھنی ہوئی رانوں سے) بھرا پایا، جب اس کا خاوند واپس آیا تو اس نے پوچھا: کیا میرے جانے کے بعد تمھیں کوئی چیز میسر آئی ہے؟ اس کی بیوی نے کہا: ہاں، ہمارے رب کی طرف سے (رزق) ملا ہے۔ پھر وہ چکی کی طرف گیا (اور پاٹ اٹھالیا)، نبی اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: [أَمَا إِنَّهٗ لَوْلَمْ يَرْفَعْهَا لَمْ تَزَلْ تَدُوْرُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ''ہاں! اگر وہ اسے نہ اٹھاتا تو قیامت کے دن تک وہ (چکی) گھومتی رہتی۔''[1]

تفسیر آیات: 8-11

اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرکشی کی سزا: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، اس کے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ رستے کے علاوہ اور رستے پر چلتے ہیں، نیز اس روش کی وجہ سے سابقہ امتوں پر جو عذاب نازل ہوا، اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ جل شانہ فرماتا ہے: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ﴾ ''اور بہت سی بستیوں کے رہنے والوں نے اپنے پروردگار اور اس کے پیغمبروں کے احکام سے سرکشی کی۔'' یعنی انھوں نے سرکشی اور بغاوت کی روش کو اختیار کیا، اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع اور اس کے پیغمبروں کی فرماں برداری کے بجائے تکبر اور غرور کا اظہار کیا ﴿فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧﴾ ''تو ہم نے ان (بستیوں میں رہنے والوں) کا سخت محاسبہ کیا اور ان کو بڑی ہولناک سزا دی۔'' یعنی جو بہت دردناک اور عبرت ناک عذاب تھا، ﴿فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا﴾ ''سو انھوں نے اپنے معاملے کے انجام کار کو چکھ لیا۔'' یعنی اپنی مخالفت کے انجام کا نتیجہ بھگت لیا اور پھر ندامت کا اظہار کرنے لگے کہ اس وقت اظہار ندامت کچھ کام نہیں آتا۔ ﴿وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ⑨ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ﴾ ''اور ان کے کرتوتوں کا انجام خسارہ ہی تو تھا، اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' یعنی اس دنیوی عذاب کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار فرما رکھا ہے۔ ان لوگوں کے حالات کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''تو اے ارباب دانش! اللہ سے ڈرو۔'' یعنی اے صحیح عقل والو! اللہ سے ڈرو اور ان جیسے نہ بنو تا کہ تم اس عذاب سے بچ جاؤ جس میں وہ مبتلا ہوئے تھے۔ ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ﴾ ''جو ایمان لائے ہو۔'' یعنی جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی تصدیق کی ہے۔ ﴿قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ⑩﴾ ''یقیناً اللہ نے تمھاری طرف نصیحت (کی کتاب) اتاری ہے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا

---

[1] مسند أحمد: 513/2، مزید دیکھیے السلسلة الصحيحة: 1052,1051/6، حدیث: 2937. البتہ یہ روایت المصباح المنیر میں نہیں ہے۔

الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○﴾ (الحجر 15:9) ''بے شک یہ کتاب نصیحت ہمیں نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کی صفات: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ ﴾ ''(اور اپنے) پیغمبر (بھی بھیجے ہیں) جو تم پر اللہ کی واضح آیتیں پڑھتے ہیں۔'' بعض نے کہا کہ ''رسول'' بدل اشتمال و ملابست کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ رسول ہی نے کتاب نصیحت کو پہنچایا ہے۔[1] امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول، ذکر کی تفسیر ہے۔[2] اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ ﴾ ''(اور اپنے) پیغمبر (بھی بھیجے) جو تم پر اللہ کی واضح آیتیں پڑھتے ہیں۔'' یعنی ایسی آیات جو بہت واضح، جلی اور روشن ہیں۔ ﴿ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ﴾ ''تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں۔'' جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ (إبراهيم 14:1) ''(یہ) ایک (پرنور) کتاب ہے اس کو ہم نے آپ پر اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ؕ﴾ (البقرة 2:257) ''جو لوگ ایمان لائے ہیں، اللہ ان کا دوست ہے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔'' یعنی کفر اور جہالت کی تاریکی سے نکال کر ایمان اور علم کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس وحی کو نازل فرمایا ہے اسے بھی نور سے موسوم فرمایا ہے کیونکہ اس سے ہدایت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اس نے وحی کو روح سے بھی موسوم فرمایا ہے کیونکہ اس سے دلوں کو زندگی نصیب ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ﴾ (الشورىٰ 42:52) ''اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح (قرآن) کی وحی کی ہے، آپ نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بے شک (اے محمد!) آپ سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ⑪﴾ ''اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا اور عمل نیک کرے گا، وہ اسے باغہائے بہشت میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، ابدالآباد ان میں رہیں گے، یقیناً اللہ نے ان کو خوب رزق دیا ہے۔'' اس مفہوم کی آیات کی تفسیر قبل ازیں کئی دفعہ بیان کی جا چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

[1] تفسير القرطبي: 173/18. [2] تفسير الطبري: 194/28.

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ

اللہ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمینیں بھی ان (آسمانوں) کی مثل، ان کے درمیان اس کا حکم نازل ہوتا

لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ۬ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ⑫ ع 2/5/18

ہے، تاکہ تم جان لو کہ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے، اور بلاشبہ اللہ نے (اپنے) علم سے ہر شے کا احاطہ کر رکھا ہے ⑫

تفسیر آیت :12

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور سلطنت عظیم الشان کا ذکر فرمایا ہے تاکہ اس دین متین کی تعظیم کا جذبہ پیدا ہو جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے، ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ﴾ ”اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۙ ﴾ (نوح 15:71) ”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان کیسے اوپر تلے پیدا کیے ہیں۔“ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 44:17) ”ساتوں آسمان اور زمین اور جو (مخلوق) ان میں ہے، سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ﴾ ”اور زمین سے بھی انھی کے مانند۔“ یعنی زمینیں بھی سات پیدا فرمائیں جیسا کہ صحیحین میں حدیث ہے: [مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِّنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ] ”جس نے کسی کی بالشت بھر زمین پر ظالمانہ قبضہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنائے گا۔“[1] صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ [...... خُسِفَ بِهِ إِلٰى سَبْعِ أَرَضِينَ] ”اسے ساتوں زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔“[2] البدایہ والنہایہ کے آغاز میں زمین کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے میں نے اس حدیث کے تمام طرق، الفاظ اور ان کے مصادر و مآخذ کو بیان کیا ہے۔[3] وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

جس شخص نے اسے سات اقالیم پر محمول کیا ہے، وہ بہت دور کی کوڑی لایا ہے، اختلافات کو اس نے ہوا دی ہے اور بلا دلیل قرآن وسنت کی مخالفت کی ہے۔

سورۂ طلاق کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① صحيح البخاري، المظالم، باب إثم من ظلم شيئا من الأرض، حديث: 2453 و صحيح مسلم، المساقاة......، باب تحريم الظلم......، حديث: 1612 عن عائشة ﵂. ② صحيح البخاري، المظالم، باب إثم من ظلم شيئا من الأرض، حديث: 2454 و مسند أحمد: 99/2 و اللفظ له عن عبدالله بن عمر ﵄. ③ البداية والنهاية، ماجاء في سبع أرضين: 18-16/1.

تفسیر سُوْرَۂ تَحْرِیْم

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

اے نبی! آپ حرام کیوں ٹھہراتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور اللہ خوب بخشنے والا،

رَّحِیْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ

بہت رحم کرنے والا ہے ① تحقیق اللہ نے تمھارے لیے تمھاری (ناجائز) قسمیں کھولنا (توڑنا) فرض کر دیا ہے، اور اللہ تمھارا مولا ہے، اور وہ خوب

الْحَكِیْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ

جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ② اور جب نبی نے اپنی بیویوں میں سے کسی ایک سے ایک بات چھپا کر کہی، پھر جب اس نے (دوسری کو) وہ بتا دی

اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ

اور اللہ نے وہ (گفتگو) اس (نبی) پر ظاہر کر دی تو اس نے اس میں سے کچھ (اس بیوی کو) جتائی اور کچھ ٹال دی۔ پھر جب اس (نبی) نے اسے وہ

مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ

(بات) بتائی تو وہ کہنے لگی: آپ کو یہ کس نے بتائی؟ اس (نبی) نے فرمایا: مجھے خوب جاننے والے، بہت باخبر (اللہ) نے خبر دی ہے ③ اگر تم دونوں

قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ

اللہ سے توبہ کرتی ہو (تو بہتر ہے) پس یقیناً تمھارے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں، اور اگر تم دونوں اس (نبی) کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو

الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ④ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ

بے شک اللہ خود اس کا مددگار ہے اور جبریل اور تمام نیک مومن اور ان کے علاوہ (تمام) فرشتے (بھی) مددگار ہیں ④ اگر وہ (نبی) تمھیں طلاق دے دے تو

اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىِٕحٰتٍ

قریب ہے کہ اس کا رب اس کو تم سے بہتر بیویاں بدلے میں دے، مسلمان، مومن، فرمانبردار، توبہ کرنے والی، عبادت گزار، روزہ دار،

ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ⑤

شوہر دیدہ اور کنواری عورتیں ⑤

تفسیر آیات: 1-5

حلال کو حرام قرار دینے پر اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی سے اظہار خفگی: امام بخاری نے کتاب الأیمان والنذور میں عبید بن

عمیر سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیان کرتے ہوئے سنا، ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش کے پاس ٹھہرتے اور شہد نوش فرمایا کرتے تھے، چنانچہ میں نے اور حفصہ نے اس بات سے اتفاق کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں، تو وہ یہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے، کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان دونوں میں سے ایک کے پاس آئے تو اس نے آپ سے یہی کہا، آپ نے فرمایا: [لَا، بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَّلَنْ أَعُودَ لَهُ] ''نہیں، بلکہ میں نے تو زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے اور آئندہ میں اسے استعمال نہیں کروں گا'' تو اس وقت یہ: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ﴾ سے لے کر ﴿ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ﴾ ''اے پیغمبر! جو چیز اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ہے آپ اسے کیوں حرام کرتے ہیں...... اگر تم دونوں اللہ کے آگے توبہ کرو تو بہتر ہے کیونکہ یقیناً تم دونوں کے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں۔'' تک نازل ہوئی۔ یہ حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما سے خطاب ہے، ﴿ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ﴾ ''اور جب پیغمبر نے اپنی ایک بیوی سے ایک بھید کی بات کہی۔'' یعنی آپ کا یہ کہنا: [بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا] ''بلکہ میں نے تو شہد پیا ہے۔'' جبکہ ابراہیم بن موسیٰ نے ہشام سے روایت کیا ہے کہ اس بھید کی بات سے مراد یہ ہے: [وَلَنْ أَعُودَ لَهُ وَقَدْ حَلَفْتُ، فَلَا تُخْبِرِي بِذٰلِكَ أَحَدًا] ''آئندہ میں اسے استعمال نہیں کروں گا اور میں نے اسے استعمال نہ کرنے کی قسم کھالی ہے مگر یہ بات کسی کو نہ بتانا۔'' [1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطلاق میں بھی اس حدیث کو اس سند کے ساتھ اسی طرح بیان کیا ہے اور ان دونوں روایتوں کے الفاظ بھی قریباً ایک جیسے ہیں۔ [2] پھر انھوں نے فرمایا ہے کہ مغافیر گوند کی طرح کی ایک چیز ہے جو رِمْث (غضا (جھاؤ) کے مشابہ ایک درخت کا نام) میں ہوتی ہے اور یہ میٹھی ہوتی ہے۔ أَغْفَرَ الرِّمْثُ اس وقت کہتے ہیں جب اس میں گوند ظاہر ہو جائے، اس کا واحد مُغفور ہے، نیز مغاثیر بھی کہا جاتا ہے۔ [3] علامہ جوہری نے بھی اسی طرح کہا ہے اسی طرح آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ [4] مغفور عُشَر (ایک درخت جس سے گوند حاصل ہوتا ہے) [5] ثُمام (ایک قسم کی گھاس جو زیادہ لمبی نہیں ہوتی)، سَلَم (ایک قسم کا کانٹے دار درخت جس کے پتوں سے چمڑا رنگنے کا کام لیا جاتا ہے۔) اور طَلْح (کھجور کے درخت کا شگوفہ) کو بھی لگتا ہے۔ [6] نیز انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ رِمْث کسرے کے ساتھ اونٹ کے چرنے کی گھاسوں میں سے ایک گھاس ہے جو ترش ہوتی ہے، [7] مزید فرمایا: عُرفط بھی ایک جنگلی درخت ہے جس سے مُغفور نکلتا ہے۔ [8] امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح کی کتاب الطلاق میں

---

[1] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب إذا حرّم طعاما......، حديث:6691. [2] صحيح البخاري، الطلاق، باب: ﴿ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ﴾، حديث: 5267. [3] اس معنی کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری: 377/9، تحت الحدیث: 5267 میں الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ مزید دیکھیے غریب الحدیث لأبي العبيد القاسم بن سلّام: 349,348. [4] الصحاح، مادة: غفر. [5] لسان العرب، مادة: عشر. [6] الصحاح، مادة: غفر. [7] الصحاح، مادة: رمث. [8] الصحاح، مادة: عرفط.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے[1] اور اس کے الفاظ اس حدیث کے الفاظ کے مطابق ہیں جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے الأیمان والنذور میں ذکر فرمایا ہے۔[2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطلاق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے، چنانچہ نماز عصر سے فراغت کے بعد آپ اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے اور ایک ایک کا حال معلوم فرماتے۔ آپ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو آپ نے ان کے ہاں معمول سے زیادہ قیام فرمایا جس سے مجھے غیرت آئی اور میں نے اس کا سبب معلوم کیا تو مجھے بتایا گیا کہ ان کی قوم کی ایک عورت نے انھیں شہد کا ایک ڈبہ بطور تحفہ دیا ہے اور انھوں نے اس میں سے نبی ﷺ کو بھی پلایا ہے۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم آپ کے لیے کوئی حیلہ سوچیں گی، چنانچہ میں نے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ عنقریب تمھارے پاس آئیں گے، آپ جب تشریف لے آئیں تو آپ سے کہنا کہ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے۔ آپ فرمائیں گے نہیں، تو پھر تم کہنا کہ یہ بو کہاں سے آرہی ہے۔ آپ فرمائیں گے کہ مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے، تم کہنا کہ ہوسکتا ہے کہ شہد کی مکھیوں نے عُرفُط درخت سے یہ شہد حاصل کیا ہو، میں بھی یہی بات کہوں گی اور صفیہ تم بھی یہی بات کہنا۔ سودہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ واللہ! آپ تھوڑی دیر بعد ہی دروازے پر کھڑے تھے، میں نے تمھارے ڈر کی وجہ سے ارادہ کیا کہ آپ سے وہ بات کہوں جس کا تم نے مجھے حکم دیا تھا، بہر حال جب آپ ان کے پاس تشریف لے گئے تو سودہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: [لَا] ''نہیں'' تو انھوں نے کہا کہ پھر آپ سے یہ بو کس چیز کی آرہی ہے؟ آپ نے فرمایا: [سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ] ''مجھے حفصہ نے شہد پلایا تھا'' انھوں نے کہا کہ شہد کی مکھیوں نے عرفط سے شہد حاصل کیا ہوگا، جب آپ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بھی اسی طرح کہا، جب آپ صفیہ کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے بھی اسی طرح کہا اور جب آپ پھر حفصہ کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں آپ کو وہ پھر پلاؤں؟ آپ نے فرمایا: [لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ] ''مجھے اس کی ضرورت نہیں'' سودہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم نے آپ کو اس سے محروم کر دیا ہے۔ میں نے ان سے کہا: خاموش ہو جاؤ۔[3]

یہ الفاظ بخاری کی روایت کے ہیں اور اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے اور ان کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بہت گراں محسوس ہوتی تھی کہ آپ سے بو آئے۔[4] اسی لیے ازواج مطہرات نے آپ سے کہا تھا کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے کیونکہ اس کی بو ناگوار ہے، لہٰذا جب آپ نے فرمایا کہ [بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا] ''بلکہ میں

---

① صحیح مسلم، الطلاق، باب وجوب الکفارة......، حدیث:1474. ② صحیح البخاري، الأیمان والنذور، باب: إذا حرم طعاما......، حدیث:6691. ③ صحیح البخاري، الطلاق، باب: ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾، حدیث: 5268. ④ صحیح مسلم، الطلاق، باب وجوب الکفارة علی من حرّم امرأته......، حدیث:(21)-1474.

نے تو شہد پیا ہے“ تو انھوں نے کہا کہ شہد کی مکھیوں نے عرفط سے شہد حاصل کیا ہوگا۔ [1] اور مغافیر اسی درخت کے گوند کا نام ہے، اسی لیے اس شہد میں اس گوند کی بو رچ بس گئی۔ جوہری کہتے ہیں کہ جَرَسَتِ النَّحلُ الْعُرُفُطَ تَجرِسُ کے الفاظ اس وقت استعمال کیے جاتے ہیں جب شہد کی مکھی اس درخت کو کھائے، اسی وجہ سے شہد کی مکھیوں کو جَوَارِس بھی کہتے ہیں۔ شاعر نے کہا ہے ۔

تَظَلُّ عَلَى الثَّمْرَاءِ مِنْهَا جَوَارِسُ

”اس کے پھل دار درختوں پر شہد کی مکھیاں بیٹھی رہتی ہیں“

علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جَرْس اور جِرْس مخفی آواز کو کہتے ہیں۔ سَمِعْتُ جَرْسَ الطَّيْرِ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی چیز کو کھاتے ہوئے پرندوں کی چونچوں کی آواز کو سنیں۔ حدیث میں ہے: [فَيَسْمَعُونَ جَرْسَ طَيْرِ الْجَنَّةِ] ”تو وہ جنت کے پرندوں کی آواز کو سنیں گے۔“ اصمعی نے کہا ہے کہ میں شعبہ کی مجلس میں تھا کہ انھوں نے کہا: [فَيَسْمَعُونَ جَرْشَ طَيْرِ الْجَنَّةِ] یعنی انھوں نے جَرْس کو سین کے بجائے شین کے ساتھ پڑھا تو میں نے کہا کہ یہ لفظ جرس ہے، انھوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: یہ لفظ اس سے لے لو کیونکہ یہ اسے ہماری نسبت زیادہ جانتے ہیں۔ [2] غرض یہ ہے کہ اس سیاق میں شہد پلانے والی کا نام حفصہ ہے اور یہ ہشام بن عروہ، وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنی خالہ عائشہ رضی اللہ عنہا، کے طریق سے ہے۔ اور ابن جریج از عطاء از عبید بن عمیر از عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق میں ہے کہ زینب بنت جحش نے شہد پلایا تھا اور حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما نے باہمی اتفاق سے آپ کے خلاف پروگرام بنایا تھا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دو واقعے ہیں، اگرچہ اس میں بُعد نہیں مگر ان دونوں واقعات کا اس آیت کریمہ کا سببِ نزول ہونا محلِ نظر ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

اس بات کی دلیل کہ حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما آپ کے مقابلے میں ایک دوسری کی اعانت کرنے والی تھیں، وہ حدیث ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور جس میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس بات کی خواہش رکھتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ازواج مطہرات میں سے ان دو عورتوں کی بابت پوچھوں کہ وہ کون تھیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ إِنْ تَتُوبَآ إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ﴾ ”اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو بہتر ہے)

---

[1] صحيح البخاري، الحيل، باب ما يكره من احتيال المرأة......، حديث:6972 وصحيح مسلم، الطلاق، باب وجوب الكفارة على من حرّم امرأته ولم ينو الطلاق، حديث:(21)-1474 وغیرہما کے سیاق حدیث میں جَرَسَتْ نَحلُهُ الْعُرُفُطَ ”شہد کی مکھیوں نے عرفط سے شہد حاصل کیا ہوگا۔“ سے پہلے [سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ] ”مجھے حفصہ نے شہد پلایا تھا۔“ ہے۔ اسی طرح صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب: إذا حرّم طعاما، حديث:6691 وصحيح مسلم، الطلاق، باب وجوب الكفارة......، حديث:1474 ہی میں أَكَلْتَ مَغَافِيرَ کے بعد [بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا......] ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ نہ [بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا] کے بعد جَرَسَتْ نَحلُهُ الْعُرُفُطَ ہے اور نہ ہی [سَقَتْنِي حَفْصَةُ ......] سے پہلے أَكَلْتَ مَغَافِيرَ ہے۔

[2] الصحاح، مادة: جرس.

کیونکہ یقیناً تم دونوں کے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں۔'' حتی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو میں نے بھی آپ کے ساتھ حج کیا جب ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رستے میں الگ چلے گئے تو میں بھی پانی کا برتن لے کر آپ کے ساتھ ہو گیا۔ آپ نے حاجت کو پورا کیا اور پھر میرے پاس آئے تو میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا، آپ نے وضو کیا تو میں نے عرض کی: امیر المؤمنین! ازواج مطہرات میں سے وہ دو عورتیں کون تھیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ ﴾ ''اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ تم دونوں کے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن عباس! تم پر تعجب ہے۔ زہری کہتے ہیں کہ واللہ! انھوں نے اس سوال کو اگرچہ ناپسند کیا مگر اس کے جواب کو چھپایا نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ ان دو عورتوں سے مراد عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر انھوں نے حدیث کو اس طرح بیان کرنا شروع کیا کہ ہم قریشی ایسے لوگ تھے کہ ہم عورتوں پر غالب تھے لیکن جب ہم مدینہ میں آئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کی عورتیں ان پر غالب ہیں۔ ہماری عورتوں نے بھی ان سے سیکھنا شروع کر دیا۔ میرا گھر عوالی (قدیم مدینہ کے مضافات میں علاقے کا نام، اب مدینہ میں شامل ہے) میں بنوامیہ بن زید کے محلے میں تھا، میں ایک دن اپنی بیوی سے اس وقت ناراض ہوا جب اس نے مجھ سے گفتگو میں تکرار شروع کیا۔ میں نے اس کے تکرار کا انکار کیا تو اس نے کہا کہ تم تکرار کو کیوں ناپسند کرتے ہو جبکہ اللہ کی قسم! ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو میں تکرار کرتی ہیں جس کی وجہ سے بسا اوقات ان میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا دن، رات تک قطع تعلق کیے رکھتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حفصہ کے پاس چلا گیا اور میں نے اس سے پوچھا: کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو میں تکرار کرتی ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں، میں نے پوچھا کہ اس کی وجہ سے بسا اوقات تم میں سے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا دن، رات تک قطع تعلق کیے رکھتی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، میں نے کہا: تم میں سے جو ایسا کرے، وہ خائب و خاسر ہے۔ کیا تم اس بات سے بے خوف ہو کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم پر اپنا غضب نازل فرما دے اور پھر وہ ہلاک ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ گفتگو میں تکرار کرو اور نہ آپ سے کچھ مانگو جو مال چاہو مجھ سے مانگ لو۔ اور یہ بات تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے کہ تمھاری پڑوسن بھی ایسا کرتی ہے کیونکہ وہ تمھاری نسبت زیادہ حسین و جمیل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔ آپ کا اشارہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا ایک پڑوسی تھا، ہم باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن وہ اور ایک دن میں حاضر ہوتا، چنانچہ وہ میرے پاس وحی وغیرہ کی خبر لے کر آتا اور اسی طرح میں بھی اسے وحی کی خبر بتا دیتا تھا۔

ان دنوں ہم یہ باتیں کیا کرتے تھے کہ غسانی لوگ ہم پر چڑھائی کرنے کے لیے اپنے گھوڑوں کو تیار کر رہے ہیں۔ میرا ساتھی ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر وہ عشاء کے وقت واپس آیا، اس نے میرے دروازے پر دستک دی اور پھر مجھے آواز بھی دی، میں گھر سے نکل کر اس کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ ایک بہت بڑا واقعہ رونما ہو گیا ہے۔

میں نے پوچھا: وہ کیا؟ کیا غسانی آ گئے ہیں؟ اس نے کہا: نہیں، اس سے بھی بڑا واقعہ رونما ہوا ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ میں نے کہا کہ حفصہ ناکام و نامراد ہوگئی ہے۔ میرا خیال تھا کہ ایسا ضرور ہوگا۔ نماز صبح سے فراغت کے بعد میں نے کپڑے بدلے اور پھر میں حفصہ کے پاس چلا گیا، دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ میں نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے تمھیں طلاق دے دی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں، رسول اللہ ﷺ سب سے الگ اس بالاخانے میں تشریف فرما ہیں۔ میں آپ کے سیاہ رنگ غلام کے پاس گیا اور اس سے کہا: عمر کے لیے اجازت طلب کرو، غلام اندر گیا اور پھر باہر آ گیا اور کہنے لگا: میں نے آپ کا ذکر کیا مگر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، پھر میں آپ کے منبر کے پاس چلا گیا، وہاں لوگوں کا ایک گروہ بیٹھا ہوا تھا جن میں سے بعض لوگ رو رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر منبر کے پاس بیٹھا رہا، پھر مجھ پر احساس کا غلبہ ہوا تو میں غلام کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ عمر کے لیے اجازت طلب کرو، وہ اندر گیا اور پھر باہر آ گیا اور کہنے لگا: میں نے آپ کا ذکر کیا مگر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، میں پھر منبر کے پاس آ کر بیٹھ گیا، پھر مجھ پر احساس کا غلبہ ہوا تو میں غلام کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ عمر کے لیے اجازت طلب کرو، غلام اندر گیا اور پھر باہر آ گیا اور اس نے کہا: میں نے آپ کا ذکر کیا مگر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، چنانچہ میں پلٹ آیا تو غلام نے مجھے پیچھے سے بلانا شروع کر دیا اور کہا کہ آ جائیں، آپ کو اجازت مل گئی ہے۔ میں اندر داخل ہوا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ چٹائی پر تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ اور پہلو مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: [لَا] ''نہیں'' میں نے کہا: اللہ اکبر، اے اللہ کے رسول! اگر آپ ہمارا جائزہ لیں تو آپ معلوم فرمائیں گے کہ ہم ایسے لوگ تھے کہ عورتوں پر غالب تھے، جب ہم مدینہ میں آئے تو ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ ان کی عورتیں ان پر غالب ہیں۔ ہماری عورتوں نے بھی ان سے سیکھنا شروع کر دیا، چنانچہ میں ایک دن اپنی بیوی سے ناراض ہوا کیونکہ وہ مجھ سے گفتگو میں تکرار کر رہی تھی، لہٰذا میں نے اس کے تکرار کرنے کو برا محسوس کیا تو وہ کہنے لگی کہ آپ میرے تکرار کرنے کو محسوس کیوں کرتے ہیں جبکہ واللہ! نبی ﷺ کی ازواج مطہرات بھی تو گفتگو میں آپ سے تکرار کرتی ہیں حتی کہ بسا اوقات ان میں سے ایک آپ ﷺ سے سارا دن، رات تک قطع تعلق کیے رکھتی ہے۔ میں نے کہا کہ تم[1] میں سے جو ایسا کرے وہ خائب و خاسر ہے۔ کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی تم سے ناراض ہو جائے اور تم ہلاک ہو جاؤ۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حفصہ کے پاس گیا تھا اور میں نے اسے سمجھایا ہے کہ اپنی پڑوسن کی وجہ سے مبتلائے فریب نہ ہو جانا، وہ تمھاری نسبت زیادہ حسین و جمیل اور رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب ہے۔ رسول اللہ ﷺ دوبارہ مسکرائے، پھر میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں بیٹھے رہنے کے لیے اجازت

---

(1) حدیث کے ابتدائی حصے سے واضح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ خطاب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے تھا۔

طلب کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ] ''ہاں'' میں بیٹھ گیا اور پھر میں نے سر اٹھا کر گھر کا جائزہ لیا تو مجھے گھر میں صرف تین چیزوں کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا، تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو وسعت و کشادگی عطا فرما دے۔ اس نے فارس و روم کو مالی خوشحالی سے نوازا ہے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔ آپ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: [أَفِي شَكٍّ أَنْتَ؟ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا] ''اے ابن خطاب! کیا تمھیں کوئی شک ہے؟ ان لوگوں کو اچھی اچھی چیزیں جلدی سے دنیا کی زندگی ہی میں دے دی گئی ہیں۔'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ میرے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔ شدید ناراضی کے باعث رسول اللہ ﷺ نے یہ قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ان کے پاس نہیں جائیں گے حتی کہ اللہ عزوجل نے آپ پر خفگی کا اظہار فرمایا۔ [1] اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے بھی کئی سندوں سے روایت کیا ہے۔ [2]

شیخین نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے بارے میں سوال کرنے کے لیے ایک سال انتظار کرتا رہا۔ ان کی ہیبت کی وجہ سے مجھے ان سے سوال پوچھنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی حتی کہ آپ جب حج کے لیے گئے تو میں بھی آپ کے ساتھ حج کے لیے گیا تھا۔ واپسی پر جب ہم ایک رستے پر تھے تو آپ رستے سے ہٹ کر قضائے حاجت کے لیے جنگل کی طرف گئے تو میں کھڑا رہا حتی کہ آپ فارغ ہو گئے، میں پھر آپ کے ساتھ چل پڑا، میں نے عرض کی: امیر المؤمنین! وہ دو عورتیں کون تھیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے کے لیے باہم اعانت کی تھی؟ [3] یہ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں اور مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ دو عورتیں کون تھیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَإِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ ﴾ ''اور اگر تم دونوں پیغمبر (کی ایذا) پر باہم اعانت کرو گی۔'' انھوں نے جواب دیا کہ وہ عائشہ اور حفصہ تھیں۔ [4] پھر انھوں نے اس حدیث کو مفصل بیان کیا ہے جبکہ بعض محدثین نے اسے اختصار کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔ [5]

امام مسلم رحمہ اللہ ہی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار فرمالی تھی تو میں مسجد میں داخل ہوا اور لوگ زمین پر کنکریاں پھینک رہے اور کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ یہ پردے کے حکم سے پہلے کی بات ہے۔ میں نے

---

[1] مسند أحمد: 34,33/1. [2] صحيح البخاري، المظالم، باب الغرفة والعلية المشرفة……، حديث: 2468 وصحيح مسلم، الطلاق، باب في الإيلاء واعتزال النسآء……، حديث: 1479 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة التحريم، حديث: 3318 والسنن الكبرى للنسائي، عشرة النسآء، باب هجرة المرأة زوجها……: 367,366/5، حديث: 9157. [3] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ﴾…… (التحريم 2,1:66)، حديث: 4913 وصحيح مسلم، الطلاق، باب في الإيلاء واعتزال النسآء……، حديث: (31)-1479. [4] صحيح مسلم، الطلاق، باب في الإيلاء واعتزال النسآء……، حديث: (34)-1479 مزید اسی سورت میں دیکھیے عنوان: ''حلال کو حرام قرار دینے پر اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی سے اظہار خفگی'' [5] السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ ﴾، حديث: 11610.

کہا کہ میں آج اس بات کو معلوم کروں گا...... پھر انھوں نے وہ حدیث ذکر کی جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کے پاس جانے اور انھیں وعظ و نصیحت کرنے کا ذکر ہے اور پھر انھوں نے کہا کہ میں گیا اور چھپر کی دہلیز پر رسول اللہ ﷺ کے غلام رَباح سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا کہ رباح میرے لیے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرو۔ پھر آگے اسی طرح ذکر ہے جیسے قبل ازیں (قریب ہی) بیان ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے کہا: میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کو عورتوں کا معاملہ گراں نہ گزرے، اگر آپ نے انھیں طلاق دے دی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، جبریل و میکائیل، میں اور ابوبکر اور سارے مومن آپ کے ساتھ ہیں۔ اور بہت کم ایسا ہوا، اور اس بات پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے کوئی بات کی ہو مگر اللہ تعالیٰ سے امید رکھی کہ وہ میری بات کی تصدیق فرما دے گا، چنانچہ میری اس بات کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت تخییر نازل فرما دی: ﴿ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ ﴾ ''اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمھارے بدلے میں ان کو تم سے بہتر بیویاں دے دے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۝۴ ﴾ ''اور اگر تم دونوں پیغمبر (کی ایذا) پر باہم اعانت کرو گی تو بے شک اللہ اور جبریل اور تمام نیک مومن اور اس کے بعد فرشتے بھی (ان کے) مددگار ہیں۔'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: [لَا] ''نہیں'' تو میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے اعلان کیا کہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی۔ اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ ﴾ (النسآء 4:83) ''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں، حالانکہ اگر اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔'' چنانچہ میں نے اس معاملے کی تحقیق کر لی ہے۔[1] سعید بن جبیر، عکرمہ، مقاتل بن حیان، ضحاک اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے یہ بیان کیا ہے کہ ﴿ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''اور صالح مومن۔'' اس سے مراد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔[2] امام حسن بصری رحمہ اللہ نے یہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی لیا ہے۔ لیث بن ابوسلیم، مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ سے مراد حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ ہیں۔[3]

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی بیویوں نے باہمی رشک و رقابت کی وجہ سے آپ کے خلاف اتفاق کر لیا تو میں نے ان سے کہا: ﴿ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ ﴾ ''اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمھارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیویاں

---

① صحیح مسلم، الطلاق، باب فی الإیلاء واعتزال النسآء......، حدیث: 1479. ② تفسیر الطبری: 208,207/28، وتفسیر القرطبی: 189/18. ③ دیکھیے تفسیر البحر المحیط: C.D)297/10) جبکہ تفسیر الطبری: 207/28 میں امام مجاہد رحمہ اللہ سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ قول منقول ہے۔ واللہ أعلم.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر تندمزاج (اور)

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ⑥

سخت گیر فرشتے (مقرر) ہیں، اللہ انھیں جو حکم دے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہ وہی کرتے ہیں جو انھیں حکم دیا جاتا ہے ⑥

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑦ ع 1/7 19

اے کفر کرنے والو! تم آج عذر پیش نہ کرو، یقیناً تمھیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم عمل کرتے تھے ⑦

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ

اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور خالص توبہ کرو، قریب ہے کہ تمھارا رب تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے

عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ

اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس دن جب اللہ نبی کو اور اس کے ساتھ

النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ

ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا، وہ کہیں گے:

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑧

اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہماری مغفرت فرما، بے شک تو ہر چیز پر خوب قادر ہے ⑧

دے دے۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمادیا۔[1] قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ کئی مقامات پر قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں نازل ہوا،[2] مثلاً: نزول حجاب میں،[3] بدر کے قیدیوں کے بارے میں[4] اور مقام ابراہیم کو مُصلّٰی بنانے کے بارے میں۔[5] امام ابن ابو حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے امہات المؤمنین اور نبی ﷺ کے مابین ایک بات کا علم ہوا تو میں نے انھیں تلاش کیا اور ان سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے سے رک جاؤ گی یا پھر اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو تم سے بہتر بیویاں عطا فرما دے گا حتی کہ میں جب آخری ام المؤمنین کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا: عمر! اپنی بیویوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے لیے کیا رسول اللہ ﷺ کافی نہیں ہیں، جو تم وعظ و نصیحت کرنے لگے ہو، میں خاموش ہو گیا حتی کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ﴾ (التحريم 66:5)، حديث: 4916. ② دیکھیے البقرۃ، آیت: 125 کے ذیل میں عنوان: "مقام ابراہیم" ③ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ﴾ (الأحزاب 33:53)، حديث: 4790. ④ صحيح مسلم، الجهاد......، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر......، حديث: 1763 و مسند أحمد: 243/3 اس کی وضاحت الأنفال، آیات: 68,67 کے تحت دیکھی جا سکتی ہے۔ ⑤ صحيح البخاري، الصلاة، باب ماجاء في القبلة......، حديث: 402 و صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضي الله عنه، حديث: 2399 مختصرًا.

﴿ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝ ﴾

''اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمھارے بدلے میں ان کو تم سے بہتر بیویاں دے دے مسلمان، صاحب ایمان، فرماں بردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزے دار، شوہر دیدہ اور کنواریاں۔'' [1]

یہ خاتون جنھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وعظ ونصیحت سے روکا، یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں جیسا کہ صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ [2] ﴿ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ ﴾ کے معنی تو بالکل واضح ہیں، البتہ ﴿ سٰٓئِحٰتٍ ﴾ کے معنی روزہ رکھنے والیاں ہیں۔ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد، سعید بن جبیر، عطاء، محمد بن کعب قرظی، ابوعبدالرحمٰن سلمی، ابومالک، ابراہیم نخعی، حسن، قتادہ، ضحاک، ربیع بن انس، سدی رحمہم اللہ اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے۔ [3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝ ﴾ ''شوہر دیدہ اور کنواریاں۔'' یعنی ان میں سے کچھ شوہر دیدہ ہوں گی اور کچھ کنواریاں ہوں گی تاکہ نفس کے لیے زیادہ مرغوب ہوں کیونکہ تنوع سے نفس میں بشاشت پیدا ہوتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝ ﴾

تفسیر آیات :6-8

اہل وعیال کو ادب اور دین کی تعلیم دینا علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ﴾ ''اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ۔'' کے معنی یہ ہیں کہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے عمل کرو، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو اور اپنے اہل وعیال کو بھی حکم دو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں، اس سے اللہ تعالیٰ تم سب کو آتش جہنم سے نجات عطا فرما دے گا۔ [4] مجاہد کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم خود بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے اہل وعیال کو بھی اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وصیت کرو۔ [5] قتادہ کہتے ہیں کہ تم انھیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دو، اس کی نافرمانی سے منع کرو، اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کے لیے ان کی نگرانی کرو، انھیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کا حکم بھی دو اور اس سلسلے میں ان کی مدد بھی کرو۔ اور اگر انھیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھو تو انھیں اس پر زجر و توبیخ کرو۔ [6] ضحاک اور مقاتل نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال، قرابت داروں، لونڈیوں اور غلاموں کو ان امور کی تعلیم دے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض قرار دیا ہے یا جن سے منع فرمایا ہے۔ [7]

اسی آیت کریمہ کے معنی میں وہ حدیث بھی ہے جسے امام احمد، ابوداود اور ترمذی نے ربیع بن سَبُرَہ سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ، وَإِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِينَ فَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا] ''بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کا ہو جائے (اور نماز نہ

---

[1] تفسیر الطبری: 209/28. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ﴾ ...... (التحریم 66:1،2)، حدیث: 4913 [3] تفسیر الطبری: 210/28 و تفسیر الماوردی: 42/2. [4] تفسیر الطبری: 212/28. [5] تفسیر الطبری: 212/28. [6] تفسیر الطبری: 212/28. [7] تفسیر القرطبی: 196/18.

پڑھے) تو اسے اس کی وجہ سے مارو۔''[1] یہ الفاظ ابوداود کی روایت کے ہیں اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

جہنم کا ایندھن اور اس کے فرشتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ﴾ ''جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔'' یعنی اس میں جو ایندھن ڈالا جائے گا، وہ انسانوں کے لاشے ہوں گے۔ ﴿ وَالۡحِجَارَةُ ﴾ ''اور پتھر'' پتھر سے مراد وہ بت ہیں جن کی پوجا کی جاتی تھی کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ ﴾ (الأنبيآء 21:98) ''(کافرو! اس روز) بے شک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابوجعفر باقر اور سدی فرماتے ہیں کہ یہ گندھک کے پتھر ہوں گے۔[2] مجاہد نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ گلی سڑی لاش سے بھی زیادہ بدبودار ہوں گے۔[3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ عَلَيۡهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ ﴾ ''اس پر تندخو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں۔'' یعنی ان کی طبیعتیں بہت سخت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں کے بارے میں ان کے دلوں سے رحمت وشفقت چھین لی گئی ہے۔ ﴿ شِدَادٌ ﴾ یعنی جسمانی ساخت کے اعتبار سے بھی وہ حد درجہ شدید، سخت اور خوفناک شکل وصورت والے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَّا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ۝ ﴾ ''اللہ ان کو جو حکم دے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو دیا جاتا ہے وہ اسے بجالاتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ انھیں جو حکم بھی ارشاد فرمائے، وہ فوراً اطاعت بجالاتے ہیں اور آنکھ جھپکنے کے برابر بھی تاخیر نہیں کرتے۔ وہ اسے سرانجام دینے پر قادر بھی ہوتے ہیں اور وہ عاجز ودرماندہ نہیں ہوتے۔ یہ فرشتے زبانیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان سے پناہ!

روز قیامت کافر کا عذر قبول نہیں ہوگا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَا تَعۡتَذِرُوا الۡيَوۡمَ ؕ اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ ﴾ ''کافرو! آج بہانے مت بناؤ، جو عمل تم کیا کرتے تھے انھی کا تم کو بدلہ دیا جائے گا۔'' یعنی کافروں سے روز قیامت یہ کہا جائے گا کہ عذر بہانے پیش نہ کرو، یہ قبول نہیں ہیں، آج تمھیں تمھارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

سچی اور پکی توبہ کی ترغیب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا تُوۡبُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ تَوۡبَةً نَّصُوۡحًا ؕ ﴾ ''مومنو! اللہ سے خالص ومحکم توبہ کرو۔'' یعنی ایسی توبہ جو سچی اور پکی ہو، جو سابقہ تمام گناہ مٹا دے، اور توبہ کرنے والے کے معاملات اور پراگندگی کی اصلاح کر دے اور آئندہ ان برے کاموں سے بھی روکے جو توبہ کرنے والا پہلے کیا کرتا تھا۔ ﴿ عَسٰى رَبُّكُمۡ اَنۡ يُّكَفِّرَ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَيُدۡخِلَكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۙ ﴾ ''قریب ہے کہ تمھارا رب تمھارے گناہ تم سے دور کر دے اور تم کو باغہائے بہشت میں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، داخل کرے۔'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿ عَسٰى ﴾ کا لفظ یقین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، ﴿ يَوۡمَ لَا يُخۡزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ ۚ ﴾ ''اس دن اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ روز قیامت پیغمبر کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو

---

[1] مسند أحمد:180/2 و سنن أبي داود، الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، حديث:494 و جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء متى يؤمر الصبي بالصلاة، حديث:407. [2] تفسير الطبري:244/1 و تفسير ابن أبي حاتم: 64/1. [3] تفسير ابن أبي حاتم:64/1.

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ

اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کیجیے اور ان پر سختی کیجیے، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے ⑨ کفر کرنے والوں کے لیے اللہ نے مثال بیان

الْمَصِيْرُ ⑨ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا

فرمائی نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی، دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے تحت (نکاح میں) تھیں، تو ان دونوں (عورتوں) نے ان کی

تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ

خیانت کی، پھر وہ دونوں (رسول) ان دونوں (عورتوں) کے اللہ (کے عذاب) سے (بچانے میں) کچھ کام نہ آئے اور (ان سے) کہا گیا: تم دونوں دوزخ میں

شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ⑩

داخل ہو جاؤ داخل ہونے والوں کے ساتھ ⑩

رسوا نہیں کرے گا، ﴿ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ ﴾ ''ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑتا ہوگا۔'' جیسا کہ قبل ازیں سورۂ حدید میں بیان ہو چکا ہے۔[1] ﴿ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑧ ﴾ ''(اور) وہ (اللہ سے) التجا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہمیں معاف فرما۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔'' مجاہد، ضحاک، حسن بصری اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے کہا ہے کہ مومن یہ اس وقت کہیں گے جب وہ دیکھیں گے کہ منافقوں کا نور بجھ گیا ہے۔[2] امام احمد نے بنو کنانہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ میں نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی تو میں نے آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: [اَللّٰهُمَّ ! لَا تُخْزِنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''اے اللہ! مجھے روز قیامت رسوا نہ کرنا۔''[3]

تفسیر آیات: 10,9

کفار اور منافقین سے جہاد کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار اور منافقین سے جہاد کا حکم دیا ہے۔ کفار کے ساتھ اسلحہ وقتال کے ذریعے سے اور منافقین کے ساتھ ان پر حدود نافذ کرنے کے ساتھ، ﴿ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ ﴾ ''اور ان پر سختی کریں۔'' یعنی دنیا میں۔ ﴿ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑨ ﴾ ''اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔'' یعنی آخرت میں ان کا ٹھکانا بہت برا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مومن کسی کافر کو فائدہ نہیں پہنچا سکے گا، خواہ کتنا قریبی ہو: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا ﴾ ''اللہ نے کافروں کے لیے مثال بیان فرمائی ہے۔'' یعنی مسلمانوں کے ساتھ اختلاط اور معاشرت اختیار کرنے کے اعتبار سے یہ بات ان سے کچھ کفایت کر سکے گی نہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کام آ سکے گی جبکہ ان کے دل ایمان سے خالی ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے مثال بیان فرمائی ہے: ﴿ امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا

① دیکھیے الحدید، آیت: 12 کے ذیل میں عنوان: ''مومنوں کو روز قیامت ان کے اعمال کے مطابق نور ملے گا'' ② تفسير الطبری: 215/28. ③ مسند أحمد: 234/4.

وقف لازم

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ

اور اللہ نے اہل ایمان کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی، جب اس نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے اپنے ہاں جنت

بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ⑪

میں ایک گھر بنا، اور مجھے فرعون اور اس کے عمل (شر) سے نجات دے، اور مجھے ظالم قوم سے نجات دے ⑪ اور (مثال بیان فرمائی)

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ

مریم بنت عمران کی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو ہم نے اس (کے گریبان) میں اپنی روح پھونکی، اور اس نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی

بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ⑫ ع

2 ع 5 20

کتابوں کی تصدیق کی، اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی ⑫

﴿صَالِحَيْنِ﴾ ''نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی، دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے تحت (زیر نکاح) تھیں۔'' یعنی نوح و لوط علیہما السلام دونوں نبی و رسول تھے، دونوں عورتوں نے رات دن ان کی صحبت میں بسر کیے، وہ انھیں کھلاتے اور اپنے بستر پر سلاتے تھے اور ان کے ساتھ مکمل معاشرت اور اختلاط رکھتے تھے۔ ﴿فَخَانَتٰهُمَا﴾ ''تو ان دونوں (عورتوں) نے ان کی خیانت کی۔'' یعنی ایمان لانے میں ان کے ساتھ موافقت نہ کی اور ان کی رسالت کی تصدیق نہ کی تو یہ سب ان کے کچھ کام نہ آیا اور ان سے عذاب کو دور نہ کر سکا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ''پھر وہ دونوں (رسول) ان دونوں (عورتوں) کو اللہ (کے عذاب) سے (بچانے میں) کچھ کام نہ آئے۔'' ان کے کفر کی وجہ سے، ﴿وَّقِيْلَ﴾ ''اور (ان سے) کہا گیا۔'' یعنی دونوں عورتوں کو۔ ﴿ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ⑩﴾ ''تم دونوں دوزخ میں داخل ہو جاؤ داخل ہونے والوں کے ساتھ۔'' ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَخَانَتٰهُمَا﴾ ''تو دونوں (عورتوں) نے ان کی خیانت کی۔'' سے مراد فحاشی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ دین کے اعتبار سے انھوں نے خیانت کی کیونکہ انبیائے کرام کی بیویاں انبیائے کرام کی حرمت کی وجہ سے فحاشی میں مبتلا ہونے سے معصوم ہوتی ہیں جیسا کہ قبل ازیں ہم نے سورۂ نور کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ ①

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان دونوں کی خیانت یہ تھی کہ وہ حضرت نوح اور لوط کے دین پر نہ تھیں۔ حضرت نوح کی بیوی حضرت نوح کے راز سے اپنی قوم کو مطلع کر دیتی تھی، مثلاً: اگر کوئی شخص نوح علیہ السلام پر ایمان لاتا تو وہ اپنی قوم کے ظالم لوگوں کو اس کے بارے میں بتا دیتی تھی۔ اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں اگر کوئی مہمان آتا تو ان کی بیوی شہر کے برے لوگوں کو اس کے بارے میں خبر دے دیا کرتی تھی۔ ② ضحاک نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا، اس لیے حضرت نوح و لوط کی بیویوں کی خیانت دین کے اعتبار سے تھی۔ ③ عکرمہ، سعید بن جبیر، ضحاک اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ ④

---

① دیکھیے النور، آیات: 15 اور 26 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 217/28. ③ تفسیر الماوردی: 46/6. ④ تفسیر الطبری: 217/28.

تفسیر آیات : 12,11

کافر اللہ تعالیٰ کے ہاں مومن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا: یہ مثال اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے بیان فرمائی ہے کہ اگر بوقت ضرورت وہ کافروں سے اختلاط رکھیں تو یہ اختلاط انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ﴾ (آل عمران 28:3) ”اہل ایمان، مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا اس سے اللہ کا کچھ (عہد) نہیں۔ ہاں، اگر اس طریق سے تم ان (کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ نہیں۔)“ قتادہ کہتے ہیں کہ فرعون تمام اہل زمین سے بڑا سرکش و کافر تھا لیکن اس کی بیوی نے جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کر لی تو اسے اس کے شوہر کے کفر نے کوئی نقصان نہ پہنچایا تا کہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ عادل حاکم ہے۔ وہ ہر ایک سے صرف اس کے گناہوں کا مواخذہ کرتا ہے، کسی دوسرے کے گناہوں کا مواخذہ نہیں کرتا۔[1] ابن جریر نے سلمان سے روایت کیا ہے کہ فرعون کی بیوی کو دھوپ میں کھڑا کر کے ایذا دی جاتی مگر جب فرعون انھیں دھوپ میں کھڑا کر کے چلا جاتا تو فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایہ کر دیتے اور وہ جنت میں اپنے گھر کو دیکھا کرتی تھیں۔[2]

ابن جریر نے قاسم بن ابوبزّہ سے روایت کیا ہے کہ فرعون کی بیوی پوچھتی کہ کون غالب آیا ہے۔ انھیں بتایا جاتا کہ موسیٰ اور ہارون غالب آئے ہیں۔ وہ کہتیں کہ میں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لاتی ہوں۔ پس فرعون نے پیغام بھیجا کہ کوئی سب سے بڑی چٹان دیکھو اور اسے اس پر گرا دو، اور اگر یہ اپنی بات سے باز آ جائے تو میری بیوی ہے۔ اس کے کارندے جب بہت بڑی اور بھاری پتھر کی چٹان لے کر آئے تو انھوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور جنت میں اپنے گھر کو دیکھ لیا، اور پھر یہ اپنی بات پر قائم رہیں، اسی حال میں ان کی روح قفس سے پرواز کر گئی تو انھوں نے ایسے جسم پر چٹان گرائی جس میں روح نہیں تھی۔[3] اور وہ یہ دعا کیا کرتی تھیں: ﴿ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ ﴾ ”اے میرے پروردگار! میرے لیے اپنے ہاں بہشت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل (شر) سے نجات دے۔“ یعنی مجھے اس سے خلاصی عطا فرما اور میں اس کے اعمال سے براءت کا اظہار کرتی ہوں، ﴿ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ ”اور ظالم قوم سے مجھ کو نجات عطا فرما۔“ فرعون کی بیوی کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ﴾ ”اور (مثال بیان کی) عمران کی بیٹی مریم کی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔“ یعنی اس نے اس کی حفاظت و صیانت کی۔ إحصان عفت و پاکبازی کو کہتے ہیں، ﴿ فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا ﴾ ”تو ہم نے اس (کے گریبان) میں اپنی روح پھونک دی۔“ یعنی جبریل فرشتے کے واسطے سے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ اپنے

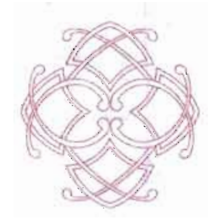
① تفسیر الطبری: 219,218/28. ② تفسیر الطبری: 218/28. ③ تفسیر الطبری: 218/28.

منہ کے ساتھ ان کی قمیص کے گریبان میں پھونک مار دیں۔ نفخہ اتر کر ان کی شرم گاہ میں داخل ہو گیا جسے عیسیٰ علیہ السلام کا حمل قرار دیا گیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ ﴾ ”تو ہم نے اس (کے گریبان) میں اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے پروردگار کے ارشادات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔“ یعنی وہ اللہ کی تقدیر اور اس کی شریعت کو برحق سمجھتی تھیں۔ ﴿ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ﴿12﴾ ﴾ ”اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔“

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا: [أَتَدْرُونَ مَا هٰذَا؟] ”کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟“ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ: خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَآسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَمَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ] ”اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد، فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مریم رضی اللہ عنہا بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا بنت مزاحم ہیں۔“[1] صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ (وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ) وَّإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ] ”مردوں میں سے تو بہت کامل ہوئے ہیں مگر عورتوں میں سے صرف آسیہ زوجہ فرعون، مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد کامل ہوئی ہیں اور بے شک عائشہ کی تمام عورتوں پر فضیلت اسی طرح ہے، جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔“[2] میں نے اپنی کتاب البدایۃ والنہایۃ میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے قصے میں ان احادیث کے طرق، الفاظ اور صحت وضعف کے اعتبار سے ان کے بارے میں محدثین کرام کے کلام کو ذکر کیا ہے۔[3]

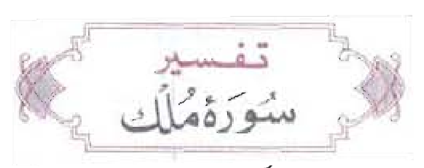
سورۂ تحریم کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



---

[1] مسند أحمد: 293/1. [2] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ ﴾، حديث: 3411 و صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل خديجة ...... حديث: 2431. البتہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر مذکورہ حوالوں میں نہیں ہے، تاہم ان کا ذکر گزشتہ حدیث ابن عباس میں ہے۔ [3] البداية والنهاية، قصة عيسى ابن مريم عليه من الله أفضل الصلاة والسلام: 55/2-58.



یہ مکی سورت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ بِیَدِہِ الۡمُلۡکُ ۫ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرُۨ ① الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ

وہ ذات بڑی ہی بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے① وہ جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ وہ

لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ ② الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ

تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔ اور وہ بڑا زبردست ہے، خوب بخشنے والا② وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا کیے۔

مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ ہَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ ③ ثُمَّ ارۡجِعِ

(اے انسان!) تو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا، پھر نگاہ ڈال، کیا تو کوئی دراڑ دیکھتا ہے؟③ پھر بار بار نگاہ دوڑا، (تیری)

الۡبَصَرَ کَرَّتَیۡنِ یَنۡقَلِبۡ اِلَیۡکَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّ ہُوَ حَسِیۡرٌ ④ وَ لَقَدۡ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا

نگاہ ذلیل وخوار ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی جبکہ وہ تھکی ماندی ہوگی④ اور البتہ یقیناً ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت دی ہے،

بِمَصَابِیۡحَ وَ جَعَلۡنٰہَا رُجُوۡمًا لِّلشَّیٰطِیۡنِ وَ اَعۡتَدۡنَا لَہُمۡ عَذَابَ السَّعِیۡرِ ⑤

اور ہم نے انھیں شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے، اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے⑤

سورۂ ملک کی فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ سُورَةً فِي الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً، شَفَعَتْ لِصَاحِبِهَا، حَتّٰى غُفِرَ لَهُ: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾] ''قرآن مجید میں تیس آیات پر مشتمل ایک سورت ہے جس نے اپنے ساتھی کی شفاعت کی حتی کہ اسے معاف کر دیا گیا، یہ سورت: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ہے۔'' اسے اصحاب سنن اربعہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔[1]

امام طبرانی اور حافظ ضیاء مقدسی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [سُورَةٌ (فِي) الْقُرْآنِ ...... خَاصَمَتْ عَنْ صَاحِبِهَا حَتّٰى أَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾] ''قرآن مجید میں ایک ایسی سورت ہے...... جس نے اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑا کرتے ہوئے اسے جنت میں داخل کرا دیا، یہ سورت ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ

① مسند أحمد: 321/2 وسنن أبي داود، شهر رمضان، باب في عدد الآي، حديث: 1400 وجامع الترمذي، فضائل القرآن، باب ماجاء في فضل سورة الملك، حديث: 2891، والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾، 496/6، حديث: 11612 وسنن ابن ماجه، الأدب، باب ثواب القرآن، حديث: 3786 واللفظ له.

﴿ الْمُلْكُ ﴾ ہے۔“[1] امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک سورۂ الٓمٓ تنزیل السجدۃ اور تبارك الذی بیدہ الملك کی تلاوت نہ فرمالیتے تھے۔[2] لیث نے طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن مجید کی باقی ہر سورت سے ستر درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں۔[3]

تفسیر آیات: 5-1

موت وحیات، آسمان اور ستاروں کی تخلیق: اللہ تعالیٰ اپنی ذات بابرکات کی بزرگی بیان کرتے ہوئے یہ فرمارہا ہے کہ اسی کے ہاتھ میں بادشاہی ہے، یعنی وہ اپنی تمام مخلوقات میں جس طرح چاہے تصرف فرماتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اس کے غلبے، حکمت اور عدل کی وجہ سے کوئی اس سے اس بارے میں نہیں پوچھ سکتا جو اس نے کیا، اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۝ ﴾ ”اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ ﴾ ”اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔“ اس آیت سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ موت ایک ایسا امر ہے جس کا وجود ہے کیونکہ یہ مخلوق ہے۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمام مخلوقات کو عدم سے وجود بخشا ہے تاکہ ان کی آزمائش کرے کہ ان میں سے کون اچھے کام کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْ ۚ ﴾ (البقرۃ 28:2) ”تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو؟ حالانکہ تم مردے تھے تو اس نے تمھیں زندہ کیا۔“ اللہ تعالیٰ نے پہلی حالت، یعنی عدم کو موت اور اس پیدائش کو زندگی سے موسوم کیا ہے اور اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ﴾ (البقرۃ 28:2) ”پھر وہی تمھیں مارے گا، پھر وہی تمھیں زندہ کرے گا۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ ﴾ ”تاکہ وہ تمھاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔“ محمد بن عجلان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ کون اچھے کام کرتا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ کون زیادہ کام کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝ ﴾ ”اور وہ زبردست ہے، خوب بخشنے والا۔“ یعنی وہ زبردست، عظیم ترین اور عالی جناب ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اسے بخشنے والا بھی ہے جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرے اور اس کے حکم کی مخالفت اور نافرمانی کرنے کے بعد اس کی طرف رجوع کرے، اگرچہ وہ ذات گرامی بہت زبردست اور غالب ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے بندوں کو معاف فرماتا، ان پر رحم فرماتا اور ان سے درگزر فرماتا ہے، پھر فرمایا: ﴿ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ ﴾ ”وہ جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے۔“ یعنی اس نے آسمانوں کو اوپر تلے بنایا ہے، اب سوال یہ

---

[1] المعجم الأوسط للطبراني، من اسمه سليمان : 391/4، حديث:3667 و الأحاديث المختارة، سلام بن مسكين عن ثابت: 115,114/5، حدیث: 1739,1738 البتہ المعجم الأوسط للطبرانی میں قوسین والے لفظ کے بجائے [من] ہے، نیز مذکورہ حوالوں میں ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ کے بجائے [وَهِيَ سُورَةُ تَبَارَكَ] کے الفاظ ہیں۔ [2] جامع الترمذي، فضائل القرآن، باب ماجاء في فضل سورة الملك، حديث: 2892. [3] جامع الترمذي، فضائل القرآن، باب ماجاء في فضل سورة الملك، حديث: 2892، البتہ یہ قول ضعیف ہے جبکہ الأدب المفرد، باب مايقول إذا أوى إلى فراشه؟ 686/2، حديث: 1207 میں ابوزبیر سے یہی قول صحیح سند سے منقول ہے۔

ہے: کیا آسمان ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں یا ان کے درمیان خلا اور فاصلہ ہے؟ اس میں اگر چہ دونوں قول ہیں لیکن دوسرا قول زیادہ صحیح ہے کہ ان میں خلا اور فاصلہ ہے جیسا کہ حدیث اسراء اور کئی دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔[1]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ﴾ ''(اے دیکھنے والے!) تو (اللہ) رحمان کی آفرینش میں کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔'' اس میں کوئی نقص نہیں بلکہ پوری پوری ہمواری اور استواری ہے، اس میں کوئی اختلاف، کوئی کمی، کوئی غلطی، کوئی نقص، کوئی عیب اور کوئی خلل نہیں ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ﴾ ''پس نگاہ کو لوٹا، بھلا تو (آسمان میں) کوئی شگاف دیکھتا ہے؟'' یعنی آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھو اور غور کرو کیا تمھیں اس میں کوئی عیب یا نقص یا خلل یا شگاف نظر آتا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، سفیان ثوری اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر فرماتے ہیں کہ ﴿ فُطُوْرٍ ۝ ﴾ کے معنی شگاف کے ہیں۔[2] اور سدی فرماتے ہیں کہ ﴿ فُطُوْرٍ ۝ ﴾ کے معنی دراڑ کے ہیں۔[3] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے ابن آدم! کیا تو آسمان میں کوئی خلل دیکھتا ہے؟[4] فرمان الٰہی ہے: ﴿ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ ﴾ ''پھر بار بار نظر دوڑا۔'' امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ كَرَّتَيْنِ ﴾ کے معنی ہیں مرتین، یعنی دوبارہ۔ ﴿ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا ﴾ ''(ہر بار) تیری طرف نظر ناکام ہو کر پلٹ آئے گی۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ خَاسِئًا ﴾ کے معنی ذلیل کے ہیں۔[5] اور مجاہد و قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ذلیل و خوار کے ہیں۔[6] ﴿ وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ ﴾ کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تھکے اور درماندہ کے بیان کیے ہیں۔[7] مجاہد، قتادہ اور سدی فرماتے ہیں کہ ﴿ حَسِيْرٌ ۝ ﴾ اسے کہتے ہیں جو عاجزی و درماندگی کے باعث ختم ہو گیا ہو۔[8] اور آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ آپ جس قدر چاہیں بار بار نگاہ اٹھا کر دیکھیں، ہر بار آپ کی نظر لوٹ آئے گی مگر آپ آسمان میں کوئی عیب یا خلل نہ دیکھ سکیں گے۔ یعنی نظر بار بار دیکھنے سے تھک تو جائے گی مگر اس میں کوئی نقص نہ پائے گی۔ آسمان کی پیدائش و آفرینش میں ہر قسم کے عیب و نقص کی نفی کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے کمال اور اس کی زیب و زینت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ﴾ ''اور البتہ یقیناً ہم نے آسمان دنیا کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی۔'' چراغوں سے مراد نجوم و کواکب، یعنی ثوابت و سیارے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ ﴾ ''اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا آلہ بنایا۔'' ﴿ جَعَلْنٰهَا ﴾ کی ضمیر کا مرجع جنس کواکب ہیں، تمام کواکب نہیں کیونکہ آسمان کے تمام نجوم و کواکب کے ساتھ شیطانوں کو نہیں مارا جاتا بلکہ صرف شہابیوں کے ساتھ مارا جاتا ہے اور بسا اوقات نجوم و کواکب سے بھی شہابیوں کا کام لیا جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. ﴿ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝ ﴾ ''اور ہم نے ان کے لیے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' یعنی دنیا میں ہم نے شیطانوں کو اس ذلت و رسوائی سے دوچار کیا اور آخرت میں ان کے لیے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ صافات کے

---

[1] دیکھیے بنیٓ إسرآء یل 17:1 کے ذیل میں عنوان: ''معراج سے متعلق احادیث مبارکہ'' [2] تفسیر الطبری : 5/29 وتفسیر ابن أبي حاتم : 3363/10. [3] تفسیر القرطبي : 209/18. [4] تفسیر الطبری : 5/29. [5] تفسیر الطبری : 5/29. [6] تفسیر الطبری : 5/29. [7] تفسیر ابن أبي حاتم : 3363/10. [8] تفسیر الطبری : 5/29.

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑥ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا

اور جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا، ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے، اور وہ برا ٹھکانا ہے ⑥ جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی دھاڑ

لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ⑦ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ

سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی ⑦ قریب ہے کہ وہ غیظ وغضب سے پھٹ پڑے۔ جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے داروغے ان

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ⑧ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ

سے پوچھیں گے: کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ ⑧ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! یقیناً ڈرانے والا ہمارے پاس آیا تھا، چنانچہ ہم نے (اس

مِنْ شَيْءٍ ښ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ⑨ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ

ڈرانے والے کی) تکذیب کی اور ہم نے کہا کہ اللہ نے (کسی پر) کچھ بھی نہیں اتارا، تم تو بہت بڑی گمراہی میں ہو ⑨ اور وہ کہیں گے: کاش! ہم سنتے یا

اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑩ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑪

سمجھتے ہوتے تو ہم دوزخ والوں میں نہ ہوتے ⑩ پھر وہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے، چنانچہ دوزخ والوں پر لعنت ہے ⑪

آغاز میں فرمایا ہے: ﴿ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ۙ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۚ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 37:6-10) "بے شک ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دے کر مزین کیا، اور ہر شیطان سرکش سے (اس کی) حفاظت کے لیے کہ وہ عالم بالا کی طرف کان نہ لگا سکیں اور ہر طرف سے ان پر (انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔ (وہاں سے انھیں) بھگانے کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ مگر جو کوئی (فرشتوں کی کسی بات کو) چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے تو جلتا ہوا ستارہ اس کے پیچھے لگتا ہے۔" امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین مقاصد کے لیے پیدا فرمایا ہے: (1) یہ آسمان کے لیے باعث زینت ہیں (2) شیطانوں کو مارنے کا آلہ ہیں اور (3) علامات ہیں کہ ان سے راستوں کا تعین کیا جاتا ہے۔ جو کوئی شخص ان کے بارے میں کوئی اور نظریہ رکھے تو یہ اس کی محض اپنی رائے ہے جس کے استعمال کرنے میں اس نے راہِ راست کو ضائع کر دیا اور علم کے بغیر محض تکلف سے کام لیا ہے۔ اسے امام ابن جریر اور ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔ ①

تفسیر آیات: 6-11

جہنم اور اس میں داخل ہونے والوں کا ذکر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اور ہم نے تیار کر رکھا ہے ﴿ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑥ ﴾ "ان لوگوں کے لیے جہنم کا عذاب جنھوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔" یعنی ان کا بدترین انجام اور ٹھکانا ہے۔ ﴿ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا ﴾ "جب اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کا چیخنا چلانا سنیں گے۔" شہیق کے معنی ابن جریر نے چیخ وپکار کے بیان کیے ہیں۔ ② ﴿ وَّهِيَ تَفُوْرُ ⑦ ﴾ "اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔" امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہنم ان کے ساتھ اس طرح جوش مار رہی ہوگی جس طرح زیادہ پانی میں تھوڑے دانے

① تفسیر الطبری: 6/29 و تفسیر ابن أبي حاتم: 2913/9. ② تفسیر الطبری: 6/29.

جوش مارتے ہیں۔ [1] فرمان الٰہی ہے: ﴿ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ﴾ یعنی یوں معلوم ہوتا ہوگا کہ جہنم جہنمیوں پر غیض وغضب اور غصے کے باعث پھٹ پڑے گی۔

ارشاد باری ہے: ﴿ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ⑧ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ⑨ ﴾ ”جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے داروغے ان سے پوچھیں گے: کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے (اسے) جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو بہت بڑی گمراہی میں (پڑے ہوئے) ہو۔“ اللہ تعالیٰ مخلوق کے بارے میں اپنے عدل کو بیان کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک رسول کو مبعوث فرما کر اتمام حجت نہ فرما دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 15:17) ”اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔“ اور فرمایا: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ (الزمر 71:39) ”یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے، اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے: کیا تمھارے پاس تمھی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تمھیں تمھارے پروردگار کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور تمھیں تمھاری اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے وہ کہیں گے: کیوں نہیں! لیکن کافروں کے حق میں عذاب کا حکم ثابت ہے۔“ اس طرح وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کریں گے اور ندامت کا اظہار کریں گے مگر اس وقت ندامت ان کے کسی کام نہ آسکے گی، چنانچہ وہ کہیں گے: ﴿ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑩ ﴾ ”اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔“ یعنی اگر ہم اپنی عقلوں سے کام لیتے اور اللہ تعالیٰ نے جس حق کو نازل فرمایا تھا اسے سنتے تو ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر نہ کرتے اور اس بارے میں دھوکے میں مبتلا نہ ہوتے۔ لیکن ہم میں فہم ہی نہ تھا جس سے ہم رسولوں کے لائے ہوئے دین وشریعت کو سمجھتے اور ہم میں ایسی عقل ہی نہ تھی جو رسولوں کی اتباع اختیار کرنے کے لیے ہماری رہنمائی کرتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑪ ﴾ ”پس وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے، سو دوزخیوں کے لیے (اللہ کی رحمت سے) دوری ہے۔“ امام احمد نے ابوبختری طائی سے روایت کیا ہے کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [لَنْ يَّهلِكَ النَّاسُ حَتّٰى يُعْذِرُوا مِنْ أَنْفُسِهِمْ] ”لوگ ہرگز ہلاک نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وہ (گناہ کر کے بودی اور ناپائیدار تاویلوں کے ساتھ) اپنے آپ کو معذور ٹھہرائیں۔“ [2]

---

① تفسير القرطبي: 212/18 عن مجاهد. ② مسند أحمد: 260/4 و سنن أبي داود، الملاحم، باب الأمر والنهي، حديث: 4347.

اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ⑫ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا

بے شک جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں، ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے⑫ اور تم اپنی بات چھپا کر کہو یا اسے پکار کر کہو،

بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ⑭ هُوَ الَّذِیْ

بے شک وہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے⑬ بھلا وہ نہ جانے گا جس نے (سب کو) پیدا کیا۔ اور وہی باریک بین، بہت باخبر ہے⑭ وہی ہے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ⑮

جس نے زمین کو تمھارے تابع کر دیا، لہٰذا تم اس کی راہوں میں چلو اور اس (اللہ) کے رزق میں سے کھاؤ، اور اسی کی طرف جی اٹھنا ہے⑮

تفسیر آیات:12-15

بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرنے والے کی جزا: اللہ تعالیٰ اس شخص کے بارے میں خبر دے رہا ہے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر جائے، وہ تنہائی میں ہو اور لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز رہے اور اس کی اطاعت اور بندگی بجا لائے، خواہ اسے اللہ کے سوا اور کوئی نہ دیکھ رہا ہو تو ایسے شخص کے لیے: ﴿ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ⑫ ﴾ ''بخشش اور اجر عظیم ہے۔'' یعنی یہ کہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا اور اسے بے پایاں اجر و ثواب عطا کیا جائے گا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے: [سَبعَةٌ یُّظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِي (ظِلِّ عَرْشِهٖ) یَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ...... وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِینُهٗ] ''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے عرش کے زیر سایہ جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا...... (آپ نے ان سات قسم کے لوگوں میں یہ بھی ذکر فرمایا:) اور وہ آدمی جسے صاحب منصب و جمال والی عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ جواب میں پکار اٹھے کہ (نہیں میں یہ گناہ نہیں کر سکتا کیونکہ) میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، اسی طرح آپ نے ان لوگوں میں اس شخص کا بھی شمار فرمایا جو اللہ کی راہ میں صدقہ کرے مگر اسے اس قدر مخفی رکھے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی اس کی خبر نہ ہو سکے جسے اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا ہے۔''[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات سے متنبہ کرتے ہوئے کہ وہ تو دل کے بھیدوں اور اس کی دھڑکنوں تک سے آگاہ ہے، فرمایا: ﴿ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬ ﴾ ''اور تم اپنی بات پوشیدہ کہو یا پکار کر، بے شک وہ سینوں کے بھیدوں سے خوب واقف ہے۔'' یعنی دلوں میں جو خیالات آتے ہیں وہ ان سے بھی آگاہ ہے۔ ﴿ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ ﴾ ''بھلا وہ نہ جانے گا جس نے (سب کو) پیدا کیا!'' یعنی کیا جو خالق ہے وہ ان باتوں سے بے خبر ہے؟ نہیں وہ بے خبر نہیں ہو سکتا کیونکہ ﴿ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ⑭ ﴾ ''اور وہی باریک بین، بہت باخبر ہے۔''

---

[1] صحیح البخاري، الزکاة، باب الصدقة بالیمین، حدیث: 1423 و صحیح مسلم، الزکاة، باب فضل إخفاء الصدقة، حدیث: 1031 عن أبي هریرة ﷛ البتہ تو سین والے الفاظ المستدرك للحاکم، البر والصلة: 169/4، حدیث: 7315 عن عبادة بن الصامت ﷛ میں ہیں۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ⑯ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی

کیا تم اس (اللہ) سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے، یہ کہ وہ تمھیں زمین میں دھنسا دے تو ناگہاں وہ لرزنے لگے؟⑯ یا تم اس (اللہ) سے

السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ⑰ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ

بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے، یہ کہ وہ تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیجے؟ پھر جلد تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟⑰ اور البتہ یقیناً تکذیب

مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ⑱ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ؔۘ

کر چکے وہ جو ان سے پہلے تھے، چنانچہ (دیکھ لو) میرا عذاب کیسا تھا؟⑱ کیا انھوں نے اپنے اوپر پر پھیلاتے اور سکیڑتے ہوئے پرندے نہیں دیکھے۔

وقف لازم

مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ⑲

انھیں (اللہ) رحمٰن کے سوا کوئی نہیں تھامتا، بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھ رہا ہے⑲

بندوں کے لیے زمین کی تسخیر: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اپنے اس احسان کا تذکرہ فرمایا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لیے زمین کو مسخر کر دیا اور اسے پرسکون بنا دیا ہے کہ وہ ہلتی جلتی نہیں اور اس مقصد کے لیے اس نے زمین میں پہاڑ کھڑے کر دیے اور پھر یہاں چشمے بہا دیے اور چلنے پھرنے کے لیے مختلف راستے چلا دیے، اس میں مختلف منافع رکھے اور اس میں فصلوں، پھلوں کے تعین کے طریقے مقرر فرما دیے اور فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا﴾ ”وہی تو ہے جس نے زمین کو تمھارے تابع کر دیا، لہٰذا تم اس کی راہوں میں چلو۔“ یعنی زمین کے علاقوں میں جہاں چاہو سفر کرو اور مختلف ملکوں اور خطوں میں مختلف طریقوں سے کمانے کے لیے اور تجارتوں کے لیے جہاں چاہو آؤ جاؤ مگر یاد رکھو تمھاری یہ سعی و کوشش تمھارے کچھ کام نہیں آسکتی الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے تمھارے لیے آسان بنا دے، اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ﴾ ”اور اللہ کے (دیے ہوئے) رزق سے کھاؤ۔“ حصول رزق کے لیے سعی و کوشش توکل کے منافی نہیں ہے جیسا کہ امام احمد نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: [لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُو خِمَاصًا وَّتَرُوحُ بِطَانًا] ”اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمھیں اس طرح رزق عطا فرمائے جس طرح وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ (اپنے گھونسلوں سے) صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔“[1] اسے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[2]

اس حدیث سے طلبِ رزق کے لیے پرندوں کا صبح و شام آنا جانا ثابت ہے، حالانکہ ان کا اللہ عزوجل ہی پر توکل ہے کیونکہ وہی مسخر کرنے والا، آسان بنانے والا اور اسباب فراہم فرمانے والا ہے۔ ﴿وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ⑮﴾ ”اور (تم کو) اسی کی

---

① مسند أحمد : 30/1 . ② جامع الترمذي، الزهد، باب في التوكل على الله، حديث: 2344 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب التوكل واليقين، حديث: 4164 یہ حدیث السنن الكبرىٰ للنسائي کے مطبوعہ نسخے میں ہمیں نہیں ملی، البتہ تحفة الأشراف: 263/7، حديث : 10586 میں امام مزی رحمہ اللہ نے اسے امام نسائی رحمہ اللہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

طرف (قبروں سے) اٹھ کر جانا ہے۔'' یعنی تم سب کو روز قیامت اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سدی اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ مَنَاكِبِهَا ﴾ سے اطراف واکناف اور راستے مراد ہیں۔ (1)

تفسیر آیات:16-19

عذاب الٰہی سے بے خوفی کیوں......؟ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر لطف وکرم ہے کہ وہ ان کے کفر اور غیر اللہ کی عبادت کرنے کے سبب عذاب دینے پر قادر ہونے کے باوجود حلم سے کام لیتا، درگزر فرماتا، مہلت دیتا اور فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کرتا جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴾ (فاطر 45:35) ''اور اگر اللہ لوگوں کو اس وجہ سے پکڑتا جو انھوں نے کمایا تو اس (زمین) کی پشت پر چلنے والا کوئی جاندار نہ چھوڑتا لیکن وہ انھیں ایک وقت مقرر تک مہلت دیے جاتا ہے، جب ان کا وقت آجائے گا تو (ان کے اعمال کا بدلہ دے گا) یقیناً اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِىَ تَمُوْرُ ﴿16﴾ ﴾ ''کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے، بے خوف ہو کہ تمھیں زمین میں دھنسا دے اور وہ اس وقت لرزنے لگے؟'' ﴿ تَمُوْرُ ﴿16﴾ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ آنے جانے اور لرزنے لگے۔ ﴿ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۭ ﴾ ''کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہو گئے ہو کہ تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے؟'' یعنی ایسی ہوا بھیج دے جس میں کنکریاں ہوں اور وہ تمھیں تباہ وبرباد کر کے رکھ دے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 68:17) ''کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ اللہ تمھیں خشکی کی طرف (لے جا کر زمین میں) دھنسا دے یا تم پر سنگ ریزوں سے بھری آندھی چلا دے، پھر تم اپنا کوئی نگہبان نہ پاؤ۔'' اسی طرح یہاں ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿17﴾ ﴾ ''سو تم عنقریب جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟'' یعنی میرا انھیں ڈرانا کیسا ہے اور میں جس سے ڈرا رہا ہوں ان کے لیے اس کی سزا کیا ہے؟ یعنی بہت بڑی، شدید، نہایت دردناک (سزا) ہے۔ پھر فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''اور البتہ یقیناً جو لوگ ان سے پہلے تھے انھوں نے بھی جھٹلایا۔'' یعنی سابقہ قوموں اور پہلے زمانوں کے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی، ﴿ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿18﴾ ﴾ ''سو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب کیسا تھا؟'' یعنی دیکھ لو کہ ان تکذیب کرنے والوں کو میں نے کس طرح اپنی گرفت میں لیا، انھیں سخت سزا دی اور شدید اور دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا تھا۔

قدرت الٰہی کی پرندوں کے اڑنے سے دلیل: ارشاد الٰہی ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ﴾ ''کیا انھوں نے اپنے اوپر پر پھیلاتے اور سکیڑتے ہوئے پرندے نہیں دیکھے۔'' یعنی ہوا میں کبھی تو اپنے پروں کو پھیلا لیتے ہیں اور کبھی انھیں اکٹھا کر کے سکیڑ لیتے ہیں، ﴿ مَا يُمْسِكُهُنَّ ﴾ ''انھیں کوئی نہیں تھام سکتا۔'' یعنی ہوا میں ﴿ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ﴾ ''سوائے رحمان کے۔'' یعنی اس ذات گرامی کے سوا انھیں کوئی اور تھام نہیں سکتا جس نے اپنے لطف ورحمت سے ہوا کو ان کے لیے مسخر

(1) تفسير الطبري: 10/29 والدر المنثور: 384/6.

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿20﴾

بھلا ایسا کون ہے جو سوائے رحمٰن کے تمھاری فوج بن کر تمھاری مدد کرے؟ کافر تو نرے دھوکے میں ہیں ﴿20﴾

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿21﴾ اَفَمَنْ

بھلا ایسا کون ہے جو تمھیں رزق دے اگر رحمٰن اپنا رزق روک لے؟ (کوئی نہیں) بلکہ وہ سرکشی اور (حق سے) گریز پر اڑے ہوئے ہیں ﴿21﴾ بھلا

يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿22﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ

جو شخص اوندھا ہو کر اپنے چہرے کے بل چلتا ہو، وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو بالکل سیدھا ہو کر صراط مستقیم پر چلتا ہو؟ ﴿22﴾ کہہ دیجیے: وہی ہے

اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿23﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْ

جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو ﴿23﴾ کہہ دیجیے: وہی ہے

ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿24﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا، اور اسی کے حضور تم اکٹھے کیے جاؤ گے ﴿24﴾ اور وہ (کافر) کہتے ہیں: یہ (قیامت کا) وعدہ کب (پورا) ہوگا اگر تم

صٰدِقِيْنَ ﴿25﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿26﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً

سچے ہو؟ ﴿25﴾ کہہ دیجیے: (اس کا) علم تو صرف اللہ کے پاس ہے، اور بس میں تو واضح طور پر ڈرانے والا ہوں ﴿26﴾ پھر جب وہ اسے قریب

سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿27﴾

دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور کہا جائے گا: یہی ہے جو تم مانگتے تھے ﴿27﴾

کر دیا ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ﴿19﴾ ﴾ ''بے شک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔'' یعنی وہ دیکھ رہا ہے کہ اس کی مخلوق میں سے ہر چیز کے لیے کیا بہتر ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ (النحل 16:79) ''کیا ان لوگوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا کہ وہ آسمان کی فضا میں مسخر (تابع فرمان) ہیں، انھیں صرف اللہ ہی تھامے رکھتا ہے، البتہ ایمان والوں کے لیے یقیناً اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔''

تفسیر آیات: 20-27

اللہ کے سوا نہ کوئی مدد کر سکتا ہے اور نہ رزق دے سکتا ہے: اللہ تعالیٰ ان مشرکوں سے فرما رہا ہے جنھوں نے اس کے ساتھ غیر کی بھی عبادت کی اور پھر وہ غیر اللہ سے رزق اور مدد بھی مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے غیر اللہ سے جو امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں وہ کبھی پوری نہیں ہوں گی، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ ﴾ ''بھلا ایسا کون ہے جو تمھاری فوج بن کر اللہ کے سوا تمھاری مدد کر سکے؟'' یعنی اللہ کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے، نہ کوئی بچانے والا اور نہ کوئی مددگار، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿20﴾ ﴾ ''کافر تو نرے دھوکے میں ہیں۔'' پھر فرمایا: ﴿ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ﴾ ''بھلا اگر وہ (رحمٰن) اپنا رزق روک لے تو کون ہے جو تمھیں رزق دے؟'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ تم سے اپنے رزق کو روک لے تو کون ہے جو تمھیں رزق

دے سکے، یعنی اللہ وحدہ لاشریک کے سوا اور کوئی نہیں جو تمھیں دے یا منع کرے، پیدا کرے، رزق دے اور مدد کرے، یہ لوگ اس بات کو جانتے بھی ہیں اور پھر اس کے سوا اوروں کی عبادت کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ بَلْ لَّجُّوْا ﴾ ''بلکہ وہ اڑے ہوئے ہیں۔'' یعنی یہ اپنی سرکشی، افترا پردازی اور ضلالت وگمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ﴿ فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ ﴾ ''(حق سے) سرکشی اور گریز پر۔'' یعنی عناد، تکبر اور حق سے منہ موڑ کر نفرت میں پڑے ہوئے ہیں کہ نہ حق کو سنتے ہیں اور نہ اسے مانتے ہیں۔

کافر اور مومن کی مثال: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾ ﴾ ''بھلا جو شخص اوندھا ہو کر اپنے چہرے کے بل چلتا ہو وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو بالکل سیدھا ہو کر صراطِ مستقیم پر چلتا ہو؟'' یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کے لیے بیان فرمائی ہے، کافر کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو سیدھا ہو کر نہیں بلکہ ٹیڑھا چلتا ہو اور یہ جانتا بھی نہ ہو کہ وہ کہاں چل رہا اور کیسے چل رہا ہے بلکہ حیران و پریشان اور گم گشتہ ہو تو کیا ایسا شخص زیادہ ہدایت یافتہ ہے ﴿ اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾ ﴾ ''یا وہ جو بالکل سیدھا ہو کر صراطِ مستقیم پر چل رہا ہو۔'' یعنی ایسے رستے پر جو واضح اور روشن ہو، خود بھی سیدھا ہو اور اس کا رستہ بھی سیدھا ہو۔ یہ ان کی دنیا میں مثال ہے اور آخرت میں بھی یہ اسی طرح ہوں گے۔ مومن کو جب اٹھایا جائے گا تو وہ سیدھا ہو کر صراط مستقیم پر چلتا ہوا آئے گا اور یہ صراط مستقیم اسے جنت بریں میں پہنچا دے گا جبکہ کافر اپنے منہ کے بل چلتا ہوا آئے گا اور جہنم رسید ہو جائے گا۔ ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۙ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ○ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:22,23) ''جو لوگ ظلم کرتے تھے انھیں اور ان کے ہم جنسوں کو اور جن کو وہ پوجا کرتے تھے (سب کو) جمع کر لو، (جن کو) اللہ کے سوا (پوجا کرتے تھے) پھر انھیں جہنم کے رستے پر چلا دو۔'' ازواج سے یہاں مراد ہم جنس اور ہم مثال ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! لوگوں کو اپنے مونہوں کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ فرمایا: [(أَلَيْسَ) الَّذِی أَمْشَاهُمْ عَلٰی أَرْجُلِهِمْ قَادِرٌ عَلٰی أَنْ يُّمْشِيَهُمْ عَلٰی وُجُوهِهِمْ] ''جس نے انھیں پاؤں کے بل چلایا ہے، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ انھیں چہروں کے بل چلا سکے؟''[1] یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے۔[2]

قدرتِ تخلیق سے آخرت کی دلیل: فرمان الٰہی ہے: ﴿ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ وہ (اللہ) ہی تو ہے جس نے تمھیں پیدا کیا۔'' یعنی تمھاری تخلیق کی اس نے ابتدا فرمائی جبکہ تمھارا کوئی ذکر تک نہ تھا، ﴿ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ ﴾ ''اور اس نے تمھارے کان، آنکھیں اور دل بنائے۔'' یعنی تمھیں عقل اور ادراک سے نوازا، ﴿ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ ﴾ ''تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔'' ان قوتوں اور صلاحیتوں کو جن سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں نوازا ہے تم کم ہی اس کی اطاعت، اس کے احکام کی فرماں برداری اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کے لیے استعمال کرتے ہو۔ ﴿ قُلْ هُوَ الَّذِیْ

[1] مسند أحمد: 167/3 قوسین والے الفاظ صحیحین کے آمدہ حوالے کے مطابق ہیں۔ [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ ۙ ...... ﴾ الآیة (الفرقان 25:34)، حدیث: 4760 و صحیح مسلم، صفات المنافقین ......، باب یحشر الکافر علی وجهه، حدیث: 2806.

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿28﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿29﴾

کہہ دیجیے: بھلا بتاؤ تو! اگر اللہ مجھے اور ان کو جو میرے ساتھ ہیں، ہلاک کر دے یا ہم پر رحم کرے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون پناہ دے گا؟﴿28﴾ کہہ دیجیے: وہ رحمٰن ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر ہم نے توکل کیا، چنانچہ تم جلد جان لو گے کہ کون کھلی گمراہی میں ہے ﴿29﴾

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿30﴾

کہہ دیجیے: بھلا بتاؤ تو! اگر تمھارا (کنوؤں کا) پانی گہرا ہو جائے تو تمھارے پاس جاری پانی کون لائے گا؟﴿30﴾

﴿ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''کہہ دو کہ وہی تو ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا۔'' یعنی اس نے تمھیں زمین کے اطراف و اکناف میں بسا دیا اور اس نے تمھاری مختلف زبانیں، مختلف بولیاں، مختلف رنگ، مختلف نقش و نگار اور مختلف شکلیں اور صورتیں بنائیں، ﴿ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿24﴾ ﴾ ''اور اسی کے روبرو تم جمع کیے جاؤ گے۔'' یعنی اس الگ الگ ہو جانے، بکھر جانے اور منتشر ہو جانے کے بعد تم پھر اسی طرح جمع کیے جاؤ گے جس طرح اس نے تمھیں الگ الگ کیا اور پھر تمھیں اسی طرح دوبارہ پیدا کرے گا جس طرح اس نے پہلی دفعہ پیدا فرمایا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ کفار جو آخرت کے منکر اور اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید خیال کرتے ہیں، یہ کہتے ہیں: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿25﴾ ﴾ ''اور وہ (کافر) کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ (قیامت کا) وعدہ کب (پورا) ہوگا؟'' یعنی جدا جدا اور الگ الگ ہونے کے بعد دوبارہ جمع ہونا، جس کے بارے میں تم بتا رہے ہو، یہ کب ہوگا؟ ﴿ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ''کہہ دیجیے: (اس کا) علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔'' یعنی اس کے وقت کی تعیین کو تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن اس نے مجھے یہ حکم ضرور دیا ہے کہ میں تمھیں یہ بتا دوں کہ یہ ضرور واقع ہونے والا ہے، لہٰذا اس دن سے ڈرو! ﴿ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿26﴾ ﴾ ''اور بس میں تو کھول کھول کر ڈرانے والا ہوں۔'' یعنی مجھ پر فرض یہ ہے کہ میں پہنچا دوں اور میں نے اپنے اس فرض کو ادا کر دیا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''سو جب وہ اسے قریب سے دیکھ لیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے۔'' یعنی جب قیامت قائم ہو جائے گی اور کفار اس کا مشاہدہ کر لیں گے اور دیکھیں گے کہ اب معاملہ قریب ہے کیونکہ جو چیز آنے والی ہو وہ قریب ہی ہے، خواہ اس کا زمانہ قدرت طویل ہو جائے اور جب وہ امر واقع ہو جائے گا جس کی یہ تکذیب کرتے تھے تو ان کو یہ برا لگے گا کیونکہ انھیں وہاں خرابی معلوم ہو رہی ہو گی مگر یہ دن ان کا احاطہ کرے گا اور اللہ کا وہ امر آ پہنچے گا جس کا ان کے دلوں میں خیال بھی نہ تھا اور نہ اس کے حساب ہی کے لیے یہ تیار تھے، ﴿ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ○ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ ﴾ (الزمر 39:47،48) ''اور ان پر اللہ کی طرف سے وہ امر ظاہر ہو جائے گا جس کا ان کو خیال بھی نہ تھا اور ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ انھیں آ گھیرے گا۔'' اسی وجہ سے زجر و توبیخ کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿ هٰذَا الَّذِيْ

﴿ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴾ "یہ وہی ہے جس کے تم خواست گار تھے۔" یعنی جس کے جلد وقوع پذیر ہونے کا تم مطالبہ کیا کرتے تھے۔

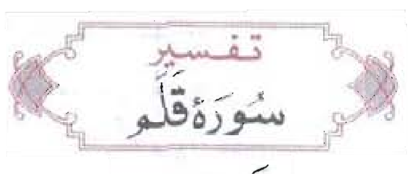
تفسیر آیات:28-30

موت سے عبرت حاصل کرنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ قُلْ ﴾ "کہہ دیجیے (اے محمد ﷺ!)" اللہ کے ساتھ ان شرک کرنے والوں اور اس کی نعمتوں کا انکار کرنے والوں سے: ﴿ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ "بھلا دیکھو تو! اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر مہربانی کرے تو کون ہے جو کافروں کو دکھ دینے والے عذاب سے پناہ دے؟" یعنی تم اپنی نجات کی فکر کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ اور اس کے دین کی طرف رجوع کے سوا اور کوئی چیز تمھیں اللہ تعالیٰ سے بچا نہ سکے گی اور تم ہمارے لیے جو عذاب اور سزا کی تمنا کرتے ہو یہ تمھارے کچھ کام نہ آ سکے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں، خواہ عذاب دے یا ہم پر رحم فرمائے، تمھیں اس کی شدید سزا اور اس دکھ درد دینے والے عذاب سے جو تم پر واقع ہونے والا ہے، کوئی نہیں بچا سکے گا، پھر فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ﴾ "فرما دیجیے کہ وہ (جو اللہ) رحمان (ہے) ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسا رکھتے ہیں۔" یعنی ہم تو اللہ رب العالمین جو رحمان و رحیم ہے، پر ایمان لاتے اور اپنے تمام امور و معاملات میں اسی کی ذات گرامی پر بھروسا رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ﴾ (ھود 11:123) "تو اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسا رکھیں۔" ﴿ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ "پس تمھیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون ہے؟" یعنی ہم میں اور تم میں سے کون صریح گمراہی میں مبتلا تھا اور دنیا و آخرت میں اچھا انجام کس کا ہو گا؟

پانی، نعمت الٰہی کی یاد دہانی اور اس کے خشک ہو جانے کا خوف: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اپنی رحمت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا ﴾ "کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو! اگر تمھارا پانی (جو تم پیتے ہو اور برتتے ہو) گہرا ہو جائے۔" یعنی زمین کی گہرائیوں میں چلا جائے تو اسے لوہے کی کدالوں اور مضبوط بازوؤں کے ساتھ بھی نکالا نہ جا سکے۔ اور (یہاں لفظ غور آیا ہے اسی سے) غائر (ہے بمعنی گہرا اور یہ) نابع (جاری ہونے والا) کا متضاد ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴾ "تو کون ہے جو تمھارے پاس بہتا ہوا (نتھرا) پانی لائے؟" یعنی ایسا چشمہ جو جاری اور سطح زمین پر رواں دواں ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا چشمہ جاری کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، یہ اس کا محض فضل و کرم ہے کہ اس نے تمھارے لیے پانی کے چشمے پیدا فرما کر اپنے بندوں کی تھوڑی یا زیادہ ضرورت کے مطابق ساری دنیا میں جاری و ساری فرما دیے۔

سورۂ ملک کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



یہ مکی سورت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ① مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ② وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ

نٓ قسم ہے قلم کی اور (اس کی) جو وہ لکھتے ہیں① (اے نبی!) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں②اور بے شک آپ کے لیے البتہ بے انتہا اجر

مَمْنُوْنٍ ③ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ⑤ بِاَيِّىكُمُ الْمَفْتُوْنُ ⑥

ہے③اور یقیناً آپ خُلقِ عظیم پر (کاربند) ہیں④ پھر جلد ہی آپ دیکھ لیں گے اور وہ (کفار) بھی دیکھ لیں گے⑤ کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے⑥

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ⑦

بے شک آپ کا رب ہی اسے بہتر جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا اور وہی بہتر جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو⑦

تفسیر آیات: 1-7

حروف تہجی (مقطعات) کے بارے میں سورۂ بقرہ کے آغاز میں بحث گزر چکی ہے۔ ﴿نٓ﴾ بھی اسی طرح ہے جیسے ﴿صٓ﴾ اور ﴿قٓ﴾ حروف مقطعات ہیں جو بعض سورتوں کے آغاز میں آتے ہیں۔ان کے بارے میں پہلے گفتگو ہو چکی ہے،لہٰذا یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

قلم کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْقَلَمِ﴾ ''قلم کی قسم!'' بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد جنس قلم ہے جس کے ساتھ لکھا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ؕ﴾ (العلق 96:3-5) ''پڑھیے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا (اور) انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔'' اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم کھا کر اپنی مخلوق کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس پر یہ کس قدر عظیم الشان احسان ہے کہ اس نے لکھنا سکھایا جو تمام علوم کے حصول کا ذریعہ ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَا يَسْطُرُوْنَ ①﴾ ''اور جو وہ (اہل قلم) لکھتے ہیں (اس کی قسم!)'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ جو وہ لکھتے ہیں۔[1] سدی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ فرشتے جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں۔[2] اور کچھ دیگر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں قلم سے مراد وہ قلم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے بھی پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھنے کا حکم جاری

① تفسیر الطبری: 23/29. ② تفسیر الماوردی: 60/6.

فرمایا تھا اور یہاں انھوں نے ان احادیث کا حوالہ دیا ہے جن میں اس قلم کا ذکر آیا ہے، مثلاً: امام ابن ابوحاتم نے ولید بن عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے کہ موت کے وقت میرے والد نے مجھے بلایا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: [إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ، فَقَالَ لَهُ: اُكْتُبْ، قَالَ: يَارَبِّ! وَمَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اُكْتُبِ الْقَدَرَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الْأَبَدِ] ''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اس سے کہا کہ لکھ، اس نے عرض کی: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ فرمایا: تقدیر کو اور جو کچھ ابد تک ہونے والا ہے، اسے لکھ۔'' [1] اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے بھی کئی طرق سے روایت کیا ہے۔ [2] امام ترمذی نے اسے امام ابوداود طیالسی کے حوالے سے روایت کیا اور اسے غریب قرار دیا ہے۔ [3]

نبی ﷺ کی عظمت پر قلم کی قسم: فرمان الٰہی ہے: ﴿مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝﴾ ''(اے محمد!) آپ اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں۔'' یعنی الحمدللہ آپ دیوانے نہیں ہیں جس طرح کہ آپ کی قوم کے یہ جاہل لوگ کہتے ہیں جو اس ہدایت اور واضح حق کی تکذیب کرتے ہیں جسے آپ لائے ہیں اور اس سلسلے میں وہ آپ کی نسبت جنون کی طرف کرتے ہیں۔ ﴿وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝﴾ ''اور بلاشبہ آپ کیلیے نہ ختم کیا جانے والا اجر ہے۔'' بلکہ آپ کے لیے تو وہ اجر عظیم اور ثواب جزیل ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا کیونکہ آپ نے اپنے رب کے پیغام کو مخلوق تک پہنچا دیا اور پھر ان کی طرف سے دی جانے والی تکلیفوں پر صبر کیا۔ ﴿غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝﴾ کے معنی غیر مقطوع (ختم نہ ہونے) کے ہیں جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝﴾ (ھود 108:11) ''یہ (اللہ کا) عطیہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔'' نیز فرمایا: ﴿فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝﴾ (التین 6:95) ''پس ان کے لیے غیر منقطع اجر ہے۔'' یعنی جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝﴾ کے معنی ہیں: بے حد وحساب۔ [4] ہم نے جو معنی بیان کیے ہیں وہ بھی یہی ہیں۔

اعلیٰ اخلاق کے عمدہ ترین پیکر: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ تو خلقِ عظیم پر (فائز) ہیں۔'' کی تفسیر میں امام عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خلق عظیم سے مراد دین عظیم، یعنی اسلام ہے۔ [5] امام مجاہد، ابو مالک، سدی اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔ [6] ضحاک اور ابن زید نے بھی یہی فرمایا ہے۔ [7]

سعید بن ابوعروبہ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ سعد بن ہشام نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے؟ انھوں نے عرض کی: کیوں نہیں! تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ [8] امام عبدالرزاق نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ [9] امام مسلم نے اسے صحیح میں قتادہ سے مروی طویل حدیث میں بیان کیا ہے۔ [10] اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے قرآن کے احکام اور قرآن کے امر ونہی

---

[1] امام ابن ابوحاتم سے ہمیں یہ حدیث نہیں ملی، البتہ اسے امام ابن جریر نے تفسیر الطبری:22,21/29 میں اور امام قرطبی نے تفسیر القرطبی:225/18 میں بیان کیا ہے۔ [2] مسند أحمد:317/5. [3] جامع الترمذی، القدر، باب إعظام أمر الإيمان بالقدر، حدیث:2155. [4] تفسیر الطبری:23/29. [5] تفسیر الطبری:24/29. [6] تفسیر الطبری:24/29 و الدر المنثور:390/6. [7] تفسیر الطبری:25/29. [8] تفسیر الطبری:24/29. [9] تفسیر عبدالرزاق:330/3، رقم:3274. [10] صحیح مسلم، صلاة المسافرین......، باب جامع صلاة اللیل......، حدیث:746.

پر اس طرح مکمل طور پر عمل فرمایا کہ آپ اپنی طبعی جبلت کو چھوڑ کر گویا مجسم قرآن بن گئے۔ قرآن نے جس بات کا بھی حکم دیا آپ اسے بجالائے اور قرآن نے جس بات سے بھی روکا آپ نے اس سے مکمل اجتناب فرمایا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو طبعی طور پر خلق عظیم پر پیدا فرمایا اور حیا، جود و سخا، شجاعت و بسالت، عفو و حلم اور ہر خلق جمیل سے سرفراز فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دس برس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا مگر آپ نے اس عرصے میں ایک بار بھی مجھے اف تک نہ کہا اور کسی ایسی چیز کے بارے میں جسے میں نے کیا ہو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ نے یہ کیوں کیا۔ اور نہ کسی ایسی چیز کے بارے میں جسے میں نے نہ کیا ہو، کبھی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ تم نے کیوں نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعتبار سے سب لوگوں سے احسن تھے۔ میں نے حریر و پرنیاں یا کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم ہو اور میں نے کبھی کوئی ایسی کستوری یا عطر نہیں سونگھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پسینے سے زیادہ معطر ہو۔ ① امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس بھی سب لوگوں سے زیادہ احسن اور آپ کا اخلاق بھی سب سے زیادہ احسن تھا، قامت کے اعتبار سے آپ نہ بہت طویل تھے اور نہ بہت کوتاہ۔ ② اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں اور امام ابو عیسیٰ ترمذی نے ''کتاب الشمائل'' کے نام سے اس موضوع پر مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے کبھی کسی خادم، عورت یا کسی چیز کو نہیں مارا تھا الا یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد فرما رہے ہوں، اگر آپ کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ کو یہ بات زیادہ پسند تھی کہ ان میں سے زیادہ آسان کو اختیار فرمالیں الا یہ کہ وہ گناہ کی بات ہو اور اگر گناہ کی بات ہوتی تو پھر آپ گناہ سے سب لوگوں سے زیادہ دور ہوتے تھے، آپ نے کسی بھی شخص سے اپنی ذات کے لیے کبھی کوئی انتقام نہیں لیا تھا الا یہ کہ کوئی اللہ کی حرمتوں کو توڑتا تو پھر آپ اللہ کے لیے اس سے انتقام لیتے تھے۔ ③ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ] ''مجھے تو صرف صالح اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا گیا ہے۔'' اس حدیث کو بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔ ④

فرمان الٰہی ہے: ﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ⑤ بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ ⑥﴾ ''سو عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ (کافر) بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔'' یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم!) عنقریب آپ بھی جان لیں گے اور آپ کی مخالفت اور تکذیب کرنے والے بھی یہ جان لیں گے کہ آپ میں اور ان میں سے دیوانہ اور گمراہ کون ہے، یہ اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ

---

① صحیح البخاری، الدیات، باب من استعان عبداً أو صبیا، حدیث: 6911 و 6038 و 1973 وصحیح مسلم، الفضائل، باب حسن خلقه ﷺ، حدیث: (51،52)- 2309، 2310 و 2330 وجامع الترمذی، البر والصلة، باب ما جاء فی خلق النبی ﷺ، حدیث: 2015 واللفظ له. ② صحیح البخاری، المناقب، باب صفة النبی ﷺ، حدیث: 3549. ③ مسند أحمد: 232/6 وصحیح البخاری، الحدود، باب إقامة الحدود......، حدیث: 6786. ④ مسند أحمد: 381/2.

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ ⑧ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ ⑨ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ

تو آپ تکذیب کرنے والوں کی اطاعت نہ کریں⑧ وہ چاہتے ہیں کہ آپ (کچھ) نرم پڑیں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں⑨ اور آپ ہر قسمیں کھانے والے

مَّهِیْنٍ ⑩ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیْمٍ ⑪ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ⑫ عُتُلٍّۭ بَعْدَ

ذلیل کی بات نہ مانیں⑩ جو طعنے دینے والا، انتہائی چغل خور ہے⑪ بھلائی سے روکنے والا، حد سے گزرنے والا، سخت گناہ گار ہے⑫ اجڈ، اس کے

ذٰلِكَ زَنِیْمٍ ⑬ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِیْنَ ⑭ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ

علاوہ حرام زادہ ہے ⑬اس لیے کہ (وہ) مال اور بیٹوں والا ہے⑭ جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ (یہ)

اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ⑮ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ⑯

پہلوں کے افسانے ہیں⑮ ہم جلد اسے (اس کی) سونڈ (ناک) پر داغ لگائیں گے⑯

نے فرمایا ہے: ﴿ سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ○ ﴾ (القمر 26:54) ”عنقریب انھیں کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّاۤ اَوْ اِیَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ ﴾ (سبا 24:34) ”اور بلاشبہ ہم یا تم البتہ سیدھے رستے پر ہیں یا صریح گمراہی میں ہیں۔“ ابن جریج کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ آپ اور یہ لوگ اسے قیامت کے دن جان لیں گے۔[1] عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ الْمَفْتُوْنُ ﴾ کے معنی مجنون کے ہیں۔[2] امام مجاہد اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے بھی یہی فرمایا ہے۔[3] ﴿ الْمَفْتُوْنُ ﴾ کے معنی تو ظاہر ہیں کہ جو حق سے بہک جائے اور گمراہ ہو جائے اور أَیِّکُم پر با کو اس لیے داخل کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ ﴿ فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ ⑤ ﴾ میں تضمین فعل ہے اور عبارت مقدر یوں ہوگی کہ عنقریب آپ بھی جان لیں گے اور وہ بھی جان لیں گے یا یہ کہ عنقریب آپ کو بھی بتا دیا جائے گا اور ان کو بھی کہ دیوانہ کون ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

پھر فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ⑦ ﴾ ”بلاشبہ آپ کا پروردگار ہی اسے خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا اور وہی ہدایت پانے والوں کو بہتر جانتا ہے۔“ یعنی وہ جانتا ہے کہ تم میں اور ان میں دونوں فریقوں میں سے کون ہدایت یافتہ ہے اور وہ راہ حق سے بہک کر گمراہ ہونے والی جماعت کو بھی خوب جانتا ہے۔

تفسیر آیات:8-16

تکذیب کرنے والوں کے مغالطوں کو قبول کرنے کی ممانعت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح ہم نے آپ پر انعام فرمایا اور شرع مستقیم اور خلق عظیم سے نوازا ﴿ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ ⑧ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ ⑨ ﴾ ”تو آپ جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانیں، وہ چاہتے ہیں کہ کاش! آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر انھیں رخصت دی جائے تو وہ بھی رخصت قبول کر لیں گے۔[4] مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں

---

[1] تفسیر القرطبی:229/18 و الدر المنثور:390/6. [2] الدر المنثور:390/6. [3] تفسیر الطبری: 25/29. [4] تفسیر الطبری:27/29.

کی طرف مائل ہو جائیں اور اس حق کو ترک کر دیں جس پر آپ ہیں۔[1] پھر فرمایا: ﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴾ ''اور آپ بہت قسمیں کھانے والے ذلیل کا کہنا نہ مانیں۔'' کاذب اپنی کمزوری اور رسوائی کو چھپانے کے لیے جھوٹی قسموں کا سہارا لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ناموں کی قسمیں موقع بے موقع کھاتا رہتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ مَّهِيْنٍ ﴾ کے معنی کاذب کے ہیں۔[2] فرمان الٰہی: ﴿ هَمَّازٍ ﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما و قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی غیبت کرنے والے کے ہیں۔[3] ﴿ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ﴾ ''چغلی کھانے والا'' یعنی وہ جو لوگوں کی چغلی کھاتا، انھیں ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرتا اور لوگوں میں فساد پھیلانے کے لیے ایک دوسرے کو باتیں بتلاتا ہو، یہ بات تباہ و برباد کر دینے والی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں مجاہد کی طاؤس اور ان کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: [إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ] ''بے شک ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے بھی نہیں ہو رہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب کرتے ہوئے آڑ نہیں کرتا تھا، جبکہ دوسرا چغلی کھاتا تھا۔''[4] دیگر بہت سے محدثین نے بھی اس حدیث کو اپنی کتابوں میں بہت سی سندوں کے ساتھ مجاہد کے حوالے سے بیان فرمایا ہے۔[5] امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: [لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ] ''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''[6] اسے ابن ماجہ کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔[7]

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ ﴾ ''بھلائی سے بہت روکنے والا'' یعنی اس کے ذمے یا اس کے پاس جو مال ہے اس میں وہ بخل سے کام لیتا ہے۔ ﴿ مُعْتَدٍ ﴾ ''حد سے بڑھنے والا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جو حلال کیا ہے اسے لینے میں وہ جائز حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔ ﴿ اَثِيْمٍ ﴾ ''سخت گناہگار ہے۔'' محرمات کا ارتکاب کرنے والا ہے۔ ﴿ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴾ ''اجڈ، اس کے علاوہ حرام زادہ ہے۔'' اَلْعُتُلّ کے معنی تو بدخو، سخت دل، صحیح سالم مگر مال کو جمع کرنے والا اور بخل کرنے والا کے ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حارثہ بن وہب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُّتَضَعِّفٍ لَّوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ، أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّسْتَكْبِرٍ]

---

[1] تفسیر الطبری:28,27/29. [2] تفسیر الطبری :28/29. [3] تفسیر الطبری:29/29. [4] صحیح البخاری، الوضوء، باب، حدیث : 218 و صحیح مسلم، الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول......، حديث: 292. [5] سنن أبی داود، الطهارة، باب الاستبراء من البول، حديث : 20 و جامع الترمذی، الطهارة، باب ماجاء فی التشديد فی البول، حديث: 70 و سنن النسائی، الطهارة، باب التنزه عن البول، حديث: 31 و سنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب التشديد فی البول، حديث: 347. [6] مسند أحمد :382/5. [7] صحیح البخاری، الأدب، باب مايُكره من النميمة، حديث: 6056 و صحیح مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم النميمة، حديث:(169)-105 و سنن أبی داود، الأدب، باب فی القتات، حديث: 4871 و جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی النمام، حديث: 2026 و السنن الكبرى للنسائی، التفسير، باب سورة القلم:496/6، حديث :11614 .

’’کیا میں تمھیں یہ نہ بتاؤں کہ اہل جنت کون ہے؟ (فرمایا:) ہر ضعیف و ناتواں جو اگر اللہ تعالیٰ کو قسم دے دے تو وہ اس کی قسم کو پورا کرے (وہ اہل جنت میں سے ہے اور پھر فرمایا:) کیا میں تمھیں یہ نہ بتاؤں کہ اہل دوزخ کون ہے؟ (فرمایا:) ہر اجڈ، سخت دل اور متکبر (اہل دوزخ میں سے ہے۔)‘‘[1] وکیع کی روایت میں: [كُلُّ جَوَّاظٍ جَعْظَرِيٍّ مُّسْتَكْبِرٍ] ’’ہر کنجوس اور مال جمع کرنے والا، سخت خو، متکبر ہے۔‘‘ کے الفاظ ہیں۔[2] امام بخاری و مسلم اور ابوداود کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کو امام سفیان ثوری اور شعبہ کے واسطے سے معبد بن خالد سے روایت کیا ہے۔[3] اہلِ لغت لکھتے ہیں کہ جَعْظَرِيٍّ کے معنی سخت خو اور سنگ دل کے ہیں۔ جَوَّاظٍ مال جمع کرنے والے اور بخل کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اور زَنِیم کے معنی امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بیان کیے ہیں کہ قریش میں سے ایک شخص تھا جس کے کان کا کچھ حصہ کٹا ہوا تھا جس طرح بکری کا کان کٹا ہوتا ہے۔[4] اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص برائی میں اسی طرح مشہور تھا جس طرح کان کٹی ہوئی بکری دیگر بکریوں میں مشہور ہوتی ہے۔ عربی زبان میں زنیم اس اجنبی شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی قوم میں داخل ہو جائے جیسا کہ ابن جریر اور دیگر کئی ایک ائمہ نے فرمایا ہے۔[5]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِیْنَ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝﴾ ’’اس لیے کہ وہ مال اور بیٹوں والا ہے۔ جب اس پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کے افسانے ہیں۔‘‘ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ احسان فرمایا کہ اسے مال اور بیٹوں کی نعمت سے نوازا مگر یہ ان انعامات الٰہی کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کر کے اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ رہا ہے اور آیات الٰہی کے بارے میں اس بدگمانی میں مبتلا ہے کہ یہ جھوٹی ہیں اور اگلے لوگوں کے قصے کہانیوں سے ماخوذ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۝ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ۝ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ۝ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ۝ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ۝ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝﴾ (المدثر 74:11-30) ’’مجھے اور اسے تنہا چھوڑ دیجیے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور اسے مال کثیر دیا۔ اور (ہر وقت اس کے پاس) حاضر رہنے والے بیٹے دیے۔ اور اس کے لیے خوب فراخی کا سامان کیا، پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔ ہر گز نہیں! بلاشبہ یہ ہماری آیتوں سے سخت عناد رکھتا ہے۔ میں اسے

---

[1] مسند أحمد: 306/4. [2] مسند أحمد: 306/4. [3] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ ۝﴾ (القلم 68:13)، حدیث: 4918 و 6657 و صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها......، باب النار یدخلها الجبارون.........، حدیث: 2853 و سنن أبی داود، الأدب، باب فی حسن الخلق، حدیث: 4801 و جامع الترمذی، صفة جهنم، باب من هم أهل الجنة ومن هم أهل النار، حدیث: 2605 و السنن الکبری للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالی: ﴿ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ ۝﴾: 497/6، حدیث: 11615، و سنن ابن ماجه، الزهد، باب من لا یؤبه له، حدیث: 4116. [4] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ ۝﴾ (القلم 68:13)، حدیث: 4917. [5] تفسیر الطبری: 32/29.

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِیْنَ ﴿17﴾ وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ ﴿18﴾

بے شک ہم نے انھیں آزمایا جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا، جب انھوں نے قسم کھائی کہ البتہ صبح ہوتے ہی اس کے پھل کو ضرور توڑ لیں گے ﴿17﴾

فَطَافَ عَلَیْهَا طَآىِٕفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآىِٕمُوْنَ ﴿19﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِیْمِ ﴿20﴾ فَتَنَادَوْا

اور وہ ''ان شاء اللہ'' نہیں کہہ رہے تھے ﴿18﴾ تو آپ کے رب کی طرف سے کوئی پھرنے والا (عذاب) اس (باغ) پر پھر گیا، جبکہ وہ سو رہے تھے ﴿19﴾ پھر وہ

مُصْبِحِیْنَ ﴿21﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰی حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِیْنَ ﴿22﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ

(باغ) کٹی کھیتی کی طرح ہو گیا ﴿20﴾ پھر صبح ہوتے ہی انھوں نے ایک دوسرے کو پکارا ﴿21﴾ کہ تم اپنی کھیتی پر صبح سویرے چلو اگر تمھیں پھل توڑنا ہے ﴿22﴾ چنانچہ

یَتَخَافَتُوْنَ ﴿23﴾ اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ مِّسْكِیْنٌ ﴿24﴾ وَّغَدَوْا عَلٰی حَرْدٍ

وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے تھے ﴿23﴾ کہ آج تمھارے پاس باغ میں کوئی مسکین داخل نہ ہونے پائے ﴿24﴾ اور وہ صبح سویرے (یہ سوچ

قٰدِرِیْنَ ﴿25﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿26﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿27﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ

کر) لپکتے گئے کہ وہ (مسکینوں کو) روکنے پر قادر ہیں ﴿25﴾ پھر جب انھوں نے باغ دیکھا تو کہا: یقیناً ہم (راستہ) بھول گئے ہیں ﴿26﴾ (نہیں) بلکہ ہم تو محروم

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿28﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿29﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

کر دیے گئے ہیں ﴿27﴾ ان کا بہترین کہنے لگا: کیا میں نے تمھیں نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ ﴿28﴾ انھوں نے کہا: پاک ہے ہمارا رب، بے شک

عَلٰی بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿30﴾ قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِیْنَ ﴿31﴾ عَسٰی رَبُّنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا

ہم ہی ظالم تھے ﴿29﴾ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے ملامت کرنے لگے ﴿30﴾ (اور) کہنے لگے: ہائے ہم پر افسوس! بے شک ہم ہی سرکش تھے ﴿31﴾

مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿32﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا

وقف لازم

شاید ہمارا رب بدلے میں اس سے بہتر ہمیں دے، بے شک ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں ﴿32﴾ اسی طرح ہوتا ہے عذاب۔ اور آخرت

یَعْلَمُوْنَ ﴿33﴾ ع

ع 1 33 3

کا عذاب تو سب سے بڑا ہے۔ کاش! وہ جان لیتے ﴿33﴾

جلد مشکل چڑھائی چڑھاؤں گا۔ بے شک اس نے غور و فکر کیا اور اندازہ لگایا۔ تو وہ مارا جائے! کیسا اندازہ لگایا؟ پھر وہ مارا جائے! کیسا اندازہ لگایا؟ پھر اس نے دیکھا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بسورا۔ پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر اس نے کہا: یہ (قرآن) تو صرف جادو ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔ یہ تو صرف ایک بشر کا قول ہے۔ میں جلد اسے سقر (جہنم) میں ڈالوں گا۔ اور آپ کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے۔ وہ نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔ چمڑی جھلسا دینے والی ہے۔ اس پر انیس (فرشتے مقرر) ہیں۔'' اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ سَنَسِمُهٗ عَلَی الْخُرْطُوْمِ ﴿16﴾ ﴾ ''ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔'' ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس کے معاملے کو اس طرح واضح کر دیں گے حتی کہ وہ اسے پہچاننے لگیں گے اور وہ ان سے مخفی نہ رہے گا جس طرح وہ شخص مخفی نہیں رہ سکتا جس کی ناک پر داغ لگا ہوا ہو۔[1] دیگر ائمۂ تفسیر نے لکھا ہے کہ

① تفسیر الطبری: 36/29.

﴿ سَنَسِمُهٗ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس پر جہنمیوں کی علامت لگا دیں گے۔ یعنی قیامت کے دن اس کے چہرے کو کالا سیاہ کر دیں گے۔ یہاں چہرے کے لیے ناک کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔[1]

تفسیر آیات: 17-33

کفار کی کمائی کے ختم ہو جانے کی مثال: یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کے لیے بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں عظیم رحمت اور جسیم نعمت سے نوازا اور وہ یہ ہے کہ ان کی طرف حضرت محمد ﷺ کی بعثت فرمائی مگر انھوں نے اس رحمت و نعمت کی قدر کرنے کے بجائے، آپ کی تکذیب و تردید کی اور آپ سے جنگ کی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ ﴾ ''یقیناً ہم نے ان لوگوں کی آزمائش کی ہے۔'' ﴿ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ﴾ ''جس طرح ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی۔'' جنت اس باغ کو کہتے ہیں جو مختلف انواع و اقسام کے پھلوں پر مشتمل ہو۔ ﴿ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝ ﴾ ''جب انھوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہوتے ہی وہ اس کا پھل ضرور کاٹ (توڑ) لیں گے۔'' یعنی انھوں نے آپس میں یہ قسمیں کھائیں کہ اس کے پھل کو رات کو ہی توڑ لیں گے تاکہ کسی فقیر اور سوالی کو ان کے بارے میں پتا نہ چلے باغ کا پھل ان پر وافر ہو جائے اور اس میں سے کچھ بھی صدقہ نہ کریں۔ ﴿ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝ ﴾ ''اور وہ ان شاء اللہ نہیں کہہ رہے تھے۔'' یعنی انھوں نے قسمیں تو کھائیں مگر ان شاء اللہ نہ کہا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی قسموں کو پورا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآىِٕفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآىِٕمُوْنَ ۝ ﴾ ''سو وہ ابھی سو ہی رہے تھے کہ آپ کے پروردگار کی طرف سے (راتوں رات) کوئی پھرنے والا (عذاب) اس (باغ) پر پھر گیا۔'' یعنی باغ پر ایک آسمانی آفت ٹوٹ پڑی، ﴿ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝ ﴾ ''تو وہ (باغ) ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی ہو۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ باغ کا منظر اس طرح ہو گیا جیسے سیاہ رات ہو۔[2] امام سفیان ثوری اور سدی فرماتے ہیں کہ وہ کٹی ہوئی کھیتی کے مانند ہو گیا، یعنی چورا چورا اور خشک ہو گیا۔

﴿ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝ ﴾ ''پھر صبح ہوتے ہی وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔'' یعنی صبح کے وقت انھوں نے ایک دوسرے کو بلانا شروع کیا تاکہ باغ کا پھل توڑنے کے لیے چل پڑیں، ﴿ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝ ﴾ ''کہ اگر تمھیں (پھل) توڑنا ہے تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی جا پہنچو۔'' یعنی اگر تم پھل کاٹنا چاہتے ہو تو جلدی کرو۔ ﴿ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۝ ﴾ ''پھر وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے۔'' یعنی آپس میں سرگوشیاں کرتے چلے جا رہے تھے تاکہ کوئی ان کی بات کو سن نہ سکے، پھر اللہ تعالیٰ نے، جو مخفی باتوں اور سرگوشیوں کو بھی جانتا ہے، ہمیں یہ بتایا ہے کہ وہ کیا سرگوشیاں کر رہے تھے، فرمایا: ﴿ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۝ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝ ﴾ ''پھر وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے کہ آج یہاں (باغ میں) تمھارے پاس کوئی فقیر ہرگز داخل نہ ہو پائے۔'' یعنی آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہہ رہے تھے کہ آج کسی فقیر کو یہ موقع ہی نہ دو کہ وہ تمھارے پاس آسکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ ﴾ یعنی بڑی قوت و شدت کے ساتھ وہ کوشش کر کے صبح سویرے نکلے، ﴿ قٰدِرِيْنَ ۝ ﴾ یعنی اس

[1] تفسير الطبری: 36/29 و تفسير الماوردی: 66/6. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 3366/10 و تفسير الطبری: 38/29.

حال میں کہ وہ اپنے وہم وگمان کے مطابق اس باغ پر قدرت رکھنے والے تھے لیکن ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴾ ''پھر جب انھوں نے اس (باغ) کو دیکھا تو کہنے لگے کہ البتہ ہم رستہ بھول گئے ہیں۔'' یعنی جب یہ باغ کے پاس پہنچے اور اس کی وہ حالت دیکھی جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ یہ باغ جو کبھی سرسبز وشاداب اور پھولوں، پھلوں سے لدا پھندا ہوتا تھا، اب تباہ وبرباد ہونے کے بعد کالی سیاہ رات کا منظر پیش کر رہا تھا کہ اب اس میں کوئی چیز بھی تو منفعت بخش باقی نہ رہی تھی جس کی وجہ سے انھیں یہ گمان گزرا کہ شاید وہ راستہ بھول گئے ہیں، اس لیے کہنے لگے: ﴿ اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴾ ''یقیناً ہم رستہ بھول گئے ہیں۔'' یعنی ہم کسی اور راستے پر چل نکلے جس کی وجہ سے غلط جگہ پر آگئے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے۔[1] پھر انھوں نے اپنی اس بات سے رجوع کر لیا اور انھیں یقین ہو گیا کہ نہیں یہ وہی جگہ ہے اور کہنے لگے: ﴿ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴾ ''(نہیں) بلکہ ہم (برگشتہ بخت) بے نصیب ہیں۔'' یعنی یہ جگہ تو وہی ہے لیکن ہم ہی محروم وبے نصیب ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالَ اَوْسَطُهُمْ ﴾ ''ایک جو ان میں بہترین تھا، بولا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، محمد بن کعب، ربیع بن انس، ضحاک اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو ان میں سے سب سے زیادہ موزوں اور بہتر تھا،[2] وہ کہنے لگا: ﴿ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴾ ''کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟'' مجاہد، سدی اور ابن جریج کہتے ہیں کہ تم إن شاء اللّٰه کیوں نہیں کہتے۔[3] سدی فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں تسبیح ہی إن شاء اللّٰه کہنا تھی۔[4] ابن جریر فرماتے ہیں کہ تسبیح یہ ہے کہ کوئی یہ کہے: إن شاء اللّٰه.[5] یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان میں سے بہتر نے یہ کہا کہ کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو تمھیں عطیہ اور انعام سے نوازا ہے اس پر تم اللہ کی تسبیح اور اس کا شکر ادا کیوں نہیں کرتے، ﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴾ ''(تب) وہ کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو پاک ہے، بے شک ہم ہی ظالم تھے۔'' لیکن انھوں نے اطاعت کا اس وقت اظہار کیا جب وہ ان کے لیے نفع بخش نہ تھی اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اعتراف کرنے لگے مگر یہ بے سود تھا، اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ۝ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ ﴾ ''بے شک ہم ہی ظالم تھے، پھر وہ ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے ملامت کرنے لگے۔'' یعنی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ انھوں نے کیوں اصرار کیا کہ مسکینوں کو پھل نہ دیا جائے اور اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا بجز اس کے کہ اپنی غلطی اور گناہ کا اعتراف ان الفاظ سے کیا: ﴿ قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِیْنَ ﴾ ''وہ کہنے لگے: ہائے ہماری شامت! بلاشبہ ہم ہی حد سے بڑھ گئے تھے۔'' یعنی ہم ہی نے ظلم، زیادتی اور سرکشی کرتے ہوئے حد سے تجاوز کیا جس کی وجہ سے ہمیں یہ روز بد دیکھنا پڑا۔

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم :3366/10 و تفسیر الطبری :42,41/29. [2] تفسیر الطبری :42/29. [3] تفسیر الطبری :43/29 والدرالمنثور :397/6. [4] تفسیر ابن أبي حاتم :3366/10. [5] تفسیر الطبری :43/29، البتہ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں ابن جریر رحمہ اللہ کے بجائے ابن جریج سے یہ قول منقول ہے، دیکھیے الدر المنثور :397/6.

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿34﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿35﴾

بے شک متقین کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمت کے باغات ہیں﴿34﴾ کیا پھر ہم مسلمانوں کو مجرموں کے برابر ٹھہرائیں گے؟﴿35﴾ تمھیں کیا ہوا، تم کیسے فیصلے

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿36﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿37﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿38﴾

کرتے ہو؟﴿36﴾ کیا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے، جس میں تم پڑھ لیتے ہو؟﴿37﴾ (کہ) یقیناً تمھارے لیے اس (کتاب) میں تمھاری من مانی باتیں ہوں؟﴿38﴾

اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿39﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ

کیا تم نے ہم سے یوم قیامت تک پہنچنے والی قسمیں لی ہیں کہ بے شک تمھارے لیے وہ ہوگا جو تم فیصلہ کرو گے؟﴿39﴾ ان سے پوچھیے کہ ان میں کون

بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿40﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿41﴾

اس کا ذمہ لیتا ہے؟﴿40﴾ کیا ان کے کوئی شریک ہیں؟ تو چاہیے کہ وہ اپنے شریک لے آئیں اگر وہ سچے ہیں﴿41﴾

﴿عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿32﴾﴾ ’’امید ہے کہ ہمارا پروردگار اس کے بدلے میں ہمیں اس سے بہتر (باغ) عنایت فرمائے، بلاشبہ ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔‘‘ کہا گیا ہے کہ انھیں رغبت ہوئی کہ اللہ اس کے بدلے دنیا میں انھیں اور باغ عطا فرما دے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے امید کی کہ اللہ تعالیٰ انھیں آخرت میں اس کا ثواب عطا فرمائے گا۔ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ. بعض سلف نے ذکر کیا ہے کہ ان باغ والوں کا تعلق اہل یمن سے تھا۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ ان کا تعلق ضروان نامی ایک بستی سے تھا جو صنعاء سے چھ میل کی مسافت پر تھی۔ [1] بعض نے کہا ہے کہ ان کا تعلق حبشہ سے تھا، ان کے باپ نے بطور وراثت ان کے لیے یہ باغ چھوڑا تھا اور یہ اہل کتاب تھے۔ ان کے باپ کا باغ کے بارے میں اچھا طرز عمل تھا کہ وہ اس سے جو پیداوار حاصل کرتا، اس میں سے کچھ حصہ تو باغ ہی کی اصلاح اور بہتری کے لیے خرچ کر دیتا، ایک سال کے لیے اپنے اہل و عیال کا خرچ رکھ لیتا اور باقی صدقہ کر دیتا تھا۔ جب وہ فوت ہو گیا اور اس کے یہ بیٹے اس کے وارث بنے تو کہنے لگے کہ ہمارا باپ تو احمق تھا کہ وہ باغ کی پیداوار کا ایک حصہ فقیروں پر خرچ کر دیتا تھا، لہٰذا اگر ہم فقیروں کو نہ دیں تو یہ حصہ بھی ہمارے پاس ہی رہ جائے گا، جب انھوں نے فقیروں کو محروم کر دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کے ارادے کے برعکس معاملہ کیا اور جو کچھ ان کے پاس تھا راس المال، نفع اور صدقہ سب کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑا اور فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ﴾ ’’(دیکھو!) عذاب یوں ہی ہوتا ہے۔‘‘ یعنی اس طرح اسے عذاب سے دوچار کر دیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرے، اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال میں بخل سے کام لے، مسکینوں، فقیروں اور محتاجوں کے حق کو ادا نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے کفران نعمت کی روش کو اختیار کرے۔ ﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿33﴾﴾ ’’اور آخرت کا عذاب (اس سے) کہیں بڑا ہے، کاش! یہ لوگ جانتے ہوتے۔‘‘ یعنی جیسا کہ تم نے سن لیا کہ یہ تو دنیا کی سزا ہے اور باقی رہا آخرت کا عذاب تو وہ اس سے کہیں بڑھ کر سخت ہوگا۔

[1] تفسیر الطبری: 38/29.

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿42﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ

جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور انھیں سجدے کے لیے بلایا جائے گا تو وہ (سجدہ) نہ کرسکیں گے ﴿42﴾ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، ان پر

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿43﴾ فَذَرْنِيْ وَمَنْ

ذلت چھا رہی ہوگی۔ اور تحقیق (دنیا میں) انھیں سجدے کے لیے بلایا جاتا تھا جب کہ وہ صحیح سالم تھے ﴿43﴾ لہٰذا چھوڑ دیجیے مجھے اور اس کو جو اس

يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿44﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ

حدیث (قرآن) کو جھٹلاتا ہے، ہم انھیں آہستہ آہستہ (تباہی کی طرف) لے جائیں گے اس طرح کہ انھیں علم تک نہ ہوگا ﴿44﴾ اور میں انھیں ڈھیل دیتا ہوں،

كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿45﴾ اَمْ تَسْــَٔـلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿46﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ

بے شک میری تدبیر انتہائی پختہ ہے ﴿45﴾ (اے نبی!) کیا آپ ان سے اجر مانگتے ہیں جو وہ چٹی کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں؟ ﴿46﴾ کیا ان کے پاس

الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿47﴾

(علمِ) غیب ہے تو وہ (اس سے) لکھ لاتے ہیں؟ ﴿47﴾

تفسیر آیات: 34-41

فرماں بردار اور مجرم برابر نہیں: جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان دنیوی باغ والوں کا ذکر کیا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا تو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرے اور اس کی اطاعت بجالائے تو اسے آخرت میں نعمتوں سے بھرپور ایسے باغات ملیں گے جو کبھی نہ تباہ و برباد ہوں گے اور نہ اس کی ابدی و سرمدی نعمتیں ہی کبھی زوال پذیر ہوں گی، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿35﴾ ﴾ ''کیا پھر ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح (نعمتوں سے محروم) کر دیں گے؟'' یعنی کیا جزا و سزا کے اعتبار سے ہم دونوں سے یکساں سلوک کریں گے؟ زمین و آسمان کے رب کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہوگا، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿36﴾ ﴾ ''تمھیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟'' یعنی تم یہ کس طرح گمان کرتے ہو؟ پھر فرمایا: ﴿ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿37﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿38﴾ ﴾ ''یا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم (یہ) پڑھتے ہو کہ بلاشبہ اس میں تمھارے لیے وہ ہے جسے تم بہتر سمجھتے ہو؟'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا تمھارے ہاتھوں میں آسمان سے نازل ہونے والی کوئی ایسی کتاب ہے جسے تم پڑھتے ہو، یاد رکھتے ہو اور جو خلف کے سلف سے نقل کرنے کی وجہ سے تمھارے ہاں متداول ہو اور اس میں اس طرح کی باتیں لکھی ہوں جن کا تم دعویٰ کرتے ہو؟ ﴿ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿39﴾ ﴾ ''یا تم نے ہم سے یوم قیامت تک پہنچنے والی قسمیں لے رکھی ہیں؟ (کہ) یقیناً تمھارے لیے وہ ہوگا جو تم فیصلہ کرو گے۔'' یعنی کیا تمھارے پاس ہماری طرف سے کیے ہوئے عہد و پیمان موجود ہیں کہ تم جو ارادہ اور خواہش بھی کرو گے وہ تمھیں ضرور حاصل ہو کر رہے گی؟ ﴿ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿40﴾ ﴾ ''اُن سے پوچھیے کہ ان میں سے کون اس (بات) کا ذمہ لیتا ہے؟'' یعنی آپ ان سے یہ کہیں کہ اس کا ذمہ دار کون ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا کفیل

کون ہے۔[1] ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ﴾ ''یا ان کے لیے (ہمارے) کوئی شریک ہیں؟''یعنی بت یا دیگر شریک، ﴿ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴾ ''اگر وہ سچے ہیں تو چاہیے کہ اپنے شریک لے آئیں۔''

تفسیر آیات :42-47

قیامت کے دن کی ہولناکی: جب اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا: ﴿ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴾ (القلم 34:68) ''بے شک متقین کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمت کے باغات ہیں۔'' تو یہ بیان کرتے ہوئے کہ یہ کب ہوگا، فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴾ ''جس دن پنڈلی سے کھول دیا جائے گا اور انھیں سجدے کے لیے بلایا جائے گا تو وہ (سجدہ) نہ کر سکیں گے۔'' یعنی یہ قیامت کے دن ہوگا جس دن بڑی ہولناکیاں، بڑے زلزلے، بڑے ابتلا و امتحان اور بڑے بڑے امور وقوع پذیر ہوں گے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا:[يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهِ، فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ، وَّيَبْقَى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِيَاءً وَّسُمْعَةً، فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ، فَيَعُودُ ظَهْرُهُ طَبَقًا وَّاحِدًا] ''ہمارا رب اپنی پنڈلی سے پردہ اٹھائے گا تو ہر مومن مرد و عورت اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے اور صرف وہ باقی رہ جائے گا جو دنیا میں ریا کاری اور شہرت کے لیے سجدہ کیا کرتا تھا، چنانچہ وہ جب سجدہ کرنا چاہے گا تو اس کی پشت ایک سخت تختے کی طرح ہو جائے گی۔'' یہ حدیث صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں بہت سی سندوں اور مختلف الفاظ سے مروی ہے اور یہ ایک طویل اور مشہور حدیث ہے۔[2]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ﴾ ''ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی (اور) ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔'' یعنی دنیا میں انھوں نے جو جرم اور تکبر کیا تو آخرت میں ان کے اس عمل کے الٹ ان سے معاملہ کیا جائے گا اور دنیا میں انھیں جب اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کا کہا گیا تو انھوں نے صحت و سلامتی کے باوجود اس سے انکار کیا، اب آخرت میں انھیں یہ سزا دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کر ہی نہیں سکیں گے۔ جب اللہ رب ذو الجلال تجلی فرمائے گا تو مومن اپنے رب تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے مگر کسی کافر و منافق کو اس وقت سجدہ کرنے کی طاقت ہی نہ ہوگی کیونکہ ان کی پشتیں اس وقت تختوں کی طرح سخت ہو جائیں گی۔ جب بھی ان میں سے کوئی سجدہ کرنا چاہے گا تو وہ سجدے کی حالت کے برعکس اپنی گدی کے بل پیچھے کی طرف گر جائے گا جس طرح کہ دنیا میں ان کا عمل مومنوں کے عمل کے برعکس تھا۔

قرآن کی تکذیب کرنے والے کے لیے وعید: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ﴾ ''پس مجھے چھوڑ دیجیے اور اسے جو اس حدیث (قرآن) کو جھٹلاتا ہے۔'' حدیث سے مراد قرآن مجید ہے اور یہ بہت شدید وعید ہے، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اور اسے چھوڑ دو (تاکہ میں اس سے سمجھ لوں) یہ میں ہی جانتا ہوں کہ میں نے اسے اس کی

[1] تفسير الطبري :45/29. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ ﴾ (القلم68: 42)، حديث: 4919 و صحيح مسلم، الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، حديث :183 .

سرکشی کے باوجود کس طرح مہلت اور ڈھیل دے رکھی ہے اور پھر میں اسے اس طرح پکڑوں گا جس طرح غالب اور قوت والا پکڑتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ ''ہم انھیں اس طرح آہستہ آہستہ (تباہی کی طرف) لے جائیں گے کہ انھیں خبر بھی نہ ہوگی۔'' یعنی انھیں اس بات کا شعور بھی نہیں ہوگا، وہ سمجھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی عزت افزائی ہو رہی ہے، حالانکہ حقیقت میں ان کی توہین و تذلیل کی جا رہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِينَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۚ بَلْ لَّا يَشْعُرُونَ ۝ ﴾ (المؤمنون 23:55،56) ''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک ہم جو بھی ان کے مال اور اولاد میں اضافہ کیے جا رہے ہیں، تو کیا ہم ان کے لیے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ (اصل حقیقت کا) شعور نہیں رکھتے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۚ حَتّٰى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُّبْلِسُونَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:44) ''پھر جب انھوں نے اس نصیحت کو، جو انھیں کی گئی تھی فراموش کر دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ جب ان چیزوں سے، جو ان کو دی گئی تھیں، اترانے لگے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا، پھر وہ (اس وقت) مایوس ہو کر رہ گئے۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴾ ''اور میں انھیں مہلت دیے جاتا ہوں، بلاشبہ میری تدبیر بہت قوی ہے۔'' یعنی میں انھیں جو مہلت اور ڈھیل دے رہا ہوں تو یہ بھی ان کے ساتھ میری ایک تدبیر ہے۔ اور اس کے خلاف تو میری تدبیر بہت قوی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے، میرے رسولوں کی تکذیب کرے اور میری معصیت و نافرمانی کی جرأت کرے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ: ﴿ وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ ۝ ﴾ (هود 11:102)] ''بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیے رکھتا ہے حتی کہ جب اسے پکڑتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا، پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ''اور (اے نبی!) آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑا کرتا ہے جبکہ وہ ظالم ہوتی ہیں۔ بے شک اس کی پکڑ بہت سخت (اور) درد دینے والی ہے۔''[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴾ ﴿ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴾

''(اے نبی ﷺ!) یا آپ ان سے کوئی اجر مانگتے ہیں کہ وہ تاوان (کی وجہ) سے بوجھل ہو گئے ہیں یا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ (اسے) لکھتے جاتے ہیں۔'' ان دو آیتوں کی تفسیر سورۂ طور میں بیان کی جا چکی ہے۔[2] ان آیات کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد (ﷺ!) آپ انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان سے اس کا کچھ اجر نہیں مانگتے بلکہ آپ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہیں۔ اور آپ جس دین و شریعت کو لے کر آئے ہیں یہ لوگ محض جہالت، کفر اور عناد کی وجہ سے اس کی تکذیب کر رہے ہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى ﴾ (هود11:102)، حديث:4686 و صحيح مسلم، البر والصلة......، باب تحريم الظلم، حديث:2583. [2] دیکھیے الطور 52، آیات:40،41 کے ذیل میں۔

وقف لازم

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ ۘ إِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿48﴾ لَوْلَآ أَنْ تَدٰرَكَهٗ

چنانچہ آپ اپنے رب کے حکم کے لیے صبر کریں اور مچھلی والے (یونس) کی طرح نہ ہوں، جب اس نے (اللہ کو) پکارا تھا جبکہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا﴿48﴾ اگر اس

نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿49﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿50﴾

کے رب کا احسان اسے نہ سنبھالتا تو وہ چٹیل میدان میں پھینکا جاتا جبکہ وہ مذموم ہوتا﴿49﴾ پھر اس کے رب نے اسے نوازا اور اس کو صالحین میں شامل کیا﴿50﴾

وَإِنْ يَّكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهٗ

اور بلاشبہ قریب ہے کہ کافر (لوگ) اپنی (بری) نظروں سے آپ کو پھسلا دیں گے جب وہ (یہ) ذکر (قرآن) سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بے شک وہ تو

لَمَجْنُونٌ ﴿51﴾ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ ﴿52﴾ ع

یقیناً دیوانہ ہے﴿51﴾ اور یہ (قرآن) تو سب جہانوں کے لیے نصیحت ہے﴿52﴾

تفسیر آیات: 48-52

صبر کرنے اور یونس علیہ السلام کی طرح جلدی نہ کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاصْبِرْ﴾ ”آپ صبر کیجیے“ اے محمد (ﷺ!) آپ اپنی قوم کی ایذا اور تکذیب پر صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان پر غلبہ عطا فرمائے گا اور دنیا و آخرت میں عاقبت آپ کی اور آپ کے پیروکاروں ہی کی اچھی ہوگی۔ ﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ﴾ ”اور مچھلی والے (یونس) کی طرح نہ ہونا۔“ یعنی یونس بن متی علیہ السلام کی طرح جو اپنی قوم سے ناراض ہو کر چل دیے تھے اور سمندر میں جب سفر اختیار کیا تو مچھلی نے انھیں نگل لیا اور وہ انھیں سمندروں کی تہوں اور تاریکیوں میں لے گئی تو وہاں انھوں نے سنا کہ سمندر بھی اس بلند و بالا اور قادر و قدیر ذات گرامی کی تسبیح بیان کر رہا ہے کہ جس کی تقدیر کو کوئی ٹال نہیں سکتا تو انھوں نے بھی سمندر کے اندھیروں میں اپنے رب کو پکارا: ﴿أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِينَ ۚ﴾ (الأنبیآء 87:21) ”کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے (اور) بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔“ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـۨجِي الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾ (الأنبیآء 88:21) ”چنانچہ ہم نے اس کی دعا قبول کر لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَوْلَآ أَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۝ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهٖٓ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝﴾ (الصّٰفّٰت 144,143:37) ”پھر اگر (یہ بات) نہ ہوتی کہ بے شک وہ تسبیح کرنے والوں میں سے تھا۔ تو وہ لوگوں کے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کے دن (روز قیامت) تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتا۔“ اور یہاں یہ فرمایا ہے: ﴿إِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿48﴾﴾ ”جب اس نے (اللہ کو) اس حال میں پکارا کہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور سدی فرماتے ہیں کہ ﴿مَكْظُومٌ ﴿48﴾﴾ کے معنی مغموم کے ہیں۔[1] اسی لیے فرمایا: ﴿فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿50﴾﴾ ”پس اس کے پروردگار نے اسے چن لیا، پھر اس کو (دوبارہ) نیکوکاروں میں سے کر دیا۔“ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَّقُولَ: أَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّونُسَ بْنِ مَتّٰى] ”کسی کو یہ بات

[1] تفسیر الطبری: 55,54/29.

زیب نہیں دیتی کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔''[1] اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے سفیان ثوری کے حوالے سے روایت کیا ہے۔[2] صحیحین میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔[3]

نظر کا لگ جانا حق ہے: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ ﴾ ''اور بلاشبہ قریب ہے کہ کافر (لوگ) اپنی (بری) نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں گے۔'' کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ لَيُزْلِقُوْنَكَ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ آپ کو پھسلا دیں گے۔[4] یعنی آپ کو نظر لگا دیں گے اور بغض کی وجہ سے یہ لوگ آپ سے حسد کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ آپ کی حمایت اور حفاظت فرما رہا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نظر لگنا اور اس کا اثر انداز ہونا حق ہے جیسا کہ مختلف سندوں سے مروی بہت سی احادیث سے بھی یہ ثابت ہے جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

حدیث بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ: امام ابو عبداللہ ابن ماجہ نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ] ''دم صرف نظر لگنے یا بخار سے کیا جاتا ہے۔''[5] امام مسلم نے اس حدیث کو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے اور اس میں ایک قصہ بھی بیان کیا گیا ہے۔[6] اسی طرح امام ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔[7] امام بخاری، ابو داود اور ترمذی نے اس حدیث کو عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے انھی الفاظ کے ساتھ موقوفاً روایت کیا ہے۔[8]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث: امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَّلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ، وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا] ''نظر لگنا برحق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جا سکتی ہوتی تو نظر سبقت لے جاتی اور جب تم سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو غسل کر دیا کرو۔''[9] اس حدیث کو صرف امام مسلم نے بیان فرمایا ہے، امام بخاری نے نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن و حسین کو یہ دم کیا کرتے تھے: [أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ، وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ] ''میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے کلمات تام کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان، زہریلے جاندار سے اور ہر لگنے والی نظر بد (کے شر)

---

[1] مسند أحمد :390/1. [2] صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰه تعالٰی: ﴿ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ ...... ﴾ (الصّٰفّٰت 37:139-142)، حدیث:3412. [3] صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰه تعالٰی: ﴿ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ ...... ﴾ (الصّٰفّٰت37:139-142)، حدیث:3413 و3416 و3395 و صحیح مسلم، الفضائل، باب فی ذکر یونس علیہ السلام......، حدیث:2376، 2377 صحیحین میں یہ حدیث ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ [4] تفسیر الطبری :56/29.

[5] سنن ابن ماجه، الطب، باب مارخص فیه من الرقی، حدیث :3513. [6] صحیح مسلم، الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة......، حدیث :220. [7] جامع الترمذی، الطب، باب ماجاء فی الرخصة فی ذلك، حدیث :2057. [8] صحیح البخاری، الطب، باب من اکتوٰی أو کوی غیره......، حدیث:5705 و سنن أبی داود، الطب، باب فی تعلیق التمائم، حدیث :3884 و جامع الترمذی، الطب، باب ماجاء فی الرخصة فی ذلك، حدیث :2057، امام ابو داود اور ترمذی نے اس روایت کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ واللّٰه تعالٰی أعلم . [9] صحیح مسلم، السلام، باب الطب والمرض و الرقی، حدیث :2188.

سے۔'' آپ نے فرمایا:[هٰكَذَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يُعَوِّذُ إِسْحَاقَ وَإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ]''حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق واسماعیل علیہما السلام کو بھی اسی طرح دم کیا کرتے تھے۔''اس حدیث کوامام بخاری اوراہل سنن نے بیان فرمایا ہے۔[1]

حدیث ابوامامہ اسعد بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ: امام ابن ماجہ نے ابوامامہ(اسعد) بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ عامر بن ربیعہ کا سہل بن حنیف کے پاس سے گزر ہوا جبکہ وہ غسل کر رہے تھے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے اس طرح کا بدن تو کسی پردہ نشین عورت کا بھی نہیں دیکھا۔تھوڑی دیر بعد ہی سہل بے ہوش ہوکر گر پڑے،انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیااور عرض کی گئی:اے اللہ کے رسول!سہل کی خبر لیجیے یہ بے ہوش ہوگئے ہیں،آپ نے فرمایا:[مَنْ تَتَّهِمُونَ بِهٖ؟]''تم کس پر الزام لگاتے ہو؟''توانھوں نے کہا کہ عامر بن ربیعہ پر،آپ نے فرمایا:[عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ؟ إِذَا رَأٰى أَحَدُكُمْ مِّنْ أَخِيهِ مَا يُعْجِبُهٗ، فَلْيَدْعُ لَهٗ بِالْبَرَكَةِ]''تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے؟جب تم میں سے کسی کواپنے بھائی کی کوئی بات اچھی لگے تواسے چاہیے کہ وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے۔''پھرآپ نے پانی منگوایااور عامر کوحکم دیا کہ وہ وضوکرےاوراپنے چہرے کودھوئے اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئےاوراپنے گھٹنوں کواور تہبند کے اندر والے جسم کودھوڈالےاور پھر حکم دیا کہ اس پانی کوسہل پر ڈالو۔سفیان نے کہا کہ معمر نے زہری سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حکم دیا کہ برتن کواس کے پیچھے سے اس پر انڈیلے۔[2] امام نسائی نے بھی کئی سندوں کے ساتھ ابوامامہ سے یہ روایت کیا ہے کہ وہ برتن کو اس کے پیچھے سے اس پر انڈیلے۔[3]

حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ: امام ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کی نظروں سے پناہ مانگا کرتے تھے،پھرانسانوں کی نظروں سے پناہ مانگا کرتے تھے۔جب معوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے ان دونوں سورتوں کو لے لیااوران کے سوادیگراشیاء کوترک کر دیا۔[4] اسے امام ترمذی ونسائی نے بھی روایت کیااورامام ترمذی نے اس حدیث کوحسن غریب قرار دیا ہے۔[5]

ایک دوسری حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی:اے محمد!کیا آپ بیمار ہیں؟آپ نے فرمایا:[نَعَمْ]''ہاں''توانھوں نے آپ کو یہ دم کیا:[بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَّعَيْنٍ، (اَللّٰهُ) يَشْفِيكَ، بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ]''اللہ کے نام کے ساتھ میں تجھے دم کرتا ہوں،

---

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 10، حديث:3371 و سنن أبي داود، السنة، باب في القرآن، حديث: 4737 و جامع الترمذي، الطب، باب كيف يعوذ الصبيان، حديث:2060 واللفظ له والسنن الكبرٰى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب ذكر ماكان إبراهيم يعوذبه......: 250/6،حديث:10844 وسنن ابن ماجه، الطب، باب ماعوّذبه النبي ﷺ......، حديث : 352. [2] سنن ابن ماجه، الطب، باب العين ، حديث :3509. [3] السنن الكبرٰى للنسائي، الطب، باب وضوء العائن:381/4، حديث: 7617و7619. [4] سنن ابن ماجه، الطب، باب من استرقى من العين، حديث:3511. [5] جامع الترمذي، الطب، باب ماجاء في الرقية بالمعوذتين، حديث:2058 و سنن النسائي، الاستعاذة، باب الاستعاذة من عين الجان، حديث :5496 .

ہر اس چیز سے جو تجھے تکلیف دے، ہر انسان اور ہر آنکھ کے شر سے اور نظر سے اللہ تجھے شفا دے، میں اللہ کے نام کے ساتھ تجھے دم کرتا ہوں۔'' اسے امام مسلم اور ابوداود کے سوا دیگر اہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔ [1] امام احمد رحمہ اللہ ہی نے ابوسعید یا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیمار تھے تو جبریل آپ کے پاس آئے اور انھوں نے آپ کو یہ دم کیا: [بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيكَ مِنْ كُلِّ حَاسِدٍ وَّعَيْنٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيكَ] ''اللہ کے نام کے ساتھ میں تجھے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تجھے تکلیف دے (اور) ہر حسد کرنے والے اور ہر آنکھ (کے شر) سے بھی (تجھے دم کرتا ہوں) اللہ تجھے شفا بخشے۔'' [2]

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(إِنَّ) الْعَيْنَ حَقٌّ] ''یقیناً نظر لگ جانا برحق ہے۔'' [3] اسے امام بخاری و مسلم نے بھی بیان فرمایا ہے۔ [4] امام ابن ماجہ نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلْعَيْنُ حَقٌّ] ''نظر لگ جانا برحق ہے۔'' [5] اسے (اپنی سند سے) روایت کرنے میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں۔

حدیث اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا: امام احمد رحمہ اللہ نے عبید بن رفاعہ زرقی سے روایت کیا ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جعفر کے بیٹوں کو نظر لگ جاتی ہے تو کیا میں انھیں دم کر دیا کروں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ! فَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ] ''ہاں! اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی ہوتی تو نظر سبقت کر جاتی۔'' [6] امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔ [7] اسے امام ترمذی اور نسائی نے عبدالرزاق از معمر از ایوب از عمرو بن دینار از عروہ بن عامر از عبید بن رفاعہ از اسماء بنت عمیس روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ [8]

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا: امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ نظر لگ جانے کی وجہ سے دم کرا لیا کریں۔ [9] اسے امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت فرمایا ہے۔ [10]

---

[1] مسند أحمد: 28/3 و56/3 قوسین والا لفظ صحیح مسلم، السلام، باب الطب والمرض و الرقی، حدیث:2186 کے مطابق ہے۔ و جامع الترمذی، الجنائز، باب ماجاء فی التعوذ للمریض، حدیث : 972 و السنن الکبرٰی للنسائی، عمل الیوم واللیلة، باب ذکر ماکان جبریل یعوذ به النبی ﷺ:249/6، حدیث:10843 و سنن ابن ماجه، الطب، باب ما عوذ به النبی ﷺ......، حدیث:3523. [2] مسند أحمد :75/3. [3] مسند أحمد:319/2، البتہ قوسین والا حرف المستدرك للحاکم، معرفة الصحابة، باب ذکر مناقب سهل......:412,411/3، حدیث:5742 عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے. [4] صحیح البخاری، الطب، باب العین حق، حدیث :5740 و صحیح مسلم، السلام، باب الطب......، حدیث:2187 . [5] سنن ابن ماجه، الطب، باب العین، حدیث:3507. [6] مسند أحمد :438/6. [7] جامع الترمذی، الطب، باب ماجاء فی الرقیة من العین، حدیث:2059 و سنن ابن ماجه، الطب، باب من استرقی من العین، حدیث:3510. [8] جامع الترمذی، الطب، باب ماجاء فی الرقیة من العین، حدیث : 2059 و السنن الکبرٰی للنسائی، الطب، باب رقیة العین:365/4، حدیث:7537. [9] سنن ابن ماجه، الطب، باب من استرقی من العین، حدیث :3512. [10] صحیح البخاری، الطب، باب رقیة العین، حدیث:5738 و صحیح مسلم، السلام، باب استحباب الرقیة من العین......، حدیث :2195 .

حدیث سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ: امام احمد رحمہ اللہ نے ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے سفر کے لیے تشریف لے جا رہے تھے اور یہ لوگ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے حتی کہ جب یہ جحفہ کی گھاٹی خرار میں پہنچے تو وہاں سہل بن حنیف نے غسل کیا، سہل گورے رنگ اور خوبصورت جسم اور خوبصورت جلد کے مالک تھے، خاندان بنوعدی بن کعب کے ایک شخص عامر بن ربیعہ نے جب انھیں غسل کرتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ میں نے اس طرح کا کوئی انسان نہیں دیکھا اور آج تک ایسی خوبصورت جلد کسی پردہ نشین عورت کی بھی نہیں دیکھی، اس سے سہل بے ہوش ہو کر گر گئے، انھیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا اور عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! سہل کے بارے میں کوئی تدبیر فرمائیں، اللہ کی قسم! وہ نہ سر اٹھا رہے ہیں اور نہ ہوش میں آ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: [هَلْ تَتَّهِمُونَ فِيهِ مِنْ أَحَدٍ؟] ''تم ان میں سے کسی ایک پر الزام لگاتے ہو؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: عامر بن ربیعہ نے ان کی طرف دیکھا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے عامر کو بلایا اور ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: [عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ؟ هَلَّا إِذَا رَأَيْتَ مَا يُعْجِبُكَ بَرَّكْتَ؟ ثُمَّ قَالَ لَهُ: اِغْتَسِلْ لَهُ] ''تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے؟ جب تمھیں کوئی چیز اچھی لگی تو تم نے برکت کی دعا کیوں نہ کی؟ پھر ان سے فرمایا: ان کے لیے غسل کرو'' تو انھوں نے اپنے چہرے، دونوں ہاتھوں، دونوں کہنیوں، دونوں گھٹنوں، دونوں پاؤں کے کناروں اور تہبند کے اندر والے جسم کو ایک برتن میں دھویا اور پھر اس پانی کو سہل پر انڈیل دیا گیا۔ ایک شخص نے ان کے پیچھے سے اس پانی کو ان کے سر اور پشت پر انڈیلا، پھر برتن کو بھی ان کے پیچھے سے ان پر انڈیل دیا گیا، ایسا کرنے کے بعد سہل بالکل تندرست ہو گئے اور وہ لوگوں کے ساتھ اس طرح چلنے لگ گئے گویا انھیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ ①

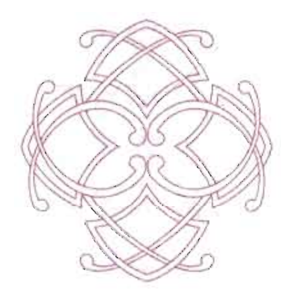
حدیث عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ: امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں عبداللہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ عامر بن ربیعہ اور سہل بن حنیف غسل کرنے کے لیے نکلے، دونوں تہبند کے لیے کپڑا ڈھونڈ رہے تھے۔ عامر نے جو اونی جبہ پہن رکھا تھا اسے اتارا تو میں نے انھیں نظر لگا دی، پھر وہ غسل کے لیے پانی میں اترے تو میں نے پانی میں خرخراہٹ کی آواز سنی، تو میں نے انھیں تین بار بلایا مگر انھوں نے کوئی جواب نہ دیا، میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضری دی اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ تشریف لائے اور پانی میں داخل ہو گئے گویا میں آپ کی پنڈلیوں کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں، آپ نے اپنے دست مبارک کو ان کے سینے پر مارا اور پھر فرمایا: [اَللّٰهُمَّ! اِصْرِفْ عَنْهُ حَرَّهَا وَبَرْدَهَا وَوَصَبَهَا] ''اے اللہ! تو اس سے اس کی گرمی، سردی اور تکلیف کو دور فرما دے۔'' اس سے عامر کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مِّنْ أَخِيهِ أَوْ مِنْ نَّفْسِهِ أَوْ مِنْ مَّالِهِ مَا يُعْجِبُهُ فَلْيُبَرِّكْهُ، فَإِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ] ''جب تم میں سے کسی کو اپنے بھائی سے یا اس کی جان سے یا اس کے مال سے کوئی چیز اچھی لگے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے، بے شک نظر لگ جانا برحق ہے۔'' ②

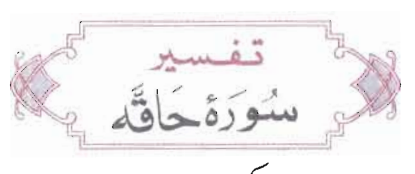
---

① مسند أحمد :487,486/3. ② مسند أحمد :447/3 اس کی سند امیہ بن ہند کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز اس کے متن میں وہم بھی ہے کہ نظر عامر رضی اللہ عنہ کو لگی تھی جبکہ صحیح یہ ہے کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو نظر لگی تھی جیسا کہ قبل ازیں روایت گزر چکی ہے۔ مزید دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد) :468-466/24 والسلسلة الصحيحة :150-148/6، تحت الحديث:2572.

کفار کا اعتراض اور ان کو جواب :فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۟ۘ ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے۔'' یعنی یہ لوگ آپ کو آنکھوں سے نظر لگاتے اور اپنی زبانوں سے بھی تکلیف پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص قرآن مجید لانے کی وجہ سے دیوانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ نہیں آپ دیوانے نہیں ہیں۔ اور جہاں تک قرآن کا تعلق ہے تو سن لو کہ ﴿ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۟ ﴾ ''اور (لوگو!) یہ (قرآن) تو اہلِ عالم کے لیے نصیحت ہے۔''

سورۂ قلم کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.





یہ مکی سورت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلۡحَآقَّۃُ ① مَا الۡحَآقَّۃُ ② وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحَآقَّۃُ ③ كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَعَادٌۢ بِالۡقَارِعَۃِ ④

ثابت ہونے والی① کیا ہے ثابت ہونے والی؟② اور آپ کو کس نے خبر دی کیا ہے ثابت ہونے والی؟③ ثمود اور عاد نے اس تہلکہ خیز (قیامت) کو

فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُهۡلِكُوۡا بِالطَّاغِيَۃِ ⑤ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِيَۃٍ ⑥ سَخَّرَهَا

جھٹلایا④ تو جو ثمود تھے وہ انتہائی اونچی خوفناک آواز سے ہلاک کیے گئے⑤ اور جو عاد تھے تو وہ یخ تند و تیز بے قابو آندھی سے ہلاک ہوئے⑥ اللہ نے

عَلَيۡهِمۡ سَبۡعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَۃَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوۡمًا فَتَرَى الۡقَوۡمَ فِيۡهَا صَرۡعٰى ۙ كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ

اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن جڑ کاٹنے (فنا کرنے) کے لیے مسلط رکھا، پھر آپ اس قوم کو پچھاڑے (ہلاک کیے) ہوئے دیکھتے ہو گویا وہ کھجور

نَخۡلٍ خَاوِيَۃٍ ⑦ فَهَلۡ تَرٰى لَهُمۡ مِّنۡۢ بَاقِيَۃٍ ⑧ وَجَآءَ فِرۡعَوۡنُ وَمَنۡ قَبۡلَهٗ وَالۡمُؤۡتَفِكٰتُ

کے کھوکھلے تنے ہوں⑦ پھر کیا آپ ان کی کوئی باقیات دیکھتے ہیں؟⑧ اور فرعون اور جو اس سے پہلے تھے اور الٹائی گئی بستیوں والے گناہ کرتے تھے⑨

بِالۡخَاطِئَۃِ ⑨ فَعَصَوۡا رَسُوۡلَ رَبِّهِمۡ فَاَخَذَهُمۡ اَخۡذَةً رَّابِيَۃً ⑩ اِنَّا لَمَّا طَغَا الۡمَآءُ حَمَلۡنٰكُمۡ

پھر انھوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اس (رب) نے انھیں نہایت سخت گرفت میں لے لیا⑩ بے شک جب پانی میں طغیانی آئی تو ہم

فِى الۡجَارِيَۃِ ⑪ لِنَجۡعَلَهَا لَكُمۡ تَذۡكِرَةً وَّتَعِيَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِيَۃٌ ⑫

نے تمھیں بہتی ناؤ میں سوار کیا⑪ تاکہ ہم تمھارے لیے اس (فعل) کو نصیحت بنا دیں اور (تاکہ) یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں⑫

تفسیر آیات:1-12

قیامت کی عظمت کی طرف اشارہ: حاقّۃ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعیدیں پوری ہوں گی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحَآقَّۃُ ③﴾ ”اور آپ کو کس نے خبر دی (کہ وہ) ثابت ہونے والی کیا ہے؟“

سابقہ امتوں کی ہلاکت کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے اس کی تکذیب کرنے والی امتوں کی ہلاکت و بربادی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُهۡلِكُوۡا بِالطَّاغِيَۃِ ⑤﴾ ”پس ثمود تو حد سے گزرنے والی (خوفناک آواز) سے ہلاک کر دیے گئے۔“ یہ ایک زوردار چیخ تھی جس نے ان کو خاموش کر دیا اور ایسا زلزلہ تھا جس نے انھیں جامد کر دیا۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ طاغیۃ

کے معنی زوردار چیخ کے ہیں۔[1] مجاہد فرماتے ہیں کہ طاغیة کے معنی گناہوں کے ہیں۔[2] ربیع بن انس اور ابن زید نے بھی کہا ہے کہ اس کے معنی طغیان وسرکشی کے ہیں۔ابن زید نے اس کی تائید میں یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰىهَآ ﴾ (الشمس 11:91) ''قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے (نبی کو) جھٹلایا۔''[3] ﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ ﴾ ''لیکن عاد کا تخ بستہ آندھی سے ستیاناس کر دیا گیا۔'' ریح صرصر کے معنی ٹھنڈی ہوا کے ہیں۔ یہ قول قتادہ، سدی، ربیع بن انس اور ثوری کا ہے۔[4] اور ﴿ عَاتِيَةٍ ﴾ کے معنی تیز آندھی کے ہیں۔قتادہ فرماتے ہیں کہ آندھی ان پر اس طرح چڑھ دوڑی کہ اس نے ان کے دلوں کو ننگا کر دیا۔[5] ضحاک فرماتے ہیں کہ ﴿ صَرْصَرٍ ﴾ کے معنی سخت ٹھنڈی ہوا کے ہیں، اور ﴿ عَاتِيَةٍ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ ان پر رحمت و برکت کے بغیر چڑھ آئی۔[6] علی رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر فرماتے ہیں کہ وہ ہوا متعین فرشتوں سے بے قابو ہوگئی اور بغیر حساب کے چلنے لگی۔[7]

﴿ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ ﴾ ''اس (اللہ) نے ان پر اسے مسلط کر دیا تھا'' یعنی اس تیز آندھی کو ان پر مسلط کر دیا۔ ﴿ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ﴾ ''سات راتیں ہیں اور آٹھ دن (ان کی) جڑ کاٹ دینے (فنا کرنے) کے لیے۔'' حضرت ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہم، مجاہد، عکرمہ، ثوری اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ﴿ حُسُوْمًا ﴾ کے معنی ہیں مسلسل ومتواتر۔[8] عکرمہ اور ربیع بن خثیم فرماتے ہیں کہ اس کے معنی منحوس کے ہیں[9] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ ﴾ (حٰمٓ السجدة 16:41) ''منحوس (ثابت ہونے والے) دنوں میں۔'' لوگ انھیں اعجاز کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔لوگوں نے گویا یہ نام اس آیت کریمہ سے اخذ کیا ہے: ﴿ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴾ ''چنانچہ آپ لوگوں کو اس میں اس طرح پچھاڑے (مرے) پڑے دیکھتے گویا کہ وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ خَاوِيَةٍ ﴾ کے معنی ہلاک شدہ کے ہیں۔[10] دیگر ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی بوسیدہ کے ہیں۔ آندھی انھیں زمین پر اس طرح پٹخ دیتی کہ وہ سر کے بل گر کر مر جاتے جس سے ان کا سر پھٹ جاتا اور ان کے جثے اس طرح بے حس وحرکت زمین پر پڑے تھے گویا وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں جن کی ٹہنیاں نہ ہوں اور وہ زمین پر گرے پڑے ہوں۔صحیحین میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ] ''باد صبا کے ساتھ میری مدد کی گئی اور عاد کو پچھوائی ہوا کے ساتھ تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔''[11] ﴿ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴾ ''تو آپ ان

[1] تفسیر الطبری:60/29. [2] تفسیر الطبری:60/29. [3] تفسیر الطبری:60/29. [4] تفسیر الطبری:128/24 و تفسیر الماوردی:77/6، ملحوظہ: تفسیر ابن کثیر (عربی) کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ ائمہ نے ﴿ عَاتِيَةٍ ﴾ کے معنی تیز آندھی کے کیے ہیں جبکہ ان ائمہ سے ﴿ صَرْصَرٍ ﴾ کے معنی ٹھنڈی ہوا کے منقول ہیں۔ [5] تفسیر الطبری:61/29. [6] تفسیر الطبری:62/29. [7] تفسیر الطبری:62/29 والدر المنثور:405/6. [8] تفسیر الطبری:63,62/29. [9] تفسیر الماوردی:77/6 وتفسیر عبدالرزاق:339/3، رقم:3303. [10] الدر المنثور:406/6. [11] صحیح البخاري، الاستسقاء، باب قول النبيﷺ: [نصرت بالصبا] ، حديث:1035 وصحيح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب في ريح الصبا والدبور، حديث:900 عن ابن عباس رضي الله عنه .

میں سے کسی کو بھی باقی دیکھتے ہیں؟'' یعنی کیا آپ دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی باقی بچا ہو یا کوئی بھی ایسا ہے جو اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتا ہو، یعنی وہ سب کے سب تباہ و برباد اور ہلاک کر دیے گئے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا کوئی جانشین بھی باقی نہیں چھوڑا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ ﴾ ''اور ارتکاب کیا تھا فرعون نے اور جو لوگ اس سے پہلے تھے۔'' ﴿ قَبْلَهٗ ﴾ کو قاف کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جو قبطی کفار اس کے پیروکاروں میں سے اس کے پاس تھے۔ دیگر لوگوں نے اسے قاف کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے تو اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے ساتھ مشابہت رکھنے والی پہلی امتیں۔ اور فرمان الٰہی: ﴿ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ ﴾ کے معنی ہیں انبیاء کی تکذیب کرنے والی امتیں اور ﴿ بِالْخَاطِئَةِ ﴾ سے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین و شریعت کی تکذیب مراد ہے۔ ربیع فرماتے ہیں: اس سے مراد معصیت ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد خطائیں ہیں۔[1] اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ ﴾ ''چنانچہ انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی۔'' اس سے نافرمانی کرنے والوں کی جنس کی طرف اشارہ ہے، یعنی ان میں سے ہر ایک نے اپنے رسول کی نافرمانی کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴾ (ق 14:50) ''ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میری وعید بھی پوری ہو کر رہی۔'' اور جس نے ایک رسول کی تکذیب کی تو اس نے گویا تمام رسولوں کی تکذیب کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴾ (الشعرآء 105:26) ''قوم نوح نے پیغمبروں کی تکذیب کی۔'' ﴿ كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴾ (الشعرآء 123:26) ''(قوم) عاد نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔'' ﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ (الشعرآء 141:26) ''(اور قوم) ثمود نے (بھی) رسولوں کو جھٹلایا۔'' ہر امت کی طرف اگرچہ ایک ہی رسول آیا لیکن یہاں بیان یہ کیا گیا کہ انھوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا، اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴾ ''چنانچہ انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی تو اس (اللہ) نے بھی انھیں بڑا سخت پکڑا۔'' یعنی انھیں بہت عظیم، شدید اور دردناک انداز میں پکڑا۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ رَّابِيَةً ﴾ کے معنی شدید کے ہیں۔[2] سدی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انھیں خوفناک اور مہلک انداز میں پکڑا۔[3]

کشتی کی نعمت کی یاددہانی: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ ﴾ ''بلاشبہ ہم نے، جب پانی طغیانی پر آیا......'' یعنی جب پانی اللہ کے حکم سے حد سے زیادہ اور وجود سے اونچا ہو گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ﴿ طَغَا الْمَآءُ ﴾ کے معنی ہیں کہ پانی زیادہ ہو گیا۔[4] اور یہ نوح علیہ السلام کی اس وقت اپنی قوم کے بارے میں بددعا کے سبب تھا جب قوم نے ان کی تکذیب اور مخالفت کی اور انھوں نے غیر اللہ کی پرستش شروع کر دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور تمام اہل زمین طوفان کی لپیٹ میں آ گئے اور اس سے صرف وہ لوگ بچے جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ اب تمام لوگ حضرت نوح اور ان کی اولاد ہی کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنے اس

---

[1] تفسیر الطبری: 66/29. [2] تفسیر الطبری: 66/29. [3] تفسیر الماوردی: 79/6. [4] تفسیر الطبری: 67/29.

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ⑬ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ⑭

پھر جب صور میں ایک ہی بار پھونک ماری جائے گی⑬ اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر ایک ہی چوٹ سے ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے⑭

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ⑮ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ⑯ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى

تو اس دن واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہوگی⑮ اور آسمان پھٹ جائے گا، تو وہ اس دن بودا ہوگا⑯ اور فرشتے اس کے

اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ⑰ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى

کناروں پر ہوں گے، اور اس دن آٹھ (فرشتے) آپ کے رب کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے⑰ اس دن تمھاری پیشی ہوگی اور تمھارا

مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ⑱

کوئی راز خفیہ نہ رہے گا⑱

احسان کو جتلاتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ⑪ ﴾ ''بلاشبہ جب پانی طغیانی پر آیا تو ہم نے تمھیں کشتی میں سوار کرلیا۔'' ﴿ الْجَارِيَةِ ⑪ ﴾ سے مراد سطح آب پر رواں دواں کشتی کے ہیں۔ ﴿ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً ﴾ ''تاکہ ہم اسے تمھارے لیے یادگار بنائیں۔'' ﴿ لِنَجْعَلَهَا ﴾ میں ھا کی ضمیر کا مرجع جنس (کشتی) ہے کیونکہ معنی اس پر دلالت کرتے ہیں، یعنی کشتی ہی کی جنس سے ہیں جن پر تم دریاؤں اور سمندروں کی موجوں میں سفر کرتے ہو جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿ وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۙ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ ﴾ (الزخرف 13,12:43) ''اور تمھارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر بیٹھو، پھر جب تم ان پر برابر ہو کر بیٹھ جاؤ تو تم اپنے پروردگار کے احسان کو یاد کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۙ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝ ﴾ (یٰسٓ 42,41:36) ''اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ان کے لیے ہم نے اس جیسی (اور سواریاں) جن پر وہ سوار ہوتے ہیں بنائیں۔'' امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کشتی نوح کو باقی رکھا حتی کہ اس امت کے پہلے لوگوں نے بھی اس کا مشاہدہ کیا تھا۔[1] لیکن پہلے معنی زیادہ واضح ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ⑫ ﴾ ''اور (تاکہ) یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں'' یعنی سننے والے کان اس نعمت کو سمجھیں اور یاد رکھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ وَّاعِيَةٌ ⑫ ﴾ کے معنی یاد رکھنے والے اور سننے والے کے ہیں۔[2] قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ⑫ ﴾ کے معنی ایسے کان ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی بات کو سمجھا اور کتاب اللہ سے جو سنا اس سے فائدہ اٹھایا۔[3] ضحاک فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کانوں نے اسے سنا اور یاد رکھا،[4] یعنی ان لوگوں نے جن کی سماعت صحیح اور عقل صائب تھی۔ اور یہ آیت عام اور ہر صاحب فہم و بصیرت کے لیے ہے۔

---

① تفسیر الطبری:68/29. ② تفسیر الطبری:68/29. ③ تفسیر الطبری:69/29. ④ تفسیر الطبری :69/29.

تفسیر آیات:13-18

قیامت کے دن کی ہولنا کیوں کا ذکر: قیامت کے دن کی ہولنا کیوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے نفخۂ فزع ہوگا جس سے گھبراہٹ طاری ہو جائے گی، پھر اس کے بعد نفخۂ صعقہ ہوگا جس سے آسمانوں اور زمین کے سب باشندے بے ہوش ہو جائیں گے سوائے ان کے جنھیں اللہ تعالیٰ بے ہوشی سے بچائے رکھے، پھر اس کے بعد ایک اور نفخہ ہوگا جس سے سب لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے اور بعث ونشور کا عالم برپا ہوگا۔ اس مقام پر اسی نفخہ کا ذکر ہے، اس نفخہ کو ایک بار سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نہ مخالفت کی جا سکتی ہے، نہ اسے روکا جا سکتا ہے اور نہ اسے کسی تکرار یا تاکید کی ضرورت ہے، اسی وجہ سے یہاں فرمایا ہے: ﴿وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴾﴿١٤﴾ ''اور زمین اور پہاڑ دونوں اٹھا لیے جائیں گے، پھر ایک ہی دفعہ مکمل ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔'' آسمان کو اس طرح پھیلا دیا جائے گا جس طرح رنگے ہوئے چمڑے کو پھیلا دیا جاتا ہے اور زمین کو بھی ایک دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا۔ ﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴾﴿١٥﴾ ''چنانچہ اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی'' یعنی قیامت برپا ہو جائے گی۔ ﴿وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴾﴿١٦﴾ ''اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن کمزور ہوگا۔'' ابن جریج فرماتے ہیں کہ یہ اس طرح ہے جیسا کہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴾ (النبا 19:78) ''اور آسمان کھولا جائے گا تو (اس میں) دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آسمان میں شگاف اور دراڑ پڑ جائیں گے اور عرش اس کے سامنے ہوگا۔[1] ﴿وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ﴾ ''اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔'' الملك یہاں اسم جنس کے طور پر استعمال ہوا ہے، یعنی فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے جو ابھی ٹوٹے نہیں ہوں گے اور وہ اہل زمین کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴾﴿١٧﴾ ''اور اس روز آٹھ فرشتے آپ کے پروردگار کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے۔'' یعنی قیامت کے دن عرش الٰہی کو آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا۔ امام ابوداود نے اپنی سنن کی کتاب السنہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس طرح فرمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے: [أُذِنَ لِي أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ مَّلَكٍ مِّنْ مَّلَائِكَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ، إِنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنِهٖ إِلٰى عَاتِقِهٖ مَسِيرَةُ سَبْعِمِائَةِ عَامٍ] ''مجھے اجازت دی گئی کہ میں حاملین عرش میں سے ایک فرشتے کے متعلق بیان کروں، بلاشبہ اس کے کانوں کی لو سے اس کے کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کے سفر کے برابر ہے۔'' یہ ابوداود کے الفاظ ہیں۔[2]

انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴾﴿١٨﴾ ''اس روز تم (سب لوگوں کے سامنے) پیش کیے جاؤ گے اور تمھاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی۔'' یعنی تم اس ذات گرامی کے سامنے پیش کیے جاؤ گے جو خفیہ اور ظاہر تمام باتوں کا جاننے والا ہے۔ جس سے تمھاری کوئی بات بھی مخفی نہیں ہے بلکہ وہ ظاہر و باطن اور دلوں کے تمام بھیدوں سے آگاہ ہے، اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴾﴿١٨﴾ ''تمھاری کوئی

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم:3370/10. [2] سنن أبي داود، السنة، باب في الجهمية، حديث:4727.

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ۚ﴿۱۹﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ

پھر جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: لو! میرا اعمال نامہ پڑھو﴿۱۹﴾ بے شک مجھے یقین تھا کہ مجھے اپنے حساب

حِسَابِیَهْ ۚ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۙ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۙ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا

کو ملنا ہے﴿۲۰﴾ چنانچہ وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا﴿۲۱﴾ بہشت بریں میں﴿۲۲﴾ اس کے پھل قریب جھکے ہوں گے﴿۲۳﴾ (کہا جائے گا:) مزے سے کھاؤ

وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾

اور پیو ان (اعمال) کے بدلے جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے﴿۲۴﴾

پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ فَأَمَّا عَرَضَتَانِ فَجِدَالٌ وَّمَعَاذِيرُ، وَأَمَّا الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِيرُ الصُّحُفُ فِي الْأَيْدِي فَآخِذٌ بِيَمِينِهِ وَآخِذٌ بِشِمَالِهِ] ”لوگوں کو قیامت کے دن تین بار پیش کیا جائے گا۔ دو پیشیوں میں تو بحث مباحثہ اور عذر معذرت ہوگی اور تیسری پیشی کے موقع پر ہاتھوں میں نامہ اعمال تھما دیے جائیں گے، کچھ لوگوں کے دائیں ہاتھ میں اور کچھ لوگوں کے بائیں ہاتھ میں۔“[1]

تفسیر آیات: 19-24

دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال والوں کی خوشی: اللہ تعالیٰ ہمیں اس شخص کی سعادت و کامرانی کے بارے میں بتا رہا ہے جسے قیامت کے دن دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا تو وہ شدتِ فرحت و مسرت کی وجہ سے ہر ملنے والے سے کہے گا: ﴿هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ۚ﴿۱۹﴾﴾ ”لو! میرا اعمال نامہ پڑھو۔“ یعنی پکڑو اور میرا نامۂ اعمال پڑھو کیونکہ وہ جانتا ہوگا کہ اس کے نامۂ اعمال میں محض خیر و حسنات ہی ہیں اور یہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن کی برائیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے نیکیوں سے بدل دیا ہوگا۔ ﴿هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ۚ﴿۱۹﴾﴾ کے بارے میں عبدالرحمٰن بن زید فرماتے ہیں کہ ﴿هَآؤُمُ﴾ میں وُم زائد ہے اور ھَا اِقْرَؤُوا اکِتَابِیَہ کے معنی ہیں ”لو! میرا نامۂ اعمال پڑھو۔“ لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ھَاؤُمُ، ھَاکُمْ (لیجیے) کے معنی میں ہے۔

امام ابن ابو حاتم نے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو قیامت کے دن اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس کی برائیوں کو ظاہر کرے گا جو اس کے نامۂ اعمال کی پشت پر لکھی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تو نے یہ کام کیا تھا؟ تو بندہ اعتراف کرتے ہوئے عرض کرے گا: ہاں، یا رب! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تیرے اس عمل کی وجہ سے تجھے رسوا نہیں کروں گا کیونکہ میں نے تجھے معاف کر دیا ہے تو اس موقع پر بندہ پکار اٹھے گا: ﴿هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ۚ﴿۱۹﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ۚ﴿۲۰﴾﴾ ”لو! میرا اعمال نامہ پڑھو۔ بے شک مجھے

[1] مسند أحمد: 414/4 و جامع الترمذي، صفة القيامة……، باب ماجاء في العرض، حديث: 2425 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر البعث، حديث: 4277.

یقین تھا کہ مجھے اپنے حساب کو ملنا ہے۔'' بندہ یہ اس وقت کہے گا جب وہ قیامت کے دن کی ذلت و رسوائی سے نجات پا جائے گا۔[1] صحیح میں حدیث ابن عمر ہے جب کہ ان سے سرگوشی کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:[يُدْنِي اللّٰهُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهِ كُلِّهَا، حَتّٰى إِذَا رَأٰى أَنَّهُ قَدْ هَلَكَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِنِّي سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، ثُمَّ يُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ بِيَمِينِهِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُ فَيَقُولُ الْأَشْهَادُ: ﴿ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (ھود 11 : 18)] ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے کو اپنے قریب کرے گا، اس سے تمام گناہوں کا اقرار کروائے گا حتی کہ بندہ جب یہ دیکھے گا کہ بس وہ تو ہلاک ہو گیا تو اللہ فرمائے گا کہ دنیا میں میں نے تیرے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور آج تیرے وہ تمام گناہ معاف کرتا ہوں، پھر نیکیوں کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا۔ جہاں تک کافروں اور منافقوں کا تعلق ہے تو گواہی دینے والے ان کے بارے میں کہیں گے: ''یہ ہیں وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھوٹ بولا، خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''[2] اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں مجھے اس بات کا یقین تھا کہ یہ دن یقینی طور پر ایک نہ ایک دن آنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ ﴾ (البقرۃ 2:46) ''جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴾ ''چنانچہ وہ شخص پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔'' یعنی اس کی زندگی پسندیدہ ہوگی۔ ﴿ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴾ ''بہشت بریں میں۔'' یعنی اس کے محلات بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ، اس کی حوریں بے حد حسین و جمیل، گھر نعمتوں سے بھرے ہوئے اور بہاریں ابدی و سرمدی ہوں گی۔ صحیح حدیث ہے: [إِنَّ الْجَنَّةَ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَّا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ] ''جنت میں سو درجے ہوں گے اور ہر دو درجوں کے مابین اتنا فاصلہ ہوگا، جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔''[3] ﴿ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴾ ''اس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے۔'' براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت کے پھل اس قدر قریب ہوں گے کہ جنتی اپنے تخت پر لیٹے ہوئے انھیں بہت سہولت اور آسانی سے پکڑ سکے گا۔[4] دیگر کئی ایک ائمۂ تفسیر نے بھی یہی فرمایا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 3371/10. [2] ملخص از صحيح البخاري، المظالم، باب قول الله تعالٰى: ﴿ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (ھود 11:18)، حديث: 4685,2441 وصحيح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالٰى......، حديث: 2768 ومسند أحمد: 74/2 وسنن ابن ماجه، المقدمة، باب فيما أنكرت الجهمية، حديث: 183 وكتاب السنة، باب: 135، حديث: 604. [3] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين في سبيل الله، حديث: 2790 عن أبي هريرة ﷺ وصحيح مسلم، الإمارة، بيان ما أعده الله تعالٰى للمجاهد......، حديث: 1884 عن أبي سعيد الخدري ﷺ والسنن الكبرٰى للنسائي، الجهاد، باب درجة الجهاد في سبيل الله: 15,14/3، حديث: 4340 واللفظ له عن أبي الدرداء ﷺ. [4] تفسير الطبري: 76/29 .

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿25﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا

اور جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا﴿25﴾ اور مجھے خبر نہ ہوتی میرا

حِسَابِيَهْ ﴿26﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿27﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿28﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿29﴾

حساب کیا ہے﴿26﴾ کاش! وہی (موت) فیصلہ کن (ثابت) ہوتی﴿27﴾ مجھے میرے مال نے کچھ فائدہ نہ دیا﴿28﴾ میری سلطانی مجھ سے چھن گئی﴿29﴾

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿30﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿31﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا

(حکم ہوگا:) اسے پکڑو، پھر طوق ڈال دو﴿30﴾ پھر اسے جہنم (کی آگ) میں جھونک دو﴿31﴾ پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر گز ہے،

فَاسْلُكُوْهُ ﴿32﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿33﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿34﴾

اسے جکڑ (یا پرو) دو﴿32﴾ بے شک وہ اللہ عظیم پر ایمان نہیں لاتا تھا﴿33﴾ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے پر شوق دلاتا تھا﴿34﴾

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿35﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿36﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا

لہٰذا آج یہاں کوئی اس کا غم خوار دوست نہیں﴿35﴾ اور زخموں کے دھوون کے سوا کوئی کھانا نہیں﴿36﴾ خطا کاروں کے سوا اسے کوئی

الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿37﴾

ع 1/37/5

نہیں کھاتا﴿37﴾

﴿بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿24﴾﴾ ’’جو (عمل) تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو، اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔‘‘ یعنی یہ انعام واحسان اور فضل وکرم کے اظہار کے طور پر ان سے فرمایا جائے گا، ورنہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(اِعْمَلُوا وَ) قَارِبُوا وَسَدِّدُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَنْ يُدْخِلَ (أَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَلَا أَنْتَ؟ قَالَ: وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ] ’’تم عمل کرتے رہو، سیدھے اور قریب قریب رہو اور خوب جان لو کہ تم میں سے کسی کا عمل اسے جنت میں لے جانے کے لیے کافی نہیں، صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کے اعمال بھی نہیں؟ فرمایا: ہاں میرے اعمال بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے مجھے ڈھانپ لے۔‘‘[1]

تفسیر آیات:25-37

بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال والوں کا برا حال: یہ بدنصیب لوگوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ میدان حشر میں جب ان میں سے کسی کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا تو وہ حد درجہ ندامت کا اظہار کرے گا: ﴿فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿25﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿26﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿27﴾﴾ ’’تو وہ کہے گا: اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا، اور مجھے معلوم نہ

---

① صحيح البخاري، الرقاق، باب القصد والمداومة على العمل، حديث:6463، 6464 و6467 عن عائشة ﵂ وصحيح مسلم، صفات المنافقين، باب لن يدخل أحد الجنة بعمله......، حديث:(76)-2816 واللفظ له. البتہ پہلی قوسین والا لفظ اس سیاق میں ہمیں نہیں ملا اور دوسری قوسین والے الفاظ صحيح مسلم، حديث:(76)-2816 عن أبي هريرة ﵁ کے مطابق ہیں۔

ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے؟ اے کاش! وہ (موت) فیصلہ کردینے والی ہوتی۔'' ضحاک فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کاش! میں ایسی موت مرجاتا کہ جس کے بعد دوبارہ زندہ نہ ہوتا۔[1] محمد بن کعب، ربیع اور سدی نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ موت کی تمنا کرے گا، حالانکہ دنیا میں اسے موت سے بڑھ کر اور کوئی چیز زیادہ ناپسند نہ تھی۔[2] ﴿ مَآ أَغْنٰى عَنِّیْ مَالِيَهْ ﴿28﴾ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿29﴾ ﴾ ''میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا، میری سلطنت خاک میں مل گئی۔'' یعنی میرا مال اور میرا جاہ و منصب مجھ سے اللہ کے عذاب کو دور نہ کرسکا بلکہ اب سارا وبال میری ہی جان پر آپڑا اور آج میرا کوئی حامی و ناصر نہیں ہے تو اس موقع پر اللہ عزوجل فرمائے گا: ﴿ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿30﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿31﴾ ﴾ ''اس کو پکڑلو، پھر اسے طوق پہنا دو، پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ جہنم کے فرشتوں کو حکم دے گا کہ اسے سختی کے ساتھ میدان حشر ہی سے پکڑلو اور اس کی گردن میں طوق پہنا دو اور اسے جہنم رسید کردو، جہنم اسے پکڑ کر اپنی گرفت میں لے لے گا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿32﴾ ﴾ ''پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے، اسے جکڑ دو۔'' کعب احبار کہتے ہیں کہ اس زنجیر کا ہر حلقہ دنیا بھر کے لوہے کے برابر ہوگا۔[3] عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ اس زنجیر کی پیمائش فرشتے کے ہاتھ کے مطابق ہوگی۔[4] ابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ فَاسْلُكُوْهُ ﴿32﴾ ﴾ کا حکم جب ہوگا تو اس زنجیر کو اس کی دبر سے داخل کرکے منہ سے نکال لیا جائے گا اور پھر اس کے ساتھ فرشتے اسے اس طرح آگ میں بھونیں گے جس طرح سیخ میں کباب کو بھونا جاتا ہے۔[5] عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ زنجیر کو اس کی دبر سے داخل کرکے نتھنوں سے نکال لیا جائے گا حتی کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہوسکے گا۔[6]
امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَوْ أَنَّ رَصَاصَةً مِّثْلَ هٰذِهِ ـ وَأَشَارَ إِلٰى مِثْلِ جُمْجُمَةٍ ـ أُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَهِيَ مَسِيرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ لَّبَلَغَتِ الْأَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ وَلَوْ أَنَّهَا أُرْسِلَتْ مِنْ رَّأْسِ السِّلْسِلَةِ لَسَارَتْ أَرْبَعِينَ خَرِيفًا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ أَنْ تَبْلُغَ أَصْلَهَا أَوْ قَعْرَهَا] ''اگر اس طرح کا ایک پتھر۔ سر کی کھوپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ آسمان سے زمین پر پھینکا جائے اور یہ پانچ سو سال کی مسافت ہے تو وہ پتھر رات سے پہلے پہلے زمین پر پہنچ جائے گا لیکن اسی پتھر کو اگر اس زنجیر کے ایک سرے سے پھینکا جائے تو اسے دوسرے سرے تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے۔''[7] اسے امام ترمذی نے بھی روایت کیا اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[8]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ إِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿33﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿34﴾ ﴾ ''بے شک وہ اللہ عظیم پر ایمان نہیں لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے پر (لوگوں کو) آمادہ کرتا تھا۔'' یعنی نہ تو اطاعت و عبادت بجالا کر اللہ کے حقوق کو

---

① الدر المنثور:411/6. ② تفسير الطبری:77/29. ③ الدر المنثور:412/6. ④ تفسير الطبری:79/29. ⑤ الدر المنثور:412/6. ⑥ تفسير الطبری:79/29 وتفسير ابن أبي حاتم:3372/10. ⑦ مسند أحمد:197/2. ⑧ جامع الترمذی، صفة جهنم، باب فی بعد قعر جهنم، حديث:2588.

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿38﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿39﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿40﴾ وَّمَا

تو میں ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جو تم دیکھتے ہو﴿38﴾ اور (ان کی) جو تم نہیں دیکھتے﴿39﴾ بلاشبہ یہ (قرآن) رسول کریم (جبریل) کا قول ہے﴿40﴾ اور

هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿41﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿42﴾

یہ کسی شاعر کا قول نہیں، تم کم ہی ایمان لاتے ہو﴿41﴾ اور نہ (یہ) کسی کاہن کا قول ہے، تم کم ہی نصیحت پکڑتے ہو﴿42﴾

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿43﴾

(یہ تو) رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے﴿43﴾

ادا کرتا تھا اور نہ مخلوق کو نفع پہنچاتا اور اس کے حقوق ادا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ صرف اور صرف اس کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، لوگوں کے ساتھ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں مدد کریں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ زکاۃ ادا کرنے کا بھی حکم دیا ہے اور نبی ﷺ نے وفات کے وقت فرمایا تھا: [اَلصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ] ''نماز اور اپنے ماتحتوں کا خیال رکھو۔''[1]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿35﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿36﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿37﴾﴾ ''لہٰذا آج اس کا بھی یہاں کوئی غم خوار، دوست نہیں، اور نہ پیپ کے سوا (اس کے لیے) کھانا ہے، جسے گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔'' یعنی آج کوئی دوست یا قریبی رشتہ دار نہ ہوگا جو اسے عذاب الٰہی سے بچا سکے، نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جس کی بات مانی جائے اور نہ پیپ کے سوا اس کے لیے کھانا ہوگا۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ جہنمیوں کا بدترین کھانا ہوگا۔[2] ربیع اور ضحاک کا قول ہے کہ یہ جہنم کے ایک درخت کا نام ہے۔[3] شبیب بن بشر نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿غِسْلِيْنٍ ﴿36﴾﴾ وہ خون اور پانی ہوگا جو ان کے گوشت سے بہہ رہا ہوگا۔[4] اور علی بن ابو طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿غِسْلِيْنٍ ﴿36﴾﴾ جہنمیوں کی پیپ ہے۔[5]

تفسیر آیات: 38-43

قرآن اللہ کا کلام ہے: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لیے ان چیزوں کی قسم کھا رہا ہے جن کا اس کی مخلوقات میں سے وہ ان نشانیوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں جو اس کے کمال اسماء وصفات پر دلالت کرتی ہیں، نیز ان چیزوں کی بھی قسم کھا رہا ہے جو غائب ہیں اور وہ انھیں دیکھ نہیں سکتے۔ ان سب چیزوں کی اس نے قسم اس لیے کھائی ہے کہ قرآن اس کا کلام اور وہ وحی وتنزیل ہے جسے اس نے اپنے اس عبد ورسول پر نازل کیا جسے پیغام حق کے پہنچانے اور امانت دین وشریعت کے ادا کرنے کے لیے منتخب فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿38﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿39﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿40﴾﴾ ''تو میں

[1] سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في ذكر مرض رسول الله ﷺ، حديث:1625. [2] تفسير الطبري:80/29. [3] الدر المنثور:413/6 وزاد المسير:112/8. [4] تفسير ابن أبي حاتم:3372/10 والدر المنثور:412/6. [5] تفسير الطبري: 80/29.

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿44﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿45﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ

اور اگر یہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لگاتا﴿44﴾ تو یقیناً ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے﴿45﴾ پھر البتہ ہم اس کی شہ رگ کاٹ ڈالتے﴿46﴾ پھر تم میں

الْوَتِيْنَ ﴿46﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿47﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿48﴾ وَاِنَّا

سے کوئی ایک بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا﴿47﴾ اور بلاشبہ یہ (قرآن) تو متقین کے لیے نصیحت ہے﴿48﴾ اور یقیناً ہمیں علم ہے کہ تم

لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿49﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿50﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿51﴾

میں سے بعض (اس کی) تکذیب کرتے ہیں﴿49﴾ اور یقیناً وہ (جھٹلانا) کافروں کے لیے باعث حسرت ہے﴿50﴾ اور بے شک یہ حق الیقین ہے﴿51﴾

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿52﴾

چنانچہ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کیجیے﴿52﴾

ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جو تمھیں نظر آتی ہیں اور ان کی بھی جو تمھیں نظر نہیں آتیں، بلاشبہ یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے۔'' یعنی محمد ﷺ کا، آپ کی طرف یہ اضافت تبلیغ کی وجہ سے کی گئی ہے کیونکہ رسول کا فرض ہے کہ وہ اس پیغام کو پہنچائے جو رسول کو بھیجنے والے نے اسے دیا ہے۔

سورۂ تکویر میں اس کی نسبت اس پیغام کے لانے والے فرشتے کی طرف کی گئی ہے: ﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝ ﴾ (التکویر 81:19-21) ''بے شک یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے، جو صاحب قوت، مالک عرش کے ہاں اونچے درجے والا، سردار اور امانت دار ہے۔'' اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝ ﴾ (التکویر 81:22) ''اور تمھارے رفیق دیوانے نہیں ہیں۔'' یعنی محمد ﷺ۔ ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝ ﴾ (التکویر 81:23) ''بے شک انھوں نے اس (فرشتے) کو (آسمان کے) کھلے (مشرقی) کنارے پر دیکھا ہے۔'' یعنی محمد ﷺ نے جبریل کو اپنی اس اصلی شکل وصورت میں دیکھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا فرمایا ہے: ﴿ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝ ﴾ (التکویر 81:24) ''اور وہ غیب (کی باتیں بتانے) پر بخیل نہیں ہے۔'' یعنی ان پر بخل کی تہمت نہیں لگائی گئی۔ ﴿ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ ﴾ (التکویر 81:25) ''اور یہ کسی شیطان مردود کا قول نہیں۔'' اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے کہ ﴿ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿41﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿42﴾ ﴾ ''اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو اور نہ (یہ) کسی کاہن کا قول ہے، تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔'' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اضافت کبھی رسول ملکی کی طرف کی اور کبھی رسول بشری کی طرف کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وحی اور کلام کو پہنچاتا ہے جس پر اسے امین ٹھہرایا گیا ہے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿43﴾ ﴾ ''یہ تو پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔''

تفسیر آیات :44-52

اگر پیغمبر اللہ کی نسبت کوئی جھوٹی بات کہیں...... :اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا ﴾ ''اگر یہ (پیغمبر) ہمارے

ذمے کوئی بات گھڑ کر لگاتے۔'' یعنی اگر محمد ﷺ ہماری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرتے جیسا کہ ان کافروں کا گمان ہے اور اگر آپ پیغام حق پہنچانے میں کوئی کمی بیشی کر دیتے یا اپنی طرف سے کوئی بات کہہ کر ہماری طرف منسوب کر دیتے، حالانکہ آپ ایسا نہیں کرتے، تو ہم آپ کو اس کی جلد ہی سزا دے دیتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴾ ''تو یقیناً ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے۔'' اس کے ایک یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ ہم دائیں ہاتھ سے آپ سے انتقام لے لیتے کیونکہ دائیں ہاتھ کی گرفت زیادہ سخت ہوتی ہے۔ ﴿ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴾ ''پھر البتہ ہم اس کی شہ رگ کاٹ ڈالتے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ رگ ہے جس کے ساتھ دل معلق ہے۔[1] عکرمہ، سعید بن جبیر، حکم، قتادہ، ضحاک، مسلم بطین اور ابوصخر حمید بن زیاد کا بھی یہی قول ہے۔[2] محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دل، اس کی رگیں اور اس کے ساتھ ملنے والا حصہ ہے۔[3] اور اللہ کا فرمان ہے: ﴿ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴾ ''پھر تم میں سے کوئی ایک بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔'' یعنی جب ہم ایسا ارادہ کر لیتے تو پھر تم میں سے کوئی بھی ہمارے اور ان کے درمیان حائل نہ ہو سکتا۔ اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے یہ پیغمبر راست باز، نیکوکار اور مجسم رشد و بھلائی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین کی تبلیغ کے لیے مقرر فرمایا اور عظیم الشان معجزات اور دلائل قاطعہ کے ساتھ آپ کی تائید و حمایت فرمائی ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''اور بلاشبہ یہ (کتاب) تو پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔'' کتاب سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:44) ''کہہ دیجیے کہ جو ایمان لائے ہیں (ان کے لیے یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہرا پن) ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا پن ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴾ ''اور یقیناً ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اسے جھٹلانے والے ہیں۔'' یعنی اس بیان و وضاحت کے باوجود بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو قرآن مجید کی تکذیب کرتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اور یقیناً وہ (جھٹلانا) کافروں کے لیے باعث حسرت ہے۔'' ابن جریر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تکذیب قیامت کے دن کافروں کے لیے موجب حسرت ہوگی۔[4] امام قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[5] اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ﴿ وَاِنَّهٗ ﴾ کی ضمیر کا مرجع قرآن ہو، یعنی قرآن اور اس کے ساتھ ایمان لانا حقیقت میں کافروں کے لیے باعث حسرت ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ﴾ (الشعرآء 26:200,201) ''اسی طرح ہم نے اس (انکار) کو گناہ گاروں کے دلوں میں داخل کر دیا، وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ ﴾ (سبا 34:54) ''اور ان کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جنھیں وہ چاہتے ہیں پردہ حائل کر دیا گیا ہے۔'' اسی لیے یہاں

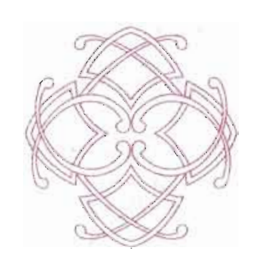
---

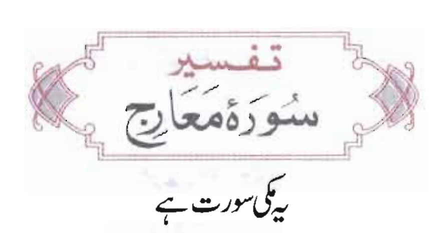
[1] تفسیر الطبری: 82/29 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3372/10. [2] تفسیر الطبری: 83,82/29 والدر المنثور: 414,413/6.
[3] تفسیر القرطبی: 276/18. [4] تفسیر الطبری: 84/29. [5] تفسیر الطبری: 84/29.

فرمایا: ﴿ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝51 ﴾ ''اور بلاشبہ وہ برحق قابل یقین ہے۔''یعنی یہ وہ سچی اور برحق خبر ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے، پھر فرمایا: ﴿ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝52 ﴾ ''چنانچہ آپ اپنے عظیم پروردگار کے نام کی تسبیح کیجیے۔''یعنی اس ذات گرامی کی تسبیح وتنزیہ کرتے رہو جس نے اس قرآن عظیم کو نازل فرمایا ہے۔

سورۂ حاقہ کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.





یہ مکی سورت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

سَاَلَ سَآىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ① لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ② مِّنَ اللّٰهِ ذِي

ایک سائل نے عذاب مانگا جو واقع ہونے والا ہے① کافروں پر، کوئی اسے ٹالنے والا نہیں② اس اللہ کی طرف سے جو اونچے درجوں والا ہے③

الْمَعَارِجِ ③ تَعْرُجُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ

فرشتے اور روح (جبریل) اس کی طرف چڑھیں گے ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے④ تو (اے نبی!) آپ صبر جمیل سے کام

سَنَةٍ ④ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ⑤ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ⑥ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ⑦

لیجیے⑤ بے شک وہ (لوگ) اس کو دور دیکھتے ہیں⑥ اور ہم اسے قریب دیکھتے ہیں⑦

تفسیر آیات: 7-1

قیامت کے دن کے جلد برپا ہونے کا مطالبہ: ﴿سَاَلَ سَآىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ①﴾ ''ایک طلب کرنے والے نے عذاب طلب کیا جو واقع ہونے والا ہے۔'' یہاں تضمین، یعنی فعل مقدر ہے اور اس پر حرف با دلالت کر رہا ہے، گویا معنی یہ ہے کہ ایک طلب کرنے والے نے عذاب کے جلد واقع ہونے کا مطالبہ کیا جو کہ نازل ہو کر رہے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ﴾ (الحج 47:22) ''اور (یہ لوگ) آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا۔'' یعنی اس کا عذاب ضرور واقع ہو کر رہے گا۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ کفار کا عذاب الٰہی کے بارے میں سوال تھا جو ان پر ضرور واقع ہو کر رہے گا۔[1] ابن ابو نجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ایک دعا کرنے والے نے عذاب کے بارے میں دعا کی جو کہ آخرت میں واقع ہو گا۔ اس دعا کرنے والے کی دعا یہ تھی: ﴿اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ○﴾ (الأنفال 32:8) ''اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب لے آ۔''[2] چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَّاقِعٍ ① لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''واقع ہونے والا ہے کافروں پر۔'' یعنی اس عذاب کو کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿وَّاقِعٍ ①﴾ کے معنی ہیں کہ وہ عذاب

① تفسیر الطبری: 85/29. ② تفسیر الطبری: 86/29.

آنے والا ہے۔[1] ﴿ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝ ﴾ ’’اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔‘‘ جب اللہ تعالیٰ اس عذاب کو نازل کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو اسے کوئی ٹال نہیں سکے گا، اسی لیے فرمایا کہ ﴿ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝ ﴾ ’’اس اللہ کی طرف سے جو اونچے درجوں والا ہے۔‘‘

ذی المعارج (صاحب درجات) کی تفسیر: علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ ذِي الْمَعَارِجِ ۝ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ بلندیوں اور بزرگیوں والا ہے۔[2] مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ ذِي الْمَعَارِجِ ۝ ﴾ سے آسمان کے درجات مراد ہیں۔[3] فرمان الٰہی ہے: ﴿ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ ﴾ ’’فرشتے اور روح (جبریل) اس کی طرف چڑھیں گے۔‘‘ عبدالرزاق نے معمر سے اورانھوں نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ تَعْرُجُ ﴾ کے معنی تَصْعَدُ ہیں، یعنی چڑھتے ہیں۔ روح کے بارے میں ابوصالح نے کہا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی مخلوق ہے جو انسانوں سے مشابہت تو رکھتی ہے مگر وہ انسان نہیں ہے۔[4] میں کہتا ہوں کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد حضرت جبریل ہوں۔[5] اور یہ عطف خاص علی العام کے باب سے ہو۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہاں یہ لفظ بنی آدم کی ارواح کی جنس کے لیے استعمال ہوا ہو کیونکہ انسانوں کی روحوں کو جب قبض کیا جاتا ہے تو انھیں آسمان پر لے جایا جاتا ہے جیسا کہ براء بن عازب کی حدیث سے واضح ہوتا ہے۔[6]

پچاس ہزار برس کے دن سے مراد: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ ﴾ ’’ایسے دن میں (چڑھیں گے) جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔‘‘ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔[7] اس کی سند صحیح ہے۔ ثوری نے سماک بن حرب سے اور انھوں نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ یہ دن جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے، اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔[8] ضحاک اور ابن زید نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[9] علی بن ابوطلحہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے پچاس ہزار برس کی مقدار کے مطابق بنادے گا۔[10] اس مفہوم کی بہت سی احادیث بھی موجود ہیں۔

امام احمد نے ابوعمر غدانی سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ وہاں سے بنوعامر بن صعصعہ کے ایک ایسے شخص کا گزر ہوا جس کے بارے میں کہا گیا کہ بنوعامر میں سے یہ شخص سب سے زیادہ مال دار ہے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس بلاؤ، اسے بلایا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم بہت مال دار ہو۔

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم:3373/10. [2] تفسير الطبري:87/29 وتفسير ابن أبي حاتم:3373/10. [3] تفسير الطبري: 87/29. [4] تفسير الطبري: 29/30. [5] جیسا کہ ضحاک اور شعبی وغیرہ کا بھی قول ہے۔ دیکھیے تفسير الطبري: 29/30.
[6] حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی مکمل حدیث سورة إبراهيم 14:27 کے تحت حسب ذیل عنوان میں دیکھیے ’’نیک اور بد روح آخرت کی راہوں پر‘‘ [7] تفسير ابن أبي حاتم: 3374/10. [8] تفسير الطبري: 88/29. [9] تفسير الطبري: 88/29. [10] تفسير الطبري: 88/29.

عامری نے کہا: ہاں اللہ کی قسم! میرے پاس ایک سو سرخ اونٹ اور ایک سو گندمی رنگ کے اونٹ ہیں، اسی طرح اس نے مختلف رنگ کے اونٹوں، غلاموں اور گھوڑوں کی تفصیل بتائی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس بات سے بچو کہ یہ اونٹ، گھوڑے اور دیگر جانور تمھیں اپنے پاؤں تلے روندیں۔ آپ نے یہ بار بار فرمایا حتی کہ اس عامری کا رنگ متغیر ہونا شروع ہو گیا، اس نے عرض کی: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! آپ کی اس بات کا کیا مطلب؟ آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: [مَنْ كَانَتْ لَهُ إِبِلٌ لَّا يُعْطِي حَقَّهَا فِي نَجْدَتِهَا وَرِسْلِهَا۔ قُلْنَا: يَارَسُولَ اللّٰهِ، مَا نَجْدَتُهَا وَرِسْلُهَا؟ قَالَ: فِي عُسْرِهَا وَيُسْرِهَا۔ فَإِنَّهَا تَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغَذِّ مَا كَانَتْ، وَ(أَكْثَرِهِ) وَأَسْمَنِهِ وَآشَرِهِ، ثُمَّ يُبْطَحُ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ فَتَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا، فَإِذَا جَاوَزَتْهُ أُخْرَاهَا أُعِيدَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فَيَرٰى سَبِيلَهُ.

وَإِذَا كَانَتْ لَهُ بَقَرٌ لَّا يُعْطِي حَقَّهَا فِي نَجْدَتِهَا وَرِسْلِهَا، فَإِنَّهَا تَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغَذِّ مَا كَانَتْ وَ(أَكْثَرِهِ) وَأَسْمَنِهِ وَآشَرِهِ، ثُمَّ يُبْطَحُ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ فَتَطَؤُهُ كُلُّ ذَاتِ ظِلْفٍ بِظِلْفِهَا، وَتَنْطَحُهُ كُلُّ ذَاتِ قَرْنٍ بِقَرْنِهَا، إِذَا جَاوَزَتْهُ أُخْرَاهَا أُعِيدَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ حَتّٰى يَرٰى سَبِيلَهُ.

وَإِذَا كَانَتْ لَهُ غَنَمٌ لَّا يُعْطِي حَقَّهَا فِي نَجْدَتِهَا وَرِسْلِهَا، فَإِنَّهَا تَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغَذِّ مَا كَانَتْ وَ(أَكْثَرِهِ) وَأَسْمَنِهِ وَآشَرِهِ، ثُمَّ يُبْطَحُ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ فَتَطَؤُهُ كُلُّ ذَاتِ ظِلْفٍ بِظِلْفِهَا، وَتَنْطَحُهُ كُلُّ ذَاتِ قَرْنٍ بِقَرْنِهَا۔ يَعْنِي لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ، وَلَا عَضْبَاءُ۔ إِذَا جَاوَزَتْهُ أُخْرَاهَا أُعِيدَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فَيَرٰى سَبِيلَهُ] ''جس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ نجدت اور رِسْل میں ان کا حق ادا نہ کرے۔ ہم نے کہا: یا رسول اللہ! اس کی نجدت اور رِسْل کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی تنگی اور ان کی فراخی میں۔ تو یقیناً وہ اونٹ بہت موٹے تازے، بہت صحت منداور شوخ مست حالت میں قیامت کے دن آئیں گے تو اسے ان کے لیے ایک لمبے چوڑے اور چٹیل میدان میں لٹا دیا جائے گا اور وہ اسے اپنے پاؤں کے ساتھ روندیں گے اور روندتے روندتے جب آخری اونٹ گزر جائے گا تو پھر پہلے کو اُس پر لوٹا دیا جائے گا اور یہ سلسلہ اس سارے دن میں جاری رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کر لیا جائے گا تو پھر وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا اور اگر اس کے پاس گائیں تھیں جن کا وہ تنگی اور آسانی میں حق ادا نہیں کرتا تھا تو وہ گائیں بہت موٹی تازی، بہت صحت منداور شوخ مست حالت میں قیامت کے دن آئیں گی تو اسے ان کے لیے ایک لمبے چوڑے اور چٹیل میدان میں لٹا دیا جائے گا تو ان میں سے ہر کھر والی گائے اپنے کھر کے ساتھ اور ہر سینگ والی اپنے سینگ کے ساتھ اسے مارے گی حتی کہ جب مارتے مارتے آخری گائے بھی گزر جائے گی تو پھر پہلی گائے کو اُس پر لوٹا دیا جائے گا اور یہ سلسلہ اس سارے دن میں جاری رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا

جائے گا اور پھر وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا اور اگر اس کے پاس بکریاں تھیں جن کا یہ آسانی و مشکل میں حق ادا نہیں کرتا تھا تو یہ بکریاں موٹی تازی، بہت صحت منداور شوخ مست حالت میں قیامت کے دن آئیں گی تو اسے ان کے لیے ایک لمبے چوڑے اور چٹیل میدان میں لٹا دیا جائے گا تو اس میں سے ہر کھر والی بکری اپنے کھر کے ساتھ اور ہر سینگ والی اپنے سینگ کے ساتھ اسے مارے گی اور ان میں کوئی بکری ایسی نہ ہوگی جس کا سینگ نہ ہو یا جس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو حتی کہ جب مارتے مارتے آخری بکری بھی گزر جائے گی تو پھر پہلی بکری کو اُس پر لوٹا دیا جائے گا اور یہ سلسلہ اس سارے دن میں جاری رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس کے برابر ہے حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور پھر وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا۔'' عامری نے پوچھا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! اونٹوں کا حق کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ اچھا جانور زکاۃ کے طور پر دو، دودھ والا جانور بطور تحفہ دو، ان کی پشت پر سوار کراؤ، ان کا دودھ پلاؤ اور جن کو مادہ کے لیے نر کی ضرورت ہو تو انھیں بلا معاوضہ اپنے نر اونٹ دے دو۔[1] اس حدیث کو امام ابوداود اور نسائی نے بھی ذکر کیا ہے۔[2]

اس حدیث کی ایک دوسری سند: امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا مِنْ صَاحِبِ كَنْزٍ لَّا يُؤَدِّى حَقَّهُ إِلَّا جُعِلَ صَفَائِحَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جَبْهَتُهُ وَجَنْبُهُ وَظَهْرُهُ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بَيْنَ عِبَادِهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ، ثُمَّ يَرٰى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ......] ''جس شخص کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو اسے تختیوں کی صورت میں تبدیل کر کے جہنم کی آگ میں گرم کر کے ان کے ساتھ اس کی پیشانی، پہلو اور کمر پر داغ لگائے جائیں گے حتی کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مابین فیصلہ فرما دے گا جس کی مقدار تمھارے شمار کے مطابق پچاس ہزار برس کے برابر ہوگی، پھر یہ اپنا راستہ دیکھے گا کہ وہ جنت کی طرف ہے یا جہنم کی طرف......'' پھر بکریوں اور اونٹوں کے بارے میں باقی حدیث اسی طرح ذکر کی ہے جس طرح پہلے گزر چکی ہے اس حدیث میں یہ بھی ہے: [اَلْخَيْلُ (لِثَلَاثَةٍ): لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ...... وَعَلٰى رَجُلٍ وِزْرٌ] ''گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ گھوڑا جو آدمی کے لیے باعث اجر ہو، دوسرا وہ جو باعث ستر ہو......اور تیسرا وہ جو باعث بوجھ ہو۔''[3] امام مسلم نے بھی صحیح میں یہ حدیث مکمل طور پر بیان کی ہے جبکہ امام بخاری نے اسے بیان نہیں فرمایا۔[4] اس حدیث کے یہاں ذکر کرنے سے مقصود ان الفاظ کی طرف اشارہ ہے: [حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَ عِبَادِهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ] ''حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مابین اس دن فیصلہ فرمادے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس کے برابر ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین: فرمان الٰہی: ﴿ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝ ﴾ ''تو (اے نبی!) آپ صبر جمیل سے کام لیجیے۔'' کے معنی یہ

---

[1] مسند أحمد: 490,489/2، البتہ اس میں پہلی اور دوسری قوسین والے لفظ کے بجائے [أَكْبَرِهِ] ہے۔ [2] سنن أبي داود، الزكاة، باب في حقوق المال، حديث: 1660 و سنن النسائي، الزكاة، باب التغليظ في حبس الزكاة، حديث: 2444 جبکہ آخری قوسین والا لفظ سنن النسائی کے مطابق ہے۔ [3] مسند أحمد: 262/2 قوسین والا لفظ صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الخيل لثلاثة......، حديث: 2860 کے مطابق ہے۔ [4] صحيح مسلم، الزكاة، باب إثم مانع الزكاة، حديث: (26)-987.

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ⑧ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ⑨ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ

جس دن آسمان پگھلے تانبے جیسا ہوگا⑧ اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون جیسے ہو جائیں گے⑨ اور کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کو نہ پوچھے گا⑩

حَمِيْمًا ⑩ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۭ بِبَنِيْهِ ⑪

حالانکہ وہ انھیں دکھلا بھی دیے جائیں گے۔ مجرم چاہے گا کاش! عذاب سے (بچنے کو) اپنے بیٹے فدیے میں دے دے⑪ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی⑫

وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ⑫ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ⑬ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ⑭

اور اپنا خاندان جو اسے پناہ دیتا تھا⑬ اور جتنے زمین پر ہیں سب، پھر وہ (فدیہ) اسے نجات دلا دے⑭ ہرگز نہیں! بے شک وہ بھڑکتی آگ ہے⑮

كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ⑮ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ⑯ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ⑰ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ⑱

چمڑیاں ادھیڑ دینے والی⑯ وہ (ہر) اس شخص کو پکارے گی جس نے پیٹھ پھیری اور (حق سے) منہ موڑا⑰ اور (مال) جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا⑱

ہیں کہ اے محمد! آپ کی قوم جو آپ کی تکذیب کر رہی ہے اور عذاب کے وقوع پذیر ہونے کو بعید جانتے ہوئے اس کے جلد واقع ہونے کا مطالبہ کر رہی ہے تو آپ اس پر صبر کریں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ ﴾ (الشوریٰ 18:42) ''جو لوگ اس (قیامت) پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور جو مومن ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے۔'' اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ⑥ ﴾ ''بے شک وہ (لوگ) اسے دور دیکھتے ہیں۔'' یعنی عذاب کے وقوع پذیر ہونے اور قیامت کے برپا ہونے کو کافر بعید، یعنی محال سمجھتے ہیں، ﴿ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ؕ⑦ ﴾ ''اور ہم اسے قریب دیکھتے ہیں۔'' یعنی مومن قیامت کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ قریب ہے، اگرچہ متعین طور پر اس کے وقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا لیکن ہر چیز جو آنے ہی والی ہے، وہ قریب بھی ہے اور یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے والی بھی ہے۔

تفسیر آیات: 8-18

قیامت کے دن کی ہولناکیاں: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اس دن کافروں پر عذاب واقع ہو کر رہے گا: ﴿ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۙ⑧ ﴾ ''جس دن آسمان پگھلے تانبے جیسا ہو جائے گا۔'' حضرت ابن عباس، مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر، عکرمہ، سدی اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی تلچھٹ کے ہیں۔[1] ﴿ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۙ⑨ ﴾ ''اور پہاڑ (دھنکی ہوئی) رنگین اون جیسے ہو جائیں گے۔'' عہن کے معنی دھنکی ہوئی اون کے ہیں۔ یہ مجاہد، قتادہ اور سدی کا قول ہے۔[2] یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسا کہ حسب ذیل ہے: ﴿ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ ﴾ (القارعة 5:101) ''اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگین اون۔'' فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ⑩ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ ﴾ ''اور کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کو نہ پوچھے گا، حالانکہ وہ انھیں دکھلا بھی دیے جائیں گے۔'' یعنی کوئی دوست کسی دوست سے اس کا حال نہیں پوچھے گا، حالانکہ اسے بہت برے حال میں دیکھ رہا ہوگا لیکن اسے اپنی ہی پڑی ہوگی۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

[1] تفسیر الطبری: 90/29 و الدر المنثور: 418/6. [2] تفسیر الطبری: 90/29 و 359/30.

سے روایت کیا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو جاننے پہچاننے کے باوجود ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴾ (عبس 80:37) ''ان میں سے ہر شخص کا اس دن ایسا حال ہوگا جو اسے دوسروں سے بے پروا کر دے گا۔''[1] یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسا کہ حسب ذیل آیات میں ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ (لقمٰن 31:33)
''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو کہ نہ تو باپ اپنی اولاد کے کچھ کام آئے گا اور نہ اولاد باپ کے کچھ کام آسکے گی۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔'' ﴿ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ﴾ (فاطر 35:18) ''اور اگر کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنا بوجھ ہٹانے کے لیے کسی کو بلائے گا تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہو۔'' ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ ﴾ (المؤمنون 23:101) ''پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن نہ ان میں رشتہ داریاں ہوں گی اور نہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔'' ﴿ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝ ﴾ (عبس 80:34-37)
''اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا، اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے (بھی)، ان میں سے ہر شخص کا اس دن ایسا حال ہوگا جو اسے دوسروں سے بے پروا کر دے گا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـــْٔوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝ كَلَّا ۭ ﴾ ''مجرم چاہے گا کہ کاش! عذاب سے (بچنے کو) اپنے بیٹے فدیے میں دے دے۔ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی۔ اور اپنا خاندان جو اسے پناہ دیتا تھا۔ اور جتنے زمین پر ہیں سب، پھر وہ (فدیہ) اسے نجات دلا دے۔ ہرگز نہیں۔'' یعنی اس سے فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا، خواہ تمام اہل زمین ہی کو کیوں نہ لے آئے اور اپنے کیسے ہی عزیز ترین مال کو کیوں نہ پیش کرے، خواہ زمین بھر کر سونا کیوں نہ پیش کرے یا اپنے اس بیٹے کو کیوں نہ پیش کرے جسے دنیا میں اپنے جگر کا ٹکڑا سمجھتا تھا مگر آج قیامت کے دن کی ہولناکیوں کو دیکھ کر خواہش کرے گا کہ اے کاش! اپنے اس بیٹے کو فدیہ میں دے کر عذاب الٰہی سے بچ جائے مگر یہ فدیہ بھی اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ مجاہد اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ وَفَصِيْلَتِهِ ﴾ کے معنی اس کا قبیلہ اور خاندان والے ہیں۔[2] عکرمہ فرماتے ہیں کہ یعنی اپنے اس قبیلے کو جس کا وہ ایک فرد ہے۔[3] اشہب نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی ماں کے ہیں۔[4]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّهَا لَظٰى ۝ ﴾ ''بے شک وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔'' اب اللہ تعالیٰ آگ اور اس کی شدت حرارت کو بیان فرما رہا ہے کہ ﴿ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝ ﴾ ''وہ کھالوں کو ادھیڑ ڈالنے والی ہوگی۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ سر کی کھال کو ادھیڑ ڈالے گی۔[5] امام حسن بصری اور ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ وہ چہرے کی رعنائیوں کو ختم کر کے رکھ

---

[1] تفسیر الطبری: 91/29. [2] تفسیر الطبری: 93/29. [3] تفسیر الماوردی: 92/6. [4] تفسیر الماوردی: 92/6 و تفسیر القرطبی: 286/18. [5] تفسیر الطبری: 94/29.

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ خُلِقَ هَلُوۡعًا ⑲ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوۡعًا ⑳ وَّاِذَا مَسَّهُ الۡخَيۡرُ مَنُوۡعًا ㉑ اِلَّا

بے شک انسان کو بے صبر (تھڑ دِلا) پیدا کیا گیا⑲ جب اسے شر پہنچے تو گھبرا جاتا ہے⑳ اور جب اسے خیر ملے تو نہایت روکنے والا

الۡمُصَلِّيۡنَ ㉒ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَاتِهِمۡ دَآئِمُوۡنَ ㉓ وَالَّذِيۡنَ فِىۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ ㉔

(کنجوس) بن جاتا ہے ㉑ مگر وہ نمازی ㉒ جو اپنی نماز پر ہمیشہ قائم ہیں ㉓ اور جن کے مالوں میں حق مقرر ہے ㉔

لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ ㉕ وَالَّذِيۡنَ يُصَدِّقُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ ㉖ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ مِّنۡ

سوالی اور محروم کا ㉕ اور جو یوم جزا کی تصدیق کرتے ہیں ㉖ اور جو اپنے رب کے عذاب سے

عَذَابِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ㉗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمۡ غَيۡرُ مَاۡمُوۡنٍ ㉘ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ

ڈرنے والے ہیں ㉗ بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ㉘ اور جو اپنی شرمگاہوں کی

حٰفِظُوۡنَ ㉙ اِلَّا عَلٰٓى اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡنَ ㉚

حفاظت کرنے والے ہیں ㉙ سوائے اپنی بیویوں یا اپنی لونڈیوں کے، پھر یقیناً ان پر کوئی ملامت نہیں ㉚

فَمَنِ ابۡتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ ㉛ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ

پھر جو کوئی اس کے علاوہ چاہے تو وہی حد سے گزرنے والے ہیں ㉛ اور جو اپنی امانتیں اور اپنے عہد نبھانے

رٰعُوۡنَ ㉜ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِشَهٰدٰتِهِمۡ قَآئِمُوۡنَ ㉝ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَاتِهِمۡ يُحَافِظُوۡنَ ㉞

والے ہیں ㉜ اور جو اپنی شہادتوں پر قائم ہیں ㉝ اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں ㉞

اُولٰٓئِكَ فِىۡ جَنّٰتٍ مُّكۡرَمُوۡنَ ㉟

وہی لوگ باغوں میں معزز ہوں گے ㉟

دے گی۔[1] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ کھوپڑی کی کھال کو، چہرے کی رعنائیوں کو اور جسم کے اعضاء کو ادھیڑ کر رکھ دے گی۔[2] ضحاک فرماتے ہیں کہ جہنم کی یہ آگ ہڈی سے گوشت اور کھال کو اس طرح الگ الگ کر دے گی کہ کچھ بھی نہ چھوڑے گی۔[3] ابن زید فرماتے ہیں کہ ﴿ لِّلشَّوٰى ﴾ اعضاء اور ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ اور ﴿ نَزَّاعَةً ﴾ کے معنی ہیں کہ پہلے ان کی ہڈیوں کو توڑ دے گی اور پھر ان کی کھالوں کو اور خلقت کو بدل کر رکھ دے گی۔[4]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ تَدۡعُوۡا مَنۡ اَدۡبَرَ وَتَوَلّٰى ⑰ وَجَمَعَ فَاَوۡعٰى ⑱ ﴾ ''وہ اس شخص کو پکارے گی جس نے پیٹھ پھیری اور (حق سے) منہ موڑا۔ اور (مال) جمع کیا اور سینت سینت کر (حفاظت سے) رکھا۔'' یعنی آگ اپنے ان بیٹوں کو بلائے گی جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس آگ ہی کے لیے پیدا کیا ہے اور ان کے مقدر میں یہ لکھ دیا ہے کہ وہ دنیا میں ایسے عمل کریں گے جو انھیں اس جہنم میں لے جائیں گے۔ جہنم ان لوگوں کو بڑی فصیح و بلیغ زبان سے پکارے گا اور پھر میدان حشر سے ان کو اس طرح اچک لے گا جس طرح پرندہ دانے کو اچک لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جو اعراض کریں گے

① الدر المنثور: 419/6. ② تفسیر الطبری: 95/29. ③ تفسیر الطبری: 95/29. ④ تفسیر الطبری: 95/29.

جس طرح پرندہ دانے کو اچک لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جو اعراض کریں گے اور پیٹھ پھیر لیں گے، یعنی جنھوں نے دل سے تکذیب کی ہوگی اور اعضاء کے ساتھ عمل نہ کیا ہوگا۔ ﴿ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴾ ''اور (مال) جمع کیا اور سینت سینت کر (حفاظت) سے رکھا۔'' اور مال میں سے نفقات اور زکاۃ کے طور پر اللہ تعالیٰ کے واجب حق کو ادا نہ کیا ہوگا۔ حدیث میں آیا ہے: [لَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ] ''مال کو گن گن کر نہ رکھو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمھیں گن گن کر دے گا۔''[1]

تفسیر آیات :19-35

انسان کم حوصلہ ہے: اللہ تعالیٰ انسان کے بارے میں خبر دے رہا ہے کہ وہ گھٹیا اخلاق کا خوگر ہے۔ ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ انسان بے صبر پیدا کیا گیا ہے۔'' اور پھر اس کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے: ﴿ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴾ ''جب اسے برائی پہنچتی ہے تو بہت جزع فزع کرنے والا ہوتا ہے۔'' یعنی جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرتا ہے اور شدت خوف سے اس کا دل پھٹنے لگتا ہے اور وہ اس بات سے مایوس ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد اسے کبھی خیر و عافیت بھی حاصل ہوگی۔ ﴿ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴾ ''اور جب اسے بھلائی پہنچتی ہے تو نہایت روکنے والا (بخیل) بن جاتا ہے۔'' یعنی جب اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے تو دوسروں کے بارے میں بخل سے کام لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا نہیں کرتا۔ امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [شَرُّ مَا فِي رَجُلٍ، شُحٌّ هَالِعٌ وَّ جُبْنٌ خَالِعٌ] ''آدمی میں جو سب سے بری بات ہے وہ بخل ہے جو انسان کو جزع فزع اور تنگی میں مبتلا کرتا ہے اور دل نکال دینے والی بزدلی ہے۔''[2] اسے ابوداود نے عبداللہ بن جراح از ابوعبدالرحمٰن المقری روایت کیا ہے اور عبدالعزیز صرف اسی سند میں موجود ہے۔[3]

برے اوصاف سے بچائے جانے والے خوش نصیب: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴾ ''مگر وہ نمازی'' یعنی انسان اگرچہ مذموم صفات کے ساتھ متصف ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ بچا لے، نیکی کی توفیق و ہدایت عطا فرمائے اور اس کے اسباب کو آسان بنا دے اور وہ نمازی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرما رکھی ہے: ﴿ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴾ ''جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔'' اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ نماز کے اوقات اور واجبات کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ معنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، مسروق اور ابراہیم نخعی سے مروی ہے۔[4] ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سکون اور خشوع و خضوع سے نماز ادا کرنا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 23:1,2) ''بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے، جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرنے والے ہیں۔'' یہ عقبہ بن عامر کا قول ہے۔[5] اسی سے ہے: الماءُ الدائم وہ پانی جو ساکن اور ٹھہرا ہوا ہو۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نماز میں طمانیت

---

[1] صحيح البخاري، الزكاة، باب الصدقة فيما استطاع، حديث: 1434 وصحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على الإنفاق......، حديث: (89)-1029. [2] مسند أحمد: 302/2. [3] سنن أبي داود، الجهاد، باب في الجرأة والجبن، حديث: 2511. [4] الدر المنثور: 420/6. [5] تفسير الطبري: 98/29.

واجب ہے جو شخص اپنے رکوع و سجود میں طمانیت کا اظہار نہیں کرتا وہ گویا نماز کا التزام نہیں کرتا کیونکہ اس نے سکون و دوام اختیار نہیں کیا بلکہ اس نے نماز میں کوے کی طرح ٹھونگے مارے ہیں، لہٰذا وہ اس طرح کی نماز ادا کر کے فلاح نہیں پائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جب وہ کوئی نیک کام کرتے ہیں تو اس پر مداومت کرتے اور ثابت قدم رہتے ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعالٰى أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ] ”اللہ تعالیٰ کو وہ عمل سب سے زیادہ محبوب ہے جسے ہمیشہ ادا کیا جائے، اگرچہ وہ کم ہی ہو۔“①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَالَّذِیْنَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ ﴾ ”اور جن کے مالوں میں حق مقرر ہے۔ سوالی اور محروم کا۔“ یعنی ان کے اموال میں ضرورت مندوں کا حصہ مقرر اور طے شدہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۲۶﴾ ﴾ ”اور وہ لوگ یوم جزا کی تصدیق کرتے ہیں۔“ یعنی وہ آخرت، حساب اور جزا و سزا پر ایمان رکھتے اور ایسے عمل کرتے ہیں جن سے وہ ثواب کی امید رکھتے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ ﴾ ”اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے خوف رکھنے والے ہیں۔“ ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ ﴾ ”بے شک ان کے پروردگار کا عذاب (ایسا ہے کہ) اس سے بے خوف نہ ہوا جائے۔“ یعنی اس سے کوئی ایسا شخص بے خوف نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو جانتا پہچانتا ہو الا یہ کہ اللہ تعالیٰ امان عطا فرما دے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ ﴾ ”اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“ یعنی انھیں حرام سے روکتے ہیں اور انھیں ایسی جگہ سے بچاتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ ﴾ ”مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے کہ (ان کے پاس جانے پر) انھیں کوئی ملامت نہیں، اور جو لوگ ان کے سوا اور کے خواست گار ہوں تو وہی لوگ حد سے نکل جانے والے ہیں۔“ ان آیات کی تفسیر سورۂ مؤمنون کے آغاز میں گزر چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔②

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ ﴾ ”اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اقراروں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“ یعنی جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہیں کرتے اور جب وعدہ کریں تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ یہ مومنوں کی صفات ہیں اور ان کے برعکس منافقوں کی صفات ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے: [آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ] ”منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب

① صحیح البخاری، الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل، حدیث: 6464 وصحیح مسلم، صلاۃ المسافرین......، باب فضیلة العمل الدائم......، حدیث: (218)-783 واللفظ له. ② دیکھیے المؤمنون، آیات: 5-7 کے ذیل میں عنوان: ”فحاشی کے منکر“

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿36﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿37﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ

پھر (اے نبی!) کافروں کو کیا ہوا ہے کہ آپ کی طرف دوڑے آرہے ہیں؟﴿36﴾ دائیں سے اور بائیں سے گروہ کے گروہ﴿37﴾ کیا ان میں سے ہر شخص طمع

امْرِیءٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿38﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿39﴾ فَلَآ اُقْسِمُ

رکھتا ہے کہ اسے نعمتوں والی جنت میں داخل کیا جائے گا؟﴿38﴾ ہرگز نہیں! بے شک ہم نے انھیں اس چیز سے تخلیق کیا جسے وہ جانتے ہیں﴿39﴾ پس میں

بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿40﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ

مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم کھاتا ہوں! یقیناً ہم قادر ہیں﴿40﴾ اس بات پر کہ (انھیں) بدل کر ان سے بہتر لے آئیں، اور ہم عاجز و مغلوب

بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿41﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِیْ يُوْعَدُوْنَ ﴿42﴾

نہیں﴿41﴾ چنانچہ آپ انھیں چھوڑ دیجیے، وہ باتیں بنائیں اور کھیلیں حتی کہ اپنے اس دن سے دوچار ہوں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے﴿42﴾

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿43﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ

جس دن وہ قبروں سے دوڑتے نکلیں گے جیسے وہ آستانوں کی طرف دوڑ رہے ہوں﴿43﴾ ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی،

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِیْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿44﴾ ع

ان پر ذلت چھارہی ہوگی۔ یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا﴿44﴾

بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔''[1] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:[إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ] ''جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی دے۔''[2]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿33﴾ ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔'' یعنی شہادتوں کی حفاظت کرتے ہیں، ان میں کمی بیشی نہیں کرتے اور نہ انھیں چھپاتے ہیں۔ ﴿ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ ﴾ (البقرة 283:2) ''اور جو شخص اسے چھپائے گا تو وہ دل کا گناہ گار ہوگا۔'' پھر فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿34﴾ ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔'' یعنی نماز کو وقت پر ادا کرتے ہیں اور اس کے ارکان، واجبات اور مستحبات کا خیال رکھتے ہیں۔ اس مقام پر کلام کا آغاز بھی نماز سے ہوا اور اختتام بھی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نماز کس قدر اہم ہے اور اسے کس قدر شرف حاصل ہے جیسا کہ سورۂ مؤمنون کے آغاز میں بیان کیا جاچکا ہے، اسی لیے وہاں یہ فرمایا تھا: ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ ﴾ (المؤمنون 11,10:23) ''یہی لوگ وارث ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' اور یہاں یہ فرمایا ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿35﴾ ﴾ ''یہی لوگ باغ ہائے بہشت میں عزت واکرام سے ہوں گے۔'' یعنی مختلف انواع واقسام کی لذتوں اور مسرتوں سے ان کی عزت

---

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب علامات المنافق، حديث: 33 عن أبي هريرة ﷺ. [2] صحيح البخاري، الإيمان، باب علامات المنافق، حديث: 34 عن عبدالله بن عمرو ﷺ.

افزائی کی جائے گی۔

تفسیر آیات:36-44

کفار کو سرزنش: اللہ تعالیٰ ان کفار کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے جو نبی ﷺ کے زمانے میں تھے اور وہ آپ کا اور اس ہدایت کا مشاہدہ کر رہے تھے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تھا اور جن عظیم الشان معجزات کے ساتھ آپ کی تائید وحمایت فرمائی تھی لیکن اس کے باوجود وہ آپ سے بھاگتے، آپ سے اپنی راہ الگ اختیار کرتے اور گروہ در گروہ اور جماعت در جماعت ہو کر آپ سے دائیں بائیں چھٹ جاتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝﴾ (المدثر 74:49-51) ”پھر انھیں کیا ہوا ہے کہ نصیحت سے روگرداں ہو رہے ہیں، گویا کہ وہ گدھے ہیں (یعنی) شیر سے (ڈر کر) بھاگے ہیں۔“ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ۝﴾ ”تو ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ آپ کی طرف تیزی سے دوڑے چلے آتے ہیں۔“ یعنی اے محمد ﷺ! ان کافروں کو کیا ہو گیا ہے جو آپ کے پاس ہیں کہ یہ آپ سے دور بھاگتے چلے جاتے ہیں۔ امام حسن بصری نے بھی اس کے یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔[1] ﴿عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ۝﴾ ”دائیں سے اور بائیں سے گروہ در گروہ۔“ ﴿عِزِينَ ۝﴾ کا واحد عزۃ ہے اور اس کے معنی متفرق ہونے والوں کے ہیں۔[2] یہ ﴿مُهْطِعِينَ ۝﴾ سے حال ہے، یعنی وہ افتراق واختلاف کی حالت میں دور بھاگے چلے جاتے ہیں۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ۝﴾ کے معنی ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور ﴿عِزِينَ ۝﴾ کے معنی ہیں: لوگوں کے گروہ جو دائیں بائیں سے اعراض کر رہے اور آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں۔[3] حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ مختلف حلقوں کی صورت میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: [مَالِي أَرَاكُمْ عِزِينَ] ”کیا بات ہے تم لوگ الگ الگ کیوں بیٹھے ہو۔“ اسے امام احمد، مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

فرمان الٰہی ہے: ﴿أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ۝ كَلَّا﴾ ”کیا ان میں سے ہر شخص طمع رکھتا ہے کہ اسے نعمتوں والی جنت میں داخل کیا جائے گا، ہرگز نہیں!“ یعنی کیا یہ لوگ اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ نعمتوں بھری جنتوں میں داخل ہوں گے، حالانکہ ان کا حال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دور بھاگ رہے ہیں اور حق سے منہ موڑ رہے ہیں، اس لیے یہ لوگ ہرگز ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے بلکہ ان کا ٹھکانا تو جہنم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ قیامت آ کر رہے گی اور وہ عذاب واقع ہو کر رہے گا جس کا یہ انکار کر رہے اور جس کے وجود کو بہت بعید تصور کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

[1] تفسير الطبری: 105/29. [2] تفسير الطبری: 105/29. [3] تفسير الطبری: 105/29. [4] مسند أحمد: 93/5 وصحيح مسلم، الصلاة، باب الأمر بالسكون فی الصلاة......، حديث: 430 وسنن أبی داود، الأدب، باب فی التحلق، حديث: 4823 والسنن الكبرٰی للنسائی، التفسير، باب قوله: ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝﴾: 498/6، حديث: 11622 وتفسير الطبری: 107/29.

نے اس سلسلے میں ان کے ابتدائے خلق سے استدلال فرمایا ہے کہ جس نے پہلی دفعہ انھیں پیدا کیا، اس کے لیے انھیں دوبارہ پیدا کرنا تو زیادہ آسان ہے اور اس بات کا خود انھیں بھی اعتراف ہے، فرمایا: ﴿ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''بلاشبہ ہم نے انھیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں۔'' یعنی کمزور سی منی سے پیدا کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴾ (المرسلٰت 20:77) ''کیا ہم نے تمھیں حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا؟'' اور فرمایا: ﴿ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ ﴾ (الطارق 86:5-10) ''چنانچہ انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے، وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔ بے شک اللہ اس کے اعادے (پھر پیدا کرنے) پر قادر ہے، جس دن راز ظاہر کر دیے جائیں گے تو انسان کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا۔''

پھر فرمایا: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ ﴾ ''مجھے مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم!'' یعنی جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، مشرق و مغرب بنائے، کواکب کو مسخر فرمایا جو مشرقوں سے طلوع اور مغربوں میں غروب ہوتے ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ بات اس طرح نہیں جیسے تم خیال کرتے ہو کہ نہ آخرت ہے، نہ حساب اور نہ دوبارہ اٹھنا بلکہ یہ سب کچھ یقینی طور پر ایک نہ ایک دن ضرور واقع ہونے والا ہے۔ اسی لیے ابتدائے قسم میں حرف نفی لا لایا گیا ہے تاکہ وہ اس بات پر دلالت کرے کہ مقسم علیہ نفی ہے اور وہی مضمونِ کلام ہے، یعنی ان کے اس گمانِ فاسد کی تردید جو یہ روز قیامت کی نفی کرتے ہیں، حالانکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایسی عظیم الشان نشانیاں دیکھی ہیں جو قیامت برپا کرنے سے کہیں بڑھ کر ہیں اور وہ حیوانات و جمادات اور آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا اور ان میں موجود تمام مخلوقات کو مسخر کرنا ہے، اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمن 40:57) ''البتہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ (الأحقاف 46:33) ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! بلاشبہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔'' ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ اَوَلَيْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ﴾ (یٰسٓ 36:81,82) ''بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ (ان کو پھر) ویسے ہی پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی تو (سب کچھ) پیدا کرنے والا، خوب علم والا ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ ﴾ ''مجھے مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم! یقیناً ہم طاقت رکھتے ہیں اس

بات پر کہ (انھیں) بدل کر ان سے بہتر لے آئیں۔'' یعنی اس بات پر قادر ہیں کہ ان سے بہتر لوگ بدل لائیں۔ یعنی قیامت کے دن انھیں ان کے ان جسموں سے بہتر جسموں میں لائیں اور ہمیں اس بات کی بھی پوری پوری قدرت حاصل ہے۔

اور فرمایا: ﴿ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ﴾ ''اور ہم (اس سے) عاجز و مغلوب نہیں ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰۤی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ۝ ﴾ (القیٰمة 75:3,4) ''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے، کیوں نہیں! بلکہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔'' اور فرمایا: ﴿ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ۝ عَلٰۤی اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (الواقعة 56:60,61) ''ہم نے تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور ہم اس (بات) سے عاجز نہیں (بلکہ قادر ہیں) کہ تمھاری طرح کے اور لوگ (تمھاری جگہ) لے آئیں اور ہم تمھیں پیدا کریں ایسی (صورت) میں جسے تم نہیں جانتے۔'' امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے ﴿ عَلٰۤی اَنْ نُّبَدِّلَ خَیْرًا مِّنْهُمْ ﴾ کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم ان سے بہتر لوگ لے آئیں جو ہماری اطاعت کریں اور نافرمانی نہ کریں۔[1] انھوں نے اس آیت کو حسبِ ذیل آیت کی طرح قرار دیا ہے۔ ﴿ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ۝ ﴾ (محمد 47:38) ''اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمھاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔'' لیکن دوسری آیات کی دلالت کی وجہ سے پہلے معنی ہی زیادہ واضح ہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی أَعْلَمُ.

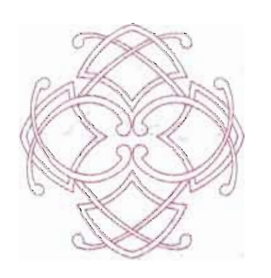
پھر فرمایا: ﴿ فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَیَلْعَبُوْا ﴾ ''لہٰذا آپ ان کو چھوڑ دیجیے وہ (باطل میں) مشغول رہیں اور کھیلتے رہیں۔'' یعنی اے محمد! انھیں اپنی تکذیب، کفر اور عناد میں پڑے رہنے دیں۔ ﴿ حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴾ ''یہاں تک کہ اس دن سے دوچار ہوں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' تو اس وقت اپنے انجام کو معلوم کر لیں گے اور اس کے وبال کے مزے کو چکھ لیں گے۔ ﴿ یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰی نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ ﴾ ''اس دن یہ قبروں سے نکل کر (اس طرح) دوڑیں گے جیسے وہ آستانوں کی طرف دوڑ رہے ہوں۔'' یعنی جب رب تبارک وتعالیٰ انھیں پکارے گا تو یہ اپنی قبروں سے اٹھ کر میدان حشر کی طرف اس طرح تیز دوڑیں گے جیسے وہ آستانوں کی طرف بھاگ رہے ہوں۔ حضرت ابن عباس، مجاہد اور ضحاک فرماتے ہیں جیسے مقررہ نشانی کی طرف دوڑ رہے ہوں۔[2] ابو العالیہ اور یحییٰ بن ابو کثیر کا قول ہے کہ جیسے مقررہ ہدف کی طرف بھاگ رہے ہوں۔[3] جمہور نے نَصْب نون کے فتحہ اور صاد کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ مصدر ہے اور منصوب کے معنی میں ہے۔ امام حسن بصری نے اسے ﴿ نُصُبٍ ﴾ نون اور صاد کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کے معنی بت کے ہیں۔[4] یعنی حشر کی طرف وہ اس طرح بھاگیں گے جیسے دنیا میں بت کی طرف بھاگتے تھے۔ اور ﴿ یُوْفِضُوْنَ ﴾ کے معنی ہیں کہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے کہ کون اسے سب سے پہلے ہاتھ لگاتا ہے۔ یہ معنی امام

[1] تفسیر الطبری: 108/29. [2] تفسیر الطبری: 111,110/29. [3] تفسیر الطبری: 111,110/29. [4] تفسیر الطبری: 110/29.

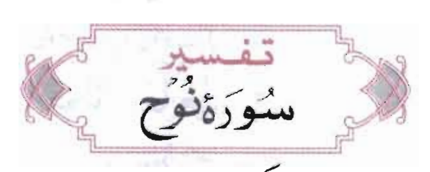
مجاہد، یحییٰ بن ابو کثیر، مسلم بطین، قتادہ، ضحاک، ربیع بن انس، ابوصالح، عاصم بن بہدلہ، ابن زید اور دیگر کئی مفسرین سے مروی ہے۔ ①

فرمان الٰہی: ﴿ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ﴿ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ﴾ ''ذلت ان پر چھا رہی ہوگی'' اس تکبر کے مقابلے میں جو انھوں نے دنیا میں اطاعت کے بجائے اختیار کیا تھا۔ ﴿ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴾ ''یہی وہ دن ہے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے تھے۔''

سورۂ معارج کی تفسیر مکمل ہوگئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① تفسیر الطبری: 29/110، 111 وزاد المسیر: 8/122.



یہ مکی سورت ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ① قَالَ

بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ تو اپنی قوم کو ڈرا، اس سے پہلے کہ انھیں دردناک عذاب آلے① اس نے کہا:

يٰقَوۡمِ اِنِّىۡ لَـكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ② اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ وَاَطِيۡعُوۡنِ ③ يَغۡفِرۡ لَـكُمۡ

اے میری قوم! بے شک میں تمھیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں② یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو③ وہ گناہوں

مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ وَيُؤَخِّرۡكُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ

وقف لازم

سے تمھاری مغفرت کرے گا اور تمھیں ایک مقرر وقت تک مہلت دے گا۔ بے شک جب اللہ کا مقرر وقت آ جائے تو وہ مؤخر نہیں ہوتا۔

لَوۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ④

کاش! تمھیں علم ہوتا④

تفسیر آیات : 1-4

نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوت: اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کے بارے میں فرما رہا ہے کہ اس نے انھیں ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا اور حکم دیا کہ انھیں اللہ کے عذاب کے آنے سے پہلے ڈراؤ، اگر وہ توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کر لیں گے تو ان سے عذاب کو دور کر دیا جائے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ① قَالَ يٰقَوۡمِ اِنِّىۡ لَـكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ② ﴾ ”یہ کہ تم اپنی قوم کو ڈراؤ پیشتر اس کے کہ ان پر درد دینے والا عذاب آ واقع ہو۔ اس (نوح) نے کہا: اے میری قوم! بے شک میں تمھیں کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔“ یعنی میں تمھیں کھلم کھلا، ظاہر اور واضح طور پر ڈرا رہا ہوں۔ ﴿ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ ﴾ ”کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔“ یعنی ان امور کو ترک کر دو جنھیں اس نے حرام قرار دیا ہے اور گناہوں سے اجتناب کرو ﴿ وَاَطِيۡعُوۡنِ ③ ﴾ ”اور میرا کہا مانو۔“ یعنی میں جو تمھیں حکم دے رہا ہوں اور منع کر رہا ہوں تو اس سلسلے میں میری اطاعت کرو۔ ﴿ يَغۡفِرۡ لَـكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ ﴾ ”وہ تمھارے گناہ بخش دے گا۔“ یعنی جب تم وہ کام کرو گے جن کا میں تمھیں حکم دے رہا ہوں اور اس کی تصدیق کرو گے جس کے ساتھ میں تمھاری طرف بھیجا گیا ہوں تو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ معاف فرما دے گا۔ ﴿ مِّنۡ ﴾ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ زائد ہے لیکن اثبات کے موقع پر حرف مِنۡ کا زائد

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ⑤ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ⑥ وَ اِنِّیْ

اس نے کہا: میرے رب! بے شک میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی⑤ چنانچہ میری دعوت نے ان کے (حق سے) فرار ہی کو زیادہ کیا⑥ اور

كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا

میں نے جب بھی انھیں دعوت دی تاکہ تو ان کی مغفرت کرے، تو انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے (اوپر)

وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ⑦ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ⑧ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ

لپیٹ لیے اور ضد کی اور انتہائی تکبر کیا⑦ پھر بے شک میں نے انھیں کھلی دعوت دی⑧ پھر میں نے ان سے علانیہ کہا اور چپکے چپکے بھی

لَهُمْ اِسْرَارًا ⑨ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ⑩ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ

سمجھایا⑨ چنانچہ میں نے کہا: تم اپنے رب سے استغفار کرو۔ بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا ہے⑩ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار

مِّدْرَارًا ⑪ وَّ یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ⑫ مَا لَكُمْ

بارش برسائے گا⑪ اور تمھیں مال اور بیٹوں سے بڑھائے گا اور تمھارے لیے باغ پیدا کرے گا اور نہریں جاری کرے گا⑫ تمھیں کیا ہوا ہے

لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ⑬ وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ⑭ اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

کہ اللہ کے لیے وقار (عظمت) کا عقیدہ نہیں رکھتے؟⑬ حالانکہ اس نے تمھیں کئی مرحلوں میں تخلیق کیا ہے⑭ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے سات

طِبَاقًا ⑮ وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ⑯ وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

آسمان تہ بہ تہ کیسے تخلیق کیے؟⑮ اور اس نے ان میں چاند کو روشن اور سورج کو چراغ بنایا؟⑯ اور اللہ ہی نے تمھیں زمین سے

نَبَاتًا ⑰ ثُمَّ یُعِیْدُكُمْ فِیْهَا وَ یُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ⑱ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ

(خاص انداز سے) اگایا؟⑰ پھر وہ تمھیں اس میں لوٹائے گا، اور پھر تمھیں (دوبارہ) نکالے گا⑱ اور اللہ نے زمین کو تمھارے لیے

بِسَاطًا ⑲ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ⑳

بچھونا بنایا⑲ تاکہ تم اس کی کھلی راہوں میں چلو⑳

آنا بہت قلیل الاستعمال ہے۔ ﴿ وَ یُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ ﴾ ''اور وہ تمھیں ایک وقت مقرر تک مہلت دے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ تمھاری عمریں دراز کر دے گا اور تم سے عذاب ٹال دے گا۔ اور اگر تم نے ان کاموں سے اجتناب نہ کیا جن سے میں تمھیں منع کرتا ہوں تو پھر وہ تمھیں عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ اس آیت سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اطاعت، نیکی اور صلہ رحمی سے حقیقی طور پر عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے: [صِلَةُ الرَّحِمِ تَزِیدُ فِی الْعُمُرِ] ''صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے۔''[1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④ ﴾ ''بے شک اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آ جاتا ہے تو مؤخر نہیں کیا جاتا، کاش! تم جانتے ہوتے۔'' یعنی عذاب الٰہی آنے سے پہلے پہلے اطاعت و بندگی اختیار کر لو

[1] المعجم الأوسط للطبراني: 273/1، حدیث: 943 اور دیکھیے السلسلة الصحيحة: 535/4-539، حدیث: 1908 کے ذیل میں۔

کیونکہ جب عذاب الٰہی آجائے تو اسے نہ ٹالا جاسکتا ہے اور نہ روکا جاسکتا ہے کیونکہ اس عظیم ہستی نے ہر چیز کو مغلوب کر رکھا ہے اور وہ اس قدر غالب ہے کہ تمام مخلوقات اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہیں۔

تفسیر آیات :5-20

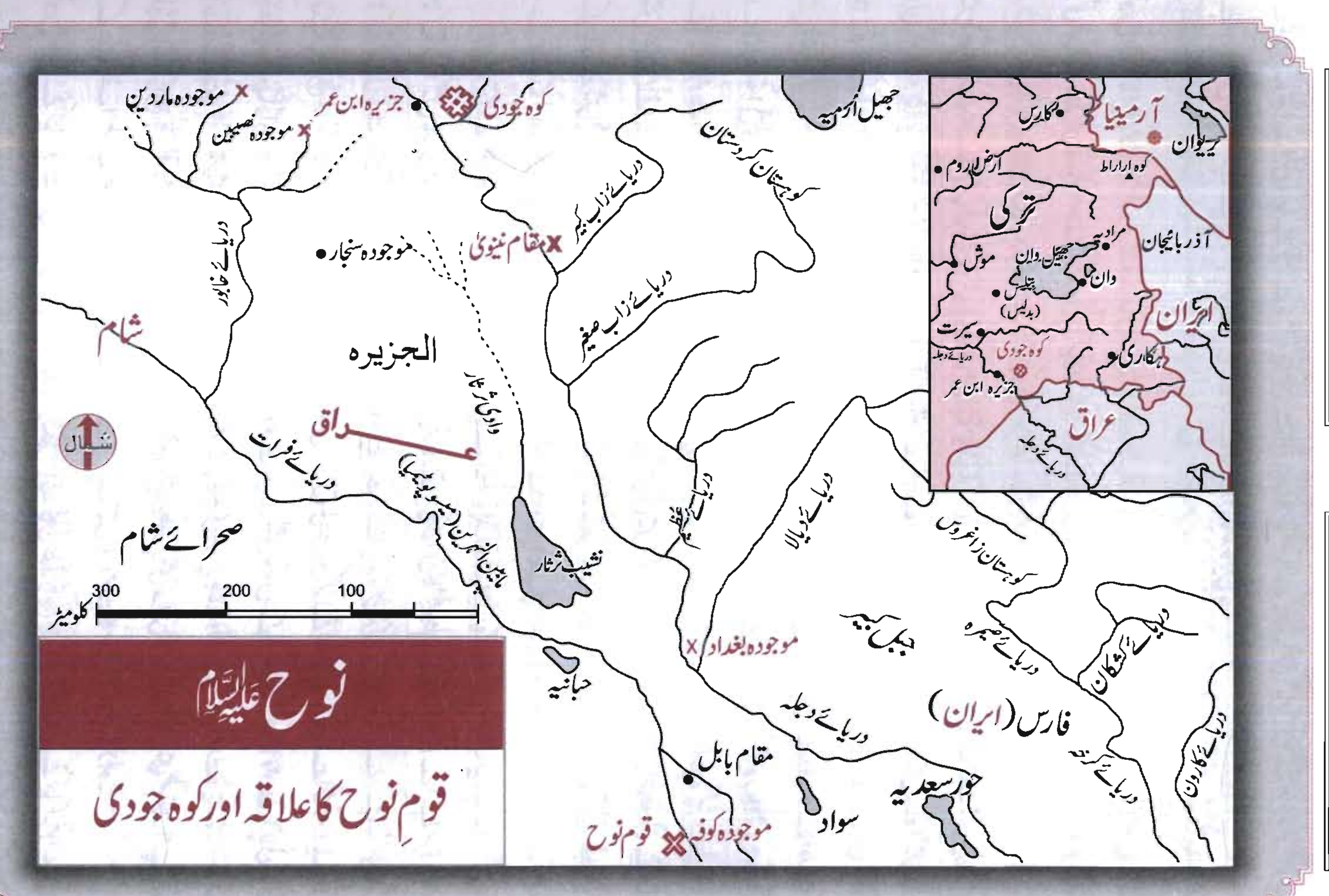
نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کا شکوہ کرنا: اللہ تعالیٰ اپنے عبد اور رسول نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان فرما رہا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کی طرف سے جن آلام و مصائب کا سامنا کیا اور پھر ساڑھے نو سو برس کی اس طویل مدت میں صبر کیا اور قوم کے سامنے رشد و بھلائی اور سیدھے راستے کو بیان کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی مگر انھوں نے ایک نہ سنی تو حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں شکوہ کرتے ہوئے عرض کی: ﴿ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۝ ﴾ ''(اے میرے پروردگار!) بے شک میں اپنی قوم کو رات دن دعوت دیتا رہا۔'' یعنی تیری اطاعت بجالاتے اور تیرے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے میں نے انھیں دن رات بلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ﴿ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝ ﴾ ''چنانچہ میری دعوت نے ان کے فرار ہی میں اضافہ کیا۔'' یعنی جب بھی میں نے انھیں دعوت دی تاکہ حق کے قریب ہو جائیں لیکن یہ حق سے دور ہوتے اور بھاگتے ہی رہے۔ ﴿ وَ اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ ﴾ ''اور بلاشبہ جب بھی میں نے انھیں دعوت دی کہ تو انھیں معاف فرمائے تو انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے لپیٹ لیے۔'' یعنی انھوں نے اپنے کان بند کر لیے تاکہ اس بات کو نہ سن سکیں جس کی میں انھیں دعوت دیتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش کے بارے میں ہمیں یہ بتایا ہے: ﴿ وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝ ﴾ ''اور کافروں نے کہا: تم اس قرآن کو مت سنو اور (جب پڑھا جائے تو) شور مچاؤ تاکہ تم غالب آ جاؤ۔'' (حٰمٓ السجدۃ 41 : 26)

ابن جریج نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اجنبی بن گئے تاکہ آپ انھیں پہچان نہ سکیں۔[1] سعید بن جبیر اور سدی فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انھوں نے اپنے سر ڈھانپ لیے تاکہ آپ کی بات نہ سن سکیں۔[2] ﴿ وَ اَصَرُّوْا ﴾ ''اور وہ (اپنے بہت بڑے اور بدترین شرک و کفر ہی پر) اڑے رہے۔'' ﴿ وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ ﴾ ''اور انھوں نے انتہائی تکبر کیا۔'' یعنی انھوں نے حق کی پیروی کرنے اور اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ ﴿ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ﴾ ''پھر بے شک میں نے انھیں کھلی دعوت دی۔'' یعنی لوگوں کے درمیان کھلم کھلا دعوت پہنچائی ﴿ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ ﴾ ''پھر میں نے ان سے علانیہ کہا۔'' یعنی پھر میں ظاہری طور پر بلند آواز سے انھیں دعوت دیتا رہا۔ ﴿ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝ ﴾ ''اور میں نے انھیں چپکے چپکے سمجھایا۔'' یعنی پوشیدہ طور پر بھی کہ اس کا مجھے اور انھیں ہی علم تھا۔ آپ نے دعوت کے لیے مختلف اسلوب اختیار فرمائے تاکہ یہ آپ کی دعوت پر لبیک کہیں اور دعوت کامیابی سے ہمکنار ہو۔

نوح علیہ السلام نے کیا دعوت دی؟ ﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ ﴾ ''چنانچہ میں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے معافی مانگو بلاشبہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، اپنی اس حالت کو چھوڑ دو جس پر تم ہو اور

---

[1] الدر المنثور : 424/6. [2] الدر المنثور : 424/6.


نوح علیہ السلام
قومِ نوح کا علاقہ اور کوہ جودی
کوہ جودی
جزیرہ ابن عمر
موجودہ ماردین
موجودہ نصیبین
جھیل اُرمیہ
کوہستان کردستان
دریائے زاب کبیر
مقام نینویٰ
موجودہ سنجار
دریائے خابور
شام
الجزیرہ
دریائے زاب صغیر
وادی ثرثار
عراق
دریائے فرات
صحرائے شام
نشیب ثرثار
حبانیہ
موجودہ بغداد
دریائے دجلہ
مقام بابل
موجودہ کوفہ
قوم نوح
سواد
خور سعدیہ
فارس (ایران)
جبل کبیر
دریائے صیمرہ
دریائے کرخہ
دریائے کارون
کوہستان زاغروس
دریائے دیالہ
300
200
100
کلومیٹر
شمال
آرمینیا
ایروان
کارس
ارض روم
کوہ ارارات
ترکی
آذربائیجان
موش
جھیل وان
وان
بدلیس
سیرت
کوہ جودی
ہکاری
ایران
جزیرہ ابن عمر
عراق
دریائے دجلہ

فوراً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو کیونکہ جو توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے، خواہ اس کے گناہ کفر و شرک کے اعتبار سے کتنے ہی بڑے ہوں، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ ﴾ ''چنانچہ میں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے معافی مانگو بلاشبہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا۔'' اس آیت کریمہ کی وجہ سے نماز استسقاء میں اس سورت کی قراءت مستحب ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ استسقاء کے لیے منبر پر چڑھے تو آپ نے صرف استغفار کیا اور آیات استغفار پڑھنے پر اکتفا فرمایا جن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے: ﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ ﴾ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے آسمان کے ان راستوں سے بارش طلب کی ہے جن سے بارش نازل ہوتی ہے۔ [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ﴿ مِّدْرَارًا ۝ ﴾ کے معنی مسلسل اور موسلا دھار بارش کے ہیں۔ [2] ﴿ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ ﴾ ''اور مال اور بیٹوں سے تمھاری مدد فرمائے گا اور وہ تمھارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمھارے لیے نہریں بنادے گا۔'' یعنی جب تم اللہ کی جناب میں توبہ کرو گے، اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو گے اور اس کی اطاعت بجالاؤ گے تو تمھارے رزق میں فراوانی ہوجائے گی، آسمان کی برکتوں سے تمھیں پلائے گا اور زمین سے بابرکت فصلیں اُگائے گا۔ جانور بکثرت دودھ دینے لگیں گے۔ اللہ تعالیٰ مال اور اولاد سے تمھیں سرفراز فرمائے گا، یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں مال و اولاد سے بھی نوازے گا اور ایسے باغات سے بھی جو انواع واقسام کے پھلوں سے لدے پھدے ہوں گے اور جن میں نہریں رواں دواں ہوں گی۔

یہاں تک تو دعوت میں ترغیب کا اسلوب تھا اور پھر ترہیب کا انداز اختیار کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ ﴾ ''تمھیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے؟'' ﴿ وَقَارًا ۝ ﴾ کے معنی عظمت کے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور ضحاک کا یہی قول ہے۔ [3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اس طرح اللہ کی تعظیم نہیں کرتے جس طرح اس کی عظمت کا حق ہے، [4] یعنی تم اس کی سزا اور عذاب سے نہیں ڈرتے۔ ﴿ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝ ﴾ ''حالانکہ یقیناً اس نے تمھیں کئی مرحلوں میں پیدا کیا ہے۔'' اس کے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں نطفے سے پیدا فرمایا، پھر اس سے خون کی پھٹکی بنائی اور پھر اس سے گوشت کا لوتھڑا بنایا۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، قتادہ، یحییٰ بن رافع، سدی اور ابن زید کا قول ہے۔ [5]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ ﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسے سات آسمان اوپر تلے بنائے ہیں؟'' یعنی ایک کے اوپر دوسرا آسمان بنایا، کیا وہ صرف سننے سے ہی معلوم ہوئے ہیں یا ان حسی وجوہ سے

---

[1] تفسیر الطبری: 116/29. [2] صحیح البخاری، التفسیر، سورة نوح، قبل الحدیث: 4920 و تفسیر الطبری: 116/29. [3] تفسیر الطبری: 117/29. [4] تفسیر الطبری: 117/29 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3375/10. [5] تفسیر الطبری: 118/29، 119 و الدر المنثور: 425/6.

قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ اِنَّهُمۡ عَصَوۡنِیۡ وَ اتَّبَعُوۡا مَنۡ لَّمۡ یَزِدۡهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿21﴾

نوح نے کہا: اے میرے رب! بے شک انھوں نے میری نافرمانی کی اور ان کی اتباع کی جنھیں ان کے مال اور اولاد نے خسارے ہی میں بڑھایا ﴿21﴾

وَ مَکَرُوۡا مَکۡرًا کُبَّارًا ﴿22﴾ وَ قَالُوۡا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَکُمۡ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۬ۙ وَّ لَا

اور انھوں نے بڑے بڑے مکر کیے ﴿22﴾ اور انھوں نے کہا: تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو، اور ہرگز نہ چھوڑو تم وَدّ کو اور نہ سُواع کو

یَغُوۡثَ وَ یَعُوۡقَ وَ نَسۡرًا ﴿23﴾ وَ قَدۡ اَضَلُّوۡا کَثِیۡرًا ۬ۚ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿24﴾

اور نہ یَغُوث اور یَعُوق اور نَسر کو ﴿23﴾ اور بلاشبہ انھوں نے بہتوں کو گمراہ کیا، اور (اے اللہ!) تو ظالموں کو ضلالت ہی میں زیادہ کر ﴿24﴾

معلوم ہوئے جو ستاروں کی چال اور ان کے کسوف سے سمجھی جاسکتی ہیں؟ بہر حال مقصود یہ ہے کہ ﴿ خَلَقَ اللّٰهُ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿15﴾ وَّ جَعَلَ الۡقَمَرَ فِیۡهِنَّ نُوۡرًا وَّ جَعَلَ الشَّمۡسَ سِرَاجًا ﴿16﴾ ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے سات آسمان بنائے اور چاند کو ان میں نور اور سورج کو چراغ بنایا ہے۔“ اور دونوں کو الگ الگ قسم کی روشنی عطا فرمائی ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کو الگ الگ نمونہ ونشان بنا دیا کہ سورج کے طلوع و غروب سے رات اور دن کا پتہ چلتا رہے اور چاند کے لیے اس نے کئی منزلیں اور کئی راستے مقرر فرما دیے ہیں اور پھر اس کی روشنی میں بھی فرق رکھا کہ کبھی اس کی روشنی بڑھنے لگتی ہے حتی کہ بڑھتے بڑھتے وہ درجہ کمال تک پہنچ جاتی ہے اور پھر کم ہونا شروع ہو جاتی ہے حتی کہ چاند آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے تاکہ مہینوں اور برسوں کے آنے جانے کا علم ہوتا رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّ الۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَ الۡحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالۡحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ○ ﴾ (یونس 10: 5) ”وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو یہ (سب کچھ) اللہ نے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ سمجھنے والوں کے لیے وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَ اللّٰهُ اَنۡۢبَتَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا ﴿17﴾ ﴾ ”اور اللہ ہی نے تمھیں زمین سے پیدا کیا ہے۔“ ﴿ نَبَاتًا ﴿17﴾ ﴾ اسم مصدر ہے اور یہاں اسے لانا بہت ہی احسن ہے۔ ﴿ ثُمَّ یُعِیۡدُکُمۡ فِیۡهَا ﴾ ”پھر اسی میں وہ تمھیں لوٹائے گا۔“ یعنی جب تم مر جاؤ گے۔ ﴿ وَ یُخۡرِجُکُمۡ اِخۡرَاجًا ﴿18﴾ ﴾ ”اور (اسی سے) تمھیں نکال کھڑا کرے گا۔“ یعنی قیامت کے دن اسی طرح دوبارہ پیدا کرے گا جیسے اس نے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا تھا ﴿ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا ﴿19﴾ ﴾ ”اور اللہ ہی نے زمین کو تمھارے لیے فرش بنایا۔“ یعنی اسے پھیلا دیا، بچھا دیا اور بلند و بالا چوٹیوں والے مضبوط و مستحکم پہاڑوں کے ساتھ اسے قرار و ثبات بخشا ہے۔ ﴿ لِّتَسۡلُکُوۡا مِنۡهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿20﴾ ﴾ ”تاکہ تم اس کے بڑے بڑے کشادہ رستوں میں چلو پھرو۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمھارے لیے پیدا فرمایا تاکہ تم اس میں قرار پکڑو اور اس کے اطراف و اکناف میں جہاں چاہو چل پھر سکو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان سب باتوں کو اس لیے ذکر کیا تاکہ قوم کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں کارفرما اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت اور ان نعمتوں کا علم ہو جو سماوی و ارضی منافع کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے انھیں مہیا فرما رکھی ہیں کہ وہی خالق و رازق ہے، اس نے آسمانوں کو

چھت اور زمین کو فرش بنا دیا، اپنی مخلوق کو زمین سے پیدا ہونے والے رزق فراواں سے نوازا، لہٰذا واجب ہے کہ صرف اور صرف اسی ذات گرامی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے کیونکہ اس کی نہ نظیر ہے اور نہ عدیل، نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ ہمسر، نہ اس کی بیوی ہے اور نہ کوئی بیٹا اور نہ کوئی اس کا وزیر و مشیر ہے بلکہ وہ بہت بلند و بالا اور سب سے بڑا ہے۔

تفسیر آیات : 21-24

نوح علیہ السلام کا اپنے رب کے پاس شکوہ: اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کے متعلق یہ خبر دے رہا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کا ذکر کیا، حالانکہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے اور اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں، بے شک نوح علیہ السلام کی وضاحت جو پہلے ذکر ہوئی ہے اور ان کی دعوت کے مختلف اسلوب جو کبھی ترغیب اور کبھی ترہیب پر مشتمل تھے، کہ بے شک قوم کے لوگوں نے ان کی نافرمانی اور تکذیب کی اور ان ابنائے دنیا کی پیروی کی جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے غافل تھے۔ انھیں مال و اولاد سے نوازا گیا تھا یہ ان کی عزت افزائی کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج اور مہلت کے طور پر تھا، اسی لیے نوح علیہ السلام نے عرض کی: ﴿ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًاۚ۝۲۱ ﴾ ''اور انھوں نے اس کی پیروی کی جسے اس کے مال اور اولاد نے خسارے ہی میں زیادہ کیا۔'' اس آیت میں ﴿ وَلَدُهٗ ﴾ (واؤ کے) ضمہ (اور لام کے سکون کے ساتھ: وُلْدُه) اور (واؤ کے) فتحہ (اور لام کے فتحہ) کے ساتھ ﴿ وَلَدُهٗۤ ﴾ بھی پڑھا گیا ہے اور دونوں کے معنی قریب قریب ہیں۔ ﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًاۚ۝۲۲ ﴾ ''اور وہ بڑی بڑی چالیں چلے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ كُبَّارًا ﴾ کے معنی عظیم کے ہیں۔[1] اور ابن زید کا قول ہے کہ ﴿ كُبَّارًا ﴾ کے معنی کبیر کے ہیں۔[2] عرب کہتے ہیں: أَمْرٌ عَجِيبٌ وَّعُجَابٌ وَّعُجَّابٌ وَّرَجُلٌ حُسَانٌ وَّحُسَّانٌ وَّجُمَالٌ وَّجُمَّالٌ یعنی تخفیف و تشدید کے ساتھ دونوں طرح یہ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔[3] آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ ان لوگوں نے اپنے پیروکاروں کے بارے میں بڑی بڑی چالیں چل کر انھیں فریب خوردہ بنالیا ہے کہ صرف وہی حق اور ہدایت پر ہیں جیسا کہ قیامت کے دن وہ ان سے کہیں گے: ﴿ بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ﴾ (سبا 34: 33) ''بلکہ (تمھاری) رات دن کی چالوں نے (ہمیں روک رکھا تھا) جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کے لیے شریک بنائیں۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًاۚ۝۲۲ ﴾ ''اور وہ بڑی بڑی چالیں چلے۔''

قوم نوح کے بت: ﴿ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ۬ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًاۚ۝۲۳ ﴾ ''اور وہ کہنے لگے کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا، تم ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو بھی ترک نہ کرنا۔'' یہ ان کے ان بتوں کے نام ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر وہ پوجا پاٹ کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قوم نوح جن بتوں کی پوجا کرتی تھی، بعد میں عربوں نے بھی انھی بتوں کو اختیار کر لیا تھا، چنانچہ ودّ، دومۃ الجندل میں بنو کلب کا بت تھا۔ سواع کی پوجا ہذیل نے شروع کر دی تھی۔ یغوث پہلے مراد کا اور پھر سبا کے نزدیک مقام جرف

[1] تفسیر الطبری: 121/29. [2] تفسیر الطبری: 121/29. [3] تفسیر الطبری: 121/29.

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ڏ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿25﴾

وہ اپنی خطا کاریوں کی وجہ سے غرق کیے گئے، پھر دوزخ میں داخل کیے گئے، تو انھوں نے اللہ کے سوا کوئی اپنا مددگار نہ پایا ﴿25﴾

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿26﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ

اور نوح نے کہا: (اے) میرے رب! کفر کرنے والوں کا زمین پر کوئی گھر نہ چھوڑ ﴿26﴾ بلاشبہ اگر تو انھیں چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں

يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿27﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ

کو گمراہ کریں گے اور (آیندہ) فاجر کافر ہی جنیں گے ﴿27﴾ (اے) میرے رب! تو میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما اور (ہر) اس شخص

دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿28﴾

کی جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہو اور مومنین اور مومنات کی (مغفرت کر) اور ظالموں کو ہلاکت (اور بربادی) ہی میں زیادہ کر ﴿28﴾

پر بنوغطیف کا بت تھا۔ یعوق کی پوجا خاندان ہمدان کے لوگ کرتے تھے اور نسر کو آل ذی کلاع کے خاندانِ حمیر نے اختیار کر لیا تھا۔ یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے ان نیک لوگوں کے نام ہیں کہ جب وہ فوت ہوئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اپنی مجلسوں میں ان کے بت بنا کر نصب کر دو اور ان بتوں کو انھی کے نام سے موسوم کر دو، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا مگر ان بتوں کی پوجا نہ کی حتی کہ یہ لوگ بھی فوت ہو گئے اور علم ختم ہو گیا تو پھر ان بتوں کی پوجا شروع کر دی گئی۔[1] عکرمہ، ضحاک، قتادہ اور ابن اسحاق سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان بتوں کی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں پوجا کی جاتی تھی۔[3] ابن جریر نے محمد بن قیس سے روایت کیا ہے کہ یعوق اور نسر بنو آدم میں سے نیک لوگ تھے، ان کے کچھ پیروکار تھے جو ان کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ جب یہ فوت ہو گئے تو ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں نے کہا کہ اگر ہم ان کی تصویریں بنا لیں تو انھیں یاد کرنے کی وجہ سے ہمارے شوقِ عبادت میں اضافہ ہو جائے گا، چنانچہ انھوں نے ان کی تصویریں بنا لیں اور جب یہ بھی فوت ہو گئے اور ان کے بعد دوسرے لوگ آئے تو شیطان نے ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ پہلے لوگ انھی کی عبادت کرتے اور انھی سے بارش طلب کرتے تھے، لہٰذا انھوں نے انھی بتوں کی عبادت شروع کر دی۔[4]

نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کے لیے بددعا: فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ ﴾ ''اور (پروردگار!) انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔'' یعنی ان بتوں نے، جنھیں انھوں نے اختیار کر رکھا ہے، بہت سے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے، ان بتوں کی عرب و عجم اور دیگر اصناف بنی آدم میں ہمارے اس زمانے تک عبادت ہوتی رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی دعا میں کہا تھا: ﴿ وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ﴾ (ابرٰهیم 14:35،36) ''اور مجھے اور میری اولاد کو، اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں، بچائے رکھ۔ اے میرے پروردگار! انھوں نے بہت سے

---

[1] صحیح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ﴾ (نوح 71:23)، حدیث: 4920. [2] تفسیر الطبری: 29/122،123. [3] تفسیر الطبری: 29/123. [4] تفسیر الطبری: 29/122.

لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔" فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝ ﴾ "اور تو ان ظالموں کو گمراہی ہی میں زیادہ کر دے۔" یہ نوح علیہ السلام کی طرف سے ان کی قوم کے لیے ان کی سرکشی، کفر اور عناد کی وجہ سے بد دعا تھی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون اور اس کے سرداروں کے لیے بد دعا کی تھی: ﴿ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ ﴾ (یونس 10: 88) "اے ہمارے پروردگار! ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں۔" اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں میں سے ہر ایک کی اپنی قوم کے بارے میں بد دعا قبول فرمائی اور تکذیب کی وجہ سے ان میں سے ہر قوم کو غرق کر دیا۔

تفسیر آیات: 25-28

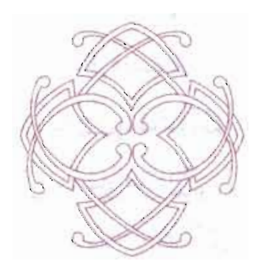
گناہ کی تباہ کاریاں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ ﴾ "بوجہ اپنے گناہوں کے۔" ﴿ خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ ﴾ کو خطایاھم بھی پڑھا گیا ہے۔ ﴿ اُغْرِقُوْا ﴾ "وہ غرق کیے گئے" یعنی وہ گناہوں کی کثرت، سرکشی، کفر پر اصرار اور اپنے رسول کی مخالفت کی وجہ سے غرق آب کر دیے گئے۔ ﴿ فَاُدْخِلُوْا نَارًا ﴾ "پھر وہ آگ میں داخل کیے گئے" یعنی وہ دریا کی موجوں سے جہنم کی حرارت کی طرف منتقل کر دیے گئے۔ ﴿ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ ﴾ "تو انھوں نے اللہ کے سوا کسی کو اپنا مددگار نہ پایا۔" یعنی ان کا کوئی مددگار، فریاد رس اور پناہ دینے والا نہ تھا جو انھیں اللہ کے عذاب سے بچا لیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ﴾ (ھود 11: 43) "آج اللہ کے حکم (عذاب) سے کوئی بچانے والا نہیں (اور نہ کوئی بچ سکتا ہے) مگر وہ جس پر اللہ رحم کرے۔" ﴿ وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ ﴾ "اور (پھر) نوح نے (یہ) دعا کی کہ میرے پروردگار! کسی کافر کو روئے زمین پر بستا نہ رہنے دے۔" یعنی ان میں سے کسی کو روئے زمین پر بستا نہ رہنے دے۔ ﴿ دَيَّارًا ۝ ﴾ کا لفظ تاکید نفی کے لیے آیا ہے۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ ﴿ دَيَّارًا ۝ ﴾ کے معنی ہیں کسی ایک کو بھی۔[1] اور سدی فرماتے ہیں کہ دیار وہ ہے جو دار (گھر) میں رہتا ہو۔[2] اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی اس بد دعا کو قبول فرمایا اور روئے زمین کے تمام کافروں کو حتی کہ ان کی بات نہ ماننے والے ان کے بیٹے کو بھی ہلاک کر دیا جو اپنے باپ سے علیحدہ ہو گیا اور اس نے کہا تھا: ﴿ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَ حَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝ ﴾ (ھود 11: 43) "میں ابھی پہاڑ سے جا لگوں گا، وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ انھوں نے کہا کہ آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں (اور نہ کوئی بچ سکتا ہے) مگر وہ جس پر اللہ رحم کرے۔ اتنے میں دونوں کے درمیان لہر آ حائل ہوئی اور وہ ڈوب کر رہ گیا۔" اللہ تعالیٰ نے کشتی والے ان لوگوں کو نجات دی جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے تھے اور انھی کے بارے میں حکم تھا کہ انھیں اپنے ساتھ کشتی میں سوار کر لو۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ ﴾ "اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے۔" یعنی ان کو جنھیں تو ان کے بعد پیدا فرمائے گا ﴿ وَ لَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ ﴾ "اور ان سے جو اولاد ہو گی، وہ

[1] الدر المنثور: 6/428 و تفسیر الماوردی: 6/105. [2] تفسیر الماوردی: 6/105.

بھی بدکار اور ناشکر گزار ہو گی۔‘‘یعنی ان کی اولاد بھی اعمال کے اعتبار سے بدکار اور دل کے اعتبار سے ناشکر گزار ہو گی کیونکہ ساڑھے نو سو برس تک ان میں قیام کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کو اس کا خوب تجربہ ہو گیا تھا، پھر آپ نے یہ دعا فرمائی: ﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا ﴾ ’’اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر آئے، معاف فرما۔‘‘ ضحاک کہتے ہیں کہ گھر سے مراد مسجد ہے۔[1] لیکن آیت کے ظاہر پر محمول کرنے میں بھی کوئی امر مانع نہیں ہے، یعنی انھوں نے ہر اس شخص کے لیے دعا فرمائی جو ایمان لا کر ان کے گھر میں آ جائے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ﴾ ’’اور ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو (معاف فرما۔)‘‘ یعنی انھوں نے تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعا فرمائی۔ یہ دعا زندہ اور مردہ تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے تھی۔ نوح علیہ السلام کی اقتدا کے پیش نظر یہ دعا مستحب ہے جیسا کہ روایات سے اور مشہور و مشروع دعاؤں سے یہ ثابت ہے۔ ﴿ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿28﴾ ﴾ ’’اور ظالم لوگوں کے لیے اور زیادہ تباہی بڑھا۔‘‘ امام سدی فرماتے ہیں کہ ﴿ تَبَارًا ﴿28﴾ ﴾ کے معنی ہلاکت کے ہیں۔ اور امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی دنیا و آخرت کے خسارے کے ہیں۔

سورۂ نوح کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



[1] تفسیر الطبری :125/29.



یہ مکی سورت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ① يَّهْدِيْٓ اِلَى

(اے نبی!) کہہ دیجیے: میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) غور سے سنا، تو انھوں نے کہا: بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا

الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ② وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ

ہے ① وہ رشد و ہدایت کی راہ دکھاتا ہے، تو ہم اس پر ایمان لائے ہیں، اور ہم کسی کو بھی اپنے رب کا ہرگز شریک نہیں ٹھہرائیں گے ② اور یہ کہ ہمارے رب کی

صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ③ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ④ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ

شان بہت اونچی ہے، نہ اس نے (اپنی) کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ اولاد ③ اور یہ کہ ہمارا بے وقوف اللہ کی بابت ناحق جھوٹی باتیں لگاتا رہا ہے ④ اور یہ کہ

تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ⑤ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ

ہمارا خیال تھا کہ انسان اور جن اللہ پر ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے ⑤ اور بے شک انسانوں کے کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ پکڑتے تھے، تو انھوں

مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ⑥ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ⑦

نے ان کو سرکشی میں بڑھایا ⑥ اور یہ کہ انھوں نے خیال کیا تھا جیسے تم (جنوں) نے خیال کیا تھا کہ اللہ کسی کو دوبارہ ہرگز نہیں اٹھائے گا ⑦

تفسیر آیات: 1-7

جنوں کا قرآن سن کر ایمان لانا: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دے رہا ہے کہ اپنی قوم کو یہ بتائیں کہ جنوں نے قرآن سنا تو وہ اس کے ساتھ ایمان لے آئے، اس کی تصدیق کی اور اس کے سامنے سر اطاعت جھکا دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ① يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ ﴾ ''(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دیں: میرے پاس وحی آئی ہے کہ بے شک جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) غور سے سنا تو کہنے لگے کہ بلاشبہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے۔'' رشد کے معنی بھلائی، راستی اور کامیابی کے ہیں۔ ﴿ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ② ﴾ ''سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں بنائیں گے۔'' یہ آیت حسب ذیل آیت کریمہ کے مشابہ ہے: ﴿ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ﴾ (الأحقاف 29:46) ''اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا (جبکہ) وہ غور سے قرآن سنتے تھے۔'' اس سلسلے میں وارد

احادیث کو ہم نے قبل ازیں بیان کر دیا ہے، لہٰذا ان کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔[1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا﴾ ''اور یہ کہ بے شک ہمارے پروردگار کی عظمت (شان) بہت بڑی ہے۔'' علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿جَدُّ رَبِّنَا﴾ کے معنی اس کے فعل، امر اور قدرت کے ہیں۔[2] ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، قدرتوں اور مخلوق پر اس کی مہربانیوں کے ہیں۔[3] مجاہد اور عکرمہ سے روایت ہے کہ ﴿جَدُّ رَبِّنَا﴾ کے معنی ہمارے رب کے جلال کے ہیں۔[4] قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جلال، اس کی عظمت اور اس کا امر بہت بلند ہے۔[5] سدی فرماتے ہیں کہ ہمارے رب کا امر بہت بلند ہے۔[6] ابودرداء رضی اللہ عنہ، مجاہد رحمہ اللہ اور ابن جریج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بلند ہے۔[7]

جنوں کا اقرار کہ اللہ بیوی بچوں سے پاک ہے: فرمان الٰہی ہے: ﴿مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۳﴾ یعنی اللہ تعالیٰ بیوی اور بچے رکھنے سے پاک ہے۔ جنوں نے جب اسلام قبول کر لیا اور وہ قرآن مجید کے ساتھ ایمان لے آئے تو انھوں نے کہا کہ اللہ جل جلالہٗ اس بات سے پاک ہے کہ اس کی بیوی یا بچے ہوں، پھر انھوں نے کہا: ﴿وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝۴﴾ ''اور یہ کہ بلاشبہ ہم میں سے (بعض) بیوقوف اللہ کے بارے میں افترا کرتے رہے ہیں۔'' مجاہد، عکرمہ، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ بیوقوف سے ان کی مراد ابلیس ہے۔[8] اور سدی نے ابو مالک سے روایت کیا ہے کہ ﴿شَطَطًا ۝۴﴾ کے معنی ظلم کے ہیں۔[9] ابن زید کہتے ہیں کہ اس کے معنی ظلم کبیر کے ہیں۔[10] اس بات کا بھی احتمال ہے کہ سَفِیْہٌ (بیوقوف) سے ان کی مراد جنس ہو، یعنی جو بھی اللہ کے بیوی بچوں کا قائل ہے، اس لیے انھوں نے کہا: ﴿وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝۴﴾ یعنی ہم میں سے بعض بیوقوف اسلام قبول کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹی اور باطل بات کہتے تھے، اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۵﴾ ''اور بلاشبہ ہمارا (یہ) خیال تھا کہ انسان اور جن اللہ کی نسبت ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے۔'' یعنی ہم یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ انس و جن اللہ تعالیٰ کی طرف بیوی بچوں کی نسبت کرنے میں جھوٹ بولتے ہیں لیکن ہم نے جب اس قرآن کو سنا اور اس کے ساتھ ایمان لے آئے تو ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اس بارے میں اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

جنوں کی سرکشی کا سبب انسانوں کا ان سے پناہ طلب کرنا تھا: فرمان الٰہی ہے: ﴿وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝۶﴾ ''اور یہ کہ بے شک انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑا کرتے تھے، تو انھوں نے ان (جنوں) کو سرکشی میں زیادہ کر دیا۔'' یعنی ہم یہ خیال کرتے تھے کہ ہمیں انسانوں پر فضیلت

---

[1] دیکھیے الأحقاف، آیت: 29 کے ذیل میں عنوان: ''جنوں کے قرآن سننے کا قصہ'' [2] تفسیر الطبری: 129/29. [3] دیکھیے تفسیر القرطبی: 8/19 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ والقرظی والضحاك. [4] تفسیر الطبری: 129/29. [5] تفسیر الطبری: 129/29. [6] تفسیر الطبری: 129/29. [7] تفسیر الطبری: 129/29 و تفسیر الثعالبی: 390/3. [8] تفسیر الطبری: 133/29. [9] تفسیر القرطبی: 9/19. [10] تفسیر الطبری: 133/29، البتہ اس میں کبیر کا ذکر نہیں ہے۔

حاصل ہے، کیونکہ وہ جب کسی وادی یا جنگلات میں کسی خوفناک جگہ پر جاتے تو ہماری پناہ پکڑا کرتے تھے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی یہ عادت تھی کہ وہ جب بھی اس طرح کی کسی جگہ پر جاتے تو وہاں کے جن سردار کی اس بات سے پناہ پکڑا کرتے تھے کہ انھیں کسی برائی کا سامنا کرنا پڑے جس طرح کہ وہ دشمنوں کے علاقوں میں وہاں کے کسی بڑے شخص کی پناہ اور ذمہ داری میں داخل ہوا کرتے تھے۔ جنوں نے جب یہ دیکھا کہ انسان ان کے خوف کی وجہ سے ان کی پناہ پکڑتے ہیں تو انھوں نے ان کے خوف اور ڈر میں اور بھی اضافہ کر دیا جس کی وجہ سے یہ ان سے بہت ڈرنے لگے اور ان کی کثرت سے پناہ پکڑنے لگے جیسا کہ امام قتادہ نے فرمایا ہے: ﴿ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝۶ ﴾ ''سوانھوں نے زیادہ کر دیا ان (جنوں) کو سرکشی میں۔'' یعنی اس سے جن گناہ اور جرأت میں اور بھی بڑھ گئے۔ [1] ثوری نے منصور سے اور انھوں نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ اس سے ان پر جنوں کی جرأت اور بھی بڑھ گئی۔ [2] سدی بیان کرتے ہیں کہ آدمی اپنے اہل وعیال کو لے کر جاتا اور کسی زمین میں جا کر پڑاؤ ڈالتا تو وہ کہتا کہ میں اس وادی کے جن سردار کی پناہ پکڑتا ہوں کہ اس میں مجھے یا میرے مال یا اولاد یا مویشی کو کوئی نقصان پہنچایا جائے۔ [3] قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ اللہ کو چھوڑ کر ان جنوں کی پناہ پکڑتا تو اس سے جنوں کی سرکشی میں اور بھی اضافہ ہو جاتا۔ [4]

امام ابن ابوحاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ جن انسانوں سے اسی طرح ڈرتے تھے جس طرح انسان جنوں سے ڈرتے تھے یا اس سے بھی زیادہ۔ انسان جب کسی وادی میں ڈیرے ڈالتے تو جن ان سے بھاگ جاتے لیکن جب انسانوں کے سردار نے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم اس وادی کے سردار کی پناہ پکڑتے ہیں تو جنوں نے کہا کہ انسان بھی ہم سے اسی طرح ڈرتے ہیں جس طرح ہم انسانوں سے ڈرتے ہیں تو انھوں نے انسانوں کے قریب ہو کر انھیں فتنہ وفساد اور جنون میں مبتلا کرنا شروع کر دیا۔ یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝۶ ﴾ ''اور یہ کہ بے شک انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑا کرتے تھے سوانھوں نے ان (جنوں) کو سرکشی میں اور زیادہ کر دیا۔'' [5] ﴿ رَهَقًا ۝۶ ﴾ کے معنی گناہ کے ہیں۔ ابوالعالیہ، ربیع اور زید بن اسلم نے اس کے معنی خوف بیان کیے ہیں۔ [6] مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کفار کی سرکشی میں اضافہ ہو گیا۔ [7]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝۷ ﴾ ''اور یہ کہ بے شک ان (انسانوں) کا بھی یہی اعتقاد تھا جس طرح تمھارا اعتقاد تھا کہ اللہ کسی کو (رسول بنا کر) ہرگز نہیں بھیجے گا۔'' کلبی اور ابن جریر نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اس مدت کے بعد اللہ تعالیٰ کسی کو رسول بنا کر مبعوث نہیں فرمائے گا۔ [8]

---

[1] تفسیر الطبری: 135/29. [2] تفسیر الطبری: 135/29. [3] دیکھیے تفسیر الطبری: 135,134/29 و تفسیر القرطبی: 10/19. [4] تفسیر الطبری: 135/29 و تفسیر القرطبی: 10/19. [5] تفسیر ابن أبی حاتم: 3377/10. [6] تفسیر الطبری: 136/29 و تفسیر القرطبی: 10/19. [7] تفسیر الطبری: 136/29. [8] تفسیر الطبری: 136/29.

وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ⑧ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے سخت پہریداروں اور شہابوں (شعلوں) سے بھرا پایا ⑧ اور یہ کہ ہم آسمان کے ٹھکانوں میں

مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ⑨ وَّ اَنَّا لَا نَدْرِيْۤ

سن گن لینے کو بیٹھا کرتے تھے، چنانچہ اب جو سننے کی کوشش کرتا ہے تو ایک شہاب اپنی گھات میں پاتا ہے⑨ اور یہ کہ ہم نہیں جانتے

اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ⑩

کہ کیا زمین والوں کے لیے برا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے لیے بھلائی کا ارادہ کیا ہے ⑩

تفسیر آیات: 8-10

بعثتِ نبوی سے قبل جنوں کا آسمان کی خبروں کو چرانا: اللہ تعالیٰ جنوں کے بارے میں فرما رہا ہے کہ جب اس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ پر قرآن کو نازل فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کے لیے یہ اہتمام بھی فرما دیا کہ آسمان کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھر دیا گیا، تمام اطراف سے محفوظ کر دیا گیا اور شیاطین کو ان مقامات سے بھگا دیا گیا، جہاں وہ پہلے بیٹھا کرتے تھے تاکہ قرآن کا کوئی حصہ چرا نہ سکیں اور چوری کیے ہوئے حصے کو کاہنوں کی زبان پر نہ ڈال سکیں تاکہ معاملہ خلط ملط نہ ہو اور پھر یہ معلوم نہ ہو کہ سچا کون ہے۔ یہ سارا اہتمام مخلوق کے ساتھ لطف، بندوں کے ساتھ رحمت اور کتاب عزیز کی حفاظت کے پیش نظر کیا گیا، اسی لیے تو جنوں نے کہا تھا: ﴿ وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ⑧ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ⑨ ﴾ ”اور یہ کہ بے شک ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اس کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا اور یہ کہ بے شک (پہلے) ہم وہاں بہت سے مقامات میں (خبریں) سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے تو اب جو کوئی کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمک دار شعلہ گھات میں تیار پاتا ہے۔“ یعنی جو چوری چوری سننے کی کوشش کرے تو وہ آگ کے ایک ایسے انگارے کو اپنے لیے تیار پاتا ہے جس کا نشانہ خطا نہیں جاتا بلکہ وہ ٹھیک ٹھیک لگتا اور چوری چھپے سننے والے کو فوراً تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ ﴿ وَّ اَنَّا لَا نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ⑩ ﴾ ”اور یہ کہ بے شک ہمیں معلوم نہیں کہ اس سے اہل زمین کے حق میں برائی مقصود ہے یا اُن کے پروردگار نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔“ یعنی ہم اس امر کے بارے میں کچھ نہیں جانتے جو آسمان میں رونما ہوا ہے کہ اس سے اہل زمین کے حق میں برائی مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔ دیکھیے یہاں انھوں نے عبادت میں ادب کے پہلو کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے کہ یہاں شر کی نسبت تو غیر فاعل کی طرف کی مگر خیر کی نسبت اللہ عز و جل ہی کی طرف کی۔

صحیح حدیث میں بھی آیا ہے: [وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ] ”اور (اے اللہ!) شر کی نسبت آپ کی طرف نہیں ہے۔“[1] ستاروں کے

① صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین......، باب صلاۃ النبی ﷺ ودعائہ باللیل، حدیث: 771.

ساتھ پہلے بھی شیطانوں کو مارا جاتا تھا لیکن زیادہ نہیں بلکہ کبھی کبھار ایسا ہوتا تھا جیسا کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ پھینکا گیا جس سے روشنی پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا: [مَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ لِمِثْلِ هٰذَا؟] ''اس کے بارے میں تم کیا کہا کرتے تھے؟'' ہم نے عرض کی: ہم یہ کہتے تھے کہ اب دنیا میں کوئی عظیم انسان پیدا ہوگا یا کوئی عظیم انسان فوت ہوگا، آپ نے فرمایا: [(وَلٰكِنْ) (إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ)......] ''(نہیں، بات اس طرح نہیں ہے) بلکہ (بات یہ ہے کہ) جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے......'' اور راوی نے مکمل حدیث ذکر کی ہے۔ ① ہم نے اس حدیث کو مکمل طور پر سورۂ سبا کی تفسیر میں ذکر کر دیا ہے۔ ② یہی وجہ ہے کہ وہ جن اس تلاش میں نکلے کہ معلوم کریں کہ آخر اس کا سبب کیا ہے، اس سبب کو معلوم کرنے کے لیے وہ زمین کے مشرق و مغرب میں پھیل گئے، اس اثنا میں انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے اور نماز میں آپ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے، جنوں نے معلوم کر لیا کہ اسی وجہ سے آسمان کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہے، تو ان میں سے کچھ تو ایمان لے آئے اور کچھ اسی طرح سرکشی ہی میں ڈٹے رہے جیسا کہ سورۂ احقاف کی آیت: ﴿ وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ...... ﴾ الآیة (الأحقاف 46:29) ''اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا (جبکہ) وہ غور سے قرآن سنتے تھے......'' کی تفسیر میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔ ③

اس میں کچھ شک نہیں کہ جب یہ معاملہ پیش آیا، یعنی کثرت سے شہابوں کے ساتھ شیطانوں اور جنوں کو مارا جانے لگا تو اس سے انس و جن خوف زدہ ہو گئے، وہ ڈر گئے اور ان پر دہشت کی کیفیت طاری ہو گئی اور خیال کرنے لگے کہ شاید دنیا کی تباہی و بربادی کا وقت قریب آ گیا ہے جیسا کہ سدی نے بیان کیا ہے کہ آسمان کی حفاظت نہیں کی جاتی تھی الا یہ کہ زمین میں کسی نبی یا اللہ کے کسی دین کا ظہور ہونے والا ہوتا، آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل شیطانوں نے آسمان دنیا میں کئی مقامات مقرر کر رکھے تھے، جہاں بیٹھ کر وہ آسمان میں ہونے والی باتوں کو سنا کرتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو نبی و رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو انھیں ایک رات رجم کیا گیا، اہل طائف نے اسے دیکھا تو گھبرا گئے، انھوں نے جب یہ دیکھا کہ آسمان میں آگ بھڑک رہی ہے اور شہاب ٹوٹ کر لپک رہے ہیں تو وہ کہنے لگے کہ آسمان والے ہلاک ہو رہے ہیں تو یہ دیکھ کر انھوں نے اپنے غلاموں کو آزاد کرنا اور جانوروں کو بتوں کے نام پر وقف کرنا شروع کر دیا۔ عبدیالیل بن عمرو بن عمیر نے ان سے کہا: اے اہل طائف! تم پر افسوس! اپنے مالوں کو تباہ کرنے سے رک جاؤ، پہلے ستاروں کے راستوں کا جائزہ تو لو اگر ستارے

① صحیح البخاري، التوحید، باب قول اللّٰہ تعالٰی: ﴿ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ ﴾ (سبا 34:23)، حدیث: 7481 عن أبي هریرة رضی اللہ عنہ و صحیح مسلم، السلام، باب تحریم الکهانة......، حدیث: 2229 و جامع الترمذي، تفسیر القرآن، باب و من سورة سبا، حدیث: 3224 واللفظ له. البتہ پہلی قوسین والے الفاظ صحیح مسلم کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہیں جبکہ دوسری قوسین والے الفاظ صحیح بخاری کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہیں۔ ② دیکھیے تفسیر ابن کثیر (مفصل)، سبا، آیت: 23 کے ذیل میں۔
③ دیکھیے الأحقاف، آیت: 29 کے ذیل میں عنوان: ''جنوں کے قرآن سننے کا قصہ''

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ۙ⑪ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ

اور یہ کہ ہم میں سے نیک بھی ہیں اور اس کے سوا بھی ہیں، ہم مختلف طریقوں (مذاہب) پر تھے⑪ اور یہ کہ ہمیں یقین ہو چکا کہ ہم اللہ کو زمین میں ہرگز

اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۙ⑫ وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ

عاجز نہیں کر سکتے اور نہ (کہیں) بھاگ کر ہی عاجز کر سکتے ہیں⑫ اور یہ کہ جب ہم نے ہدایت (کی بات) سنی تو اس پر ایمان لے آئے، پھر جو کوئی

بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۙ⑬ وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ

اپنے رب پر ایمان لائے تو اسے نہ تو کسی نقصان کا خوف ہوگا اور نہ ظلم کا⑬ اور یہ کہ ہم میں مسلمان بھی ہیں اور ظالم بھی، پھر جو کوئی اسلام لائے تو انھوں

فَاُولٰٓىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ⑭ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۙ⑮ وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى

نے ہدایت کی راہ ڈھونڈ لی⑭ اور لیکن جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں⑮ اور (وحی کی گئی ہے) کہ اگر (لوگ) سیدھی راہ پر قائم رہتے تو

الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ⑯ لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ یَسْلُكْهُ

ہم انھیں خوب سیراب کرتے⑯ تاکہ ہم اس میں انھیں آزمائیں، اور جو کوئی اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے گا تو اسے وہ بڑھتے چڑھتے

عَذَابًا صَعَدًا ۙ⑰

عذاب میں مبتلا کرے گا⑰

اپنے اپنے راستوں پر قائم ہیں تو سمجھ لو کہ آسمان والوں پر کوئی افتاد نہیں پڑی بلکہ یہ سارا معاملہ ابن ابو کبشہ، یعنی حضرت محمد ﷺ کی وجہ سے ہے، اگر یہ دیکھو کہ ستاروں کے راستے قائم و دائم نہیں ہیں تو پھر سمجھ لو کہ اہلِ آسمان تباہی و بربادی سے دوچار ہیں، انھوں نے جب اس بات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ستارے اپنے نظام کے مطابق قائم و دائم ہیں تو وہ اپنے مالوں میں تصرف کرنے سے رک گئے۔ اس رات شیطان بھی ڈر گئے تھے، ابلیس کے پاس آ کر انھوں نے اپنے معاملے کو بیان کیا تو اس نے کہا کہ میرے پاس ہر خطۂ زمین سے مٹی کی ایک مٹھی لاؤ تاکہ میں اسے سونگھ کر بتاؤں کہ ماجرا کیا ہے، شیطان اس کے پاس مٹی لائے تو ابلیس نے سونگھنے کے بعد بتایا کہ جس کی خاطر یہ اہتمام کیا گیا ہے، وہ مکہ میں ہے، اس نے نصیبین کے سات جنوں پر مشتمل ایک وفد بھیجا، یہ جن مکہ میں آئے تو انھوں نے نبی ﷺ کو مسجد حرام میں کھڑے قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو قرآن سننے کے شوق میں وہ آپ سے اور بھی قریب ہو گئے حتی کہ قریب تھا کہ ان کے سینے آپ کو چھونے لگتے اور پھر وہ مسلمان بھی ہو گئے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر یہ سورۂ مبارکہ نازل فرما دی۔ ہم نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر اپنی مفصل کتاب میں ''آغاز بعثت'' کے عنوان پر بحث کرتے ہوئے اس واقعے کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔[1] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① دیکھیے السیرۃ النبویۃ لابن کثیر: 420,419/1 (C.D) و صحیح السیرۃ النبویۃ للألبانی رحمہ اللہ (امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی السیرۃ النبویۃ پر علامہ البانی کی تحقیق) ص: 56۔

تفسیر آیات: 11-17

جنوں کا اقرار کہ ان میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی: اللہ تعالیٰ بیان فرمارہا ہے کہ جنوں نے اپنے بارے میں خبر دیتے ہوئے بتایا: ﴿ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ﴾ ''اور یہ کہ بے شک ہم میں سے کچھ نیک ہیں اور کچھ ہم میں سے اس کے علاوہ ہیں۔'' یعنی ان (نیکوکاروں) کے علاوہ بھی ہیں ﴿ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ﴾ یعنی ہم متعدد اور مختلف مذاہب سے وابستہ اور مختلف آراء رکھتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر کا یہی قول ہے کہ ﴿ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم میں سے بعض مومن ہیں اور بعض کافر ہیں۔[1] احمد بن سلیمان نجاد نے اپنی کتاب الأمالي میں روایت کیا ہے کہ میں نے امام اعمش سے سنا کہ ہمارے پاس ایک جن آیا تو میں نے اس سے پوچھا: تمھارا پسندیدہ کھانا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: چاول، تو ہم ان کے پاس چاول لے آئے تو میں نے دیکھا کہ لقمے تو اٹھائے جارہے ہیں لیکن لقمہ اٹھانے والا کوئی نظر نہیں آرہا، میں نے پوچھا کہ جس طرح ہم میں یہ خواہشات (فرقے) ہیں کیا تم میں بھی ہیں؟ اس کے جواب میں اس نے کہا: جی ہاں، پھر میں نے پوچھا: رافضیوں کو تم کیا سمجھتے ہو؟ اس نے کہا کہ وہ ہم میں بدترین لوگ شمار ہوتے ہیں۔ میں نے اس سند کو اپنے شیخ حافظ ابوالحجاج مزی کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اعمش تک یہ سند صحیح ہے۔

جنوں کا اللہ تعالیٰ کی قدرت تامہ کا اقرار: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴾ ''اور یہ کہ بے شک ہم نے یقین کرلیا ہے کہ ہم زمین میں (خواہ کہیں بھی ہوں) اللہ کو ہرگز ہرا نہیں سکتے اور نہ بھاگ ہی کر اس کو کبھی عاجز کرسکتے ہیں۔'' یعنی ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہم پر حاکم ہے اور ہم زمین میں اللہ کو ہرا نہیں سکتے اور اگر ہم بھاگنے کی کوشش بھی کریں تو وہ ہم پر قادر ہے، ہم میں سے کوئی اسے تھکا نہیں سکتا۔ ﴿ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ﴾ ''اور یہ کہ بے شک ہم نے جب ہدایت (کی کتاب) سنی (تو) ہم اس پر ایمان لے آئے۔'' وہ اپنے ایمان لانے پر فخر کررہے ہیں اور یہ بات ہے ہی باعث فخر اور بلاشبہ یہ بہت بڑا شرف اور بہت اچھی صفت ہے۔ اور ان کا یہ کہنا: ﴿ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴾ ''چنانچہ جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لائے گا تو اس کو نہ کسی نقصان کا خوف ہوگا اور نہ ظلم کا۔'' اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ وہ اس بات سے نہیں ڈرے گا کہ اس کی نیکیوں کو کم کیا جائے گا یا اس پر کسی اور کی برائیوں کو ڈال دیا جائے گا۔[2] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴾ (طٰہٰ 20:112) ''تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہوگا اور نہ حق تلفی کا۔'' ﴿ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ﴾ ''اور یہ کہ بے شک ہم میں سے بعض فرماں بردار ہیں اور ہم میں سے بعض ظالم ہیں۔'' یعنی ہم میں سے مسلمان بھی ہیں اور حق سے منحرف بھی۔ قَاسِطٌ اس کو کہتے ہیں جو ظالم اور حق سے منہ موڑنے والا ہو جبکہ مُقْسِطٌ عادل کو کہتے ہیں۔ ﴿ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴾ ''چنانچہ جو فرماں بردار ہوئے تو انھوں نے راہِ حق تلاش کرلی۔'' یعنی انھوں نے اپنے لیے نجات کو تلاش کرلیا ہے۔

---

[1] تفسیر الطبری: 29/138، 139. [2] تفسیر الطبری: 29/139، 140.

﴿ وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۟ۙ﴾ ”اور لیکن جو ظالم ہوئے تو وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔“ یعنی وہ دوزخ کا ایندھن ہیں، ان کے ساتھ آتش دوزخ کو بھڑکایا جائے گا۔

﴿ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۟ۙ لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ﴾ ”اور (اے پیغمبر!) یہ (بھی ان سے کہہ دیں) کہ اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر رہتے تو ہم ان کو پینے کا بہت سا پانی دیتے تاکہ اس میں ہم ان کی آزمائش کریں۔“ مفسرین کا اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے اور اس کے بارے میں دو قول ہیں، جن میں سے پہلا قول یہ ہے کہ اگر یہ گناہ گار لوگ اسلام کے راستے پر گامزن ہو جاتے، اسے اختیار کرتے اور اسی پر جاری وساری رہتے تو ہم انھیں پینے کے لیے بہت سا پانی دیتے اور بہت سے پانی سے یہاں مراد رزق کی فراوانی ہے تو اس قول کے مطابق ﴿ لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ﴾ کے معنی ہوں گے: تاکہ ہم ان کی آزمائش کریں جیسا کہ مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں: تاکہ ہم ان کی آزمائش کریں کہ کون ہدایت پر برقرار رہتا ہے اور کون گمراہی کی طرف واپس پلٹ جاتا ہے۔ عوفی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[1] مجاہد، سعید بن جبیر، سعید بن مسیّب، عطاء، سدی، محمد بن کعب قرظی، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔[2] اور مقاتل فرماتے ہیں کہ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب وہ سات برس تک بارش سے محروم رہے تھے۔[3]

دوسرا قول یہ ہے کہ اگر یہ ضلالت ہی پر رہیں گے تو استدراج کے طور پر ہم انھیں رزق کی فراوانی سے نواز دیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝﴾ (الأنعام 6:44) ”پھر جب انھوں نے اُس نصیحت کو فراموش کر دیا جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہو گئے جو ان کو دی گئی تھیں ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا تو وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے۔“ نیز ارشاد فرمایا: ﴿ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ ۟ۙ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون 23:55,56) ”کیا وہ (لوگ) یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو (دنیا میں) اُن کو مال اور بیٹوں سے مدد دیتے ہیں (تو اس سے) ہم ان کی بھلائی میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں!) بلکہ وہ سمجھتے ہی نہیں۔“ یہ ابو مجلز لاحق بن حمید کا قول ہے، انھوں نے ﴿ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ ﴾ سے مراد راہِ ضلالت لیا ہے، اسے ابن جریر اور ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔[4] امام بغوی نے یہ قول ربیع بن انس، زید بن اسلم، کلبی اور ابن کیسان کے حوالے سے بیان کیا ہے۔[5] یہ قول مناسب معلوم ہوتا ہے اور اس کی تائید ﴿ لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ﴾ سے بھی ہوتی ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ یَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۟ۙ﴾ ”اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے منہ پھیرے گا، وہ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔“ یعنی بہت سخت مشقت والے اور دکھ درد دینے والے عذاب

[1] تفسیر الطبری: 141/29. [2] تفسیر الطبری: 141/29-143 و زاد المسیر: 132/8. [3] فتح القدیر: 370/5.
[4] تفسیر الطبری: 143/29 و تفسیر القرطبی: 19,18/19. [5] تفسیر البغوی: 18/9 و تفسیر القرطبی: 19,18/19.

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ⑱ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا

اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں، لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی کو بھی نہ پکارو⑱ اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ (محمد ﷺ) اللہ کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو قریب

يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ⑲ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ⑳ قُلْ اِنِّيْ

تھا کہ وہ تہ بہ تہ ان پر جمع ہو جائیں⑲ کہہ دیجیے: بے شک میں اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا⑳ کہہ دیجیے:

لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ㉑ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ

بلاشبہ میں تمھارے لیے کسی نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ بھلائی کا㉑ کہہ دیجیے: یقیناً مجھے اللہ (کے عذاب) سے کوئی پناہ نہ دے گا اور اس کے سوا میں

اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ㉒ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پاؤں گا㉒ اللہ کا حکم اور اس کے پیغام پہنچانے کے سوا (میں کوئی اختیار نہیں رکھتا) اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی

فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ㉓ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ

کرے تو بے شک اس کے لیے آتشِ جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ابد تک㉓ حتی کہ جب وہ دیکھیں گے جس (عذاب) کا ان سے وعدہ کیا

مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ㉔

جاتا ہے تو انھیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور تر اور تعداد میں کم تر ہیں㉔

میں مبتلا کر دے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، قتادہ اور ابن زید فرماتے ہیں کہ ﴿ عَذَابًا صَعَدًا ⑰ ﴾ کے معنی ایسے مشقت والے عذاب کے ہیں جس میں قطعاً کوئی راحت نہ ہو۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ یہ جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔[2] جبکہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ یہ جہنم کے ایک کنویں کا نام ہے۔[3]

تفسیر آیات: 24-18

توحید اختیار کرنے اور شرک سے اجتناب کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرما رہا ہے کہ وہ عبادت میں اس کی توحید کو اختیار کریں، اس کے ساتھ کسی کو نہ پکاریں اور نہ اس کے ساتھ شرک کریں جیسا کہ امام قتادہ نے اس آیت کریمہ: ﴿ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ⑱ ﴾ ”اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو“ کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہود و نصاریٰ جب اپنے گرجوں اور معبدوں میں داخل ہوتے تو اللہ کے ساتھ شرک کرتے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ صرف اور صرف اسی کی عبادت کریں۔[4] ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ جنوں نے نبی ﷺ سے کہا کہ ہم مسجد میں کس طرح آئیں اور ہم نماز کے لیے کس طرح حاضر ہوں جبکہ ہم تو آپ سے دور ہیں؟ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ⑱ ﴾ ”اور یہ کہ بے شک

① تفسیر الطبری: 143/29، 144 و الدر المنثور: 436/6 . ② تفسیر الطبری: 144/29 . ③ دیکھیے تفسیر الماوردی: 118/6، البتہ مذکورہ حوالے میں یہ قول سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے بجائے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ④ تفسیر الطبری: 145/29 .

مساجد اللہ کے لیے ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔“[1]

جنوں کا قرآن سننے کے لیے کثیر تعداد میں آنا: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴾ ”اور یہ کہ بلاشبہ جب اللہ کے بندے (محمد ﷺ) اس کو پکارنے کے لیے کھڑے ہوئے تو وہ قریب تھے کہ ان پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں۔“ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب جنوں نے نبی ﷺ کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو اس طرح آگے بڑھ بڑھ کر جھکنے لگے گویا ایک دوسرے کے سروں پر چڑھے چلے جاتے ہیں، وہ آپ سے بہت قریب ہو گئے مگر آپ کو ان کا علم نہ ہوا حتی کہ فرشتہ یہ وحی لے کر نازل ہوا: ﴿ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ ﴾ (الجن 72:1) ”(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دیں کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے غور سے سنا ہے۔“[2] یعنی قرآن کو سنا ہے، یہ قول زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔[3] ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جنوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴾ ”جب اللہ کے بندے (محمد ﷺ) اس کو پکارنے کے لیے کھڑے ہوئے تو وہ قریب تھے کہ ان پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں۔“ یعنی انھوں نے جب یہ دیکھا کہ آپ نماز پڑھتے ہیں تو آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے رکوع کے ساتھ رکوع اور سجدے کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں تو انھوں نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح آپ کی اطاعت بجالاتے ہیں۔ یہ دوسرا قول ہے اور یہی قول سعید بن جبیر سے بھی مروی ہے۔[4] امام حسن فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] ”اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں“ کہتے اور لوگوں کو اپنے رب کی طرف دعوت دیتے تو قریب تھا کہ تمام عرب آپ کے گرد ہجوم کر لیتے۔[5]

امام قتادہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴾ ”اور یہ کہ بلاشبہ جب اللہ کے بندے (محمد ﷺ) اس کو پکارنے کے لیے کھڑے ہوتے تو وہ قریب تھے کہ ان پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انس و جن اس بات پر متفق ہو گئے کہ آپ (کے چراغ) کو بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ نے یہی چاہا کہ وہ آپ کی مدد فرمائے، آپ کے کام کو جاری و ساری رکھے اور آپ سے دور ہونے والوں پر آپ کو غلبہ و سربلندی عطا فرمائے۔[6] یہ تیسرا قول ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور سعید بن جبیر سے مروی ہے، ابن زید کا بھی یہی قول ہے اور ابن جریر نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے۔[7] اور اس کے بعد والی آیت: ﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴾ ”کہہ دیں کہ میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا“ کے پیش نظر یہ قول کچھ زیادہ ہی مناسب معلوم ہوتا ہے، یعنی انھوں نے جب رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچائی، آپ کی مخالفت کی، آپ کی تکذیب کی، آپ کے خلاف متحد ہو گئے اور آپ کی عداوت پر متفق ہو گئے تاکہ آپ کے لائے ہوئے دین حق کی مخالفت کریں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ

---

[1] تفسیر الطبری: 145/29 . [2] تفسیر الطبری: 146/29 . [3] تفسیر القرطبی: 23/19 و الدر المنثور: 437/6.
[4] تفسیر الطبری: 146/29 . [5] تفسیر الطبری: 147/29 . [6] تفسیر الطبری: 147/29 . [7] تفسیر الطبری: 147/29 و تفسیر القرطبی: 24,23/19 .

﴿ اَدْعُوْا رَبِّیْ ﴾ یعنی میں صرف اپنے رب تعالیٰ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کرتا ہوں، اسی سے پناہ چاہتا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں ﴿ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ ﴾ ”اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔“

رسول اللہ ﷺ نفع ونقصان کے مالک نہیں: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ ﴾ ”(یہ بھی) کہہ دیں کہ بے شک میں نہیں اختیار رکھتا تمھارے حق میں کسی نقصان کا اور نہ کسی بھلائی کا۔“ یعنی میں تمھاری طرح ایک بشر ہوں لیکن میری طرف وحی کی جاتی ہے، میں اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں، تمھاری ہدایت وگمراہی کے سلسلے میں میرا کچھ اختیار نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں تمام تصرف اور اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، پھر آپ نے اپنے بارے میں بتایا کہ اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو مجھے بھی کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ نہیں دے سکے گا۔ مجاہد، قتادہ اور سدی فرماتے ہیں: ﴿ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ ﴾ کے معنی ہیں کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ملجا (پناہ کی جگہ) نہیں پاؤں گا۔[1]

رسول کے ذمے صرف پیغام پہنچا دینا ہے: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ ﴾ یہ استثناء ہے ﴿ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ﴾ سے، یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور نہ اس سے کوئی چھڑا سکتا ہے الّا یہ کہ میں اس پیغام کو پہنچاؤں جسے پہنچانا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر واجب قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ...... ﴾ الآیۃ (المآئدۃ 5:67) ”اے پیغمبر! جو (ارشادات) آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیے گئے ہیں وہ (سب لوگوں کو) پہنچا دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا (پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا......۔“ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ ﴾ ”اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔“ یعنی میں اللہ کا پیغام تمھیں پہنچا رہا ہوں تو اس کے بعد اگر کوئی اللہ کی نافرمانی کرے گا تو اس کی سزا جہنم کی آگ ہوگی جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، اس سے نجات پا سکے گا نہ باہر نکل سکے گا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ ﴾ ”(یہ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب یہ وہ (عذاب) دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو تب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ مددگار کس کے زیادہ کمزور اور شمار (کن کا) بہت تھوڑا ہے۔“ یعنی یہ مشرکین جن وانس جب اس چیز کو قیامت کے دن دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کن کا شمار آج تھوڑا ہے، ان کا یا مومنوں اور موحدوں کا۔ اس دن مشرکوں کا قطعاً کوئی مددگار نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے لشکروں کے مقابلے میں انھی کی تعداد بہت کم ہوگی۔

---

[1] تفسیر الطبری: 149/29 و تفسیر القرطبی: 26/19.

قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ﴿25﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ

کہہ دیجیے: میں نہیں جانتا کہ جس (عذاب) کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا اس کے لیے میرے رب نے کوئی لمبی مدت رکھی ہے﴿25﴾ (وہی)

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿26﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ

عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا﴿26﴾ سوائے کسی رسول کے جسے وہ پسند کرے، پھر بے شک وہ اس (رسول) کے آگے اور پیچھے

يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿27﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا

نگہبان لگا دیتا ہے﴿27﴾ تا کہ وہ معلوم کرے کہ انھوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیے ہیں، اور اس نے ان (کے گرد و پیش) کا احاطہ کیا ہوا ہے

لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿28﴾

اور اس نے ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے﴿28﴾

ع 2/9/12

تفسیر آیات:25-28

قیامت کے وقت کا رسول ﷺ کو بھی علم نہیں: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرما رہا ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ آپ کو قیامت کے وقت کا علم نہیں، یعنی آپ یہ نہیں جانتے کہ قیامت کا وقت قریب ہے یا بعید ﴿ قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا﴿25﴾ ﴾ ''کہہ دیں کہ جس (دن) کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ عنقریب (آنے والا) ہے یا میرا پروردگار اس کی کوئی (لمبی) مدت (مقرر) کرے گا۔'' یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ بہت سے جاہل جو یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین کے اندر کی چیزوں کا بھی علم رکھتے ہیں، یہ بالکل جھوٹی اور بے اصل روایت ہے، یہ کسی کتاب میں بھی نہیں ہے بلکہ حدیث سے تو یہ ثابت ہے کہ جب آپ سے قیامت کے وقت کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ اس کا کوئی جواب نہیں دیتے تھے، مثلاً: جبریل امین علیہ السلام جب آپ کے پاس ایک اعرابی (دیہاتی) کی صورت میں آئے تو انھوں نے ایک سوال یہ بھی پوچھا کہ اے محمد (ﷺ!) مجھے قیامت کے بارے میں خبر دیجیے (کہ کب آئے گی) تو آپ نے فرمایا:[مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ] ''اس کے بارے میں مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔''[1] اور اسی طرح جب اس اعرابی نے بلند آواز سے پوچھا کہ اے محمد (ﷺ!) قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا:[وَيْحَكَ! (إِنَّهَا كَائِنَةٌ)، فَمَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟] ''تم پر افسوس! بے شک وہ (قیامت) تو آنے ہی والی ہے، تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کے لیے بہت ساری نمازیں اور روزے تو تیار نہیں کیے، ہاں، البتہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ضرور کرتا ہوں، فرمایا:[فَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ] ''تمھارا ساتھ اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تم محبت کرتے ہو۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان اور کسی چیز سے اس قدر خوش نہیں ہوئے جتنے اس حدیث سے خوش ہوئے تھے۔[2]

---

[1] صحیح البخاری، الإیمان، باب سؤال جبریل النبیﷺ......، حدیث: 50 وصحیح مسلم، الإیمان، باب الإیمان ماهو؟ ......، حدیث: 9. [2] مسند أحمد: 167/3، البتہ قوسین والے الفاظ کے بجائے مسند أحمد: 283/3 میں [إِنَّهَا قَائِمَةٌ] کے الفاظ ہیں۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿26﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾ ''(وہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے پس کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا، مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے۔'' یہ آیت ایسے ہی ہے جیسے یہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ﴾ (البقرة 2:255) ''اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے، مگر جس قدر وہ چاہتا ہے (اس قدر معلوم کرا دیتا ہے۔)'' اسی طرح یہاں فرمایا کہ وہ غیب و حاضر کو جانتا ہے اور مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے علم میں سے کسی چیز پر مطلع نہیں ہو سکتا، سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ خود مطلع فرمادے، اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿26﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾ ''(وہی) غیب (کی باتیں) جاننے والا ہے پس کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا، مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے۔'' یہاں ''رسول'' کا لفظ عام ہے جو فرشتوں اور انسانوں دونوں میں سے پیغام رسائی کرنے والوں کے لیے ہے۔ پھر فرمایا: ﴿ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿27﴾ ﴾ ''تو بے شک وہ اس (رسول) کے آگے اور اس کے پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔'' یعنی اس کے لیے نگہبان فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے اور اس تک وحی الٰہی کو پہنچا دیتے ہیں، اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿28﴾ ﴾ ''تاکہ وہ معلوم کر لے کہ انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور (یوں تو) اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا ہے اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔'' ﴿ لِيَعْلَمَ ﴾ کی ضمیر آنحضرت ﷺ کی طرف راجع ہے۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر سے اس آیت کریمہ: ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿26﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿27﴾ ﴾ ''(وہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے، پس کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا، مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے، تو بے شک وہ اس (رسول) کے آگے اور اس کے پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جبریل کے ساتھ چار محافظ فرشتے ہوتے ہیں، ﴿ لِيَعْلَمَ ﴾ ''تاکہ جان لیں'' محمد ﷺ ﴿ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿28﴾ ﴾ ''کہ انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیے ہیں اور (یوں تو) اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا ہے اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔''[1] اسے ابن ابو حاتم نے بھی روایت کیا ہے۔[2] نیز ضحاک، سدی اور یزید بن ابو حبیب نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[3]

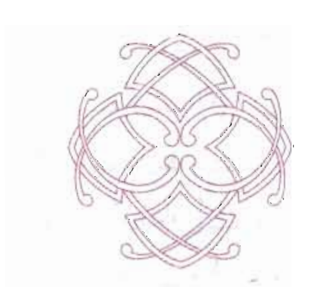
عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کریمہ: ﴿ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں: تاکہ اللہ کے نبی یہ جان لیں کہ رسولوں نے اللہ کے پیغام کو پہنچا دیا اور فرشتوں نے اس کی حفاظت کی اور اس کا دفاع کیا۔[4] سعید بن ابو عروبہ نے بھی قتادہ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور ابن جریر نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے۔[5] امام بغوی فرماتے ہیں کہ یعقوب نے [لِيُعْلَمَ] ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے: تاکہ لوگوں

---

① تفسير الطبري: 153,152/29. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3378/10. ③ تفسير الطبري: 151/29 و تفسير القرطبي: 30,29/19. ④ تفسير عبدالرزاق: 355/3، رقم: 3360. ⑤ تفسير الطبري: 153,152/9.

کو یہ معلوم کروا دیا جائے کہ رسولوں نے اللہ کے پیغام کو پہنچا دیا ہے۔ [1] اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ضمیر اللہ عزوجل کی طرف راجع ہو، اس قول کو امام ابن الجوزی نے زاد المسیر میں بیان کیا ہے۔ [2] اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی اپنے فرشتوں کے ساتھ حفاظت فرماتا ہے تاکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچانا ممکن ہو جائے اور اس کی نازل کردہ وحی کی حفاظت ہو سکے تاکہ وہ جان لے کہ اس کے رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات کو پہنچا دیا ہے، اس صورت میں یہ آیت کریمہ اس طرح ہو گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ ؕ...... ﴾ الآية (البقرة 143:2) ''اور جس قبلے پر آپ (پہلے) تھے اس کو ہم نے اس لیے مقرر کیا تھا تاکہ ہم معلوم کرلیں اس (شخص) کو جو (ہمارے) پیغمبر کا تابع رہتا ہے اس سے (جدا کر کے) جو اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے......'' نیز جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ۝ ﴾ (العنکبوت 11:29) ''اور یقیناً اللہ اُن لوگوں کو ضرور معلوم کر لے گا جو (سچے) مومن ہیں اور یقیناً منافقوں کو بھی وہ ضرور معلوم کر کے رہے گا۔'' علاوہ ازیں اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں، حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام اشیاء کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے ہی قطعی اور یقینی طور پر جانتا ہے، اسی لیے تو اس نے اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ۝ ﴾ ''اور (یوں تو) اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا ہے اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔''

سورۂ جن کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



[1] تفسیر البغوی: 164/5 . [2] زاد المسیر: 136,135/8 .

تفسیر سورۂ مزمّل

یہ مکی سورت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ① قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ② نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِیۡلًا ③ اَوۡ زِدۡ عَلَیۡهِ

اے چادر میں لپٹنے والے! ① رات میں قیام کیجیے مگر تھوڑا سا ② (یعنی) رات کا نصف، یا اس سے تھوڑا سا کم کیجیے ③ یا اس پر (کچھ) زیادہ کیجیے اور

وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ؕ④ اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ⑤ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیۡلِ هِیَ اَشَدُّ

قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے ④ یقیناً ہم جلد آپ پر ایک بھاری بات ڈالیں گے ⑤ بلاشبہ رات کا اٹھنا (نفس کے) کچلنے میں زیادہ سخت اور دعا و ذکر

وَطۡاً وَّاَقۡوَمُ قِیۡلًا ؕ⑥ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا ؕ⑦ وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ

کے لیے مناسب تر ہے ⑥ یقیناً دن میں آپ کے لیے بہت مصروفیت ہے ⑦ اور اپنے رب کا نام ذکر کیجیے اور سب سے کٹ کر اسی کی طرف متوجہ ہو

تَبۡتِیۡلًا ؕ⑧ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَكِیۡلًا ⑨

جائیے ⑧ (وہ) مشرق و مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا اسی کو کارساز بنا لیجیے ⑨

سورۂ مزمل اور مدثر کی شانِ نزول: حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قریش دارالندوہ میں جمع ہو کر کہنے لگے کہ اس شخص کا ایسا نام رکھو جو لوگوں کو اس کے قریب آنے سے روک دے۔ کہنے لگے: اس کا نام کاہن رکھ دو، مگر کچھ لوگوں نے کہا: نہیں، وہ کاہن نہیں ہے، تو کہنے لگے کہ اس کا نام مجنون رکھ دو، پھر کچھ لوگوں نے کہا: نہیں، وہ مجنون نہیں ہے، تو کہنے لگے: پھر اس کا نام جادوگر رکھ دو، اس کی بھی تردید کرتے ہوئے کچھ لوگوں نے کہا کہ نہیں، وہ جادوگر بھی نہیں ہے، مشرک کسی ایک بات پر متفق نہ ہو سکے اور منتشر ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ نبی ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ افسردہ ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تو جبریل علیہ السلام ان دو سورتوں ﴿ یٰۤاَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ① ﴾ ''اے کپڑے میں لپٹنے والے!'' اور ﴿ یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ① ﴾ (المدثر 74:1) ''اے لحاف میں لپٹنے والے!'' کو لے کر نازل ہوئے۔ امام بزار فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند کے ایک راوی معلّٰی بن عبدالرحمٰن سے اگرچہ اہل علم کی ایک جماعت نے روایت کی ہے اور اس کی حدیث کو قابل قبول گردانا ہے لیکن وہ کچھ ایسی احادیث بیان کرنے میں متفرد بھی ہے جن کی متابعت ثابت نہیں ہے۔ ①

① کشف الأستار: 77/3، حدیث: 2276 اور دیکھیے مجمع الزوائد، التفسیر، باب سورة المزمل: 130/7، حدیث: 1443.

تفسیر آیات : 1-9

رات کو قیام کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم فرمایا ہے کہ رات کو کپڑے میں لپٹ کر سورہنا ترک کریں اور اپنے رب تعالیٰ کے سامنے قیام کا اہتمام کریں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ز وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ ﴾ (السجدة 32:16) ''ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو رات کے قیام کا حکم دیا، آپ اس پر خوب عمل پیرا تھے کیونکہ آپ کے لیے تو رات کو قیام کرنا واجب تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 17:79) ''اور کچھ حصہ رات سے بھی پس آپ تہجد پڑھیں اس (قرآن) کے ساتھ اس حال میں کہ (یہ) آپ کے لیے زائد ہے، قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود میں کھڑا کرے۔'' یہاں اللہ تعالیٰ نے قیام کی مقدار کو بھی واضح کر دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿1﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿2﴾ ﴾ ''اے کپڑے میں لپٹنے والے! رات کو قیام کیا کریں مگر تھوڑی سی (رات۔)'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک اور سدی نے ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿1﴾ ﴾ کے معنی بیان فرمائے ہیں: اے سونے والے![1] قتادہ فرماتے ہیں کہ اپنے کپڑوں میں لپٹنے والے۔[2] فرمان الٰہی: ﴿ نِّصْفَهٗۤ ﴾ ''(یعنی) اس (رات) کا نصف (حصہ۔)'' یہ ﴿ الَّيْلَ ﴾ سے بدل ہے ﴿ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿3﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ ﴾ ''یا اس سے تھوڑا سا کم کر لیں یا اس سے زیادہ کر لیں۔'' یعنی ہم نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ نصف رات قیام کریں یا اس سے کچھ کم یا زیادہ کریں اس میں کوئی حرج نہیں۔

تلاوتِ قرآن کا طریقہ: فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿4﴾ ﴾ یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں کیونکہ یہ قرآن مجید کے فہم وتدبر میں معاون ثابت ہوتا ہے، چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرح تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ اس قدر ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے حتی کہ ایک سورت اپنے سے طویل سورت سے بھی طویل تر معلوم ہوتی۔[3] صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ خوب کھینچ کر قراءت فرمایا کرتے تھے، پھر انھوں نے ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ ﴾ کی قراءت کر کے بتائی اور ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ ﴾ کو کھینچ کر پڑھا، پھر ﴿ الرَّحْمٰنِ ﴾ کو اور پھر ﴿ الرَّحِيْمِ ○ ﴾ کو بھی خوب کھینچ کر پڑھا۔[4] ابن جریج نے ابن ابوملیکہ سے اور انھوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ ایک ایک آیت کو الگ الگ کر کے پڑھا کرتے تھے، یعنی اس طرح ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ○ ﴾

---

[1] تفسیر البغوی: 164/5، نیز یہی معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ○ ﴾ (المدثر 74:1) کے مروی ہیں۔ دیکھیے تفسیر الطبری: 180/29. [2] تفسیر الطبری: 154/29. [3] صحیح مسلم، صلاة المسافرین......، باب جواز النافلة قائمًا و قاعدًا......، حدیث: 733 و سنن النسائی، قیام اللیل......، باب صلاة القاعد......، حدیث: 1659 عن حفصة رضی اللہ عنہا.
[4] صحیح البخاری، فضائل القرآن، باب مد القراءة، حدیث: 5046.

(الفاتحة 1:1-4)اس حدیث کوامام احمد، ابوداود اور ترمذی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔[1]

ہم نے تفسیر کے آغاز میں وہ احادیث بیان کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ قرآن مجید کی قراءت ٹھہر ٹھہر کر اور خوب صورت آواز سے کی جائے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:[زَیِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ] ''قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو۔''[2] اور [لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ] ''جو اچھی آواز کے ساتھ قرآن نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''[3] اور [لَقَدْ أُوتِيَ هٰذَا مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ علیہ السلام] ''اس شخص کو تو آل داود کا سا لحن عطا کیا گیا ہے۔''[4] آپ نے یہ ابوموسیٰ کے بارے میں فرمایا تھا اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ میری قراءت سن رہے ہیں تو میں آپ کے لیے اور بھی بنا سنوار کر پڑھتا۔[5]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن کو ریت کی طرح نہ پھیلاؤ اور نہ اسے شعر کی طرح گاؤ بلکہ اس کے عجائبات کے پاس رک جاؤ، اس کے ساتھ دلوں کو حرکت دو اور یہ قصد نہ کرو کہ سورت کے آخری حصے پر جلد پہنچ جاؤ۔ اسے امام بغوی نے روایت کیا ہے۔[6]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابووائل سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آ کر کہنے لگا: رات میں نے ایک مفصل سورت ایک ہی رکعت میں پڑھی ہے، آپ نے فرمایا: پھر تو نے اشعار کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہوگا۔ مجھے ان اشباہ و نظائر سورتوں کے بارے میں خوب یاد ہے جنھیں رسول اللہ ﷺ ملا کر پڑھا کرتے تھے، پھر انھوں نے بیس ایسی مفصل سورتوں کے نام ذکر کیے جن میں سے دو دو سورتوں کو آنحضرت ﷺ ملا کر ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔[7]

عظمت قرآن: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ﴾ ''یقیناً ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے۔'' امام حسن بصری اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے ساتھ عمل کرنا بھاری ہے۔[8] یہ بھی کہا گیا ہے کہ عظمت کی وجہ سے قرآن بوقت نزول بہت بھاری ہے جیسا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل ہو رہا تھا اور آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی۔[9] امام احمد نے

---

[1] مسند أحمد: 302/6 وسنن أبي داود، الوتر، باب كيف يستحب الترتيل في القرآءة؟ حديث: 1466 وجامع الترمذي، القراء ات، باب في فاتحة الكتاب، حديث: 2927. [2] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول النبي ﷺ: [الماهر بالقرآن......] و [زينوا القرآن......] قبل الحديث: 7544 و سنن أبي داود، الوتر، باب كيف يستحب الترتيل في القراءة؟ حديث: 1468 عن البراء بن عازب ﷺ. [3] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ط...... ﴾ (الملك67:13,14)، حديث: 7527 عن أبي هريرة ﷺ. [4] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءة للقرآن، حديث: 5048 و صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن، حديث: 793 وسنن النسائي، الافتتاح، باب تزيين القرآن بالصوت، حديث: 1022 واللفظ له. [5] السنن الكبرى للبيهقي، الصلاة، باب من جهر بها إذا......: 12/3. [6] تفسير البغوي: 166/5. [7] صحيح البخاري، الأذان، باب الجمع بين السورتين في ركعة......، حديث: 775. [8] تفسير الطبري: 158/29. [9] صحيح البخاري، الصلاة، باب مايذكر في الفخذ، قبل الحديث: 371.

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ وحی کو محسوس فرماتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ، أَسْمَعُ صَلَاصِلَ ثُمَّ أَسْكُتُ عِنْدَ ذٰلِكَ فَمَا مِنْ مَّرَّةٍ يُّوحٰى إِلَيَّ إِلَّا ظَنَنْتُ أَنَّ نَفْسِي (تُقْبَضُ)] ''ہاں، میں آوازیں سنتا ہوں (اور) پھر اس وقت میں خاموش ہو جاتا ہوں اور جب بھی مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے گویا میری جان نکل جائے گی۔''[1] اس روایت کے بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔

صحیح بخاری کے آغاز ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے پاس وحی کس طرح آیا کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا: [أَحْيَانًا يَّأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ، وَأَحْيَانًا يَّتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ] ''کبھی تو میرے پاس (وحی) اس طرح آتی ہے جیسے گھنٹی کی آواز ہو اور یہ مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے، جب وہ (فرشتہ) مجھ سے جدا ہوتا ہے تو اس نے جو کچھ کہا ہوتا ہے، وہ میں نے یاد کر لیا ہوتا ہے اور کبھی کبھی فرشتہ میرے پاس آدمی کی صورت میں آتا ہے اور وہ مجھ سے گفتگو کرتا ہے تو میں ان باتوں کو یاد کر لیتا ہوں جو وہ (مجھ سے) کہتا ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے سخت سردی کے دن بھی آپ پر وحی کو نازل ہوتے دیکھا ہے کہ جب فرشتہ آپ سے جدا ہوتا تو آپ کی جبین مبارک پسینے سے شرابور ہوتی تھی۔ یہ الفاظ بخاری کی روایت کے ہیں۔[2] اور امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اگر وحی کے وقت رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر ہوتے تو وہ (بوجھ کی شدت کی وجہ سے) اپنی گردن ہلانے لگ جاتی۔[3] ابن جریر رحمہ اللہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ قرآن دونوں اعتبار سے ثقیل ہے جیسا کہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا ہے کہ جیسے قرآن دنیا میں بھاری ہے، اسی طرح قیامت کے دن یہ میزان میں بھی بہت بھاری ہوگا۔[4]

رات کے قیام کا شرف: فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ رات کا اُٹھنا (نفس کے) کچلنے میں زیادہ سخت اور دعا و ذکر کے لیے مناسب تر ہے۔'' حضرت عمر، ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ رات بھر میں جس وقت بھی اُٹھے اسے ﴿ نَاشِئَةَ ﴾ کہتے ہیں۔[5] مجاہد اور دیگر کئی ایک اہل علم نے بھی یہی فرمایا ہے۔[6] نَشَأَ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی رات کو اُٹھے۔ مجاہد کی ایک روایت میں ہے کہ نَشَأَ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی عشاء کے بعد رات کو اُٹھے۔[7] ابو مجلز، قتادہ، سالم، ابو حازم اور محمد بن منکدر رحمہم اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[8] الغرض ﴿ نَاشِئَةَ الَّيْلِ ﴾ رات کی گھڑیوں اور اوقات کو کہا جاتا ہے کہ ان میں سے ہر گھڑی ﴿ نَاشِئَةَ ﴾ ہے، مقصد یہ ہے کہ رات کا قیام دل اور زبان میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے بہت اہم ہے اور اس وقت تلاوت میں خوب تدبر پیدا ہوتا ہے،

---

① مسند أحمد: 222/2 ملحوظہ: مسند احمد کے اکثر نسخوں میں [تُقْبَضُ] کے بجائے [تَفِيضُ] ہے، تاہم معنی ایک ہی ہیں۔
② صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي......؟ حديث: 2. ③ مسند أحمد: 118/6. ④ تفسير الطبري: 159/29. ⑤ تفسير الطبري: 159/29. ⑥ تفسير الطبري: 160,159/29. ⑦ تفسير الطبري: 160/29.
⑧ تفسير الطبري: 161,160/29.

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ﴾ ’’یہ (نفس کے) کچلنے میں زیادہ سخت اور دعا و ذکر کے لیے مناسب تر ہے۔‘‘ یعنی دن کے قیام کی نسبت رات کے قیام میں تلاوت کرنے اور اسے سمجھنے میں دل خوب متوجہ ہوتا ہے کیونکہ دن کا وقت لوگوں کے انتشار، شور و غوغا اور کاروبار کے لیے ہوتا ہے۔ حافظ ابو یعلیٰ موصلی نے (اپنی سند کے ساتھ) بیان کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو اس طرح پڑھا: [إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَصْوَبُ قِيلًا] تو ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں عرض کی: ہم تو اسے ﴿ وَأَقْوَمُ قِيلًا ﴾ پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا: أَصْوَبُ، أَقْوَمُ، أَهْيَأُ اور اس طرح کے دیگر الفاظ کے معنی ایک ہی ہیں۔ [1]

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ﴾ ’’بلاشبہ آپ کے لیے دن میں بہت مصروفیت ہے۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ اور عطاء بن ابو مسلم فرماتے ہیں: ﴿ سَبْحًا ﴾ کے معنی فراغت اور نیند کے ہیں۔ [2] ابو العالیہ، مجاہد، ابو مالک، ضحاک، حسن، قتادہ، ربیع بن انس اور سفیان ثوری فرماتے ہیں: ﴿ سَبْحًا طَوِيلًا ﴾ کے معنی طویل فراغت کے ہیں۔ [3] قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی مشغولیت، رزق تلاش کرنا اور دوسرے معاملات میں مصروف رہنے کے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اللہ کے اس فرمان: ﴿ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ دن میں آپ کو چونکہ بہت مصروفیات ہیں، اس لیے رات کے وقت کو دین کے لیے خالی کر لیں۔ لیکن یہ معنی اس صورت میں ہیں جب رات کی نماز فرض تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر تخفیف کرتے ہوئے رات کی نماز کی فرضیت ختم کر دی، پھر انھوں نے ﴿ قُمِ الَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ﴾ سے آخر آیت تک تلاوت فرمائی، پھر ﴿ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهُ ﴾ (المزمّل 20:73) ’’یقیناً آپ کے رب کو علم ہے کہ آپ قریباً دو تہائی رات یا نصف رات (یا ایک تہائی رات) قیام کرتے ہیں۔‘‘ سے ﴿ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ﴾ (المزمّل 20:73) ’’پس اس میں سے جو میسر ہو پڑھو۔‘‘ تک کی تلاوت فرمائی، (اور فرمایا کہ پھر اس حکم میں مزید وسعت و کشادگی آ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کی امت سے اس کی فرضیت ختم کر دی،) چنانچہ فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ﴾ (بنی إسرآء یل 79:17) ’’اور رات کے کچھ حصے میں بھی پس آپ اس (قرآن) کے ساتھ تہجد پڑھیں اس حال میں کہ یہ آپ کے لیے زائد ہے، قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود میں کھڑا کرے۔‘‘ [4]

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی یہ بات درست ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں سعد بن ہشام سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور پھر مدینے چلے گئے تا کہ وہاں کی اپنی جائیداد کو بھی فروخت کر کے اس سے ہتھیار وغیرہ خریدیں اور پھر رومیوں سے جہاد کر کے شہادت سے بہرہ ور ہو جائیں، وہ اپنی قوم

---

[1] مسند أبي يعلى الموصلي: 88/7، حدیث: 4022، البتہ روایت ضعیف ہے اور متن بھی نا قابلِ قبول ہے کیونکہ قرآن مجید کا متن توقیفی ہے۔ [2] تفسیر الطبري: 163/29 و تفسير القرطبي: 42/19. [3] تفسير الطبري: 163/29 و الدر المنثور: 445/6.
[4] تفسير الطبري: 164,163/29.

کے کچھ لوگوں سے ملے جنھوں نے یہ بیان کیا کہ ان کی قوم کے کچھ آدمیوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے عہد میں یہی ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: [أَلَيْسَ لَكُمْ فِيَّ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟] ''کیا تمھارے لیے میں اسوۂ حسنہ نہیں ہوں؟'' آپ نے انھیں اس سے منع فرمایا اور انھیں گواہ بنالیا کہ وہ اس سے رجوع کرلیں گے، پھر وہ (سعد) ہمارے پاس واپس آئے اور انھوں نے بتایا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وتر کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے فرمایا: کیا میں تمھیں اس کے بارے میں نہ بتاؤں جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے رسول اللہ ﷺ کے وتر کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں، ضرور بتائیے، تو انھوں نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ، ان سے یہ پوچھو اور جو وہ جواب دیں مجھے بھی بتاؤ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حکیم بن افلح کے پاس گیا اور انھیں بھی اپنے ساتھ ان (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے پاس جانے کو کہا تو انھوں نے جواب دیا کہ میں ان کے پاس نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے انھیں ان دو گروہوں (حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ) کے بارے میں گفتگو کرنے سے منع کیا تھا مگر انھوں نے ان کے بارے میں گفتگو کرنے کو ترک نہیں کیا، بہرحال میں نے انھیں قسم دے کر کہا کہ نہیں، آپ کو میرے ساتھ ضرور چلنا ہوگا، تو وہ میرے ساتھ چل پڑے حتی کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے تو انھوں نے انھیں پہچانتے ہوئے پوچھا: حکیم ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، انھوں نے فرمایا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: سعد بن ہشام، تو انھوں نے پوچھا: ہشام کون؟ انھوں نے کہا: ہشام بن عامر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے رحمت کی دعا کی اور فرمایا: عامر بہت اچھے آدمی تھے۔ میں نے عرض کی: ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتائیے؟ تو انھوں نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔ میں نے اُٹھنے کا ارادہ کیا تو مجھے خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ کے قیام کے بارے میں بھی پوچھ لوں تو میں نے عرض کی: ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ ﷺ کے رات کے قیام کے بارے میں بتائیے؟ تو انھوں نے فرمایا: کیا تم یہ سورت نہیں پڑھتے: ﴿يَاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ①﴾؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں، تو انھوں نے فرمایا کہ اس سورت کے آغاز میں رات کے قیام کو فرض قرار دیا گیا تھا جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک سال تک اس قدر قیام فرمایا کہ ان کے پاؤں مبارک سوجھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے بارہ ماہ تک اس سورت مبارکہ کے آخری حصے کو آسمان میں روکے رکھا اور پھر اس تخفیف کو نازل فرمایا جس کا ذکر اس سورت کے آخر میں ہے، اس طرح فرض قرار دینے کے بعد اب رات کا قیام نفلی بن گیا ہے۔ میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ کے وتر کے بارے میں بھی پوچھ لوں، میں نے عرض کی: ام المؤمنین! رسول اللہ ﷺ کے وتر کے بارے میں بتائیے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے مسواک اور وضو (کے لیے پانی) کا انتظام کرتے تھے، اللہ تعالیٰ جب چاہتا آپ کو رات کو بیدار کردیتا تو آپ مسواک کرتے، پھر وضو کرتے، پھر آپ آٹھ رکعات اس طرح ادا فرماتے کہ آٹھویں رکعت ہی میں تشہد کے لیے بیٹھتے اور درمیان میں تشہد نہیں کرتے تھے، آٹھویں رکعت کے بعد تشہد میں بیٹھ کر آپ اپنے رب تعالیٰ کا ذکر کرتے،

دعا اور استغفار کرتے ، پھر کھڑے ہو جاتے اور سلام نہ پھیرتے ، پھر نویں رکعت پڑھتے ، (نویں رکعت کے بعد) پھر (تشہد میں) بیٹھ جاتے ، اللہ کا ذکر کرتے ، دعا کرتے اور پھر اس طرح بلند آواز سے سلام پھیرتے کہ ہمیں بھی سلام کی آواز سنائی دیتی۔ سلام کے بعد پھر آپ بیٹھ کر دو رکعت ادا فرماتے۔ اس طرح میرے بیٹے! آپ گیارہ رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک زیادہ ہوگئی اور جسم اطہر پر گوشت نمایاں ہوگیا تو آپ سات رکعت وتر پڑھتے اور پھر سلام کے بعد بیٹھ کر دو رکعت ادا فرماتے اور اس طرح میرے بیٹے! آپ ﷺ نو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ جب بھی کوئی نماز ادا فرماتے تو اس بات کو پسند فرماتے کہ اس پر مداومت کریں، لہٰذا جب آپ نیند یا کسی تکلیف یا مرض کی وجہ سے رات کو قیام نہ فرما سکتے تو دن کو بارہ رکعت ادا فرما لیتے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کبھی ایک ہی رات میں مکمل سارا قرآن پڑھا ہو یا کبھی پوری رات قیام کیا ہو یا رمضان کے سوا کسی اور پورے مہینے کے روزے رکھے ہوں۔ میں واپس ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی ہوئی یہ باتیں بتائیں تو انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بالکل سچ فرمایا ہے، اگر میری بھی ان کے پاس آمد و رفت ہوتی تو میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان باتوں کو بالمشافہ سن لیتا۔ امام احمد نے اس حدیث کو اسی طرح مکمل بیان کیا ہے۔[1] اور امام مسلم نے بھی اسے اپنی صحیح میں اسی طرح بیان فرمایا ہے۔[2]

ابن جریر رحمہ اللہ نے ابوعبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ جب ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ ﴾ نازل ہوئی تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک سال تک اس قدر قیام کیا کہ ان کے پاؤں اور پنڈلیوں پر ورم آ گیا حتی کہ جب یہ الفاظ نازل ہوئے: ﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ﴾ (المزّمّل 20:73) ”پھر تم اس (قرآن میں) سے جو آسان ہو پڑھو۔“ تو لوگوں نے راحت حاصل کی۔[3] امام حسن بصری اور سدی نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔[4]

علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ ﴾ ”(اے نبی!) آپ رات میں تھوڑا سا قیام کیجیے (یعنی) رات کا نصف (حصہ) یا اس سے تھوڑا سا کم کیجیے۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ صورت حال مومنوں کے لیے بہت گراں تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف اور رحمت فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرما دی:

﴿ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ ﴾ (المزّمّل 20:73) ”اسے علم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور (کچھ) دوسرے زمین میں اللہ کا فضل تلاش کریں گے اور (کچھ) اللہ کی راہ میں لڑیں گے، پھر تم اس (قرآن میں) سے جو آسان ہو پڑھو۔“ پس اللہ تعالیٰ نے کشادگی اور وسعت پیدا فرما دی اور تنگی نہ رہنے دی۔ اور وہی ذات تمام تعریفوں کے لائق ہے۔[5]

---

[1] مسند أحمد: 54,53/6. [2] صحيح مسلم، صلاة المسافرين……، باب جامع صلاة الليل……، حديث: 746.

[3] تفسير الطبري: 156/29. [4] تفسير الطبري: 157/29. [5] تفسير الطبري: 156/29.

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ⑩ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ

اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے اور انھیں اچھے طریقے سے چھوڑ دیجیے ⑩ اور مجھے اور تکذیب کرنے والے آسودہ حال لوگوں کو تنہا چھوڑ دیجیے اور

وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ⑪ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ⑫ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ⑬ يَوْمَ

انھیں تھوڑی سی مہلت دیجیے ⑪ بے شک ہمارے پاس بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے ⑫ اور گلے میں اٹکنے والا طعام اور دردناک عذاب ہے ⑬ جس

تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ⑭ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ

دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ ریت کے بھربھرے ٹیلے ہوں گے ⑭ بے شک ہم نے تمھاری طرف ایک رسول بھیجا جو تم

رَسُوْلًا ۥ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ⑮ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ

پر شاہد ہے جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا ⑮ چنانچہ فرعون نے رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے نہایت

فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ⑯ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ⑰

سختی سے پکڑ لیا ⑯ پھر تم (عذاب سے) کیسے بچو گے اگر تم نے اس دن کا انکار کیا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا؟ ⑰

السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ⑱

جس (کی شدت) سے آسمان پھٹ جائے گا۔ اس (اللہ) کا وعدہ ہو کے رہنا ہے ⑱

فرمانِ الٰہی: ﴿ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ⑧ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو، اسی سے لو لگاؤ اور جب اپنے کام کاج سے فارغ ہو جاؤ تو اس کی عبادت میں مصروف ہو جاؤ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ ﴾ (الانشراح 94:7) یعنی جب تم اپنے کاموں سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ تاکہ انسان فارغ البال ہو کر اطمینان وسکون سے اطاعت وعبادت کو بجا لائے۔ ابن زید نے بھی قریب قریب یہی فرمایا ہے۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ابوصالح، عطیہ، ضحاک اور سدی فرماتے ہیں: ﴿ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ⑧ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ عبادت خالص اسی کے لیے کرو۔[2] امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ خوب کوشش کرو اور اپنے نفس کو اسی کی طرف متوجہ کر دو۔[3] امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ عابد کو مُتَبَتِّلٌ بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تَبَتُّل سے منع فرمایا، اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان شادی نہ کرے اور اپنے آپ کو عبادت ہی کے لیے وقف کر دے۔[4]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ⑨ ﴾ یعنی مشرقوں اور مغربوں میں وہی مالک اور متصرف ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جیسے آپ عبادت صرف اسی کی کرتے ہیں ایسے ہی توکل بھی صرف اسی پر کریں اور اسے اپنا کارساز بنا لیں جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ ﴾ (ھود 11:123) ''آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسا رکھیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ ﴾ (الفاتحۃ 1:5)

---

① تفسیر الطبری: 29/165,166. ② تفسیر الطبری: 29/165. ③ تفسیر الطبری: 29/165. ④ تفسیر الطبری: 29/164.

''(اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔'' اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت وعبادت کی جائے اور صرف اسی کی ذات گرامی پر توکل اور بھروسا کیا جائے۔

تفسیر آیات:10-18

کفار کی اذیتوں پر صبر کا حکم اور ان کا انجام: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کی قوم کے بے وقوف لوگ جنھوں نے آپ کو جھٹلایا ہے، وہ جو کچھ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کریں اور ان سے اچھے طریقے سے کنارہ کشی اختیار کر لیں۔ اچھے طریقے سے اختیار کی گئی کنارہ کشی وہ ہوتی ہے جس میں سرزنش نہ ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ سے قوم کے کفار کو ڈانٹ ڈپٹ پلاتے ہوئے فرمایا اور یہ ڈانٹ ڈپٹ اس عظیم رب تعالیٰ کی طرف سے ہے جس کے غضب کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی کہ ﴿ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ ﴾ یعنی مجھے اور ان تکذیب کرنے والے خوش حال اور مال دار لوگوں کو چھوڑ دیں کیونکہ یہ دوسروں کی نسبت اطاعت کی زیادہ قدرت رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان سے کچھ ایسے حقوق کا مطالبہ ہوتا ہے جو دوسروں سے نہیں ہوتا۔ ﴿ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿١١﴾ ﴾ یعنی ان کو تھوڑی سی مہلت دیجیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ○ ﴾ (لقمٰن 31:24) ''ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے، پھر ہم انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔''

اور اسی لیے یہاں بیان فرمایا: ﴿ إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا ﴾ ''بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، طاوس، محمد بن کعب، عبداللہ بن بریدہ، ابوعمران جونی، ابومجلز، ضحاک، حماد بن ابوسلیمان، قتادہ، سدی، ابن مبارک، ثوری اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر رحمہم اللہ کا یہی قول ہے کہ ﴿ أَنكَالًا ﴾ کے معنی بیڑیاں ہیں۔[1] ﴿ وَجَحِيمًا ﴿١٢﴾ ﴾ کے معنی بھڑکتی آگ کے ہیں۔ ﴿ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ ﴾ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایسا کھانا ہے جو گلے میں پھنس جائے گا اور جسے انسان نہ اگل سکے گا اور نہ نگل سکے گا۔[2] ﴿ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ ﴾ ''اور درد دینے والا عذاب ہے، جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے۔'' یعنی ہل جائیں گے۔ ﴿ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿١٤﴾ ﴾ یعنی پہاڑ ریت کے ٹیلوں کی طرح ہو جائیں گے، حالانکہ اس سے پہلے یہ ٹھوس اور جامد پتھر تھے، پھر ان کو اڑا کر بکھیر دیا جائے گا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی چیز بھی باقی نہ رہے گی حتی کہ زمین ایک ہموار میدان کی طرح ہو جائے گی جس میں قطعاً کوئی نشیب وفراز نہ ہوگا۔

تمھارے رسول ﷺ بھی موسیٰ علیہ السلام کے مانند ہیں: اور پھر اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جبکہ اس سے مراد سب لوگ ہیں کہ ﴿ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ ﴾ ''بلاشبہ ہم نے تمھارے پاس ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دینے والا ہے۔'' یعنی تمھارے اعمال کے بارے میں گواہ ہوگا۔ ﴿ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ

[1] تفسیر الطبری: 168,167/29 و الدر المنثور: 446/6۔ [2] تفسیر الطبری: 168/29۔

﴿ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴾ ''جس طرح ہم نے فرعون کے پاس ایک پیغمبر بھیجا تھا، چنانچہ فرعون نے اس پیغمبر کا کہا نہ مانا تو ہم نے اس کو سخت گرفت میں لے لیا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، سدی اور امام ثوری فرماتے ہیں کہ ﴿ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴾ کے معنی بہت شدید پکڑ کے ہیں۔ [1] لہٰذا تم اس بات سے ڈرو کہ اس رسول کی تکذیب کی وجہ سے تم بھی کہیں اس طرح کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ جس طرح کے عذاب میں فرعون مبتلا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس طرح پکڑا کہ جس طرح غالب اور قدرت رکھنے والا بادشاہ پکڑتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴾ (النّٰزعٰت 79:25) ''پھر اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت (دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا۔'' اگر تم نے اپنے رسول کی تکذیب کی تو تم ہلاکت اور تباہی و بربادی کے زیادہ مستحق قرار پاؤ گے کیونکہ تمھارے رسول تو موسیٰ بن عمران کی نسبت زیادہ اشرف اور اعظم ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے بھی یہی مروی ہے۔

قیامت کے دن کے عذاب کی وعید: فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴾ ''پھر تم اس دن (کے عذاب) سے کیسے بچو گے اگر تم نے (اس دن کا) انکار کیا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا؟'' اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ﴿ يَوْمًا ﴾ ﴿ تَتَّقُوْنَ ﴾ کا معمول ہو جیسا کہ امام ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اے لوگو! اگر تم نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اس کی تصدیق نہ کی تو پھر تم اس دن سے کیونکر بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ [2] اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ﴿ يَوْمًا ﴾ ﴿ كَفَرْتُمْ ﴾ کا معمول ہو۔ پہلے احتمال کے اعتبار سے معنی یہ ہوں گے کہ اگر تم نے کفر کیا تو اس عظیم گھبراہٹ کے دن سے تمھیں امان کس طرح حاصل ہوگی اور دوسرے احتمال کے مطابق معنی یہ ہوں گے کہ اگر تم نے قیامت کے دن کا کفر اور انکار کیا تو اس دن تم کیونکر بچ سکو گے۔ یہ دونوں معنی ہی اچھے ہیں لیکن ان میں سے پہلا معنی زیادہ موزوں ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴾ یعنی اس دن کی ہولناکیوں کی شدت، زلزلوں اور مصیبتوں کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا کہ اُٹھو اور آگ کا حصہ بھیجو، حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے: کتنی تعداد میں سے کتنے؟ تو اللہ فرمائے گا کہ ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنم کی طرف اور ایک جنت کی طرف بھیج دو۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ﴾ امام حسن بصری اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس دن کی شدت اور ہولناکی کے سبب آسمان پھٹ جائے گا۔ [3] فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴾ یعنی اس دن کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ یہ ہر صورت میں وقوع پذیر ہو کر رہے گا کہ اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔

---

[1] تفسیر الطبری: 170/29. [2] تفسیر الطبری: 171/29. [3] تفسیر الطبری: 172/29.

1 ع 19 13

اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ⑲ اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ

بے شک یہ (قرآن) تو نصیحت ہے، پھر جو کوئی چاہے اپنے رب کی راہ پکڑ لے ⑲ یقیناً آپ کے رب کو علم ہے کہ آپ قریباً

اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيۡلَ

دو تہائی رات یا نصف رات یا ایک تہائی رات قیام کرتے ہیں اور آپ کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ بھی۔ اور اللہ ہی رات

وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ

اور دن کا (پورا) اندازہ کرتا ہے۔ اسے علم ہے کہ تم اسے نبھا نہیں سکو گے، چنانچہ اس نے تم پر مہربانی کی، پھر قرآن میں

عَلِمَ اَنۡ سَيَكُوۡنُ مِنۡكُمۡ مَّرۡضٰى ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يَضۡرِبُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ يَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ

سے جتنا آسان ہو تم پڑھو۔ اسے علم ہے کہ تم میں کتنے بیمار ہوں گے اور کتنے اور زمین میں اللہ کا فضل ڈھونڈتے پھریں گے،

اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۖ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنۡهُ ۙ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ

اور کتنے اور اللہ کی راہ میں لڑیں گے، چنانچہ اس (قرآن) میں سے جتنا آسان ہو پڑھو، اور نماز قائم کرو اور زکاۃ دو

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ

اور اللہ کو قرض حسنہ دو۔ اور تم اپنے آپ کے لیے جو نیکی آگے بھیجو گے تو اسے اللہ کے ہاں بہتر اور زیادہ اجر والی پاؤ گے۔

2 ع 1 14

عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَيۡرًا وَّاَعۡظَمَ اَجۡرًا ؕ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ⑳

اور اللہ سے استغفار کرو۔ بے شک اللہ خوب بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ⑳

تفسیر آیات :20,19

اس سورت سے عقل مند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ هٰذِهٖ ﴾ ''بے شک یہ۔'' یعنی سورت ﴿ تَذۡكِرَةٌ ﴾ ''نصیحت ہے۔'' یعنی اس سے عقل مند لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ⑲ ﴾ ''پھر جو چاہے اپنے پروردگار تک (پہنچنے کا) راستہ اختیار کر لے۔'' یعنی ان لوگوں میں سے جنھیں اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہے جیسا کہ ایک دوسری سورت میں اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی مشیت کے ساتھ مقید کیا ہے: ﴿ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ۖ ﴾ (الدھر 30:76) ''اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، بے شک اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔''

قیام اللیل کے وجوب کا نسخ: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ مَعَكَ ؕ ﴾ ''بلا شبہ آپ کا پروردگار خوب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ کے لوگ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) اس (رات) کا نصف اور (کبھی) اس کا تیسرا حصہ قیام کرتے ہیں۔'' یعنی کبھی قیام اس قدر اور کبھی اس قدر ہوتا ہے اور یہ سب کچھ قصد و ارادے کے بغیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں رات کے قیام کا جو حکم دیا ہے تم اسے ہمیشہ بجا لانے کی قدرت نہیں رکھتے ہو کیونکہ یہ تم پر بہت گراں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ ﴾ ''اور

اللہ (تو) رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔'' یعنی کبھی تو رات اور دن برابر ہو جاتے ہیں اور کبھی رات گھٹنے اور دن بڑھنے لگتا ہے اور کبھی رات بڑھنے اور دن گھٹنے لگتا ہے۔ ﴿ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ ﴾ ''اس نے جان لیا کہ تم اس کو ہرگز نہیں نباہ سکو گے۔'' یعنی رات کے قیام کو جسے اللہ نے تم پر واجب قرار دیا ہے ﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ﴾ ''پھر جتنا آسانی سے ہو سکے (اتنا) قرآن پڑھ لیا کرو۔'' یعنی وقت کی کوئی تحدید تو نہیں ہے لیکن رات کو جتنا آسانی سے ہو سکے قیام ضرور کرو۔ یہاں قراءت نماز سے تعبیر ہے جیسا کہ سورۂ سبحان میں فرمایا: ﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 110:17) ''اور اپنی نماز نہ بہت بلند آواز سے پڑھو اور نہ اسے بالکل پست کرو۔'' یعنی اپنی قراءت کو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''اسے معلوم ہے (کہ) بلاشبہ ضرور تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور (کچھ) دوسرے (لوگ) جو زمین میں سفر کریں گے (جو) اللہ کا فضل (معاش) تلاش کریں گے اور (کچھ) دوسرے (کہ) وہ اللہ کی راہ میں لڑیں گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا ہے کہ اس امت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو رات کے قیام کے ترک کرنے میں معذور ہوں گے، مثلاً: بیمار جنھیں رات کے قیام کی استطاعت نہیں ہوگی، مسافر جو تجارت اور کسب معاش کی خاطر سفر میں ہوں گے اور اسی طرح کچھ اور لوگ جو اس سے بھی زیادہ اہم کام، یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول ہوں گے۔ یاد رہے یہ آیت بلکہ یہ ساری سورت ہی مکی ہے اور مکہ میں ابھی جہاد فی سبیل اللہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، لہٰذا یہ دلائل نبوت کی ایک عظیم ترین دلیل ہے اور اس آیت میں مستقبل میں پیش آنے والی ایک بات کی پہلے سے خبر دے دی گئی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ ﴾ ''پھر جتنا آسانی سے ہو سکے اس (قرآن) سے پڑھو۔'' یعنی جتنا آسانی سے ممکن ہو اتنا ہی قیام کرو۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ﴾ ''اور تم نماز پڑھتے رہو اور زکاۃ ادا کرتے رہو۔'' یعنی فرض و واجب نماز و زکاۃ کو ادا کرتے رہو۔ یہ آیت اس شخص کی دلیل ہے جس نے یہ کہا ہے کہ زکاۃ کی فرضیت کا حکم تو مکہ ہی میں نازل ہوا تھا لیکن نصاب اور مصارف کی تفصیلات مدینہ میں بیان ہوئی ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد، حسن، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ سلف رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے جس قیام اللیل کو واجب قرار دیا تھا، اس آیت نے اسے منسوخ کر دیا ہے۔[1] صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے جواب میں فرمایا تھا: [خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ، فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ] ''دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں، تو اس نے عرض کی: کیا ان (پانچ نمازوں) کے علاوہ اور بھی مجھ پر کوئی (نماز فرض) ہے؟ فرمایا: نہیں، اِلّا یہ کہ تم نفل پڑھو۔''[2]

---

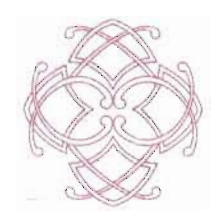
[1] تفسير الطبري :176/29 والدر المنثور :448/6 . [2] صحيح البخاري، الإيمان، باب الزكاة من الإسلام، حديث : 46 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الصلوات التي هي أحد أركان الإسلام، حديث : 11 عن طلحة بن عبيدالله ﷺ مطولا.

صدقہ ونیکی کا حکم: ارشادالٰہی ہے: ﴿ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ ﴾ ''اورتم اللہ کو قرض حسنہ دو۔'' یعنی صدقات وخیرات، اللہ تعالیٰ اس کی احسن اور بھر پور جزا عطا فرمائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ ﴾ (البقرة 2:245) ''کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے، پھر وہ (اللہ) بڑھا دے گا اس کو اس کے لیے کئی گنا زیادہ۔''

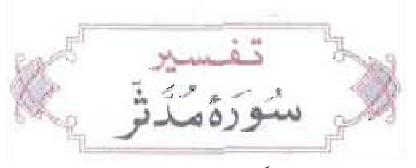
فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ ﴾ ''اور جو نیک عمل تم اپنے نفسوں کے لیے آگے بھیجو گے، اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور صلے میں کہیں زیادہ پاؤ گے۔'' یعنی تمام وہ نیک اعمال جن کو تم اپنے لیے آگے بھیجو گے، وہ تمھیں حاصل ہو کر رہیں گے اور یہی وہ بہترین چیز ہے جو دنیا میں تم اپنے لیے باقی رکھتے ہو۔ حافظ ابو یعلیٰ موصلی نے حارث بن سوید سے اور انھوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَیُّكُمْ مَالُهُ أَحَبُّ إِلَیْهِ مِنْ مَالِ وَارِثِهِ؟] ''تم میں سے کس شخص کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ پسند ہے؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ پسند ہے، آپ نے فرمایا: [اِعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ] ''خوب جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم جو جانتے تھے، وہ ہم نے عرض کر دیا ہے، آپ نے فرمایا: [إِنَّمَا مَالُ أَحَدِكُمْ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ] ''تم میں سے ہر شخص کا حقیقی مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو اس نے پیچھے چھوڑ دیا۔''① اسے امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔②

پھر فرمایا ہے: ﴿ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ⑳ ﴾ ''اور اللہ سے بخشش مانگتے رہو، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔'' یعنی اپنے تمام امور ومعاملات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور استغفار کثرت سے کرتے رہو کیونکہ جو اس سے مغفرت طلب کرے وہ اس کے لیے بہت زیادہ بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سورۂ مزمل کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① مسند أبي یعلی الموصلي: 98,97/9، حدیث: 5163. ② صحیح البخاري، الرقاق، باب ماقدم من ماله فهو له، حدیث: 6442 و سنن النسائي، الوصایا، باب الكراهیة في تأخیر الوصیة، حدیث: 3642.



یہ مکی سورت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ③ وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ④ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤

اے لحاف میں لپٹنے والے! ① اٹھیے اور ڈرائیے ② اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجیے ③ اور اپنے کپڑے پاک رکھیے ④ اور ناپاکی چھوڑ دیجیے ⑤

وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ⑥ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ⑦ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ⑧ فَذٰلِكَ یَوْمَىِٕذٍ یَّوْمٌ

اور حصولِ کثرت کے لیے احسان نہ کیجیے ⑥ اور اپنے رب کے لیے صبر کیجیے ⑦ پس جب صور میں پھونکا جائے گا ⑧ تو وہ دن سخت مشکل

عَسِیْرٌ ⑨ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ⑩

دن ہوگا ⑨ کافروں کے لیے آسان نہ ہوگا ⑩

تفسیر آیات :1-10

﴿ اِقْرَاْ ﴾ کے بعد نازل ہونے والی پہلی آیات: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے موقوف ہونے کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے سنا: [فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَ نِي بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَجُئِثْتُ مِنْهُ حَتّٰى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ، فَجِئْتُ أَهْلِي فَقُلْتُ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي، فَزَمَّلُونِي فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ: ﴿ فَاهْجُرْ ⑤ ﴾ - قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: ﴿ وَ الرُّجْزَ ﴾ : اَلْأَوْثَانَ - ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ] ''میں راستے میں چل رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی تو میں نے اپنی نظر کو آسمان کی طرف اٹھایا تو (کیا دیکھتا ہوں کہ) وہی فرشتہ جو میرے پاس حراء میں آیا تھا، آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے، میں ڈر اور خوف کی وجہ سے زمین کی طرف جھک گیا، پھر فوراً گھر آ گیا اور کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے کپڑا اوڑھا دو، تو انھوں نے مجھے کپڑا اوڑھا دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما دیں: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② ﴾ سے ﴿ فَاهْجُرْ ⑤ ﴾ تک۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ وَ الرُّجْزَ ﴾ کے معنی بتوں کے ہیں، پھر وحی تسلسل اور تواتر کے ساتھ شروع ہو گئی۔'' یہ الفاظ بخاری کی روایت کے ہیں۔[1] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ (المدثر 5:74)، حديث: 4926 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، حديث: 161.

اس سورت کے نزول سے پہلے بھی آپ پر وحی نازل ہو چکی تھی کیونکہ اس میں آپ کے الفاظ یہ ہیں:[فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِی جَاءَ نِی بِحِرَاءَ] ''تو (میں دیکھتا ہوں کہ) وہی فرشتہ جو میرے پاس حراء میں آیا تھا۔'' اس سے مراد جبریل ہے جب وہ سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات لے کر نازل ہوا، پھر کچھ دیر وحی کا سلسلہ بند رہا اور پھر فرشتہ نازل ہوا۔

امام احمد نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ مجھے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا:[ثُمَّ فَتَرَ الْوَحْيُ عَنِّي فَتْرَةً، فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَ نِي بِحِرَاءٍ الْآنَ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ فَرَقًا حَتّٰى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ، فَجِئْتُ أَهْلِي فَقُلْتُ لَهُمْ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي، فَزَمَّلُونِي فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝﴾ ...... ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ بَعْدُ وَتَتَابَعَ] ''بعدازاں کچھ مدت کے لیے وحی کا سلسلہ موقوف رہا۔ ایک دفعہ میں راستے میں جا رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے آواز سنی تو میں نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی تو (کیا دیکھتا ہوں کہ) وہی فرشتہ جو میرے پاس حراء میں آیا تھا، اب وہ آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے تو میں ڈر اور خوف کی وجہ سے زمین کی طرف جھک گیا، میں گھر میں آیا اور گھر والوں سے کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو، مجھے کپڑا اوڑھا دو، مجھے کپڑا اوڑھا دو، انھوں نے مجھے کپڑا اوڑھا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا: ﴿يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝﴾ ...... پھر وحی تسلسل اور تواتر کے ساتھ شروع ہو گئی۔''[1] امام بخاری و مسلم نے اسے امام زہری کی سند سے بیان کیا ہے۔[2]

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے قریش کے لیے کھانے کا اہتمام کیا، جب وہ کھا چکے تو ولید کہنے لگا: اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ بعض نے کہا: وہ جادوگر ہے اور بعض نے کہا: نہیں وہ جادوگر نہیں ہے، بعض نے کہا کہ وہ کاہن ہے اور بعض نے کہا: نہیں وہ کاہن نہیں ہے، بعض نے کہا کہ وہ شاعر ہے اور بعض نے کہا: نہیں وہ شاعر نہیں ہے، بعض نے کہا کہ یہ تو جادو ہے جو اگلوں سے منتقل ہوتا چلا آیا ہے، چنانچہ اس رائے پر ان کا اتفاق ہوا کہ واقعی یہ تو جادو ہے جو اگلوں سے منتقل ہوتا چلا آیا ہے۔ نبی ﷺ کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو آپ بہت غم زدہ ہوئے، آپ نے سر مبارک کو جھکا لیا اور کپڑا اوڑھ لیا تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ﴿يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝﴾ سے ﴿وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝﴾ تک کی آیات نازل فرما دیں۔[3]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُمْ فَاَنْذِرْ ۝﴾ ''اٹھیے پھر ڈرائیے۔'' یعنی کمر ہمت باندھ لیجیے اور لوگوں کو ڈرائیے۔ اس سے آپ کا رسول ہونا ثابت ہو گیا جس طرح کہ پہلی وحی سے آپ کا نبی ہونا ثابت ہوا تھا۔[4] ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝﴾ یعنی اپنے رب

---

① مسند أحمد :325/3 . ② صحيح البخاري، بدء الخلق، باب: إذا قال أحدكم: آمين......، حديث :3238 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، حديث :(256)-161. ③ المعجم الكبير للطبراني: 126,125/11، حدیث:11250. ④ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو وحی آتی تو نفس وحی کے آنے سے اس کی نبوت ثابت ہو جاتی جبکہ رسالت تب ثابت ہوتی جب لوگوں تک حکم الٰہی پہنچانے کا حکم ہو جاتا۔ اسی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ وضاحت فرمائی ہے، نیز پہلی وحی سے مراد سورۂ علق کی ابتدائی آیات ہیں۔ (ع۔و)

کی بڑائی اور عظمت بیان کیجیے۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ ''اور اپنے کپڑے پاک رکھیے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ جن کپڑوں کو زیب تن کرتے ہیں وہ ناپاک کمائی سے نہیں ہونے چاہئیں۔[1] اس کے یہ معنی بھی بیان کیے جاتے ہیں کہ آپ معصیت کے کپڑے نہ پہنیں۔[2] محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کپڑوں کو پانی سے دھولیں۔[3] ابن زید بیان کرتے ہیں کہ مشرک پاک نہیں رہتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ خود بھی پاک رہیں اور اپنے کپڑوں کو بھی پاک رکھیں۔[4] اسی قول کو امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بھی پسند فرمایا ہے۔[5]

سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اپنے دل اور اپنی نیت کو پاک کرلیں۔[6] محمد بن کعب قرظی اور امام حسن بصری کا قول ہے کہ اپنے اخلاق کو اچھا رکھیں۔[7] اور ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ کے معنی علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیے ہیں کہ بتوں کو چھوڑ دیں۔[8] مجاہد، عکرمہ، قتادہ، زہری اور ابن زید رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ ﴿وَالرُّجْزَ﴾ سے مراد بت ہیں۔[9] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ......﴾ الآیة (الأحزاب 33:1) ''اے پیغمبر! اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرنا......''

اور فرمایا: ﴿وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝﴾ (الأعراف 7: 142) ''اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ (میرے کوہ طور پر جانے کے بعد) تم میری قوم میں میرے جانشین بننا اور (ان کی) اصلاح کرتے رہنا اور فساد کرنے والوں کے راستے پر نہ چلنا۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ ''اور (آپ) زیادہ طلب کرنے کے لیے احسان نہ کریں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ عطیہ اس لیے نہ دو کہ اس سے زیادہ کے طالب ہو۔[10] اور خصیف نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ زیادہ خیر و بھلائی طلب کرنے میں کمزوری نہ دکھائیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ عربی زبان میں ﴿تَمْنُنْ﴾ کے معنی کمزوری دکھانے کے بھی ہیں۔[11] فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ ''اور اپنے رب ہی کے لیے صبر کیجیے۔'' یعنی ان کی تکلیفوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صبر کریں، یہ امام مجاہد کا قول ہے۔[12] اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنے عطیہ پر اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کریں۔[13]

قیامت کے دن کے ساتھ نصیحت: فرمان الٰہی ہے: ﴿فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝﴾ ''چنانچہ جب صور میں پھونکا جائے گا، تو وہ دن سخت مشکل دن ہوگا، (یعنی) کافروں پر آسان نہ ہوگا۔''

---

[1] تفسیر الطبری: 183/29. [2] تفسیر الطبری: 182/29 عن الضحاك. [3] تفسیر الطبری: 183/29. [4] تفسیر الطبری: 183/29. [5] تفسیر الطبری: 183/29. [6] تفسیر القرطبی: 63/19. [7] تفسیر القرطبی: 64/19. [8] تفسیر الطبری: 184/29. [9] تفسیر الطبری: 184/29. [10] تفسیر الطبری: 185/29. [11] تفسیر الطبری: 187/29. [12] تفسیر الطبری: 188/29. [13] تفسیر الطبری: 188/29.

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ⑪ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ⑫ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ⑬ وَّمَهَّدْتُّ

مجھے اور اس کو تنہا چھوڑ دیجیے جسے میں نے اکیلا ہی پیدا کیا⑪ اور اسے مال وافر دیا⑫ اور حاضر باش بیٹے (دیے)⑬ اور اس کے لیے خوب فراخی کا

لَهٗ تَمْهِیْدًا ⑭ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ⑮ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ⑯ سَاُرْهِقُهٗ

سامان کیا⑭ پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں (اسے) مزید دوں⑮ ہرگز نہیں! بلاشبہ وہ ہماری آیات سے سخت عناد رکھتا ہے⑯ میں اسے جلد مشکل چڑھائی

صَعُوْدًا ⑰ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ⑱ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ⑲ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ⑳ ثُمَّ نَظَرَ ㉑

چڑھاؤں گا⑰ بے شک اس نے غور وفکر کیا اور اندازہ لگایا⑱ تو وہ مارا جائے! کیسا اندازہ لگایا؟⑲ پھر وہ مارا جائے! کیسا اندازہ لگایا؟⑳ پھر اس نے دیکھا㉑

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ㉒ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ㉓ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ㉔ اِنْ هٰذَاۤ

پھر تیوری چڑھائی اور منہ بسورا㉒ پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا㉓ پھر اس نے کہا: یہ (قرآن) تو صرف جادو ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے㉔ یہ تو صرف

اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ㉕ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ㉖ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ㉗ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ㉘

ایک بشر کا قول ہے㉕ میں جلد اسے سقر (جہنم) میں ڈالوں گا㉖ اور آپ کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے؟㉗ وہ نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی㉘

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ㉙ عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ㉚

چمڑی جھلسا دینے والی ہے㉙ اس پر اُنیس (فرشتے مقرر) ہیں㉚

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، شعبی، زید بن اسلم، حسن، قتادہ، ضحاک، ربیع بن انس، سدی اور ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے کہ ﴿ النَّاقُوْرِ ⑧ ﴾ کے معنی صور کے ہیں۔[1] مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ سینگ کی شکل کا ہوگا۔ امام ابن ابوحاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كَیْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَحَنٰى جَبْهَتَهٗ (یَنْتَظِرُ) مَتٰى یُؤْمَرُ، فَیَنْفُخُ؟] ”میں کس طرح آرام کروں کہ صور والے فرشتے نے تو صور کو اپنے منہ میں لے رکھا ہے اور اپنی پیشانی کو جھکائے ہوئے (اللہ کے حکم کا) انتظار کر رہا ہے کہ اسے کب حکم ہو تو وہ صور پھونک دے؟“ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! پھر اس صورت میں ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: [قُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ، عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا] ”تم (یہ) کہو: ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے، ہم نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کیا ہے۔“[2] امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اسباط سے اس روایت کو اسی طرح بیان فرمایا ہے۔[3]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ فَذٰلِكَ یَوْمَىِٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ⑨ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ⑩ ﴾ ”تو وہ دن سخت مشکل دن ہوگا (یعنی) کافروں پر آسان نہ ہوگا۔“ ﴿ عَسِیْرٌ ⑨ ﴾ کے معنی شدید اور مشکل کے ہیں اور ﴿ غَیْرُ یَسِیْرٍ ⑩ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ آسان نہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ یَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ (القمر 8:54) ”کافر کہیں گے: یہ دن بڑا سخت ہے۔“ زرارہ بن اوفیٰ قاضی بصرہ کے بارے میں روایت ہے کہ انھوں نے صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے اس سورت

[1] تفسیر الطبری: 190,189/29. [2] یہ روایت ہمیں تفسیر ابن ابوحاتم میں نہیں ملی۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. [3] مسند أحمد: 326/1. البتہ قوسین والا لفظ المستدرك للحاكم، الأهوال: 559/4، حدیث: 8677 میں ہے۔

کی تلاوت فرمائی اور جب ان آیات: ﴿ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝ ﴾ ''پس جب صور میں پھونکا جائے گا تو وہ دن بڑا سخت دن ہوگا، کافروں پر آسان نہ ہوگا۔'' پر پہنچے تو بے ساختہ زور کی ایک چیخ منہ سے نکل گئی اور گر پڑے، لوگوں نے دیکھا تو روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ [1]

تفسیر آیات: 11-30

قرآن کو جادو قرار دینے والوں کی سرزنش: اللہ تعالیٰ اس خبیث کی سرزنش کرتے ہوئے فرما رہا ہے جسے اس نے دنیا میں نعمتوں سے سرفراز کیا مگر اس نے کفرانِ نعمت کی روش کو اختیار کیا، کفر کو اپنایا، اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، افترا پردازی کی اور کلام الٰہی کو قولِ بشر قرار دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا، اسی وجہ سے اس نے فرمایا: ﴿ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝ ﴾ ''چھوڑ دیں مجھے اور (اس شخص کو) جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔'' یعنی جب یہ اپنی ماں کے پیٹ سے باہر آیا تو یہ اکیلا تھا، اس کے پاس مال تھا نہ اولاد، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے رزق عطا فرمایا ﴿ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ ﴾ یعنی بے پایاں اور وسیع مال ﴿ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۝ ﴾ ''اور (ہر وقت اس کے پاس) حاضر رہنے والے بیٹے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ شُهُوْدًا ۝ ﴾ کے معنی ہیں جو غائب نہ ہوتے ہوں۔ [2] یعنی اس کے پاس حاضر رہتے ہیں، تجارتوں وغیرہ کے لیے سفر پر بھی نہیں جاتے کیونکہ اس کے یہ کام غلام اور مزدور سرانجام دیتے ہیں اور بیٹے اپنے باپ کے پاس بیٹھے رہتے ہیں جو انھیں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہتا ہے۔ سدی، ابو مالک اور عاصم بن عمر بن قتادہ نے ذکر کیا ہے کہ اس کے بیٹوں کی تعداد تیرہ تھی۔ [3] ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ دس تھے۔ [4] اور یہ بہت بڑی نعمت ہے کہ بیٹے اس قدر ہوں اور باپ کے پاس مقیم ہوں۔ ﴿ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۝ ﴾ ''اور میں نے اس کے لیے خوب فراخی کی۔'' یعنی اسے قسم قسم کا مال اور بے پناہ ساز و سامان دیا۔ ﴿ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝ ﴾ ''پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں (اسے اور) زیادہ دوں، (ایسا) ہرگز نہیں! (ہوگا)، بلاشبہ وہ ہماری آیتوں کا دشمن رہا ہے۔'' ﴿ عَنِيْدًا ۝ ﴾ کے معنی معاند کے ہیں، یعنی علم کے باوجود اللہ کی نعمتوں کا کفر کرنے والا، پھر فرمایا: ﴿ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝ ﴾ ''عنقریب میں اسے دشوار گزار گھاٹی پر چڑھاؤں گا۔'' قتادہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''صعود'' جہنم کی ایک چٹان کا نام ہے جس پر کافر کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ [5] سدی کہتے ہیں کہ ''صعود'' جہنم کی ایک بہت ملائم چٹان ہے جس پر کافر کو چڑھنے کا حکم دیا جائے گا۔ [6] مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝ ﴾ سے مراد جہنم کے عذاب کی مشقت ہے۔ [7] قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد ایسا عذاب ہے جس میں راحت نہ ہو۔ [8]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ ﴾ ''بلاشبہ اس نے (غور و) فکر کیا اور اندازہ لگایا۔'' یعنی ہم اسے صعود پر اس

---

① المستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة المدثر: 506/2، حديث: 3871 والدر المنثور: 453/6 مختصرًا۔ ان دونوں حوالوں میں تین آیات کے بجائے صرف ایک آیت: ﴿ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۝ ﴾ مذکور ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3382/10. ③ الدر المنثور: 454/6. ④ تفسير الطبري: 192/29. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3383/10 والدر المنثور: 455/6. ⑥ الدر المنثور: 455/6 عن الضحاك. ⑦ تفسير الطبري: 194/29. ⑧ تفسير الطبري: 194/29.

لیے چڑھائیں گے تا کہ اسے پُر مشقت عذاب کے قریب کر دیں کیونکہ یہ ایمان سے دور تھا اور جب اس سے پوچھا گیا کہ یہ قرآن کے بارے میں کیا کہتا ہے تو اس نے سوچا کہ وہ قرآن کے بارے میں کیا افترا پردازی کرے ﴿ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ﴾ ''پس وہ مارا جائے! اس نے کیسا اندازہ لگایا؟ پھر وہ مارا جائے! اس نے کیسا اندازہ لگایا؟'' یہ اس کے لیے بددعا ہے۔ ﴿ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ﴾ ''پھر اس نے دیکھا۔'' یعنی نظر ثانی کی اور اپنی تجویز کا جائزہ لیا ﴿ ثُمَّ عَبَسَ ﴾ ''پھر اس نے تیوری چڑھائی۔'' یعنی آنکھیں سکیڑ لیں اور پیشانی پر شکنیں ڈال لیں ﴿ وَبَسَرَ ۝ ﴾ ''اور منہ بگاڑ لیا۔'' یعنی ماتھے پہ بل ڈال لیے اور چہرہ بدنما بنا لیا۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ ﴾ ''پھر پشت پھیری اور تکبر کیا۔'' یعنی حق سے منہ موڑ لیا اور قرآن کی اطاعت کرنے کے بجائے تکبر و غرور کا مظاہرہ کرتے ہوئے الٹے پاؤں واپس پلٹا۔ ﴿ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ ﴾ ''پھر کہنے لگا: یہ تو بس جادو ہے جو (اگلوں سے) منتقل ہوتا چلا آیا ہے۔'' یعنی یہ قرآن جادو ہے جسے محمد ﷺ نے پہلے لوگوں سے نقل کیا اور بیان کیا ہے، اسی لیے کہا: ﴿ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ ﴾ ''یہ تو صرف بشر کا کلام ہے۔'' یعنی یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ یہ جس شخص کا ذکر ہے اس سے مراد ولید بن مغیرہ مخزومی ہے جو ایک قریشی سردار تھا۔ لَعَنَهُ اللّٰهُ. اس سلسلے میں واقعہ یہ ہے جیسا کہ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے قرآن کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اسے بتایا تو پھر وہ قریش کے پاس جا کر کہنے لگا کہ ابن ابو کبشہ کی بات پر بہت تعجب ہے کہ اللہ کی قسم! وہ نہ تو شعر ہے، نہ جادو اور نہ ہی جنونی خرافات بلکہ ان کی بات تو کلام اللہ پر مشتمل ہے، چنانچہ جب قریش نے اس کی اس بات کو سنا تو آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ اگر ولید صابی ہو گیا تو سارا قبیلۂ قریش صابی ہو جائے گا۔ ابوجہل بن ہشام نے اس کی بات سنی تو کہنے لگا: واللہ! اس کے معاملے کو میں سنبھال لیتا ہوں۔ ابوجہل اس کے گھر گیا اور کہنے لگا: ولید! تم نے دیکھا کہ تمھاری قوم تمھارے لیے صدقہ جمع کر رہی ہے؟ وہ کہنے لگا: وہ کیوں، کیا میرے پاس سب سے زیادہ مال اور بیٹے نہیں ہیں؟ ابوجہل نے کہا: اس لیے کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ تم ابن ابوقحافہ کے گھر اس لیے جاتے ہو تا کہ اس کے پاس کھانا کھاؤ۔ ولید نے کہا: کیا میرے خاندان کے لوگ یہ باتیں کر رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! آئندہ میں ابن ابوقحافہ، عمر اور ابن ابو کبشہ کے قریب تک نہ جاؤں گا، اس کی بات تو محض جادو ہے جو پہلے لوگوں سے منتقل ہوتا چلا آیا ہے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر ﴿ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝ ﴾ سے ﴿ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝ ﴾ تک کی آیات نازل فرما دیں۔[1] قتادہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے یہ کہا کہ اللہ کی قسم! یہ شخص جو کہتا ہے، میں نے اس کا جائزہ لیا ہے۔ یہ شعر تو نہیں ہے کیونکہ اس کلام میں تو بہت حلاوت ہے۔ اس میں بہت چمک دمک ہے۔ یہ غالب ہو سکتا ہے مغلوب نہیں۔ لیکن اس کے جادو ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں نازل فرمایا: ﴿ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ...... ﴾ الآية

---

[1] تفسير الطبري: 196,195/29.

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۙ

اور ہم نے فرشتے ہی دوزخ کے نگران بنائے ہیں، اور ہم نے ان کی تعداد ہی کافروں کے لیے آزمائش بنا دی ہے

لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا وَّلَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا

تاکہ اہل کتاب یقین کریں اور ایمانداروں کا ایمان زیادہ ہو، اور اہل کتاب اور مومن شک میں نہ پڑیں، اور تاکہ

الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ

دل کے روگی اور کافر کہیں: اس مثال سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ اسی طرح اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت

اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَا یَعْلَمُ

دیتا ہے۔ اور آپ کے رب کے لشکروں کو بس وہی جانتا ہے۔ اور وہ (جہنم) بشر کے لیے نصیحت ہی تو ہے (31) ہرگز نہیں! قسم ہے

جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِیَ اِلَّا ذِكْرٰی لِلْبَشَرِ (31) كَلَّا وَالْقَمَرِ (32) وَالَّیْلِ اِذْ اَدْبَرَ (33)

چاند کی (32) اور رات کی جب وہ ڈھل جائے (33) اور صبح کی جب وہ روشن ہو (34) بلاشبہ وہ (جہنم) بڑی (ہولناک)

وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ (34) اِنَّهَا لَاِحْدَی الْكُبَرِ (35) نَذِیْرًا لِّلْبَشَرِ (36) لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ

چیزوں میں سے ایک ہے (35) بشر کے لیے ڈراوا ہے (36) اس کے لیے (ڈراوا) جو تم میں سے آگے (نیکی کی طرف)

یَّتَقَدَّمَ اَوْ یَتَاَخَّرَ (37) ؕ

بڑھنا یا پیچھے ہٹنا چاہے (37)

''چنانچہ وہ مارا جائے! اس نے کیسا اندازہ لگایا؟......'' ﴿ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (22)﴾ ''پھر اس نے تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا۔'' یعنی آنکھیں سکیڑ لیں، پیشانی پر شکنیں ڈال لیں اور بدنما شکل بنالی۔[1] تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ (26)﴾ *''عنقریب میں اسے جہنم میں داخل کروں گا۔'' یعنی میں اسے چاروں طرف سے جہنم میں ڈبو دوں گا۔*

پھر فرمایا: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ (27)﴾ ''اور کس نے آپ کو خبر دی کہ سقر کیا ہے؟'' یہ جہنم کی ہولناکی اور دہشت ناکی کی طرف اشارہ ہے اور پھر اس کی وضاحت اس طرح فرمائی: ﴿لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ (28)﴾ ''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔'' یعنی جہنم کی آگ ان کے گوشت، رگوں، پٹھوں اور کھالوں تک کو کھا جائے گی تو ان کی ان چیزوں کو پھر بدل دیا جائے گا اور اس طرح وہ نہ مردہ ہوں گے اور نہ زندہ۔ ابن بریدہ، ابوسنان اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا یہی قول ہے۔[2] فرمان الٰہی ہے: ﴿لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (29)﴾ ''وہ چمڑے کو جھلسا دینے والی ہے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ بشر کے معنی چمڑے کے ہیں۔[3] قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (29)﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ جلد کو جلا دے گی۔[4] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ آگ انسان کے بدن کو جلا دے گی۔[5]

---

(1) تفسیر الطبری : 196/29. (2) تفسیر الطبری: 198,197/29 و الدر المنثور: 456,455/6. (3) تفسیر الطبری: 198/29. (4) تفسیر الطبری: 198/29. (5) تفسیر الطبری: 198/29.

جہنم کے داروغوں کی تعداد: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴾ ''اس پر انیس (فرشتے مقرر) ہیں۔'' یعنی انیس (19) عذاب کے فرشتے ہیں جو اپنی خلقت کے اعتبار سے بہت عظیم اور اخلاق کے اعتبار سے بہت سنگ دل ہیں۔

تفسیر آیات: 31-37

جہنم کے داروغوں کی تعداد پر کفار کا تبصرہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ﴾ ''اور ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتے ہی بنائے ہیں۔'' یعنی مؤکلانِ دوزخ بہت تند خو اور سخت مزاج ہیں۔ یہ مشرکینِ قریش کی تردید ہے۔ جب اللہ نے جہنم کے داروغوں کی تعداد کا ذکر کیا تو ابو جہل کہنے لگا: اے گروہ قریش! کیا تم میں سے دس آدمی بھی ان فرشتوں میں سے ایک پر غالب نہیں آسکتے؟ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ﴾ یعنی ہم نے دوزخ کے داروغے ایسے فرشتوں کو بنایا ہے جن کا نہ مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور نہ انھیں مغلوب کیا جاسکتا ہے۔[1]

ایک قول یہ بھی ہے کہ ابو الاشدّین، جس کا نام کَلَدَہ بن اَسِید بن خلف تھا، اس نے کہا: اے قریشیو! تم سب مل کر ان میں سے دو کو پکڑ لینا اور باقی سترہ کے مقابلے کے لیے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ یہ بہت مغرور شخص تھا اور جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہ بہت طاقتور بھی تھا۔ یہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا اور پھر دس طاقتور شخص مل کر اسے اس کے پاؤں کے نیچے سے نکالنا چاہتے تو کھال کے ٹکڑے اڑتے جاتے لیکن اس کے قدم جنبش نہ کرتے تھے۔[2]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ یعنی ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ ان کی تعداد انیس (19) ہے تو یہ کافر لوگوں کی آزمائش کے لیے ذکر کیا ہے۔ ﴿ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ﴾ ''تاکہ اہلِ کتاب یقین کرلیں۔'' یعنی جان لیں کہ یہ رسول ﷺ برحق ہیں کیونکہ یہ وہی فرما رہے ہیں جو ان آسمانی کتابوں میں بھی موجود ہے جو ان کے پاس ہیں اور جو سابقہ انبیائے کرام پر نازل ہوئی تھیں۔ اور فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا ﴾ ''اور مومنوں کا ایمان (اور) زیادہ ہو'' کہ وہ ایسی چیزیں مشاہدہ کر رہے ہیں جن سے ان کے نبی حضرت محمد ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق ہو رہی ہے۔ ﴿ وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ﴾ ''اور اہل کتاب اور مومن شک میں نہ پڑیں اور (اس لیے) تاکہ جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے اور (جو) کافر (ہیں وہ) کہیں: اس مثال (کے بیان کرنے) سے اللہ کا مقصود کیا ہے؟'' یعنی یہاں اس کے ذکر کرنے میں حکمت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' یعنی اس طرح کی مثالوں سے کچھ لوگوں کے دلوں میں ایمان اور بھی پختہ ہو جاتا ہے جبکہ کچھ لوگوں کا ایمان متزلزل ہونے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی حکمت و حجت درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔

---

[1] تفسیر الطبری: 199/29 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ و قتادۃ۔ [2] الدر المنثور: 457/6 مختصرًا۔

كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿38﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿39﴾ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿40﴾

ہر نفس نے جو کیا اس کے بدلے میں وہ گروی ہے﴿38﴾ دائیں (ہاتھ) والوں کے سوا﴿39﴾ وہ باغاتِ بہشت میں ہوں گے، باہم سوال کریں گے﴿40﴾

عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿41﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿42﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿43﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ

مجرموں کے بارے میں﴿41﴾ (ان سے پوچھیں گے:) تمھیں کس چیز نے جہنم میں ڈالا؟﴿42﴾ وہ کہیں گے: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے﴿43﴾ اور ہم مسکین کو

الْمِسْكِيْنَ ﴿44﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿45﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿46﴾ حَتّٰٓى اَتٰىنَا

کھانا نہیں کھلاتے تھے﴿44﴾ اور ہم (باطل میں) مشغول ہونے والوں کے ساتھ مشغول ہوتے تھے﴿45﴾ اور ہم روزِ جزا کی تکذیب کرتے تھے﴿46﴾ حتی کہ

الْيَقِيْنُ ﴿47﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿48﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿49﴾

ہمیں موت نے آلیا﴿47﴾ پھر سفارشیوں کی سفارش انھیں نفع نہ دے گی﴿48﴾ پھر انھیں کیا ہوا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑتے ہیں؟﴿49﴾

كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿50﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿51﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى

جیسے وہ بدکے ہوئے گدھے ہوں﴿50﴾ جو شیر سے بھاگے ہوں﴿51﴾ بلکہ ان میں سے ہر آدمی چاہتا ہے کہ اسے کھلے صحیفے دیے جائیں﴿52﴾ ہرگز نہیں!

صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿52﴾ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿53﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿54﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿55﴾

بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے﴿53﴾ ہرگز نہیں! یقیناً یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے﴿54﴾ تو جو کوئی چاہے اسے یاد کرے﴿55﴾ اور وہ (کفار)

وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿56﴾

اسے یاد نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ وہی تقوے کے لائق اور مغفرت کے لائق ہے﴿56﴾

اللہ کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا: فرمان الٰہی: ﴿ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ ﴾ ''اور آپ کے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' یعنی ان کی تعداد اور ان کی کثرت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تاکہ کوئی شخص اس وہم میں مبتلا نہ ہو جائے کہ ان کی تعداد صرف اور صرف انیس (19) ہی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں موجود حدیث اسراء میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت المعمور کے بارے میں فرمایا جو کہ ساتویں آسمان میں ہے: [وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ (آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ)] ''ہر روز ستر ہزار فرشتے اس میں داخل ہوتے ہیں اور پھر ایک دفعہ داخل ہونے والوں کی دوبارہ باری نہیں آئے گی۔''[1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿31﴾ ﴾ ''اور وہ (جہنم) تو بشر کے لیے نصیحت ہی ہے۔'' امام مجاہد اور دیگر کئی اہلِ علم نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا هِيَ ﴾ یعنی وہ آگ جس کا ذکر کیا گیا ہے۔[2] بنی آدم کے لیے نصیحت ہے۔ پھر فرمایا: ﴿ كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿32﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿33﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿34﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿35﴾ ﴾ ''ہرگز نہیں! چاند کی قسم! اور رات

---

[1] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، حديث :3207 و صحيح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله......، حديث :162 و اللفظ له. قوسین والے الفاظ صحیح بخاری کے مذکورہ حوالے اور صحیح مسلم حدیث :164 کے مطابق ہیں۔ [2] تفسير الطبري :202/29 .

کی قسم! جب وہ ڈھل جائے اور صبح کی قسم! جب وہ روشن ہو جائے بلاشبہ وہ (جہنم) بڑی (ہولناک) چیزوں میں سے ایک ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، ضحاک اور کئی ایک ائمہ سلف رحمۃ اللہ علیہم کا یہی قول ہے۔[1] ﴿ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۝ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۝ ﴾ ''(اور) بشر کے لیے ڈرانے والی ہے۔ اس کے لیے جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہنا چاہے۔'' یعنی جو چاہے اس ڈراوے کو قبول کر کے حق کو اختیار کر لے اور جو چاہے اس سے پیچھے رہ جائے، پیٹھ پھیرے اور اسے رد کر دے۔

تفسیر آیات: 38-56

جنتیوں اور جہنمیوں کی گفتگو: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: ﴿ كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ ﴾ ''ہر نفس نے جو کیا اس کے بدلے میں وہ گروی ہے۔'' یعنی قیامت کے دن ہر شخص اپنے عمل کے ساتھ بندھا ہوا ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا یہی قول ہے۔[2] ﴿ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ﴾ ''مگر دائیں طرف والے (نیک لوگ کہ وہ) باغ ہائے بہشت میں (ہوں گے اور) مجرموں کے بارے میں باہم سوال کریں گے۔'' یعنی اہل جنت بالا خانوں میں جلوہ افروز ہوں گے اور وہ جہنم کے نچلے طبقوں میں موجود مجرموں سے پوچھیں گے: ﴿ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ ﴾ ''تمھیں کس چیز نے جہنم میں ڈالا؟ وہ جواب دیں گے: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے اور نہ ہم مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔'' یعنی نہ تو ہم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور نہ ہی اس کی مخلوق کی طرف احسان کیا جو کہ ہم ہی میں سے تھی ﴿ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۝ ﴾ ''اور ہم (باطل میں) مشغول ہونے والوں کے ساتھ مشغول ہوتے تھے۔'' یعنی ایسی باتوں کے بارے میں گفتگو کرتے تھے جن کا ہمیں علم نہ تھا۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب بھی کوئی گمراہ ہوتا تو ہم بھی اس کے ساتھ گمراہ ہو جاتے تھے۔[3] ﴿ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ۝ ﴾ ''اور ہم روزِ جزا کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں یقین آ گیا (موت آ گئی۔)''

﴿ الْيَقِيْنُ ۝ ﴾ سے یہاں موت مراد ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ ﴾ (الحجر 15:99) ''اور آپ اپنے پروردگار کی عبادت کریں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین (موت) آ جائے۔'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: [أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ مِنْ رَّبِّهِ] ''جہاں تک اس کا تعلق ہے۔ یعنی عثمان بن مظعون کا۔ تو اس کے پاس اپنے رب کی طرف سے یقین آ گیا ہے، یعنی موت آ گئی ہے۔''[4]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۝ ﴾ ''پھر (اس حال میں) سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کے حق میں (کچھ) فائدہ نہ دے گی۔'' یعنی جو شخص اس طرح کی صفات سے متصف ہو تو روزِ قیامت اسے کسی سفارش

[1] تفسیر الطبری: 204/29. [2] تفسیر الطبری: 206/29. [3] تفسیر الطبری: 208/29. [4] صحیح البخاری، مناقب الأنصار، باب مقدم النبی ﷺ وأصحابه المدینة، حدیث: 3929 ومسند أحمد: 436/6 واللفظ له والسنن الکبرٰی للبیهقی، الجنائز، باب الدخول علی المیت وتقبیله: 407,406/3 عن أم العلاء الأنصاریة رضی اللہ عنہا.

کرنے والے کی کوئی سفارش نفع نہ دے گی کیونکہ سفارش اس وقت نفع بخش ثابت ہوتی ہے جب صحیح جگہ کی گئی ہو، لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس قیامت کے دن کافر کی حیثیت سے آئے تو وہ یقینی طور پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ ہی میں رہے گا۔

کفار کے موقف کی تردید: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴾ ''پس ان کو کیا ہوا ہے کہ (وہ) نصیحت سے روگرداں ہو رہے ہیں؟'' یعنی آپ کے پاس کے ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ آپ انھیں جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں اور جس چیز کے ساتھ انھیں نصیحت کر رہے ہیں، یہ اس سے روگرداں ہو رہے ہیں۔ ﴿كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾﴾ ''گویا وہ گدھے ہیں بدکے ہوئے، جو شیر سے (ڈر کے) بھاگے ہوں۔'' گویا وہ حق سے نفرت کرنے اور روگردانی کرنے کے اعتبار سے وحشی گدھے ہیں جو شیر سے ڈر کے بھاگ جاتے ہیں، جب شیر ان کا شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔[1] حماد بن سلمہ نے علی بن زید سے، انھوں نے یوسف بن مہران سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جسے عربی میں اسد کہتے ہیں اسے حبشی میں قسورہ، فارسی میں (شار) شیر اور نبطی میں (اریا) اوبا کہتے ہیں۔[2]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾﴾ ''بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے کھلے ہوئے صحیفے دیے جائیں۔'' یعنی ان مشرکوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس پر اسی طرح کتاب نازل ہو جس طرح اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل فرمائی ہے۔ یہ مجاہد وغیرہ کا قول ہے۔[3] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۘ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ﴾ (الأنعام 124:6) ''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے (تو) کہتے ہیں کہ جس طرح کی چیز اللہ کے پیغمبروں کو ملی ہے جب تک (اسی طرح کی چیز) ہم کو نہ ملے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا کام کس کو سونپے۔'' قتادہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ عمل کے بغیر ہی انھیں نجات مل جائے۔[4] اور فرمانِ الٰہی ہے: ﴿كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے۔'' یعنی آخرت پر ان کے ایمان کے نہ ہونے اور اس کے وقوع پذیر ہونے کی تکذیب ہی نے ان کو خراب کیا ہے۔

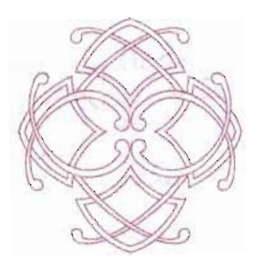
قرآن نصیحت ہے: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾﴾ یعنی حق بات یہ ہے کہ قرآن نصیحت ہے ﴿فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ﴾ ''پھر جو کوئی چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے اور (اس سے) وہ نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔'' یہ آیت ایسے ہے جیسے یہ آیت ہے: ﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ﴾ (التکویر 29:81) ''اور اللہ کے چاہے بغیر تم (کچھ بھی) نہیں چاہ سکتے۔'' ارشاد الٰہی ہے: ﴿هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾﴾ ''وہی تقوے کے لائق اور مغفرت کے لائق ہے۔'' یعنی وہ اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہ اس لائق ہے کہ جو اس کی

---

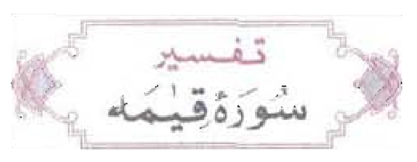
[1] تفسیر الطبری: 213/29. [2] تفسیر الطبری: 213,212/29 و تفسیر القرطبی: 89/19. [3] تفسیر القرطبی: 90/19.
[4] تفسیر الطبری: 213/29.

طرف رجوع وانابت کرے، وہ اس کے گناہ کو معاف فرمادے۔ یہ امام قتادہ کا قول ہے۔ ①

سورۂ مدثر کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① تفسير الطبري: 214/29 نحوهٗ.



یہ مکی سورت ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ① وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ ② اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی ① اور قسم کھاتا ہوں نفسِ ملامت گر کی ② کیا انسان سمجھتا ہے کہ ہم کبھی اس کی ہڈیاں جمع نہیں کر پائیں

عِظَامَہٗ ③ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ④ بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ ⑤

گے؟③ کیوں نہیں! (بلکہ) ہم تواس کی پور پور ٹھیک کرنے پر قادر ہیں④ بلکہ انسان تو چاہتا ہے کہ اپنے آگے (آیندہ بھی) فسق وفجور کے کام کرے⑤

یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ ⑥ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ⑦ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ⑧ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ⑨

وہ پوچھتا ہے یومِ قیامت کب ہے؟⑥ چنانچہ جب آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی⑦ اور چاند گہنا جائے گا⑧ اور سورج اور چاند جمع کر دیے جائیں گے⑨

یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَىِٕذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ⑩ کَلَّا لَا وَزَرَ ⑪ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَىِٕذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ ⑫ یُنَبَّؤُا

انسان اس دن کہے گا: جائے فرار کہاں ہے؟⑩ ہر گز نہیں! (وہاں) کوئی پناہ گاہ نہیں⑪ اس دن تیرے رب کے سامنے جا ٹھہرنا ہوگا⑫

الْاِنْسَانُ یَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ⑬ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ ⑭ وَّلَوْ اَلْقٰی

اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا⑬ بلکہ انسان خود اپنے نفس پر خوب شاہد ہے⑭ اگرچہ وہ اپنی (کتنی ہی)

مَعَاذِیْرَہٗ ⑮

معذرتیں پیش کرے⑮

تفسیر آیات:1-15

روزِ قیامت دوبارہ اٹھائے جانے پر قسم: قبل ازیں یہ کئی دفعہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اگر مقسم علیہ کی نفی مقصود ہو تو تاکیدِ نفی کے لیے قسم سے پہلے حرفِ نفی لا لانا جائز ہے۔[1] یہاں مقسم علیہ، یعنی جس پر قسم کھائی جا رہی ہے وہ دوبارہ اٹھائے جانے کا اثبات اور ان جاہلوں کی تردید ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ انسانی جسموں کو دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ① وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ ② ﴾ ”مجھے روزِ قیامت کی قسم! اور ملامت گر نفس کی

① دیکھیے الواقعۃ، آیت: 75 اور المعارج، آیت: 40 کے ذیل میں۔

قسم! (کہ سب لوگ اٹھا کر کھڑے کیے جائیں گے۔)'' امام قتادہ فرماتے ہیں: مراد یہ ہے کہ میں ان دونوں کی قسم کھاتا ہوں۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] جہاں تک قیامت کے دن کا تعلق ہے تو وہ مشہور و معروف ہے لیکن سوال یہ ہے کہ نفس لوامہ سے کیا مراد ہے۔ قرہ بن خالد نے امام حسن بصری رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ کی قسم! ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مومن تو اپنے آپ کو ملامت کرتا رہتا ہے، مثلاً: وہ کہتا ہے کہ اس بات سے میرا کیا مقصد تھا؟ میں نے یہ کیوں کھایا؟ میں نے یہ خیال کیوں کیا؟ لیکن فاسق و فاجر آگے ہی بڑھتا جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کی کسی بات پر بھی سرزنش نہیں کرتا۔[3]

امام طبری نے حضرت سعید بن جبیر سے اس آیت: ﴿ وَلَاۤ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ نفس خیر اور شر پر ملامت کرتا ہے۔ عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔[4] ابن ابونجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ نفس اس پر ندامت اور ملامت کرتا ہے جو کھو گیا۔[5]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝۳ ﴾ ''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم کبھی اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟'' یعنی کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم قیامت کے دن اس کی ہڈیوں کو متفرق مقامات سے جمع کر کے اسے دوبارہ زندہ نہیں کریں گے، ﴿ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝۴ ﴾ ''کیوں نہیں! (بلکہ) ہم تو اس بات پر (بھی) قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔'' یعنی کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے؟ کیوں نہیں! بلکہ ہم انھیں ضرور جمع کریں گے، ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں، ہم اس کی ہڈیاں جمع کرنے کی قدرت بھی رکھتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو اسے پہلے سے بھی زیادہ مکمل صورت میں اس کی پوروں کو مکمل کر کے اٹھا سکتے ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝۵ ﴾ ''بلکہ انسان تو چاہتا ہے کہ اپنے آگے (آیندہ بھی) فسق و فجور کرے۔'' سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آگے بڑھتا جائے۔[6] حضرت مجاہد فرماتے ہیں: ﴿ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝۵ ﴾ کے معنی ہیں کہ آگے کو خود سری کرتا جائے۔[7] علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد کافر ہے جو یوم حساب کی تکذیب کرتا ہے۔[8] ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔[9] اسی لیے اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝۶ ﴾ یعنی پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟ اس کا یہ سوال اس لیے ہے کہ وہ قیامت کے دن کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتا اور اس کے وجود کی تکذیب کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ ﴾

---

[1] تفسیر الطبری : 216/29 . [2] تفسیر الطبری : 216/29 والدر المنثور : 463/6. [3] تفسیر القرطبی : 93/19 والدر المنثور : 464/6. [4] تفسیر الطبری : 217/29 . [5] تفسیر الطبری : 218/29 . [6] تفسیر الطبری : 220/29 .
[7] تفسیر الطبری : 221/29 . [8] تفسیر الطبری : 221/29 . [9] تفسیر الطبری : 222/29 .

(سبا 34: 29,30) ''اور وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ (قیامت کا) وعدہ کب (پورا) ہوگا؟ کہہ دیجیے: تمھارے لیے ایک دن کا وعدہ ہے جس سے نہ تم ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے، اور نہ تم آگے بڑھ سکو گے۔''

اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ ﴾ ''چنانچہ جب آنکھیں چندھیا جائیں گی۔'' ابو عمرو بن علاء نے ﴿ بَرِقَ ﴾ کو ''را'' کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے، یعنی حیران رہ جائیں گی۔ [1] اس معنی کے مطابق یہ آیت ہے: ﴿ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ...... ﴾ الآیۃ (إبراھیم 14: 43) ''ان کی نگاہ ان کی طرف نہ لوٹ سکے گی......'' گھبراہٹ کی وجہ سے وہ ادھر ادھر دیکھیں گے اور شدت رعب کی وجہ سے ان کی نظر کسی چیز پر جم نہ سکے گی۔ کچھ لوگوں نے [بَرَقَ] کو ''را'' کے فتح کے ساتھ بھی پڑھا ہے اور اس کے بھی قریب قریب وہی معنی ہیں جو ﴿ بَرِقَ ﴾ کے ہیں۔ [2] مقصود یہ ہے کہ قیامت کے دن کے عظیم ترین امور اور ان کی شدید ترین ہولناکیوں کی وجہ سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، ڈر کی وجہ سے جھکی ہوں گی اور حیران و پریشان ہوں گی اور ﴿ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ چاند کی روشنی ختم ہو جائے گی۔ ﴿ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ ﴾ ''اور سورج اور چاند جمع کر دیے جائیں گے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ دونوں کو لپیٹ دیا جائے گا۔ [3] ابن زید نے اس آیت کی تفسیر کے موقع پر ان آیات کو پڑھا: ﴿ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ ﴾ (التکویر 81: 1،2) ''جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔'' [4] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے [وَجُمِعَ بَيْنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ] پڑھا۔ [5]

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ ﴾ یعنی جب ابن آدم روز قیامت ان ہولناکیوں کو دیکھے گا تو وہ فرار ہونا چاہے گا اور کہے گا: کہاں بھاگوں؟ کیا کوئی ٹھکانہ یا جائے پناہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝ ﴾ ''ہرگز نہیں! کوئی پناہ کی جگہ نہیں، اس روز آپ کے پروردگار ہی کے سامنے جا ٹھہرنا ہوگا۔'' حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، سعید بن جبیر اور کئی ایک ائمۂ سلف نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اب کوئی نجات نہیں ہے۔ [6] یہ آیت حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے مانند ہے: ﴿ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝ ﴾ (الشوریٰ 42: 47) ''اس دن تمھارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تم سے (گناہوں کا) انکار ہی بن پڑے گا۔'' یعنی تمھارے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی جس میں تم انکار کر سکو، اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ لَا وَزَرَ ۝ ﴾ کہ تمھارے لیے کوئی جگہ نہیں جس میں تم پناہ حاصل کر سکو، اسی لیے تو فرمایا: ﴿ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝ ﴾ یعنی آپ کے رب ہی کے پاس مرجع اور ٹھکانا ہے۔

قیامت کے دن انسان کے اعمال اس کے سامنے ہوں گے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا

---

[1] تفسیر الطبری: 222/29. [2] تفسیر الطبری: 222/29. [3] تفسیر الطبری: 224/29. [4] تفسیر الطبری: 224/29.
یہاں صرف ایک آیت پڑھنے کا ذکر ہے۔ [5] تفسیر القرطبی: 97/19. [6] تفسیر الطبری: 227/29 عن ابن زید.

﴿ قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝۱۳ ﴾ ''اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے اور (جو) پیچھے چھوڑے ہوں گے، (سب) بتا دیے جائیں گے۔'' یعنی اس دن انسان کو اس کے تمام نئے پرانے، پہلے پچھلے اور چھوٹے بڑے اعمال بتا دیے جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ ﴾ (الكهف 49:18) ''اور جو عمل کیے ہوں گے، (سب کو) حاضر پائیں گے اور آپ کا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔'' اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۝۱۴ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ۝۱۵ ﴾ ''بلکہ انسان خود اپنے نفس پر خوب گواہ ہے، اگر چہ وہ اپنی (کتنی ہی) معذرتیں پیش کرے۔'' یعنی انسان خواہ معذرت کرے یا انکار وہ اپنے بارے میں آپ گواہ ہے اور جو اس نے کیا اسے خوب جانتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سے کہا جائے گا: ﴿ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ۝ ﴾ (بنی إسرآءیل 17: 14) ''اپنا اعمال نامہ پڑھ لے، تو آج اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔''

علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۝۱۴ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ انسان کے کان، آنکھیں، ہاتھ، پاؤں اور دیگر تمام اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔[1] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان خود اپنا گواہ ہے۔ آپ سے ایک روایت اس طرح ہے کہ اللہ کی قسم! جب تم چاہو دیکھو گے کہ انسان دوسرے لوگوں کے عیوب اور گناہوں کو تو دیکھ رہا ہے مگر اپنے گناہوں سے غافل ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ ابن آدم! تو اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو تو دیکھ رہا ہے مگر اپنی آنکھ کا شہتیر تجھے نظر نہیں آ رہا۔[2]

امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ۝۱۵ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ گو انسان اپنے نفس کی طرف سے جھگڑا کرے گا، پھر بھی وہ اپنے تمام گناہوں کو دیکھ رہا ہوگا۔[3] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ۝۱۵ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اگر انسان اس دن باطل طریقے سے کوئی معذرت کرے تو وہ قابلِ قبول نہ ہوگی۔[4] سدی فرماتے ہیں کہ ﴿ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ۝۱۵ ﴾ سے مراد حجت ہے۔[5] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:23) ''تو ان سے کچھ عذر نہ بن پڑے گا بجز اس کے کہ وہ کہیں گے: اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے! ہم شریک نہیں بناتے تھے۔'' نیز فرمایا: ﴿ یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰی شَیْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ ﴾ (المجادلة 58:18) ''جس دن اللہ ان سب کو جلا اٹھائے گا تو جس طرح تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں (اسی طرح) اس (اللہ) کے سامنے (بھی) قسمیں کھائیں گے اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ ایک شے (اچھی راہ) پر ہیں۔ خبردار! بے شک وہی جھوٹے ہیں۔'' عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ۝۱۵ ﴾ سے مراد اعتذار ہے، کیا آپ نے سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ ﴾ (المؤمن 40:52)

---

[1] تفسیر الطبری: 229/29. [2] تفسیر الطبری: 230/29. [3] تفسیر الطبری: 231/29. [4] الدر المنثور: 467/6.

[5] الدر المنثور: 467/6 عن الضحاك.

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ⑯ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ⑰ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ

(اے نبی!) آپ اس (قرآن) کو جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں⑯ یقیناً اس کا (آپ کے سینے میں) جمع کرنا اور (آپ کا)

قُرْاٰنَهٗ ⑱ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ⑲ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ⑳ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ㉑

اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے⑰ پھر جب ہم اسے پڑھ چکیں تو آپ اس کے پڑھنے کی اتباع کریں⑱ پھر یقیناً اس کی وضاحت ہمارے ذمے

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ㉒ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ㉓ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ㉔ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ

ہے⑲ ہرگز نہیں! بلکہ تم دنیا کو پسند کرتے ہو⑳ اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو㉑ اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے㉒ اپنے رب کی طرف دیکھتے

بِهَا فَاقِرَةٌ ㉕

ہوں گے㉓ اور اس دن کئی چہرے اداس ہوں گے㉔ وہ سمجھیں گے کہ ان سے کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا㉕

''ظالم لوگوں کو اُن کا عذر کرنا کچھ فائدہ نہ دے گا۔'' ﴿ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَىِٕذِ السَّلَمَ ﴾ (النحل 87:16) ''اور اس دن وہ اللہ کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے۔'' ﴿ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ﴾ (النحل 28:16) ''تو وہ فرماں برداری پیش کرتے ہیں (اور کہتے ہیں:) ہم کوئی برا کام نہیں کرتے تھے۔'' ﴿ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ○ ﴾ (الأنعام 23:6) ''اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے! ہم شریک نہیں بناتے تھے۔''[1]

تفسیر آیات: 16-25

وحی حاصل کرنے کی تعلیم: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کو فرشتے سے وحی حاصل کرنے کی کیفیت کے بارے میں تعلیم ہے، آپ کوشش فرماتے تھے کہ جلدی سے وحی کو اخذ کرلیں اور وحی کے پڑھنے میں فرشتے سے بھی سبقت فرماتے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ جب فرشتہ وحی لے کر آئے تو آپ اسے سنیں اور اس بات کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا کہ وہ اسے آپ کے سینے میں محفوظ کر دے گا اور اسے اسی طرح ادا کرنا آسان بنا دے گا جس طرح فرشتے نے اسے آپ پر نازل کیا ہوگا، نیز اللہ تعالیٰ نے اس بات کا بھی ذمہ لیا کہ وہ وحی کو بیان بھی فرمائے گا اور اس کی تفسیر و توضیح بھی فرمائے گا۔ ان میں سے پہلی حالت سے مراد وحی کو آپ کے سینے میں محفوظ کر دینا ہے جبکہ دوسری حالت سے مراد اس کی تلاوت اور تیسری حالت سے مراد اس کی تفسیر و وضاحت ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ⑯ ﴾ ''(اے نبی!) آپ اس (قرآن) کو جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔'' یعنی قرآن پڑھنے کے لیے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ○ ﴾ (طٰہٰ 114:20) ''اور (اے نبی!) آپ قرآن (پڑھنے) میں جلدی نہ کریں اس سے پہلے کہ آپ کی طرف اس کی وحی پوری کی جائے اور دعا کریں: اے میرے پروردگار! مجھے (اور) زیادہ علم دے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ ﴾ ''یقیناً اس کا جمع کرنا ہمارے ذمے ہے۔'' یعنی آپ کے سینے میں

[1] تفسیر الطبری: 231,230/29.

محفوظ کردینا، ﴿ وَ قُرْاٰنَهٗ ﴾ ''اور (آپ کا) اس کو پڑھنا۔'' یعنی آپ سے پڑھوانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ ﴿ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ ﴾ ''پھر جب ہم اسے پڑھا کریں۔'' یعنی جب فرشتہ آپ کو اللہ کی طرف سے وحی پڑھ کر سنائے تو ﴿ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴾ یعنی پہلے آپ فرشتے سے سنیے اور پھر اس طرح پڑھیے جیسے اس نے آپ کو پڑھایا ہے۔ ﴿ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴾ ''پھر یقیناً اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔'' یعنی اس کے حفظ وتلاوت کے بعد ہم اس کی تبیین وتوضیح بھی کردیں گے اور اپنے ارادے ومشیت کے مطابق اس کے معنی بھی آپ کو سکھا دیں گے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزولِ وحی کے وقت دشواری محسوس فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہونٹوں کو خوب حرکت دیتے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کر دکھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہونٹوں کو حرکت دیا کرتے تھے اور سعید نے مجھے کہا کہ میں بھی اسی طرح ہونٹوں کو حرکت دے کر دکھاتا ہوں جس طرح میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ہونٹوں کو حرکت دیتے ہوئے دیکھا تھا، بہر حال اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمادی تھیں: ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴾ یعنی آپ کے سینے میں جمع کردینا ہماری ذمہ داری ہے اور پھر پڑھانا بھی ہمارے ذمے ہے، ﴿ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴾ یعنی خاموشی سے سنیں، ﴿ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴾ ''پھر یقیناً اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔'' اس کے بعد جبریل علیہ السلام جب چلے جاتے تھے تو آپ اسی طرح پڑھ لیا کرتے تھے جس طرح جبریل نے آپ کو پڑھایا ہوتا تھا۔[1] اس حدیث کو امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2] بخاری کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب جبریل آتے تو آپ سر جھکا لیتے اور جب وہ چلے جاتے تو آپ اس نازل کردہ وحی کو پڑھ لیتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے۔[3]

یوم قیامت کی تکذیب کا سبب دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت ہے: ارشاد الٰہی ہے: ﴿ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ تم دنیا کو دوست رکھتے ہو اور آخرت کو ترک کیے دیتے ہو۔'' یعنی ان لوگوں کو قیامت کے دن کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جس وحی حق اور قرآن عظیم کو نازل فرمایا ہے، اس کی مخالفت پر یہ بات آمادہ کرتی ہے کہ ان کا مقصود دنیا ہی دنیا ہے اور وہ آخرت سے غافل ہیں۔

آخرت میں دیدار الٰہی: پھر فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴾ ''اُس روز کئی چہرے رونق دار ہوں گے۔'' ﴿ نَّاضِرَةٌ ﴾ کا لفظ نَضَارَۃٌ سے مشتق ہے، یعنی اس روز بہت سے چہرے بڑے حسین وجمیل، روشن اور مسرور ہوں گے کیونکہ ﴿ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ ''اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔'' یعنی وہ اپنے رب تعالیٰ کا یقینی طور پر دیدار کر رہے ہوں گے جیسا کہ

---

[1] مسند أحمد :343/1 . [2] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي......،حديث: 5 و4929 و صحيح مسلم، الصلاة، باب الاستماع للقراءة، حديث:448 . [3] صحيح البخاري ، التفسير، باب: ﴿ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ ﴾ ...... (القيمة 18:75) ، حديث: 4929، نیز یہ الفاظ صحیح مسلم کے مذکورہ حوالے میں بھی ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں حدیث بیان فرمائی ہے: [إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا] ''بے شک تم عنقریب اپنے رب تعالیٰ کا کھلم کھلا سامنے دیدار کرو گے۔''① ایسی صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے، جنھیں ائمۂ حدیث نے متواتر طرق سے روایت کیا اور جن کی تردید و مخالفت ممکن ہی نہیں کہ مومنوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا، مثلاً صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! کیا روزِ قیامت ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا: [هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ (لَيْسَ دُونَهُمَا سَحَابٌ؟)] ''کیا تم بادل کے بغیر شمس و قمر کے دیکھنے میں کوئی ضرر محسوس کرتے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا: جی نہیں، تو آپ نے فرمایا: [فَإِنَّكُمْ (تَرَوْنَ رَبَّكُمْ) كَذٰلِكَ] ''بس اسی طرح تم اپنے رب تعالیٰ کا بھی دیدار کر لو گے۔''②

صحیحین میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا تو فرمایا: [إِنَّكُمْ تَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ...... فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا، فَافْعَلُوا] ''یقیناً تم اپنے رب تعالیٰ کا بھی اسی طرح دیدار کرو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو...... لہٰذا اگر تمھیں اس بات کی استطاعت ہو کہ طلوعِ آفتاب سے قبل اور غروب آفتاب سے قبل کی نماز میں کوتاہی نہ کرو تو اس کا التزام کرو۔''③ صحیح مسلم میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ۔ قَالَ۔ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى: تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلٰى رَبِّهِمْ (وَهِيَ الزِّيَادَةُ)] ''جب اہل جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم کچھ اور بھی چاہتے ہو؟ تو جنتی جواب دیں گے: (اے اللہ! ہم اور کیا چاہیں؟) کیا تو نے ہمارے چہروں کو منور نہیں کر دیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرما دیا؟ کیا تو نے ہمیں جہنم سے نجات عطا نہیں فرما دی؟ اس وقت اللہ تعالیٰ حجاب کو دور فرما دے گا، تو اہل جنت کو کوئی ایسی نعمت نہیں ملی ہوگی جو انھیں اپنے رب کے دیدار سے بڑھ کر عزیز ہو اور یہی الزیادۃ ''مزید'' ہے۔'' پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ﴾ (یونس 26:10) ''جن لوگوں نے نیک کام کیے ان کے لیے بھلائی اور مزید (دیدارِ الٰہی)

---

① صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالٰى: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ﴾......(القيْمة 75:22،23)، حديث:7435 عن جرير بن عبدالله رضی اللہ عنہ ۔ ② پہلی بریکٹ والے الفاظ صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالٰى: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ﴾......(القيْمة 75:22،23)، حديث:7439 و صحيح مسلم، الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين......، حديث: 182،183 میں ہیں، البتہ قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، حديث:7437 میں ہیں لیکن وہاں [دونهما] کے بجائے [دونها] (صرف سورج کی ضمیر کا ذکر) ہے اور دوسری بریکٹ والے الفاظ صحيح البخاري، حديث:7437 و صحيح مسلم، حديث: 182 میں ہیں جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد:534/2 کے مطابق ہیں۔ ③ صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل صلاة العصر، حديث: 554 و صحيح مسلم، المساجد......، باب فضل صلاتي الصبح والعصر......، حديث:633، یہ الفاظ صحیح بخاری کے مطابق ہیں، البتہ اس میں [ترون] کے بجائے [سترون] ہے۔

ہے۔''① صحیح مسلم ہی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: [إِنَّ اللّٰهَ يَتَجَلّٰى لِلْمُؤْمِنِينَ يَضْحَكُ] ''بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے ہنستے ہوئے جلوہ افروز ہوگا۔''② یعنی میدانِ حشر میں، ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن میدانِ حشر میں اور باغ ہائے بہشت میں اپنے رب تعالیٰ کے دیدار کی نعمت سے فیض یاب ہوں گے اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم دیدار باری تعالیٰ سے متعلق بہت سی احادیث کتب صحاح، حسان، مسانید اور سنن سے یہاں درج کرتے تاہم ان میں سے بہت سی احادیث کو اس تفسیر کے متفرق مقامات پر درج کرنے کی ہم نے سعادت حاصل کی ہے۔③ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ. بحمد اللہ دیدارِ الٰہی کے مسئلے پر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، سلف امت، ائمۂ اسلام اور ہادیانِ انام رحمہم اللہ کا اتفاق اور اجماع ہے۔

روزِ قیامت نافرمانوں کے چہرے سیاہ ہوں گے: فرمان الٰہی ہے: ﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾﴾ ''اور کئی چہرے اس دن اداس ہوں گے، وہ سمجھیں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا۔'' فاسقوں اور فاجروں کے چہرے قیامت کے دن اداس ہوں گے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾﴾ کے معنی ہیں: تیوری چڑھے ہوئے ہوں گے۔④ سدی فرماتے ہیں کہ ان کے رنگ اڑ چکے ہوں گے۔⑤ ﴿تَظُنُّ﴾ یعنی وہ یقین کرلیں گے۔ ﴿اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾﴾ ''کہ ان کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا۔'' امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾﴾ کے معنی مصیبت کے ہیں۔⑥ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی شر کے ہیں۔⑦ سدی فرماتے ہیں کہ انھیں یقین ہوگا کہ وہ تباہی وہلاکت سے دوچار ہونے والے ہیں۔⑧ ابن زید فرماتے ہیں: وہ گمان کریں گے کہ اب عنقریب وہ جہنم رسید ہو جائیں گے۔⑨ یہ مقام حسبِ ذیل آیات سے مشابہ ہے: ﴿يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾ (آل عمرٰن 106:3) ''جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے۔'' اور ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝﴾ (عبس 80:38-42) ''کئی چہرے اس روز چمک رہے ہوں گے، خنداں وشاداں (یہ نیکوکار ہیں) اور کئی چہرے ایسے ہوں گے جن پر گرد ہوگی (اور) ان پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی، یہی لوگ کفار وبدکردار ہیں۔'' اور ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝﴾ (الغاشية 88:2-4) ''اس روز

① صحيح مسلم، الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين......، حديث:(297,298)-181 جبکہ قوسین والا جملہ المعجم الأوسط للطبراني، باب من اسمه أحمد:221,220/1، حديث:756 و كتاب السنة لابن أبي عاصم، باب في الزيادة بعد ذكر الحسنى، ص:217، رقم:472 میں ہے۔ ② صحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة......، حديث:191 البتہ یہاں یہ الفاظ ہیں: [فَيَتَجَلّٰى لَهُمْ يَضْحَكُ] اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے بیان کردہ الفاظ ہمیں نہیں ملے۔ ③ دیکھیے یونس، آیت:26 و حٰمٓ السجدة، آيات: 32,31 و قٓ، آیت:35 کے تحت، تاہم المصباح المنیر میں دیدارِ الٰہی سے متعلق کچھ روایات ضعیف ہونے کی وجہ سے درج نہیں کی گئیں۔
④ تفسير الطبري:241/29. ⑤ تفسير القرطبي:110/19. ⑥ تفسير الطبري:241/29. ⑦ تفسير الطبري: 241/29. ⑧ تفسير القرطبي:110/19. ⑨ تفسير الطبري:241/29.

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿26﴾ وَقِيْلَ مَنْ سكتة رَاقٍ ﴿27﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿28﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ

ہرگز نہیں! جب (جان) ہنسلی تک آ پہنچے گی﴿26﴾اور کہا جائے گا: کون ہے جھاڑ پھونک کرنے والا؟﴿27﴾اور وہ سمجھے گا کہ بے شک یہ (وقت) فراق ہے﴿28﴾اور پنڈلی،

بِالسَّاقِ ﴿29﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ ﴿30﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿31﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿32﴾

پنڈلی سے لپٹ جائے گی﴿29﴾اس دن آپ کے رب کی طرف چلنا ہوگا﴿30﴾ نہ تو اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی﴿31﴾ بلکہ اس نے (حق کو) جھٹلایا اور منہ موڑا﴿32﴾

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهِ يَتَمَطّٰى ﴿33﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿34﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿35﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ

پھر اپنے اہل وعیال کے پاس اکڑتا ہوا گیا﴿33﴾ تیرے لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے﴿34﴾ پھر تیرے لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے﴿35﴾ کیا انسان سمجھتا ہے کہ اسے

اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿36﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿37﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿38﴾

یوں ہی (بلا حساب کتاب) چھوڑ دیا جائے گا؟﴿36﴾ کیا وہ منی کا ایک نطفہ نہیں تھا جو (رحم میں) ٹپکایا جاتا ہے؟﴿37﴾ پھر وہ لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے پیدا کیا اور

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿39﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِ الْمَوْتٰى ﴿40﴾

اس کی نوک پلک سنواری﴿38﴾ پھر اس سے مذکر اور مؤنث کا جوڑا بنایا﴿39﴾ کیا وہ (اللہ) اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کردے؟﴿40﴾

بہت سے چہرے (والے) ذلیل ہوں گے، سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے۔ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔'' اللہ کے اس فرمان تک: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ ﴾ (الغاشية 88:8-10) ''بہت سے چہرے اس روز شاداں ہوں گے۔ اپنے اعمال (کی جزا) سے خوش دل، بہشت بریں میں ہوں گے۔'' اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔

تفسیر آیات: 40-26

بوقت موت یقین حاصل ہو جاتا ہے: اللہ تعالیٰ موت کے وقت کی حالت اور ہولناکیوں کو بیان فرما رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت سچی اور پکی بات کے ساتھ ثابت قدمی عطا فرمائے، چنانچہ فرمایا: ﴿ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿26﴾ ﴾ ''ہرگز نہیں! جب (جان) ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی۔'' اگر ہم ﴿ كَلَّآ ﴾ کو کلمۂ زجر و توبیخ قرار دیں تو معنی یہ ہوں گے کہ اے ابن آدم! اب تو اس بات کی تکذیب نہیں کر سکے گا جس کی تجھے خبر دی گئی تھی کیونکہ اب تو یہ تیرے پاس اس طرح واضح طور پر ثابت ہوگئی ہے کہ اس میں کوئی شک ہی نہیں رہا اور اگر ہم کلمۂ ﴿ كَلَّآ ﴾ کو حَقًّا کے معنی میں لیں تو پھر اس کے معنی بالکل ظاہر ہیں، یعنی حق یہ ہے کہ جب جان گلے تک پہنچ جائے گی، یعنی تیرے جسم سے روح کو کھینچ لیا جائے گا اور وہ گلے تک پہنچ جائے گی۔ ﴿ التَّرَاقِيَ ﴿26﴾ ﴾ تَرْقُوَةٌ کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ ہڈیاں ہیں جو ہنسلی کے گڑھے اور کندھے کے درمیان ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ﴾ (الواقعة 56:83-87) ''بھلا کیوں نہیں (تم روح کو پھیر لیتے) جب وہ گلے میں آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت (کی حالت کو) دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم اس (مرنے والے) سے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم کو نظر نہیں آتے۔ پس اگر تم کسی کے محکوم نہیں تو کیوں نہیں اس (روح) کو پھیر لاتے اگر تم سچے ہو۔''

اور اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۟ۙ وَ قِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ۟ۙ ﴾ ’’ہرگز نہیں! جب (جان) ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی اور کہا جائے گا: (اس وقت) کون جھاڑ پھونک کرنے والا ہے؟‘‘ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کون ہے جو اس وقت جھاڑ پھونک کرے۔[1] ابوقلابہ فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ کون ہے طبیب حاذق۔[2] قتادہ، ضحاک اور ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔[3] علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۟ۙ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب دنیا سے کوچ کا آخری دن اور آخرت کی طرف جانے کا پہلا دن ہوتا ہے تو اس وقت سختی کے ساتھ سختی مل جاتی ہے، سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔[4] عکرمہ فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ امر عظیم، امر عظیم کے ساتھ مل جاتا ہے۔[5] مجاہد فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ مصیبت کے ساتھ مصیبت مل جاتی ہے۔[6] امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تمھاری دونوں پنڈلیاں ہیں جو آپس میں لپٹ جاتی ہیں۔[7] اور آپ سے ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ اب اس کے دونوں پاؤں مر چکے ہوتے ہیں اور اب وہ اس کے بوجھ کو اٹھاتے نہیں، حالانکہ وہ اپنے پاؤں پر دوڑتا پھرتا تھا۔[8]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ اِلْمَسَاقُ ۟ؕ ﴾ ’’اُس دن آپ کے پروردگار کی طرف چلنا ہوگا۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف مرجع وماویٰ ہے کیونکہ روح کو قبض کرنے کے بعد جب آسمانوں کی طرف لے جایا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کو زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے انھیں اس سے پیدا کیا ہے، اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور پھر دوبارہ اسی زمین سے انھیں باہر نکالوں گا جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث میں وارد ہے۔[9] اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:61,62) ’’اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگہبان مقرر کیے رکھتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اسے فوت کرتے ہیں اور وہ (کسی طرح کی) کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر (قیامت کے دن) وہ (تمام لوگ) اپنے مالک برحق اللہ تعالیٰ کی طرف (واپس) لوٹائے جائیں گے، خبردار! حکم اسی کا ہے اور وہ نہایت جلد حساب لینے والا ہے۔‘‘

تکذیب کرنے والے کا حال: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَلَا صَدَّقَ وَ لَا صَلّٰى ۟ۙ وَ لٰكِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ۟ۙ ﴾ ’’اس (عاقبت نااندیش) نے نہ تو (کلام اللہ کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی، بلکہ اس نے جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔‘‘ یہ اس کافر کے بارے میں بتایا جا رہا ہے جو دنیا میں حق کی اپنے دل سے تکذیب کرتا اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تھا کہ اس میں باطنی یا ظاہری طور پر

---

[1] الدر المنثور :477/6 . [2] تفسير الطبری :242/29 . [3] تفسير الطبری :242/29 . [4] تفسير الطبری :243/29 .
[5] تفسير الماوردی :158/6 . [6] تفسير القرطبی :112/19 . [7] تفسير الطبری :245/29 . [8] تفسير القرطبی : 112/19 . [9] مسند أحمد :288,287/4 والأحاديث الطوال للطبرانی، حديث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ فی عذاب القبر، ص: 57-59 ، حدیث: 25 نیز دیکھیے إبراهيم، آیت: 27 کے ذیل میں عنوان ’’نیک اور بدروح آخرت کی راہوں پر‘‘

کوئی خیر نہیں ہے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿31﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿32﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿33﴾﴾ ''اس نے نہ تو (کلام اللہ کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی، بلکہ اس نے جھٹلایا اور منہ پھیر لیا، پھر اپنے گھر والوں کے پاس اکڑتا ہوا چل دیا۔'' یعنی فخر وغرور تو بہت تھا مگر بے حد کاہل اور سست کہ نہ تو ہمت تھی اور نہ عمل جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿31﴾﴾ (المطففین 31:83) ''اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تو اتراتے ہوئے لوٹتے۔'' اور فرمایا: ﴿اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿13﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿14﴾ بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿15﴾﴾ (الانشقاق 84:13-15) ''بے شک وہ (دنیا میں) اپنے اہل وعیال میں مست رہتا تھا (اور) بے شک وہ سمجھتا تھا کہ ہرگز وہ (اللہ کی طرف) پھر کر نہ جائے گا۔ کیوں نہیں! بے شک اس کا پروردگار اس کو دیکھ رہا تھا۔''

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿يَتَمَطّٰى ﴿33﴾﴾ کے معنی ہیں يَخْتَالُ ''فخر کرتا ہے۔''[1] اور قتادہ اور زید بن اسلم کے بقول اس کے معنی یَتَبَخْتَرُ ''متکبرانہ چال چلتا ہے'' کے ہیں۔[2]

فرمان الٰہی ہے: ﴿اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿34﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿35﴾﴾ ''تیرے لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے، پھر تیرے لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متکبرانہ چال چلنے والے کافر کے لیے سرزنش اور بہت سخت وعید ہے، یعنی تجھے واقعی اس طرح چلنے کا حق پہنچتا ہے کیونکہ تو نے اپنے خالق ومالک کے ساتھ کفر کیا ہے جیسا کہ ناراضی اور سرزنش کے طور پر اس طرح کے موقع پر اسی طرح کا اسلوب اختیار کیا جاتا ہے جیسا کہ کلام باری تعالیٰ میں اس طرح کے اسلوب بیان کی حسب ذیل مثالیں موجود ہیں: ﴿ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿49﴾﴾ (الدخان 44:49) ''(اب مزہ) چکھ بے شک تو بڑا زبردست، بڑا تکریم والا (بنا پھرتا) تھا۔'' اور ﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿46﴾﴾ (المرسلٰت 77:46) ''(اے جھٹلانے والو!) تم (دنیا میں) تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اٹھالو، بے شک تم مجرم ہو۔'' اور ﴿فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ (الزمر 39:15) ''تو تم اس کے سوا جس کی چاہو پرستش کرو۔'' اور ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾ (حٰمٓ السجدۃ 41 :40) ''تم جو چاہو عمل کرو۔'' اور اس طرح کی دیگر آیات۔

امام ابو عبدالرحمٰن النسائی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿34﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿35﴾﴾ کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ابو جہل سے فرمائے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں قرآن مجید میں نازل فرما دیا۔[3] امام ابن ابوحاتم نے حضرت قتادہ سے ان الفاظ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جیسا کہ تم سن رہے ہو کہ ان الفاظ میں وعید پر وعید ہے، ائمہ تفسیر نے خیال کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دشمن ابو جہل کے کپڑوں کو پکڑ کر کھینچا، پھر فرمایا: ﴿اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿34﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿35﴾﴾ ''تیرے لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے، پھر تیرے

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 3389/10 والدر المنثور: 478/6. یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ② تفسير الطبري: 247/24.

③ السنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، قوله تعالىٰ: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ ......﴾ (القيٰمة 75:22,23): 504/6، حديث: 11638.

لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے۔'' تو اللہ کا دشمن ابو جہل کہنے لگا: اے محمد! کیا تم مجھے ڈانٹ پلاتے ہو؟ اللہ کی قسم! تم بھی اور تمھارا رب بھی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ ان دونوں پہاڑوں کے مابین چلنے والوں میں سے میں سب سے زیادہ معزز ہوں۔[1]

انسان کو یوں ہی بے کار نہیں چھوڑا جائے گا: فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴾ ''کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اسے یوں ہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا؟'' سدی فرماتے ہیں: یعنی اسے دوبارہ اٹھایا نہیں جائے گا؟[2] مجاہد، امام شافعی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ اسے امر ونہی کا مکلّف قرار نہیں دیا جائے گا۔[3] بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت عام ہے اور دونوں حالتوں پر مشتمل ہے، یعنی نہ تو اس دنیا میں مہمل چھوڑا جائے گا کہ نہ اسے کوئی حکم دیا جائے اور نہ کسی بات سے منع کیا جائے اور نہ قبر میں اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا کہ اسے دوبارہ اٹھایا ہی نہ جائے بلکہ دنیا میں اسے حکم بھی دیا گیا ہے اور منع بھی کیا گیا ہے اور پھر آخرت میں اسے اپنے رب تعالیٰ کے سامنے پیش بھی ہونا ہے۔

یہاں دوبارہ اٹھائے جانے کا اثبات اور زیغ، جہالت اور عناد میں مبتلا ان لوگوں کی تردید مقصود ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے منکر ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اٹھائے جانے کے بارے میں پہلی دفعہ پیدا کرنے سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴾ ''کیا وہ منی کا، جو (رحم میں) ڈالی جاتی ہے، ایک قطرہ نہ تھا؟'' یعنی کیا انسان حقیر پانی کا ایک کمزور سا قطرہ نہ تھا؟ ﴿ يُّمْنٰى ﴾ یعنی جسے پشتوں سے رحموں میں بہایا گیا۔ ﴿ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴾ ''پھر وہ لوتھڑا بنا، پھر اس (اللہ) نے (اس کو) پیدا کیا، پھر (اس کے اعضاء کو) درست کیا۔'' یعنی پانی کا وہ قطرہ لوتھڑا بن گیا، پھر بوٹی بن گیا، پھر اس کی شکل وصورت بنا دی گئی، پھر اس میں روح پھونک دی گئی، پھر یہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی تقدیر کے مطابق جیتا جاگتا، سلیم الاعضاء انسان (مرد وعورت) بن گیا، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴾ ''پھر اس سے دو قسمیں بنائیں (ایک) مرد اور (ایک) عورت۔''

پھر فرمایا: ﴿ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴾ ''کیا اس (اللہ) کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو جلا اٹھائے؟'' یعنی کیا جس ذات گرامی نے حقیر پانی کے ایک کمزور قطرے سے اس خوبصورت اور سلیم الاعضاء مخلوق کو پیدا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ اسے دوبارہ بھی اسی طرح پیدا کر سکے جس طرح اس نے اسے پہلی دفعہ پیدا فرمایا ہے، حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی دفعہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان یا اس کے برابر ہوتا ہے جیسا کہ حسبِ ذیل ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ...... ﴾ الآیة (الروم 27:30) ''اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے......'' کی تفسیر میں مذکورہ دونوں قول ہیں، گو ان میں سے پہلا قول (دوسری دفعہ پیدا کرنا پہلی دفعہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہونا) زیادہ مشہور ہے جیسا کہ اسے سورۂ روم کی تفسیر میں بیان کیا

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 3389/10، البتہ یہ روایت ضعیف ہے۔ [2] تفسیر الماوردی: 159/6 . [3] تفسیر الطبری: 249/29 وتفسیر القرطبی: 116/19 والأم، کتاب وباب إبطال الاستحسان: 400/9.

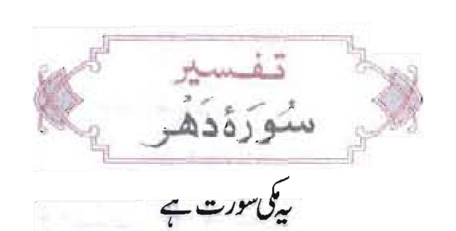
جا چکا ہے۔[1] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

سورۂ قیامہ کے اختتام پر کیا کہا جائے؟ امام ابوداود نے موسیٰ بن ابو عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی اپنے گھر کی چھت پر نماز پڑھتا تھا، جب وہ یہ آیت پڑھتا: ﴿ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴾ تو کہتا: سُبْحَانَكَ فَبَلٰى ''(اے اللہ!) تو پاک ہے، پس کیوں نہیں! (تو واقعی مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔)'' لوگوں نے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔[2] اس روایت کو بیان کرنے میں امام ابوداود منفرد ہیں، نیز انھوں نے اس صحابی کا نام نہیں لیا لیکن صحابی کا نام نہ لینا حدیث کو صحیح یا حسن قرار دینے میں نقصان کا باعث نہیں ہے۔

سورۂ قیامہ کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



[1] دیکھیے الروم آیت: 27 کے تحت عنوان: ''مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے'' [2] سنن أبی داود، الصلاة، باب الدعاء فی الصلاة، حدیث: 884.



یہ مکی سورت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

هَلۡ اَتٰى عَلَى الۡاِنۡسَانِ حِيۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ يَكُنۡ شَيۡـًٔا مَّذۡكُوۡرًا ① اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ

یقیناً (ہر) انسان پر زمانے سے ایک ایسا وقت گزر چکا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا① بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا، ہم

اَمۡشَاجٍ ۖ نَّبۡتَلِيۡهِ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِيۡعًۢا بَصِيۡرًا ② اِنَّا هَدَيۡنٰهُ السَّبِيۡلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوۡرًا ③

اسے آزمانا چاہتے ہیں، چنانچہ ہم نے اس کو سننے، دیکھنے والا بنا دیا② بے شک ہم نے اسے راستے کی ہدایت دی، خواہ شکر گزار بنے یا ناشکرا③

جمعے کے دن نماز فجر میں قراءت: صحیح مسلم کے حوالے سے قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کے دن نماز فجر میں ﴿ الٓمّٓ ۚ تَنۡزِيۡلُ ﴾ (السجدة 32:1,2) اور ﴿ هَلۡ اَتٰى عَلَى الۡاِنۡسَانِ ﴾ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔[1]

تفسیر آیات:1-3

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عدم سے وجود بخشا: اللہ تعالیٰ انسان کے بارے میں بتا رہا ہے کہ اس نے اسے وجود بخشا، حالانکہ اس سے پہلے حقارت اور ضعف کی وجہ سے کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ ﴿ هَلۡ اَتٰى عَلَى الۡاِنۡسَانِ حِيۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ يَكُنۡ شَيۡـًٔا مَّذۡكُوۡرًا ① ﴾ ''بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے کہ وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اَمۡشَاجٍ ﴾ ''بلاشبہ ہم ہی نے انسان کو نطفۂ مخلوط سے پیدا کیا۔'' ﴿ اَمۡشَاجٍ ﴾ کے معنی اخلاط کے ہیں اور المشج اور المشیج اس چیز کو کہتے ہیں جس کا بعض حصہ بعض میں ملا ہوا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مرد اور عورت کا پانی ہے جب وہ دونوں جمع ہو کر آپس میں مل جاتے ہیں۔[2] پھر اس کے بعد وہ ایک قسم سے دوسری قسم میں، ایک حالت سے دوسری حالت میں اور ایک رنگ سے دوسرے رنگ میں بدلتا رہتا ہے۔ عکرمہ، مجاہد، حسن اور ربیع بن انس نے بھی یہی فرمایا ہے کہ ﴿ اَمۡشَاجٍ ﴾ سے مراد مرد کے پانی کا عورت کے پانی کے ساتھ مل جانا ہے۔[3] فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ نَّبۡتَلِيۡهِ ﴾ ''(تاکہ) ہم اسے آزمائیں۔'' جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

① صحیح مسلم، الجمعة، باب ما یقرأ فی یوم الجمعة، حدیث: 879. اور قبل ازیں یہ روایت سورۂ سجدہ کی ابتدا میں گزری ہے۔② تفسیر الطبری: 29/253. ③ تفسیر الطبری: 29/253,254.

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ④ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ

بلاشبہ ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے ④ بے شک نیک لوگ ایسے جام سے پئیں گے جس میں کافور کی ملاوٹ

مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ⑤ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ⑥ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ

ہوگی ⑤ (وہ) ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اور (جدھر چاہیں گے) اس کی شاخیں نکال لے جائیں گے ⑥ وہ اپنی نذریں پوری

وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ⑦ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا

کرتے اور اس دن سے خوف کھاتے ہیں جس کی آفت (ہر طرف) پھیلی ہوگی ⑦ اور وہ کھانا، اس کی محبت کے باوجود، مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو

وَّاَسِيْرًا ⑧ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ⑨ اِنَّا نَخَافُ مِنْ

کھلاتے ہیں ⑧ (اور کہتے ہیں:) بس ہم تو تمھیں اللہ کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں، ہم تم سے جزا اور شکر گزاری نہیں چاہتے ⑨ ہم اپنے رب سے چہرے

رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ⑩ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ⑪

بگاڑ دینے والے نہایت سخت دن کا خوف کھاتے ہیں ⑩ پھر اللہ نے انھیں اس دن کے شر (عذاب) سے بچا لیا اور تازگی اور سرور سے نوازا ⑪

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ⑫

اور ان کے صبر کے عوض انھیں جنت اور ریشمی لباس کا بدلہ عطا فرمایا ⑫

﴿ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ (الملك 67:2) ”تاکہ وہ تمھاری آزمائش کرے کہ تم میں سے عمل میں کون زیادہ اچھا ہے۔“ ﴿ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ② ﴾ ”پھر ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنایا۔“ یعنی ہم نے اسے سماعت اور بصارت عطا کی تاکہ اس کے لیے طاعت و معصیت ممکن ہو۔

اللہ نے انسان کو دونوں رستے دکھا دیے ہیں: اللہ جل وعلا کا فرمان ہے: ﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ ﴾ ”بلاشبہ ہم نے اسے رستہ دکھا دیا۔“ یعنی ہم نے رستہ بھی واضح کر دیا ہے، بیان کر دیا اور اسے دکھا دیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:17) ”اور جو ثمود تھے انھیں ہم نے سیدھا رستہ دکھا دیا مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا رہنا پسند کیا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۚ ﴾ (البلد 90:10) ”اور ہم نے اسے (خیر و شر کے) دونوں رستے دکھا دیے۔“ یعنی ہم نے خیر و شر کے رستے کو واضح کر دیا۔ عکرمہ، عطیہ، ابن زید، مجاہد۔ مشہور روایت کے مطابق۔ اور جمہور کا یہی قول ہے۔[1] فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③ ﴾ ”(اب وہ) خواہ شکر گزار ہو اور خواہ ناشکرا۔“ یعنی اب اس کی مرضی ہے، خواہ شقاوت اختیار کرے یا سعادت جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے جسے امام مسلم نے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَايِعٌ نَفْسَهُ (فَمُوبِقُهَا أَوْ مُعْتِقُهَا)] ”ہر شخص صبح کے وقت اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتا ہے، پھر اسے یا تو ہلاک کر دیتا ہے یا آزاد کرا لیتا ہے۔“[2]

① تفسير الطبرى:257,256/29 و الدر المنثور:483,482/6 . ② صحيح مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء، حديث :223، البتہ قوسین والے الفاظ کی ترتیب مسند أحمد:342/5 کے مطابق ہے۔

تفسیر آیات:4-12

کافروں کی سزا اور نیکوکاروں کی جزا: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ اس نے اپنی مخلوق میں سے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ سعیر سے مراد آتشِ جہنم کی تپش اور سوزش ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ۙ۝ فِی الْحَمِیْمِ ۙ۬ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۚ۝ ﴾ (المؤمن 40:72,71) ''جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی (اور) گھسیٹے جائیں گے (یعنی) کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے بدبختوں اور بدنصیبوں کے لیے جس آتش جہنم کو تیار کیا ہے، اس کے ذکر کے بعد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝۵ ﴾ ''یقیناً نیکوکار ایسی شراب نوشِ جان کریں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔'' اور معلوم ہے کہ کافور میں ٹھنڈک بھی ہے اور بوئے عطر بیز بھی اور پھر جنتی کافور کی لذت اس پر مستزاد۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کافور کو زنجبیل کی خوشبو سے ٹھنڈا کیا گیا ہوگا، اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ۝۶ ﴾ ''یہ ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے بندے پئیں گے اور وہ اس میں سے (جتنا چاہیں گے) خوب بہا کر (جہاں چاہیں گے) لے جائیں گے۔'' یعنی ان نیکوکار و ابرار لوگوں کے لیے جس کافور کی آمیزش کی جائے گی وہ ایک ایسا چشمہ ہے جس سے بندگانِ الٰہی میں سے مقربین کسی آمیزش کے بغیر خالص پئیں گے اور سیراب ہو جائیں گے۔ ﴿ یَشْرَبُ ﴾ میں ضمناً یروی ''سیراب ہوں گے'' کے معنی بھی پائے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسے حرف با کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے اور ﴿ عَیْنًا ﴾ ''چشمہ'' کو تمیز کی وجہ سے منصوب کیا گیا ہے۔ ﴿ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ۝۶ ﴾ یعنی اس میں جہاں چاہیں گے اور جس طرح چاہیں گے تصرف کر کے اس سے نہریں نکال کر اپنے محلات، اپنی رہائش گاہوں اور اپنی مجلسوں اور محفلوں میں لے جائیں گے۔ تفجیر کے معنی نہر نکالنے کے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا ۙ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 17: 90) ''اور وہ کہنے لگے کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دو۔'' اور ﴿ وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۙ۝ ﴾ (الکهف 18:33) ''اور دونوں میں ہم نے ایک نہر بھی جاری کر رکھی تھی۔''

امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس چشمے سے نہر نکال کر جہاں چاہیں گے لے جائیں گے۔[1] عکرمہ اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[2] امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں جہاں چاہیں گے تصرف کر سکیں گے۔[3]

نیک لوگوں کے اعمال: ارشاد الٰہی ہے: ﴿ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ۝۷ ﴾ ''وہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے، جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی، خوف رکھتے ہیں۔'' یعنی یہ لوگ ان طاعات کو بجا لا کر بھی اللہ کی بندگی کرتے ہیں جنھیں اصل شریعت میں ان کے لیے واجب قرار دیا گیا ہے، نیز یہ ان طاعات کو بھی ادا کرتے

---

① تفسیر الطبری: 258/29. ② تفسیر الطبری: 258/29 والدر المنثور: 483/6. ③ تفسیر الطبری: 258/29.

ہیں جنھیں انھوں نے نذر کے طور پر اپنے لیے واجب قرار دے رکھا ہوتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے (اپنی سند کے ساتھ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ نَّذَرَ أَنْ يُّطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَّذَرَ أَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهٖ] ''جو شخص اللہ کی اطاعت میں نذر مانے تو اسے اللہ کی اطاعت کرنی چاہیے اور جو اللہ تعالیٰ کی معصیت کی نذر مانے تو اسے اللہ کی معصیت نہیں کرنی چاہیے۔''[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو بطریق امام مالک رحمہ اللہ بیان فرمایا ہے۔[2] نیز یوم آخرت میں حساب کے ڈر سے محرمات کو ترک کر دیتے ہیں کیونکہ اس دن کی سختی عام ہوگی اور لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہوگی، سوائے ان کے جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مستطیر کے معنی پھیلنے والی کے ہیں۔[3] قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واللہ! اس دن کی سختی پھیل کر آسمانوں اور زمین کو بھر دے گی۔[4]

فرمانِ الٰہی: ﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ ﴾ کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت کی وجہ سے کھانا کھلاتے ہیں، یعنی ضمیر کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے اور سیاق کلام اسی پر دلالت کرتا ہے لیکن زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع طعام ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ باوجودیکہ انھیں خود طعام کی محبت اور خواہش ہے، پھر بھی یہ دوسروں کو کھلا دیتے ہیں۔ مجاہد اور مقاتل کا یہی قول ہے اور امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[5] جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ﴾ (البقرة 2:177) ''اور مال باوجود عزیز رکھنے کے دے۔'' ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ ﴾ (آل عمرٰن 3:92) ''جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمھیں عزیز ہیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہیں کرو گے، کبھی نیکی حاصل نہ کر سکو گے۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ افضل صدقہ یہ ہے: [أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ، (تَأْمُلُ الْغِنٰى، وَتَخْشَى الْفَقْرَ)] ''کہ تو اس حال میں صدقہ کرے کہ تو صحیح اور تندرست ہو، مال کی حرص ہو، امیری کی چاہت اور فقر و افلاس کا ڈر ہو۔''[6] یعنی جب تمھیں مال سے محبت ہو، اس کی خواہش ہو اور اس کی حاجت و ضرورت بھی ہو تو صدقہ کرنا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝8 ﴾ ''اور باوجود اس کی محبت کے وہ فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔'' مسکین و یتیم سے کون لوگ مراد ہیں، یہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔[7] قیدی کے بارے میں سعید بن جبیر، حسن اور ضحاک فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اہل قبلہ میں سے قیدی ہے۔[8] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

---

[1] الموطأ للإمام مالك، النذور والأيمان، باب مالا يجوز من النذور......:178/2، حديث:1055. [2] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب النذر في الطاعة......، حديث : 6696. [3] تفسير ابن أبي حاتم :3391/10. [4] تفسير الطبري : 260/29. [5] تفسير الطبري :260/29. [6] صحيح البخاري، الزكاة، باب فضل صدقة الشحيح الصحيح، حديث : 1419 وصحيح مسلم، الزكاة، باب بيان أن أفضل الصدقة......، حديث :1032 البتہ قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، الوصايا، باب الصدقة عند الموت، حديث:2748 کے مطابق ہیں۔ [7] دیکھیے البقرة 2، آیت:177 کے تحت عنوان: ''نیکیوں کا ایک جامع پیکج'' [8] تفسير الطبري :261/29 وتفسير القرطبي :129/19.

کہ ان کے قیدی ان دنوں مشرک ہی تھے۔ [1] اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگِ بدر کے دن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تھا کہ وہ قیدیوں کی عزت افزائی کریں، لہٰذا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کھانے کے وقت اپنے آپ پر انھیں ترجیح دیتے تھے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے مراد غلام ہیں۔ [2] امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے کیونکہ آیت میں عموم ہے جو مسلم ومشرک سب کے لیے ہے۔ [3] سعید بن جبیر، عطاء، حسن اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ [4]

رسول اللہ ﷺ نے کئی ایک حدیثوں میں غلاموں کے ساتھ احسان کرنے کی وصیت فرمائی ہے حتی کہ آپ نے جو آخری وصیت کی، اس میں بھی یہ فرمایا تھا: [اَلصَّلَاۃَ وَمَا مَلَکَتْ أَیْمَانُکُمْ] ’’نماز اور غلاموں کا خیال رکھنا۔‘‘ [5] مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد قیدی ہیں۔ [6] یعنی یہ ان لوگوں کو کھانا کھلا دیتے ہیں، حالانکہ انھیں کھانے کی خود بھی خواہش وحاجت ہوتی ہے اور زبان حال سے کہہ رہے ہوتے ہیں: ﴿ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ ﴾ یعنی ہم تمھیں اللہ کے ثواب اور اس کی رضا کے حصول کے لیے کھلاتے ہیں۔ ﴿ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ⑨ ﴾ یعنی ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم ہمیں اس کا بدلہ دو یا لوگوں کے پاس ہمارا شکریہ ادا کرو۔ مجاہد اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! انھوں نے یہ بات بھی اپنی زبانوں سے ادا نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ان کے دلوں سے معلوم کرتے ہوئے ان کی تعریف کی تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی اچھے اعمال بجالانے میں رغبت ہو۔ [7]

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ⑩ ﴾ یعنی ہم یہ کام اس لیے بجالاتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور اس دن ہمیں اپنے لطف وکرم سے نوازے جو چہروں کو کریہہ المنظر اور دلوں کو سخت مضطر کر دینے والا ہے۔ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عبوس کے معنی تنگ اور قمطریر کے معنی طویل کے ہیں۔ [8] حضرت عکرمہ وغیرہ سے روایت ہے کہ کافر اس دن بہت کریہہ المنظر ہوگا حتی کہ اس کی دونوں آنکھوں کے مابین گندھک جیسا بدبودار پسینہ بہہ رہا ہوگا۔ [9] مجاہد فرماتے ہیں کہ عبوس کے معنی ہیں کہ جس کے دونوں ہونٹ بہت بھیانک اور بھدے ہوں۔ [10] اور قمطریر کے معنی ہیں ترش روئی کی وجہ سے چہرے کا سکڑ جانا۔ [11] سعید بن جبیر اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس دن کی ہولناکیوں کی وجہ سے چہرے کریہہ المنظر ہو جائیں گے اور پیشانی اور آنکھوں کے درمیان کا حصہ سکڑ جائے گا۔ [12] ابن زید فرماتے ہیں کہ عبوس کے معنی شر اور قمطریر کے معنی شدید ہیں۔ [13]

نیکوکاروں کی جزا کی کچھ تفصیل: فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ⑪ ﴾ ’’تو اللہ

---

① تفسیر القرطبی :129/19. ② تفسیر القرطبی :129/19. ③ تفسیر الطبری :261/29 . ④ تفسیر الطبری : 261,260/29 وتفسیر القرطبی:129/19. ⑤ سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ما جاء فی ذکر مرض رسول الله ﷺ، حدیث : 1625 عن أم سلمة رضی الله عنها. ⑥ تفسیر الطبری :261/29. ⑦ تفسیر الطبری :262/29 . ⑧ تفسیر الطبری:264/29 . ⑨ تفسیر الطبری :263/29 . ⑩ تفسیر القرطبی :136/19. ⑪ تفسیر الطبری :264/29 . ⑫ تفسیر الطبری:263/29 . ⑬ تفسیر الطبری:264/29 .

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ⑬ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ

وہ جنت میں مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، وہاں نہ دھوپ دیکھیں گے اور نہ شدید سردی⑬ اور اس (جنت) کے سائے ان

ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ⑭ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ

کے قریب ہوں گے، اور اس کے پھل (ان کے لیے) جھکا دیے جائیں گے⑭ اور ان پر چاندی کے برتن اور شیشے کے ساغر پھرائے

كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ⑮ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ⑯ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ

جائیں گے⑮ شیشے بھی چاندی (کی قسم) کے، انھوں نے انھیں ٹھیک اندازے سے بنایا ہوگا⑯ اور وہاں انھیں ایسے جام پلائے جائیں

مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ⑰ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ⑱ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ

گے جن میں سونٹھ کی ملاوٹ ہوگی⑰ (یہ) جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کا نام دیا گیا ہے⑱ اور ان کی خدمت میں سدا نوخیز ہی

مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ⑲ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا

رہنے والے لڑکے پھرتے ہوں گے۔ جب تو انھیں دیکھے گا تو انھیں بکھرے ہوئے موتی سمجھے گا⑲ اور جب تو وہاں (کسی بھی طرف) دیکھے گا تو

كَبِيْرًا ⑳ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ

نعمتیں ہی نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت دیکھے گا⑳ ان (کے تن) پر باریک، سبز اور دبیز ریشم کے کپڑے (لباس) ہوں گے، اور انھیں چاندی کے

وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ㉑ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ㉒ ع 1 22 19

کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انھیں شراب طہور پلائے گا㉑ (کہا جائے گا:) بلاشبہ یہ تمھاری جزا ہے اور تمھاری سعی قابل قدر ہے㉒

انھیں اس دن کی سختی سے بچالے گا اور تازگی اور خوش دلی عطا فرمائے گا۔'' یہ بلیغ تجانس کے باب سے ہے۔[1] ﴿ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ ﴾ یعنی جس بات سے وہ ڈرتے ہوں گے اللہ تعالیٰ انھیں اس سے امن عطا فرمائے گا۔ ﴿ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً ﴾ ''اور انھیں تازگی عطا فرمائے گا۔'' ﴿ وَّسُرُوْرًا ⑪ ﴾ ''اور سرور (عطا فرمائے گا)'' جس سے دل لبریز ہوں گے۔ امام حسن بصری، قتادہ، ابوالعالیہ اور ربیع بن انس رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔[2] یہ ایسے ہی ہے جیسے حسب ذیل آیات کریمہ ہیں: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ ﴾ (عبس 39,38:80) ''اور کئی چہرے اس روز چمک رہے ہوں گے۔ ہنستے مسکراتے، ہشاش بشاش۔'' کیونکہ دل جب مسرت سے سرشار ہو تو چہرہ گلنار ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں یہ الفاظ ہیں: وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ ''رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرۂ اقدس اس طرح منور ہو جاتا گویا چاند کا ٹکڑا ہو۔''[3] اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: دَخَلَ عَلَيَّ (رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ) مَسْرُورًا تَبْرُقُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ...... ''میرے پاس رسول اللہ ﷺ خوش خوش

---

① ''بلیغ تجانس''، علم بلاغت کی اصطلاح ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دو لفظ ادائیگی میں ایک دوسرے سے ملتے ہوں مگر معنی جدا جدا ہوں جیسے اس آیت مبارکہ میں ﴿ فَوَقٰىهُمُ ﴾ اور ﴿ وَلَقّٰىهُمْ ﴾ ہیں۔ ② تفسير الطبري: 264/29. ③ صحيح البخاري، المناقب، باب صفة النبي ﷺ، حديث:3556 وصحيح مسلم، التوبة، باب حديث توبة كعب......، حديث:2769.

تشریف لائے کہ چہرۂ اقدس کے خطوط جگمگا رہے تھے......۔‘‘[1]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا ﴾ یعنی ان کے صبر کے سبب اللہ تعالیٰ انھیں جنت، حریر و پرنیاں، کشادہ اور وسیع محلات، خوش و خرم زندگی اور خوب صورت لباس عطا فرمائے گا۔ حافظ ابن عساکر نے ہشام بن سلیمان دارانی کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ ان کے سامنے سورۂ ﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ ﴾ (الدهر 76:1) پڑھی گئی اور قاری جب اس آیت کریمہ پر پہنچا: ﴿ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴾ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ جزا اس لیے ہوگی کہ انھوں نے دنیا میں ترکِ شہوات پر صبر کیا تھا۔[2]

تفسیر آیات:13-22

انعاماتِ الٰہی: اہل جنت، اس کی ابدی و سرمدی نعمتوں اور انھیں اپنے جس بے پایاں فضل و کرم سے اللہ تعالیٰ نوازے گا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرما رہا ہے: ﴿ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ﴾ ’’ان میں وہ تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔‘‘ سورۂ صافات میں اس کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے اور تکیے لگانے کے بارے میں جو اختلاف ہے وہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اس سے مراد لیٹنا ہے یا تکیہ لگانا یا چوکڑی مار کر بیٹھنا یا جم کر بیٹھنا۔[3] تختوں سے مراد وہ پلنگ ہیں جو حُجلۂ عروسی کی طرح سجائے گئے ہوں گے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴾ یعنی وہاں نہ تکلیف دہ گرمی ہوگی اور نہ شدید سردی بلکہ ایک ہی جیسا معتدل دائمی اور سرمدی موسم ہوگا کہ وہ وہاں سے جگہ بدلنا نہیں چاہیں گے۔

سائے اور ثمر دار شاخیں قریب ہوں گی: ﴿ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا ﴾ یعنی درختوں کی ثمر دار ٹہنیاں اور شاخیں ان کے قریب ہوں گی، ﴿ وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴾ ’’اور اس کے پھل (ان کے لیے) جھکا دیے جائیں گے۔‘‘ یعنی شاخ کی بلندی سے جھک کر اس کے اس طرح قریب آجائے گا گویا وہ بھی بات کو سننے والا اور اطاعت بجالانے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے: ﴿ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴾ (الرحمٰن 55:54) ’’اور دونوں باغوں کے میوے قریب (جھک رہے) ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴾ (الحآقة 69:23) ’’اس کے پھل قریب ہوں گے۔‘‘ امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب وہ کھڑا ہوگا تو جنت کے درختوں کی ثمر بار شاخیں اس کے قد کے مطابق بلند ہو جائیں گی اور جب وہ بیٹھے تو نیچے جھک جائیں گی تاکہ وہ انھیں پکڑ سکے اور اسی طرح جب وہ لیٹے گا تو پھر اور بھی جھک جائیں گی تاکہ لیٹے لیٹے بھی پھل حاصل کر سکے، یہی معنی ہیں ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ تَذْلِيْلًا ﴾ کے۔[4] امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کانٹے یا دوری کی وجہ سے ان کے ہاتھ خالی نہیں لوٹیں گے۔[5]

---

[1] صحيح البخاري، الفرائض، باب القائف، حديث :6770 و صحيح مسلم، الرضاع، باب العمل بإلحاق القائف الولد، حديث :(39)-1459 قوسین والے الفاظ مسلم کے مطابق ہیں۔ [2] تاريخ دمشق الكبير لابن عساكر، ذكر من اسمه هشام، هشام بن سليمان الداراني :75/67 . [3] مذکورہ وضاحت ہمیں سورۂ صافات میں نہیں ملی، تاہم اس کے متعلق کچھ بات الكهف، آيت: 31 اور الرحمٰن، آيت: 54 کے تحت کی گئی ہے۔ [4] تفسير الطبري:266/29 . [5] تفسير الطبري:266/29.

چاندی کے برتن اور گلاس: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ ﴾ ”(خدام کے ذریعے) چاندی کے برتن اور آبخورے ان پر پھرائے جائیں گے اور شیشے کے (نہایت شفاف) گلاس۔“ یعنی خدام ان کی خدمت میں کھانے کے ایسے برتن لے کر آئیں گے جو چاندی کے ہوں گے اور مشروبات پینے کے لیے صاف شفاف گلاس ہوں گے۔ فرمانِ الٰہی: ﴿ قَوَارِيْرَاۡ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ ﴾ میں پہلا ﴿ قَوَارِيْرَاۡ ﴿۱۵﴾ ﴾ کان کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور دوسرا بدل یا تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ اسے ﴿ قَوَارِيْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ ﴾ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، امام حسن بصری اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ وہ برتن چاندی کی طرح سفید اور شیشے کی طرح صاف شفاف ہوں گے۔[1] قواریر کہتے ہی ان برتنوں کو ہیں جو شیشے کے ہوں۔ یہ گلاس اگرچہ چاندی کے ہوں گے مگر اس قدر صاف شفاف کہ ان کے باہر سے بھی یہ دیکھا جا سکے گا کہ ان کے اندر کیا ہے اور دنیا میں ایسے برتنوں کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ ﴾ ”انھوں نے ان کو ٹھیک اندازے کے مطابق بنایا ہوگا۔“ یعنی وہ اس اندازے سے بنائے گئے ہوں گے جس سے پینے والے کو سیرابی حاصل ہو جائے، نہ اس اندازے سے کم اور نہ زیادہ بلکہ یہ ایک خاص اندازے کے مطابق بنائے گئے ہوں گے جس سے پینے والے کو مکمل سیرابی اور تسکین حاصل ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، ابوصالح، قتادہ، ابن ابزیٰ، عبداللہ بن عبید بن عمیر، قتادہ، شعبی اور ابن زید کا یہی قول ہے، نیز امام ابن جریر اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[2] یہ عزوشرف اور تکریم و تعظیم کی انتہا ہے کہ اہل جنت کے لیے یہ اہتمام کیا جائے گا۔

زنجبیل و سلسبیل کی شراب: فرمان الٰہی: ﴿ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ ﴾ ”اور وہاں انھیں ایسی شراب (بھی) پلائی جائے گی جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔“ یعنی ابرار و نیکوکار لوگوں کو ان گلاسوں میں ایسی شراب پلائی جائے گی جن میں کبھی تو کافور کی آمیزش ہوگی جو کہ ٹھنڈی تاثیر کی حامل ہے اور کبھی اسی میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی جس کی تاثیر گرم ہے تاکہ اعتدال رہے، یعنی ان کے لیے کبھی ایک کی آمیزش اور کبھی دوسری چیز کی آمیزش ہوگی لیکن مقربین بارگاہِ الٰہی دونوں قسم کی خالص شراب نوش جان کریں گے جیسا کہ امام قتادہ اور دیگر کئی ایک مفسرین نے فرمایا ہے۔[3] اس سے پہلے فرمایا ہے: ﴿ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ ﴾ (الدھر 6:76) اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ ﴾ یعنی زنجبیل جنت کا ایک چشمہ ہے جو سلسبیل کے نام سے موسوم ہے۔ عکرمہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ جنت کے ایک چشمے کا نام ہے۔[4] امام مجاہد فرماتے ہیں کہ چشمے کی روانی اور تیز رفتاری کی وجہ سے اسے سلسبیل کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔[5]

بکھرے موتیوں جیسے خدام: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ ﴾ ”اور ان کے پاس لڑکے آتے جاتے ہوں گے، جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے، جب آپ ان پر نگاہ ڈالیں گے تو انھیں بکھرے ہوئے موتی خیال کریں گے۔“ یعنی اہل جنت کے پاس خدمت کے لیے جنت کے لڑکے آتے

---

[1] تفسیر الطبری:269,268/29. [2] تفسیر الطبری:269/29 و تفسیر القرطبی:141/19. [3] تفسیر الطبری:270/29 وتفسیر القرطبی:141/19. [4] تفسیر الماوردی:171/6. [5] تفسیر الطبری:271/29، وتفسیر القرطبی:142/29.

جاتے رہیں گے جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے، یعنی ان کی عمر نہیں بڑھے گی اور جس نے یہ تفسیر کی ہے کہ ان کے کانوں میں بالیاں ہوں گی تو اس نے اسی مفہوم کو بیان کیا ہے کیونکہ بالیاں چھوٹے لڑکوں کے کانوں ہی میں مناسب لگتی ہیں، بڑے آدمیوں کے کانوں میں نہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴾ ''جب آپ ان پر نگاہ ڈالیں گے تو انھیں بکھرے ہوئے موتی خیال کریں گے۔'' یعنی جب آپ انھیں معزز اہل جنت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کثرت سے آتے جاتے دیکھیں گے اور پھر ان کے چہروں کی صباحت اور ان کے رنگوں، کپڑوں اور زیورات کے حسن و جمال کو دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ گویا وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ اس سے زیادہ خوبصورت اور کوئی تشبیہ نہیں ہوسکتی کیونکہ خوبصورت جگہ پر بکھرے ہوئے موتیوں سے بڑھ کر اور کوئی منظر حسین نہیں ہوسکتا۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِذَا رَاَيْتَ ﴾ یعنی جب آپ دیکھیں اے محمد (ﷺ!) ﴿ ثَمَّ ﴾ ''وہاں'' یعنی جنت، اس کی نعمتوں، وسعتوں، بلندیوں اور اس کے حیرت زدہ امور اور سرور کو دیکھیں تو ﴿ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ﴾ ''آپ کثرت سے نعمت اور عظیم (الشان) سلطنت دیکھیں گے۔'' یعنی وہاں اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان مملکت اور زبردست بادشاہت ہوگی۔

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم سے سب سے آخر میں نکالا جائے گا اور جنت میں جانے والا وہ سب سے آخری انسان ہوگا: [فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشْرَةَ أَمْثَالِهَا] ''تجھے جنت میں تمام دنیا سے دس گنا زیادہ جگہ ملے گی۔''[1] جب ادنیٰ درجے کے جنتی کو اللہ تعالیٰ عظیم الشان نعمت عطا فرمائے گا تو اس سے اندازہ فرمالیجیے کہ جن کا جنت میں مقام بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہوگا اور جو تقرب الٰہی کے بلند مقام پر فائز ہوں گے، انھیں اللہ تعالیٰ کن کن بے پایاں اور بے حد وحساب نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا؟

لباس اور زیورات: فرمان الٰہی ہے: ﴿ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ﴾ ''ان (کے بدنوں) پر دیبائے سبز اور اطلس کے کپڑے ہوں گے۔'' یعنی اہل جنت کا لباس ریشم ہوگا جو کہ سندس سے بنا ہوگا، یہ ریشم کی ایک بہت ہی اعلیٰ قسم ہے، یعنی قمیصیں اور جسم کے ساتھ لگنے والا لباس سندس سے بنا ہوگا جبکہ اوپر کا لباس استبرق سے بنا ہوگا، استبرق ایسے ریشم کو کہتے ہیں جس میں خوب چمک دمک ہو اور لباس کے بارے میں یہی معمول ہے کہ اوپر کا لباس چمکیلا اور سجیلا ہوتا ہے۔ ﴿ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ﴾ ''اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔'' یہ ابرار کی صفت ہے اور جہاں تک مقربین بارگاہِ الٰہی کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾ (الحج 23:22) ''انھیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی اور وہاں اُن کا لباس ریشمی ہوگا۔'' ریشم اور زیورات کی صورت میں ظاہری زینت ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴾ ''اور ان کا پروردگار انھیں نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔'' یعنی ان کے باطن کو حسد، کینہ، خیانت، ایذارسانی اور دیگر تمام گھٹیا اخلاق سے پاک صاف فرمادے گا

[1] صحيح البخاري، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حديث: 6571 وصحيح مسلم، الإيمان، باب آخر أهل النار خروجًا، حديث: 186.

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿23﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا

یقیناً ہم ہی نے آپ پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے﴿23﴾ چنانچہ آپ اپنے رب کے حکم کے لیے صبر کیجیے اور ان میں سے کسی

اَوْ كَفُوْرًا ﴿24﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿25﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا

گناہ گار یا ناشکرے کی اطاعت نہ کیجیے﴿24﴾ اور صبح و شام اپنے رب کے نام کا ذکر کیجیے﴿25﴾ اور کچھ (حصہ) رات میں اس کے لیے سجدے کیجیے

طَوِيْلًا ﴿26﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿27﴾ نَحْنُ

اور رات گئے تک اس کی تسبیح کیجیے﴿26﴾ بے شک یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور بھاری دن (قیامت) کو پس پشت ڈالتے ہیں﴿27﴾

خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿28﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ

ہم ہی نے انھیں تخلیق کیا اور ان کے جوڑ مضبوط کیے۔ اور جب ہم چاہیں بدل کر ان جیسے (اور لوگ) لے آئیں﴿28﴾ بے شک یہ ایک

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿29﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

نصیحت ہے، پھر جو چاہے اپنے رب کی طرف (پہنچانے والی) راہ اختیار کر لے﴿29﴾ اور تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ بے شک

كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿30﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ

اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے﴿30﴾ وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک

عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿31﴾

عذاب تیار کیا ہے﴿31﴾

جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اہل جنت، جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو وہاں وہ دو چشمے دیکھیں گے، گویا انھیں اس کا الہام ہوگا اور وہ جب ان میں سے ایک چشمے کا پانی پییں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں سے تکلیف دہ چیز کو دور فرما دے گا، پھر وہ دوسرے چشمے کے پانی سے غسل کریں گے تو ان پر راحت کی تازگی نمایاں ہو جائے گی۔[1] تو اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے ظاہری حال اور باطنی جمال کے بارے میں بتایا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿22﴾﴾ ''یقیناً یہ تمھارا صلہ ہے اور تمھاری کوشش (اللہ کے ہاں) مقبول ہوئی۔'' یعنی یہ ان سے ان کی عزت و تکریم کے پیش نظر اور بطور احسان فرمایا جائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝﴾ (الحآقة 69:24) ''جو (عمل) تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔'' اور فرمایا: ﴿وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (الأعراف 7:43) ''اور (اس روز) منادی کر دی جائے گی کہ تم ان اعمال کے صلے میں جو (دنیا میں) کرتے تھے اس بہشت کے مالک بنا دیے گئے ہو۔'' فرمان الٰہی ہے: ﴿وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿22﴾﴾ ''اور تمھاری کوشش (اللہ کے ہاں) مقبول ہوئی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھارے تھوڑے عمل کا تمھیں بہت زیادہ صلہ عطا فرما دیا ہے۔

---

[1] تفسیر القرطبی: 147/19.

تفسیر آیات:23-31

نزولِ قرآن کا ذکر اور صبر و ذکر کا حکم: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو یہ احسان یاد دلانے کے بعد کہ اس نے آپ پر قرآن عظیم کو نازل فرمایا ہے، حکم دے رہا ہے کہ ﴿ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ﴾ ''پس آپ اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق صبر کیجیے۔'' یعنی جیسے آپ کو یہ عزت بخشی کہ آپ پر قرآن نازل کیا ایسے ہی آپ بھی اس کی قضاوقدر پر صبر کریں اور جان لیں کہ وہ آپ کو بہترین تدبیر سے نوازے گا، لہٰذا ﴿ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴾ ''اور ان لوگوں میں سے کسی بدعمل اور ناشکرے کا کہا نہ مانیں۔'' یعنی کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیں جب وہ یہ ارادہ کریں کہ آپ کو اس قرآن سے روک دیں جسے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے بلکہ آپ اسے پہنچا دیں جسے آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اور اللہ پر توکل کریں، بے شک اللہ تعالیٰ ہی آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ آثم سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے افعال کے اعتبار سے فاجر و فاسق ہو اور کفور سے مراد وہ ہے جو دل سے کافر اور منکر ہو ﴿ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴾ ''اور آپ صبح وشام اپنے رب کا نام لیتے رہیں۔'' ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴾ ''اور کچھ (حصہ) رات میں اس کے آگے سجدے کریں اور رات گئے تک اس کی پاکی بیان کریں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 79:17) ''اور رات کے کچھ حصے میں بھی آپ اس (قرآن) کے ساتھ تہجد پڑھیں، (یہ) آپ کے لیے زائد ہے، امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ ﴾ (المزمل 73:1-4) ''اے چادر میں لپٹنے والے! رات کو تھوڑا سا قیام کریں، (یعنی) نصف رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔''

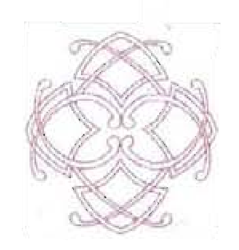
حب دنیا کی مذمت اور آخرت کی ترغیب: پھر اللہ تعالیٰ کافروں اور ان جیسے لوگوں کی تردید کرتے ہوئے، جو دنیا کی محبت میں مبتلا ہو کر اسی کے ہو کر رہ گئے ہیں اور جنھوں نے آخرت کو پس پشت ڈال کر دنیا ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے، فرما رہا ہے: ﴿ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴾ ''یہ لوگ دنیا کو پسند کرتے ہیں اور بھاری دن کو پس پشت چھوڑے دیتے ہیں۔'' یعنی قیامت کے دن کو، پھر فرمایا: ﴿ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ﴾ ''ہم نے انھیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ مضبوط بنائے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے، یعنی انھیں بھی پیدا کیا۔[1] ﴿ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں گے تو ان کے بدلے میں انھی کی طرح (اور لوگ) تبدیل کر کے لے آئیں۔'' یعنی جب ہم چاہیں گے قیامت کے دن انھیں بالکل بدل کر نئی پیدائش میں پیدا کر دیں گے، یہاں ابتدا کو اعادے کی دلیل بنایا ہے۔ ابن زید اور ابن جریر اس کے بارے میں فرماتے ہیں: یعنی ہم جب چاہیں ان کے بجائے دوسرے لوگ لا کر یہاں بسا دیں۔[2] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ

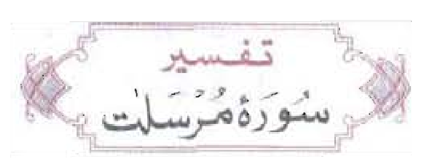
[1] تفسیر القرطبی:19/151 . [2] تفسیر الطبری:29/280,281 .

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا○ ﴾ (النسآء 133:4) ”اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور (تمھاری جگہ) دوسروں کو لے آئے اور اللہ اس بات پر خوب قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ○ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ○ ﴾ (إبراهيم 20,19:14) ”اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور (تمھاری جگہ) نئی مخلوق لے آئے اور اللہ کے لیے یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں۔“

قرآن بتوفیق الٰہی نصیحت وہدایت ہے: پھر فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ﴾ یعنی یہ سورت نصیحت ہے، ﴿ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿29﴾ ﴾ ”تو جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے کا) رستہ اختیار کرے۔“ یعنی جو چاہے قرآن کے ساتھ ہدایت اختیار کرلے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ مَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ (النسآء 39:4) ”اور اگر یہ لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے تو ان کا کیا نقصان ہوتا؟“ پھر فرمایا: ﴿ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ ﴾ ”اور تم کچھ بھی نہیں چاہتے مگر جو اللہ کو منظور ہو۔“ یعنی کسی شخص کو بھی اس بات کی قدرت نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ہدایت سے بہرہ ور کر سکے، اپنے آپ کو دائرہ ایمان میں داخل کر سکے یا اپنے آپ کو کوئی اور نفع پہنچا سکے۔ ﴿ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿30﴾ ﴾ ”مگر جو اللہ کو منظور ہو، بے شک اللہ خوب جاننے والا، نہایت حکمت والا ہے۔“ یعنی وہ جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے تو اس کے لیے وہ اسے آسان بنا دیتا ہے اور اس کے اسباب بھی فراہم فرما دیتا ہے، اسی طرح وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ضلالت کا مستحق کون ہے تو اسے وہ ہدایت سے دور کر دیتا ہے، کائنات میں اسی کی حکمت اور حجت کارفرما ہے اور اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿31﴾ ﴾ ”جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کے لیے اس نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ یعنی وہ جسے چاہے ہدایت دے، جسے چاہے گمراہ کر دے، جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

سورۂ انسان (دہر) کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.





یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۙ﴿1﴾ فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۙ﴿2﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ۙ﴿3﴾ فَالۡفٰرِقٰتِ

لگا تار بھیجی گئی ہواؤں کی قسم! (1) پھر تند و تیز چلتی طوفانی ہواؤں کی (2) اور (مینہ برسانے، بادل) پھیلانے والی ہواؤں کی قسم! (3) پھر انھیں پھاڑ کر جدا جدا کرنے

فَرۡقًا ۙ﴿4﴾ فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿5﴾ عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا ۙ﴿6﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ

والی ہواؤں کی (4) پھر ذکر اتارنے والے فرشتوں کی (قسم!) (5) عذر (ختم کرنے) یا ڈر سنانے کو (6) یقیناً تم سے جس (قیامت) کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ

لَوَاقِعٌ ؕ﴿7﴾ فَاِذَا النُّجُوۡمُ طُمِسَتۡ ۙ﴿8﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتۡ ۙ﴿9﴾ وَاِذَا الۡجِبَالُ

ضرور واقع ہو کر رہے گی (7) پھر جب ستارے بے نور کر دیے جائیں گے (8) اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے گا (9) اور جب پہاڑوں کی دھجیاں اڑا دی

نُسِفَتۡ ۙ﴿10﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ ؕ﴿11﴾ لِاَیِّ یَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ؕ﴿12﴾ لِیَوۡمِ الۡفَصۡلِ ﴿13﴾ۚ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ

جائیں گی (10) اور جب رسولوں کو مقرر وقت پر لایا جائے گا (11) (کہا جائے گا:) کس دن کے لیے انھیں مؤخر کیا گیا؟ (12) فیصلے کے دن کے لیے (13) اور آپ

مَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ ؕ﴿14﴾ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿15﴾

کیا سمجھے فیصلے کا دن کیا ہے؟ (14) اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے بربادی ہے (15)

اس سورت کا نزول اور مغرب میں اس کی قراءت: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منیٰ کی ایک غار میں تھے کہ آپ پر سورۂ ﴿ وَالۡمُرۡسَلٰتِ ﴾ نازل ہوئی، آپ اس سورت کی تلاوت فرما رہے تھے اور میں اسے آپ کے منہ سے حاصل کر رہا تھا۔ آپ کا منہ اس سورت کے ساتھ ابھی تر و تازہ تھا کہ ہم پر ایک سانپ نے حملہ کر دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: [اُقْتُلُوهَا] ''اسے قتل کر دو۔'' ہم جلدی سے اس کی طرف لپکے مگر وہ بھاگ گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: [وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا] ''وہ تمھارے شر سے بچایا گیا جس طرح تم اس کے شر سے بچائے گئے ہو۔''[1] اس حدیث کو امام مسلم نے بھی بطریق اعمش روایت کیا ہے۔[2] امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انھوں نے اپنی والدہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو نماز مغرب میں سورۂ مرسلات کی تلاوت کرتے ہوئے

(1) صحیح البخاری، جزاء الصید، باب مایقتل المحرم من الدواب، حدیث: 1830. (2) صحیح مسلم، السلام، باب قتل الحیاتِ وغیرھا، حدیث: 2234.

سنا۔[1] امام مالک رحمہ اللہ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت میں ہے کہ ام الفضل نے انھیں سورۂ ﴿ وَ الْمُرْسَلٰتِ ﴾ پڑھتے ہوئے سنا تو کہا: بیٹا تم نے یہ سورت پڑھ کر مجھے یاد دلا دیا کہ یہ وہ آخری سورت ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی، آپ نے اسے نماز مغرب میں تلاوت فرمایا تھا۔[2] امام بخاری و مسلم نے بھی اسے صحیحین میں امام مالک رحمہ اللہ ہی کے طریق سے روایت فرمایا ہے۔[3]

تفسیر آیات:1-15

وقوع آخرت پر مخلوق میں سے کئی اشیاء کی قسمیں: امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَ الْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ ﴾ سے مراد فرشتے ہیں۔[4] مسروق، ابوالضحیٰ، مجاہد (ایک روایت کے مطابق) سدی اور ربیع بن انس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[5] ابوصالح سے روایت ہے کہ اس سے مراد رسول ہیں۔[6] ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔[7] اسی طرح ابوصالح نے عاصفات، ناشرات، فارقات اور ملقیات کے بارے میں بھی کہا ہے کہ ان سے مراد فرشتے ہیں۔[8] امام سفیان ثوری نے سلمہ بن کہیل سے، انھوں نے مسلم بطین سے اور انھوں نے ابوالعُبَیْدَین سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ﴿ وَ الْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ ﴾ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہوا ہے۔[9] اسی طرح آپ نے عاصفات اور ناشرات کے بارے میں بھی فرمایا کہ ان سے مراد ہوا ہے۔[10] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[11] امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ﴿ وَ الْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ ﴾ کے بارے میں توقف فرمایا ہے کہ کیا اس سے مراد اوامر و نواہی دے کر بھیجے جانے والے یا گھوڑے کے ایک سم کے بعد دوسرا سم رکھنے کی طرح پے در پے بھیجے جانے والے فرشتے ہیں یا اس سے مراد مسلسل چلنے والی ہوائیں ہیں اور ﴿ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝ ﴾ کے بارے میں قطعی طور پر کہا ہے کہ اس سے مراد ہوائیں ہیں جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی اتباع کرنے والوں نے کہا ہے۔[12] اسی طرح انھوں نے ﴿ وَّ النّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝ ﴾ کے بارے میں توقف کیا ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں یا ہوا جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔[13] ابوصالح سے روایت ہے کہ ﴿ وَّ النّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝ ﴾ سے مراد بارش ہے۔[14] اور بظاہر یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ﴿ وَ الْمُرْسَلٰتِ ﴾ سے مراد ہوائیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ اَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ ﴾ (الحجر15:22) ''اور ہم نے بوجھل ہوائیں بھیجیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ

---

[1] مسند أحمد:338/6 . [2] الموطأ للإمام مالك، الصلاة، باب القراءة فی المغرب والعشاء26,25/1، حدیث:176.
[3] صحیح البخاری، الأذان، باب القراءة فی المغرب، حدیث :763 و صحیح مسلم، الصلاة، باب القراءة فی الصبح، حدیث :462 . [4] تفسیر ابن أبی حاتم:3392/10 . [5] تفسیر الطبری:284/29 و الدر المنثور:493,492/6. [6] تفسیر الطبری:284/29 . [7] تفسیر القرطبی:154/19 . [8] تفسیر الطبری:288,287/29 و تفسیر القرطبی:155,154/19.
[9] تفسیر الطبری:284/29 . [10] تفسیر ابن أبی حاتم:3392/10 و تفسیر الطبری:286,285/29. [11] تفسیر الطبری: 287-285/29. [12] تفسیر الطبری:285/29 . [13] تفسیر الطبری:287/29. [14] تفسیر الطبری:287/29.

الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ﴾ (الأعراف 57:7) ''اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (مینہ) سے پہلے ہواؤں کو خوش خبری دینے والیاں بنا کر بھیجتا ہے۔'' اسی طرح عاصفات سے مراد بھی ہوائیں ہیں۔ عَصَفَتِ الرِّیحُ کا محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب ہوا آواز کے ساتھ چلے۔ اسی طرح ﴿ النّٰشِرٰتِ ﴾ سے مراد بھی ہوائیں ہیں جو آسمان کے آفاق میں اس طرح بادل پھیلا دیتی ہیں جس طرح اللہ چاہتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝ فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا ۝ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝ ﴾ ''پھر انھیں پھاڑ کر جدا جدا کرنے والی (ہواؤں کی قسم!) پھر ان (فرشتوں) کی جو ذکر ڈالنے والے ہیں عذر (ختم کرنے) یا ڈرانے کے لیے۔'' سے مراد فرشتے ہیں۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسروق، مجاہد، قتادہ، ربیع بن انس، سدی اور سفیان ثوری کا قول ہے۔ [1] اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ کے حکم سے رسولوں پر نازل ہوتے ہیں اور حق و باطل، ہدایت و ضلالت اور حلال و حرام میں فرق کر دیتے ہیں، اور رسولوں کے پاس ایسی وحی پہنچاتے ہیں جس سے مخلوق کے عذروں کو بھی رفع کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ مخلوق اللہ کے حکم کی مخالفت کرے تو اسے اللہ کے عذاب سے ڈرایا بھی جاتا ہے۔ اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝ ﴾ ''یقیناً جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو (وہ) ضرور واقع ہونے والی ہے۔'' یہ وہ چیز ہے جس پر یہ قسمیں کھائی گئی ہیں، یعنی لوگو! تم سے جو یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ قیامت قائم ہوگی، صور میں پھونکا جائے گا، جسموں کو دوبارہ اٹھایا جائے گا، اگلے پچھلے تمام انسانوں کو ایک ہی میدان میں جمع کیا جائے گا اور پھر ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق جزا دی جائے گی کہ اگر اس نے اچھا عمل کیا ہوگا تو اچھی جزا ملے گی اور اگر برا عمل کیا ہوگا تو بری سزا ملے گی اور یہ تمام امور بلاشک وشبہ یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے والے ہیں۔

قیامت کے دن کی بعض اہم تبدیلیاں: بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ ﴾ ''چنانچہ جب تارے مٹا دیے (بے نور کر دیے) جائیں گے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ ﴾ (التکویر 2:81) ''اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ ﴾ (الانفطار 2:82) ''اور جب تارے بکھر جائیں گے۔'' پھر فرمایا: ﴿ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ ﴾ ''اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے گا۔'' یعنی آسمان پھٹ جائے گا، اس کے کنارے ٹوٹ جائیں گے اور اس کے کونے کمزور پڑ جائیں گے، ﴿ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ ﴾ ''اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں گے۔'' یعنی پہاڑ ختم ہو جائیں گے اور ان کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا ۝ ﴾ (طٰہٰ 105:20) ''اور تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دیجیے: میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝ ﴾ (الکہف 47:18) ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف میدان دیکھیں گے اور ان (لوگوں)

[1] تفسیر الطبری: 289,288/29 و تفسیر القرطبی: 155/19.

اَلَمۡ نُهۡلِكِ الۡاَوَّلِيۡنَ ⑯ ثُمَّ نُتۡبِعُهُمُ الۡاٰخِرِيۡنَ ⑰ كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِيۡنَ ⑱

کیا ہم پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر چکے؟⑯ پھر ہم پچھلوں کو ان کے پیچھے لگائیں گے ⑰ ہم مجرموں سے یہی کچھ کرتے ہیں⑱

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ⑲ اَلَمۡ نَخۡلُقكُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ⑳ فَجَعَلۡنٰهُ فِىۡ قَرَارٍ

اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے تباہی ہے⑲ کیا ہم نے تمھیں حقیر پانی (منی) سے تخلیق نہیں کیا؟⑳ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ

مَّكِيۡنٍ ㉑ اِلٰى قَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ㉒ فَقَدَرۡنَا ۖ فَنِعۡمَ الۡقٰدِرُوۡنَ ㉓ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ

جگہ رکھا㉑ ایک مقررہ اندازے (مدت) تک㉒ پھر ہم نے اندازہ لگایا تو (ہم) کیا خوب اندازہ لگانے والے ہیں㉓ اس دن تکذیب

لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ㉔ اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ كِفَاتًا ㉕ اَحۡيَآءً وَّاَمۡوَاتًا ㉖ وَّجَعَلۡنَا فِيۡهَا

کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے㉔ کیا ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی㉕ زندوں کو اور مردوں کو؟㉖ اور ہم نے اس میں

رَوَاسِىَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسۡقَيۡنٰكُمۡ مَّآءً فُرَاتًا ㉗ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ㉘

مضبوط (جمے ہوئے) اونچے پہاڑ بنائے اور تمھیں میٹھا پانی پلایا㉗ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے تباہی ہے㉘

کو ہم جمع کریں گے تو ان میں سے کسی کو بھی (پیچھے) نہیں چھوڑیں گے۔''

فرمان الٰہی: ﴿ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ ⑪ ﴾ ''اور جب رسول اکٹھے کیے جائیں گے۔'' کے بارے میں عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب رسول جمع کیے جائیں گے۔[1] ابن زید فرماتے ہیں کہ یہ آیت، حسب ذیل آیت کی طرح ہے: ﴿ يَوۡمَ يَجۡمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ ﴾ (المآئدة 5:109) ''جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا۔''[2] مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ اُقِّتَتۡ ⑪ ﴾ کے معنی ہیں جب پیغمبر وقت فراہم کیے جائیں گے۔[3] امام ثوری نے منصور سے اور انھوں نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ جب پیغمبر وعدہ دیے جائیں گے۔[4] انھوں نے اسے درج ذیل آیت کی طرح قرار دیا ہے: ﴿ وَاَشۡرَقَتِ الۡاَرۡضُ بِنُوۡرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ وَجِآىْءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡحَقِّ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ○ ﴾ (الزمر 39:69) ''اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھے گی اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور (دیگر) گواہ لائے جائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لِاَىِّ يَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ⑫ لِيَوۡمِ الۡفَصۡلِ ⑬ وَمَاۤ اَدۡرٰكَ مَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ ⑭ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ⑮ ﴾ ''(کہا جائے گا:) کس دن کے لیے انھیں مؤخر کیا گیا؟ فیصلے کے دن کے لیے۔ اور آپ کو کس چیز نے بتایا ہے کہ فیصلے کا دن کیا ہے! اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے بربادی ہے۔'' یعنی پیغمبروں کے لیے کس دن کا تعین کیا گیا اور ان کے معاملے کو مؤخر کیا گیا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ مُخۡلِفَ وَعۡدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ○ يَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَيۡرَ الۡاَرۡضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوۡا لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ ○ ﴾ (إبرٰهيم 14:47، 48) ''آپ ایسا خیال نہ کریں کہ اللہ نے اپنے پیغمبروں سے جو وعدہ کیا ہے اس کے خلاف کرے گا۔ بے شک

① تفسير الطبري :289/29. ② تفسير الطبري :290/29. ③ تفسير الطبري :290/29. ④ تفسير الطبري :290/29.

اللہ نہایت زبردست (اور) خوب بدلہ لینے والا ہے۔ جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیے جائیں گے) اور سب لوگ اللہ یگانہ ونہایت زبردست کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے۔'' تو وہی فیصلے کا دن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ﴾ ''فیصلے کے دن کے لیے۔'' پھر اس دن کی عظمت شان کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴾ ''اور آپ کو کس چیز نے معلوم کروایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے، اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔'' یعنی کل ان کے لیے اللہ کے عذاب کی وجہ سے ہلاکت ہوگی۔

تفسیر آیات:16-28

قدرت کے کرشموں میں عبرت کے نمایاں پہلو: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ ﴾ ''کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر ڈالا۔'' یعنی پیغمبروں کی تکذیب اور ان کے پیش کردہ دین وشریعت کی مخالفت کرنے والوں کو، ﴿ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ ﴾ ''پھر ہم ان کے پچھلوں کو بھی ان کے پیچھے لگائیں گے۔'' یعنی جو ان جیسے ہیں، ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ کریں گے، اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴾ ''ہم گناہ گاروں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں، اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔'' یہ امام ابن جریر کا قول ہے۔[1] پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر احسان کرتے ہوئے اور بدء خلق سے اس کے اعادے پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ﴾ ''کیا ہم نے تمھیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟'' یعنی جو باری تعالیٰ کی قدرت کی نسبت سے بہت ہی ضعیف اور حقیر ہے جیسا کہ حدیث بُسر بن جحاش میں ہے: [اِبْنَ آدَمَ! أَنّٰی تُعْجِزُنِی وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ مِّثْلِ هٰذِهٖ؟] ''ابن آدم! تو مجھے کس طرح عاجز کر سکتا ہے، حالانکہ میں نے تو تجھے اس طرح کی چیز سے پیدا کیا ہے؟''[2]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴾ ''پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔'' یعنی اسے رحم میں جمع کر دیا اور اس سے مراد مرد اور عورت کے پانی کا (وہاں) ٹھہرنا ہے اور اس مقصد کی خاطر رحم کو تیار کیا گیا ہے جو اس پانی کی حفاظت کرتا ہے جسے اس میں رکھا گیا ہو۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ ''ایک معین اندازے تک۔'' یعنی چھ یا نو ماہ کی ایک معین مدت تک، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴾ ''پھر ہم نے اندازہ لگایا اور ہم کیا ہی خوب اندازہ لگانے والے ہیں، اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔'' اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْیَآءً وَّ اَمْوَاتًا ﴾ ''کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا (یعنی) زندوں اور مردوں کو۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ كِفَاتًا ﴾ کے معنی ہیں چھپانے والی۔[3] امام مجاہد فرماتے ہیں کہ زمین میت کو اس طرح چھپا لیتی ہے کہ کچھ بھی نظر نہیں آتا۔[4] امام شعبی فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ زمین کا باطن تمھارے مُردوں اور ظاہر تمھارے زندوں کے لیے ہے۔[5] امام مجاہد اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[6] ﴿ وَّ جَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ ﴾ ''اور ہم

[1] تفسیر الطبری: 291/29. [2] مسند أحمد: 210/4. [3] تفسیر الطبری: 293/29. [4] الدر المنثور: 494/6.
[5] تفسیر الطبری: 294/29. [6] تفسیر الطبری: 294/29.

اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿29﴾ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿30﴾

(کہا جائے گا:) چلو اس (عذاب) کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے ﴿29﴾ چلو تین شاخوں والے سائے (دھوئیں) کی طرف ﴿30﴾

لَّا ظَلِیْلٍ وَّلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿31﴾ اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿32﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ

نہ ٹھنڈک پہنچانے والا اور نہ شعلوں سے بچاؤ کرے ﴿31﴾ بے شک جہنم (آگ کے اتنے بڑے) شرارے پھینکے گا جیسے محل ﴿32﴾ گویا وہ زرد

صُفْرٌ ﴿33﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿34﴾ هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ﴿35﴾ وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ

اونٹ ہوں ﴿33﴾ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بربادی ہے ﴿34﴾ یہ (وہ) دن ہے کہ (لوگ) بول نہیں سکیں گے ﴿35﴾ اور نہ انھیں اذن ملے گا

فَیَعْتَذِرُوْنَ ﴿36﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿37﴾ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِیْنَ ﴿38﴾

کہ وہ معذرت کر سکیں ﴿36﴾ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے تباہی ہے ﴿37﴾ یہ فیصلے کا دن ہے، ہم تمھیں اور پہلوں کو جمع کریں گے ﴿38﴾

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَیْدٌ فَكِیْدُوْنِ ﴿39﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿40﴾

ع 1 40 21

پھر اگر تمھارے پاس کوئی چال ہے تو میرے خلاف چلو ﴿39﴾ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے ﴿40﴾

نے اس میں مضبوط اور اونچے پہاڑ بنا (کر رکھ) دیے۔" تاکہ زمین نہ ہلے اور نہ ڈگمگائے، ﴿ وَّ اَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿27﴾ ﴾ "اور ہم نے تمھیں میٹھا پانی پلایا۔" یعنی بادلوں سے یا زمین کے چشموں سے ہم نے تمھیں آبِ زُلال پلایا۔ ﴿ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿28﴾ ﴾ "اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔" یعنی بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جو ان مخلوقات پر جو اپنے خالق کی عظمت پر دلالت کر رہی ہیں، غور کرنے کے باوجود تکذیب اور کفر کی روش اختیار کریں۔

تفسیر آیات:29-40

مجرموں کو جہنم رسید کرنا: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ آخرت، جزا و سزا اور جنت و جہنم کی تکذیب کرنے والے کافروں سے قیامت کے دن کہا جائے گا: ﴿ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿29﴾ ﴾ "جس چیز کو تم جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کی طرف چلو۔" ﴿ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿30﴾ ﴾ "(یعنی) اس سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں۔" یعنی جہنم کی آگ کے شعلے جب بلند ہوں گے اور اس کے ساتھ دھواں بھی اٹھے گا تو شدت و قوت کی وجہ سے اس کی تین شاخیں ہو جائیں گی، ﴿ لَّا ظَلِیْلٍ وَّلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿31﴾ ﴾ "نہ ٹھنڈی چھاؤں والا اور نہ شعلوں (کی تپش) سے کوئی فائدہ دے گا۔" یعنی جہنم کی آگ کے شعلوں سے اٹھنے والا دھواں حقیقت میں سایہ نہیں ہوگا اور نہ آتشِ جہنم ہی سے وہ بچا سکے گا۔ ﴿ اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿32﴾ ﴾ "بلاشبہ وہ (جہنم اتنی بڑی) چنگاریاں پھینکے گا جیسے محل (ہیں۔)" یعنی اس کے شعلوں سے محلوں جتنی بڑی بڑی چنگاریاں اڑیں گی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قلعوں کی طرح بڑی بڑی۔ [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور قتادہ نے اور مالک نے زید بن اسلم سے اور دیگر ائمہ نے بھی روایت کیا ہے کہ درخت کے تنوں کی طرح بڑی بڑی چنگاریاں ہوں گی۔ [2] ﴿ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿33﴾ ﴾ "گویا وہ (چنگاریاں سیاہی مائل) زرد اونٹ ہیں۔" یعنی وہ سیاہ اونٹوں کی طرح ہوں

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3393/10. ② تفسیر الطبري: 297/29 و تفسیر القرطبي: 164,163/19.

گی۔ یہ مجاہد، حسن، قتادہ اور ضحاک کا قول ہے اور امام ابن جریر طبری نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے[1] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ اس سے مراد کشتیوں کے رسے ہیں۔[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم تین ہاتھ کی یا اس سے بھی بڑی لکڑی لیتے اور اسے مکان بنانے کے لیے استعمال کرتے اور اسے قصر کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ ﴿ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴾ ''گویا کہ وہ (چنگاریاں سیاہی مائل) زرد اونٹ ہیں۔'' کشتیوں کی رسیوں کو جمع کیا جاتا ہے تو وہ اوسط مردوں کی جسامت جتنی ہو جاتی ہیں۔[3] ﴿ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔''

مجرموں کی روز قیامت عاجزی و درماندگی: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴾ ''یہ وہ دن ہے کہ (لوگ) بول نہیں سکیں گے۔'' یعنی کلام نہیں کر سکیں گے ﴿ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴾ ''اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر (پیش) کریں۔'' یعنی نہ وہ کلام کرنے کی قدرت رکھتے ہوں گے اور نہ انھیں اس کی اجازت ہی دی جائے گی کہ وہ کوئی عذر پیش کر سکیں بلکہ ان پر حجت قائم ہو چکی ہوگی، ان کے ظلم کی وجہ سے بات ان کے خلاف پکی ہو چکی ہوگی۔ وہ کوئی بات نہیں کریں گے۔

میدانِ حشر میں مختلف حالات ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان میں سے کبھی ایک حالت کے بارے میں بیان فرما دیتا ہے اور کبھی دوسری حالت کے بارے میں تاکہ معلوم ہو کہ اس دن کی ہولناکیاں کس قدر شدید ہوں گی، یہی وجہ ہے کہ اس سلسلۂ کلام میں ہر فصل کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴾ ''یہی فیصلے کا دن ہے (جس میں) ہم نے تمھیں اور پہلے لوگوں کو جمع کیا ہے، اگر تمھیں کوئی چال آتی ہے تو میرے خلاف چلو۔'' یہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خطاب فرمائے گا کہ اس نے اپنی قدرت کے ساتھ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کر دیا ہے کہ پکارنے والا انھیں آواز سنا رہا ہے اور آنکھ انھیں دیکھ سکتی ہے۔ اگر تمھیں کوئی چال آتی ہے تو میرے خلاف چلو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ ہے کہ اگر تم اپنے آپ کو میرے قبضے سے چھڑا سکتے ہو اور میرے حکم سے بچ سکتے ہو تو زور لگا دیکھو مگر تم ایسا نہیں کر سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾ (الرحمٰن 55:33) ''اے گروہ جن وانس! اگر تمھیں قدرت ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ اور زور کے سوا تو تم نکل سکتے ہی نہیں (اور وہ زور تم میں کہاں!)'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ ﴾ (ھود 11:57) ''اور تم اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتے۔'' اور حدیث میں ہے: [يَا عِبَادِي! إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي، وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي] ''اے میرے بندو! تم میرے نقصان تک نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان

---

[1] تفسير الطبري: 300,299/29. [2] تفسير الطبري: 300,299/29. [3] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴾ (المرسلت 77:33)، حديث: 4933.

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿41﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿42﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا

بے شک متقی لوگ چھاؤں میں اور بہتے چشموں میں ہوں گے ﴿41﴾ اور (لذیذ) میووں میں جس قسم کے وہ چاہیں گے ﴿42﴾ (کہا جائے گا:) مزے سے کھاؤ

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿43﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿44﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿45﴾

اور پیو، اس کے بدلے میں جو تم عمل کرتے رہے ﴿43﴾ بے شک ہم نیکوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ﴿44﴾ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بربادی ہے ﴿45﴾

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿46﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿47﴾ وَاِذَا

(اے جھٹلانے والو!) تم (دنیا میں) تھوڑا سا کھاؤ اور فائدہ اٹھاؤ، بے شک تم مجرم ہو ﴿46﴾ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بربادی ہے ﴿47﴾ اور جب

قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿48﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿49﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ

ان سے کہا جائے (اللہ کے آگے) رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے ﴿48﴾ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے بربادی ہے ﴿49﴾ پھر اس (قرآن)

بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿50﴾ ع

2 ع 10 22

کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ﴿50﴾

پہنچا سکو اور نہ تم میرے نفع ہی تک پہنچ سکتے ہو کہ مجھے نفع پہنچا سکو۔"[1]

تفسیر آیات: 41-50

پرہیزگاروں کا انجام: اللہ تعالیٰ اپنے ان پرہیزگار بندوں کے بارے میں مطلع فرما رہا ہے کہ جنھوں نے اس کی عبادت کی، واجبات کو ادا کیا اور محرمات سے اجتناب کیا تو وہ قیامت کے دن باغات اور چشموں میں ہوں گے جبکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے بدبخت سخت سیاہ اور بدبودار دھویں میں ہوں گے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿42﴾﴾ "اور (لذیذ) میووں میں جس قسم کے وہ چاہیں گے۔" یعنی پرہیزگاروں کو ان کی طلب اور حسبِ خواہش تمام انواع واقسام کے پھل بھی ملیں گے ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿43﴾﴾ "جو عمل تم کرتے رہے تھے، اس کے بدلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔" یعنی یہ اللہ تعالیٰ ان سے بطور احسان فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک نئی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿44﴾﴾ "بلاشبہ ہم نیکوکاروں کو ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔" جبکہ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿45﴾﴾ "اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔"

منکرین قیامت کو سرزنش: فرمان الٰہی ہے: ﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿46﴾﴾ "تم کھالو اور تھوڑا سا فائدہ اٹھالو، بے شک تم گناہ گار ہو۔" یہ قیامت کے دن کو جھٹلانے والوں سے خطاب ہے اور یہ کھانے اور فائدہ اٹھانے کا حکم تہدید و وعید کے طور پر ہے کہ بہت ہی معمولی اور تھوڑی سی مدت کے لیے تم فائدہ اٹھالو، پھر تمھیں اس آتشِ جہنم کے سپرد کیا جائے گا جس کا قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝﴾ (لقمٰن 31:24)

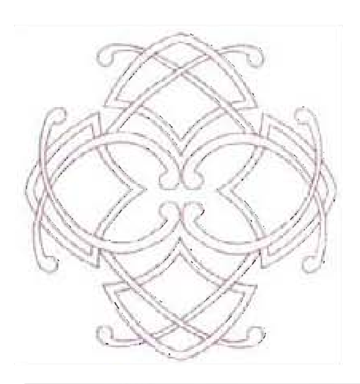
[1] صحيح مسلم، البر والصلة......، باب تحريم الظلم، حديث: 2577 عن أبي ذر رضي الله عنه.

''ہم انھیں تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے، پھر عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ؕ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ۝ ﴾ (یونس 70,69:10) ''بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔ (ان کے لیے) جو فائدے ہیں دنیا میں (ہیں) پھر انھیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، اس وقت ہم انھیں شدید عذاب (کے مزے) چکھائیں گے کیونکہ کفر (کی باتیں) کیا کرتے تھے۔''

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا یَرْكَعُوْنَ ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکو تو جھکتے نہیں۔'' یعنی جب ان جاہل کافروں کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ نمازیوں کے ساتھ مل کر باجماعت نماز ادا کرو تو وہ اس حکم کو مانتے نہیں بلکہ تکبر کا اظہار کرتے ہوئے اسے تسلیم کرنے سے انکار کردیتے ہیں، اسی لیے فرمایا کہ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بربادی ہے اور پھر آخر میں فرمایا: ﴿ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''پھر اس (قرآن) کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟'' یعنی اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو پھر اور کون سا کلام ہے جس پر وہ ایمان لائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ (الجاثیة 6:45) ''تو وہ اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے؟''

سورۂ مرسلٰت کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ، وَبِهِ التَّوْفِیقُ وَالْعِصْمَةُ.





یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ① عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ② الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ③ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ④

وہ باہم کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں؟① اس عظیم خبر کے بارے میں② جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں③ ہرگز نہیں! جلد ہی وہ جان لیں گے④

ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ⑤ اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِہٰدًا ⑥ وَّ الۡجِبَالَ اَوۡتَادًا ⑦ وَّ خَلَقۡنٰکُمۡ اَزۡوَاجًا ⑧

پھر ہرگز نہیں! جلد ہی وہ جان لیں گے⑤ کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟⑥ اور پہاڑوں کو میخیں (نہیں بنایا؟)⑦ اور ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا پیدا کیا⑧

وَّ جَعَلۡنَا نَوۡمَکُمۡ سُبَاتًا ⑨ وَّ جَعَلۡنَا الَّیۡلَ لِبَاسًا ⑩ وَّ جَعَلۡنَا النَّہَارَ مَعَاشًا ⑪ وَّ بَنَیۡنَا

اور ہم نے تمھاری نیند کو آرام (کا ذریعہ) بنایا⑨ اور ہم نے رات کو (تمھارے لیے) لباس بنایا⑩ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا⑪ اور ہم نے

فَوۡقَکُمۡ سَبۡعًا شِدَادًا ⑫ وَّ جَعَلۡنَا سِرَاجًا وَّہَّاجًا ⑬ وَّ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡمُعۡصِرٰتِ مَآءً

تمھارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے⑫ اور ہم نے ایک روشن چراغ (سورج) بنایا⑬ اور ہم نے بھرے بادلوں سے خوب برسنے والا پانی نازل

ثَجَّاجًا ⑭ لِّنُخۡرِجَ بِہٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ⑮ وَّ جَنّٰتٍ اَلۡفَافًا ⑯

کیا⑭ تاکہ ہم اس کے ذریعے سے اناج اور سبزہ نکالیں⑮ اور گھنے باغات (اگائیں)⑯

تفسیر آیات:1-16

مشرکین کے انکارِ قیامت کی تردید: مشرکین قیامت کے وقوع پذیر ہونے کے انکار کی وجہ سے اس کے بارے میں جو سوال کرتے رہتے تھے، اللہ تعالیٰ اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ① عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ② ﴾ یعنی یہ کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں؟ قیامت کے بارے میں جو ایک بہت بڑی خبر ہے، یعنی بہت ہولناک اور خوفناک اطلاع ہے۔ ﴿ الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ③ ﴾ ''جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔'' یعنی اس کے بارے میں دو طرح کے لوگ ہیں، کچھ اسے ماننے والے اور کچھ اس کا انکار کرنے والے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے منکرین قیامت کو ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا: ﴿ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ④ ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ⑤ ﴾ ''ہرگز نہیں! عنقریب وہ جان لیں گے، پھر ہرگز نہیں! عنقریب وہ جان لیں گے۔'' یہ بہت بڑی سرزنش ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرتیں موت کے بعد زندگی کی دلیل ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عظیم الشان قدرت کو بیان کرنا

شروع فرمایا جس کے ذریعے سے وہ عجیب وغریب امور کی تدبیر کرتا ہے اور مختلف اشیاء پیدا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت کاملہ اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ وہ قیامت قائم کرنے پر بھی قادر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴾ ”کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟“ یعنی زمین کو مخلوقات کے لیے بچھا دیا ہے، اسے ان کے تابع کر دیا اور ان کے لیے مسکن اور جائے قرار بنا دیا ہے ﴿ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ﴾ ”اور پہاڑوں کو میخیں (نہیں بنایا؟)“ یعنی پہاڑوں کو زمین کے لیے میخیں بنا کر زمین میں گاڑ دیا اور ان کے ذریعے سے زمین کو مضبوط کر دیا، اسے ثبات وقرار بخشا جس کی وجہ سے وہ ساکن ہو گئی ہے اور اپنے اوپر رہنے والوں کو حرکت نہیں دیتی۔ پھر فرمایا: ﴿ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ﴾ ”اور ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔“ یعنی مرد اور عورت کا جوڑا بنایا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتا ہے، پھر اس سے افزائش نسل کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ﴾ (الروم 30:21) ”اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو اور اس نے تمھارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔“ اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ﴾ ”اور ہم نے تمھاری نیند کو (موجب) آرام بنایا۔“ یعنی نیند سے تمھاری حرکات کو روک دیا تاکہ دن میں معیشت کے لیے دوڑ دھوپ کرنے اور کثرت سے چلنے پھرنے کی وجہ سے لاحق ہونے والی تھکاوٹ دور ہو کر راحت حاصل ہو جائے۔ قبل ازیں سورۂ فرقان میں بھی اس مفہوم کی ایک آیت گزر چکی ہے۔[1]

﴿ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ﴾ ”اور ہم نے رات کو پردہ بنایا۔“ یعنی رات کی تاریکی اور سیاہی لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۙ﴾ (الشمس 91:4) ”اور رات کی قسم! جب وہ اس (سورج) کو ڈھانپ لیتی ہے۔“ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ رات کو ہم نے تمھارے آرام وسکون کے لیے بنایا ہے۔[2] ﴿ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۠﴾ ”اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔“ یعنی دن کو چمکدار اور روشن بنا دیا تاکہ لوگ اس میں تصرف کر سکیں، ادھر ادھر آ جا سکیں، روزی کما سکیں، تجارت کر سکیں اور دیگر تمام امور بجا لا سکیں۔ ﴿ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ﴾ ”اور ہم نے تمھارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے۔“ یعنی یہ سات آسمان جو بے حد وحساب وسیع و عریض، بلند، مضبوط ومستحکم اور ستاروں اور سیاروں کے ساتھ مزین ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۙ﴾ ”اور ہم نے ایک روشن چراغ (سورج) بنایا۔“ یعنی یہ آفتاب جو ساری دنیا پر چمک رہا ہے اور تمام اہل زمین کے لیے کرن کرن اجالا کر رہا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۙ﴾ ”اور ہم نے بھرے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا۔“ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ الْمُعْصِرٰتِ ﴾ سے مراد بادل ہیں۔[3] عکرمہ، ابو العالیہ، ضحاک، حسن، ربیع بن انس اور سفیان ثوری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور امام ابن جریر

[1] دیکھیے الفرقان 25:47. [2] تفسیر الطبری: 6/30. [3] تفسیر الطبری: 8/30.

نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[1] فراء کہتے ہیں کہ ﴿ الْمُعْصِرٰتِ ﴾ سے مراد وہ بادل ہیں جو بارش سے بھرے ہوں مگر ابھی تک برسے نہ ہوں جیسا کہ اِمْرَأَةٌ مُّعْصِرٌ اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کے حیض کا وقت قریب آ گیا ہو مگر ابھی تک حیض شروع نہ ہوا ہو۔[2] یہ آیت اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ﴾ (الروم 48:30) ”اللہ ہی تو ہے جو ہوائیں چلاتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں، پھر اللہ اسے جس طرح چاہتا ہے، آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر سے بارش نکلتی ہے۔“ یعنی اس کے درمیان سے۔

مجاہد، قتادہ اور ربیع بن انس نے اللہ جل جلالہ کے فرمان: ﴿ مَآءً ثَجَّاجًا ﴾ کے معنی موسلا دھار کے بیان کیے ہیں۔[3] امام ثوری نے اس کے معنی متواتر کے بیان کیے ہیں[4] اور ابن زید نے اس کے معنی کثیر کے بیان کیے ہیں۔[5] حدیث مستحاضہ میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس خاتون (حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا) سے فرمایا: [أَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ] ”میں تمھارے لیے روئی کا استعمال تجویز کرتا ہوں۔“ یعنی یہ کہ تم روئی کا پھاہا رکھ لیا کرو تو انھوں نے عرض کی: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ، إِنَّمَا أَثُجُّ ثَجًّا ”(یا رسول اللہ!) خون بہت زیادہ ہے، میں تو ہر وقت بڑی کثرت سے خون بہاتی رہتی ہوں۔“[6] یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مسلسل اور کثرت سے بہنے کے لیے ثَجّ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ۙ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴾ ”تاکہ ہم اس کے ذریعے سے اناج اور سبزہ نکالیں اور گھنے باغات (اگائیں۔)“ یعنی تاکہ ہم اس کثیر، پاکیزہ، نفع بخش اور بابرکت پانی سے اناج پیدا کریں جسے انسانوں اور حیوانوں کے لیے ذخیرہ کر لیا جاتا ہے اور سبزیاں جنھیں تازہ حالت ہی میں کھایا جاتا ہے۔ اور باغات جن میں مختلف انواع واقسام کے مختلف رنگوں، مختلف ذائقوں اور مختلف خوشبوؤں کے پھل ہوتے ہیں، خواہ یہ باغات ایک ہی قطعہ زمین میں کیوں نہ واقع ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ ﴿ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴾ کے معنی ہیں گھنے باغات۔[7] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ○ ﴾ (الرعد 4:13) ”اور زمین میں کئی طرح کے ٹکڑے ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگوروں کے باغ اور کھیتیاں اور کھجور کے درخت کئی تنوں والے اور ایک تنے والے جنھیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔ اور ہم ان میں سے بعض کو بعض پر پھل میں فوقیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔“

---

[1] تفسیر الطبری: 8/30 و تفسیر القرطبی: 172/19 و الدر المنثور: 500/6. [2] تفسیر البغوی: 200/5. [3] تفسیر الطبری: 9/30. [4] تفسیر الطبری: 9/30. [5] فتح القدیر: 440/5. [6] سنن أبی داود، الطهارة، باب إذا أقبلت الحیضة تدع الصلاة، حدیث: 287 و سنن ابن ماجه، الطهارة و سننها، باب ماجاء فی البكر إذا ابتدئت......، حدیث: 627 عن حَمْنَة بنت جَحْش رضی اللہ عنہا. [7] تفسیر الطبری: 10/30 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3394/10.

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ⑰ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ⑱ وَّفُتِحَتِ

بے شک فیصلے کا دن ایک مقررہ وقت ہے ⑰ جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم گروہ در گروہ چلے آ ؤ گے ⑱ اور آسمان کھول دیا جائے

السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ⑲ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ⑳ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ

گا تو (اس میں) دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے ⑲ اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب (ریت) کی طرح ہو جائیں

مِرْصَادًا ㉑ لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ㉒ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ㉓ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا

گے ⑳ بے شک دوزخ تاک میں ہے ㉑ سرکشوں کا ٹھکانا ہے ㉒ وہ اس میں مدتوں پڑے رہیں گے ㉓ وہ اس میں کسی ٹھنڈک کا مزہ

شَرَابًا ㉔ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ㉕ جَزَآءً وِّفَاقًا ㉖ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ㉗

چکھیں گے نہ کسی مشروب کا ㉔ (ہاں) مگر کھولتا پانی اور بہتی پیپ ㉕ (یہ ہے) بدلہ پورا ㉖ انھیں تو حساب کی امید ہی نہ تھی ㉗

وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ㉘ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ㉙ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ

اور انھوں نے ہماری آیات کو بے دریغ جھٹلایا ㉘ اور ہم نے ہر چیز کو ایک کتاب میں گن رکھا ہے ㉙ لہٰذا اب تم (اپنے کیے کا مزہ) چکھو، ہم تمھارا

اِلَّا عَذَابًا ㉚

عذاب بڑھاتے ہی رہیں گے ㉚

ع 1/30/1

تفسیر آیات: 17-30

﴿ يَوْمَ الْفَصْلِ ﴾ کی تفسیر: اللہ تعالیٰ یوم الفصل، یعنی قیامت کے دن کے بارے میں فرما رہا ہے کہ اس کا وقت مقرر اور معین ہے، اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی لیکن اس کے اس معین وقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴾ (ھود 104:11) ''اور ہم اس میں صرف ایک مقرر وقت تک ہی تاخیر کر رہے ہیں۔'' ﴿ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ⑱ ﴾ ''جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تم گروہ در گروہ چلے آؤ گے۔'' امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ اَفْوَاجًا ⑱ ﴾ کے معنی ہیں کہ تم گروہ گروہ بن کر آؤ گے۔[1] امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر امت اپنے اپنے رسول کے ساتھ آئے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 71:17) ''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے۔''[2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ﴿ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ⑱ ﴾ کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ] ''دونوں نفخوں کا درمیانی فاصلہ چالیس ہوگا۔'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں نے پوچھا: چالیس دن؟ انھوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا۔ شاگردوں نے پوچھا: چالیس ماہ؟ انھوں نے کہا: مجھے خبر نہیں۔ شاگردوں نے پوچھا: چالیس سال؟ انھوں نے کہا: میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ثُمَّ يُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ، لَيْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلٰى، إِلَّا

① تفسیر الطبری: 12/30. ② تفسیر الطبری: 12/30.

عَظْمًا وَّاحِدًا، وَّهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ، وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح فصل اگتی ہے، انسان کی ریڑھ کی ہڈی کی دمچی کے سوا ہر چیز بوسیدہ ہوجائے گی، اسی سے قیامت کے دن مخلوق کو (دوبارہ) جوڑا جائے گا۔''[1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴾ ''اور آسمان کھولا جائے گا تو (اس میں) دروازے ہی دروازے ہوجائیں گے۔'' یعنی فرشتوں کے نازل ہونے کے لیے راستے بن جائیں گے۔ ﴿ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴾ ''اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب (ریت) بن جائیں گے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ﴾ (النمل 88:27) ''اور آپ پہاڑوں کو دیکھیں گے تو انھیں (اپنی جگہ) جمے ہوئے سمجھیں گے، حالانکہ وہ بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴾ (القارعة 101:5) ''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون جیسے ہوجائیں گے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴾ ''تو وہ سراب (ریت) بن جائیں گے۔'' یعنی دیکھنے والا یہ خیال کرے گا کہ یہ کوئی چیز ہیں، حالانکہ یہ کوئی چیز نہیں ہوں گے اور پھر اس کے بعد بالکل ختم ہوجائیں گے اور ان کا نام ونشان تک بھی نظر نہ آئے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴾ (طٰہ 20:105-107) ''اور وہ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجیے کہ میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا، پھر وہ اس (زمین) کو چٹیل میدان بنا چھوڑے گا جس میں آپ نہ کوئی کجی (اور پستی) دیکھیں گے اور نہ ابھری جگہ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ﴾ (الکھف 18:47) ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف کھلی (میدان کی طرح) دیکھیں گے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴾ ''بے شک دوزخ گھات میں ہے۔'' یعنی گھات لگائے تیار ہے۔ ﴿ لِّلطَّاغِيْنَ ﴾ سرکشوں، نافرمانوں اور رسولوں کی مخالفت کرنے والوں کے لیے ﴿ مَاٰبًا ﴾ مرجع و ماویٰ، ٹھکانا اور جگہ ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴾ ''وہ اس میں مدتوں پڑے رہیں گے۔'' أَحْقَاب، حُقُب کی جمع ہے اور حُقُب زمانے کی ایک طویل مدت کو کہتے ہیں۔ خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ یہ آیت اور: ﴿ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ﴾ (ھود 11:107) ''(جہنمی جب تک آسمان و زمین قائم ہیں جہنم میں رہیں گے) مگر جو آپ کا رب چاہے۔'' یہ دونوں آیتیں توحید کا اقرار کرنے والوں کے لیے ہیں۔ اسے امام ابن جریر رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے[2] اور امام ابن جریر نے سالم سے یہ روایت کیا ہے کہ میں نے سنا کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ أَحْقَاب کی کوئی مدت معین نہیں ہے بلکہ اس سے جہنم میں ہمیشہ رہنا مراد ہے، ہاں، البتہ ائمۂ تفسیر نے یہ ذکر کیا ہے کہ

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ﴾ (النبا 18:78)، حديث: 4935. [2] تفسير الطبري: 16/30.

حُقُب ستر سال کا ہوگا جس کا ہر ایک دن تمھارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔[1] سعید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اَحْقَابًا ﴾ ایسی مدت کو کہتے ہیں جو کبھی ختم نہ ہو اور جب ایک حُقُب گزر جائے گا تو اس کے بعد دوسرا حُقُب آ جائے گا، ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حُقُب اَسّی (80) سال کا ہوتا ہے۔[2] ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ ان أَحقَاب کی گنتی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک حُقُب اَسّی سال کا ہوگا اور ایک سال تین سو ساٹھ دنوں کا ہوگا اور ایک دن تمھارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔ ان دونوں اقوال کو بھی امام ابن جریر ہی نے روایت کیا ہے۔[3]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴾ ''وہ اس میں نہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔'' یعنی انھیں جہنم میں اپنے دلوں کے لیے نہ کوئی ٹھنڈک کا سامان ملے گا اور نہ پینے کے لیے کوئی پاکیزہ مشروب ہی نصیب ہو گا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴾ ''مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔'' ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ مشروب سے گرم پانی اور ٹھنڈک سے پیپ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔[4] ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔[5] حمیم اس گرم پانی کو کہتے ہیں کہ جس کی حرارت انتہا کو پہنچ گئی ہو اور اسے مزید گرم کیا جا رہا ہو اور غساق جہنمیوں کی جمع ہونے والی پیپ، پسینہ، آنسو اور زخموں سے بہنے والا مواد ہوگا جو اس قدر ٹھنڈا اور بد بودار ہوگا کہ ٹھنڈک اور بد بو کی شدت کی وجہ سے ناقابل برداشت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم کے ساتھ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴾ ''(یہ) بدلہ ہے پورا پورا'' یعنی یہ سزا جس سے یہ دو چار ہوئے ہیں، یہ ان کے ان اعمال فاسدہ کے مطابق ہی ہے جنھیں یہ دنیا میں سرانجام دیا کرتے تھے۔ یہ مجاہد، قتادہ اور کئی ایک ائمہ کا قول ہے۔[6] پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴾ ''بلاشبہ وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔'' یعنی ان کا یہ عقیدہ ہی نہ تھا کہ کوئی ایسا گھر بھی ہے جس میں ان سے حساب لے کر انھیں سزا دی جائے گی۔ ﴿ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴾ ''اور انھوں نے ہماری آیتوں کو بے دریغ جھٹلایا۔'' یعنی مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ان دلائل و براہین کو جھٹلاتے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا تھا، ان دلائل کا یہ لوگ تکذیب اور عناد کے ساتھ مقابلہ کیا کرتے تھے۔ ﴿ كِذَّابًا ﴾ بغیر فعل کے مصدر ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴾ ''اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔'' یعنی ہم بندوں کے تمام اعمال کو جانتے ہیں، انھیں ہم نے لکھ رکھا ہے اور عنقریب انھی کے مطابق ہم بدلہ دیں گے، اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا بدلہ دیں گے اور اگر اعمال برے ہوئے تو برا بدلہ دیں گے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴾ ''لہٰذا تم (اب اپنے کیے کا مزہ) چکھو، ہم تمھارا عذاب بڑھاتے ہی رہیں گے۔'' یعنی جہنمیوں سے یہ کہا جائے گا کہ تم اسی

---

[1] تفسیر الطبری: 15/30. [2] تفسیر الطبری: 15/30. [3] تفسیر الطبری: 15/30. [4] الدر المنثور: 503/6.
[5] تفسیر الطبری: 17/30. [6] تفسیر الطبری: 20/30.

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿31﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿32﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿33﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿34﴾

بے شک متقی لوگوں کے لیے کامیابی ہے ﴿31﴾ باغات اور انگور ہیں ﴿32﴾ اور نوجوان ہم عمر عورتیں (ہیں) ﴿33﴾ اور چھلکتے ہوئے جام ہیں ﴿34﴾ وہ جنت میں نہ تو

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿35﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿36﴾

بے ہودہ باتیں سنیں گے اور نہ جھوٹ ﴿35﴾ انھیں آپ کے رب کی طرف سے (نیک اعمال کا یہ) بدلہ ملے گا جو ان کے لیے کافی انعام ہوگا ﴿36﴾

عذاب کا مزہ چکھو جس میں تم مبتلا ہو، ہم تم پر اس قسم یا دوسری اور قسم کے عذابوں میں اضافہ ہی کرتے چلے جائیں گے۔ امام قتادہ نے ابو ایوب ازدی سے اور انھوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اہل جہنم کے بارے میں اس سے زیادہ سخت اور کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، جہنمیوں کے عذاب میں ہمیشہ اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔[1]

تفسیر آیات: 31-36

پرہیز گاروں کے لیے بہت بڑی کامیابی ہے: اللہ تعالیٰ سعادت مندوں کا اور ان کے لیے اس نے جو عزت وتکریم اور ابدی وسرمدی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، ان کا ذکر کرتے ہوئے فرما رہا ہے: ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿31﴾﴾ ''بے شک پرہیز گاروں کے لیے کامیابی ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام ضحاک فرماتے ہیں کہ ﴿مَفَازًا ﴿31﴾﴾ کے معنی سیر وتفریح کی جگہ کے ہیں۔[2] مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ کامیاب ہو گئے اور جہنم سے نجات پا گئے۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول زیادہ واضح ہے کیونکہ اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿حَدَآئِقَ﴾ ''باغات'' یعنی کھجوروں وغیرہ کے باغات۔ ﴿وَاَعْنَابًا ﴿32﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿33﴾﴾ ''اور انگور اور ہم عمر نوجوان عورتیں۔'' یعنی ہم عمر حوریں ہوں گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور دیگر ائمہ نے فرمایا ہے کہ ﴿كَوَاعِبَ﴾ کے معنی نَوَاهِد کے ہیں، یعنی ابھرے ہوئے۔[4] مطلب یہ کہ ان کے پستان ابھرے ہوئے ہوں گے۔ ڈھلکے ہوئے نہیں ہوں گے کیونکہ وہ کنواریاں، اپنے شوہروں کی محبوب اور ان کی ہم عمر ہوں گی جیسا کہ سورۂ واقعہ میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔[5] ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿34﴾﴾ ''اور (شراب کے) چھلکتے ہوئے جام۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ جام لبریز ہوں گے اور بار بار پیش کیے جائیں گے۔[6] حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ وہ صاف شفاف ہوں گے۔[7] مجاہد، حسن، قتادہ اور ابن زید فرماتے ہیں کہ وہ بھرے ہوئے اور لبریز ہوں گے۔[8] ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿35﴾﴾ ''وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ (خرافات۔)'' جیسا کہ فرمایا: ﴿لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ﴾ (الطور 52:23) ''اس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ (کا کام۔)'' یعنی اس میں نہ کوئی لغو کلام ہوگا جو فائدے سے خالی ہو اور نہ کوئی جھوٹ اور گناہ کا کام بلکہ وہ تو سلامتی کا گھر ہوگا اور اس میں ہر چیز نقص اور عیب سے پاک صاف ہوگی۔

---

[1] تفسیر الطبری: 22/30. [2] تفسیر الطبری: 23/30 وتفسیر البغوی: 202/5. [3] تفسیر الطبری: 23,22/30.
[4] تفسیر الطبری: 2423/30 والدر المنثور: 505/6. [5] دیکھیے الواقعة، آیات: 35-37 کے ذیل میں۔ [6] تفسیر الطبری: 26/30. [7] تفسیر الطبری: 25/30. [8] تفسیر الطبری: 25/30.

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿37﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ

جو آسمانوں اور زمین کا اور ان کے درمیان تمام اشیا کا رب ہے، نہایت مہربان ہے، وہ اس سے بات کرنے کا اختیار نہیں رکھیں گے ﴿37﴾ جس دن جبریل

وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿38﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ

اور (سب) فرشتے اس کے حضور صف بستہ کھڑے ہوں گے، اس سے صرف وہی کلام کر سکے گا جسے رحمٰن اجازت دے گا اور وہ درست بات کہے گا ﴿38﴾ یہ دن

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿39﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا

برحق ہے، چنانچہ جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنالے ﴿39﴾ بے شک ہم نے تمھیں جلد آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے، اس دن انسان وہ (سب

قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿40﴾

کچھ) دیکھے گا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا ہوگا اور کافر کہے گا: کاش! میں مٹی ہو جاتا ﴿40﴾

ارشاد الٰہی ہے: ﴿جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿36﴾﴾ ''انھیں آپ کے رب کی طرف سے (نیک اعمال کا یہ) بدلہ ملے گا جو کافی انعام ہوگا۔'' یعنی یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ نے انھیں صلہ دیا ہے اور اپنے فضل و کرم اور لطف و احسان سے ایسا عطیہ دیا ہے جو کافی، وافی اور بے پایاں ہے۔ عرب کہتے ہیں: أَعْطَانِي فَأَحْسَبَنِي ''اس نے مجھے دیا اور کافی دیا۔'' اسی محاورے کے مطابق ہے: حَسْبِيَ اللّٰهُ ''مجھے اللہ ہی کافی ہے۔''

تفسیر آیات: 37-40

اجازت کے بغیر کوئی اللہ کے سامنے بول نہ سکے گا: اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلالت کے بارے میں آگاہ فرما رہا ہے، نیز اس بات سے بھی مطلع کر رہا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کا مالک ہے اور وہ رحمٰن ہے کہ اس کی رحمت ہر چیز کو ڈھانپے ہوئے ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿37﴾﴾ ''وہ اس سے کوئی بات کرنے کی قدرت نہیں رکھیں گے۔'' یعنی اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس سے گفتگو کرنے کی ابتدا نہ کر سکے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (البقرۃ 2:255) ''کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر (کسی کی) سفارش کر سکے۔'' اور فرمایا: ﴿يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (ھود 11:105) ''(جب) وہ دن آجائے گا تو کوئی نفس اللہ کے اذن کے بغیر کلام نہیں کر سکے گا۔''

فرمان الٰہی: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ﴾ ''جس دن روح (جبریل) اور فرشتے صف بنا کر کھڑے ہوں گے، وہ کلام نہیں کر سکیں گے۔'' روح سے مراد یہاں حضرت جبریل ہیں، یہ امام شعبی، سعید بن جبیر اور ضحاک کا قول ہے۔[1] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿193﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿194﴾﴾ (الشعرآء 26:193,194) ''اس (قرآن) کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے، آپ کے دل پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔'' مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ روح تمام فرشتوں سے افضل، اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مقرب اور

---

① تفسیر الطبری: 29/30 و تفسیر القرطبی: 186/19.

صاحب وحی ہے۔ ①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ ﴾ ''مگر وہ جسے رحمٰن اجازت دے گا۔'' یہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ (ھود 11:105) ''(جب) وہ دن آجائے گا تو کوئی نفس اللہ کے اذن کے بغیر کلام نہیں کر سکے گا۔'' اور جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: [وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الرُّسُلُ] ''اس دن رسولوں کے سوا اور کوئی بات نہ کر سکے گا۔'' ② فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَقَالَ صَوَابًا ﴾ ''اور وہ درست بات کہے گا۔'' اس سے مراد حق بات ہے اور حق بات سے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مراد ہے جیسا کہ ابو صالح اور عکرمہ کا قول ہے۔ ③ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ﴾ ''یہ دن برحق ہے۔'' یعنی لامحالہ وقوع پذیر ہونے والا ہے: ﴿ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴾ ''پس جو چاہے اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانا بنا لے۔'' یعنی لوٹنے کی جگہ اور ایسا راستہ جو اسے اس تک پہنچائے اور ایسا پروگرام جسے اختیار کر کے اس تک رسائی حاصل کر لے۔

قیامت قریب ہے: فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ﴾ ''بے شک ہم نے تمھیں جلد آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے۔'' یعنی قیامت کے دن سے، ﴿ قَرِيْبًا ﴾ اس لیے کہا کہ یہ یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے والا ہے اور جو چیز بہر حال آنے ہی والی ہو وہ قریب ہی ہوتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ﴾ ''اس دن انسان وہ (سب کچھ) دیکھے گا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا ہوگا۔'' یعنی اس کی زندگی کے تمام اچھے اور برے، پرانے اور نئے اعمال اس کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ﴾ (الکھف 18:49) ''اور انھوں نے جو عمل کیے تھے (سب کو) حاضر پائیں گے۔''

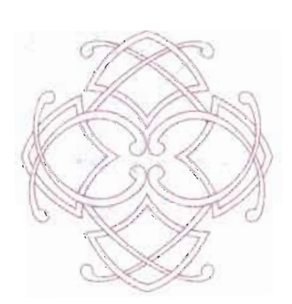
اور فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴾ (القیٰمۃ 75:13) ''اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا۔'' ﴿ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴾ ''اور کافر کہے گا: اے کاش! میں مٹی ہوتا۔'' یعنی کافر اس دن اس بات کو پسند کرے گا کہ اے کاش! وہ دنیا کی زندگی میں مٹی ہوتا، اے کاش! وہ پیدا ہو کر عدم سے وجود میں آیا ہی نہ ہوتا، یہ خواہش وہ اس وقت کرے گا جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کو اور اپنے ان فاسد اعمال کو دیکھے گا

---

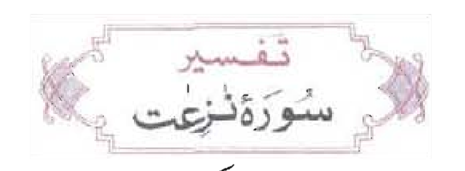
① الدر المنثور: 506/6 ملحوظہ: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس مقام پر ﴿ الرُّوْحُ ﴾ کے متعلق چھ اقوال نقل کیے ہیں: (1) اس سے مراد انسانوں کی روحیں ہیں، (2) انسان ہیں (3) اللہ کی مخلوق میں سے کوئی خاص مخلوق ہے جو انسانوں جیسی صورتوں والے ہیں لیکن نہ فرشتے ہیں اور نہ انسان اور وہ کھاتے اور پیتے بھی ہیں (4) جبریل علیہ السلام ہیں (5) قرآن ہے (6) ایک فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے۔ اور آخر میں کہا کہ ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ اقوال ذکر کیے ہیں لیکن توقف کیا ہے اور کوئی فیصلہ نہیں کیا کہ ان میں سے کون سا قول درست ہے، (تفسیر الطبری: 30/28-30) اور میرے نزدیک ان تمام اقوال میں سے سب سے بہتر قول یہ ہے کہ اس سے مراد انسان ہیں، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. یہ وضاحت المصباح المنیر عربی میں نہیں ہے، اس لیے یہاں نقل کی گئی ہے۔ ② صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللّٰہ تعالٰی: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ...... ﴾ (القیٰمۃ 75:22,23)، حدیث: 7437 و صحیح مسلم، الإیمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ، حدیث: 182 عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ. ③ تفسیر الطبری: 30/31,32.

جو لکھنے والے معزز، نیکوکار فرشتوں کے ہاتھوں نے لکھے ہوئے ہوں گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ کافر یہ خواہش اس وقت کرے گا جب اللہ تعالیٰ دنیا کے حیوانات کے فیصلے فرمائے گا اور ان کے بارے میں بھی اس کے فیصلے سراسر مبنی بر عدل ہوں گے۔ اور ان میں ذرہ بھر ظلم نہیں ہوگا حتی کہ وہ بے سینگ بکری کو بھی سینگ والی بکری سے بدلہ دلوائے گا اور جب ان میں فیصلہ کرنے کے بعد فارغ ہو جائے گا تو کہے گا کہ تو مٹی ہو جا تو وہ مٹی ہو جائے گی اور اس وقت کافر یہ خواہش کرے گا: ﴿ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴾ ''اے کاش! میں مٹی ہوتا۔'' یعنی میں بھی حیوان ہوتا اور مٹی کی طرف لوٹ جاتا۔ یہ معنی مشہور حدیث صور میں بھی بیان ہوا ہے۔[1] اور اس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ سے بھی آثار مروی ہیں۔[2]

سورۂ نبا کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① الأحاديث الطوال للطبرانی، حدیث الصور: 104-114، حدیث: 48 حدیثِ صور ضعیف ہے جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے شرح عقیدہ طحاویہ کی تخریج میں نقل کیا ہے۔ (شرح العقیدۃ الطحاویۃ: 232) امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ صور مرسل ہے اور سنداً صحیح نہیں ہے۔ (الکامل لابن عدی: 453,452/1) تاہم اس میں مذکور بعض باتوں کی صحیح احادیث سے تائید ہوتی ہے، جیسے مندرجہ بالا بات صحیح حدیث میں مذکور ہے۔ (دیکھیے السلسلۃ الصحیحۃ: 607,606/4، حدیث: 1966) نیز دیکھیے حدیث صور پر امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا کلام الأنعام، آیت: 73 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 34,33/30.



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ① وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ② وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ③ فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ④

قسم ہے ڈوب کر روح نکالنے والے (فرشتوں) کی ① اور آسانی سے روح نکالنے والوں کی ② اور تیزی سے تیرنے والوں کی ③ پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں

فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ⑤ یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ ⑥ تَتۡبَعُهَا الرَّادِفَةُ ⑦ قُلُوۡبٌ یَّوۡمَئِذٍ

کی ④ پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی ⑤ جس دن کانپنے والی (زمین) کانپے گی ⑥ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی (قیامت) ⑦ اس دن کئی دل

وَّاجِفَةٌ ⑧ اَبۡصَارُهَا خَاشِعَةٌ ⑨ یَقُوۡلُوۡنَ ءَاِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِی الۡحَافِرَةِ ⑩ ءَاِذَا كُنَّا

دھڑکتے ہوں گے ⑧ ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی ⑨ وہ (کافر) کہتے ہیں: کیا ہم یقیناً پہلی حالت میں لوٹائے جائیں گے؟ ⑩ کیا جب ہم گلی

عِظَامًا نَّخِرَةً ⑪ قَالُوۡا تِلۡكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ⑫ فَاِنَّمَا هِیَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ ⑬

سڑی ہڈیاں ہو جائیں گے؟ ⑪ کہتے ہیں کہ اس وقت لوٹنا تو خسارے والا ہے ⑫ چنانچہ وہ (قیامت) تو صرف ایک (خوفناک) ڈانٹ ہوگی ⑬

فَاِذَا هُمۡ بِالسَّاهِرَةِ ⑭

تب لوگ ایک دم کھلے میدان میں (جمع) ہوں گے ⑭

تفسیر آیات: 1-14

قیامت کے وقوع پذیر ہونے پر پانچ قسمیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسروق، سعید بن جبیر، ابوصالح، ابوالضحیٰ اور سدی فرماتے ہیں کہ ﴿ وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ① ﴾ ”قسم ہے ڈوب کر روح نکالنے والوں کی“ سے مراد فرشتے ہیں جو اس وقت ڈوب جاتے ہیں جب وہ انسانوں کی روحیں قبض کرتے ہیں۔[①] کچھ لوگوں کی روحیں وہ بہت مشکل سے نکالتے ہیں، انھیں نکالنے کے لیے وہ ان کے جسموں میں ڈوب جاتے ہیں اور کچھ لوگوں کی روحیں بہت آسانی سے قبض کر لیتے ہیں، گویا ان کے انھوں نے بند کھول دیے ہوں، یہی معنی ہیں ﴿ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ② ﴾ ”اور آسانی سے روح نکالنے والوں کی“ کے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔[②]

اور ﴿ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ③ ﴾ ”اور تیزی سے تیرنے والوں کی قسم!“ کے بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

① تفسیر الطبری: 36,35/30 و تفسیر القرطبی: 190/19 والدر المنثور: 509/6. ② تفسیر الطبری: 37/30.

اس سے مراد فرشتے ہیں۔[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ، مجاہد، سعید بن جبیر اور ابو صالح سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] ﴿ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴾ ''پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں کی'' کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، مسروق، مجاہد، ابو صالح اور حسن بصری سے روایت ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔[3] ﴿ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴾ ''پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی'' کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، مجاہد، عطاء، ابو صالح، حسن، قتادہ، ربیع بن انس اور سدی سے روایت ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔[4]

قیامت کی ہولناکیاں: فرمان الٰہی ہے: ﴿ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ ﴾ ''جس دن کانپنے والی (زمین) کانپے گی۔ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی (قیامت۔)'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان سے نفخۂ اولیٰ اور ثانیہ (پہلی اور دوسری مرتبہ صور میں پھونکا جانا) مراد ہیں۔[5] امام مجاہد، حسن، قتادہ، ضحاک اور کئی ایک علماء کا یہی قول ہے۔[6] حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ ﴿ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴾ سے مراد نفخہ اولیٰ ہے اور یہ ایسا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ ﴾ (المزمّل 14:73) ''جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے۔'' اور نفخہ ثانیہ، یعنی دوسرے بھونچال کا ذکر اس آیت میں ہے: ﴿ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ ﴾ (الحآقّة 14:69) ''اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر ایک ہی چوٹ سے ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔''[7] ﴿ قُلُوْبٌ یَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ ﴾ ''اس دن کئی دل دھڑکتے ہوں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ وَّاجِفَةٌ ﴾ کے معنی ہیں: خَائِفَةٌ ''ڈر رہے ہوں گے۔''[8] امام مجاہد اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[9] ﴿ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ ﴾ ''ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی۔'' یعنی ان لوگوں کی آنکھیں جہنم کی ہولناکیوں کو دیکھنے کی وجہ سے ذلیل وحقیر اور جھکی ہوں گی۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ ؕ ﴾ ''وہ (کافر) کہتے ہیں: کیا ہم یقیناً پہلی حالت میں لوٹائے جائیں گے؟'' یعنی مشرکینِ عرب اور آخرت کا انکار کرنے والے ان کے ہم نوا قبروں میں جانے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کو بہت بعید سمجھتے ہیں، یہ امام مجاہد کا قول ہے۔[10] یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ان کے جسم لپٹ جائیں گے اور ہڈیاں ٹوٹ پھوٹ کر گل سڑ جائیں گی تو ہم دوبارہ کیسے اٹھیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول ذکر کیا ہے: ﴿ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ ﴾ ''کیا جب ہم گلی سڑی ہڈیاں ہو جائیں گے؟'' اسے [نَاخِرَةً] بھی پڑھا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: بوسیدہ۔[11] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بھی ہے کہ اس سے مراد وہ ہڈی ہے جو بوسیدہ ہو کر کھوکھلی ہو جائے اور اس میں ہوا داخل ہونے لگے۔[12] محمد بن کعب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ ﴾

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 3397/10. [2] تفسير الطبري: 39/30 وتفسير القرطبي: 193/19 وتفسير البغوي: 205/5. [3] تفسير الطبري: 39/30 وتفسير القرطبي: 193/19 والدر المنثور: 509/6. [4] تفسير الطبري: 40/30 وتفسير ابن أبي حاتم: 3397/10 والدر المنثور: 509,508/6. [5] تفسير الطبري: 40/30 وتفسير القرطبي: 195/19. [6] تفسير الطبري: 42-40/30 وتفسير القرطبي: 195/19. [7] تفسير الطبري: 42/30. [8] تفسير الطبري: 43/30. [9] تفسير الطبري: 43/30 والدر المنثور: 510/6. [10] تفسير الطبري: 44/30. [11] تفسير الطبري: 45/30. [12] تفسير ابن أبي حاتم: 3398/10 عن مجاهد.

''اس وقت لوٹنا تو خسارے والا ہے۔'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قریش نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد ہمیں زندہ کر دیا تو ہم ضرور خسارہ پائیں گے۔[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿13﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿14﴾ ﴾ ''چنانچہ وہ (قیامت) تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی۔ تب لوگ ایک دم کھلے میدان میں (جمع) ہوں گے۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا امر ہوگا جسے ٹالا نہیں جا سکے گا، جب حکم ہوگا تو لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور دیکھنے لگیں گے، یعنی اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم دے گا تو وہ مخلوق کے دوبارہ اٹھائے جانے کے لیے صور میں پھونکے گا تو اس سے سب اگلے پچھلے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 52:17) ''جس دن وہ (اللہ) تمھیں بلائے گا تو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے تعمیلِ ارشاد کرو گے اور تم خیال کرو گے کہ بس تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ ﴾ (القمر 50:54) ''اور ہمارا حکم تو آنکھ جھپکنے کی طرح ایک (کلمہ) ہی ہوتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ﴾ (النحل 77:16) ''اور قیامت کا معاملہ تو بس آنکھ جھپکنے کی طرح ہے یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔'' فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿14﴾ ﴾ ''تب لوگ ایک دم کھلے میدان میں (جمع) ہوں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سَاهِرَة سے مراد پوری زمین ہے۔[2] سعید بن جبیر، قتادہ اور ابو صالح کا بھی یہی قول ہے۔[3] عکرمہ، حسن، ضحاک اور ابن زید کا قول ہے کہ سَاهِرَة سطح زمین کو کہتے ہیں۔[4]

مجاہد فرماتے ہیں کہ لوگ زمین کے اندر ہوں گے تو انھیں باہر نکال دیا جائے گا[5] اور فرماتے ہیں کہ سَاهِرَة سے مراد برابر زمین ہے۔[6] ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴾ (إبراهيم 48:14) ''جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیے جائیں گے) اور لوگ اللہ واحد، قہر والے کے سامنے پیش ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿ۙ﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿ۙ﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴾ (طٰہٰ 20:105-107) ''اور آپ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دیجیے: میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا، پھر وہ اس (زمین) کو چٹیل میدان (بنا) چھوڑے گا جس میں آپ نہ کوئی کجی (اور پستی) دیکھیں گے اور نہ ابھری جگہ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ﴾ (الكهف 47:18) ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل کھلا ہوا دیکھیں گے۔'' یعنی وہ زمین جس پر پہاڑ تھے، صاف میدان کی صورت میں ظاہر ہو جائے گی، وہ اس زمین میں سے شمار

---

[1] تفسیر الماوردی: 196/6 وفتح القدیر: 453/5، لیکن تفسیر القرطبی: 198/19 میں لَنَخْسِرَنَّ ''ضرور ہم خسارہ پائیں گے'' کے بجائے لَنُحْشَرَنَّ بِالنَّارِ ''ضرور ہمیں آگ میں جمع کیا جائے گا'' کے الفاظ ہیں۔ [2] تفسیر الطبری: 47/30. [3] تفسیر الطبری: 48/30. [4] تفسیر الطبری: 48,47/30 والدر المنثور: 512,511/6. [5] الدر المنثور: 512/6. [6] تفسیر الطبری: 48,47/30 ملحوظہ: تفسیر ابن کثیر مفصل میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے سَاهِرَة کے بارے میں کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد زمین کے اوپر کا حصہ ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑮ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ⑯ اِذْهَبْ اِلٰى

کیا آپ کے پاس موسیٰ کی بات آچکی ہے؟⑮ جب اس کے رب نے مقدس وادی طویٰ میں اسے پکارا تھا⑯ (کہ) فرعون کی طرف جاؤ،

فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ⑰ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ⑱ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ

بے شک اس نے سرکشی کی ہے⑰ پھر (اسے) کہو: کیا تجھے اس بات کی کوئی رغبت ہے کہ تو پاک ہو جائے؟⑱ اور میں تیرے رب کی طرف تیری راہنمائی کروں

فَتَخْشٰى ⑲ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ⑳ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ㉑ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ㉒

کہ تو ڈر جائے⑲ چنانچہ اس (موسیٰ) نے اسے بڑی نشانی دکھائی⑳ تو اس نے (اسے) جھٹلایا اور نافرمانی کی㉑ پھر وہ پلٹا (فساد کی) کوشش کرتا ہوا㉒

فَحَشَرَ فَنَادٰى ㉓ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ㉔ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ

پھر سب کو جمع کر کے اعلان کیا㉓ تو کہا: میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں㉔ تب اللہ نے اسے پکڑ لیا آخرت اور دنیا کے عذاب میں㉕

وَالْاُوْلٰى ㉕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ㉖

بے شک اس میں اس کے لیے عبرت ہے جو ڈرتا ہے㉖

نہ ہوگی، وہ ایسی زمین ہوگی جس پر نہ کبھی کوئی گناہ ہوا اور نہ کبھی کوئی خون بہایا گیا۔

تفسیر آیات:15-26

قصۂ موسیٰ میں ڈرنے والوں کے لیے عبرت ہے: اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو اپنے بندے اور رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں فرعون کی طرف بھیجا اور معجزات کے ساتھ ان کی مدد فرمائی لیکن پھر بھی فرعون اپنی سرکشی اور کفر پر ڈٹا رہا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس طرح اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیا جس طرح کوئی غالب اور قدرت رکھنے والا بادشاہ گرفت میں لیتا ہے، اسی طرح اس شخص کا انجام بھی ایسا ہی ہوگا جو آپ کی مخالفت کرے گا اور آپ کے لائے ہوئے دین اور شریعت کی تکذیب کرے گا، اسی لیے اس قصے کے آخر میں فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ㉖ ﴾ ”بلاشبہ اس (قصے) میں اس کے لیے عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑮ ﴾ ”کیا آپ کے پاس موسیٰ کی بات آچکی ہے؟“ یعنی کیا آپ نے موسیٰ علیہ السلام کی خبر سنی ہے؟ ﴿ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ ﴾ ”جب پکارا اسے اس کے رب نے۔“ یعنی ان سے پکار کر گفتگو کی۔ ﴿ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ ﴾ ”مقدس وادی۔“ یعنی پاک وادی ﴿ طُوًى ⑯ ﴾ ”طویٰ میں۔“ صحیح قول کے مطابق ﴿ طُوًى ⑯ ﴾ وادی کا نام ہے جیسا کہ قبل ازیں سورۂ طٰہٰ میں بیان کیا جا چکا ہے۔[1] ﴿ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ⑰ ﴾ ”فرعون کے پاس جاؤ بلاشبہ اس نے سرکشی کی ہے۔“ یعنی اس نے ظلم، سرکشی اور بغاوت اختیار کر رکھی ہے۔ ﴿ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ⑱ ﴾ ”پھر (اسے) کہو: کیا تجھے اس بات کی کوئی رغبت ہے کہ تو پاک ہو جائے؟“ یعنی اس سے کہو کہ کیا تو ایسا طریقہ اور راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے جس پر چل کر تو مسلمان اور مطیع و فرماں بردار ہو جائے؟ ﴿ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ ﴾

① دیکھیے طٰہٰ، آیت:12 کے ذیل میں۔

''اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں۔'' یعنی میں تیرے رب کی عبادت کی طرف تیری رہنمائی کروں۔
﴿ فَتَخْشٰى ۝ ﴾ ''تو تو ڈر جائے'' یعنی تیرا دل اللہ کے سامنے جھک جائے، اس کا فرماں بردار ہو جائے اور اسی سے ڈرے کیونکہ اب یہ بہت سخت، خبیث اور بھلائی سے دور ہو چکا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝ ﴾ ''چنانچہ اس (موسیٰ) نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔'' یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اس دعوتِ حق کے ساتھ ساتھ اس دین وشریعت کی صداقت کی قوی حجت اور واضح دلیل بھی پیش فرمائی جسے وہ اللہ کے پاس سے لے کر آئے تھے۔ ﴿ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝ ﴾ ''تو اس نے جھٹلا دیا اور نافرمانی کی۔'' یعنی فرعون نے حق کی تکذیب کی، موسیٰ علیہ السلام نے اسے اللہ کی اطاعت کا جو حکم دیا تھا، اس کی اس نے مخالفت کی۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس کا دل چونکہ کافر تھا، اس لیے ظاہری یا باطنی طور پر اس نے موسیٰ علیہ السلام کی کوئی بات بھی تسلیم نہ کی۔ فرعون کا یہ معلوم کر لینا کہ موسیٰ علیہ السلام جو دین لے کر آئے ہیں حق ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مومن ہے کیونکہ معرفت تو دل کے علم کا نام ہے مگر ایمان اس کے مطابق عمل کا نام ہے، یعنی حق کو تسلیم کر کے اس کے سامنے سرِ اطاعت جھکا دیا جائے۔
﴿ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝ ﴾ ''پھر وہ پلٹا (فساد کی) کوشش کرتا ہوا۔'' یعنی حق کا باطل سے مقابلہ کرنے لگا اور وہ ایسے کہ اس نے جادوگروں کو جمع کیا تاکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے روشن اور واضح معجزات کا مقابلہ کریں۔ ﴿ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝ ﴾ ''پھر اس نے (لوگوں کو) اکٹھا کیا، پس پکارا۔'' یعنی اپنی قوم کو پکارا۔ ﴿ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ ﴾ ''تو کہا: میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ فرعون نے پہلے یہ کہا تھا: ﴿ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ﴾ (القصص 38:28) ''میں نے اپنے سوا تمھارے لیے کوئی معبود نہیں جانا۔'' پھر اس کے چالیس سال بعد یہ کلمہ کہا کہ میں ہی تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔ [1]

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝ ﴾ ''تو اللہ نے اسے آخرت اور دنیا (دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس سے اس قدر سخت انتقام لیا کہ اسے دنیا میں اس جیسے سرکش اور باغی لوگوں کے لیے نمونۂ عبرت بنا دیا اور روزِ قیامت بھی وہ نمونۂ عبرت ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝ ﴾ (ہود 99:11) ''اور قیامت کے دن بھی (ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی) اور برا ہے وہ انعام جو دیا جائے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ﴾ (القصص 41:28) ''اور ہم نے انھیں آگ کی طرف بلانے والے سرغنے بنا دیا اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔'' ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ ﴾ ''بلاشبہ اس (قصے) میں اس کے لیے عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔'' یعنی اس کے لیے جو نصیحت قبول کرے اور اس طرح کے کاموں سے رک جائے۔

---

[1] تفسیر الطبری: 53/30 و تفسیر القرطبی: 202/19.

ءَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ﴿27﴾ رَفَعَ سَمۡكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿28﴾ وَاَغۡطَشَ لَيۡلَهَا

کیا تمھاری (دوبارہ) پیدائش زیادہ مشکل ہے یا آسمان کی؟ جسے اسی نے بنایا ہے ﴿27﴾ اس نے آسمان کی چھت بلند کی پھر اسے ٹھیک ٹھاک کیا ﴿28﴾ اور اس کی

وَاَخۡرَجَ ضُحٰىهَا ﴿29﴾ وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿30﴾ اَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَهَا وَمَرۡعٰىهَا ﴿31﴾

رات کو تاریک اور اس کے دن کو روشن بنایا ﴿29﴾ اور اس کے بعد زمین کو بچھایا ﴿30﴾ اس میں سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا ﴿31﴾ اور

وَالۡجِبَالَ اَرۡسٰىهَا ﴿32﴾ مَتَاعًا لَّكُمۡ وَلِاَنۡعَامِكُمۡ ﴿33﴾

پہاڑوں کو مضبوط گاڑ دیا ﴿32﴾ (یہ سب) تمھارے اور تمھارے جانوروں کے فائدے کے لیے ہیں ﴿33﴾

تفسیر آیات:27-33

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا مخلوق کے دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل ہے: جو لوگ پیدا کیے جانے کے بعد مر کر دوبارہ پیدا کیے جانے اور اٹھائے جانے کے منکر ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر حجت قائم کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ ءَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ ﴾ ”کیا تمھاری (اے لوگو! دوبارہ) پیدائش زیادہ مشکل ہے یا آسمان کی؟“ یعنی آسمان کا بنانا تو تمھارے بنانے سے زیادہ مشکل ہے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ لَخَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَكۡبَرُ مِنۡ خَلۡقِ النَّاسِ ﴾ (المؤمن 57:40) ”یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا (کام) ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَوَلَيۡسَ الَّذِيۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنۡ يَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ ؕ بَلٰى ۚ وَهُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِيۡمُ ۝ ﴾ (یٰس 81:36) ”کیا وہ (اللہ) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ ان جیسے (انسان) پیدا کر دے؟ کیوں نہیں! اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، خوب جاننے والا ہے۔“ ﴿ بَنٰهَا ﴿27﴾ ﴾ ”اسی نے اسے بنایا۔“ اور پھر اس کی تفسیر میں فرمایا: ﴿ رَفَعَ سَمۡكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿28﴾ ﴾ ”اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔“ یعنی آسمان کی عمارت کو بہت اونچا بنایا، اس کے صحن کو بے حد وحساب وسیع وعریض بنایا، اس کے اطراف واکناف کو برابر کر دیا اور اندھیری رات میں اسے تاروں سے سجا دیا۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاَغۡطَشَ لَيۡلَهَا وَاَخۡرَجَ ضُحٰىهَا ﴿29﴾ ﴾ ”اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کو ظاہر (روشن) کیا۔“ یعنی اس نے اس کی رات کو سخت تاریک اور سیاہ بنایا اور دن کو واضح، روشن اور منور بنایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ اَغۡطَشَ لَيۡلَهَا ﴾ کے معنی ہیں کہ اس نے اس کی رات کو تاریک بنا دیا۔[1] مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر اور مفسرین کی ایک بہت بڑی جماعت کا بھی یہی قول ہے۔[2] ﴿ وَاَخۡرَجَ ضُحٰىهَا ﴿29﴾ ﴾ ”اور اس کے دن کو ظاہر (روشن) کیا۔“ یعنی دن کو منور بنا دیا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿30﴾ ﴾ ”اور اس کے بعد زمین کو بچھا دیا۔“ اور پھر اس کی مزید وضاحت اس طرح فرمائی: ﴿ اَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَهَا وَمَرۡعٰىهَا ﴿31﴾ ﴾ ”اس نے اس میں سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا۔“ قبل ازیں سورۂ حٰمٓ سجدہ کی تفسیر میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ زمین، آسمان سے پہلے پیدا کی گئی ہے

---

[1] تفسیر الطبری: 56/30. [2] تفسیر الطبری: 57,56/30 والدر المنثور: 514/6.

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿34﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿35﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ

پھر جب بڑی آفت (قیامت) آ جائے گی ﴿34﴾ اس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی ہوگی ﴿35﴾ اور دوزخ ہر دیکھنے والے شخص

لِمَنْ يَّرٰى ﴿36﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿37﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿38﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿39﴾

کے سامنے (ظاہر) کر دی جائے گی ﴿36﴾ لیکن پھر جس نے سرکشی کی ﴿37﴾ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ﴿38﴾ تو بے شک دوزخ ہی (اس کا) ٹھکانا ہے ﴿39﴾

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿40﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿41﴾

لیکن جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ﴿40﴾ تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے ﴿41﴾ (اے نبی!)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿42﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿43﴾ اِلٰى رَبِّكَ

کافر آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی؟ ﴿42﴾ آپ کو اس کے بیان کرنے سے کیا غرض؟ ﴿43﴾ اس (کے علم) کی انتہا

مُنْتَهٰىهَا ﴿44﴾ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿45﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا

تو آپ کے رب ہی کے پاس ہے ﴿44﴾ آپ تو صرف ہر اس شخص کو ڈراتے ہیں جو اس سے ڈرے ﴿45﴾ جس روز وہ قیامت کو دیکھیں گے (تو سمجھیں گے)

عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿46﴾ ع 2/20/4

کہ گویا وہ دنیا میں بس ایک شام یا صبح ہی ٹھہرے ہیں ﴿46﴾

مگر اسے آسمان کی تخلیق کے بعد بچھایا گیا۔ [1] یعنی زمین میں جو طاقت اور صلاحیت رکھی گئی تھی، اسے آسمانوں کی تخلیق کے بعد اس میں سے عملاً ظاہر کیا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک ائمۂ تفسیر کے اقوال کے یہی معنی ہیں اور اسی کو امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بھی اختیار کیا ہے۔ [2] ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿32﴾ ﴾ ''اور اس نے پہاڑوں کو (مضبوط) گاڑ دیا۔'' یعنی پہاڑوں کو بنایا اور انھیں زمین میں اپنی اپنی جگہ پر نہایت مضبوطی کے ساتھ نصب کر دیا اور وہ اللہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا، اپنی مخلوق پر بہت شفقت کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿33﴾ ﴾ '' (یہ سب) تمھارے اور تمھارے جانوروں کے فائدے کے لیے ہے۔'' یعنی زمین کو پھیلایا، اس سے چشمے جاری کر دیے، اس کے مخفی خزانوں کو ظاہر کر دیا، اس میں نہروں کو جاری کر دیا، فصلوں، درختوں اور پھلوں کو اگایا، پہاڑوں کو نصب کیا تاکہ زمین اور اہل زمین کو ثبات و قرار نصیب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ اپنے بندوں اور ان کے ان جانوروں کے لیے پیدا کیا ہے جن کی انھیں اپنی دنیا کی اس زندگی میں کھانے اور سواری کے لیے ضرورت ہے تا آنکہ مدت تمام ہو جائے اور عمر بیت جائے۔

تفسیر آیات:34-46

قیامت اور جنت و جہنم کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿34﴾ ﴾ ''پھر جب بڑی آفت

[1] دیکھیے حٰمٓ السجدة، آیات:9-12 کے ذیل میں عنوان: ''تخلیق کائنات کی بعض تفصیلات'' [2] تفسیر الطبری:57/30 و59.

آ جائے گی۔'' اس سے قیامت کا دن مراد ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ [1] قیامت کو اس نام سے موسوم کیا گیا ہے، اس لیے کہ یہ ہر ہولناک اور خوفناک چیز پر مشتمل ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝ ﴾ (القمر 46:54) ''اور قیامت بہت بڑی آفت اور نہایت تلخ ہے۔'' ﴿ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝ ﴾ ''اس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی ہوگی۔'' یعنی اس دن اپنے تمام اچھے اور برے اعمال کو یاد کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝ ﴾ (الفجر 23:89) ''اس دن انسان (اپنے کرتوت) یاد کرے گا اور یہ یاد کرنا اس کے لیے کیونکر (مفید) ہوگا؟'' ﴿ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝ ﴾ ''اور دوزخ ہر دیکھنے والے کے لیے ظاہر کردی جائے گی۔'' یعنی اسے دیکھنے والوں کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا اور لوگ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ ﴾ ''چنانچہ جس نے سرکشی کی۔'' یعنی بغاوت کی اور حد سے بڑھ گیا، ﴿ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ ﴾ ''اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔'' یعنی دنیا کو دین سے مقدم اور دین کو مؤخر کر دیا، ﴿ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ ﴾ ''تو بے شک دوزخ ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔'' یعنی اس کا ٹھکانا دوزخ، اس کا کھانا زقوم (تھوہر) اور اس کا پینا سخت گرم اور کھولتا ہوا پانی ہوگا۔

﴿ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ ﴾ ''اور لیکن جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور نفس کو خواہش سے روک لیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے سے اور اپنے بارے میں اللہ کے حکم سے ڈر گیا، اپنے آپ کو نفسانی خواہشوں سے روکا اور نفس کو اپنے مولیٰ کی طاعت و بندگی میں لگا دیا، ﴿ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ ﴾ ''تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔'' یعنی اس کا ٹھکانا، اس کے لوٹنے کی جگہ اور اس کی واپسی کا مقام اللہ تعالیٰ کی وسیع و عریض جنت ہے۔ پھر فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ ﴾ ''(اے نبی!) وہ (کافر) آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی۔ آپ کو اس کے بیان کرنے سے کیا غرض؟ آپ کے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔'' یعنی اس کا وقت نہ تمھیں معلوم ہے اور نہ مخلوق میں سے کسی اور کو بلکہ اس کا علم تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، وہی متعین طور پر اس کے وقت کو جانتا ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، ﴿ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ (الأعراف 187:7) ''وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری (حادثہ) ہوگی، وہ تم پر اچانک ہی آئے گی، وہ (لوگ) آپ سے پوچھتے ہیں جیسے آپ اس (کے وقت) سے بخوبی واقف ہیں، کہہ دیجیے: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔''

اور یہاں فرمایا: ﴿ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ ﴾ ''آپ کے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔'' اسی لیے جب حضرت جبریل نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اس کا جواب یہ دیا تھا:

---

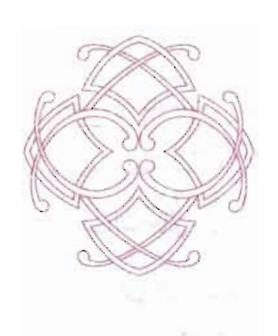
[1] تفسير الطبري: 61/30.

[مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ] ''اس کے بارے میں مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔''①

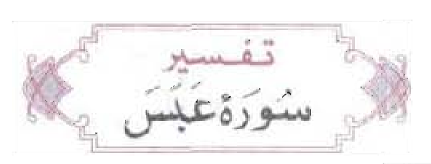
﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴾ ''آپ تو صرف اسے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے۔'' یعنی میں نے آپ کو اس لیے مبعوث کیا ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی گرفت سے ڈرائیں، جو شخص اللہ سے، اس کے سامنے کھڑا ہونے سے اور اس کی وعید سے ڈر گیا اور اس نے آپ کی پیروی اختیار کر لی تو وہ کامیاب و کامران ہوگا اور جس نے آپ کی تکذیب اور مخالفت کی وہ خائب و خاسر ہوگا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴾ ''جس روز وہ اس (قیامت) کو دیکھیں گے (تو سمجھیں گے) کہ گویا وہ (دنیا میں) صرف ایک شام یا صبح ہی ٹھہرے ہیں۔'' یعنی وہ قبروں سے اٹھیں گے، میدان حشر کی طرف جائیں گے تو دنیا کی مدت حیات کو کم سمجھیں گے حتی کہ ان کے نزدیک یہ مدت دن کی ایک شام یا ایک صبح ہوگی۔ جویبر نے ضحاک سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ظہر سے غروب آفتاب تک کا وقت ﴿ عَشِيَّةً ﴾ ہے اور طلوع شمس سے نصف النہار تک کا وقت ضحی ہے۔② امام قتادہ فرماتے ہیں کہ لوگ جب آخرت کا مشاہدہ کریں گے تو ساری دنیا کا وقت انھیں ایک صبح یا ایک شام کے بقدر معلوم ہوگا۔③

سورۂ نازعات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① صحیح البخاری، الإیمان، باب سؤال جبریل النبیﷺ......، حدیث : 50 وصحیح مسلم، الإیمان، باب الإیمان ما هو؟ وبیان خصاله، حدیث : 9 عن أبی هریرةؓ . ② الدر المنثور: 515/6 . ③ تفسیر الطبری : 63/30 .



یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ② وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ③ اَوْ يَذَّكَّرُ

(اس نے) ماتھے پہ شکن ڈالے اور منہ پھیرلیا① (اس لیے) کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا② اور (اے نبی!) آپ کو کیا خبر شاید کہ وہ پاکیزگی حاصل کرتا③ یا نصیحت

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ④ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ⑤ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ⑥ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا

سنتا تو اسے نصیحت نفع دیتی④ لیکن جو شخص پروا نہیں کرتا ہے⑤ تو آپ اس کی فکر میں ہیں⑥ حالانکہ اگر وہ نہیں سنورتا تو آپ پر (کوئی گناہ)

يَزَّكّٰى ⑦ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ⑧ وَهُوَ يَخْشٰى ⑨ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ⑩ كَلَّآ

نہیں⑦ اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا⑧ اور وہ ڈرتا بھی ہے⑨ تو آپ اس سے بے رخی برتتے ہیں⑩ ہرگز نہیں! بے شک

اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ⑪ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ⑫ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ⑬ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ⑭

وقف لازم

یہ (صحیفہ) تو ایک نصیحت ہے⑪ چنانچہ جو چاہے اسے یاد کرے⑫ (وہ) قابل احترام صحیفوں میں (محفوظ) ہے⑬ جو بلند و بالا اور پاکیزہ ہیں⑭

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ⑮ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ⑯

ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں⑮ جو معزز اور نیکوکار ہیں⑯

تفسیر آیات: 1-16

نبی اکرم ﷺ کو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے ترش روئی پر تنبیہ: کئی ایک مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن کسی قریشی سردار سے مخاطب تھے، آپ کی خواہش تھی کہ وہ مسلمان ہو جائے، آپ اس سے مخاطب ہو کر گفتگو فرما رہے تھے کہ ادھر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے، یہ بہت پہلے سے مسلمان تھے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ پوچھنا چاہا اور اپنے سوال پر بہت اصرار کیا لیکن نبی ﷺ چاہتے تھے کہ اے کاش! یہ کچھ دیر خاموش رہیں تاکہ آپ اس شخص سے مخاطب ہو سکیں، شاید وہ اسلام قبول کر کے ہدایت پا جائے۔ آپ ابن ام مکتوم سے ترش روئی سے پیش آئے اور ان سے اعراض کیا اور تمام توجہ اس قریشی ہی کی طرف مبذول رکھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما دیں: ﴿ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ② وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ③ ﴾ ”اس نے ماتھے پہ شکن ڈالے اور منہ پھیرلیا، (اس لیے) کہ اس کے

پاس ایک نابینا آیا۔ اور (اے نبی!) آپ کو کیا خبر شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا۔'' یعنی اسے اپنے نفس کے بارے میں طہارت و پاکیزگی حاصل ہو جاتی۔

﴿ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝ ﴾ ''یا نصیحت سنتا تو اسے نصیحت فائدہ دیتی۔'' یعنی وہ نصیحت حاصل کر کے محرمات کے ارتکاب سے رک جاتا۔ ﴿ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝ ﴾ ''لیکن جو بے پروا ہو گیا تو آپ اس کی فکر میں ہیں۔'' یعنی آپ بے پروا شخص سے گفتگو میں مصروف ہیں تاکہ وہ ہدایت یاب ہو جائے۔ ﴿ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝ ﴾ ''حالانکہ اگر وہ نہیں سنورتا تو آپ پر (کوئی گناہ) نہیں۔'' یعنی اگر وہ نہ سنورے اور پاکیزگی و طہارت حاصل نہ کرے تو آپ سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ ﴿ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝ وَهُوَ يَخْشٰى ۝ ﴾ ''اور لیکن جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور وہ ڈرتا بھی ہے۔'' یعنی اس کا مقصود و مطلوب یہ ہے کہ آپ کی باتیں سن کر وہ ہدایت یاب ہو جائے۔ ﴿ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ ﴾ ''تو آپ اس سے بے رخی برتتے ہیں۔'' یعنی مشغولیت ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ آپ تبلیغ کرنے میں کسی کو مخصوص نہ کریں بلکہ اس سلسلے میں طاقتور اور کمزور، مالدار اور فقیر، آقا اور غلام، مردوں اور عورتوں اور بچوں اور بڑوں سب سے مساوی سلوک کریں، پھر یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ جسے چاہے صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما دے کیونکہ ہر ہر کام میں صرف اسی کی کامل حکمت اور قطعی حجت کارفرما ہے۔

حافظ ابو یعلی رحمہ اللہ اور امام ابن جریر رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ سورۂ عبس ابن ام مکتوم نابینا کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: میری رہنمائی فرمائیں، اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قریشی سردار بھی موجود تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ابن ام مکتوم سے اعراض کیا اور اس قریشی سردار کی طرف توجہ مبذول رکھی اور فرمایا: [أَتَرٰى بِمَا (أَقُولُ) بَأْسًا؟] ''میں نے جو بات کی ہے، کیا اس میں کوئی حرج ہے؟'' وہ کہتا: نہیں، تو اسی سلسلے میں سورۂ عبس نازل ہوئی۔[1] امام ترمذی نے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے، پھر کہا ہے کہ بعض نے اس روایت کو عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ کی سند سے روایت کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں کیا۔[2] میں کہتا ہوں کہ اس طرح یہ روایت موطا میں ہے۔[3]

قرآن مجید کے اوصاف: فرمان الٰہی ہے: ﴿ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ ﴾ ''ہرگز نہیں! بے شک یہ تو ایک نصیحت ہے۔'' (اِنَّهَا میں ضمیر کا مرجع سورت یا وصیت ہے) یعنی یہ سورت یا تمام لوگوں میں، خواہ وہ معزز ہوں یا حقیر، ابلاغ علم کے سلسلے میں مساوات کی جو وصیت کی گئی ہے، وہ ایک نصیحت ہے۔ امام قتادہ اور سدی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے۔[4] ﴿ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ ﴾ ''چنانچہ جو چاہے اسے یاد کرے۔'' یعنی جو چاہے اپنے تمام امور میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے، اس

---

[1] مسند أبي يعلى الموصلي: 261/8، حديث: 4848 و تفسير الطبري: 64/30 و اللفظ له، البتہ قوسین والا لفظ مسند أبي يعلى کے مطابق ہے۔ [2] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة عبس، حديث: 3331. [3] الموطأ للإمام مالك، القرآن، باب ما جاء في القرآن: 70,69/1، حديث: 485. [4] الدر المنثور: 461/6.

قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَکۡفَرَهٗ ﴿17﴾ مِنۡ اَیِّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ ﴿18﴾ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿19﴾

ہلاک کیا جائے انسان، کس قدر ناشکرا ہے!﴿17﴾ (اللہ نے) اسے کس چیز سے پیدا کیا؟﴿18﴾ ایک (حقیر) نطفے سے، اسے پیدا کیا، پھر اس کا اس نے اندازہ

ثُمَّ السَّبِیۡلَ یَسَّرَهٗ ﴿20﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقۡبَرَهٗ ﴿21﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنۡشَرَهٗ ﴿22﴾ کَلَّا لَمَّا

لگایا﴿19﴾ پھر اس کے لیے راہ آسان کر دی﴿20﴾ پھر اسے موت دی اور قبر میں پہنچایا﴿21﴾ پھر وہ جب چاہے گا اسے (دوبارہ) زندہ کرے گا﴿22﴾ ہرگز

یَقۡضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ﴿23﴾ فَلۡیَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰی طَعَامِهٖۤ ﴿24﴾ اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا ﴿25﴾ ثُمَّ

نہیں! اس نے اب تک اللہ کے حکم کی بجا آوری نہیں کی﴿23﴾ چنانچہ انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے﴿24﴾ بے شک ہم نے خوب مینہ برسایا﴿25﴾

شَقَقۡنَا الۡاَرۡضَ شَقًّا ﴿26﴾ فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا حَبًّا ﴿27﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضۡبًا ﴿28﴾ وَّ زَیۡتُوۡنًا وَّ نَخۡلًا ﴿29﴾

پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا﴿26﴾ پھر ہم نے اس میں سے اناج اگایا﴿27﴾ اور انگور اور سبزیاں﴿28﴾ اور زیتون اور کھجوریں﴿29﴾ اور

وَّ حَدَآئِقَ غُلۡبًا ﴿30﴾ وَّ فَاکِهَةً وَّ اَبًّا ﴿31﴾ مَّتَاعًا لَّکُمۡ وَ لِاَنۡعَامِکُمۡ ﴿32﴾

گھنے باغات﴿30﴾ اور میوے اور چارا﴿31﴾ (جو) تمھارے اور تمھارے جانوروں کے لیے سامانِ زندگی (ہے)﴿32﴾

بات کا بھی احتمال ہے کہ ضمیر کا مرجع وحی ہو کیونکہ کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ فِیۡ صُحُفٍ مُّکَرَّمَةٍ ﴿13﴾ مَّرۡفُوۡعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿14﴾ ﴾ ''(وہ) قابلِ احترام صحیفوں میں (محفوظ) ہے جو بلند و بالا اور پاکیزہ ہیں۔'' یعنی یہ سورت یا یہ نصیحت کیونکہ دونوں ہی لازم و ملزوم ہیں بلکہ سارا قرآن ہی قابل تعظیم اور قابل ادب ورقوں میں لکھا ہوا ہے۔ ﴿ مَّرۡفُوۡعَةٍ ﴾ ''جو بلند و بالا'' یعنی جو بلند مرتبے والے۔ ﴿ مُّطَهَّرَةٍ ﴿14﴾ ﴾ ''پاکیزہ ہیں'' یعنی میل کچیل اور کمی بیشی سے پاک ہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ بِاَیۡدِیۡ سَفَرَةٍ ﴿15﴾ ﴾ ''ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک اور ابن زید فرماتے ہیں کہ ان سے فرشتے مراد ہیں۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ ﴿ سَفَرَةٍ ﴿15﴾ ﴾ سے مراد فرشتے ہیں (سَفَرَة کا واحد سافر ہے۔) سَفَرْتُ کے معنی ہیں أَصْلَحْتُ بَيْنَهُمْ ''میں نے ان کے درمیان صلح کرادی۔'' اور فرشتے جب اللہ تعالیٰ کی وحی لے کر نازل ہوتے اور پیغامِ وحی کو پہنچا دیتے ہیں تو وہ قوم کے مابین اصلاح کرا دینے والے سفیر کے مانند ہوتے ہیں۔[2] ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ کِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿16﴾ ﴾ ''جو معزز (اور) نیکوکار ہیں۔'' یعنی وہ خلقت کے اعتبار سے بہت کریم، حسین، اور شریف ہیں اور اخلاق و افعال کے اعتبار سے بھی بڑے نیکوکار اور مکمل طور پر پاک صاف ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حافظ قرآن کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے افعال و اقوال کے اعتبار سے رشد و بھلائی کا پیکر ہو۔

امام احمد رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلَّذِی يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَّهُ أَجْرَانِ] ''جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس میں

[1] تفسير الطبري: 68/30 والدر المنثور: 519/6 . [2] صحيح البخاري، التفسير، باب سورة ﴿ عَبَسَ ﴾، قبل الحديث: 4937 .

ماہر ہے تو وہ معزز ومحترم اور نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو قرآن اس طرح پڑھتا ہے کہ وہ اس کے لیے بہت مشکل ہے تو اسے دوگنا اجر ملے گا۔''[1] اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔[2]

تفسیر آیات:17-32

حیات بعد الموت کے منکرین کی تردید: موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے منکر لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ۝ ﴾ ''انسان ہلاک کیا جائے ، وہ کس قدر ناشکرا ہے!'' ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ قُتِلَ الْاِنْسَانُ ﴾ کے معنی ہیں کہ انسان پر لعنت ہو۔[1] ابو مالک نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ اور انسان سے مراد جنس انسان ہے جو کسی دلیل اور علم کے بغیر محض اسے بعید سمجھتے ہوئے بعث بعد الموت کی تکذیب کرتی ہے۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ ﴿ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ۝ ﴾ کے معنی ہیں کہ اس کا کفر کس قدر شدید ہے۔[4] قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ کس قدر ملعون ہے۔[5] پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اس انسان کو کس حقیر چیز سے پیدا کیا ہے۔ نیز وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اسے دوبارہ پیدا کرے جیسا کہ اس نے اسے پہلی بار پیدا فرمایا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ﴾ ''اس (اللہ) نے اسے کس چیز سے پیدا کیا؟ ایک (حقیر) نطفے سے، اس نے اسے پیدا کیا، پھر اس کا اس نے اندازہ مقرر کیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی موت، اس کے رزق، اس کے عمل اور اس بات کا اندازہ مقرر کر دیا کہ یہ بد بخت ہوگا یا نیک بخت۔ ﴿ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝ ﴾ ''پھر اس کے لیے رستہ آسان کر دیا۔'' عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ پھر اس کے لیے شکم مادر سے باہر آنے کا رستہ آسان کر دیا۔[6] عکرمہ، ضحاک، ابو صالح، قتادہ اور سدی کا بھی یہی قول ہے[7] اور حافظ ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[8] حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس طرح ہے جیسا کہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ ﴾ (الدھر 3:76) ''بلاشبہ ہم نے اسے رستہ دکھا دیا، اب خواہ شکر گزار بنے یا ناشکرا۔''[9] یعنی ہم نے اس کے لیے عمل کو بیان کر دیا، واضح کر دیا اور آسان بنا دیا ہے، حسن اور ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔[10] اور یہی قول زیادہ راجح ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

---

[1] مسند أحمد : 48/6. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب سورة ﴿عَبَسَ﴾ ، حديث : 4937 وصحيح مسلم، صلاة المسافرين ......، باب فضل الماهر بالقرآن......، حديث : 798 و سنن أبي داود، الوتر، باب في ثواب قراءة القرآن، حديث : 1454 و جامع الترمذي، فضائل القرآن ، باب ما جاء في فضل قارئ القرآن، حديث : 2904 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة عبس: 506/6 ، حديث: 11646 وسنن ابن ماجه، الأدب، باب ثواب القرآن، حديث : 3779. [3] دیکھیے تفسير القرطبي : 217/19 . [4] الدر المنثور : 520/6 . [5] تفسير الماوردي : 206/6. [6] تفسير الطبري : 70/30. [7] تفسير الطبري : 70/30 والدر المنثور : 520/6 . [8] تفسير الطبري : 71/30 . [9] تفسير الطبري : 70/30 والدر المنثور : 520/6 . [10] تفسير الطبري : 70/30 .

﴿ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴾ ”پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھوایا۔“ یعنی پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے موت دی اور پھر اسے قبر میں دفن کرا دیا۔ عرب جب کسی کو قبر میں دفن کر لیتے تو کہتے ہیں: قَبَرْتُ الرَّجُلَ وَأَقْبَرَهُ اللّٰهُ ”میں نے آدمی کو قبر میں دفن کیا اور اللہ نے اسے قبر میں دفن کرایا۔“ اسی طرح وہ یہ محاورے بھی استعمال کرتے ہیں: عَضَبْتُ قَرْنَ الثَّوْرِ وَأَعْضَبَهُ اللّٰهُ ”میں نے بیل کا سینگ کاٹا اور اللہ نے اس کا سینگ کٹوایا۔“ بَتَرْتُ ذَنَبَ الْبَعِيرِ وَأَبْتَرَهُ اللّٰهُ ”میں نے اونٹ کی دم کاٹی اور اللہ نے اس کی دم کٹوائی۔“ اور طَرَدْتُ عَنِّي فُلَانًا وَأَطْرَدَهُ اللّٰهُ ”میں نے فلاں کو اپنے سے دور کیا اور اللہ نے اسے مجھ سے دور کرایا۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴾ ”پھر وہ جب چاہے گا اسے اٹھائے گا۔“ یعنی اسے مرنے کے بعد پھر دوبارہ اٹھائے گا، اسی معنی میں بعث ونشور کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝ ﴾ (الروم 20:30) ”اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اب تم انسان ہو (جو ہر طرف) پھیل رہے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ ﴾ (البقرة 259:2) ”اور (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ انھیں کیسے اٹھا کر جوڑتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔“

صحیح بخاری ومسلم میں اعمش کی ابوصالح سے اور ان کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: [كُلُّ ابْنِ آدَمَ (يَبْلَى) إِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ، مِنْهُ خُلِقَ وَفِيهِ يُرَكَّبُ] ”دمچی (ریڑھ کی ہڈی) کے سوا سارا انسان بوسیدہ ہو جاتا ہے، اسی (ریڑھ کی ہڈی) سے اسے پیدا کیا گیا اور اسی سے اسے دوبارہ جوڑا جائے گا۔“[1] فرمان الٰہی ہے: ﴿ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴾ ”ہرگز نہیں! ابھی تک اس نے وہ کام پورا نہیں کیا جس کا اس (اللہ) نے اسے حکم دیا۔“ امام ابن جریر کہتے ہیں کہ اللہ جل ثناءہ فرماتا ہے کہ معاملہ ہرگز ایسے نہیں ہے جیسا کہ یہ کافر انسان کہتا ہے کہ اس نے اپنی جان و مال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کر دیا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر جو فرائض عائد کیے تھے، اس نے انھیں قطعاً ادا نہیں کیا۔[2] لیکن مجھے یوں معلوم ہوتا ہے ۔وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اسے دوبارہ اٹھائے گا مگر وہ ابھی ایسا نہیں کرے گا حتی کہ مدت پوری ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق جن انسانوں نے پیدا ہو کر دنیا میں آنا ہے، اس پر عمل ہو جائے جبکہ اللہ تعالیٰ نے کونی اور قدری طور پر اس کا فیصلہ بھی فرما رکھا ہے اور جب یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو اسی طرح دوبارہ اٹھائے گا جس طرح اس نے پہلی بار انھیں پیدا فرمایا تھا۔

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ﴾ (النبا18:78)، حديث: 4935 وصحيح مسلم، الفتن......، باب ما بين النفختين، حديث: (142)-2955 واللفظ له، البتہ قوسین والا لفظ صحیح مسلم ہی کی حدیث: (141)-2955 میں ہے۔ [2] تفسير الطبري: 71/30.

دانہ اگانا حیات بعد الممات کی دلیل ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۝٢٤ ﴾ ''چنانچہ انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان بھی ہے اور استدلال بھی کہ جس طرح وہ خشک زمین سے نباتات پیدا کرتا ہے، اسی طرح وہ ہڈیوں کے گل سڑ جانے اور خاک میں مل جانے کے بعد جسموں کو بھی دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ ﴿ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝٢٥ ﴾ ''بے شک ہم نے خوب اچھی طرح پانی برسایا۔'' یعنی آسمان سے زمین پر نازل فرمایا۔ ﴿ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝٢٦ ﴾ ''پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا۔'' یعنی پانی کو ہم نے زمین میں بسا دیا، پانی زمین کی تہوں میں داخل ہوتے ہوئے اس بیج کے اندر بھی پہنچ جاتا ہے جسے زمین میں ڈالا گیا ہوتا ہے، اس لیے وہ دانہ اگ آتا، پروان چڑھتا اور سطح زمین پر لہلہانے لگتا ہے۔ ﴿ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝٢٧ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۝٢٨ ﴾ ''پھر ہم نے اس میں اناج اگایا اور انگور اور ترکاری۔'' حَبّ ہر قسم کے دانے کو کہتے ہیں، انگور ایک مشہور پھل ہے اور قَضْب اس سرسبز چارے کو کہتے ہیں جسے چوپائے کھاتے ہیں، اسے عرب میں قَتّ بھی کہتے ہیں۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، ضحاک اور سدی کا قول ہے۔[1] امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ قَضْب کے معنی چارہ ہیں۔[2]

﴿ وَزَيْتُونًا ﴾ ''اور زیتون۔'' زیتون بھی ایک مشہور پھل ہے جسے سالن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اس کا تیل بھی سالن میں استعمال ہوتا ہے، تیل سے چراغ بھی جلائے جاتے ہیں اور اسے جسم پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ﴿ وَنَخْلًا ۝٢٩ ﴾ ''اور کھجور۔'' کھجور ایک بہت مشہور و معروف پھل ہے جسے تر اور خشک، کچی اور پکی مختلف صورتوں میں کھایا جاتا ہے، کھجور سے شیرہ بھی بنایا جاتا ہے اور سرکہ بھی۔ ﴿ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۝٣٠ ﴾ ''اور گھنے باغات۔'' امام حسن اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ غُلْبًا ۝٣٠ ﴾ سخت اور عمدہ کھجور کے درخت کو کہتے ہیں۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ حَدَائِقَ ﴾ ہر اس باغ کو کہتے ہیں جو یکجا اور گھنا ہو۔[4] ﴿ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝٣١ ﴾ ''اور میوے اور چارا۔'' ہر وہ چیز جسے بطور پھل استعمال کیا جائے وہ فَاكِهَة ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر وہ پھل جسے تر حالت میں کھایا جائے وہ فَاكِهَة ہے۔[5] اور أَبًّا زمین سے اگنے والی ہر اس نبات کو کہتے ہیں جسے جانور تو کھائیں مگر انسان نہ کھائیں۔[6] آپ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ أَبًّا جانوروں کے گھاس پھوس کو کہتے ہیں۔[7]

امام ابوعبید قاسم بن سلام نے ابراہیم تیمی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ﴿ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝٣١ ﴾ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ پر کون سا آسمان سایہ کرے گا اور مجھے کون سی زمین جگہ دے گی، اگر میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں وہ کہہ دوں جسے میں نہیں جانتا۔[8] اس روایت کی سند میں ابراہیم تیمی اور

---

① تفسير الطبري:73,72/30 . ② تفسير الطبري :73/30 . ③ تفسير الطبري :74/30 و الدر المنثور: 521/6 .
④ تفسير الطبري :73/30 . ⑤ تفسير ابن أبي حاتم :3401/10 و الدر المنثور :521/6 وتفسير ابن عباس : 518/2 .
⑥ تفسير ابن أبي حاتم :3401/10 و تفسير الطبري :75/30 . ⑦ تفسير ابن أبي حاتم :3401/10 . ⑧ فضائل القرآن للقاسم بن سلّام، باب تأول القرآن بالرأى...... ص :375 و تفسير القرطبي :223/19 .

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿33﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿34﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿35﴾ وَصَاحِبَتِهٖ

پھر جب کان بہرے کر دینے والی سخت آواز (قیامت) آئے گی ﴿33﴾ اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا ﴿34﴾ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے ﴿35﴾

وَبَنِيْهِ ﴿36﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿37﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿38﴾

اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے (بھی) ﴿36﴾ ان میں سے ہر شخص کا اس دن ایسا حال ہوگا جو اسے دوسروں سے بے پروا کر دے گا ﴿37﴾ اس دن کئی

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿39﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿40﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿41﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ

چہرے چمکتے ہوں گے ﴿38﴾ ہنستے مسکراتے، ہشاش بشاش ﴿39﴾ اور کئی چہروں پر اس دن خاک اڑ رہی ہوگی ﴿40﴾ ان پر سیاہی چھائی ہوگی ﴿41﴾ یہی لوگ

الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿42﴾

ع 1 42 5

کافر و فاجر ہیں ﴿42﴾

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو یہ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سورۂ عبس کی تلاوت کرتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ فَاكِهَة (پھل) کو تو ہم جانتے ہیں لیکن یہ أَبًّا کیا ہے؟ پھر فرمانے لگے: اے ابن خطاب! تیری عمر کی قسم! یہ سراسر تکلف ہے۔[1] اس کی سند صحیح ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کئی ایک راویوں نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[2] اور اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے أَبًّا کی شکل، جنس اور عین کو معلوم کرنا چاہا تھا ورنہ یہ تو آپ بھی جانتے تھے اور اس آیت کو پڑھنے والا ہر شخص یہ جانتا ہے کہ أَبًّا (چارا) زمین کی نبات کو کہتے ہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿27﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿28﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿29﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿30﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿31﴾﴾ "پھر ہم نے اس میں اناج اگایا، اور انگور اور ترکاری، اور زیتون اور کھجوریں، اور گھنے باغات، اور میوے اور چارا۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿32﴾﴾ "(جو) تمھارے اور تمھارے چوپایوں کے لیے سامانِ زندگی (ہے۔)" یعنی یہ سب چیزیں ہم نے تمھارے لیے اور تمھارے چوپایوں کے لیے دنیا کی اس زندگی میں قیامت تک کے لیے پیدا فرما دی ہیں۔

تفسیر آیات: 33-42

قیامت کے دن لوگوں کا اعزہ واقارب سے فرار: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿الصَّآخَّةُ ﴿33﴾﴾ قیامت کے اسماء میں سے ایک نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت کے پیش نظر اسے اس نام سے موسوم فرمایا اور اس سے اپنے

---

[1] تفسیر الطبری: 75/30۔ ملحوظہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جو اپنی عمر کی قسم کھائی ہے تو یہ تکیۂ کلام کے طور پر بغیر قصد و ارادہ کے ہے جیسا کہ عرب ایسی قسمیں کھاتے تھے، دیکھیے (فتح الباری: 534/11) تاہم انسان کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قسم کھانی چاہیے اور اس کے سوا کسی کی قسم نہیں کھانی چاہیے۔ [2] تفسیر الطبری: 75/30 و77 وفتح الباری: 271,270/13 والمستدرك للحاكم، التفسير، باب تفسير سورة عبس و تولى: 514/2، حديث: 3897.

بندوں کو ڈرایا ہے۔[1] امام ابن جریر فرماتے ہیں: شاید یہ صور میں پھونکنے کا نام ہے۔[2] امام بغوی فرماتے ہیں کہ ﴿الصَّاخَّةُ ﴾ یعنی قیامت کا شور وغل، اسے اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ یہ کانوں سے شدت سے ٹکرائے گا اور زبردستی سنوایا جائے گا حتی کہ شور وغل کی شدت کی وجہ سے کانوں کے بہرا ہونے کا خطرہ ہو گا۔[3] ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾﴾ ''اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا، اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے (بھی۔)'' یعنی ان سب کو دیکھے گا مگر ان سے بھاگے گا اور دور ہو جائے گا کیونکہ اس دن کی ہولناکیاں بہت سخت اور مصیبتیں بہت بڑی ہوں گی۔

شفاعت کے بارے میں صحیح حدیث میں ہے کہ جب تمام اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہر ایک سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مخلوق کی شفاعت کریں تو وہ سب فرمائیں گے: نَفْسِي نَفْسِي ''میرا نفس، میرا نفس۔'' اور فرمائیں گے کہ آج میں صرف اپنے ہی بارے میں سوال کروں گا، حتی کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج تو میں صرف اور صرف اپنے ہی بارے میں سوال کروں گا، آج تو میں مریم کے بارے میں بھی سوال نہیں کروں گا جس نے مجھے جنم دیا تھا۔[4] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾﴾ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس دن کی ہولناکی کی وجہ سے عزیز سے عزیز اور قریب سے قریب انسان بھی ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔[5]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾﴾ ''اس دن ان میں سے ہر شخص کا ایسا حال ہو گا جو اسے دوسروں سے بے پروا کر دے گا۔'' یعنی وہ ایسی مشغولیت میں ہو گا جس کی وجہ سے وہ کسی اور کی طرف توجہ نہ دے سکے گا۔ امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تُحْشَرُونَ حُفَاةً عُرَاةً مُشَاةً غُرْلًا] ''تمھیں میدان حشر میں اس طرح اٹھایا جائے گا کہ تم سب ننگے پاؤں، ننگے جسم، پیدل اور ختنہ کے بغیر ہو گے۔'' آپ کی زوجہ مطہرہ نے عرض کی کہ کیا ہم میں سے بعض ایک دوسرے کے ستر کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾﴾ أَوْ قَالَ: مَا أَشْغَلَهُ عَنِ النَّظَرِ] ''اس دن ان میں سے ہر شخص کا ایسا حال ہو گا جو اسے دوسروں سے بے پروا کر دے گا۔'' یا آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر شخص اپنے حال میں اس قدر مشغول ہو گا کہ اسے کسی کی طرف دیکھنے کا ہوش ہی نہیں ہو گا۔''[6] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [تُحْشَرُونَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا] ''تم میدان حشر میں اس طرح اٹھائے جاؤ گے کہ تم برہنہ پاؤں، برہنہ جسم اور ختنہ کے بغیر ہو گے۔'' ایک عورت نے عرض کی: کیا ہم ایک دوسرے کے ستر کو دیکھیں

---

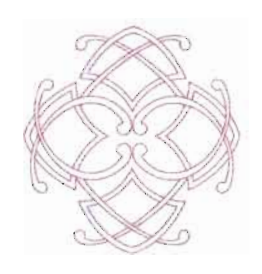
[1] تفسیر الطبری: 77/30. [2] تفسیر الطبری: 77/30. [3] تفسیر البغوی: 212/5. [4] دیکھیے: صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا﴾ (بنی إسرآء یل 17:3)، حدیث: 4712 و صحیح مسلم، الإیمان، باب أدنی أهل الجنة منزلة فیها، حدیث: 194 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ. [5] تفسیر الطبری: 92/29. [6] تفسیر ابن أبی حاتم: 3400/10.

گے؟ فرمایا: [يَا فُلَانَةُ! ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾] ''اے خاتون! اس دن ان میں سے ہر شخص کا ایسا حال ہو گا جو اسے دوسروں سے بے پروا کر دے گا۔'' امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ①

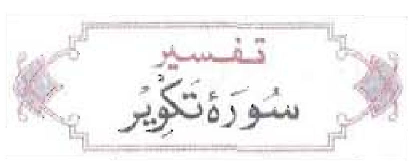
روزِ قیامت جنتیوں اور جہنمیوں کے چہرے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ﴾ ''اس دن کئی چہرے چمکتے ہوں گے، ہنستے مسکراتے، ہشاش بشاش۔'' یعنی وہاں لوگوں کے دو گروہ ہوں گے، ایک ان لوگوں کا گروہ جن کے چہرے چمک رہے ہوں گے اور وہ خنداں و شاداں ہوں گے کیونکہ ان کے دلوں کے سرور کی وجہ سے ان کے چہروں پر چمک دمک نمایاں ہوگی، یہ اہل جنت کا گروہ ہوگا اور دوسرا گروہ وہ جن کے چہروں کی حالت یہ ہوگی: ﴿وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ﴾ ''اور کئی چہروں پر اس دن خاک اڑ رہی ہوگی، ان پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی۔'' یعنی ان کے چہرے کالے سیاہ ہو چکے ہوں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ﴾ کے معنی ہیں کہ ان کے چہروں پر سیاہی چھا رہی ہوگی۔ ② فرمان الٰہی ہے: ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾ ''یہی کافر، فاجر ہیں۔'' یعنی یہ دلوں کے اعتبار سے کافر اور اپنے عملوں کے اعتبار سے فاسق و فاجر ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ (نوح 27:71) ''اور وہ (کافر آیندہ) کسی نافرمان، سخت منکر ہی کو جنیں گے۔''

سورۂ عبس کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة عبس، حديث :3332. ② تفسير ابن أبي حاتم :3401/10.



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ① وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ② وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ③ وَاِذَا الۡعِشَارُ

جب سورج لپیٹ دیا جائے گا① اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے② اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے③ اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بیکار چھوڑ

عُطِّلَتۡ ④ وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ⑤ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ⑥ وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ⑦

دی جائیں گی④ اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے⑤ اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے⑥ اور جب روحیں (جسموں سے) ملا دی جائیں گی⑦

وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ ⑧ بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ⑨ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ⑩ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتۡ ⑪

اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا:⑧ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی؟⑨ اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے⑩ اور جب آسمان کی کھال

وَاِذَا الۡجَحِيۡمُ سُعِّرَتۡ ⑫ وَاِذَا الۡجَنَّةُ اُزۡلِفَتۡ ⑬ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ⑭

اتار دی جائے گی⑪ اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی⑫ اور جب جنت قریب لائی جائے گی⑬ اس وقت ہر شخص جان لے گا جو کچھ وہ لے کر آیا⑭

سورۂ تکویر کا حدیث میں ذکر: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأْيُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَأْ: ﴿اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ①﴾ وَ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ①﴾ وَ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ①﴾] ”جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے گویا آنکھ سے دیکھ رہا ہو تو وہ سورۂ ﴿اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ①﴾، ﴿اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ①﴾ اور ﴿اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ①﴾ پڑھے۔“[1] امام ترمذی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

تفسیر آیات:1-14

قیامت کے دن سورج کا لپیٹ لیا جانا: علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ①﴾ کے معنی ہیں جب سورج کو تاریک کر دیا جائے گا۔[3] اور عوفی نے آپ سے روایت کیا ہے کہ جب سورج ختم ہو جائے گا۔[4] اور قتادہ نے اس کے معنی بیان کیے ہیں کہ جب اس کی روشنی ختم ہو جائے گی۔[5] سعید بن جبیر

① مسند أحمد: 27/2. ② جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة ﴿اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ①﴾، حديث: 3333. ③ تفسير الطبري: 81/30. ④ تفسير الطبري: 81/30. ⑤ تفسير الطبري: 81/30.

فرماتے ہیں کہ ﴿ كُوِّرَتْ ① ﴾ کے معنی غروب ہو جانے اور ڈوب جانے کے ہیں۔[1] ابوصالح کا قول ہے کہ جب اسے ڈال دیا جائے گا۔[2] تکویر کے معنی کسی چیز کے بعض حصے کو بعض پر لپیٹنے کے ہیں، مثلاً: عمامہ کا لپیٹنا یا بعض کپڑوں کا بعض کے ساتھ لپیٹ دینا، چنانچہ ﴿ كُوِّرَتْ ① ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ سورج کے بعض حصوں کو بعض کے ساتھ ملا کر لپیٹ لیا جائے گا اور پھر اسے پھینک دیا جائے گا اور جب ایسا کیا جائے گا تو اس کی روشنی ختم ہو جائے گی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ’’سورج اور چاند دونوں کو قیامت کے دن لپیٹ لیا جائے گا۔‘‘[3] یہ حدیث صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے روایت کی ہے اور یہ صحیح بخاری ہی کی روایت کے الفاظ ہیں۔

تاروں کا بے نور ہو جانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ② ﴾ ’’اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔‘‘ یعنی ستارے جھڑ جائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ② ﴾ (الانفطار 2:82) ’’اور جب تارے جھڑ جائیں گے۔‘‘ اِنکِدار کے اصل معنی گرنے کے ہوتے ہیں۔

ربیع بن انس نے ابوالعالیہ سے اور انھوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قیامت سے پہلے چھ نشانیاں ہوں گی: (1) لوگ بازاروں میں ہوں گے کہ اچانک سورج کی روشنی ختم ہو جائے گی (2) پس وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک تارے بھی ٹوٹ جائیں گے (3) پس وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ پہاڑ سطح زمین پر گر جائیں گے۔ جس سے زمین متحرک، مضطرب اور آپس میں خلط ملط ہو جائے گی تو جن گھبرا کر انسانوں کے پاس اور انسان گھبرا کر جنوں کے پاس جائیں گے۔ حیوانات، پرندے اور وحشی جانور بھی ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اکٹھے ہو جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ⑤ ﴾ ’’اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔‘‘ یعنی رَل مِل جائیں گے، ﴿ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ④ ﴾ ’’اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔‘‘ یعنی ان کے مالک انھیں بے کار چھوڑ دیں گے۔ (4) ﴿ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ⑥ ﴾ ’’اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔‘‘ راوی (حدیث) نے کہا: جن کہیں گے کہ ہم تمھارے پاس خبر لاتے ہیں (کہ یہ سب کچھ کیوں اور کیا ہے؟) وہ سمندر کی طرف جائیں گے تو دیکھیں گے کہ اس میں آگ بھڑک رہی ہو گی (5) لوگ اسی طرح بازاروں میں ہوں گے کہ اچانک زمین پھٹ جائے گی اور وہ سب سے نیچے کی ساتویں زمین تک (زمین) پھٹ جائے گی اور اوپر ساتویں آسمان تک آسمان پھٹ جائے گا۔ (6) اسی طرح لوگ بازاروں میں ہوں گے کہ اچانک ایک ہوا چلے گی جس سے سب لوگ مر جائیں گے۔ اسے حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ انھی کی روایت کے ہیں۔[4]

---

① تفسير الطبري: 81/30 . ② تفسير الطبري: 81/30 . ③ صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر، حديث: 3200 . ④ تفسير الطبري: 80/30 و تفسير ابن أبي حاتم: 3403,3402/10 .

پہاڑوں کا چلانا، اونٹنیوں کا بے کار چھوڑنا اور وحشی جانوروں کا جمع کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ ﴾ ”اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔“ یعنی پہاڑ اپنی جگہوں کو چھوڑ دیں گے، انھیں بکھیر دیا جائے گا اور زمین چٹیل اور ہموار میدان کی طرح ہو جائے گی۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ ﴾ ”اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بیکار چھوڑ دی جائیں گی۔“ عکرمہ اور مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں مراد ہیں۔[1] مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ عُطِّلَتْ ۝ ﴾ کے معنی ہیں کہ انھیں بے کار چھوڑ دیا اور آزاد کر دیا جائے گا۔[2] حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور ضحاک فرماتے ہیں کہ ان کے مالکان انھیں بیکار قرار دے کر چھوڑ دیں گے۔[3] ربیع بن خثیم فرماتے ہیں کہ نہ انھیں دوہا جائے گا اور نہ ان کے تھنوں کو باندھا جائے گا، ان کے مالکان ان سے دست کش ہو جائیں گے۔[4] امام ضحاک فرماتے ہیں کہ انھیں چھوڑ دیا جائے گا اور کوئی ان کا چرواہا نہ ہوگا۔[5]

ان تمام اقوال کے معنی ایک ہی ہیں، مقصود یہ ہے کہ ﴿ الْعِشَارُ ﴾ سے مراد دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں ہیں، عِشَار کا واحد عُشَرَاءُ ہے اور بچہ جنم دینے تک حاملہ اونٹنی کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان اونٹنیوں کو بہترین سمجھا جاتا ہے، لوگ ان اونٹنیوں اور ان کی کفالت سے بھی بے پروا ہو جائیں گے، حالانکہ ان سے انھیں بے حد رغبت اور بہت دلچسپی ہوا کرتی تھی مگر اب ایک خوفناک امر اور ایک ہولناک منظر کی وجہ سے وہ اپنی اس پسندیدہ چیز سے بھی غافل ہو جائیں گے۔ یہ خوفناک اور ہولناک منظر قیامت کا دن، اس کے اسباب کا برپا ہونا اور اس کی نشانیوں کا واقع ہونا ہوگا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ ﴾ ”اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔“ یعنی جمع کیے جائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓىِٕرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:38) ”اور نہیں ہے زمین میں چلنے والا کوئی جانور اور نہ اپنے دونوں پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ مگر وہ تمھاری ہی طرح امتیں ہیں، ہم نے کتاب (لوح محفوظ) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (جس کا ذکر نہ کیا ہو)، پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر چیز حتی کہ مکھیوں تک کو بھی اکٹھا کیا جائے گا، اسے امام ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔[6] امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اسی معنی کو درست قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ ﴾ (صٓ 38:19) ”اور پرندے بھی (ہم نے داود کے تابع کر دیے تھے) جبکہ وہ اکٹھے کیے ہوتے۔“[7]

سمندروں کا بھڑکایا جانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ ﴾ ”اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔“ امام ابن جریر نے سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے پوچھا کہ جہنم کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: سمندر میں۔ آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ صحیح کہہ رہا ہے (کیونکہ قرآن مجید میں ہے:)

---

[1] تفسیر الطبری: 83/30. [2] تفسیر الطبری: 83/30. [3] تفسیر الطبری: 83/30. [4] تفسیر الطبری: 83/30.
[5] تفسیر الطبری: 84/30. [6] تفسیر ابن أبی حاتم: 3404/10. [7] تفسیر الطبری: 85/30.

﴿ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝ ﴾ (الطور 52:6) ”اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی (قسم!)“ اور (اسی طرح)[وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِرَتْ] ”اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔“[1] اس کے بارے میں تفصیلی بحث ﴿ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝ ﴾ (الطور 52:6) کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔[2]

روحوں کا ملانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَإِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ ﴾ ”اور جب جانیں ملا دی جائیں گی۔“ یعنی ہر شکل کو اس کی نظیر کے ساتھ جمع کر دیا جائے گا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:22) ”اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو۔“

امام ابن ابو حاتم نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [﴿ وَإِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ ﴾ قَالَ: اَلضُّرَبَاءُ، كُلُّ رَجُلٍ مَّعَ كُلِّ قَوْمٍ كَانُوا يَعْمَلُونَ عَمَلَهُ، وَذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ: ﴿ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ ﴾ (الواقعة 56:7-10) قَالَ: هُمُ الضُّرَبَاءُ] ”اور جب جانیں ملا دی جائیں گی“ اس سے مراد ہم جنس لوگ ہیں، ہر شخص کو ایسے لوگوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا جو اس جیسے عمل کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اور تم (لوگ) تین قسمیں ہو جاؤ گے، پس دائیں ہاتھ والے، کیا (خوب) ہیں دائیں ہاتھ والے، اور بائیں ہاتھ والے، کیا (برے) ہیں بائیں ہاتھ والے، اور سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں“ فرمایا: یہ ہم جنس لوگ ہوں گے۔“[3]

زندہ درگور کی گئی بچی سے سوال: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَإِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ ﴾ ”اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی۔“ جمہور کی قراءت کے مطابق اسے ﴿ سُئِلَتْ ۝ ﴾ ہی پڑھا گیا ہے۔ ﴿ الْمَوْءٗدَةُ ﴾ سے مراد وہ بچیاں ہیں جنھیں زمانہ جاہلیت کے لوگوں نے لڑکیوں سے نفرت کی وجہ سے زندہ ہی زمین میں دفن کر دیا تھا، قیامت کے دن ان بچیوں سے پوچھا جائے گا کہ انھیں کیوں قتل کیا گیا تا کہ اس میں ان کے قاتلوں کے لیے سرزنش ہو، جب مظلوم سے بھی یہ سوال ہو گا تو ظالم کے بارے میں کیا گمان کیا جا سکتا ہے؟ علی بن ابو طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اسے [سَأَلَتْ] پڑھتے تھے، یعنی زندہ دفن کی گئی لڑکی پوچھے گی۔[4] ابوالضحیٰ بھی یہی کہتے ہیں کہ [سَأَلَتْ] یعنی زندہ درگور کی گئی بچی اپنے خون کے بارے میں سوال کرے گی۔[5] سدی اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[6]

﴿ الْمَوْءٗدَةُ ﴾ کے متعلق کئی احادیث موجود ہیں، امام احمد نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور انھوں نے جدامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا

---

[1] تفسیر الطبری: 85/30. [2] دیکھیے الطور، آیت:6 کے ذیل میں۔ [3] تفسیر ابن أبی حاتم .3407/10 و تفسیر الطبری: 88/30 یہ حدیث ضعیف ہے۔ [4] تفسیر ابن أبی حاتم: 3402/10 و تفسیر القرطبی: 234.233/19. [5] تفسیر الطبری: 90/30 و الدر المنثور: 528/6. [6] تفسیر ابن أبی حاتم: 3403/10.

سے جو کہ عکاشہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں، روایت کیا ہے کہ کچھ لوگوں کی موجودگی میں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ فرما رہے تھے : [لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهٰى عَنِ الْغِيلَةِ فَنَظَرْتُ فِي الرُّومِ وَفَارِسَ فَإِذَا هُمْ يُغِيلُونَ أَوْلَادَهُمْ وَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ ذٰلِكَ شَيْئًا] ''میں نے ارادہ کیا تھا کہ غیلہ (عورت سے مدت رضاعت میں وطی کرنے یا حاملہ عورت کے اپنے بچے کو دودھ پلانے) سے منع کر دوں لیکن میں نے دیکھا کہ روم اور فارس کے لوگ ایسا کرتے ہیں اور اس سے ان کے بچوں کو کوئی نقصان نہیں ہوتا (تو میں نے بھی اپنا ارادہ بدل دیا۔)'' پھر لوگوں نے آپ سے عزل (بیوی سے مباشرت کے وقت مادہ منویہ کو اندام نہانی سے باہر گرانے) کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: [ذَاكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ وَهُوَ الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ] ''یہ تو مخفی طریقے سے زندہ درگور کرنا ہے اور یہی وہ زندہ درگور کی گئی ہے جس سے پوچھا جائے گا کہ اسے کیوں مارا گیا۔''①

بچیوں کو زندہ درگور کرنے کا کفارہ: امام عبدالرزاق نے اسرائیل سے، انھوں نے سماک بن حرب سے، انھوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے اور انھوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ⑧﴾ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے زمانۂ جاہلیت میں اپنی کئی بچیوں کو زندہ درگور کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: [أَعْتِقْ عَنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ رَقَبَةً] ''ان میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک گردن آزاد کر دو۔'' اس نے عرض کی : اے اللہ کے رسول! میرے پاس تو اونٹ ہیں، آپ نے فرمایا: [فَانْحَرْ عَنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ بَدَنَةً] ''ان میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک اونٹ قربان کر دو۔''②

اعمال ناموں کا کھولا جانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ⑩﴾ ''اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔'' ضحاک فرماتے ہیں ہر انسان کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! اپنے نامۂ اعمال میں تو خود ہی لکھواتا ہے، پھر تیرے نامۂ اعمال کو لپیٹ دیا جائے گا اور پھر قیامت کے دن تیرے سامنے اسے کھولا جائے گا، لہٰذا ہر آدمی کو خود اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ وہ اپنے نامۂ اعمال میں کیا لکھوا رہا ہے۔③

آسمان کی کھال کا اتارنا، جہنم کا بھڑکانا اور جنت کا قریب کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ⑪﴾ ''اور جب آسمان کی کھال اتار دی جائے گی۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿كُشِطَتْ ⑪﴾ کے معنی ہیں کہ کھال کھینچ لی جائے

① مسند أحمد: 434/6 وصحيح مسلم، النكاح، باب جواز الغيلة......، حديث: (141)-1442 وسنن أبي داود، الطب، باب في الغيل، حديث: 3882 وجامع الترمذي، الطب، باب ما جاء في الغيلة، حديث: 2077 وسنن النسائي، النكاح، باب الغيلة، حديث: 3328 وسنن ابن ماجه، النكاح، باب الغيل، حديث: 2011. ② كشف الأستار، التفسير، باب سورة ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ①﴾: 78/3، حديث: 2280 وتفسير عبدالرزاق: 397/3، رقم: 3512. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3403/10 وتفسير الطبري: 91/30.

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ﴿15﴾ الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ﴿16﴾ وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ﴿17﴾ وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿18﴾

چنانچہ میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے ﴿15﴾ چلنے والے، چھپ جانے والے تاروں کی ﴿16﴾ اور رات کی جب وہ چلی جاتی ہے ﴿17﴾ اور صبح کی جب وہ روشن ہوتی

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿19﴾ ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ﴿20﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ

ہے ﴿18﴾ بے شک یہ (قرآن) رسول کریم (جبریل) کا قول ہے ﴿19﴾ جو بڑی قوت والا، عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے ﴿20﴾ وہاں (آسمانوں میں)

اَمِيۡنٍ ﴿21﴾ وَمَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿22﴾ وَلَقَدۡ رَاٰهُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِيۡنِ ﴿23﴾ وَمَا هُوَ

اس کی اطاعت کی جاتی ہے، امین ہے ﴿21﴾ اور (اے اہل مکہ!) تمھارا ساتھی (محمد) دیوانہ نہیں ﴿22﴾ اور یہ (نبی) تو اس (جبریل) کو روشن افق پر دیکھ چکا ہے ﴿23﴾ اور

عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ ﴿24﴾ وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ ﴿25﴾ فَاَيۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ ﴿26﴾

وہ غیب (کی باتوں) پر بخیل نہیں ہے ﴿24﴾ اور یہ (قرآن) کسی مردود شیطان کا قول نہیں ﴿25﴾ پھر تم کدھر چلے جا رہے ہو ﴿26﴾ یہ تو سب

اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿27﴾ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ ﴿28﴾ وَمَا تَشَآءُوۡنَ

جہانوں کے لیے نصیحت ہے ﴿27﴾ تم میں سے اس کے لیے جو بھی سیدھی راہ پر چلنا چاہے ﴿28﴾ اور اللہ رب العالمین کے چاہے بغیر تم

اِلَّآ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿29﴾

(کچھ بھی) نہیں چاہ سکتے ﴿29﴾

گی۔[1] سدی فرماتے ہیں کہ اسے برہنہ کر دیا جائے گا۔[2] فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِذَا الۡجَحِيۡمُ سُعِّرَتۡ ﴿12﴾ ﴾ ''اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی۔'' سدی فرماتے ہیں کہ خوب گرم کی جائے گی۔[3] ﴿ وَاِذَا الۡجَنَّةُ اُزۡلِفَتۡ ﴿13﴾ ﴾ ''اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔'' ضحاک، ابو مالک، قتادہ اور ربیع بن خثیم نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ جنت کو اہل جنت کے قریب کر دیا جائے گا۔[4]

ہر شخص جان لے گا جو کچھ وہ لے کر آیا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ﴿14﴾ ﴾ ''ہر شخص جان لے گا جو کچھ وہ لے کر آیا۔'' یہ جواب ہے، یعنی مذکورہ بالا امور واقع ہوں گے تو اس وقت ہر شخص جان لے گا جو اس نے عمل کیے اور آج کے اس دن کے لیے لے کر آیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوۡمَ تَجِدُ كُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ مِنۡ خَيۡرٍ مُّحۡضَرًا ۖۛ وَّمَا عَمِلَتۡ مِنۡ سُوۡٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوۡ اَنَّ بَيۡنَهَا وَبَيۡنَهٗۤ اَمَدًاۢ بَعِيۡدًا ﴾ (آل عمرٰن 30:3) ''جس دن ہر شخص اپنے کیے ہوئے اچھے عمل کو اور اپنے کیے ہوئے برے عمل کو اپنے سامنے پائے گا، وہ خواہش کرے گا کاش! اس کے اور اس (کی برائی) کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔'' اور فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴿13﴾ ﴾ (القيمة 13:75) ''اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔''

تفسیر آیات :15-29

[1] تفسیر الطبری: 92/30. [2] دیکھیے تفسیر الماوردی: 215/6 وتفسیر الکشاف: 709/4. [3] تفسیر الماوردی: 215/6. [4] تفسیر ابن أبی حاتم: 3403/10 والدر المنثور: 526/6 وتفسیر عبدالرزاق: 397/3، رقم: 3510.

خُنَّس اور کُنَّس کی تفسیر: امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نمازِ فجر نبی ﷺ کی اقتدا میں ادا کی اور سنا کہ آپ تلاوت فرما رہے تھے: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝ ﴾ ''چنانچہ میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے، چلنے والے، چھپ جانے والے تاروں کی، اور رات کی جب وہ چلی جاتی ہے، اور صبح کی جب وہ روشن ہوتی ہے!''[1] امام ابن جریر نے خالد بن عرعرہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ ﴾ سے کیا مراد ہے تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے ستارے مراد ہیں جو دن کو چھپ جاتے ہیں اور رات کو نمودار ہو جاتے ہیں۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝ ﴾ ''اور رات کی (قسم!) جب وہ چلی جاتی ہے۔'' کے بارے میں دو قول ہیں: ایک تو یہ کہ اس سے مراد رات کا اندھیرے کے ساتھ آنا ہے۔ مجاہد نے ﴿ عَسْعَسَ ۝ ﴾ کے معنی بیان فرمائے ہیں کہ جب رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے۔[3] سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ جب رات شروع ہو جاتی ہے۔[4] امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب رات لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔ عطیہ عوفی کا بھی یہی قول ہے۔[5] علی بن ابوطلحہ اور عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اِذَا عَسْعَسَ ۝ ﴾ کے معنی ہیں: جب رات گزر جاتی ہے۔[6] امام مجاہد، قتادہ اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔[7] اسی طرح زید بن اسلم اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن نے بھی کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ جب رات چلی جاتی اور ختم ہو جاتی ہے۔[8] میرے نزدیک ﴿ اِذَا عَسْعَسَ ۝ ﴾ سے یہاں رات کا آنا مراد ہے گو رات کے جانے کے لیے بھی اس کا استعمال صحیح ہے لیکن یہاں زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس کے معنی رات کے آنے کے کیے جائیں، گویا اللہ تعالیٰ نے رات اور اس کے اندھیرے کی قسم کھائی جب وہ آئے اور چھا جائے اور صبح اور اس کی روشنی کی قسم کھائی جب وہ خوب روشن ہو جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ ﴾ (الّیل 92:1,2) ''رات کی قسم جب وہ چھا جائے! اور دن کی جب وہ روشن ہو۔'' ﴿ وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ ﴾ (الضحی 93:1,2) ''دھوپ چڑھنے کے وقت کی قسم! اور رات کی جب وہ چھا جائے۔'' نیز فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا ﴾ (الأنعام 6:96) ''وہ (اللہ رات کے اندھیرے سے) صبح کی سپیدی نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو سکون کا باعث بنایا۔''

اور دیگر بہت سی آیات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، بہت سے علمائے اصول نے کہا ہے کہ لفظ ﴿ عَسْعَسَ ۝ ﴾

---

[1] صحیح مسلم، الصلاة، باب متابعة الإمام والعمل بعده، حدیث: 475 و456 والسنن الکبرٰی للنسائي، التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ ﴾: 508,507/6، حدیث: 11651,11650. [2] تفسیر الطبري: 94/30. [3] الدر المنثور: 530/6. [4] تفسیر الماوردي: 217/6. [5] تفسیر الطبري: 99/30. [6] تفسیر الطبري: 98,97/30. [7] تفسیر الطبري: 98/30. [8] تفسیر الطبري: 98/30 وتفسیر القرطبي: 238/19.

اقبال و ادبار(آنے اور جانے) میں استعمال کے لیے مشترک ہے، لہٰذا ان میں سے ہر ایک معنی مراد لینا صحیح ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴾ کے معنی امام ضحاک رحمہ اللہ نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ جب صبح طلوع ہو جاتی ہے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ جب صبح روشن ہو جاتی اور آجاتی ہے۔[1]

قرآن جبریل لے کر نازل ہوئے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴾ ''بے شک یہ (قرآن) رسول کریم (جبریل) کا قول ہے۔'' یعنی اس قرآن کو ایک فرشتۂ عالی مقام نے پہنچایا ہے جو بہت ہی شریف، حسن خلق کا پیکر اور مجسم حسن و جمال ہے اور وہ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، شعبی، میمون بن مہران، حسن، قتادہ، ربیع بن انس اور ضحاک وغیرہ کا قول ہے۔[2] ﴿ ذِيْ قُوَّةٍ ﴾ ''بڑی قوت والا ہے۔'' جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ﴾ (النجم 53:5,6) ''اسے زبردست قوتوں والے (جبریل) نے سکھایا جو بڑی طاقت والا ہے۔'' یعنی جو خلقت کے اعتبار سے بھی بہت شدید ہے اور گرفت اور فعل کے اعتبار سے بھی شدید، ﴿ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴾ ''عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ ﴿ مُّطَاعٍ ثَمَّ ﴾ ''وہاں (آسمانوں میں) اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔'' یعنی اسے وجاہت بھی حاصل ہے کہ ملاء اعلیٰ میں اس کی بات سنی جاتی اور اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آسمانوں میں اس کی بات سنی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ عام فرشتوں میں سے نہیں ہے بلکہ سادات واشراف میں سے ہے، لہٰذا اس کی اسی اہمیت وعظمت کے پیش نظر اسے اس عظیم الشان پیغام رسانی کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمِيْنٍ ﴾ ''امانت دار ہے۔'' یہ جبریل علیہ السلام کی صفت امانت ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے کہ خود اللہ رب العزت اپنے عبد اور ملکی رسول جبریل کا تزکیہ فرما رہا ہے جیسا کہ اس نے اپنے عبد اور بشری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تزکیہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴾ ''اور (اے مکہ والو!) تمھارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دیوانے نہیں ہیں۔'' شعبی، میمون بن مہران، ابو صالح اور مذکورہ بالا ائمۂ تفسیر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔[3]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴾ ''اور بے شک اس (نبی) نے اس (جبریل) کو (آسمان کے) روشن (شرقی) کنارے پر دیکھا ہے۔'' یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر وحی لاتے ہیں، ان کی اس اصلی شکل وصورت میں دیکھا جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں چھ سو پر عطا فرمائے ہیں، ﴿ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴾ ''روشن (واضح) کنارے پر۔'' اس سے مراد وہ پہلی رؤیت ہے جو بطحاء میں ہوئی تھی اور جس کا ذکر ان آیات میں ہے:

---

① تفسیر الطبری:99/30. ② تفسیر الطبری:100/30 و تفسیر القرطبی:240/19 و الدر المنثور:530/6. ③ تفسیر الطبری:101/30 و الدر المنثور:530/6.

﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ ﴾ (النجم 53:5-10) ''اسے زبردست قوتوں والے (جبریل) نے سکھایا جونہایت طاقتور ہے، پس وہ (اپنی اصلی صورت میں) سیدھا کھڑا ہوگیا جبکہ وہ (آسمان کے) بلند کنارے پر تھا، پھر وہ قریب ہوا اور اتر آیا تو وہ دو کمانوں کے فاصلے پر بلکہ اس سے بھی قریب ہوگیا، پھر اس نے اللہ کے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی۔'' جیسا کہ اس کی تفسیر و وضاحت اور اس بات کی دلیل کہ اس سے جبریل علیہ السلام مراد ہیں، قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔[1] بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ شب معراج سے قبل نازل ہوئی ہے کیونکہ اس میں صرف اس پہلی رؤیت ہی کا ذکر ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. دوسری رؤیت کا ذکر درج ذیل آیات میں ہے: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۙ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ؕ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۙ ﴾ (النجم 53:13-16) ''اور البتہ تحقیق اس (رسول) نے اس (جبریل) کو ایک اور بار اترتے ہوئے بھی دیکھا ہے، سدرۃ المنتہیٰ (آخری حد کی بیری) کے قریب، اس کے پاس ہی جنت الماوی ہے، جب بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔'' اس دوسری بار کی رؤیت کا ذکر سورۂ نجم میں ہے اور یہ سورۂ اسراء کے بعد نازل ہوئی ہے۔

نبی ﷺ وحی پہنچانے میں بخیل نہ تھے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ﴾ ''اور وہ غیب (کی باتوں) پر بخیل نہیں ہے۔'' یعنی محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے جو نازل فرمایا ہے وہ اس کے بارے میں ظَنِین یعنی تہمت لگائے ہوئے نہیں ہیں اور بعض ائمہ نے اسے ضاد سے ضَنِین پڑھا ہے تو اس صورت میں اس کے معنی بخیل ہوں گے، یعنی آپ وحی کے پہنچانے میں بخیل نہیں ہیں بلکہ اسے ہر ایک تک پہنچا رہے ہیں۔ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ظَنِین اور ضَنِین دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، یعنی آپ کاذب و فاجر نہیں ہیں۔ ظَنِین کے معنی متہم اور ضَنِین کے معنی بخیل ہیں۔[2] حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ قرآن غیب تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا تو آپ نے اس میں کسی بخل کا مظاہرہ نہیں فرمایا بلکہ قرآن مجید کو خوب پھیلایا، پہنچایا اور جس شخص نے قرآن مجید کا جو حصہ معلوم کرنا چاہا آپ نے اسے بتا دیا۔[3] عکرمہ، ابن زید اور کئی ایک ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[4] اور امام ابن جریر نے ضاد کی قراءت کو اختیار فرمایا ہے[5] لیکن یہ دونوں قراءتیں متواتر اور معنی کے اعتبار سے صحیح ہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔

قرآن جہانوں کے لیے نصیحت ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۙ﴾ ''اور یہ (قرآن) کسی مردود شیطان کا کلام نہیں۔'' یعنی یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں ہے، شیطان اس کا متحمل ہو سکتا ہے نہ اس کے مطلب کی چیز ہے اور نہ اسے یہ زیب ہی دیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ○ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ؕ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ؕ ﴾ (الشعرآء 26:210-212) ''اور اس (قرآن) کو شیطان لے کر نازل نہیں

---

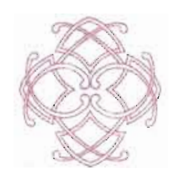
[1] دیکھیے النجم، آیات: 5-10 کے ذیل میں۔ [2] تفسیر الطبری: 103,102/30. [3] تفسیر الطبری: 102/30 والدر المنثور: 531/6. [4] تفسیر الطبری: 103,102/30 والدر المنثور: 531/6. [5] تفسیر الطبری: 104/30.

ہوئے، اور نہ یہ ان کے لائق ہے اور نہ وہ اس کی استطاعت ہی رکھتے ہیں، بلاشبہ وہ تو (آسمانی باتوں کے) سننے ہی سے الگ کیے ہوئے ہیں۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ ﴾ ''پھر تم کدھر جا رہے ہو؟'' یعنی قرآن کی جو تم تکذیب کر رہے ہو تو تمھاری عقلیں کہاں چلی جا رہی ہیں کیونکہ قرآن تو بالکل ظاہر، واضح اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وفد بنی حنیفہ سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ مسلمان ہو کر آئے تھے اور آپ کے حکم سے انھوں نے مسیلمہ کذاب کے قرآن کا کچھ حصہ آپ کو سنایا تھا جو حد درجہ ہذیان و خرافات پر مبنی تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تھا: تم پر افسوس ہے، تمھاری عقلیں کہاں چلی جا رہی ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ کلام اللہ تعالیٰ کا نہیں ہے۔[1]

قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ تم کتاب اللہ اور اس کی اطاعت کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟[2] ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ ﴾ ''یہ تو جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔'' یعنی یہ قرآن تو کائنات کے تمام لوگوں کے لیے ہے تاکہ وہ اس سے وعظ و نصیحت حاصل کریں۔ ﴿ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ﴿۲۸﴾ ﴾ ''اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔'' یعنی جو شخص ہدایت اختیار کرنا چاہے تو اسے اس قرآن سے کسب فیض کرنا چاہیے کیونکہ یہ ذریعۂ نجات اور موجب ہدایت ہے، اس کے سوا اور کہیں سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ ﴿ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۹﴾ ﴾ ''اور تم (کچھ بھی) نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے۔'' یعنی یہ تمھاری مرضی پر منحصر نہیں ہے کہ جو چاہے ہدایت حاصل کر لے اور جو چاہے گمراہ رہے بلکہ یہ سب کچھ تو اللہ رب العالمین کی مشیت کے تابع ہے۔ سلیمان بن موسیٰ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ﴿۲۸﴾ ﴾ ''اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔'' تو ابوجہل نے کہا کہ یہ معاملہ تو اب ہمارے اختیار میں ہے کہ اگر ہم چاہیں تو راہ راست پر آ جائیں اور اگر چاہیں تو نہ آئیں تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۹﴾ ﴾ ''اور تم (کچھ بھی) نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے۔''[3]

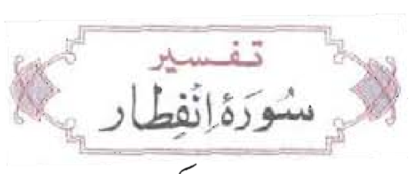
سورۂ تکویر کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



---

[1] تفسیر البغوی: 319/2 وتفسیر الرازی: 230/15. [2] تفسیر الطبری: 104/30. [3] تفسیر الطبری: 105/30.



یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ① وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ② وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ③ وَاِذَا الْقُبُوْرُ

جب آسمان پھٹ جائے گا① اور جب تارے جھڑ جائیں گے② اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے③ اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں

بُعْثِرَتْ ④ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ⑤ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ⑥

گی④ تو ہر شخص کو اس کا اگلا پچھلا کیا دھرا سب معلوم ہو جائے گا⑤ اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم کی بابت دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟⑥

الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ⑦ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ⑧ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ

جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے درست کیا پھر تجھے معتدل بنایا⑦ اس نے جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا⑧ ہرگز نہیں! بلکہ تم لوگ جزا و سزا

بِالدِّيْنِ ⑨ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ⑩ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ⑪ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ⑫

کو جھٹلاتے ہو⑨ حالانکہ تم پر نگران (فرشتے) مقرر ہیں⑩ معزز لکھنے والے⑪ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو⑫

سورۂ انفطار کی فضیلت: امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے عشاء کی نماز پڑھائی تو لمبی قراءت کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: [أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ! أَيْنَ كُنْتَ عَنْ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○﴾ وَ ﴿وَالضُّحٰى ○﴾ وَ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ①﴾؟] "اے معاذ! کیا فتنے میں مبتلا کرنا چاہتے ہو؟ تم ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○﴾، ﴿وَالضُّحٰى ○﴾ اور ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ①﴾ سے کہاں تھے؟"[1] اس حدیث کی اصل صحیح بخاری و مسلم میں ہے[2] لیکن ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ①﴾ کا ذکر صرف نسائی کی روایت میں ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّنْظُرَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأْيُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَأْ: ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○﴾ وَ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ①﴾ وَ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ○﴾] "جسے یہ پسند ہو کہ وہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے گویا آنکھ سے دیکھ رہا ہو تو وہ ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○﴾، ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ①﴾ اور ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ○﴾ کو پڑھے۔"[3]

---

① السنن الكبرىٰ للنسائي، التفسير، باب سورة الانفطار: 508/6، حديث: 11652. ② صحيح البخاري، الأذان، باب من شكا إمامه إذا طول، حديث: 705 و صحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، حديث: 465. ③ مسند أحمد: 27/2 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○﴾ (التكوير 81:1)، حديث: 3333.

تفسیر آیات: 1-12

قیامت کے دن کا منظر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝١ ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ﴾ (المزمل 73:18) ''اس (قیامت کے دن) میں آسمان پھٹ جانے والا ہے۔'' ﴿ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝٢ ﴾ ''اور جب تارے جھڑ جائیں گے۔'' یعنی گر جائیں گے، ﴿ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝٣ ﴾ ''اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے۔'' علی بن ابوطلحہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے بعض کو بعض میں جاری (داخل) کر دے گا۔[1] امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض کو بعض میں جاری (داخل) کر دے گا تو ان کا پانی ختم ہو جائے گا۔[2] امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا میٹھا پانی نمکین کے ساتھ مل جائے گا۔[3]

﴿ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝٤ ﴾ ''اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ بُعْثِرَتْ ۝٤ ﴾ کے معنی ہیں کہ جب اکھیڑ دی جائیں گی۔[4] اور سدی فرماتے ہیں کہ تُبَعْثَرُ کے معنی ہیں کہ ان کو جھنجھوڑا جائے گا اور پھر جو کوئی ان میں ہوگا اسے باہر نکال دیا جائے گا۔[5] ﴿ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝٥ ﴾ ''ہر شخص جان لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا تھا۔'' یعنی جب مذکورہ بالا امور پیش آئیں گے تو اس وقت یہ صورتحال ہوگی کہ ہر شخص اپنے عملوں کو جان لے گا۔

انسان کو چاہیے کہ اپنے رب کو نہ بھولے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝٦ ﴾ ''اے انسان! تجھے تیرے نہایت کرم والے رب کی بابت کس چیز نے دھوکا دیا؟'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت ڈانٹ ہے، یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کریم یہاں لا کر جواب کی طرف رہنمائی کی گئی ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا ہے کہ یہ صفت اس لیے لائی گئی ہے تاکہ کہنے والا یہ کہہ سکے کہ اسے تو اللہ تعالیٰ کے کرم نے دھوکا دیا ہے بلکہ اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اے ابن آدم! تجھے تیرے کریم، یعنی عظیم رب کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا حتی کہ تو اس کی معصیت و نافرمانی پر اتر آیا اور تو اس طرح اس کے سامنے آیا جو اس کی شان کے مطابق نہ تھا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: [اِبْنَ آدَمَ! مَا غَرَّكَ بِي؟ اِبْنَ آدَمَ! مَاذَا أَجَبْتَ الْمُرْسَلِينَ؟] ''ابن آدم! تجھے میرے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟ ابن آدم! تو نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا؟''[6]

امام بغوی نے کلبی اور مقاتل سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: یہ آیت اسود بن شریق کے بارے میں اس وقت

---

[1] تفسير الطبرى: 106/30 . [2] تفسير الطبرى: 106/30 . [3] تفسير الطبرى: 106/30 . [4] تفسير الطبرى: 106/30 . [5] تفسير الماوردى: 221/6 . [6] المعجم الأوسط للطبرانى، باب من اسمه أحمد: 140/1، حديث: 449 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ البتہ پہلی اور دوسری قوسین والے الفاظ المعجم الكبير للطبرانى: 182/9، حديث: 8899 میں موقوفاً مروی ہیں، جبکہ یہ حدیث مرفوعاً ضعیف ہے۔

نازل ہوئی تھی جب اس نے نبی ﷺ کو مارا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے فوراً اسی وقت اپنے عذاب کی گرفت میں نہ لیا بلکہ یہ آیت کریمہ نازل فرما دی۔[1]

﴿الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰىکَ فَعَدَلَکَ ⑦﴾ ''وہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا پھر تجھے معتدل بنایا۔'' یعنی اس رب کریم کے بارے میں کس چیز نے تجھے دھوکے میں مبتلا کر دیا جس نے تجھے ٹھیک ٹھیک حالت میں نہایت اچھے توازن اور اعتدال کے ساتھ، خوب صورت قد و قامت اور حسین و جمیل شکل و صورت میں پیدا فرمایا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے بُسْر بن جَحَّاش قُرشی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے کفِ دست پر لعاب مبارک ڈالا، پھر اس پر انگشت مبارک (اشارے کے طور پر) رکھتے ہوئے فرمایا:[قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ابْنَ آدَمَ! أَنّٰی تُعْجِزُنِي وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ مِّثْلِ هٰذِهِ، حَتّٰی إِذَا سَوَّيْتُكَ وَعَدَلْتُكَ مَشَيْتَ بَيْنَ بُرْدَيْنِ، وَلِلْأَرْضِ مِنْكَ وَئِيدٌ فَجَمَعْتَ وَمَنَعْتَ حَتّٰی إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ قُلْتَ: أَتَصَدَّقُ، وَأَنّٰی أَوَانُ الصَّدَقَةِ؟] ''اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو مجھے کیسے عاجز کر سکتا ہے، حالانکہ میں نے تجھے اس طرح کی چیز سے پیدا فرمایا ہے حتی کہ جب میں نے تجھے ٹھیک ٹھیک اور نہایت توازن و اعتدال کے ساتھ پیدا کر دیا تو تو اپنی دو چادروں کے درمیان چلنے لگا اور تیری آہٹ سے زمین لرز رہی تھی، پھر تو نے مال جمع کیا اور خرچ نہ کیا حتی کہ جب وہ (روح) ہنسلیوں تک پہنچ گئی تو تو نے کہا کہ میں صدقہ کرتا ہوں لیکن اب یہ صدقے کا کون سا وقت ہے؟''[2] امام ابن ماجہ نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[3]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ⑧﴾ ''اس نے جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔'' امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس نے تجھے باپ یا ماں یا ماموں یا چچا سے مشابہ صورت عطا فرمائی۔[4] صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری بیوی نے ایک سیاہ رنگ بچے کو جنم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:[هَلْ لَّكَ مِنْ إِبِلٍ؟] ''کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟'' اس نے عرض کی: جی ہاں، فرمایا:[فَمَا أَلْوَانُهَا؟] ''تو ان کا رنگ کیا ہے؟'' اس نے کہا: سرخ، آپ ﷺ نے فرمایا:[فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟] ''کیا ان میں کوئی سیاہی مائل بھی ہے؟'' اس نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا:[فَأَنّٰی أَتَاهَا (ذٰلِكَ)؟] ''یہ کہاں سے آ گیا؟'' اس نے عرض کی: ہو سکتا ہے اوپر کی نسل کی طرف سے کوئی رگ کھینچ لے گئی ہو، آپ ﷺ نے فرمایا:[وَهٰذَا عَسٰی أَنْ يَّكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ] ''ہو سکتا ہے کہ یہ بچہ بھی کسی رگ نے کھینچا ہو۔''[5]

فرشتے اعمال لکھ رہے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ⑨﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ تم لوگ جزا و سزا

---

① تفسیر البغوی: 219/5 یہ روایت ضعیف ہے۔ ② مسند أحمد: 210/4. ③ سنن ابن ماجه، الوصايا، باب النهي عن الإمساك في الحياة......، حديث: 2707. ④ تفسير الطبري: 109/30. ⑤ صحيح البخاري، الطلاق، باب إذا عرض بنفي الولد، حديث: 5305 و صحيح مسلم، اللعان، حديث: 1500 و اللفظ له البتہ قوسین والا لفظ صحیح بخاری کے مطابق ہے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ⑬ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ⑭ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ⑮ وَمَا هُمْ

یقیناً نیک لوگ ضرور نعمتوں میں ہوں گے ⑬ اور یقیناً بدکار لوگ ضرور دوزخ میں ہوں گے ⑭ وہ روز جزا کو اس میں داخل ہوں گے ⑮ اور وہ اس سے

عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ ⑯ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ⑰ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ⑱ یَوْمَ

غائب (دور) نہ ہوسکیں گے ⑯ اور آپ کو کیا خبر کہ روز جزا کیا ہے؟ ⑰ پھر آپ کو کیا خبر کہ روز جزا کیا ہے؟ ⑱ اس دن کوئی شخص کسی کے لیے

لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ یَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ⑲

کچھ بھی اختیار نہ رکھے گا اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہو گا ⑲

کو جھٹلاتے ہو۔'' یعنی اپنے رب کریم کی معصیت اور نافرمانی پر تمھیں یہ بات اکساتی ہے کہ تمھارے دل آخرت، جزا اور حساب کی تکذیب کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ⑩ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ⑪ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ⑫ ﴾ ''حالانکہ یقیناً تم پر نگہبان مقرر ہیں، معزز لکھنے والے، جو تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔'' یعنی تم پر ملائکہ جو بڑے ہی عالی قدر ہیں، بطور نگہبان مقرر ہیں، لہٰذا ان کے سامنے برے اعمال نہ کرو کیونکہ وہ تمھارے اعمال کو لکھ لیتے ہیں۔

تفسیر آیات:13-19

نیکوکار اور بدکردار لوگوں کی جزا: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ نیکوکار جنت کی ابدی و سرمدی نعمتوں سے فیض یاب ہوں گے کہ انھوں نے اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت کی اور اس کی معصیت و نافرمانی نہیں کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بدکردار لوگوں کا انجام بتایا کہ وہ جہنم رسید ہو کر ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے، اسی لیے فرمایا: ﴿ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ⑮ ﴾ ''وہ جزا کے دن اس میں داخل ہوں گے۔'' ﴿ یَوْمَ الدِّیْنِ ⑮ ﴾ سے مراد حساب، جزا اور قیامت کا دن ہے۔ ﴿ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ ⑯ ﴾ ''اور وہ اس سے غائب (دور) نہ ہوسکیں گے۔'' یعنی عذاب الٰہی سے ایک لمحے کے لیے بھی چھپ نہیں سکیں گے اور نہ ان سے عذاب میں تخفیف ہی کی جائے گی اور ان کی اس بات کا انھیں کوئی جواب نہیں دیا جائے گا جو وہ التجا کریں گے کہ انھیں موت ہی آجائے یا کم از کم ایک دن ہی عذاب میں تخفیف کر دی جائے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ⑰ ﴾ ''اور آپ کو کیا خبر جزا کا دن کیا ہے؟'' یہ یوم قیامت کی عظمت شان کی طرف اشارہ ہے اور پھر مزید تاکید کے طور پر فرمایا: ﴿ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ⑱ ﴾ ''پھر آپ کو کیا خبر جزا کا دن کیا ہے؟'' پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْـًٔا ؕ ﴾ ''جس روز کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی۔'' یعنی اس دن کوئی کسی کو نفع نہ پہنچا سکے گا اور نہ کسی کو عذاب سے نجات دلا سکے گا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی اجازت عطا فرما دے جس کے لیے چاہے اور پسند کرے۔ ہم یہاں اس حدیث کا حوالہ دیں گے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: [یَا بَنِی هَاشِمٍ ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ ...... لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا] ''اے بنی ہاشم! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا لو...... میں اللہ تعالیٰ سے تمھارے

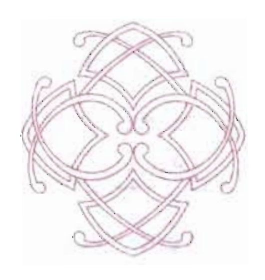
لیے کسی چیز کا مالک نہیں۔" [1] اس حدیث کو سورۂ شعراء کی تفسیر کے آخر میں بیان کیا جا چکا ہے۔ [2]

اور پھر فرمایا: ﴿ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ⑲ ﴾ "اور اس روز حکم صرف اللہ کا ہوگا۔" جیسا کہ فرمایا: ﴿ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ ﴾ (المؤمن 40:16) "آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ہی کی جو اکیلا (اور) بہت دبدبے والا ہے۔" ﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ ﴾ (الفرقان 25:26) "اس دن حقیقی بادشاہی رحمٰن ہی کی ہوگی۔" ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾ (الفاتحة 1:4) "بدلے کے دن کا مالک ہے۔"

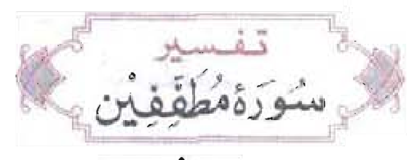
امام قتادہ ﴿ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ⑲ ﴾ "جس روز کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس روز حکم صرف اللہ کا ہوگا۔" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حکم تو آج بھی صرف اور صرف اللہ ہی کا ہے لیکن اس دن کوئی اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے جھگڑا نہیں کر سکے گا۔ [3]

سورۂ انفطار کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.



① صحیح مسلم، الإیمان، باب فی قوله تعالی: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 26:214)، حدیث: 204 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ۔ ② دیکھیے تفسیر ابن کثیر (مفصل)، الشعرآء، آیت: 214 کے ذیل میں۔ ③ تفسیر الطبری: 111/30.



یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ① الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ② وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ

ڈنڈی مارنے والوں کے لیے تباہی ہے ① وہ کہ جب وہ لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیتے ہیں ② اور جب وہ انھیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیتے

يُخْسِرُوْنَ ③ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ④ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑤ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ

ہیں ③ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بیشک وہ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے ④ ایک عظیم دن کے لیے ⑤ جس دن لوگ رب العالمین کے

الْعٰلَمِيْنَ ⑥

سامنے کھڑے ہوں گے ⑥

تفسیر آیات:1-6

ناپ تول میں کمی بیشی تباہی و بربادی کا سبب ہے: امام نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب نبی ﷺ نے مدینہ کو قدومِ میمنت لزوم سے نوازا تو مدینہ کے لوگ ناپ میں سب سے زیادہ برے تھے تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ①﴾ نازل فرمائی تو اس کے بعد انھوں نے ناپ اچھا کر دیا۔[1] تَطْفِيف سے مراد یہاں ناپ تول میں خرابی ہے جو کمی بیشی دونوں صورتوں میں ہوسکتی ہے، یعنی اگر لوگوں سے لیں تو زیادہ لیں اور اگر ان کو دیں تو کم کر کے دیں، یہی وجہ ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی، جنھیں تباہی و بربادی کی وعید سنائی ہے، یہ عادت بتائی ہے کہ ﴿الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ﴾ ''وہ کہ جب وہ لوگوں سے ناپ کر لیں'' ﴿يَسْتَوْفُوْنَ ②﴾ ''تو پورا لیتے ہیں۔'' یعنی اپنا حق پورا پورا لے لیتے ہیں بلکہ حق سے بھی زیادہ لے لیتے ہیں، ﴿وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ③﴾ ''اور جب وہ انھیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیتے ہیں۔'' زیادہ بہتر یہ ہے کہ ﴿كَالُوْ﴾ اور ﴿وَّزَنُوْ﴾ کو متعدی بنا دیا جائے اور ﴿هُمْ﴾ کو محل نصب میں قرار دیا جائے۔ اور بعض نے ﴿هُمْ﴾ ضمیر کو ﴿كَالُوْ﴾ اور ﴿وَّزَنُوْ﴾ کی ضمیر مستتر ﴿هُمْ﴾ کی تاکید بنایا ہے اور دلالت کلام کی وجہ سے مفعول کو حذف قرار دیا ہے لیکن دونوں صورتوں میں معنی تقریباً ایک ہی ہیں۔

---

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة المطففين: 6/508، حديث: 11654 و سنن ابن ماجه، التجارات، باب التوقي في الكيل والوزن، حديث: 2223.

اللہ تعالیٰ نے ناپ اور تول پورا پورا دینے کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ ﴾ (بنی إسرآءیل 35:17) ''اور جب (کوئی چیز) ماپ کر دو تو تم ماپ پورا کرو اور سیدھی ترازو کے ساتھ تولو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔'' ﴿ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ (الأنعام 152:6) ''اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو، ہم کسی جان کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق۔'' ﴿ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ ﴾ (الرحمٰن 9:55) ''اور تم انصاف کے ساتھ تول سیدھا رکھو اور تول میں کمی مت کرو۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو صرف اس گناہ کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا تھا کہ وہ لوگوں کو ناپ اور تول کم کر کے دیتے تھے۔

کمی بیشی کرنے والوں کو رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرانا: پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ ﴾ ''کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے؟ ایک بہت بڑے دن کے لیے۔'' یعنی کیا یہ ڈرتے نہیں کہ انھیں ایک بڑے سخت، نہایت ہولناک اور بڑے خوفناک دن میں اس کے سامنے کھڑے ہونا ہے جو ان کی تمام مخفی باتوں بلکہ دلوں کی دھڑکنوں تک سے بھی آگاہ ہے؟ اور اس دن جو ناکام ہو گیا وہ سخت بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کیا جائے گا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ ''جس دن (تمام) لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔'' یعنی وہ برہنہ جسم، ننگے پاؤں، غیر مختون حالت میں ایک بڑی ہی مشکل، تنگ اور خوفناک جگہ میں کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ان پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوگی جسے برداشت کرنے سے قوتیں اور حواس عاجز و درماندہ ہوں گے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے نافع سے اور انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [﴿ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ حَتّٰى يَغِيبَ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلٰى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ] ''جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے'' یہاں تک کہ بعض لوگ اپنے آدھے آدھے کانوں تک اپنے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ اور عبداللہ بن عون کے طریق سے بیان کیا ہے اور ان دونوں نے حضرت نافع سے اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[1] امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اسے ان دونوں طریق سے روایت کیا ہے۔[2]

ایک اور حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: [إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أُدْنِيَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْعِبَادِ حَتّٰى تَكُونَ قِيدَ مِيلٍ أَوْ مِيلَيْنِ، قَالَ: فَتَصْهَرُهُمُ الشَّمْسُ فَيَكُونُونَ فِي الْعَرَقِ كَقَدْرِ أَعْمَالِهِمْ، مِّنْهُمْ مَّنْ يَّأْخُذُهُ إِلٰى عَقِبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّأْخُذُهُ إِلٰى

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (المطففين 6:83)، حديث: 4938 مالك عن نافع و 6531 ابن عون عن نافع. [2] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب في صفة يوم القيامة......، حديث: 2862.

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ⑦ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ⑧ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ⑨ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

ہرگز نہیں! بے شک بدکاروں کا اعمال نامہ یقیناً سِجّین میں ہے ⑦ اور آپ کو کیا معلوم کہ سِجّین کیا ہے؟ ⑧ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی ⑨ ہلاکت ہے

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ⑩ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ⑪ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ⑫ اِذَا تُتْلٰى

اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ⑩ وہ جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں ⑪ اور اسے صرف ہر حد سے بڑھا گناہ گار جھٹلاتا ہے ⑫ جب اس پر ہماری آیتیں

عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑬ كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭

تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے: یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ⑬ ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان کے (برے) اعمال نے زنگ لگا دیا ہے ⑭

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ⑮ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ⑯

ہرگز نہیں! بیشک اس روز وہ (کافر) اپنے رب (کے دیدار) سے یقیناً پردے میں رکھے جائیں گے ⑮ پھر بے شک وہ ضرور دوزخ میں داخل ہوں

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ⑰

گے ⑯ پھر (ان سے) کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے ⑰

رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّأْخُذُهُ إِلَى حَقْوَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّلْجِمُهُ إِلْجَامًا] ”جب قیامت کا دن ہوگا تو سورج بندوں کے اس قدر قریب کر دیا جائے گا کہ وہ ایک یا دو میل کے فاصلے پر ہوگا، سورج انھیں پگھلا دے گا اور وہ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوب جائیں گے، کچھ لوگ اپنی ایڑیوں تک، کچھ گھٹنوں تک اور کچھ کمر تک پسینے میں ہوں گے اور کچھ لوگوں کو پسینے نے لگام ڈالی ہوگی۔“ ① اسے امام مسلم اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

سنن ابو داود میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن کھڑے ہونے کی تنگی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ ③ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ چالیس سال تک اپنے سروں کو آسمان کی طرف اٹھائے کھڑے رہیں گے اور ان سے کوئی بات بھی نہیں کرے گا اور پسینے نے نیک و بد سب کو لگام پہنا رکھی ہوگی۔ ④ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ سو سال تک کھڑے رہیں گے۔ ان دونوں روایتوں کو امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ ⑤ اور سنن ابو داود، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیام اللیل کا آغاز کرتے وقت دس بار اَللّٰهُ أَكْبَر، دس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰه، دس بار سُبْحَانَ اللّٰه اور دس بار أَسْتَغْفِرُ اللّٰه پڑھتے اور پھر یہ دعا پڑھتے: [اَللّٰهُمَّ! اِغْفِرْلِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي] ”اے اللہ! مجھے معاف فرما، مجھے ہدایت عطا فرما، مجھے رزق عطا فرما اور مجھے عافیت عطا فرما۔“ آپ ﷺ قیامت کے دن کھڑے ہونے کی تنگی سے بھی پناہ مانگا کرتے

① مسند أحمد :4,3/6. ② صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب في صفة يوم القيامة......، حديث: 2864 و جامع الترمذي ، صفة القيامة والرقائق والورع ، باب، حديث :2421 . ③ سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء ، حديث : 766 عن عائشة رضي الله عنها . ④ تفسير الطبري : 117/30. ⑤ تفسير الطبري: 116/30.

تھے۔ [1]

تفسیر آیات :7-17

بدکاروں کے اعمال واحوال: سچ فرمایا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے: ﴿ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ ﴾ ”بلاشبہ بدکاروں کا اعمال نامہ یقیناً سجین میں ہے۔“ یعنی ان کا ٹھکانا سجین ہے، یہ سِجْنٌ سے فِعِّيل کے وزن پر ہے اور اس کے معنی تنگی کے ہیں، یہ ایسے ہے جیسے فِسِّيق ، شِرِّيب، خِمِّير اور سِكِّير کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ اسی لیے سجین کی عظمت و اہمیت کے پیش نظر فرمایا: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ ﴾ ”اور آپ کو کیا معلوم کہ سجین کیا ہے؟“ یعنی وہ ایک امر عظیم، ہمیشہ ہمیشہ کی قید اور دردناک عذاب ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ سجین ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی طویل حدیث کے حوالے سے قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کی روح کے بارے میں فرماتا ہے: [اُكْتُبُوا كِتَابَهُ فِي سِجِّينٍ] ”اس کی کتاب کو سجین میں لکھ دو۔“ [2] اور سجین ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ بدکاروں کا ٹھکانا جہنم ہے جو پست سے پست جگہ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ (التين 95:5,6) ”پھر ہم نے اسے لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ ﴾ ”ہرگز نہیں! بلاشبہ بدکاروں کا اعمال نامہ یقیناً سجین میں ہے اور آپ کو کیا معلوم کہ سجین کیا ہے؟“ سجین تنگی اور پستی دونوں کا مفہوم لیے ہوئے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:13) ”اور جب وہ اس (دوزخ) کی کسی تنگ جگہ میں (زنجیروں میں) جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو وہ وہاں ہلاکت کو پکاریں گے۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ ﴾ ”ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔“ یہ ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ ﴾ کی تفسیر نہیں ہے بلکہ یہ تو اس کی تفسیر ہے جو سجین کو ان کا ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے، یعنی اس بات کو لکھ دیا گیا اور تحریر کر دیا گیا ہے کہ سجین کن لوگوں کا ٹھکانا ہوگا اور اب اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔ یہ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ [3] پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ ﴾ ”اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے جو قید اور سخت رسوا کن عذاب کا وعدہ کیا ہے جب وہ روز قیامت اس سے دوچار ہوں گے تو ان کے لیے تباہی ہوگی۔

---

① سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء، حديث :766 و سنن النسائي، قيام الليل......، باب ذكر ما يستفتح به القيام، حديث :1618 و سنن ابن ماجه إقامة الصلوات......، باب ما جاء في الدعاء إذا قام الرجل من الليل، حديث :1356 . ملحوظہ: سنن ابوداود اور نسائی میں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دس بار کہنے کا بھی ذکر ہے۔ ② دیکھیے إبراہیم، آیت : 27 کے ذیل میں عنوان: ”نیک اور بد روح آخرت کی راہوں پر“ اور مسند أحمد: 288,287/4 . ③ الدر المنثور: 538/6 .

﴿ وَيْلٌ ﴾ کے بارے میں پہلے گفتگو ہو چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔[1] بہر حال اس سے مراد تباہی و بربادی اور ہلاکت ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: وَيْلٌ لِّفُلَانٍ ''فلاں شخص کے لیے تباہی و بربادی ہے۔'' جیسا کہ مسند اور سنن میں بہز بن حکیم بن معاویہ بن حیدہ نے اپنے باپ سے اور انھوں نے بہز کے دادا (اپنے باپ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَيْلٌ لِّلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ (النَّاسَ) وَيْلٌ لَّهُ، وَيْلٌ لَّهُ] ''تباہی و بربادی ہے اس شخص کے لیے جو بات کرتے ہوئے جھوٹ بولتا ہے تاکہ لوگوں کو ہنسائے، تباہی و بربادی ہے اس کے لیے، تباہی و بربادی ہے اس کے لیے۔''[2] پھر اللہ تعالیٰ نے تکذیب کرنے والے بدکاروں اور کافروں کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴾ ''جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔'' یعنی جو اس کے وقوع پذیر ہونے کی تصدیق نہیں کرتے، اس کا اعتقاد نہیں رکھتے اور اسے بہت بعید سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴾ ''اور اسے صرف ہر حد سے نکل جانے والا، گناہ گار جھٹلاتا ہے۔'' یعنی اپنے افعال میں حد سے بڑھ جاتا ہے کہ حرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہے، مباح کاموں سے تجاوز کر کے گناہ کے کاموں تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا نہیں کرتا اور اگر لڑائی جھگڑا کرتا ہے تو گالیاں بکتا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴾ ''جب اس پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے: یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔'' یعنی جب یہ رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنتا ہے تو اس کی تکذیب کرتا ہے، اس کے بارے میں برا گمان رکھتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ من گھڑت کلام ہے جسے پہلی کتابوں میں سے جمع کر لیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴾ (النحل 24:16) ''اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ تمھارے پروردگار نے کیا اتارا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ (وہ تو) پہلے لوگوں کی بے اصل کہانیاں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴾ (الفرقان 5:25) ''اور انھوں نے کہا: یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں (جو) اس نے لکھوائی ہیں، پھر وہ صبح و شام اس پر پڑھی جاتی ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان کے (برے) اعمال نے زنگ لگا دیا ہے۔'' یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح انھوں نے گمان کیا اور کہا ہے کہ یہ قرآن پہلے لوگوں کی حکایتوں پر مشتمل ہے، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام اور وحی ہے جسے اس نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل

---

[1] ﴿ وَيْلٌ ﴾ کے مفہوم کے لیے دیکھیے تفسیر ابن کثیر (مفصل)، البقرۃ، آیت: 79 کے ذیل میں۔ [2] مسند أحمد: 3,2/5 وسنن أبي داود، الأدب، باب التشديد في الكذب، حديث: 4990 وجامع الترمذي، الزهد، باب ما جاء من تكلم بالكلمة ليضحك الناس، حديث: 2315 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة المطففين: 509/6، حديث: 11655 واللفظ له، البتہ قوسین والا لفظ السنن الكبرى للبيهقي، الشهادات، باب من كان منكشف الكذب مظهره......: 196/10 کے مطابق ہے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ⑱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ⑲ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ⑳ يَّشْهَدُهُ

ہرگز نہیں! بے شک نیک لوگوں کا اعمال نامہ یقیناً علیین میں ہے⑱ اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ علیین کیا ہے؟⑲ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی⑳ اس کے

الْمُقَرَّبُوْنَ ㉑ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ㉒ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ㉓ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ

پاس مقرب فرشتے حاضر رہتے ہیں㉑ بے شک نیک لوگ ضرور نعمتوں میں ہوں گے㉒ مسہریوں پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہوں گے㉓ ان کے چہروں پر

النَّعِيْمِ ㉔ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ㉕ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ㉖

آپ نعمتوں کی تازگی محسوس کریں گے㉔ انھیں مہر لگی خالص شراب پلائی جائے گی㉕ اس پر کستوری کی مہر لگی ہوگی، لہٰذا شائقین کو اسی کا شوق کرنا

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ㉗ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ㉘

چاہیے㉖ اور اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی㉗ (وہ) ایک چشمہ ہے جس سے (اللہ کے) مقرب بندے پئیں گے㉘

فرمایا ہے اور ان کے دل ایمان لانے سے اس لیے محروم ہیں کہ ان پر زنگ لگا ہوا ہے جو گناہوں اور خطاؤں کی کثرت کا نتیجہ ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭ ﴾ ”ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان کے (برے) اعمال نے زنگ لگا دیا ہے۔“ کافروں کے دلوں پر جو چیز طاری ہوتی ہے اسے رَیْن (زنگ) کہا جاتا ہے اور ابرار کے دلوں کی کیفیت کو غَیم (پردہ) اور مقربین کے دلوں کی حالت کو غَیْن (بھول اور غفلت وغیرہ) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قلب انسانی پر گناہ کا اثر: امام ابن جریر، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَذْنَبَ ذَنْبًا كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ، فَإِنْ تَابَ مِنْهَا صُقِلَ قَلْبُهُ، فَإِنْ زَادَ زَادَتْ، فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭ ﴾] ”بلاشبہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے، پس اگر توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر اور گناہ کرے تو سیاہی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭ ﴾۔“ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ⑮ ﴾ ”ہرگز نہیں! بے شک وہ (کافر) اس روز اپنے پروردگار (کے دیدار) سے یقیناً پردے میں رکھے جائیں گے۔“ یعنی قیامت کے دن ان کا مقام اور ٹھکانا سجین ہوگا، پھر اس کے ساتھ ساتھ وہ اس دن اپنے رب اور خالق کے دیدار سے بھی محروم کر دیے جائیں گے۔ حضرت امام ابوعبداللہ شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل ایمان اس دن اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے فیض یاب ہوں گے۔② ارشاد الٰہی ہے: ﴿ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ⑯ ﴾ ”پھر بے شک وہ ضرور دوزخ میں داخل

---

① تفسير الطبري :123/30 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ① ﴾، حديث :3334 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ ﴾ :509/6، حديث :11658 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر الذنوب، حديث : 4244 . ② أحكام القرآن للشافعي، فصل فيما يؤثر عنه من التفسير......:40/1 (C.D).

ہونے والے ہیں۔'' یعنی یہ کافر اللہ رحمٰن کے دیدار سے محرومی کے ساتھ ساتھ جہنم رسید بھی ہوں گے۔ ﴿ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ ﴾ ''پھر کہا جائے گا: یہی ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔'' یعنی یہ انھیں ذلیل وخوار کرتے اور ڈانٹ ڈپٹ پلاتے ہوئے کہا جائے گا۔

تفسیر آیات:18-28

نیکوکاروں کا اعمال نامہ اور ان کی جزا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ ﴾ ''بے شک نیک لوگوں کا اعمال نامہ'' بدکاروں کے برعکس ﴿ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ ﴾ ''یقیناً علیین میں ہے۔'' یعنی سجین کے بجائے ان کا ٹھکانا علیین ہے۔ ہلال بن یساف سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب سے ﴿ سِجِّيْنٍ ۝ ﴾ (المطفّفین 7:83) کے بارے میں پوچھا اور اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ اس سے مراد ساتویں زمین ہے اور اس میں کافروں کی روحیں ہیں۔[1] پھر انھوں نے ان سے ﴿ عِلِّيِّيْنَ ۝ ﴾ کے بارے میں بھی پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ اس سے مراد ساتواں آسمان ہے اور اس میں مومنوں کی روحیں ہیں۔[2] کئی اور اہل علم کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے مراد ساتواں آسمان ہے۔[3]

علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ عِلِّيِّيْنَ ۝ ﴾ سے مراد جنت ہے۔[4] کئی دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ ﴿ عِلِّيُّوْنَ ۝ ﴾ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے۔[5] اور ظاہر ہے کہ ﴿ عِلِّيِّيْنَ ۝ ﴾ کا لفظ عُلُوٌّ سے ماخوذ ہے اور جو چیز جیسے جیسے بلند اور مرتفع ہوتی ہے تو ویسے ویسے وہ عظیم اور وسیع ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت اور فخامت شان کے پیش نظر فرمایا ہے : ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝ ﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم کہ علیین کیا ہے؟'' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو کچھ لکھ رکھا ہے اس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ ﴾ ''ایک کتاب ہے لکھی ہوئی جس کے پاس مقرب (فرشتے) حاضر رہتے ہیں۔'' مقربین سے مراد فرشتے ہیں جیسا کہ امام قتادہ نے فرمایا ہے۔[6] اور عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہر آسمان کے مقربین اس کے پاس حاضر رہتے ہیں۔[7]

پھر ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ ﴾ ''بے شک نیک لوگ ضرور نعمت میں ہوں گے۔'' یعنی قیامت کے دن وہ ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتوں اور ایسے باغات میں ہوں گے جن میں اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل وکرم ہوگا۔ ﴿ عَلَى الْاَرَآئِكِ ﴾ ''تختوں پر (بیٹھے)'' اور وہ تخت آراستہ و پیراستہ مسہریوں کے نیچے ہوں گے۔ ﴿ يَنْظُرُوْنَ ۝ ﴾ ''وہ دیکھ رہے ہوں گے۔'' اس کے ایک معنی تو یہ بیان کیے گئے ہیں کہ وہ اپنی بادشاہت، اپنی ملکیت اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ فضل وکرم اور ان ابدی و سرمدی نعمتوں کے نظارے کر رہے ہوں گے جو کبھی ختم نہ ہوں گی اور اس کے دوسرے معنی یہ بیان کیے

---

① تفسیر الطبری: 118/30. ② تفسیر الطبری: 127/30 . ③ تفسیر الطبری: 127/30. ④ تفسیر الطبری: 128/30 . ⑤ تفسیر الطبری: 128/30 . ⑥ تفسیر الطبری: 130/30 . ⑦ تفسیر الطبری: 130/30 .

گئے ہیں کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کریں گے کیونکہ یہ درحقیقت اس کے بالمقابل بیان کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بدکاروں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ كَلَّآ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ﴾ (المطفّفین 15:83) ''ہرگز نہیں! بے شک اس روز وہ (کافر) اپنے پروردگار (کے دیدار) سے یقیناً پردے میں رکھے جائیں گے۔'' تو اب ابرار اور نیکوکار لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے تختوں اور بچھونوں پر بھی اپنے رب تعالیٰ کے دیدار کی سعادت سے بہرہ ور ہوں گے۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿ تَعۡرِفُ فِيۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِيۡمِ ﴾ ''آپ ان کے چہروں پر نعمت کی تازگی محسوس کریں گے۔'' یعنی جب آپ ان کے چہروں کی طرف دیکھیں گے تو چہروں ہی سے یہ معلوم کرلیں گے کہ وہ کس قدر شان وشوکت، دولت وحشمت، مسرت وفرحت اور نعمت وریاست سے شاد کام ہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ يُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِيۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ ﴾ ''انھیں مہر لگی خالص شراب پلائی جائے گی۔'' یعنی انھیں جنت کی شراب پلائی جائے گی۔ ﴿ رَحِيۡقٍ ﴾ شراب کا ایک نام ہے۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن، قتادہ اور ابن زید کا قول ہے۔[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور (اس حدیث کے راوی عطیہ عوفی فرماتے ہیں:) میرے خیال میں انھوں نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع بیان کیا ہے: [أَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَقٰى مُؤْمِنًا شَرْبَةً عَلٰى ظَمَإٍ سَقَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الرَّحِيقِ الْمَخْتُومِ، وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلٰى جُوعٍ أَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ كَسَا مُؤْمِنًا ثَوْبًا عَلٰى عُرْيٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ] ''جس مومن نے کسی مومن کو پیاس کی حالت میں ایک گھونٹ بھی پلا دیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن مہر لگی خالص شراب پلائے گا اور جس مومن نے کسی مومن کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جس مومن نے کسی مومن کو برہنگی کی حالت میں لباس دیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کا سبز ریشمی لباس زیب تن کرائے گا۔''[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿ خِتٰمُهٗ مِسۡكٌ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں کستوری کی آمیزش ہوگی۔[3] عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے شراب کو پاکیزہ بنا دیا ہوگا اور آخری چیز جو اس میں ڈالی جائے گی وہ کستوری ہوگی اور پھر کستوری کے ساتھ اسے سربمہر کر دیا جائے گا۔[4] امام قتادہ اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔[5] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَفِيۡ ذٰلِكَ فَلۡيَتَنَافَسِ الۡمُتَنٰفِسُوۡنَ ﴾ ''لہٰذا شائقین کو اسی کا شوق کرنا چاہیے۔'' یعنی ان نعمتوں پر فخر کرنے والوں کو فخر کرنا چاہیے، انھیں زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا چاہیے اور سبقت کرنے والوں کو اس قسم کی لازوال نعمتوں کے حصول کے لیے سبقت کرنی چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لِمِثۡلِ هٰذَا فَلۡيَعۡمَلِ الۡعٰمِلُوۡنَ ﴾

---

[1] تفسیر الطبری: 132,131/30. [2] مسند أحمد: 14,13/3 و سنن أبی داود، الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء، حدیث: 1682 و جامع الترمذی، صفة القیامة......، باب فی ثواب الإطعام......، حدیث: 2449 یہ حدیث مرفوعاً ضعیف ہے جبکہ موقوفاً صحیح ہے جیسا کہ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ (دیکھیے علل الحدیث لابن أبی حاتم، علل أخبار فی ثواب الأعمال: 171/2، رقم: 2007). [3] تفسیر الطبری: 132/30. [4] تفسیر الطبری: 132/30. [5] تفسیر الطبری: 133/30.

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿29﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿30﴾

بلاشبہ مجرم لوگ (دنیا میں) مومنوں پر ہنستے تھے﴿29﴾ اور جب وہ ان (مسلمانوں) کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے﴿30﴾

وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿31﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿32﴾

اور جب وہ اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹتے تو دل لگی کرتے لوٹتے﴿31﴾ اور جب وہ (کافر) ان (مسلمانوں) کو دیکھتے تو کہتے تھے: بلاشبہ یہ یقیناً گمراہ لوگ ہیں﴿32﴾

وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ﴿33﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿34﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ

حالانکہ وہ (کافر) ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے﴿33﴾ چنانچہ آج مومن لوگ، کافروں پر ہنس رہے ہوں گے﴿34﴾ مسہریوں پر (بیٹھے انھیں) دیکھ رہے

ع 1 36 8

يَنْظُرُونَ ﴿35﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿36﴾

ہوں گے﴿35﴾ (اور کہیں گے:) کیا کافروں کو ان (حرکتوں) کا بدلہ دیا گیا جو وہ کرتے تھے؟﴿36﴾

(الصّٰفّٰت 61:37) ''عمل کرنے والوں کو ایسی ہی (کامیابی) کے لیے عمل کرنے چاہئیں۔'' ﴿وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ﴿27﴾﴾ ''اور اس میں تسنیم کی آمیزش ہو گی۔'' یعنی جس شراب رحیق کی یہ صفت بیان کی جا رہی ہے اس میں شراب تسنیم کی آمیزش ہوگی جو اہل جنت کی سب سے اعلیٰ شراب ہوگی جیسا کہ ابو صالح اور ضحاک کا قول ہے۔[1] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿28﴾﴾ ''(وہ) ایک چشمہ ہے جس سے (اللہ کے) مقرب بندے پئیں گے۔'' یعنی مقربین بارگاہِ الٰہی تو اس شراب کو خالص پئیں گے جبکہ اصحاب یمین کے لیے اس میں آمیزش کی جائے گی جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسروق، قتادہ اور کئی دیگر اہل علم نے فرمایا ہے۔[2]

تفسیر آیات:29-36

مجرموں کا مومنوں سے استہزا کرنا: اللہ تعالیٰ مجرموں اور کافروں کے بارے میں فرما رہا ہے کہ وہ دنیا میں مومنوں سے ہنستے، ان کا مذاق اڑاتے اور انھیں حقیر سمجھتے تھے اور جب مومنوں کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے ان کی طرف اشارے کیا کرتے تھے، ﴿وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿31﴾﴾ ''اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تو دل لگی کرتے لوٹتے۔'' یعنی جب یہ مجرم اپنے گھروں کو لوٹتے تو خوش گپیاں کرتے ہوئے لوٹتے کہ انھوں نے جو طلب کیا تھا اسے پا لیا لیکن اس کے باوجود وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ مومنوں سے حسد کرنے اور انھیں حقیر جاننے میں مشغول ہو گئے، ﴿وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿32﴾﴾ ''اور جب وہ ان (مومنوں) کو دیکھتے تو کہتے تھے: بلاشبہ یہ یقیناً گمراہ لوگ ہیں۔'' کیونکہ انھوں نے ان کے دین کے علاوہ اور دین کو اختیار کر لیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ﴿33﴾﴾ ''حالانکہ وہ (کافر) ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔'' یعنی ان مجرموں کو ان مومنوں پر اور ان کے اقوال و اعمال پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا اور نہ انھیں اس بات کا مکلّف ہی قرار دیا گیا ہے تو سوال یہ ہے کہ انھوں نے ان مومنوں کو اپنا ہدف کیوں بنا رکھا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ﴾

---

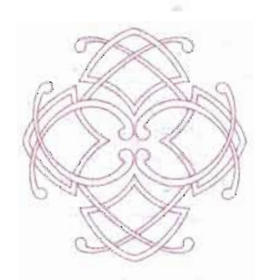
[1] تفسیر الطبری: 136/30. [2] تفسیر الطبری: 136,135/30.

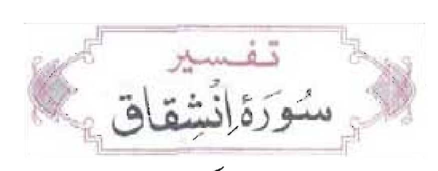
اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 23:108-111) ’’اس (جہنم) میں ذلیل وخوار پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو، بلاشبہ میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو کہتے تھے: اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے، لہٰذا تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے، تو تم نے انھیں مذاق بنالیا یہاں تک کہ انھوں نے تمھیں میری یاد بھلادی اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے، بلاشبہ آج میں نے انھیں ان کے صبر کا بدلہ دے دیا ہے کہ بے شک وہی کامیاب ہیں۔‘‘

اور اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ فَالْيَوْمَ ﴾ ’’چنانچہ آج‘‘ یعنی قیامت کے دن، ﴿ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝ ﴾ ’’مومن لوگ کافروں پر ہنس رہے ہوں گے۔‘‘ یعنی اس کے مقابلے میں جو کافروں نے دنیا میں مومنوں سے ہنسی کی تھی۔ ﴿ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ ﴾ ’’تختوں پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہوں گے۔‘‘ یعنی اللہ عزوجل کا دیدار کر رہے ہوں گے۔ لوگ تو ان کے بارے میں یہ گمان کرتے تھے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں، حالانکہ یہ گمراہ نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے مقربین اولیاء میں سے ہیں، اس عزت وکرامت کے گھر، یعنی جنت میں اپنے رب تعالیٰ کے دیدار کی سعادت سے فیض یاب ہوں گے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ ﴾ ’’کیا کافروں کو اس کا بدلہ مل گیا جو وہ کرتے تھے۔‘‘ یعنی کافر مومنوں سے جو مذاق کرتے اور ان کی تنقیص کیا کرتے تھے، اس کا انھیں بدلہ مل گیا یا نہیں؟ کیوں نہیں! انھیں اس کا پورا پورا اور مکمل بدلہ مل گیا ہے۔

سورۂ مطففین کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.





تفسیر سورۂ انشقاق

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ① وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ ② وَاِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ③ وَاَلۡقَتۡ مَا فِیۡهَا

جب آسمان پھٹ جائے گا① اور وہ اپنے رب کے (حکم کے) لیے کان لگائے گا اور اس کے لائق یہی ہے② اور جب زمین پھیلا دی جائے گی③ اور اس کے

وَتَخَلَّتۡ ④ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ ⑤ یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ

اندر جو کچھ ہے وہ اسے پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی④ اور وہ اپنے رب کے (حکم کے) لیے کان لگائے گی اور اس کے لائق یہی ہے⑤ اے انسان!

كَدۡحًا فَمُلٰقِیۡهِ ⑥ فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیۡنِهٖ ⑦ فَسَوۡفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا

بے شک تو اپنے رب کی طرف (جانے کے لیے) سخت محنت کر رہا ہے، بالآخر تو اس سے ملنے والا ہے⑥ پھر جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں

یَّسِیۡرًا ⑧ وَّیَنۡقَلِبُ اِلٰۤی اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ⑨ وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهۡرِهٖ ⑩

دیا گیا⑦ تو جلد ہی اس سے آسان حساب لیا جائے گا⑧ اور وہ اپنے اہل کی طرف ہنسی خوشی لوٹے گا⑨ اور جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ پیچھے دیا

فَسَوۡفَ یَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا ⑪ وَّیَصۡلٰی سَعِیۡرًا ⑫ اِنَّهٗ كَانَ فِیۡۤ اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ⑬ اِنَّهٗ

گیا⑩ تو عنقریب وہ تباہی کو دعوت دے گا⑪ اور وہ بھڑکتی آگ میں جا پڑے گا⑫ بے شک وہ (دنیا میں) اپنے اہل و عیال میں بڑا خوش تھا⑬ بے شک اس

ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ یَّحُوۡرَ ⑭ بَلٰۤی ۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیۡرًا ⑮

نے سمجھا تھا کہ وہ ہرگز (اللہ کی طرف) لوٹ کر نہیں جائے گا⑭ کیوں نہیں! بے شک اس کا رب اسے دیکھ رہا تھا⑮

سورۂ انشقاق میں سجدۂ تلاوت: ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ① ﴾ کی تلاوت فرمائی تو سجدہ کیا اور جب فارغ ہوئے تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت میں سجدہ کیا تھا۔ اسے امام مسلم اور نسائی نے بطریق امام مالک رحمہ اللہ روایت کیا ہے۔[1] اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ابورافع سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عشاء ادا کی تو انھوں نے ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ① ﴾ کی قراءت کی اور سجدہ کیا، میں نے اس بارے میں ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کرتے

① صحيح مسلم ، المساجد......، باب سجود التلاوة ، حديث : 578 و السنن الكبرى للنسائى، التفسير، باب سورة الانشقاق : 510/6، حديث : 11660.

ہوئے اس سورت میں سجدہ کیا تھا، لہٰذا میں سجدہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میں آپ ﷺ سے جا ملوں۔[1]

تفسیر آیات:1-15

قیامت کے دن آسمان کا پھٹنا اور زمین کا پھیلنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝۱ ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا۔'' اور یہ قیامت کے دن ہوگا، ﴿ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا ﴾ ''اور اپنے پروردگار (کے حکم) کے لیے کان لگائے گا۔'' یعنی اپنے رب کا حکم سنے گا اور پھر وہ اسے پھٹ جانے کا جو حکم دے گا تو یہ اس کے حکم کی اطاعت بجا لائے گا اور یہ واقعہ قیامت کے دن رونما ہوگا۔ ﴿ وَحُقَّتْ ۝۲ ﴾ ''اور (یہی) اس کے لائق ہے۔'' یعنی آسمان کے لیے واجب یہی ہے کہ اس کے حکم کی اطاعت بجا لائے کیونکہ وہ عظیم بادشاہ ہے کہ اس کی بات کو ٹالا نہیں جا سکتا اور نہ کوئی اس پر غالب آ سکتا ہے بلکہ اس نے ہر چیز کو مغلوب کر رکھا ہے اور ہر چیز اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہے، پھر فرمایا: ﴿ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝۳ ﴾ ''اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔'' یعنی کشادہ کر دی جائے گی، بچھا دی جائے گی اور وسیع کر دی جائے گی۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝۴ ﴾ ''اور جو کچھ اس میں ہے اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔'' یعنی اس کے پیٹ میں جو مردے ہیں، انھیں باہر نکال دے گی اور ان سے بالکل خالی ہو جائے گی۔ یہ حضرت مجاہد، سعید اور قتادہ کا قول ہے۔[2] ﴿ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝۵ ﴾ ''اور وہ اپنے رب (کے حکم) کے لیے کان لگائے گی اور (یہی) اس کے لائق ہے۔'' جیسے ابھی گزرا ہے۔

اعمال کی جزا برحق ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا ﴾ ''اے انسان! بے شک تو اپنے پروردگار کی طرف (جانے کے لیے) سخت محنت کر رہا ہے۔'' یعنی اپنے پروردگار تک پہنچنے کے لیے خوب کوشش اور عمل کر رہا ہے۔ ﴿ فَمُلٰقِيْهِ ۝۶ ﴾ ''بالآخر اس سے ملنے والا ہے۔'' پھر تو عنقریب جو اچھا یا برا عمل تو نے کیا ہوگا، وہاں پا لے گا۔ اس تفسیر کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام ابو داود طیالسی رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَالَ جِبرِيلُ : يَا مُحَمَّدُ! عِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ، وَأَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ (مُلَاقِيهِ)] ''جبریل نے کہا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) آپ جس قدر چاہیں زندہ رہیں، پھر بالآخر مرنا ہے، جس سے چاہیں محبت رکھیں، پھر ایک نہ ایک دن اسے چھوڑ دینا ہے اور جو چاہیں عمل کریں، پھر اس سے ضرور جا ملیں گے۔''[3] بعض لوگ ضمیر کو ﴿ رَبِّكَ ﴾ کی طرف لوٹاتے ہیں تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ تم اپنے رب سے جا ملو گے اور پھر وہ تمھارے عمل کے مطابق جزا اور سعی و کوشش کے مطابق بدلہ دے گا۔ بہرحال یہ دونوں قول لازم و ملزوم ہیں۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جو چاہو عمل کرو،

---

[1] صحيح البخاري، سجود القرآن وسنتها، باب من قرأ السجدة في الصلاة فسجد بها، حديث: 1078. [2] تفسير الطبري: 143/30 و تفسير القرطبي: 270/19. [3] مسند أبي داود الطيالسي: 313/3، حديث: 1862، البتہ قوسین والا لفظ شعب الإيمان للبيهقي، باب في الزهد و قصر الأمل: 349,348/7، حديث: 10540 کے مطابق ہے۔

تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو گے، خواہ اچھے عمل ہوں یا برے۔[1]

روزِ قیامت حساب اور باز پرس: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ ﴾ ''پھر جس شخص کو اس کا (اعمال) نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو جلد ہی اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔'' یعنی اس کا حساب آسان ہوگا، مشکل نہیں ہوگا، اس کے اعمال کی تمام جزئیات کے بارے میں اس سے باز پرس نہیں کی جائے گی کیونکہ جس شخص کا حساب اس طرح باریک بینی سے ہوا تو وہ تو یقینی طور پر تباہ و برباد ہو جائے گا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ (نُوقِشَ الْحِسَابَ) عُذِّبَ] ''جس سے باریک بینی سے حساب لیا گیا تو اسے عذاب ہوگا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ ﴾ ''تو جلد ہی اس سے آسان حساب لیا جائے گا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَيْسَ (ذَاكِ) بِالْحِسَابِ، وَلٰكِنَّ ذٰلِكَ الْعَرْضُ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عُذِّبَ] ''اس سے مراد حساب کتاب نہیں ہے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہونا ہے اور جس کا قیامت کے دن سختی سے حساب لیا گیا تو اسے عذاب ہوگا۔''[2] اسی طرح اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ ﴾ ''اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش واپس آئے گا۔'' یعنی اپنے گھر والوں کے پاس جنت میں آئے گا، یہ امام قتادہ اور ضحاک کا قول ہے۔[4] ﴿ مَسْرُوْرًا ۝ ﴾ ''خوش خوش۔'' یعنی ہنسی خوشی اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ ﴾ ''اور جس شخص کو اس کا (اعمال) نامہ اس کی پیٹھ پیچھے دیا گیا۔'' یعنی اس کے ہاتھ کو دوہرا کر کے پیچھے کی طرف لایا جائے گا اور پھر اس کے اس بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ ﴿ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ ﴾ ''تو عنقریب وہ ہلاکت کو پکارے گا۔'' یعنی خسارے اور تباہی کو پکارے گا۔

﴿ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ ﴾ ''اور وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا، بلاشبہ وہ اپنے اہل (وعیال) میں بڑا خوش تھا۔'' یعنی مست رہتا تھا اور انجام کے بارے میں نہیں سوچتا تھا اور آگے پیش آنے والے حالات سے نہیں ڈرتا تھا تو اس چھوٹی سی خوشی کے بجائے اسے طویل غم وحزن لاحق ہوگا۔ ﴿ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝ ﴾ ''بے شک اس نے سمجھا تھا کہ وہ ہرگز (اللہ کی طرف) لوٹ کر نہیں جائے گا۔'' یعنی وہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لوٹے گا

---

① تفسیر الطبری: 144/30. ② مسند أحمد: 47/6، البتہ پہلے اور دوسرے قوسین والے الفاظ صحیح مسلم کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہیں۔ ③ صحیح البخاری، الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب، حدیث: 6537 وصحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها......، باب إثبات الحساب، حدیث: (80,79)-2876 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ ﴾، حدیث: 3337 والسنن الکبری للنسائی، التفسیر، باب سورة الانشقاق: 510/6، حدیث: 11659 و تفسیر الطبری: 145/30. ④ تفسیر الطبری: 147/30.

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿16﴾ وَالَّيۡلِ وَمَا وَسَقَ ﴿17﴾ وَالۡقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿18﴾ لَتَرۡكَبُنَّ طَبَقًا

پس میں قسم کھاتا ہوں شفق کی ﴿16﴾ اور رات کی اور اس کی جو کچھ وہ سمیٹتی ہے ﴿17﴾ اور چاند کی جبکہ وہ پورا ہو جاتا ہے ﴿18﴾ تم ضرور درجہ بدرجہ ایک حالت سے

عَنۡ طَبَقٍ ﴿19﴾ فَمَا لَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿20﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيۡهِمُ الۡقُرۡاٰنُ لَا يَسۡجُدُوۡنَ ﴿21﴾ السجدة 14

دوسری حالت کو پہنچو گے ﴿19﴾ پھر ان (کافروں) کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے؟ ﴿20﴾ اور جب ان پر قرآن پڑھا جائے تو سجدہ نہیں کرتے ﴿21﴾ بلکہ

بَلِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يُكَذِّبُوۡنَ ﴿22﴾ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يُوۡعُوۡنَ ﴿23﴾ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ

کافر تو (الٹا) جھٹلاتے ہیں ﴿22﴾ اور جو کچھ وہ (سینوں میں) محفوظ رکھتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے ﴿23﴾ تو آپ انھیں دردناک عذاب کی خبر دے

اَلِيۡمٍ ﴿24﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ﴿25﴾ ع 1 25 9

دیجیے ﴿24﴾ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے بے انتہا اجر ہے ﴿25﴾

اور نہ اللہ تعالیٰ اسے موت کے بعد اٹھائے گا۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔[1] حُور کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ ﴿بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيۡرًا ﴿15﴾﴾ ''کیوں نہیں! بلاشبہ اس کا پروردگار اسے دیکھ رہا تھا۔'' یعنی کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ اسے ضرور اسی طرح دوبارہ پیدا کرے گا جیسا کہ اس نے پہلی بار اسے پیدا فرمایا تھا اور پھر وہ اس کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ بھی دے گا کیونکہ وہ اسے دیکھ رہا تھا اور اس کے بارے میں اسے پورا پورا علم اور خبر تھی۔

تفسیر آیات:16-25

﴿بِالشَّفَقِ﴾ کے معنی و مفہوم: حضرت علی، ابن عباس، عبادہ بن صامت، ابو ہریرہ، شداد بن اوس، ابن عمر رضی اللہ عنہم، محمد بن علی بن حسین، مکحول، بکر بن عبداللہ مزنی، بکیر بن اشج، مالک، ابن ابو ذئب اور عبدالعزیز بن ابو سلمہ ماجشون سے روایت ہے کہ شفق سے مراد سرخی ہے۔[2] اور امام عبدالرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ شفق سے مراد سفیدی ہے۔[3] شفق سے مراد افق کی سرخی ہے، خواہ وہ طلوع آفتاب سے قبل ہو جیسا کہ امام مجاہد نے فرمایا ہے[4] یا غروب آفتاب کے بعد ہو جیسا کہ اہل لغت کے ہاں مشہور ہے، چنانچہ خلیل بن احمد لکھتے ہیں کہ شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب سے لے کر عشاء کے وقت تک رہتی ہے، جب یہ سرخی ختم ہو جائے تو کہتے ہیں: غَابَ الشَّفَقُ ''سرخی غائب ہوگئی۔''[5] جوہری کہتے ہیں شفق سورج کی باقی ماندہ روشنی اور سرخی کو کہتے ہیں جو رات کے ابتدائی حصے میں عشاء کے قریب تک باقی رہتی ہے۔[6] حضرت عکرمہ کا بھی یہی قول ہے کہ شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو مغرب و عشاء کے درمیان ہوتی ہے۔[7] صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وَقۡتُ

① تفسیر الطبری: 149,148/30. ② تفسیر القرطبی: 275,274/19 وتفسیر عبدالرزاق: 409/3، رقم: 3552.

③ تفسیر عبدالرزاق: 408/3، رقم: 3550. ④ تفسیر الطبری: 149/30. ⑤ کتاب العین، باب القاف و الشین......: 45/5. مگر اس میں غَابَ الشَّفَقُ کے الفاظ نہیں ہیں، البتہ یہ الفاظ الصحاح اور تفسیر القرطبی کے آمدہ حوالے میں موجود ہیں۔

⑥ الصحاح، مادۃ: شفق و تفسیر القرطبی: 275/19. ⑦ فتح القدیر: 494/5.

صَلَاةِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ] ”نماز مغرب کا وقت اس وقت تک ہے جب تک سرخی غائب نہ ہو۔“ [1] یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ شفق کے صحیح معنی وہی ہیں جو علامہ خلیل اور جوہری نے بیان کیے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴾ ”اور رات کی اور اس کی جو وہ سمیٹتی ہے“ کے معنی ہیں کہ اور جو رات جمع کر لیتی ہے۔ [2]

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جو ستاروں اور جانوروں کو جمع کر لیتی ہے۔ [3] حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ جو رات تاریکی لے کر آتی ہے، جب رات ہوتی ہے تو ہر چیز اپنے ٹھکانے کی طرف چلی جاتی ہے۔ [4] ﴿ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ﴾ ”اور چاند کی جب وہ پورا ہوتا ہے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب جمع ہو جائے اور سیدھا ہو جائے۔ [5] امام حسن بصری فرماتے ہیں جب جمع ہو جائے اور بھر جائے۔ [6] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ جب گھوم جائے۔ [7] بہر حال ان ائمۂ تفسیر کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ جب چاند مکمل طور پر منور ہو کر ماہِ کامل بن جائے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے رات اور جن چیزوں کو وہ اکٹھا کر لیتی ہے، ان کے بالمقابل بیان فرمایا ہے۔

انسان ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں: ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴾ ”تم ضرور درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت کو پہنچو گے۔“ امام بخاری رحمہ اللہ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ﴿ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴾ کے معنی ہیں: ایک حال کے بعد دوسرا حال اور کہا کہ یہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو انھی الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ [8] عکرمہ بھی فرماتے ہیں کہ ﴿ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴾ کے معنی ایک حالت کے بعد دوسری حالت کے ہیں۔ [9] پہلے آدمی کی رضاعت کی حالت ہوتی ہے، پھر یہ حالت ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح پہلے جوانی کی حالت ہوتی ہے اور پھر اس کے بعد بڑھاپے کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ایک حالت کے بعد دوسری حالت کے ہیں۔ [10] تنگ دستی کے بعد خوش حالی اور خوش حالی کے بعد تنگ دستی، فقیری کے بعد امیری اور امیری کے بعد فقیری، بیماری کے بعد صحت اور صحت کے بعد بیماری۔

ایمان نہ لانے کی تردید اور عذاب کی بشارت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴾ ”تو ان (کافروں) کو کیا ہوا ہے کہ ایمان نہیں لاتے؟ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔“ یعنی اللہ، اس کے رسول اور یوم آخرت پر ایمان لانے سے آخر کون سی چیز انھیں روکے

---

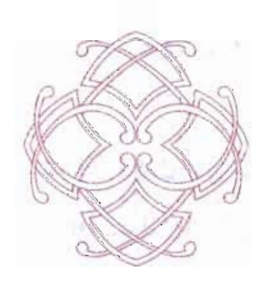
[1] صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة ، باب أوقات الصلوات الخمس، حديث : (173)-612 . [2] تفسير الطبري : 151,150/30 . [3] تفسير الطبري : 151/30 . [4] تفسير الطبري : 152/30 . [5] تفسير الطبري : 152/30 . [6] تفسير الطبري : 152/30 . [7] تفسير الطبري : 153/30 . [8] صحيح البخاري ، التفسير ، باب : ﴿ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴾ (الانشقاق 19:84)، حديث : 4940 . [9] تفسير الطبري : 154/30 . [10] تفسير الطبري : 154/30 .

ہوئے ہے اور آخر کیا بات ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کی آیات، اس کے کلام، یعنی اس قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو یہ عظمت، اکرام اور احترام کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کیوں نہیں بجا لاتے!

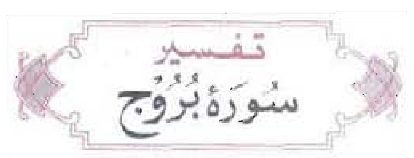
ارشاد الٰہی ہے: ﴿بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴾ ''بلکہ کافر تو (الٹا) جھٹلاتے ہیں۔'' یعنی کافروں کی تو عادت ہی یہ ہے کہ وہ حق کو جھٹلاتے، اس سے عناد رکھتے اور اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴾ ''اور اللہ اسے خوب جانتا ہے جو کچھ وہ (سینوں میں) محفوظ رکھتے ہیں۔'' مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿يُوْعُوْنَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں۔[1] ﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ ''تو آپ انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) ان کو خبر سنا دیں کہ اللہ عزوجل نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔'' یہ استثنا منقطع ہے، یعنی جو لوگ اپنے دلوں کے ساتھ ایمان لائے اور اعضاء کے ساتھ نیک عمل کرتے رہے۔ ﴿لَهُمْ اَجْرٌ ﴾ ''ان کے لیے اجر ہے۔'' یعنی دارِ آخرت میں، ﴿غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ ''نہ ختم ہونے والا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی یہی بیان فرمائے ہیں کہ نہ ختم ہونے والا۔[2] مجاہد اور ضحاک فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں بے حساب۔[3] بہر حال دونوں کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ انھیں نہ ختم ہونے والا اجر ملے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴾ (ھود 11:108) ''غیر منقطع عطیہ (الٰہی۔)'' سدی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ﴿غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ کے معنی بلا کم و کاست کے ہیں۔[4]

سورۂ انشقاق کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.



[1] تفسیر الطبری:157,158/30. [2] تفسیر الطبری:158/30. [3] تفسیر الطبری:158/30. [4] تفسیر الطبری:118/24.



یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ① وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ② وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ③ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ④

برجوں والے آسمان کی قسم! ① اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے ② اور حاضر ہونے والے کی اور حاضر کیے گئے کی ③ ہلاک کیے گئے خندقوں والے ④

النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ⑤ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ⑥ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ⑦

بڑی ایندھن والی آگ والے تھے ⑤ جبکہ وہ ان خندقوں (کے کناروں) پر بیٹھے تھے ⑥ اور جو کچھ وہ مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے، اسے دیکھ رہے

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑧ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

تھے ⑦ اور انھوں نے ان سے اس کے علاوہ کسی چیز کا انتقام نہیں لیا کہ وہ اللہ، غالب، قابل تعریف پر ایمان لائے تھے ⑧ وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑨ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ

اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر شاہد ہے ⑨ بے شک جنھوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ستایا پھر توبہ نہ کی، تو ان

لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ⑩

کے لیے جہنم کا عذاب ہے، اور ان کے لیے جلانے والا عذاب ہے ⑩

تفسیر آیات :1-10

بروج کی تفسیر: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر آسمان اور اس کے برجوں کی قسم کھائی ہے، برجوں سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ○ ﴾ (الفرقان 61:25) ”وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس نے آسمان میں ستارے بنائے اور اس میں چراغ (سورج) اور روشن چاند بنایا۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، حسن، قتادہ اور سدی فرماتے ہیں کہ بروج سے مراد ستارے ہیں۔[1] منہال بن عمرو کا قول ہے کہ ﴿ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ① ﴾ سے مراد اچھی خلقت والا آسمان ہے۔[2] امام ابن جریر نے اس بات کو اختیار ہے کہ اس سے سورج اور چاند کی منزلیں مراد ہیں اور یہ بارہ برج ہیں، سورج ان میں سے ہر ایک میں ایک مہینا چلتا ہے اور چاند ان میں سے ہر ایک میں دو دن اور ایک تہائی دن چلتا ہے تو یہ اٹھائیس منزلیں ہوئیں اور پھر دو دن چاند چھپا رہتا ہے۔[3]

---

① تفسیر الطبری: 160,159/30 و تفسیر القرطبی: 283/19 . ② تفسیر القرطبی: 283/19 . ③ تفسیر الطبری: 160/30.

یوم موعود اور شاہد و مشہود کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ ﴾ ''اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور حاضر ہونے والے کی اور حاضر کیے گئے کی۔'' امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [﴿ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ ﴾ يَوْمُ الْقِيَامَةِ ﴿ وَشَاهِدٍ ﴾ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، وَمَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَّلَا غَرَبَتْ عَلٰى يَوْمٍ أَفْضَلَ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَّا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ يَّسْأَلُ اللّٰهَ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَلَا يَسْتَعِيذُ فِيهَا مِنْ شَرٍّ إِلَّا أَعَاذَهُ ﴿ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ ﴾ يَوْمُ عَرَفَةَ] '' ﴿ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ ﴾ سے مراد قیامت کا دن ہے اور ﴿ شَاهِدٍ ﴾ سے مراد جمعہ کا دن ہے، جمعے کے دن سے افضل اور کوئی دن نہیں جس میں سورج طلوع اور غروب ہوا ہو، اس دن میں ایک ایسی گھڑی بھی ہے کہ جس میں کوئی مسلمان بندہ اپنے اللہ سے بھلائی کی جو بھی دعا کرے، اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرمالیتا ہے اور اگر وہ کسی شر سے پناہ مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے ضرور بچالیتا ہے اور ﴿ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ ﴾ سے مراد یوم عرفہ ہے۔''[1]

اس روایت کو امام ابن خزیمہ نے بھی اسی طرح بیان فرمایا ہے،[2] اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوف بھی روایت کیا گیا ہے[3] اور زیادہ صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ حضرت ابوہریرہ، ابن عباس، حسن بن علی رضی اللہ عنہم، امام حسن بصری، سعید بن مسیّب، مجاہد، عکرمہ اور ضحاک رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ ﴿ مَشْهُوْدٍ ۝ ﴾ سے مراد قیامت کا دن ہے۔[4] امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ ﴿ شَاهِدٍ ﴾ سے مراد جمعہ کا دن اور ﴿ مَشْهُوْدٍ ۝ ﴾ سے مراد عرفہ کا دن ہے۔[5]

اصحاب الاخدود کے مسلمانوں پر مظالم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ ﴾ ''خندقوں والے ہلاک کیے گئے۔'' یعنی اصحاب الاخدود پر لعنت کی گئی ہے۔ أُخدُود کی جمع أَخادِید ہے، اس سے مراد زمین میں کھودی جانے والی خندقیں ہیں، یہ کافروں کی ایک قوم کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے اپنے ہاں کے مومنوں کو ستایا اور کوشش کی کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ دیں مگر جب انھوں نے دین کو چھوڑنے سے انکار کر دیا تو ان کافروں نے ان کے لیے زمین میں خندقیں کھودیں، ان میں آگ جلا دی اور آگ کو مزید بھڑکانے کے لیے بہت سا ایندھن بھی جمع کیا، کافروں نے ایک بار پھر ان سے مطالبہ کیا کہ وہ دین کو چھوڑ دیں مگر مومن جب کسی قیمت پر دین کو ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو انھوں نے مومنوں کو ان خندقوں میں پھینک دیا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ ﴾ ''خندقوں والے ہلاک کیے گئے، بڑی ایندھن والی آگ والے تھے، جبکہ وہ ان (خندقوں کے کناروں) پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے، اسے

---

① ماخوذ از تفسیر ابن أبی حاتم: 3413/10 و تفسیر الطبری: 30/160-162. ② صحیح ابن خزیمة، فضل الجمعة، باب ذکر بعض ما خص به یوم الجمعة......: 119/3، حدیث: 1735 مختصرًا. ③ تفسیر الطبری: 30/160,161. ④ تفسیر الطبری: 30/163,164 والدر المنثور: 6/552,553. ⑤ تفسیر البغوی: 5/232.

دیکھ رہے تھے۔'' یعنی ان مومنوں پر جو وہ مظالم ڈھا رہے تھے، ان کا خود مشاہدہ بھی کر رہے تھے۔

﴿ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّآ أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴾ ''اور انھوں نے ان سے اس کے علاوہ کسی چیز کا انتقام نہیں لیا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے جو بڑا زبردست، نہایت قابلِ تعریف ہے۔'' یعنی ان کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ اس اللہ پر ایمان رکھتے تھے جو غالب ہے کہ جو اس کے دامن سے وابستہ ہو جائے اس پر ظلم نہیں کیا جا سکتا اور جو اپنے تمام اقوال و افعال اور شریعت و تقدیر میں قابل ستائش ہے۔ اگرچہ اس نے اپنے ان بندوں کی تقدیر میں وہ کر دیا تھا جو کافروں کے ہاتھوں سے ان پر بیتا لیکن پھر بھی وہ غالب اور قابل ستائش ہے، گو بہت سے لوگوں سے اس کا سبب مخفی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ﴾ ''وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔'' یعنی اس کی پوری صفت یہ ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کا مالک ہے، ﴿ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴾ ''اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔'' یعنی تمام آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز اس سے غائب نہیں، کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

ساحر، راہب، بچے اور خندقوں میں ڈالے جانے والوں کا قصہ: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كَانَ مَلِكٌ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ، فَلَمَّا كَبِرَ السَّاحِرُ قَالَ لِلْمَلِكِ: إِنِّي قَدْ كَبِرَتْ سِنِّي، وَحَضَرَ أَجَلِي، فَادْفَعْ إِلَيَّ غُلَامًا فَلأُعَلِّمْهُ السِّحْرَ. فَدَفَعَ إِلَيْهِ غُلَامًا، فَكَانَ يُعَلِّمُهُ السِّحْرَ، وَكَانَ بَيْنَ السَّاحِرِ وَبَيْنَ الْمَلِكِ رَاهِبٌ، فَأَتَى الْغُلَامُ عَلَى الرَّاهِبِ، فَسَمِعَ مِنْ كَلَامِهِ فَأَعْجَبَهُ نَحْوُهُ وَكَلَامُهُ، فَكَانَ إِذَا أَتَى السَّاحِرَ ضَرَبَهُ وَقَالَ: مَا حَبَسَكَ؟ وَإِذَا أَتٰى أَهْلَهُ ضَرَبُوهُ وَقَالُوا: مَا حَبَسَكَ؟ فَشَكَا ذٰلِكَ إِلَى الرَّاهِبِ، فَقَالَ: إِذَا أَرَادَ السَّاحِرُ أَنْ يَّضْرِبَكَ فَقُلْ: حَبَسَنِي أَهْلِي، وَإِذَا أَرَادَ أَهْلُكَ أَنْ يَّضْرِبُوكَ فَقُلْ: حَبَسَنِيَ السَّاحِرُ.

قَالَ: فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَتٰى ذَاتَ يَوْمٍ عَلٰى دَابَّةٍ فَظِيعَةٍ عَظِيمَةٍ وَّقَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ، فَلَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَّجُوزُوا، فَقَالَ: الْيَوْمَ أَعْلَمُ أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ أَمْ أَمْرُ السَّاحِرِ، فَأَخَذَ حَجَرًا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! إِنْ كَانَ أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبَّ إِلَيْكَ وَأَرْضٰى لَكَ مِنْ أَمْرِ السَّاحِرِ، فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّابَّةَ حَتّٰى يَجُوزَ النَّاسُ. وَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا، وَمَضَى النَّاسُ، فَأَخْبَرَ الرَّاهِبَ بِذٰلِكَ، فَقَالَ: أَيْ بُنَيَّ! أَنْتَ أَفْضَلُ مِنِّي، وَإِنَّكَ سَتُبْتَلٰى، فَإِنِ ابْتُلِيتَ، فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ.

فَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ (وَالْأَبْرَصَ) وَسَائِرَ الْأَدْوَاءِ وَيَشْفِيهِمْ، وَكَانَ جَلِيسٌ لِّلْمَلِكِ فَعَمِيَ، فَسَمِعَ بِهِ، فَأَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيرَةٍ فَقَالَ: اشْفِنِي وَلَكَ مَا هَاهُنَا أَجْمَعُ. فَقَالَ: مَا أَشْفِي أَنَا أَحَدًا، إِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَإِنْ أَنْتَ آمَنْتَ بِهِ، دَعَوْتُ اللّٰهَ فَشَفَاكَ. فَآمَنَ فَدَعَا اللّٰهَ لَهُ فَشَفَاهُ، ثُمَّ أَتَى الْمَلِكَ، فَجَلَسَ مِنْهُ

نَحوَ مَا كَانَ يَجلِسُ، فَقَالَ لَهُ المَلِكُ: يَا فُلَانُ! مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ؟ فَقَالَ: رَبِّي. قَالَ: أَنَا. قَالَ: لَا، وَلٰكِنْ رَّبِّي وَرَبُّكَ اللّٰهُ، قَالَ: أَوَلَكَ رَبٌّ غَيرِي؟ قَالَ: نَعَمْ (رَبِّي وَرَبُّكَ اللّٰهُ). فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الْغُلَامِ، فَبَعَثَ إِلَيهِ فَقَالَ: أَيْ بُنَيَّ! قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحرِكَ أَنْ تُبرِئَ الْأَكْمَهَ وَالْأَبرَصَ وَهٰذِهِ الْأَدوَاءَ، قَالَ: مَا أَشْفِي أَنَا أَحَدًا، (إِنَّمَا يَشْفِي اللّٰهُ) عَزَّوَجَلَّ، قَالَ: أَنَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: أَوَلَكَ رَبٌّ غَيرِي؟ قَالَ: نَعَمْ، رَبِّي وَرَبُّكَ اللّٰهُ. فَأَخَذَهُ أَيْضًا بِالْعَذَابِ، فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتّٰى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ، فَأُتِيَ بِالرَّاهِبِ، فَقَالَ: اِرْجِعْ عَنْ دِينِكَ. فَأَبٰى، فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ، وَقَالَ لِلْأَعْمٰى: اِرْجِعْ عَنْ دِينِكَ. فَأَبٰى، فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ حَتّٰى وَقَعَ شِقَّاهُ فِي الْأَرْضِ.

وَقَالَ لِلْغُلَامِ: اِرْجِعْ عَنْ دِينِكَ. فَأَبٰى، فَبَعَثَ بِهِ مَعَ نَفَرٍ إِلٰى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: إِذَا بَلَغْتُمْ ذُرْوَتَهُ فَإِنْ رَّجَعَ عَنْ دِينِهِ، وَإِلَّا فَدَهْدِهُوهُ مِنْ فَوْقِهِ. فَذَهَبُوا بِهِ، فَلَمَّا عَلَوْا بِهِ الْجَبَلَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ! اِكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ. فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَدُهْدِهُوا أَجْمَعُونَ، وَجَاءَ الْغُلَامُ يَتَلَمَّسُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَى الْمَلِكِ، فَقَالَ: مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ؟ فَقَالَ: كَفَانِيهِمُ اللّٰهُ. فَبَعَثَ بِهِ مَعَ نَفَرٍ فِي قُرْقُورٍ، فَقَالَ: إِذَا لَجَجْتُمْ بِهِ الْبَحْرَ فَإِنْ رَّجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَغَرِّقُوهُ، فَلَجَّجُوا بِهِ الْبَحْرَ، فَقَالَ الْغُلَامُ: اَللّٰهُمَّ! اِكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ. فَغَرِقُوا أَجْمَعُونَ، وَجَاءَ الْغُلَامُ يَتَلَمَّسُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَى الْمَلِكِ، فَقَالَ: مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ؟ قَالَ: كَفَانِيهِمُ اللّٰهُ. ثُمَّ قَالَ لِلْمَلِكِ: إِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِي حَتّٰى تَفْعَلَ مَا آمُرُكَ بِهِ، فَإِنْ أَنْتَ فَعَلْتَ مَا آمُرُكَ بِهِ قَتَلْتَنِي، وَإِلَّا فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ قَتْلِي. قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: تَجْمَعُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ (وَّاحِدٍ)، ثُمَّ تَصْلِبُنِي عَلٰى جِذْعٍ فَتَأْخُذُ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِي، ثُمَّ قُلْ: بِاسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ، فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَتَلْتَنِي.

فَفَعَلَ وَوَضَعَ السَّهْمَ فِي كَبِدِ قَوْسِهِ، ثُمَّ (رَمَاهُ) وَقَالَ: بِاسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ، (فَوَقَعَ السَّهْمُ) فِي صُدْغِهِ، فَوَضَعَ الْغُلَامُ يَدَهُ عَلٰى مَوْضِعِ السَّهْمِ وَمَاتَ، فَقَالَ النَّاسُ: آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ. فَقِيلَ لِلْمَلِكِ: أَرَأَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ؟ فَقَدْ وَاللّٰهِ! نَزَلَ بِكَ، قَدْ آمَنَ النَّاسُ كُلُّهُمْ، فَأَمَرَ بِأَفْوَاهِ السِّكَكِ (فَخُدَّتْ) فِيهَا (الْأَخَادِيدُ) وَأُضْرِمَتْ فِيهَا النِّيرَانُ، وَقَالَ: مَنْ رَّجَعَ عَنْ دِينِهِ فَدَعُوهُ وَإِلَّا فَأَقْحِمُوهُ فِيهَا. قَالَ: فَكَانُوا يَتَعَادَوْنَ فِيهَا وَيَتَدَافَعُونَ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ بِابْنٍ لَّهَا تُرْضِعُهُ، فَكَأَنَّهَا تَقَاعَسَتْ أَنْ تَقَعَ فِي النَّارِ، فَقَالَ الصَّبِيُّ: يَا أُمَّهْ! اصْبِرِي، فَإِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ]

''تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا، اس کا ایک جادوگر تھا، جب جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور موت قریب آ گئی ہے، لہٰذا ایک بچہ میرے سپرد کر دو تاکہ میں اسے جادو سکھا دوں۔ بادشاہ نے ایک بچہ اس کے سپرد کر دیا اور اس نے بچے کو جادو سکھانا شروع کر دیا۔ جادوگر اور بادشاہ کے درمیان ایک

راہب بھی رہتا تھا، بچہ راہب کے پاس گیا اور اس نے اس کی گفتگو سنی تو اسے اس کا طریقہ اور گفتگو بہت اچھی لگی، جب وہ جادوگر کے پاس جاتا تو جادوگر اسے مارتا اور پوچھتا کہ دیر سے کیوں آئے ہو۔ اسی طرح جب وہ اپنے گھر جاتا تو گھر والے بھی مارتے اور پوچھتے کہ دیر سے کیوں آئے ہو۔ اس نے اس کی راہب سے شکایت کی تو راہب نے کہا کہ جب جادوگر تمھیں مارنے لگے تو اس سے کہہ دیا کرو کہ گھر والوں نے روک لیا تھا اور اسی طرح جب گھر والے مارنے لگیں تو کہہ دیا کرو کہ مجھے جادوگر کے پاس ہی دیر ہوگئی تھی۔ اس طرح دن گزرتے رہے۔

ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑے اور خوفناک جاندار نے لوگوں کا راستہ روک رکھا ہے اور لوگ اس کے خوف کی وجہ سے راستہ عبور نہیں کر سکتے، اس نے ایک پتھر پکڑا اور کہا: اے اللہ! اگر راہب کا معاملہ جادوگر کے معاملے کی نسبت تجھے زیادہ پسند اور زیادہ راضی کرنے والا ہے تو اس جانور کو ہلاک کر دے تاکہ لوگ راستے سے گزر جائیں، یہ کہہ کر اس نے پتھر پھینکا اور اس جانور کو ہلاک کر دیا، راستہ صاف ہوگیا اور لوگ گزرنے لگ گئے۔ اس نے راہب کو یہ خبر دی تو اس نے کہا: اے میرے بیٹے! اب تم مجھ سے بھی بڑھ کر ہو اور یقیناً عنقریب تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے، چنانچہ اگر تم آزمائے جاؤ تو میرے بارے میں کسی کو نہ بتانا۔ اب یہ بچہ مادر زاد اندھے، پھلبہری (ایک بیماری جس سے بدن پر سفید داغ پڑ جاتے ہیں) اور دیگر بیماریوں میں مبتلا مریضوں کا علاج کرتا اور انھیں شفا نصیب ہو جاتی تھی۔ بادشاہ کا ایک ہم نشین تھا، وہ اندھا ہوگیا، اس نے اس بچے کی شہرت سنی تو وہ اس کے پاس بہت سے تحائف لے کر آیا، اس نے کہا کہ مجھے شفا دے دو تو یہ تمام سامان تمھارا ہوگا۔ بچے نے کہا کہ میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا دینا تو صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ تمھیں شفا عطا فرما دے گا۔ چنانچہ وہ ایمان لے آیا، بچے نے اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا فرما دی۔

یہ شخص اب بادشاہ کے پاس جا کر اسی طرح بیٹھنے لگا جس طرح پہلے بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: اے فلاں! تمھاری نظر کو کس نے درست کر دیا؟ اس نے جواب دیا: میرے رب نے۔ بادشاہ نے پوچھا: میں نے! اس نے کہا کہ نہیں بلکہ اس نے جو میرا بھی اور تیرا بھی رب ہے۔ بادشاہ نے پوچھا: کیا میرے علاوہ تیرا کوئی اور بھی رب ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، میرا اور تیرا رب اللہ ہے، اس کے بعد بادشاہ اسے سزا دیتا رہا حتی کہ اس نے بچے کے بارے میں بتا دیا۔ بادشاہ نے بچے کو بلایا اور کہا کہ اے بیٹا! اب تمھارا جادو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ تم نے مادر زاد اندھے، پھلبہری اور دوسری بیماریوں کا علاج کر کے بیماروں کو شفا دینا شروع کر دی ہے۔ بچے نے جواب دیا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا دینا تو صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے، بادشاہ نے کہا: میرا کام ہے! بچے نے جواب دیا: نہیں۔

بادشاہ نے پوچھا تو پھر کیا میرے سوا تیرا کوئی اور بھی رب ہے؟ بچے نے جواب دیا: ہاں، میرا اور تیرا رب تو اللہ ہے، بادشاہ اسے پکڑ کر سخت تکلیفیں دیتا رہا یہاں تک کہ بچے نے راہب کے بارے میں بتا دیا۔ اب راہب کو لایا گیا،

بادشاہ نے اس سے کہا کہ اپنے دین سے باز آ جاؤ تو اس نے انکار کر دیا، بادشاہ نے اس کے سر پر آرا رکھ کر اسے دو لخت کر دیا۔ بادشاہ نے اس نابینے شخص سے بھی کہا کہ اپنے اس دین کو چھوڑ دو، اس نے انکار کر دیا تو بادشاہ نے اس کے سر پر آرا رکھ کر اسے بھی چیر دیا حتی کہ اس کے جسم کے دو حصے ہو کر زمین پر گر گئے، اب اس نے اس بچے سے کہا کہ تم بھی اپنے دین کو ترک کر دو، اس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے اسے ایک جماعت کے سپرد کر کے ایک پہاڑ کی طرف بھیج دیا اور کہا کہ جب تم اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاؤ تو (اس بچے سے پوچھو کہ کیا تو اپنا دین چھوڑتا ہے؟) اگر یہ اپنا دین چھوڑ دے تو بہتر ورنہ اسے پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دو۔ وہ اسے لے گئے اور جب اسے لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے تو بچے نے دعا کی: [اَللّٰھُمَّ! اِکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ] ''اے اللہ! تو ان کے مقابلے میں، جیسے تو چاہے، مجھے کافی ہو جا۔''

اس سے پہاڑ لرزنے لگا اور وہ سب کے سب نیچے گر گئے (اور مر گئے)، بچہ صحیح سلامت واپس آ گیا حتی کہ وہ بادشاہ کے دربار میں داخل ہوا، بادشاہ نے پوچھا: تیرے ساتھیوں نے کیا کیا؟ (کیا انھوں نے تجھے پہاڑ کی چوٹی سے نہیں گرایا؟) بچے نے جواب دیا کہ ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہو گیا، بادشاہ نے اسے ایک اور جماعت کے ساتھ ایک طویل و عریض کشتی پر سوار کرایا اور کہا کہ جب تم اسے لے کر سمندر کے درمیان میں پہنچ جاؤ تو (اس سے پوچھو) اگر یہ اپنے دین سے باز آ جائے تو ٹھیک ورنہ اسے سمندر میں غرق کر دو۔ وہ اسے لے کر جب سمندر میں داخل ہوئے تو بچے نے پھر وہی دعا کی: ''اے اللہ! تو ان کے مقابلے میں، جیسے تو چاہے، مجھے کافی ہو جا۔'' چنانچہ وہ سب کے سب غرق ہو گئے۔

بچہ صحیح سلامت واپس آ گیا یہاں تک کہ وہ بادشاہ کے دربار میں داخل ہوا، بادشاہ نے پوچھا: تیرے ساتھیوں نے کیا کیا؟ (کیا انھوں نے تجھے سمندر میں نہیں پھینکا؟) بچے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں مجھے کافی ہو گیا، پھر بچے نے بادشاہ سے کہا کہ تو مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکتا جب تک تو وہ کام نہ کر لے جس کا میں تجھے حکم دوں، اگر تو نے وہ کام کیا تو تو مجھے قتل کر سکتا ہے ورنہ تو مجھے قتل نہیں کر سکتا، بادشاہ نے پوچھا: وہ کیا ہے۔ بچے نے جواب دیا کہ سب لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کر، پھر مجھے ایک درخت کے تنے کے ساتھ لٹکا اور میرے ہی ترکش سے ایک تیر نکال اور پھر یہ پڑھ (کر مجھے تیر مار:) [بِاسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ] ''بچے کے رب، اللہ کے نام سے۔'' اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو مجھے قتل کر سکتا ہے۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا، تیر کو کمان کے درمیان رکھا، پھر بچے کی طرف تیر پھینکا اور کہا: [بِاسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ] تیر بچے کی کنپٹی پر لگا، بچے نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھا جہاں اسے تیر لگا تھا اور پھر وہ فوت ہو گیا۔ لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھے کہ ہم اس بچے کے رب پر ایمان لے آئے۔ بادشاہ سے کہا گیا: دیکھ وہی ہوا جس سے تو ڈرتا تھا، اب تو سب لوگ اللہ پر ایمان لے آئے ہیں، بادشاہ نے حکم دیا تو تمام گلیوں کے دھانوں پر خندقیں کھودی گئیں، ان میں آگ جلا دی گئی، بادشاہ نے کہا کہ جو اپنے دین سے باز آ جائے تو اسے چھوڑ دو ورنہ اسے اس میں پھینک دو، لوگوں نے دوڑتے ہوئے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر ان خندقوں میں چھلانگیں لگانا شروع

کردیں۔ ایک عورت اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ آئی وہ آگ میں چھلانگ لگانے سے جھجکی تو بچہ بول اٹھا: اماں! صبر کر، تو یقیناً حق پر ہے۔''[1] امام مسلم نے بھی ''صحیح'' کے آخر میں اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔[2] امام محمد بن اسحاق بن یسار نے ''سیرت'' میں اس قصے کو ایک دوسرے انداز میں بیان کیا ہے جو مذکورہ بالا تفصیل سے قدرے مختلف ہے۔

اس قصے کو بیان کرنے کے بعد ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بچے کے قتل کے بعد اہل نجران نے بچے کے دین، یعنی دین نصرانیت کو قبول کر لیا تو ذونواس اپنے لشکر سمیت ان کے پاس آیا اور اس نے انھیں دعوت دی کہ یہودیت کو قبول کر لو یا پھر قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ تو ان لوگوں نے یہودیت کو قبول کرنے کے بجائے قتل ہونے کو ترجیح دی جس پر اس نے انھیں آگ میں جلایا اور تلوار سے ان کا قتل عام اور مثلہ کیا حتی کہ بیس ہزار کے قریب انسان قتل ہوئے، چنانچہ ذونواس اور اس کے لشکر کے بارے ہی میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی ہیں: ﴿ قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ﴿۵﴾ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۙ﴿۶﴾ وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ؕ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۙ﴿۸﴾ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ؕ﴿۹﴾ ﴾ ''خندقوں والے ہلاک کیے گئے، بڑی ایندھن والی آگ والے تھے، جبکہ وہ ان (خندقوں کے کناروں) پر بیٹھے تھے اور وہ جو کچھ اہل ایمان کے ساتھ کر رہے تھے، اسے دیکھ رہے تھے، اور انھوں نے ان (مومنوں) سے اس کے علاوہ کسی چیز کا بدلہ نہیں لیا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے جو بڑا زبردست، نہایت قابلِ تعریف ہے، وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔''[3]

محمد بن اسحاق نے ''سیرت'' میں یہی ذکر کیا ہے کہ جس نے خندقوں میں لوگوں کو قتل کیا تھا وہ ذونُواس تھا اور اس کا نام زُرعہ تھا لیکن اپنے دورِ حکومت میں وہ یوسف کہلاتا تھا اور وہ تُبّان اسعد ابو کَرِب کا بیٹا تھا[4] اور تُبّان اسعد ابو کَرِب ہی وہ تُبَّع ہے جس نے مدینہ پر حملہ کیا اور کعبہ کو غلاف پہنایا تھا اور یہ اپنے ساتھ مدینہ سے دو یہودی عالم لے گیا تھا جن کے ہاتھ پر اہل یمن کے کچھ لوگوں نے یہودیت کو قبول کر لیا تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے تفصیل سے لکھا ہے۔[5]

ذونواس نے ایک ہی صبح خندقوں میں بیس ہزار انسانوں کو قتل کرا دیا تھا۔ ان میں سے صرف ایک ہی انسان بچا تھا، جسے دَوس ذوثُعلُبان کہا جاتا تھا، وہ اپنے گھوڑے پر بھاگ نکلا، انھوں نے اس کا تعاقب تو کیا مگر اسے پکڑ نہ سکے، وہ بھاگ کر شام (روم) کے بادشاہ قیصر کے پاس چلا گیا، اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو بھی خط لکھا تو اس نے ارياط اور

---

① مسند أحمد: 6/16-18 البتہ قوسوں والے الفاظ مسلم کے آمدہ حوالے کے مطابق ہیں، جبکہ لفظ (الْأُخَادِيدُ) السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ﴿۴﴾ ﴾: 6/510-512، حدیث: 11661 کے مطابق ہے۔ ② صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب قصة أصحاب الأخدود......، حديث: 3005 . ③ دیکھیے السيرة النبوية لابن إسحاق، خبر عبد الله بن الثامر وقصة أصحاب الأخدود: 1/36،37 والسيرة النبوية لابن هشام، أمر عبدالله بن الثامر......: 1/34-36. ④ دیکھیے السيرة النبوية لابن إسحاق، خبر لَخُنيعَة وذى نواس: 1/32،33 والسيرة النبوية لابن هشام، وثوب لخنيعة ذى شناتر......: 1/30،31. ⑤ دیکھیے السيرة النبوية لابن إسحاق، استيلاء أبى كرب تبّان......: 1/25-30 والسيرة النبوية لابن هشام، استيلاء أبى كرب تبّان أسعد......: 1/20-27.

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ⑪

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے⑪ بے شک

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ⑫ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ⑬ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ⑭ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ⑮

آپ کے رب کی پکڑ نہایت سخت ہے⑫ بے شک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا⑬ اور وہ بڑا بخشنے والا، بہت محبت کرنے والا ہے⑭ وہ عرش

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ⑯ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ⑰ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ⑱ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ⑲

کا مالک، اونچی شان والا ہے⑮ جو چاہے کر گزرتا ہے⑯ کیا آپ کے پاس لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟⑰ (یعنی) فرعون اور ثمود کی⑱ بلکہ کافر تو جھٹلانے

وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ ⑳ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ㉑ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ㉒

ع 1 22 10

میں لگے ہوئے ہیں⑲ اور اللہ ہر طرف سے انھیں گھیرے ہوئے ہے⑳ بلکہ یہ قرآن اونچی شان والا ہے㉑ لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے㉒

ابرہہ کی قیادت میں حبشہ کے عیسائیوں پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا جس نے یمن کو یہودیوں کے ہاتھ سے بچایا۔ ذونواس بھاگ کر سمندر میں کود گیا اور اسی میں غرق ہوگیا۔① اس طرح یمن کی بادشاہت ستر سال تک حبشہ کے عیسائیوں کے ہاتھ میں رہی، پھر سیف بن ذی یزن حمیری نے یمن کو عیسائیوں کے ہاتھ سے واپس لیا۔ اس نے ایران کے بادشاہ کسریٰ سے بھی مدد طلب کی تھی، کسریٰ نے اس کی مدد کے لیے ان لوگوں کو بھیج دیا جو جیل خانوں میں تھے اور ان کی تعداد سات سو کے قریب تھی، اس نے یمن کو فتح کر لیا اور پھر سے وہاں حمیر کی حکومت قائم ہوگئی۔② ہم اس سلسلے کی کچھ مزید تفصیل سورۂ فیل (105) کی تفسیر میں بیان کریں گے۔ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

اصحاب الاخدود کی سزا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ ”بے شک جنھوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ستایا۔“ یعنی انھیں آگ میں جلایا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، ضحاک اور ابن ابزیٰ کا قول ہے۔③ ﴿ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا﴾ ”پھر انھوں نے توبہ نہ کی۔“ یعنی اپنے فعل سے باز نہ آئے اور جو کچھ کیا اس پر نادم نہ ہوئے۔ ﴿فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ⑩﴾ ”تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلانے والا عذاب ہے۔“ تاکہ ان کو سزا ان کے جنس عمل کے مطابق دی جائے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کا تو ملاحظہ کرو کہ انھوں نے تو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو قتل کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ انھیں توبہ و مغفرت کی دعوت دے رہا ہے۔

---

① دیکھیے السیرة النبویة لابن إسحاق، فرار ذَوس ذی ثُعلُبان......:39,38/1 و السیرة النبویة لابن ہشام، أمر دوس ذی ثعلبان ......:37/1. ② دیکھیے السیرة النبویة لابن إسحاق، خروج سیف بن ذی یزن......:52/1-56 و السیرة النبویة لابن ہشام، خروج سیف بن ذی یزن...... :62/1-69 البتہ مذکورہ حوالوں میں ہے کہ یمن کی بادشاہت حبشہ کے بادشاہ کے پاس بہتر سال تک رہی، نیز مذکور حوالوں میں یہ بھی ہے کہ کسریٰ نے سیف بن ذی یزن حمیری کی مدد کے لیے جیل خانوں سے آٹھ سو افراد کو بھیجا تھا۔③ تفسیر الطبری : 167,166/30 و 172 و الدر المنثور:554,553/6 .

تفسیر آیات:11-22

نیک لوگوں کے لیے جزا اور کافروں کے لیے سخت سزا: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے بارے میں فرما رہا ہے کہ ﴿ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ''ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں۔'' برخلاف اس کے جو اس نے اپنے دشمنوں کے لیے جہنم اور جلانے والا عذاب تیار کیا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴾ ''یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴾ ''بے شک آپ کے پروردگار کی پکڑ بہت سخت ہے۔'' یعنی ان دشمنوں کے لیے جنھوں نے اس کے رسولوں کی تکذیب کی اور اس کے حکم کی مخالفت کی، اس کی پکڑ اور اس کا انتقام بہت شدید ہے کیونکہ وہ بہت ہی طاقت ور اور مضبوط ہے، وہ جو چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے وہ چشم زدن میں بلکہ اس سے بھی جلد ہو جاتا ہے، اس لیے اس نے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ﴾ ''بلاشبہ وہی (انسان کی) ابتدا کرتا ہے اور وہی لوٹائے گا۔'' یعنی اس کی قوت اور قدرت کاملہ کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ وہ پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور پھر بلا روک ٹوک وہی دوبارہ بھی اسی طرح پیدا کرے گا جس طرح اس نے پہلی دفعہ پیدا فرمایا تھا۔

﴿ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴾ ''اور وہ بڑا بخشنے والا، بہت محبت کرنے والا ہے۔'' یعنی جو توبہ کرے اور اس کے سامنے عجز و انکسار کا اظہار کرے اسے وہ معاف فرما دیتا ہے، خواہ گناہ کسی بھی قسم کا ہو اور ﴿ الْوَدُوْدُ ﴾ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی اہل علم نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی محبت کرنے والا کے ہیں۔[1] ﴿ ذُو الْعَرْشِ ﴾ ''عرش کا مالک۔'' یعنی وہ ایسے عظیم عرش کا مالک ہے جو تمام مخلوقات سے بلند ہے، ﴿ الْمَجِيْدُ ﴾ ''بڑی شان والا'' اسے دو طرح پڑھا گیا ہے: (1) پیش کے ساتھ ﴿ الْمَجِيْدُ ﴾ کہ یہ رب تعالیٰ کی صفت ہے اور (2) زیر کے ساتھ [اَلْمَجِيدِ] کہ یہ عرش کی صفت ہے اور معنی کے اعتبار سے یہ دونوں قراءتیں صحیح ہیں۔ ﴿ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴾ ''جو چاہے کر گزرتا ہے۔'' یعنی وہ جو ارادہ فرمائے اسے کر گزرتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا، وہ جو کرتا ہے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا، اس کی عظمت و شوکت اور حکمت و عدل کے سامنے کسی کو دم مارنے کی اجازت نہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ ان کو مرض الموت میں پوچھا گیا: کیا ہم آپ کے لیے طبیب کو بلائیں۔ انھوں نے فرمایا: طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر اس نے آپ سے کیا کہا۔ فرمایا: اس نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ بے شک میں جو چاہتا ہوں کر گزرتا ہوں۔[2]

﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴾ ''کیا آپ کے پاس لشکروں کی خبر پہنچی ہے؟ فرعون اور ثمود (کے لشکروں) کی۔'' یعنی کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کیا سزا دی اور ان پر کیسا خوفناک عذاب نازل کیا جسے ان سے کوئی بھی دور نہ کر سکا؟ یہ گویا ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴾ ''بے شک آپ کے رب کی پکڑ

---

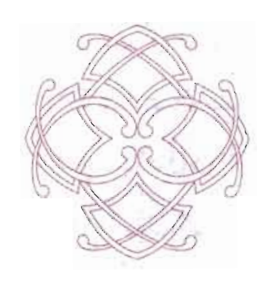
[1] تفسير الطبري: 174/30. [2] حلية الأولياء، أبوبكر الصديق ﷺ: 69,68/1، رقم: 77 وتفسير القرطبي: 297/19.

نہایت سخت ہے۔'' کی تفسیر ہے کہ وہ جب کسی ظالم کو پکڑتا ہے تو نہایت دردناک اور سخت ترین طریقے سے پکڑتا ہے جیسے کوئی غالب اور نہایت طاقت ور پکڑتا ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴾ ''بلکہ وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا، جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔'' یعنی وہ شک و ریب اور کفر و عناد میں مبتلا ہیں، ﴿ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ ﴾ ''اور اللہ انھیں ان کے پیچھے سے گھیرے ہوئے ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ بھی ان پر قادر اور غالب ہے، وہ اللہ کے حکم کو نہ ٹال سکتے ہیں اور نہ اسے عاجز کر سکتے ہیں۔ ﴿ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴾ ''بلکہ یہ قرآن اونچی شان والا ہے۔'' ﴿ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴾ ''لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے۔'' یعنی قرآن ملاء اعلیٰ میں ہے اور ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف و تبدیلی سے محفوظ ہے۔

سورۂ بروج کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



تفسیر سورۂ طارق

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ② النَّجْمُ الثَّاقِبُ ③ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ

قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی ①اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ رات کو آنے والا کیا ہے؟②وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے③ کوئی جان ایسی نہیں جس

لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ④ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ⑤ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ⑥ يَّخْرُجُ

پر کوئی نگہبان نہ ہو④ چنانچہ انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے⑤ وہ اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے⑥ جو پیٹھ اور سینے کی

مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ⑦ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ⑧ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ⑨

ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے⑦ بے شک وہ (اللہ) اسے دوبارہ پیدا کرنے پر یقیناً قادر ہے⑧ جس دن راز ظاہر کر دیے جائیں گے⑨ تو انسان

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ⑩

کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا⑩

نمازِ مغرب میں سورۂ طارق کی قراءت کی ترغیب: امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء پڑھی تو نبی ﷺ نے فرمایا: [أَفَتَّانٌ يَّا مُعَاذُ ؟ مَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقْرَأَ بِالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا (وَنَحْوِهَا)؟] ''معاذ! کیا فتنے میں ڈالتے ہو؟ کیا تمھیں یہ کافی نہ تھا کہ ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ①﴾ ، ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا①﴾ اور اس طرح کی دیگر سورتیں پڑھ لو؟''[1]

تفسیر آیات:1-10

اللہ تعالیٰ کا نظام انسان کا احاطہ کیے ہوئے ہے: اللہ تعالیٰ آسمان اور جو اس نے اس میں روشن ستارے بنائے ہیں، ان کی قسم کھا رہا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ①﴾ ''قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی!'' پھر فرمایا: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ②﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ رات کو آنے والا کیا ہے۔'' پھر اس کی تفسیر آپ نے اس فرمان: ﴿النَّجْمُ الثَّاقِبُ③﴾ ''وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے۔'' کے ساتھ کی۔ قتادہ اور دیگر کئی مفسرین نے فرمایا ہے کہ ستارے کا نام طارق اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ رات کو نظر آتا ہے اور دن کو چھپ جاتا ہے۔[2] اس کی تائید

① السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب سورة الطارق:512/6، حدیث: 11664 البتہ قوسین والا لفظ بھی السنن الکبرٰی للنسائی: 515/6، حدیث: 11674 کے مطابق ہے۔ ② تفسیر الطبری: 177/30 .

ایک صحیح حدیث کے ان الفاظ سے ہوتی ہے: [نَهٰى أَنْ يَّطْرُقَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ (طُرُوقًا)] ''نبی ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص (سفر سے واپسی پر) رات کے وقت (اچانک) اپنے گھر میں آئے۔''[1]

فرمان الٰہی: ﴿ اَلثَّاقِبُ ﴾ کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روشن کے بیان فرمائے ہیں۔[2] عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں روشن اور شیطان کو جلانے والا۔[3] ﴿ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴾ ''نہیں ہے کوئی جان مگر اس پر ایک نگہبان (مقرر) ہے۔'' یعنی ہر نفس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگہبان مقرر ہے جو آفتوں اور مصیبتوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ (الرعد 11:13) ''اس (انسان) کے لیے اس کے آگے سے اوراس کے پیچھے سے باری باری آنے والے (فرشتے) ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔''

انسانی پیدائش کی کیفیت اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴾ ''پس انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔'' انسان کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ اس کی اصل اور جوہر کس قدر کمزور ہے جس سے اسے پیدا کیا گیا ہے، اس طرح انسان کی درحقیقت رہنمائی کی گئی ہے کہ وہ اعتراف کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے کیونکہ جو پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بالاولیٰ قادر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴾ (الروم 27:30) ''اور وہی (اللہ) ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اس کے لیے زیادہ آسان ہے۔''

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴾ ''وہ تیزی سے اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔'' یعنی منی سے جو مرد اور عورت سے اچھل کر نکلتی ہے، پھر ان دونوں کی منی سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴾ ''جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔'' یعنی مرد کی پیٹھ سے اور عورت کے سینے سے۔ شبیب بن بشر نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ پانی مرد کی پشت سے نکلتا ہے اور عورت کے سینے سے، عورت کا پانی پیلے رنگ کا اور پتلا ہوتا ہے اور بچہ دونوں پانیوں سے پیدا ہوتا ہے۔[4]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴾ ''بے شک وہ (اللہ) اسے لوٹانے پر یقیناً قادر ہے۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ جس نے انسانوں کو اس اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا فرمایا، وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے اور آخرت کے لیے اٹھانے پر بھی قادر ہے کیونکہ جو پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ دوبارہ پیدا کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دلیل

---

[1] مسند أحمد: 175/1 عن سعد بن أبي وقاص رضی اللہ عنہ قوسین والا لفظ صحيح البخاري، النكاح، باب لا يطرق أهله ليلا ......، حديث: 5243 و صحيح مسلم، الإمارة، باب كراهة الطروق......، حديث: (183)-715، بعد الحديث: 1928 عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔ [2] تفسير الطبري: 178/30. [3] تفسير الطبري: 178/30. [4] تفسير ابن أبي حاتم: 3415/10.

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ⑪ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ⑬ وَّمَا

قسم ہے بار بار بارش برسانے والے آسمان کی ⑪ اور پھٹنے والی زمین کی ⑫ بے شک یہ (قرآن) یقیناً قولِ فیصل ہے ⑬ اور یہ ہنسی مذاق نہیں

هُوَ بِالْهَزْلِ ⑭ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ⑮ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ⑯ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ

ہے ⑭ بے شک وہ (کافر) کچھ چالیں چلتے ہیں ⑮ اور میں بھی ایک چال چلتا ہوں ⑯ تو (اے نبی!) آپ ان کافروں کو (ان کے حال پر)

اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ⑰

چھوڑ دیں، انھیں تھوڑی سی مہلت دیں ⑰

کو قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر بیان فرمایا ہے۔

قیامت کے دن انسان کو قدرت و نصرت حاصل نہ ہوگی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ⑨ ﴾ ’’جس دن راز ظاہر کر دیے جائیں گے۔‘‘ یعنی قیامت کے دن دلوں کے بھید ظاہر اور نمایاں کر دیے جائیں گے اور پوشیدہ چیزیں آشکارا اور چھپی ہوئی باتیں مشہور ہو جائیں گی۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [......يُرْفَعُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٌ (عِنْدَاسْتِهٖ)،(يُقَالُ:) هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ] ’’......ہر عہد شکن کی سرین کے پاس جھنڈا گاڑ دیا جائے گا، کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔‘‘ [1] ﴿ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ⑩ ﴾ ’’تو اس (انسان) کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔‘‘ یعنی قیامت کے دن نہ تو انسان کے اپنے ہی نفس میں کوئی قوت ہوگی اور نہ باہر ہی سے کوئی اس کا مددگار ہوگا، اس لیے نہ تو وہ خود ہی اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچا سکے گا اور نہ کوئی اور اسے اس عذاب سے بچانے کی طاقت رکھے گا۔

تفسیر آیات: 11-17

﴿ الرَّجْعِ ﴾ اور ﴿ الصَّدْعِ ﴾ کا مفہوم: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ الرَّجْعِ ⑪ ﴾ کے معنی بارش کے ہیں۔ [2] آپ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ اس کے معنی اس بادل کے ہیں جس میں بارش ہو۔ [3] اور آپ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ اس کے معنی ہیں آسمان کی قسم جو بار بار مینہ برساتا ہے۔ [4] قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ جو ہر سال بندوں کے رزق کو لوٹاتا ہے اور اگر یہ نہ ہو تو لوگ ہلاک ہو جائیں اور ان کے مویشی بھی۔ [5] ﴿ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫ ﴾ ’’اور زمین کی قسم! جو پھٹنے والی ہے۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے زمین کا نباتات کے لیے پھٹنا مراد ہے۔ [6]

---

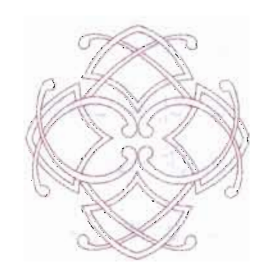
① صحيح البخاري، الأدب، باب ما يدعى الناس بآبائهم، حديث: 6177 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب تحريم الغدر، حديث: 1735 واللفظ له. البتہ پہلی قوسین والے الفاظ صحیح مسلم ہی کی حدیث: 1738 عن أبي سعید رضی اللہ عنہ اور دوسری قوسین والا لفظ بخاری شریف کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہے۔ ② تفسير عبدالرزاق: 416/3، رقم: 3571. ③ تفسير الطبري: 185/30. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 3415/10. ⑤ تفسير الطبري: 186/30. ⑥ تفسير الطبري: 186/30.

سعید بن جبیر، عکرمہ، ابو مالک، ضحاک، حسن، قتادہ، سدی اور دیگر کئی ایک ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ ①

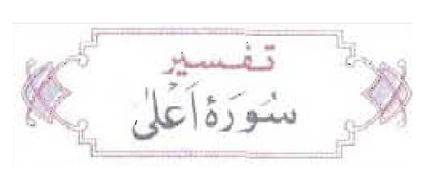
فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴾ ’’بے شک یہ (قرآن) یقیناً قولِ فیصل ہے۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ قرآن حق ہے۔ ② امام قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ③ اور بعض دوسرے لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ یہ حکم عدل پر مبنی ہے۔ ④ ﴿ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴾ ’’اور یہ ہنسی مذاق نہیں ہے۔‘‘ بلکہ بالکل مبنی برحق ہے۔ پھر کافروں کے بارے میں بتایا کہ وہ اس کی تکذیب کرتے اور اس کے راستے سے روکتے ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴾ ’’بے شک وہ (کافر) کچھ چالیں چلتے ہیں۔‘‘ یعنی قرآن کے خلاف لوگوں کو دعوت دینے کے لیے تدبیریں کرتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ’’تو آپ کافروں کو مہلت دیں۔‘‘ یعنی انھیں ڈھیل دیں اور ان کے لیے جلدی نہ کریں، ﴿ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴾ ’’انھیں تھوڑی سی مہلت دیں۔‘‘ پھر آپ دیکھ لیں گے کہ میں انھیں کس طرح کے عذاب، سزا اور تباہی و بربادی میں مبتلا کرتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ ﴾ (لقمٰن 31:24) ’’ہم انھیں تھوڑا سا فائدہ دیتے ہیں، پھر ہم انھیں سخت عذاب کی طرف مجبور کر دیں گے۔‘‘

سورۂ طارق کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① تفسیر الطبری :30/186,187 والدر المنثور: 6/561,562. ② تفسیر الطبری :30/187 . ③ تفسیر الطبری : 30/187 . ④ تفسیر الماوردی : 6/249 عن الضحاک رحمہ اللہ .



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ① الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی ② وَ الَّذِیۡ قَدَّرَ فَہَدٰی ③ وَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ

آپ اپنے سب سے بلند رب کے نام کی تسبیح کریں① جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک بنایا② اور جس نے اندازہ کیا پھر ہدایت دی③ اور جس

الۡمَرۡعٰی ④ فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحۡوٰی ⑤ سَنُقۡرِئُکَ فَلَا تَنۡسٰۤی ⑥ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ؕ اِنَّہٗ یَعۡلَمُ

نے (زمین سے) چارا نکالا④ پھر اسے خشک سیاہ کوڑا کرکٹ بنا دیا⑤ ہم جلد آپ کو پڑھائیں گے، پھر آپ نہ بھولیں گے⑥ مگر جو اللہ چاہے،

الۡجَہۡرَ وَ مَا یَخۡفٰی ⑦ وَ نُیَسِّرُکَ لِلۡیُسۡرٰی ⑧ فَذَکِّرۡ اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّکۡرٰی ⑨ سَیَذَّکَّرُ مَنۡ

بے شک وہ ظاہر کو جانتا ہے اور مخفی کو بھی⑦ اور ہم آپ کو آسان (راستے) کی توفیق دیں گے⑧ پھر آپ نصیحت کیجیے اگر نصیحت نفع دے⑨ جو ڈرتا

یَّخۡشٰی ⑩ وَ یَتَجَنَّبُہَا الۡاَشۡقَی ⑪ الَّذِیۡ یَصۡلَی النَّارَ الۡکُبۡرٰی ⑫ ثُمَّ لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا

ہے وہ ضرور نصیحت قبول کرے گا⑩ اور انتہائی بد بخت ہی اس سے دور رہے گا⑪ جو بہت بڑی آگ میں جائے گا⑫ پھر اس میں نہ وہ مرے

وَ لَا یَحۡیٰی ⑬

گا اور نہ جیے گا⑬

سورۂ اعلیٰ کی فضیلت: یہ سورت مکی ہے، یعنی ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہمارے پاس سب سے پہلے آنے والے حضرت مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما تھے، انھوں نے ہمیں قرآن پڑھانا شروع کیا، پھر عمار، بلال اور سعد رضی اللہ عنہم آئے، پھر بیس آدمیوں کے ہمراہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میں نے نہیں دیکھا کہ مدینہ والوں کو کبھی اتنی خوشی ہوئی ہو جتنی خوشی انھیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم سے ہوئی تھی حتی کہ میں نے دیکھا کہ ننھی بچیاں اور چھوٹے بچے بھی خوشی و مسرت کے باعث کہہ رہے تھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں، آپ جب تشریف لائے تو میں نے ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ①﴾ اور اس طرح کی دوسری سورتیں پڑھ لی تھیں۔[1]

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب سورۃ ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ①﴾، حدیث: 4941.

صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے (جب لوگوں نے ان کی طویل قراءت کی شکایت کی) فرمایا: [فَلَوْلَا صَلَّيْتَ بِ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝١﴾ وَ ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝١﴾ وَ ﴿وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ۝١﴾ ؟] ”تم ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝١﴾، ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝١﴾ اور ﴿وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ۝١﴾ جیسی سورتیں کیوں نہیں پڑھ لیتے؟“[1] امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین کی نمازوں میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝١﴾ اور ﴿هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١﴾ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور اگر عید جمعے کے دن آجاتی تو پھر بھی آپ عید اور جمعے کی دونوں نمازوں میں انھی سورتوں کو پڑھا کرتے تھے۔[2] اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی ”صحیح“ میں، نیز امام ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

مسلم اور اہل سنن کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ عیدین اور جمعہ کے دن ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝١﴾ اور ﴿هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١﴾ پڑھا کرتے تھے اور بعض اوقات اگر عیدین اور جمعہ یکجا ہو جاتے تو پھر بھی آپ دونوں نمازوں میں انھی دونوں سورتوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔[3] امام احمد رحمہ اللہ نے مسند میں ابی بن کعب، عبداللہ بن عباس، عبدالرحمٰن بن ابزیٰ اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم کی احادیث بیان کی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز وتر میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝١﴾، ﴿قُلْ يٰٓأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝١﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۝١﴾ کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ آپ معوذتین بھی پڑھا کرتے تھے۔[4]

تفسیر آیات: 1-13

تسبیح کا حکم اور اس کا جواب: امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝١﴾ ”آپ اپنے سب سے بلند رب کے نام کی تسبیح کریں۔“ پڑھتے تو فرماتے: [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى] ”پاک ہے میرا رب بلند تر۔“[5] امام ابن جریر نے ابو اسحاق ہمدانی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝١﴾ پڑھتے تو کہتے: [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى] اسی طرح آپ سورۂ قیامہ کی آخری آیت: ﴿أَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى أَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۝٤٠﴾ (القيمة 40:75) ”کیا وہ (اللہ) اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو

---

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب من شكا إمامه إذا طول، حديث: 705 وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، حديث:(179)-465 عن جابر بن عبدالله الأنصاري رضی اللہ عنہ. تفسیر ابن کثیر میں [فَلَوْلَا] کے بجائے [هَلَّا] کا لفظ ہے جو ہمیں کتب احادیث میں نہیں ملا۔ [2] مسند أحمد: 271/4. [3] صحيح مسلم، الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة، حديث: 878 وسنن أبي داود، الصلاة، باب ما يقرأبه في الجمعة، حديث: 1122 وجامع الترمذي، الجمعة، باب ما جاء في القراءة في العيدين، حديث: 533 وسنن النسائي، الجمعة، باب ذكر الاختلاف على النعمان ابن بشير......، حديث: 1425 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ما جاء في القراءة في صلاة العيدين، حديث: 1281. [4] مسند أحمد 123/5 عن أبي بن كعب رضی اللہ عنہ و 299/1 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ و 406/3 عن ابن أبزى رضی اللہ عنہ و 227/6 عن عائشة رضی اللہ عنہا. [5] مسند أحمد: 232/1.

زندہ کردے؟'' کے بعد کہتے [سُبۡحَانَكَ وَبَلٰى] ''(اے اللہ!) تو پاک ہے، کیوں نہیں! (تو یقیناً قدرت رکھتا ہے۔)''[1]
قتادہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ نبی ﷺ جب ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى ①﴾ پڑھتے تو فرماتے:
[سُبۡحَانَ رَبِّيَ الۡأَعۡلٰى].[2]

خلق و تقدیر اور نباتات کا اگانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِيۡ خَلَقَ فَسَوّٰى ②﴾ ''جس نے پیدا کیا، پھر درست بنایا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور پھر مخلوق میں سے ہر ایک کو بہت احسن شکل وصورت میں پیدا کیا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِيۡ قَدَّرَ فَهَدٰى ③﴾ ''اور جس نے اندازہ ٹھہرایا، پھر ہدایت دی۔'' امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شقاوت وسعادت کے رستے بتا دیے اور جانوروں کو ان کے چرنے کی جگہوں کا بتا دیا۔[3]

یہ آیت کریمہ اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے فرعون سے کہا تھا: ﴿رَبُّنَا الَّذِيۡۤ اَعۡطٰى كُلَّ شَيۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰى○﴾ (طٰہٰ 50:20) ''ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر رہنمائی کی۔'' یعنی اس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر دیا اور پھر مخلوق کی اس کی طرف رہنمائی فرمائی جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(إِنَّ اللّٰهَ قَدَّرَ) مَقَادِيرَ الۡخَلَائِقِ قَبۡلَ أَنۡ يَّخۡلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالۡأَرۡضَ بِخَمۡسِينَ أَلۡفَ سَنَةٍ، وَّ(كَانَ) عَرۡشُهٗ عَلَى الۡمَاءِ] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیروں کا آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اندازہ مقرر کر دیا تھا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔''[4]

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِيۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰى ④﴾ ''اور جس نے چارا اگایا۔'' یعنی اس نے نباتات اور فصلوں کی تمام انواع و اقسام کو پیدا فرمایا، ﴿فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحۡوٰى ⑤﴾ ''پھر اسے سیاہ خس وخاشاک کی طرح بنا دیا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسے اس طرح کوڑا کرکٹ بنا دیا کہ اس کا رنگ تک بدل دیا گیا۔[5] امام مجاہد، قتادہ اور ابن زید سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[6]

نبی ﷺ وحی نہیں بھولتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سَنُقۡرِئُكَ﴾ ''ہم جلد آپ کو پڑھائیں گے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) ﴿فَلَا تَنۡسٰۤى ⑥﴾ ''پھر آپ نہ بھولیں گے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر اور آپ سے یہ وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس طرح پڑھائے گا کہ آپ کبھی نہ بھولیں گے۔ ﴿اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ﴾ ''مگر جو اللہ چاہے۔'' حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ

[1] تفسير الطبری: 189/30 وفضائل القرآن لأبی عبيد القاسم بن سلّام، ص: 151، تفسیر طبری میں [سُبۡحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبَلٰى] کے الفاظ ہیں اور یہ حدیث موقوفاً صحیح ہے۔ مزید دیکھیے سنن أبی داود، الصلاة، باب الدعاء فی الصلاة، حديث: 884. [2] تفسير الطبری: 190/30. [3] تفسير الطبری: 191/30. [4] صحيح مسلم، القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی الله عليهما وسلم، حديث: 2653. البتہ مذکورہ حوالے میں پہلی قوسین والے الفاظ کے بجائے [كَتَبَ اللّٰهُ] ''اللہ نے لکھ دیا ہے۔'' ہے اور دوسری قوسین والا لفظ القدر لابن المستفاض: 87/1، حديث: 85(C.D) کے مطابق ہے۔ [5] تفسير الطبری: 191/30. [6] تفسير الطبری: 192,191/30.

رسول اللہ ﷺ کچھ نہیں بھولتے تھے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔[1] یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿ فَلَا تَنْسٰٓى ⑥ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ آپ نہ بھولیں (مطلب ہے کہ یہ نہی کے معنی میں ہے۔) بنابریں استثنا کے معنی یہ ہیں کہ مگر جو منسوخ ہو جائے، یعنی ہم آپ کو جو پڑھائیں، آپ اسے نہ بھولیں مگر جس بات کو اللہ تعالیٰ اٹھانا چاہے گا تو اسے اگر آپ چھوڑ دیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ⑦ ﴾ ''بے شک وہ کھلی بات کو جانتا ہے اور اس کو بھی جو چھپی ہوئی ہے۔'' یعنی وہ اپنے بندوں کے ظاہری حالات کو بھی جانتا ہے اور ان کے چھپے ہوئے اقوال و افعال سے بھی آگاہ ہے، اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔

﴿ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ⑧ ﴾ ''اور ہم آپ کو آسان (راستے) کی توفیق دیں گے۔'' یعنی ہم آپ کے لیے بھلائی کے کاموں اور باتوں کو آسان بنا دیں گے اور ہم آپ کو آسان اور سادہ شریعت عطا کریں گے جو بالکل سیدھی اور صحیح ہوگی اور جس میں کوئی ٹیڑھ، دشواری اور مشکل نہ ہوگی۔

نصیحت کرنے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ⑨ ﴾ ''پھر آپ نصیحت کیجیے اگر نصیحت نفع دے۔'' یعنی جہاں نصیحت نفع دے، وہاں نصیحت کریں۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کے پھیلانے میں یہ ادب ملحوظ رہے کہ نا اہل کو علم نہ سکھایا جائے جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر تم کچھ لوگوں سے ایسی بات کرو جس تک ان کی عقلوں کی رسائی نہ ہو سکے تو وہ بات ان کے بعض کے لیے فتنے کا سبب بنے گی۔[2] نیز آپ نے فرمایا ہے کہ لوگوں سے ایسی بات کرو جسے وہ جانتے ہوں، کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی تکذیب کی جائے۔[3]

﴿ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ⑩ ﴾ ''عنقریب وہ نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) آپ جو بات پہنچائیں گے تو اس سے وہ شخص ضرور نصیحت پکڑے گا جس کا دل اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور وہ جانتا ہو کہ ایک نہ ایک دن اسے اپنے رب تعالیٰ سے ملنا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ⑪ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ⑫ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ⑬ ﴾ ''اور انتہائی بد بخت ہی اس سے دور رہے گا جو سب سے بڑی آگ میں داخل ہوگا، پھر اس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا۔'' یعنی وہ مرے گا نہیں کہ مر کر راحت پالے اور نہ وہ ایسے جیے گا کہ زندگی اس کے لیے نفع بخش ہو بلکہ یہ جینا اس کے لیے سراسر نقصان دہ ہوگا کیونکہ اس زندگی ہی کی وجہ سے اسے اس دردناک عذاب اور طرح طرح کی سزاؤں کا احساس ہوگا جن میں وہ مبتلا ہوگا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا لَا يَمُوتُونَ وَلَا يَحْيَوْنَ، وَأَمَّا أُنَاسٌ يُّرِيدُ اللّٰهُ بِهِمُ الرَّحْمَةَ فَيُمِيتُهُمْ فِي النَّارِ، فَيَدْخُلُ عَلَيْهِمْ

① تفسير الطبرى: 193/30. ② صحيح مسلم، مقدمة الإمام مسلم، باب النهى عن الحديث بكل ما سمع، حديث: (14)-5 عن ابن مسعود رضي الله عنه. ③ صحيح البخارى، العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم......، حديث: 127.

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ⑭ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ⑮ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ⑯ وَالْاٰخِرَةُ

یقیناً فلاح پا گیا، جو پاک ہوا⑭ اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی⑮ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو⑯ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور

خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ⑰ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ⑱ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى ⑲

باقی رہنے والی ہے⑰ بے شک یہ (بات) پہلے صحیفوں میں بھی (کہی گئی) تھی⑱ (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں⑲

ع 1 19 12

الشُّفَعَاءُ ، فَيُؤْخَذُ الرَّجُلُ الضُّبَارَةَ (فَيَنْبِتُهُمْ)۔ أَوْ قَالَ: فَيَنْبُتُونَ (فِي) نَهرِ الْحَيَاءِ۔ أَوْ قَالَ: الْحَيَوَانِ أَوْ قَالَ: الْحَيَاةِ أَوْ قَالَ: نَهرِ الْجَنَّةِ۔ فَيَنْبُتُونَ نَبَاتَ الْحِبَّةِ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ] ''جہنمی نہ مریں گے اور نہ جئیں گے، اللہ تعالیٰ جن لوگوں پر رحمت کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو انھیں جہنم کی آگ میں موت سے دو چار کر دے گا، پھر ان پر شفاعت کنندگان داخل ہوں گے تو آدمی ایک گروہ کو لے کر اگائے گا یا فرمایا کہ وہ نہر حیا یا فرمایا کہ نہر حیوان یا فرمایا کہ نہر حیات یا فرمایا کہ نہر جنت میں اس طرح اگیں گے جس طرح سیلاب کے خس وخاشاک میں دانے کی انگوری اگتی ہے۔'' راوی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [أَمَا تَرَوْنَ الشَّجَرَةَ تَكُونُ خَضْرَاءَ، ثُمَّ تَكُونُ صَفْرَاءَ۔ أَوْ قَالَ: تَكُونُ صَفْرَاءَ، ثُمَّ تَكُونُ خَضْرَاءَ] ''کیا تم درخت کو نہیں دیکھتے ہو کہ وہ سبز ہوتا ہے، پھر زرد ہو جاتا ہے یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ زرد ہوتا ہے، پھر سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے۔'' یہ سن کر بعض لوگوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ گویا بادیہ نشین رہے۔ ①

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ وَلٰكِنْ أُنَاسٌ۔ أَوْ كَمَا قَالَ۔ تُصِيبُهُمُ النَّارُ بِذُنُوبِهِمْ۔ أَوْ قَالَ: بِخَطَايَاهُمْ -فَيُمِيتُهُمْ إِمَاتَةً حَتّٰى إِذَا صَارُوا فَحْمًا أُذِنَ فِي الشَّفَاعَةِ، فَجِيءَ بِهِمْ ضَبَائِرَ ضَبَائِرَ (فَبُثُّوا) عَلٰى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! أَفِيضُوا عَلَيْهِمْ، فَيَنْبُتُونَ نَبَاتَ الْحِبَّةِ تَكُونُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ] ''جو ہمیشہ کے لیے جہنمی ہوں گے، وہ تو جہنم میں نہ مریں گے نہ جئیں گے لیکن کچھ لوگ۔ یا جس طرح آپ نے فرمایا۔ جنھیں ان کے گناہوں یا آپ نے فرمایا کہ خطاؤں کی وجہ سے آگ میں ڈالا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ایک بار انھیں موت دے دے گا حتی کہ جب وہ کوئلے کی طرح ہو جائیں گے تو ان کے بارے میں شفاعت کی اجازت دی جائے گی، چنانچہ انھیں گروہ در گروہ لایا جائے گا اور جنت کی نہروں میں بکھیر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: اے جنت والو! تم ان پر پانی ڈالو تو وہ اس طرح اگ آئیں گے جیسے سیلاب کے خس وخاشاک میں دانے کی انگوری اگتی ہے۔'' یہ ارشاد سن کر ایک آدمی کہنے لگا کہ اس مثال کے سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا نبی کریم ﷺ بادیہ نشین رہے ہیں۔ ② اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

① مسند أحمد: 5/3 . البتہ مذکورہ حوالے میں پہلی قوسین والے لفظ کے بجائے [فَيَبُثُّهُمْ] ''تو وہ انھیں پھیلائے گا'' اور دوسری قوسین والے لفظ کے بجائے [عَلٰى] ہے جبکہ بعض نسخوں میں [فَيَبُثُّونَ عَلٰى] ہے۔ ② مسند أحمد: 11/3 قوسین والا لفظ صحیح مسلم کے آمدہ حوالے کے مطابق ہے۔ ③ صحيح مسلم، الإيمان، باب إثبات الشفاعة......، حديث: 185 .

تفسیر آیات:14-19

کامیاب لوگوں کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ ﴾ ’’بے شک وہ کامیاب ہو گیا جو پاک ہوا۔‘‘ یعنی جس نے اپنے نفس کو اخلاق رذیلہ سے پاک کر لیا اور اس کی پیروی کی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ پر نازل فرمایا ہے، ﴿ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ ﴾ ’’اور اپنے پروردگار کا نام یاد کیا، پھر نماز پڑھی۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے حصول، اس کے حکم کی اطاعت اور اس کی شریعت کی تابعداری کے لیے نماز کو بروقت ادا کرتا رہا۔ روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ لوگوں کو صدقۃ الفطر ادا کرنے کا حکم دیتے اور اس موقع پر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے: ﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ ﴾ [1]

ابو الاحوص فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کے پاس کوئی سائل آئے اور وہ نماز ادا کرنے کا ارادہ کر رہا ہو تو اسے چاہیے کہ نماز سے پہلے اسے صدقہ دے دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز سے پہلے صدقے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ ﴾ [2] امام قتادہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے مال کو پاک کر لیا اور اپنے خالق کو راضی کر لیا تو وہ کامیاب ہو گیا۔ [3]

آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کوئی قیمت نہیں: پھر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ ﴾ ’’بلکہ تم دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔‘‘ یعنی تم دنیا کی زندگی کو آخرت پر مقدم کرتے ہو اور اسے اس پر فوقیت دیتے ہو جس میں تمھاری معیشت اور لوٹنے کے اعتبار سے فائدہ اور بہتری ہے، ﴿ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ۝ ﴾ ’’حالانکہ آخرت بہت بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔‘‘ یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا ثواب دنیا کی نسبت کہیں بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی کیونکہ دنیا گھٹیا اور فانی ہے جبکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے، چنانچہ کوئی عقل مند فنا پذیر ہو جانے والی چیز کو باقی رہنے والی پر کس طرح ترجیح دے سکتا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اس چیز کے لیے تو بہت اہتمام کرے جو عنقریب اس سے زوال پذیر ہو جانے والی ہو اور ہمیشہ ہمیشہ اور باقی رہنے والے گھر کے لیے کوئی بندوبست نہ کرے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ أَحَبَّ دُنْيَاهُ أَضَرَّ بِآخِرَتِهِ وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهُ أَضَرَّ بِدُنْيَاهُ، فَآثِرُوا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى] ’’جس نے اپنی دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے اپنی آخرت کو محبوب بنا لیا اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا، لہٰذا تم فنا ہونے والی زندگی پر باقی رہنے والی زندگی کو ترجیح دو۔‘‘ امام احمد رحمہ اللہ اسے بیان کرنے میں منفرد ہیں۔ [4]

---

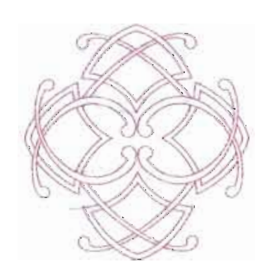
[1] أحكام القرآن لابن العربي: 286/4 والسنن الكبرٰى للبيهقي، الزكاة، باب وقت إخراج زكاة الفطر: 175/4.
[2] تفسير الطبري: 195/30. [3] تفسير الطبري: 195/30. [4] مسند أحمد: 412/4 یہ حدیث منقطع ہے، البتہ اسی معنی کی یہ صحیح حدیث اس کی تائید کرتی ہے: [مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا أَضَرَّ بِالْآخِرَةِ، وَمَنْ طَلَبَ الْآخِرَةَ أَضَرَّ بِالدُّنْيَا، فَأَضِرُّوا بِالْفَانِي لِلْبَاقِي] ’’جو دنیا کا طلب گار بنا، اس نے آخرت کو نقصان پہنچایا اور جو آخرت کا طلب گار بنا، اس نے دنیا کو نقصان پہنچایا، چنانچہ تم باقی رہنے والی (آخرت) کی خاطر ختم ہو جانے والی (دنیا) کو نقصان پہنچاؤ۔‘‘ السلسلة الصحيحة: 849/7، حديث: 3287 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝ ﴾ ”بے شک یہ (بات) پہلے صحیفوں میں بھی (کہی گئی) تھی (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔“ یہ آیت اسی طرح ہے جیسا کہ سورۂ نجم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ۝ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝ ﴾ (النجم 53: 36-42) ”کیا اسے ان (باتوں) کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں؟ اور ابراہیم کے (صحیفوں میں) جس نے (عہد) پورا کیا، یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی اور بلاشبہ اس کی کوشش جلد دیکھی جائے گی، پھر اسے پوری پوری جزا دی جائے گی اور بے شک (سب کا) آپ کے پروردگار ہی کے پاس ٹھکانا ہے۔“

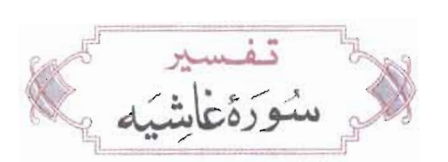
ابو العالیہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سورت کا مضمون پہلے صحیفوں میں موجود ہے۔[1] ابن جریر رحمہ اللہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ ﴿ اِنَّ هٰذَا ﴾ ”بلاشبہ یہ۔“ سے مراد ان آیات کی طرف اشارہ ہے: ﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ ﴾ ”یقیناً وہ کامیاب ہوگیا جو پاک ہوا اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا، پھر نماز پڑھی، بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہت بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا ﴾ ”بلاشبہ یہ“ یعنی اس کلام کا مضمون ﴿ لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝ ﴾ ”پہلے صحیفوں میں بھی تھا (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔“[2] حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے جو یہ موقف اختیار کیا ہے، یہ نہایت اچھا اور بہت قوی ہے۔ حضرت قتادہ اور ابن زید سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[3] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

سورۂ اعلیٰ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.



① تفسیر الطبری: 197/30. ② تفسیر الطبری: 198/30. ③ تفسیر الطبری: 198/30.



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ ؕ① وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ② عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ③ تَصۡلٰى نَارًا

کیا آپ کو چھا جانے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے؟① اس دن کئی چہرے ذلیل ہوں گے ② سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے ہوں گے ③ دہکتی

حَامِيَةً ۙ④ تُسۡقٰى مِنۡ عَيۡنٍ اٰنِيَةٍ ؕ⑤ لَيۡسَ لَهُمۡ طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِيۡعٍ ۙ⑥ لَّا يُسۡمِنُ وَلَا

آگ میں داخل ہوں گے ④ انھیں گرم کھولتے چشمے کا پانی پلایا جائے گا ⑤ ان کا طعام صرف خاردار جھاڑیاں ہوگا ⑥ جو نہ موٹا کرے گا

يُغۡنِىۡ مِنۡ جُوۡعٍ ؕ⑦

نہ بھوک مٹائے گا ⑦

نماز جمعہ میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ کی قراءت: قبل ازیں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز عید اور جمعے میں ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى ۙ﴾ (الأعلى 87:1) اور سورۂ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔[1] امام مالک رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ ضحاک بن قیس نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ جمعہ میں سورۂ جمعہ کے ساتھ اور کون سی سورت پڑھا کرتے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا: ﴿هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ ؕ①﴾۔[2] اسے امام ابوداود، نسائی، مسلم اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

تفسیر آیات:1-7

قیامت اور جہنمیوں کا حال: ﴿الۡغَاشِيَةِ ؕ①﴾ ''چھا جانے والی'' قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور ابن زید کا قول ہے،[4] کیونکہ یہ سب لوگوں کو ڈھانپ لے گی۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ②﴾ ''اس روز کئی چہرے ذلیل ہوں گے۔'' حضرت قتادہ کا قول ہے کہ ﴿خَاشِعَةٌ ۙ②﴾ کے معنی ذلیل کے ہیں۔[5]

---

① صحيح مسلم، الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة، حديث: 878. ② الموطأ للإمام مالك، الجمعة، باب القراءة في صلاة الجمعة......: 38/1، حديث: 250. ③ سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يقرأ به في الجمعة، حديث: 1123 وسنن النسائي، الجمعة، باب ذكر الاختلاف على النعمان ابن بشير في القراءة في صلاة الجمعة، حديث: 1424 وصحيح مسلم، الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة، حديث: (63)-878 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ما جاء في القراءة في الصلاة يوم الجمعة، حديث: 1119. ④ تفسير الطبري: 199/30. ⑤ تفسير الطبري: 200/30.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ خشوع کا اظہار تو کریں گے لیکن ان کے عمل سے انھیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔[1] فرمان الٰہی ہے: ﴿ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ ﴾ ''سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے ہوں گے۔'' یعنی انھوں نے کام تو بہت کیا حتی کہ تھک گئے لیکن قیامت کے دن دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔ حافظ ابو بکر برقانی نے ابوعمران جونی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک راہب کے دَیر (راہبوں کے رہنے کی جگہ) کے پاس سے گزر ہوا تو انھوں نے راہب کو آواز دی: ''اے راہب! تو راہب آپ کی طرف متوجہ ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسے دیکھ کر رونے لگے، آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: امیر المؤمنین! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس کا یہ فرمان یاد آ گیا: ﴿ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝ ﴾ ''سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے ہوں گے، دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔'' تو اس فرمان الٰہی نے مجھے رلا دیا ہے۔[2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ذکر فرمایا کہ ﴿ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ ﴾ سے مراد عیسائی ہیں۔[3] حضرت عکرمہ اور سدی فرماتے ہیں کہ دنیا میں نافرمانی کے کام کرنے والے ہیں اور جہنم میں عذاب اور تباہی و بربادی میں چکنا چور ہونے والے ہیں۔[4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝ ﴾ ''دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔'' یعنی شدید حرارت والی آگ میں۔[5] ﴿ تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ ۝ ﴾ ''انھیں ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلایا جائے گا۔'' یعنی جس کی حرارت اور جس کا کھولنا انتہا کو پہنچ چکا ہوگا۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن اور سدی کا قول ہے۔[6]

﴿ لَّيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ۝ ﴾ ''ان کا کھانا صرف خار دار جھاڑی ہوگا۔'' علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ ضَرِيعٍ ۝ ﴾ سے مراد جہنم کا ایک درخت ہے۔[7] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، ابوالجوزاء اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شِبرِق (ایک کانٹے دار درخت) ہے۔[8] قتادہ فرماتے ہیں کہ قریش اسے موسم بہار میں شِبرِق اور موسم خزاں میں ضَرِیع کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔[9] عکرمہ فرماتے ہیں کہ یہ زمین کے ساتھ چمٹا ہوا ایک کانٹے دار درخت ہے۔[10] امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد کا قول نقل فرمایا ہے کہ ﴿ ضَرِيعٍ ۝ ﴾ ایک نبات ہے جسے شبرق کہا جاتا ہے، جب یہ خشک ہو جائے تو اہل حجاز اسے ضَرِیع کہتے ہیں اور یہ بوٹی زہر ہے۔[11]

معمر نے بھی امام قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہی روایت کیا ہے کہ ﴿ ضَرِيعٍ ۝ ﴾ سے مراد شِبرِق ہے اور

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 3420/10 . ② المستدرك للحاكم، التفسير، باب تفسير سورة الغاشية: 522,521/2، حديث: 3925 و تفسير عبدالرزاق: 420/3، رقم: 3584. ③ صحيح البخاري، التفسير، بعد الحديث: 4941 .
④ تفسير البغوي: 244/5 و تفسير ابن أبي حاتم: 3420/10 و تفسير القرطبي: 27/20 . ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3420/10 . ⑥ تفسير الطبري: 201/30 و تفسير ابن أبي حاتم: 3421,3420/10. ⑦ تفسير الطبري: 203/30.
⑧ تفسير الطبري: 202/30 . ⑨ تفسير ابن أبي حاتم: 3421/10. ⑩ تفسير الطبري: 202/30. ⑪ صحيح البخاري، التفسير، بعد الحديث: 4941.

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ⑧ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ⑨ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ⑩ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا

اس دن کئی چہرے تر و تازہ ہوں گے ⑧ اپنی کوشش پر خوش ہوں گے ⑨ بہشت بریں میں ہوں گے ⑩ وہ اس میں کوئی لغو

لَاغِيَةً ⑪ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ⑫ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ⑬ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ⑭

بات نہ سنیں گے ⑪ اس میں ایک چشمہ جاری ہوگا ⑫ اس میں اونچے تخت ہوں گے ⑬ اور جام رکھے ہوں گے ⑭ اور

وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ⑮ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ⑯

قطاروں میں گاؤ تکیے لگے ہوں گے ⑮ اور عمدہ غالیچے بچھے ہوں گے ⑯

وقف لازم

جب یہ خشک ہو جائے تو اسے ضَرِیع کہا جاتا ہے۔[1] سعید نے حضرت قتادہ سے اس کے بارے میں یہ روایت کیا ہے کہ یہ بدترین، نہایت بدمزہ اور بہت خبیث کھانا ہوگا۔[2] ارشاد الٰہی ہے: ﴿ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ⑦ ﴾ ''جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک میں کچھ کام آئے گا۔'' یعنی نہ اس سے مقصود حاصل ہوگا اور نہ وہ کسی تکلیف دہ چیز ہی کو دور کرے گا۔

تفسیر آیات:8-16

قیامت کے دن اہل جنت کا حال: بدبختوں اور بدنصیبوں کے حال کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں اور خوش نصیبوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ ﴾ ''کئی چہرے اس دن۔'' یعنی قیامت کے روز ﴿ نَّاعِمَةٌ ⑧ ﴾ ''تروتازہ ہوں گے۔'' یعنی ان کے چہروں سے مسرت وشادمانی جھلکتی ہوگی اور یہ ان کی سعی وکوشش کی وجہ سے انھیں حاصل ہوئی ہوگی۔ حضرت سفیان نے ﴿ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ⑨ ﴾ ''اپنی کوشش پر خوش ہوں گے۔'' کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے اعمال سے خوش ہوں گے۔[3] ﴿ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ⑩ ﴾ ''بہشت بریں میں ہوں گے۔'' یعنی بڑی عظیم الشان اور پر بہار و بارونق جنت کے بالا خانوں میں امن، چین اور سکون کے ساتھ جلوہ افروز ہوں گے۔

﴿ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ⑪ ﴾ ''وہ اس میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے۔'' یعنی وہ اس جنت میں کوئی ایک لغو کلمہ بھی نہیں سنیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ﴾ (مریم 19:62) ''وہ اس میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے، سوائے سلام کے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴾ (الطور 52:23) ''اس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ (میں ڈالنا۔)'' اور فرمایا: ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴾ (الواقعہ 56:25،26) ''وہ اس میں نہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات، (ہاں) مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ⑫ ﴾ ''اس میں ایک چشمہ جاری ہوگا۔'' یعنی بہہ رہا ہوگا۔ ﴿ عَيْنٌ ﴾ اسم نکرہ ہے جو ثابت کرنے کے ضمن میں ہے اور اس سے مراد ایک چشمہ نہیں ہے بلکہ یہ اسم جنس ہے، یعنی جنت میں

---

[1] تفسیر الطبری: 30/202. [2] تفسیر الطبری: 30/202. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 10/3421.

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ ﴿17﴾ وَاِلَی السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ ﴿18﴾ وَاِلَی الْجِبَالِ كَیْفَ

کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں؟⑰ اور آسمان کی طرف کہ کیسے بلند کیا گیا ہے؟⑱ اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے گاڑے

نُصِبَتْ ﴿19﴾ وَاِلَی الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ ﴿20﴾ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿21﴾ لَسْتَ عَلَیْهِمْ

گئے ہیں؟⑲ اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھائی گئی ہے؟⑳ چنانچہ آپ نصیحت کیجیے، آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں㉑ آپ ان پر کوئی

بِمُصَیْطِرٍ ﴿22﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی وَكَفَرَ ﴿23﴾ فَیُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿24﴾ اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَهُمْ ﴿25﴾

فوج دار نہیں㉒ مگر جس نے منہ موڑا اور کفر کیا㉓ تو اسے اللہ بہت بڑا عذاب دے گا㉔ بے شک ہماری ہی طرف ان کی واپسی ہے㉕

ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ ﴿26﴾

پھر بے شک ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمے ہے㉖

ع 1 26 13 النصف

بہت سے چشمے جاری وساری ہوں گے۔ امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَنْهَارُ الْجَنَّةِ تَفَجَّرُ مِنْ تَحْتِ تِلَالِ۔ أَوْ مِنْ تَحْتِ جِبَالِ۔ الْمِسْكِ] ''جنت کی نہریں کستوری کے ٹیلوں یا پہاڑوں کے نیچے سے جاری ہوں گی۔''[1]

﴿فِیْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿13﴾﴾ ''اس میں اونچے تخت ہوں گے۔'' یعنی ایسے تخت ہوں گے جو بلند، بہت ملائم، بہت زیادہ بستروں والے اور اونچی چھت والے ہوں گے، ان پر بہت خوبصورت حوریں بیٹھی ہوں گی۔ ائمۂ تفسیر نے ذکر فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی دوست ان بلند تختوں پر بیٹھنے کا ارادہ کرے گا تو وہ اس کے لیے نیچے آ جائیں گے۔ ﴿وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿14﴾﴾ ''اور آبخورے رکھے ہوں گے۔'' یعنی جنتوں کے مالکوں میں سے جو آبخوروں کا ارادہ کرے گا، اسے وہ بھی سجے سجائے اور قرینے سے لگائے ہوئے تیار ملیں گے۔

﴿وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿15﴾﴾ ''اور قطاروں میں گاؤ تکیے لگے ہوں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿نَمَارِقُ﴾ سے مراد گاؤ تکیے ہیں۔[2] عکرمہ، قتادہ، ضحاک، سدی، ثوری اور دیگر ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[3] فرمان الٰہی ہے: ﴿وَّزَرَابِیُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿16﴾﴾ ''اور عمدہ غالیچے بچھے ہوں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿زَرَابِیُّ﴾ کے معنی غالیچے کے ہیں۔[4] ضحاک اور کئی دیگر مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔[5] اور ﴿مَبْثُوْثَةٌ ﴿16﴾﴾ کے معنی یہ ہیں کہ یہ غالیچے بیٹھنے والوں کے لیے جا بجا بچھائے گئے ہوں گے۔

تفسیر آیات:17-26

اونٹ، آسمان، پہاڑوں اور زمین کی طرف دیکھنے کی ترغیب: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیتے ہوئے کہ وہ

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3422,3421/10 وصحيح ابن حبان، إخباره ﷺ عن مناقب الصحابة، ذكر الموضع الذي يخرج منه أنهار الجنة: 423/16، حديث: 7408. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3421/10. ③ تفسير الطبري: 205/30. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 3421/10. ⑤ الدر المنثور: 574/6 عن الحسن رحمه الله.

اس کی ان مخلوقات کی طرف دیکھیں جو اس کی قدرت وعظمت پر دلالت کرتی ہیں، فرمایا ہے: ﴿ اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ﴾ ''تو کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں۔'' یعنی وہ بہت عجیب مخلوق ہیں اوران کی ترکیب بہت نادر ہے، ان میں حد درجہ قوت وشدت ہے لیکن اس کے باوجود وہ بڑے بڑے بھاری بوجھ اٹھانے کے لیے بھی بہت نرم ہو جاتے ہیں اور ایک کمزور سے کمزور چرواہے کے سامنے بھی سر اطاعت جھکا دیتے ہیں اور پھر ان کا گوشت کھایا جاتا، ان کی اون سے فائدہ اٹھایا جاتا اور ان کا دودھ پیا جاتا ہے، عرب ان سب امور سے آگاہ تھے۔ کیونکہ ان کے زیادہ تر جانور اونٹ ہی تھے۔ قاضی شریح فرمایا کرتے تھے کہ لوگو! آؤ ہمارے ساتھ باہر نکلو تا کہ ہم یہ دیکھیں کہ اونٹوں کو کس طرح پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کو کیسا بلند کیا گیا ہے۔[1] یعنی اس عظیم الشان شاہکار کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح زمین سے بلند کر دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَلَمۡ یَنۡظُرُوۡۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ کَیۡفَ بَنَیۡنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ﴾ (قٓ 50:6) ''تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے اسے بنایا اور اسے سجایا اور اس میں کوئی شگاف نہیں۔''

﴿ وَ اِلَی الۡجِبَالِ کَیۡفَ نُصِبَتۡ ﴾ ''اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے گاڑے گئے ہیں۔'' یعنی پہاڑوں کو نصب کر دیا گیا ہے، چنانچہ یہ ثابت اور مضبوط و مستحکم ہیں تا کہ زمین اپنے باشندوں کو لے کر حرکت نہ کرے اور پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے انواع و اقسام کے منافع اور بہت سی معدنیات کو بھی رکھ دیا ہے، ﴿ وَ اِلَی الۡاَرۡضِ کَیۡفَ سُطِحَتۡ ﴾ ''اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھائی گئی ہے۔'' یعنی زمین کو کس طرح بچھا دیا، پھیلا دیا اور ہموار کر دیا گیا ہے۔ یہ ایسے دلائل ہیں جن سے ایک بدوی کے لیے بھی استدلال کرنا ممکن ہے کیونکہ وہ اپنے اس اونٹ کو بھی دیکھتا ہے جس پر وہ سواری کرتا ہے، آسمان کو بھی دیکھتا ہے جو اس کے سر پر ہے، پہاڑ کو بھی دیکھتا ہے جو اس کی آنکھوں کے سامنے ہے اور زمین کو بھی دیکھتا ہے جو اس کے پاؤں کے نیچے ہے وہ دیکھتا ہے کہ یہ سب چیزیں اپنے پیدا کرنے اور بنانے والے کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں کہ وہی عظیم رب، خالق کائنات اور مالک و متصرف ہے اور وہی معبود حقیقی ہے کہ جس کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں ہے۔

ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا قصہ: ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کو قسم دے کر پوچھا تھا جیسا کہ امام احمد نے ثابت سے اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمیں منع کر دیا گیا تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے کوئی سوال پوچھیں، اس لیے ہم چاہتے تھے کہ بادیہ نشین لوگوں میں سے کوئی عقل مند آدمی آئے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کرے اور ہم بھی آپ کے جواب کو سنیں، چنانچہ ایک بادیہ نشین آیا اور اس نے عرض کی: اے محمد (ﷺ!) ہمارے پاس آپ کا قاصد آیا اور اس نے بیان کیا کہ آپ کا گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: [صَدَقَ] ''اس نے سچ کہا ہے۔''

---

[1] تفسیر البغوی: 246/5 و الدر المنثور: 575/6.

پھر اس نے پوچھا کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: [اَللّٰہُ] ''اللہ نے۔'' اس نے پوچھا: زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [اَللّٰہُ] ''اللہ نے۔'' اس نے پوچھا: ان پہاڑوں کو کس نے نصب کیا اور ان میں بہت کچھ رکھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [اَللّٰہُ] ''اللہ نے۔'' پھر اس نے سوال کیا: اسی ذات کی قسم جس نے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا اور ان پہاڑوں کو نصب کیا! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ] ''ہاں!'' اس نے عرض کی: آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [صَدَقَ] ''اس نے سچ کہا ہے۔'' اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو بھیجا ہے! کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ] ''ہاں!'' اس نے عرض کی کہ آپ کے قاصد کا کہنا تھا کہ ہمارے مالوں پر زکاۃ فرض ہے۔ آپ نے فرمایا: [صَدَقَ] ''اس نے سچ کہا ہے۔'' اس نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے! کیا اس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ] ''ہاں!'' اس نے کہا: آپ کے قاصد کا کہنا تھا کہ ہم میں سے جس کو راستے کی استطاعت ہو تو اس پر حج بھی واجب ہے۔ آپ نے فرمایا: [صَدَقَ] ''اس نے سچ کہا ہے۔'' پھر یہ آدمی چلا گیا اور جاتے ہوئے اس نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں ان چیزوں میں قطعاً کوئی کمی بیشی نہ کروں گا۔ نبیٔ کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: [(إِنْ) صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ] ''اگر یہ شخص سچا ہے تو ضرور جنت میں جائے گا۔''[1] اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

رسول کا کام صرف پہنچا دینا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ ﴾ ''چنانچہ آپ نصیحت کیجیے، آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر کوئی فوج دار نہیں۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) آپ لوگوں کو اس چیز کی نصیحت کرتے رہیں جس کے ساتھ آپ ان کی طرف بھیجے گئے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ○ ﴾ (الرعد 40:13) ''آپ کے ذمے تو صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔'' اور اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ ﴾ ''آپ ان پر کوئی فوج دار نہیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی دیگر اہل علم نے فرمایا ہے کہ آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔[3] یعنی آپ ان کے دلوں میں ایمان پیدا نہیں کر سکتے۔ ابن زید فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ان پر مسلط نہیں کہ انھیں ایمان قبول

---

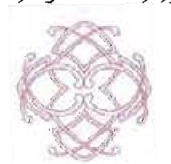
[1] مسند أحمد: 143/3، البتہ قوسین والا لفظ جامع ترمذی کے آمدہ حوالے کے مطابق ہے، نیز امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے رمضان کے روزوں کا ذکر نہیں کیا جبکہ مسند احمد اور بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے کہ اس بدوی نے روزوں کا بھی سوال کیا تھا۔ [2] صحيح البخاري، العلم، باب القراءة والعرض على المحدث، حديث: 63 وصحيح مسلم، الإيمان، باب السؤال عن أركان الإسلام، حديث: 12 و سنن أبي داود، الصلاة، باب ما جاء في المشرك يدخل المسجد، حديث: 486 وجامع الترمذي، الزكاة، باب ما جاء إذا أديت الزكاة فقد قضيت ما عليك، حديث: 619 وسنن النسائي، الصيام، باب وجوب الصيام، حديث: 2093 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ما جاء في فرض الصلوات الخمس......، حديث: 1402. [3] تفسير الطبري: 207/30 .

کرنے پر مجبور کریں۔[1]

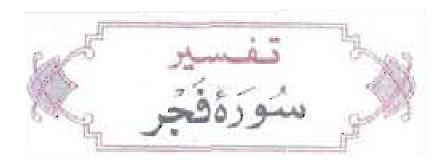
امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی يَقُولُوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوهَا عَصَمُوا مِنِّي بِهَا دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ (عَزَّوَجَلَّ)] ''مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے حتی کہ وہ کہیں: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں)، جب وہ یہ کہہ دیں گے تو مجھ سے اس کے ساتھ اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیں گے، سوائے اس (کلمے) کے حق کے اور ان کا حساب اللہ عزوجل کے سپرد ہے۔'' پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿21﴾ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿22﴾﴾ ''[2] اسی طرح اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب الإیمان میں اور امام ترمذی و نسائی نے اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں سفیان بن سعید ثوری کی سند سے روایت فرمایا ہے۔[3] اس حدیث کو صحیحین میں بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیات کے ذکر کے بغیر بیان کیا گیا ہے۔[4]

حق سے منہ پھیرنے والے کے لیے وعید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿23﴾﴾ ''مگر جس نے منہ موڑ لیا اور انکار کیا۔'' یعنی جس نے اپنے اعضا کے ساتھ عمل کرنے سے منہ پھیرا اور دل و زبان کے ساتھ حق کا انکار کیا۔ یہ آیت اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿﴾ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿﴾﴾ (القیمة 75:31,32) ''نہ تو اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی بلکہ اس نے (حق کو) جھٹلایا اور منہ موڑا۔'' اور اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿24﴾﴾ ''تو اسے اللہ بہت بڑا عذاب دے گا۔'' اور پھر فرمایا: ﴿إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿25﴾﴾ ''بے شک ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے۔'' یعنی ان کی واپسی اور پلٹنا، ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴿26﴾﴾ ''پھر بے شک ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمے ہے۔'' یعنی ہم ان کے اعمال کا حساب لیں گے اور ان کے مطابق انھیں جزا عطا کریں گے، اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھی جزا دیں گے اور اگر اعمال برے ہوئے تو بری سزا دیں گے۔

سورۂ غاشیہ کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



[1] تفسیر الطبری: 30/207,208. [2] مسند أحمد: 3/300. [3] صحیح مسلم، الإیمان، باب الأمر بقتال الناس......، حدیث: 21-(35) و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة الغاشیة، حدیث: 3341 و السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب سورة الغاشیة: 6/514، حدیث: 11670. [4] صحیح البخاری، الجهاد والسیر، باب دعاء النبی ﷺ إلی الإسلام والنبوة......، حدیث: 2946 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الأمر بقتال الناس......، حدیث: 21.



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالۡفَجۡرِ ① وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ② وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ③ وَالَّیۡلِ اِذَا یَسۡرِ ④ هَلۡ فِیۡ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیۡ

قسم ہے فجر کی ①اور دس راتوں کی ②اور جفت اور طاق کی ③اور رات کی جبکہ وہ چل (بیت) رہی ہو ④یقیناً ان (چیزوں) میں صاحب عقل کے لیے

حِجۡرٍ ⑤ اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ⑥ اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ ⑦ الَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی

معتبر قسم ہے⑤ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا؟⑥ (عاد) ارم جو اونچے ستونوں والے تھے⑦ جن کے مانند کوئی

الۡبِلَادِ ⑧ وَ ثَمُوۡدَ الَّذِیۡنَ جَابُوا الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ ⑨ وَ فِرۡعَوۡنَ ذِی الۡاَوۡتَادِ ⑩ الَّذِیۡنَ طَغَوۡا فِی

قوم ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی⑧ اور ثمود کے ساتھ جو وادی میں چٹانیں تراشتے تھے⑨ اور فرعون میخوں والے کے ساتھ⑩ وہ جنھوں نے شہروں میں

الۡبِلَادِ ⑪ فَاَکۡثَرُوۡا فِیۡهَا الۡفَسَادَ ⑫ فَصَبَّ عَلَیۡهِمۡ رَبُّکَ سَوۡطَ عَذَابٍ ⑬ اِنَّ رَبَّکَ لَبِالۡمِرۡصَادِ ⑭

سرکشی کی⑪ اور ان میں بہت زیادہ فساد پھیلایا⑫ تب آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا⑬ بے شک آپ کا رب (مجرموں کی) گھات میں ہے⑭

نماز میں سورۂ فجر کی قراءت: امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو ایک شخص آیا اور اس نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جب نماز کو بہت لمبا کر دیا تو اس شخص نے (جماعت سے الگ ہو کر) مسجد کے کونے میں نماز پڑھ لی، پھر وہ چلا گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو انھوں نے کہا کہ یہ شخص منافق ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کا ذکر ہوا تو آپ نے اس شخص سے پوچھا تو اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں تو با جماعت نماز ادا کرنے کے لیے آیا تھا مگر انھوں نے نماز کو بہت لمبا کر دیا تو میں نے الگ ہو کر مسجد کے کونے میں نماز پڑھ لی اور اپنی اونٹنی کو چرانے لگ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [أَفَتَّانًا یَا مُعَاذُ؟ فَأَیْنَ أَنْتَ مِنْ ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ①﴾ وَ ﴿وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا ①﴾ وَ ﴿وَالۡفَجۡرِ ①﴾ وَ ﴿وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ①﴾؟] "معاذ! (لوگوں کو) فتنہ میں مبتلا کرتے ہو؟ تم ﴿سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ①﴾، ﴿وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا ①﴾، ﴿وَالۡفَجۡرِ ①﴾ اور ﴿وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی ①﴾ جیسی سورتوں کو کیوں نہیں پڑھ لیتے؟"[1]

① السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب قوله: ﴿وَالشَّفۡعِ﴾ : 515/6، حدیث : 11673.

تفسیر آیات:1-14

فجر اور اس کے مابعد کی تفسیر: فجر کے متعلق تو معروف ہے کہ اس سے مراد صبح ہے، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد اور سدی کا قول ہے۔[1] مسروق اور محمد بن کعب سے روایت ہے کہ اس سے قربانی کے دن کی خاص صبح مراد ہے جو دس راتوں کو ختم کرنے والی ہے۔[2] اور دس راتوں سے مراد عشرۂ ذوالحجہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن زبیر رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمۂ سلف وخلف سے منقول ہے۔[3] اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعًا روایت ہے: [مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ (أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ فِيهِنَّ) مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ] ''کوئی ایام ایسے نہیں ہیں جن میں عمل صالح اللہ تعالیٰ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب ہو۔'' یعنی ذوالحجہ کے دس دنوں سے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: کیا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی زیادہ محبوب نہیں ہے؟ فرمایا: [وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، إِلَّا رَجُلًا خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ] ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں الا یہ کہ کوئی شخص اپنے جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں نکلے اور پھر ان میں سے کسی چیز کے ساتھ واپس نہ لوٹے (جان و مال سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دے۔)''[4]
امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ الْعَشْرَ عَشْرُ الْأَضْحٰى وَالْوَتْرَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَالشَّفْعَ يَوْمُ النَّحْرِ] ''بے شک دس راتوں سے مراد اضحیٰ کی دس راتیں ہیں، وَتر سے مراد یوم عرفہ اور شَفع سے مراد قربانی کا دن ہے۔''[5] اسے امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[6] اس حدیث کی سند کے رجال میں اگرچہ کوئی خامی نہیں (ثقہ ہیں) لیکن اس کے متن کا مرفوع ہونا میرے نزدیک منکر ہے۔[7] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴾ ''اور جفت اور طاق کی۔'' کے بارے میں حدیث کے حوالے سے قبل ازیں یہ بیان ہو چکا ہے کہ وَتر سے مراد یوم عرفہ ہے کیونکہ وہ نواں دن ہے اور شَفع سے مراد قربانی کا دن ہے کیونکہ وہ دسواں دن ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔[8] شَفع اور وَتر کی تفسیر میں اور بھی کئی اقوال ہیں۔[9]

رات کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ﴾ ''اور رات کی جبکہ وہ چل (بیت) رہی ہو۔'' کے بارے میں عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ جب وہ جانے لگے۔[10] عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

---

[1] تفسیر الطبری: 210/30 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3423/10 و تفسیر الماوردی: 265/6 و تفسیر البغوی: 247/5.
[2] تفسیر القرطبی: 39/20. [3] تفسیر الطبری: 212,211/30. [4] صحیح البخاری، العیدین، باب فضل العمل فی أیام التشریق، حدیث: 969 و جامع الترمذی، الصوم، باب ما جاء فی العمل فی أیام العشر، حدیث: 757 و مسند أحمد: 224/1 و اللفظ له، البتہ قوسین والے الفاظ کتاب الجهاد لابن أبی عاصم، باب مامن أیام العمل فیهن...... : 438/2، حدیث: 156 کے مطابق ہیں۔ [5] مسند أحمد: 327/3. [6] السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَالشَّفْعِ ﴾: 514/6، حدیث: 11672. [7] دیکھیے السلسلة الضعیفة: 162/7، رقم: 3178. [8] تفسیر الطبری: 213,212/30. [9] دیکھیے تفسیر الطبری: 213/30-215. [10] تفسیر الطبری: 216/30.

نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ جب رات کا بعض حصہ بعض کو لے جائے۔ [1] مجاہد، ابو العالیہ، قتادہ، مالک، زید بن اسلم اور ابن زید نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ جب رات چلنے لگے۔ [2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝۵ ﴾ ”یقیناً ان (چیزوں) میں عقل والے کے لیے کافی قسم ہے۔“ یعنی ان کے لیے جو صاحبِ عقل و دانش و دین ہیں۔ عقل کو حِجْر کے نام سے اس لیے موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ یہ انسان کو ان افعال و اقوال سے روکتی ہے جو اس کے شایان شان نہ ہوں، اسی سے حِجْرُ الْبَیْت ہے کیونکہ وہ طواف کرنے والے کو کعبہ کی شامی دیوار کے ساتھ لگنے سے روکتا ہے، اسی سے حَجْرُ الْیَمَامَة ہے۔ [3] اسی طرح حَجَرَ الْحَاکِمُ عَلٰی فُلَانٍ کا محاورہ اس وقت بولتے ہیں جب حاکم کسی کو تصرف اور اختیار سے منع کر دے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:22) ”اور وہ (فرشتے) کہیں گے: (تم پر جنت) ممنوع و حرام کر دی گئی ہے۔“ لفظ حِجْر کے استعمال کی یہ تمام صورتیں ایک ہی قبیل سے ہیں اور ان کے معانی قریب قریب ایک جیسے ہیں اور یہ قسم اوقاتِ عبادت اور عبادت کی مختلف صورتوں، مثلاً: حج، نماز اور قربت حاصل کرنے کی دیگر ایسی قسموں کے ساتھ ہے جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے پرہیز گار، اطاعت گزار، اس سے ڈرنے والے اور خشوع و خضوع کا اظہار کرنے والے بندے اس کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرتے ہیں۔

قوم عاد کی تباہی و بربادی کا ذکر: مقربین بارگاہ الٰہی اور ان کی عبادت و اطاعت کے ذکر کے بعد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝۶ ﴾ ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے عاد کے ساتھ کس طرح کیا؟“ یہ لوگ سرکش، باغی، ظالم، اللہ تعالیٰ کے نافرمان، اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے والے اور اس کی کتابوں کے منکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کرتے ہوئے کہ اس نے کس طرح انھیں تباہ و برباد کیا اور نمونۂ عبرت بنا دیا، فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝۶ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝۷ ﴾ ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے عاد کے ساتھ کس طرح کیا؟ (عاد) ارم جو ستونوں والے تھے۔“ یہ لوگ عاد اول تھے اور یہ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد تھے، یہ ابن اسحاق کا قول ہے۔ [4] انھی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا مگر انھوں نے ان کی تکذیب اور مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات دی اور قوم عاد کو نہایت تیز آندھی کے ساتھ تباہ و برباد کر دیا، ﴿ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ

[1] تفسير الطبري: 216/30. [2] تفسير الطبري: 217,216/30. [3] بنوحنیفہ قبیلے کا ایک شخص عُبَید بِن ثَعلَبہ یَمامَہ کے ایک علاقے کی کھجور سے متأثر ہوا اور وہاں پہنچا، اور وہاں کے تیس اعلیٰ مکان اور تیس عمدہ باغ اپنے لیے مخصوص کر لیے، وہ کھجور کے درخت اکھاڑ کر ان باغات کے گرد گاڑ دیتا تو وہ سب لائن میں اگتے اور باغات کا حصار کر لیتے، یہ دیکھ کر لوگوں نے بھی ایسا ہی کرنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے اس کا نام ”حَجْرُ الْیَمَامَة“ پڑ گیا۔ حَجر اور حِجر ہم معنی ہیں، دیکھیے معجم البلدان: 222,221/2.

[4] السيرة النبوية لابن إسحاق، سياقة النسب من ولد إسماعيل عليه السلام: 18/1 و تفسير الطبري: 220/30.

تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ﴾ (الحآقّة 69:7,8) ''اللہ نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن جڑ کاٹنے (فنا کرنے) کے لیے مسلط رکھا، پھر آپ اس قوم کو پچھاڑے (ہلاک کیے) ہوئے دیکھتے ہیں گویا وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں، پھر کیا آپ ان کی کوئی باقیات دیکھتے ہیں؟''

اللہ تعالیٰ نے ان کے واقعے کو قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر اس لیے بیان فرمایا ہے تاکہ مومن ان کی تباہی و بربادی سے عبرت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ ''(عاد) ارم جو ستونوں والے تھے'' ان کے مزید تعارف کے لیے عطف بیان ہے۔ ﴿ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ ''ستونوں والے'' کیونکہ وہ بال کے بنے ہوئے ان گھروں میں رہتے تھے جنھیں بڑے مضبوط ستونوں کے ساتھ اٹھایا جاتا تھا اور اپنے زمانے میں یہ لوگ دوسروں کی نسبت خلقت کے اعتبار سے سب سے زیادہ شدید اور گرفت کے اعتبار سے سب سے زیادہ مضبوط تھے، اس لیے حضرت ہود علیہ السلام نے انھیں اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت یاد دلائی اور رہنمائی فرمائی کہ وہ اس نعمت کو اپنے اس رب تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کریں جس نے انھیں پیدا فرمایا ہے، چنانچہ انھوں نے فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (الأعراف 7:69) ''اور یاد کرو جب اس نے قوم نوح کے بعد تمھیں (زمین میں ایک دوسرے کا) جانشین بنایا اور تمھیں قد و قامت میں زیادہ پھیلاؤ دیا، لہٰذا تم اللہ کی نعمتیں یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:15) ''چنانچہ جو عاد تھے تو انھوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے: ہم سے قوت میں زیادہ سخت کون ہے؟ کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ جس نے انھیں پیدا کیا وہ قوت میں ان سے زیادہ سخت ہے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ ''وہ کہ جن کے مانند کوئی قوم ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی۔'' یعنی یہ لوگ جسمانی قوت، شدت اور مضبوط ترکیب کے اعتبار سے ایسے تھے کہ ان کے ملکوں میں ان جیسے لوگ پیدا نہیں کیے گئے تھے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ارم ایک قدیم امت، یعنی عاد اول ہیں۔ [1] قتادہ بن دِعامہ اور سدی فرماتے ہیں کہ ارم قبیلہ ہے جس نے مملکت عاد کی بنیاد رکھی تھی۔ [2] یہ قول حسن، جید اور قوی ہے۔

ابن زید نے ﴿الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ میں ھَا ضمیر کا مرجع ﴿الْعِمَادِ﴾ کو اس کی بلندی کی وجہ سے قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ انھوں نے مقام احقاف میں ایسے ایسے ستون بنائے کہ ان جیسے ستون ملکوں میں نہیں پیدا کیے گئے۔ [3] قتادہ اور ابن جریر نے ضمیر کا مرجع قبیلہ بتایا ہے، یعنی اس جیسا قبیلہ ملکوں میں، یعنی زمانے میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ [4] یہی قول صحیح ہے جبکہ ابن زید اور ان کے ہم نوا لوگوں کا قول ضعیف ہے کیونکہ اگر اس سے مراد ستون ہوتے تو

---

[1] تفسیر الطبری: 30/219. [2] تفسیر الطبری: 30/219,220. [3] تفسیر الطبری: 30/222. [4] تفسیر الطبری: 30/222.

اللہ تعالیٰ یہ فرماتا: [اَلَّتِی لَمْ یُعْمَلْ مِثْلُھَا فِی الْبِلَادِ] ''وہ کہ ان جیسے (ستون) ملکوں میں نہیں بنائے گئے'' جبکہ یہاں یہ فرمایا ہے: ﴿ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُھَا فِی الْبِلَادِ ﴾ ''ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴾ ''اور ثمود کے ساتھ (کس طرح کیا؟) جو وادی میں چٹانیں تراشتے تھے۔'' یعنی وہ وادی میں چٹانوں کو کاٹتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ انھیں تراشتے اور ان میں سوراخ کرتے تھے۔[1] مجاہد، قتادہ، ضحاک اور ابن زید نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔[2] اسی سے مُجْتَابِی النِّمَارِ کا محاورہ ہے جو اس وقت بولا جاتا ہے جب لوگوں نے چیتے کی کھال کو پھاڑ لیا ہو، اسی طرح اِجْتَابَ الثَّوْبَ اس وقت کہتے ہیں جب کسی نے کپڑے کو کھول لیا ہو، نیز جَیْب کا لفظ بھی اسی سے مشتق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِھِیْنَ ﴾ (الشعرآء 26:149) ''اور تم پہاڑوں سے تراش کر گھر بناتے ہو، اس حال میں کہ خوب ماہر ہو۔'' ہم نے سورۂ اعراف میں قوم عاد کا قصہ تفصیل سے بیان کیا ہے جس کے بعد اسے دہرانے کی ضرورت نہیں رہی۔[3]

فرعون کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ﴾ ''اور میخوں والے فرعون کے ساتھ (کس طرح کیا؟)'' عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اوتاد سے مراد وہ لشکر ہیں جو فرعون کے حکم کو مضبوط و مستحکم کرتے تھے۔[4] بیان کیا جاتا ہے کہ فرعون اپنے مخالفوں کے ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کی میخیں گاڑ کر انھیں لٹکا دیا کرتا تھا، حضرت مجاہد کا بھی یہی قول ہے کہ فرعون لوگوں کے جسموں میں میخیں گاڑ دیتا تھا۔[5] حضرت سعید بن جبیر، امام حسن بصری اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔[6] فرمان الٰہی ہے: ﴿ الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ۝ فَاَکْثَرُوْا فِیْھَا الْفَسَادَ ﴾ ''وہ جنھوں نے شہروں میں سرکشی کی اور ان میں بہت زیادہ فساد پھیلایا۔'' یعنی انھوں نے سرکشی اور بغاوت کی روش اختیار کی، زمین میں فتنہ وفساد برپا کیا اور لوگوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں، ﴿ فَصَبَّ عَلَیْھِمْ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴾ ''تب آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔'' یعنی ان پر آسمان سے عذاب نازل فرمایا اور انھیں ایسی ایسی سزائیں دیں جنھیں وہ مجرم قوم سے نہیں ٹالا کرتا۔

پروردگار گھات میں ہے: فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴾ ''بے شک آپ کا پروردگار گھات میں ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔[7] یعنی وہ اپنی مخلوق کی گھات میں ہے کہ وہ کیا عمل کرتی ہے اور وہ ہر ایک کی کوشش کا دنیا و آخرت میں بدلہ دے گا، اور عنقریب تمام مخلوقات کو اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا اور وہ ان کے بارے میں اپنے عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور ہر ایک سے وہ سلوک کرے گا

[1] تفسیر الطبری: 223/30. [2] تفسیر الطبری: 224,223/30. [3] دیکھیے الأعراف، آیات: 65-72 کے ذیل میں۔
[4] تفسیر الطبری: 224/30. [5] تفسیر الطبری: 225/30. [6] تفسیر الطبری: 225/30 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3426/10 و تفسیر الماوردی: 269/6. [7] تفسیر الطبری: 226/30.

فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكۡرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَكۡرَمَنِ ⑮ وَاَمَّاۤ

لیکن انسان جو ہے، جب اس کا رب اسے آزمائے اور اسے عزت اور نعمت دے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت بخشی ⑮ مگر جب

اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيۡهِ رِزۡقَهٗ ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَهَانَنِ ⑯ كَلَّا بَلْ لَّا تُكۡرِمُوۡنَ الۡيَتِيۡمَ ⑰

وہ اسے آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کردے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ⑯ ہرگز نہیں! بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں

وَلَا تَحٰٓضُّوۡنَ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ ⑱ وَتَاۡكُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَكۡلًا لَّمًّا ⑲ وَّتُحِبُّوۡنَ الۡمَالَ

کرتے ⑰ اور باہم مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے ⑱ اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو ⑲ اور تم مال سے جی بھر کر

حُبًّا جَمًّا ⑳

پیار کرتے ہو ⑳

جس کا وہ مستحق ہوگا کیونکہ وہ اس بات سے پاک ہے کہ کسی پر ظلم و زیادتی کرے۔

تفسیر آیات :15-20

دولت اور فقر آزمائش ہے: اللہ تعالیٰ انسان کے اس عقیدے کی تردید فرما رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آزمائش کی خاطر انسان کو کشادہ اور وسیع رزق عطا فرماتا ہے تو انسان اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی عزت افزائی ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ رزق کی فراوانی اور کشادگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان اور آزمائش ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّبَنِيۡنَ ۙ نُسَارِعُ لَهُمۡ فِى الۡخَيۡرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 23:55,56) ”کیا وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک ہم جو بھی ان کے مال اور اولاد میں اضافہ کیے جا رہے ہیں (تو کیا) ہم ان کے لیے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں نہیں) بلکہ وہ (اصل حقیقت) نہیں سمجھتے۔“

اسی طرح دوسری طرف جب اللہ تعالیٰ امتحان و آزمائش کے طور پر انسان کے رزق میں تنگی کر دیتا ہے تو وہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی توہین ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ كَلَّا ﴾ ”ہرگز نہیں!“ یعنی یہ بات اس طرح نہیں جس طرح انسان نے گمان کیا ہے، اس کی نہ وہ بات صحیح ہے اور نہ یہ کیونکہ اللہ تعالیٰ مال اسے بھی دیتا ہے جسے پسند فرماتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جسے پسند نہیں فرماتا اور رزق اس پر بھی تنگ کر دیتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے اور اس پر بھی جسے پسند نہیں کرتا، لہٰذا دونوں حالتوں میں اعتبار اس بات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کون کرتا ہے، جب اللہ تعالیٰ مال و دولت کی فراوانی سے نوازے تو بندہ اس کا شکر بجا لائے اور جب اللہ تعالیٰ فقیر کر دے تو صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

مال سے متعلق آدمی کا برا عمل: ﴿ بَلْ لَّا تُكۡرِمُوۡنَ الۡيَتِيۡمَ ⑰ ﴾ ”بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔“ اس آیت میں درحقیقت یتیم کی عزت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ امام ابو داود نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ] ”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں کی

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿21﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿22﴾ وَجِايْٓءَ يَوْمَىٕذٍۭ

ہرگز نہیں! جب زمین خوب کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی﴿21﴾ اور آپ کا رب اور فرشتے صف در صف آئیں گے﴿22﴾ اور اس دن جہنم (سامنے) لائی جائے

بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَىٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿23﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ

گی، اس دن انسان (اپنے کرتوت) یاد کرے گا اور یہ یاد کرنا اس کے لیے کیونکر (مفید) ہوگا﴿23﴾ وہ کہے گا: کاش! میں نے اپنی اس زندگی کے لیے کچھ آگے

لِحَيَاتِيْ ﴿24﴾ فَيَوْمَىٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿25﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿26﴾ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ

بھیجا ہوتا﴿24﴾ چنانچہ اس دن اس جیسا عذاب دینے والا اور کوئی نہیں ہوگا﴿25﴾ اور اس جیسا جکڑنے والا بھی اور کوئی نہیں ہوگا﴿26﴾ اے مطمئن روح!﴿27﴾ تو

الْمُطْمَىٕنَّةُ ﴿27﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿28﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿29﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿30﴾

اپنے رب کی طرف چل اس حال میں کہ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی﴿28﴾ پھر تو میرے بندوں میں داخل ہو جا﴿29﴾ اور میری جنت میں داخل ہو جا﴿30﴾

طرح (قریب قریب) ہوں گے۔'' اور آپ نے اپنی درمیانی انگلی اور انگشت شہادت کو ملایا۔[1]

﴿ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿18﴾ ﴾ ''اور نہ تم باہم مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔'' یعنی فقراء و مساکین کے ساتھ احسان کا حکم نہیں دیتے اور نہ ایک دوسرے کو اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ ﴿ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ ﴾ ''اور تم میراث کا مال کھا جاتے ہو۔'' یعنی ورثہ اور ترکہ، ﴿ اَكْلًا لَّمًّا ﴿19﴾ ﴾ ''خوب سمیٹ سمیٹ کر کھانا۔'' یعنی خواہ وہ حلال یا حرام کسی طریقے سے بھی ملے، ﴿ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿20﴾ ﴾ ''اور تم مال سے جی بھر کر پیار کرتے ہو۔'' یعنی بہت زیادہ محبت کرتے ہو۔ بعض نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ حد سے بڑھی ہوئی محبت رکھتے ہو۔

تفسیر آیات: 30-21

قیامت کے دن ہر شخص کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی عظیم ترین ہولناکیوں کو بیان کرتے ہوئے فرما رہا ہے: ﴿ كَلَّآ ﴾ ''ہرگز نہیں!'' یعنی حق بات یہ ہے کہ ﴿ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿21﴾ ﴾ ''جب زمین خوب کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔'' یعنی زمین کو ہموار اور زمین اور پہاڑوں کو برابر کر دیا جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کے سامنے پیش ہوں گے، ﴿ وَّجَآءَ رَبُّكَ ﴾ ''اور آپ کا پروردگار آئے گا'' یعنی اپنی مخلوق میں فیصلہ کرنے کے لیے جلوہ فرما ہوگا اور یہ اس کے بعد ہوگا جب لوگ علی الاطلاق ساری اولاد آدم کے سردار حضرت محمد کریم ﷺ کی خدمت میں شفاعت کے لیے عرض کریں گے اور اس سے پہلے وہ تمام اولوالعزم پیغمبروں میں سے ایک ایک کی خدمت میں بھی یہ عرض کر چکے ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک یہ معذرت کر چکا ہوگا کہ میں اس قابل نہیں کہ تمھاری شفاعت کر سکوں حتی کہ آخر میں سب لوگ اس مقصد کی خاطر جب حضرت محمد کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گے تو آپ فرمائیں گے: [أَنَا لَهَا، أَنَا لَهَا] ''ہاں! میں تمھاری شفاعت کرتا ہوں، ہاں! میں اس قابل ہوں

---

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب في من ضم يتيمًا، حديث: 5150.

کہ تمھاری شفاعت کروں۔'' پھر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر شفاعت کریں گے کہ وہ اپنے بندوں میں فیصلہ کرنے کے لیے جلوہ فرما ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں آپ کی شفاعت قبول فرما لے گا۔[1] یہ پہلی شفاعت ہوگی اور یہی وہ مقام محمود ہے جس پر اللہ تعالیٰ آپ کو فائز فرمائے گا جیسا کہ سورۂ سبحان (بنی اسرائیل) کی تفسیر میں قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔[2] اللہ رب ذوالجلال اپنے بندوں میں فیصلہ فرمانے کے لیے جلوہ فرما ہوگا جس طرح وہ چاہے گا اور فرشتے اس کے سامنے قطار باندھ باندھ کر آ موجود ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجِایْٓءَ یَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ﴾ ''اور اس دن جہنم لائی جائے گی۔'' امام مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ، لَّهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ، مَّعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَّجُرُّونَهَا] ''اس دن جہنم کو اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔''[3] امام ترمذی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[4]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ یَوْمَىِٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ ﴾ ''اس دن انسان (اپنے کرتوت) یاد کرے گا۔'' یعنی اپنے عمل اور جو کچھ اس نے اپنے قدیم و جدید زمانے میں آگے بھیجا ہوگا، اسے یاد کرے گا، ﴿ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝ ﴾ ''اور یہ یاد کرنا اس کے لیے کیونکر (مفید) ہوگا۔'' یعنی اب یہ یاد کرنا اسے کیسے نفع دے گا۔ ﴿ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ۝ ﴾ ''وہ کہے گا: کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔'' یعنی اگر وہ گنہگار ہوگا تو ماضی میں کیے ہوئے اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کرے گا اور اگر اطاعت گزار ہوگا تو وہ یہ خواہش کرے گا کہ اے کاش! اس نے کچھ اور نیکیاں بھی کی ہوتیں جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے محمد بن ابو عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے: [لَوْ أَنَّ عَبْدًا خَرَّ عَلٰى وَجْهِهٖ مِنْ يَّوْمِ وُلِدَ إِلٰى أَنْ يَّمُوتَ هَرَمًا فِي طَاعَةِ اللّٰهِ لَحَقَرَهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَوَدَّ أَنَّهُ رُدَّ إِلَى الدُّنْيَا كَيْمَا يَزْدَادَ مِنَ الْأَجْرِ وَالثَّوَابِ] ''اگر کوئی شخص پیدا ہونے سے لے کر بوڑھا ہو کر مرنے تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سربسجود رہے تو وہ بھی اس (قیامت کے) دن اپنی اس عبادت کو حقیر جانے گا اور خواہش کرے گا کہ اسے دنیا میں (ایک بار پھر) لوٹا دیا جائے تاکہ وہ اور زیادہ اجر و ثواب حاصل کر سکے۔''[5]

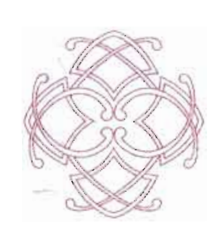
---

[1] صحیح البخاري، التوحید، باب کلام الرب تعالٰی یوم القیامة مع الأنبیآء وغیرهم، حدیث: 7510 وصحیح مسلم، الإیمان، باب أدنی أهل الجنة منزلة فیها، حدیث:(326)-193 عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ مفصلاً، البتہ مذکورہ حوالوں میں [أَنَالَهَا] صرف ایک مرتبہ ہے، تاہم کتاب السنة لابن أبي عاصم، باب:167، ص:380,379، حدیث:816 میں [أَنَا لَهَا وَأَنَا صَاحِبُهَا] کے الفاظ ہیں۔ [2] دیکھیے بنيٓ إسرآءیل، آیت : 79 کے ذیل میں۔ [3] صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها......، باب جهنم أعاذنا الله منها، حدیث : 2842 . [4] جامع الترمذي، صفة جهنم، باب ما جاء في صفة النار، حدیث :2573 . [5] مسند أحمد : 185/4 .

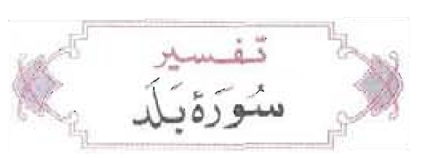
فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴾ ''چنانچہ اس دن اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی نہیں دے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کو جس طرح عذاب دے گا اس طرح کوئی اور کسی کو عذاب نہیں دے سکتا، ﴿ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴾ ''اور نہ اس کے جکڑنے جیسا کوئی جکڑے گا۔'' یعنی رب تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں کو جس طرح عذاب کے فرشتے پکڑیں اور جکڑیں گے، ان سے بڑھ کر کسی اور کی گرفت نہیں ہوسکتی، یہ تو ہے مجرم اور ظالم انسانوں کا حال لیکن جہاں تک پاک، مطمئن، حق پر ثابت قدم رہنے اور حق ہی کے ساتھ گردش کرنے والی روح کا تعلق ہے تو اس سے کہا جائے گا: ﴿ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ ﴾ ''اے اطمینان والی روح! تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے جوارِ رحمت، اس کے ثواب اور اس کی ان نعمتوں کی طرف چل جو اس نے اپنے بندوں کے لیے جنت میں تیار فرما رکھی ہیں۔ ﴿ رَاضِيَةً ﴾ ''راضی ہونے والی'' یعنی اپنے جی میں، ﴿ مَّرْضِيَّةً ﴾ ''پسندیدہ'' یعنی یہ پاک روح اللہ تعالیٰ سے راضی، اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور وہ اسے خوب خوب راضی فرما دے گا۔ ﴿ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴾ ''پھر تو میرے بندوں میں داخل ہو جا۔'' یعنی ان کے گروہ میں، ﴿ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴾ ''اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔'' یہ بات اسے موت کے وقت کہی جاتی ہے، نیز قیامت کے دن بھی کہی جائے گی، جس طرح فرشتے موت کے وقت مومن کو بشارت سناتے ہیں اور قبر سے اٹھتے وقت بھی بشارت سنائیں گے، اسی طرح یہاں بھی بشارت سنائی گئی ہے۔

امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ کتنی اچھی بات ہے! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَمَا إِنَّهُ سَيُقَالُ لَكَ هٰذَا] ''یہ بات تو یقیناً عنقریب تم سے بھی کہی جائے گی۔''[1]

تفسیر سورۂ فجر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 3430,3429/10 یہ حدیث ضعیف ہے۔



یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ① وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ② وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی ① اور آپ کے لیے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے ② اور قسم ہے والد (آدم) کی اور اس کی اولاد کی ③ بلاشبہ ہم نے

فِیْ كَبَدٍ ④ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ⑤ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ⑥ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗٓ

وقف لازم

انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے ④ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس پر کوئی بھی قابو نہ پا سکے گا؟ ⑤ وہ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال لٹا دیا ⑥ کیا وہ سمجھتا

اَحَدٌ ⑦ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ⑧ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ⑨ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ⑩

ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا؟ ⑦ کیا ہم نے اسے دو آنکھیں نہیں دیں؟ ⑧ اور زبان اور دو ہونٹ؟ ⑨ اور ہم نے اسے دونوں راستے سمجھا دیے ⑩

تفسیر آیات: 1-10

حرمت مکہ اور دیگر اشیاء کی قسم: یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ام القریٰ مکہ کی اس حال میں قسم کھائی ہے جبکہ اس میں رہنے والے نے احرام نہ باندھا ہوتا کہ وہ اس کی اس حال میں عظمت اور قدر و منزلت کی طرف توجہ دلائے جبکہ یہاں کے باشندوں نے احرام باندھ رکھا ہو۔ خصیف نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ①﴾ میں ﴿لَآ﴾ "نہیں" کفار و مشرکین کی تردید کے لیے ہے اور ﴿اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ①﴾ کے معنی ہیں میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں۔[1] شبیب بن بشر نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں شہر سے مراد مکہ ہے اور ﴿وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ②﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے لیے اس شہر میں قتال کرنا حلال ہے۔[2] سعید بن جبیر، ابوصالح، عطیہ، ضحاک، قتادہ، سدی اور ابن زید سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[3] امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے دن کی ایک گھڑی کے لیے مکہ میں قتال کو حلال قرار دیا تھا۔[4] ائمہ تفسیر نے جو یہ مفہوم بیان فرمایا ہے، اس کی تائید میں ایک حدیث جس کی صحت پر اتفاق ہے، اس طرح بیان ہوئی ہے: [إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ، (وَلَا یُعْضَدُ شَجَرُهُ)، وَلَا یُخْتَلٰی خَلَاهُ (وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِی

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3432/10. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3432/10. ③ تفسیر القرطبی: 61/20 وتفسیر الطبری: 244/30 والدر المنثور: 593,592/6. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 3432/10.

سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ)، (وَّقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ)، (أَلَا فَلْيُبَلِّغِ) (الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)] ''اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اس دن سے حرمت والا قرار دیا ہے جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ کے اسے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت کے دن تک اس کی حرمت برقرار رہے گی، اس کے درخت کے پتوں کو نہ جھاڑا جائے اور نہ اس کی گھاس کو کاٹا جائے، میرے لیے دن کی صرف ایک گھڑی میں قتال حلال قرار دیا گیا تھا اور آج پھر اس کی حرمت اسی طرح ہے جس طرح کل تھی، سن لو! کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں، وہ ان تک بھی پہنچا دیں جو موجود نہیں۔''[1]

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: [......فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ (بِقِتَالِ) رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقُولُوا لَهُ: إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ ﷺ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ] ''......پس اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے قتال کو رخصت (کی دلیل) کے طور پر پیش کرے تو اسے کہہ دو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تو اجازت دی تھی مگر اس نے تمھیں اجازت نہیں دی ہے۔''[2]

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ③﴾ ''اور جننے والے کی (قسم!) اور اس کی جو اس نے جنا۔'' مجاہد، ابو صالح، قتادہ، ضحاک، سفیان ثوری، سعید بن جبیر، سدی، حسن بصری، خصیف، شرحبیل بن سعد اور دیگر ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ﴿وَوَالِدٍ﴾ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور ﴿وَّمَا وَلَدَ ③﴾ سے مراد ان کی اولاد ہے۔[3] امام مجاہد اور ان کے اصحاب نے اس آیت کی تفسیر میں جو یہ موقف اختیار کیا ہے، یہ بہت اچھا اور مضبوط موقف ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ام القری کی قسم کھائی جو مسکن ہے تو اس کے بعد سکونت پذیر ہونے والوں کی قسم کھائی جو حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں۔ ابو عمران جونی کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے۔ اسے امام ابن جریر اور ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔[4] اس قول کا بھی احتمال ہے جو حافظ ابن جریر نے اختیار کیا ہے کہ یہ آیت عام ہے اور ہر والد اور اس کی اولاد کو شامل ہے۔[5]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ④﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔'' ابن جریج نے عطاء سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿فِي كَبَدٍ ④﴾ کے معنی یہ روایت کیے ہیں کہ

---

① صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب إثم الغادر للبر والفاجر، حديث: 3189 عن ابن عباس ﷺ، البتہ پہلی قوسین والے الفاظ: الأحاديث الطوال للطبراني، خطبة رسول الله ﷺ يوم الفتح: 141,140، حديث: 60 وموارد الظمآن، المغازي والسير، باب ماجاء في غزوة الفتح: 5/327-330، حديث: 1699 كلاهما عن عبدالله بن عمرو ﷺ، دوسری قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، جزاء الصيد، باب لا ينفر صيد الحرم، حديث: 1833 عن ابن عباس ﷺ، تیسری قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، حديث: 1832 اور چوتھی قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 4/32 اور پانچویں قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، حديث: 1832 و صحيح مسلم، الحج، باب تحريم مكة......، حديث: 1354 كلهم عن أبي شريح العدوي ﷺ کے مطابق ہیں۔ ② صحيح البخاري، جزاء الصيد، باب لا يعضد شجر الحرم، حديث: 1832 عن أبي شريح العدوي ﷺ، البتہ قوسین والا لفظ صحيح مسلم، الحج، باب تحريم مكة......، حديث: 1354 کے مطابق ہے۔ ③ تفسير القرطبي: 20/61 وتفسير الطبري: 30/245 والدر المنثور: 6/593. ④ تفسير الطبري: 30/246 وتفسير ابن أبي حاتم: 10/3433. ⑤ تفسير الطبري: 30/246.

انسان کو سخت تکلیف کی حالت میں پیدا کیا گیا ہے، کیا تم نے اس کی حالت کو نہیں دیکھا؟ پھر انھوں نے انسان کے پیدا ہونے کے وقت اور پھر بعد میں دانتوں کے نکلنے کی تکلیف کا ذکر کیا۔ [1] ﴿ فِىْ كَبَدٍ ۝ ﴾ کے بارے میں حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ انسان پہلے نطفہ تھا، پھر لوتھڑا بنا، پھر گوشت کا ٹکڑا بنا، اس طرح انسان اپنی تخلیق کے مختلف مرحلوں میں تکلیف اٹھاتا رہا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ﴾ (الأحقاف 46:15) ''اس کی ماں نے اسے تکلیف سے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور اسے تکلیف سے جنا'' اور تکلیف ہی سے اسے دودھ پلایا، اس کی زندگی بھی تکلیف ہی پر مبنی ہے اور وہ ان تمام حالتوں میں تکلیف برداشت کرتا رہتا ہے۔ [2] حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ ﴿ كَبَدٍ ۝ ﴾ کے معنی شدت اور طلب معیشت کے ہیں۔ [3] عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کے معنی ہیں کہ ہم نے انسان کو شدت اور طویل مدت میں پیدا کیا ہے۔ [4] قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ ہم نے انسان کو حالت مشقت میں پیدا کیا ہے۔ [5] امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ ہم نے انسان کو اس حالت میں پیدا کیا کہ وہ دنیا کی تکلیفیں اور آخرت کی سختیاں برداشت کرتا رہتا ہے۔ [6]

انسان کو اللہ تعالیٰ اور اس کی نعمتوں نے گھیر رکھا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝ ﴾ ''کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی بھی قابو نہ پا سکے گا؟'' امام حسن بصری رحمہ اللہ نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی بھی قابو نہ پا سکے گا جو اس کے مال کو اس سے لے سکے؟ [7] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ابن آدم یہ گمان رکھتا ہے کہ اس سے اس کے مال کے بارے میں یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ اس نے اسے کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ [8] ﴿ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ ﴾ ''وہ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال لٹا دیا۔'' یعنی ابن آدم کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال خرچ کر دیا ہے، یہ امام مجاہد، حسن، قتادہ، سدی اور دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔ [9] ﴿ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝ ﴾ ''کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا؟'' امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کیا اسے یہ گمان ہے کہ اللہ عزوجل نے اسے نہیں دیکھا؟ [10] ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ائمۂ سلف نے یہی فرمایا ہے۔ [11]

﴿ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ ﴾ ''کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں؟'' یعنی جن سے وہ دیکھتا ہے، ﴿ وَلِسَانًا ﴾ ''اور ایک زبان۔'' جس سے وہ بولتا ہے اور اپنے مافی الضمیر (دل کی بات) کا اظہار کرتا ہے، ﴿ وَّشَفَتَيْنِ ۝ ﴾ ''اور دو ہونٹ۔'' جن سے وہ بولنے اور کھانا کھانے میں مدد لیتا ہے، نیز یہ دونوں ہونٹ اس کے چہرے اور منہ کے لیے

---

① تفسیر الطبری: 247/30 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3433/10. ② تفسیر الماوردی: 276/6 نحوه. ③ تفسیر البغوی: 254/5. ④ تفسیر الطبری: 247/30 و الدر المنثور: 594/6. ⑤ تفسیر الطبری: 246/30. ⑥ تفسیر الطبری: 247/30 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3433/10. ⑦ تفسیر الماوردی: 276/6. ⑧ تفسیر البغوی: 255/5 وتفسیر الطبری: 249/30. ⑨ تفسیر الطبری: 249/30 وتفسیر القرطبی: 64/20. ⑩ تفسیر الماوردی: 277/6. ⑪ تفسیر البغوی: 255/5 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3434/10 و فتح القدیر: 540/5 وتفسیر القرطبی: 64/20.

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ⑪ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ⑫ فَكُّ رَقَبَةٍ ⑬ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ

پھر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہیں گزرا⑪ اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ دشوار گھاٹی کیا ہے؟⑫ وہ ہے کسی انسان کو غلامی سے چھڑانا⑬ یا بھوک والے دن کھانا

مَسْغَبَةٍ ⑭ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ⑮ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ⑯ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا

کھلانا⑭ کسی رشتہ دار یتیم کو⑮ یا کسی خاک نشین مسکین کو⑯ پھر وہ ان لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور انھوں نے باہم صبر کی وصیت کی

بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ⑰ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ⑱ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ

اور باہم رحم کرنے کی وصیت کی⑰ وہی لوگ دائیں ہاتھ والے ہیں⑱ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہوئے وہی بائیں ہاتھ والے

الْمَشْـَٔمَةِ ⑲ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ⑳

ہیں⑲ ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی آگ ہوگی⑳

باعث حسن و جمال ہیں۔

خیر و شر میں تمیز بھی نعمت ہے: ﴿ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ⑩ ﴾ ”اور ہم نے اسے دونوں رستے دکھا دیے۔“ امام سفیان ثوری نے عاصم سے، انھوں نے زِرّ سے اور انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دونوں رستوں سے مراد خیر و شر ہے۔[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، ابو وائل، ابو صالح، محمد بن کعب، ضحاک، عطاء خراسانی اور دیگر بہت سے ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[2] اس آیت کی نظیر حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ○ ﴾ (الدھر 76:2,3) ”بے شک ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، چنانچہ ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا، بلاشبہ ہم نے اسے رستہ دکھا دیا، خواہ شکر گزار بنے اور خواہ ناشکرا۔“

تفسیر آیات: 20-11

نیکی کے رستوں پر چلنے کی ترغیب: ابن زید فرماتے ہیں: ﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ⑪ ﴾ ”پھر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہیں گزرا“ کے معنی یہ ہیں کہ یہ انسان اس رستے پر کیوں نہ چلا جس میں نجات اور خیر ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اس رستے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ⑫ فَكُّ رَقَبَةٍ ⑬ اَوْ اِطْعٰمٌ ﴾ ”اور آپ کو کس چیز نے معلوم کرایا کہ وہ دشوار گھاٹی کیا ہے؟ وہ ہے گردن چھڑانا یا کھانا کھلانا۔“[3] امام احمد رحمہ اللہ نے سعید بن مرجانہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُّؤْمِنَةً أَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ إِرْبٍ مِّنْهَا إِرْبًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ حَتّٰى إِنَّهٗ لَيُعْتِقُ بِالْيَدِ الْيَدَ، وَبِالرِّجْلِ الرِّجْلَ وَبِالْفَرْجِ الْفَرْجَ] ”جو شخص کسی مومن گردن کو آزاد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کے ایک ایک عضو کو جہنم سے آزاد فرما دے گا حتی کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ کو، پاؤں

① تفسیر الطبری: 250/30 . ② تفسیر الطبری: 30/250-252 والدر المنثور: 595/6 . ③ تفسیر الطبری: 253/30 .

کے بدلے پاؤں کو اور شرم گاہ کے بدلے شرم گاہ کو آزاد کر دے گا۔'' علی بن حسین نے فرمایا: کیا تم نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے؟ تو سعید نے جواب دیا: جی ہاں! تو علی بن حسین نے اپنے ایک چالاک غلام سے کہا کہ مطرّف کو بلاؤ، جب مطرف آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا تو فرمایا: جاؤ تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آزاد ہو۔[1] اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی کئی سندوں کے ساتھ سعید بن مرجانہ سے روایت کیا ہے۔[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی: آپ ہمیں ایک ایسی حدیث سنائیں جسے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اور اس میں کوئی کمی بیشی اور وہم نہ ہو تو آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [مَنْ وُّلِدَ لَهُ ثَلَاثَةُ أَوْلَادٍ فِي الْإِسْلَامِ فَمَاتُوا قَبْلَ أَنْ يَّبْلُغُوا الْحِنْثَ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ إِيَّاهُمْ، وَمَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ رَّمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بَلَغَ بِهِ الْعَدُوَّ أَصَابَ أَوْ أَخْطَأَ كَانَ لَهُ (عِتْقُ) رَقَبَةٍ، وَّمَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُّؤْمِنَةً أَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهَا عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَإِنَّ لِلْجَنَّةِ ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ يُّدْخِلُهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ أَيِّ بَابٍ شَاءَ مِنْهَا(الْجَنَّةَ)] ''جس شخص کے اسلام کی حالت میں تین بچے پیدا ہوئے اور وہ سن بلوغت کو پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کے فضل سے اسے بھی جنت میں داخل فرما دے گا، اور جو شخص اللہ کے رستے میں بوڑھا ہوا تو یہ بڑھاپا روز قیامت اس کے لیے نور ہو گا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے رستے میں (جہاد کرتے ہوئے) ایک تیر پھینکا، خواہ وہ دشمن کو لگا یا نہ لگا مگر اسے ایک گردن آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور جس نے ایک مومن گردن کو آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے میں اس کے ایک ایک عضو کو جہنم کی آگ سے آزادی عطا فرما دے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے رستے میں ایک جوڑا خرچ کیا تو بلاشبہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، یہ ان میں سے جس دروازے سے بھی داخل ہونا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے داخل فرما دے گا۔''[3] (یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے۔)[4] اور یہ سب سندیں جید اور قوی ہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ أَوْ إِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝14 ﴾ ''یا کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلانا۔'' حضرت

---

[1] مسند أحمد: 422/2. [2] صحيح البخاري، العتق، باب في العتق و فضله، حديث: 2517 وصحيح مسلم، العتق، باب فضل العتق، حديث: 1509 وجامع الترمذي، النذور والأيمان، باب ماجاء في ثواب من أعتق رقبة، حديث: 1541 والسنن الكبرى للنسائي، العتق، باب فضل العتق: 168/3، حديث: 4875. [3] مسند أحمد: 386/4، البتہ پہلی قوسین والا لفظ المعجم الكبير للطبراني: 134/8، حديث: 7610 کے مطابق ہے جبکہ دوسری قوسین والا لفظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہے۔ [4] تفسير الطبري: 254/30 ومسند أحمد: 113/4و386 وسنن أبي داود، العتق، باب أي الرقاب أفضل؟ حديث: 3965 وسنن النسائي، الجهاد، باب ثواب من رمى بسهم في سبيل الله عزوجل، حديث: 3144 و3147 امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس موضوع پر مزید روایات بھی ذکر کی ہیں، دیکھیے تفسير ابن كثير (مفصل)، البلد، آیت: 13 کے ذیل میں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ مَسْغَبَةٍ ﴾ کے معنی بھوک کے ہیں۔ ① حضرت عکرمہ، مجاہد، ضحاک، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ ② سَغَبَ بھوک کو کہتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَّتِيْمًا ﴾ ''کسی یتیم کو۔'' یعنی اس نے اس طرح کے دن میں کسی یتیم کو کھانا کھلایا ﴿ ذَا مَقْرَبَةٍ ﴾ یعنی جو اس کا قرابت دار ہو، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، حسن، ضحاک اور سدی کا قول ہے۔ ③

جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے جسے امام احمد نے سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: [اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وَّعَلٰى ذِي الرَّحِمِ اثْنَتَانِ: صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ] ''مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے لیکن رشتہ دار پر صدقہ کرنے کے دو ثواب ملتے ہیں: ایک صدقہ کرنے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔'' ④ اس حدیث کو امام ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ⑤ اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴾ ''یا کسی خاک نشین مسکین کو۔'' یعنی فقیر، مفلس و قلاش کو جو مٹی کے ساتھ چمٹا ہوا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ فقیر ہے جو فٹ پاتھ ہی پر رہتا ہو اور اس کے پاس گھر یا کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اسے مٹی سے بچائے۔ ⑥ ﴿ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''پھر وہ ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے۔'' یعنی ان عمدہ اور پاکیزہ اوصاف کے ساتھ ساتھ وہ دل سے مومن بھی ہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کے ثواب کا امید وار بھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ○ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 17: 19) ''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی جو اس کے لائق کوشش ہے جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش قابلِ قدر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ...... ﴾ الآیة (النحل 16: 97) ''جس نے نیک عمل کیے، مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن ہو......''

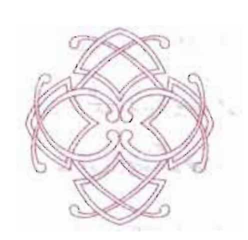
فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴾ ''اور انھوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی۔'' یعنی ان مومنوں میں داخل ہوا جو نیک عمل کرتے، ایک دوسرے کو لوگوں کی تکلیفوں پر صبر کرنے اور ان کے ساتھ شفقت کرنے کی وصیت کرتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: [اَلرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ] ''رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ بھی رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔'' ⑦ اور ایک دوسری حدیث میں ہے: [لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ

① تفسیر الطبری: 256/30. ② تفسیر الطبری: 256/30. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 3435/10. ④ مسند أحمد: 214/4. بعض روایات میں صلہ رحمی کا ذکر پہلے اور صدقے کا بعد میں ہے اور بعض میں اس کے برعکس ہے، دیکھیے حوالہ مذکورہ۔ ⑤ جامع الترمذی، الزکاة، باب ماجاء فی الصدقة علی ذی القرابة، حدیث: 658 و سنن النسائی، الزکاة، باب الصدقة علی الأقارب، حدیث: 2583. ⑥ تفسیر الطبری: 258/30. ⑦ جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الناس، حدیث: 1924 عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ.

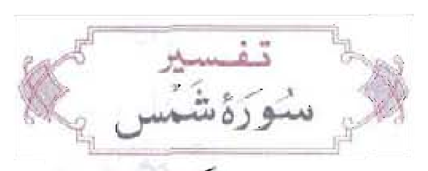
النَّاسَ] ''اس شخص پر اللہ تعالیٰ بھی رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔''[1] امام ابوداود نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: [مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا] ''جو شخص ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور وہ ہمارے بڑے کے حق کو نہ پہچانے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''[2] فرمان الٰہی ہے: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴾ ''یہی لوگ دائیں ہاتھ والے ہیں۔'' یعنی ان صفات کے ساتھ متصف لوگ ہی دائیں ہاتھ والے ہیں۔

بائیں ہاتھ والے اوران کی سزا: پھر فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ﴾ ''اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا وہی بائیں ہاتھ والے ہیں۔'' یعنی یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو بائیں ہاتھ والے ہیں۔ ﴿ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴾ ''ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی آگ ہوگی۔'' یعنی یہ بدنصیب آگ میں بند کر دیے جائیں گے، کوئی انھیں اس آگ سے بچا نہ سکے گا اور نہ اس سے انھیں باہر نکال سکے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، محمد بن کعب قرظی، عطیہ عوفی، حسن، قتادہ اور سدی فرماتے ہیں کہ ﴿ مُّؤْصَدَةٌ ﴾ کے معنی ہیں بند کی ہوئی۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ اس کے دروازے بند کر دیے گئے ہوں گے۔[4] ضحاک فرماتے ہیں کہ ﴿ مُّؤْصَدَةٌ ﴾ ایسی دیوار کو کہتے ہیں جس میں کوئی دروازہ نہ ہو۔[5] اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ مُّؤْصَدَةٌ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ بند ہوگی، اس میں نہ روشنی ہوگی، نہ روشن دان اور نہ وہ اس سے کبھی بھی نکل ہی سکیں گے۔[6]

سورۂ بلد کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تبارك وتعالى: ﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ﴾ (بنیٓ إسرآء يل 17:110)، حديث: 7376 وصحيح مسلم، الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان ...... ، حديث: 2319 عن جرير بن عبد الله رضی اللہ عنہ. ② سنن أبي داود، الأدب، باب في الرحمة، حديث: 4943 . ③ تفسير الطبري: 260/30 وتفسير ابن أبي حاتم: 3435/10 والدرالمنثور: 598/6. ④ الدرالمنثور: 598/6 . ⑤ تفسير الماوردي: 280/6 . ⑥ تفسير الطبري: 260/30 .



یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ① وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ② وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ③ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ④

سورج اور اس کی دھوپ چڑھنے کی قسم ① اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آتا ہے ② اور دن کی جب وہ سورج کا جلوہ دکھاتا ہے ③ اور رات کی جب وہ اسے

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ⑤ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ⑥ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ⑦ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا

ڈھانپ لیتی ہے ④ اور آسمان کی اور جس نے اسے بنایا ⑤ اور زمین کی اور جس نے اسے بچھایا ⑥ اور (انسانی) نفس کی اور جس نے اسے ٹھیک بنایا ⑦ پھر

وَتَقْوٰىهَا ⑧ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ⑨ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ⑩

اس کی بدی اور اس کا تقویٰ اس پر الہام کیا ⑧ یقیناً فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا ⑨ اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اسے آلودہ کیا ⑩

نمازِ عشاء میں سورۂ شمس کی قراءت: صحیحین کی یہ حدیثِ جابر قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: [فَلَوْلَا صَلَّيْتَ بِـ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾ وَ ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ وَ ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾] ”تم ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾، ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ اور ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ (جیسی سورتوں) کو نماز میں کیوں نہیں پڑھ لیتے؟“[1]

تفسیر آیات: 10-1

اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوقات کی قسم کھانا: امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ کے معنی ہیں سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی۔[2] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ضُحٰی سے سارا دن مراد ہے۔[3] حافظ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درست بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور اس کے دن کی قسم کھائی ہے کیونکہ سورج کی روشنی کا ظاہر ہونا ہی دن ہے۔[4] ﴿وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا﴾ ”اور چاند کی (قسم!) جب وہ اس کے پیچھے آتا ہے۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿تَلٰهَا﴾ کے معنی اس کے پیچھے آنے کے ہیں۔[5] عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ چاند دن کے پیچھے آتا ہے۔[6] قتادہ

① صحيح البخاري، الأذان، باب من شكا إمامه إذا طول، حديث: 705 وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، حديث: 465. تفسیر ابن کثیر میں [فَلَوْلَا] کے بجائے [هَلَّا] کا لفظ ہے جو ہمیں نہیں ملا۔ ② تفسير الطبري :261/30. ③ تفسير الطبري :261/30 وتفسير ابن أبي حاتم:3437/10. ④ تفسير الطبري :261/30. ⑤ تفسير الطبري: 262/30. ⑥ تفسير الطبري : 262/30.

فرماتے ہیں کہ ﴿ اِذَا تَلٰىهَا ﴾ سے مراد چاندرات ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے تو چاند نظر آتا ہے۔[1]

﴿ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ﴾ ''اور دن کی (قسم!) جب وہ اس (سورج) کو ظاہر کرتا ہے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ جَلّٰىهَا ﴾ کے معنی ہیں کہ اسے روشن کرتا ہے۔[2] اسی لیے حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ﴾ ایسے ہی ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ﴾ (الیل 92:2) ''اور دن کی (قسم!) جب وہ روشن ہو۔''[3] اور ائمۂ تفسیر نے ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ﴾ ''اور رات کی (قسم!) جب وہ اسے ڈھانپ لیتی ہے۔'' کی تفسیر میں کہا ہے کہ جب رات سورج کو ڈھانپ لیتی ہے یہاں تک کہ سورج غائب ہو جاتا ہے، پھر آفاق میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔[4]

﴿ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ﴾ ''اور آسمان کی (قسم!) اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا۔'' اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہاں ﴿ مَا ﴾ مصدریہ ہو تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ آسمان اور اس کے بنانے کی قسم! یہ امام قتادہ کا قول ہے۔[5] اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہاں ﴿ مَا ﴾ موصولہ یعنی مَنْ کے معنی میں ہو تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم! یہ امام مجاہد کا قول ہے۔[6] اور یہ دونوں معنی ہی صحیح ہیں۔ اور بناء سے مراد بلند کرنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ○ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ○ ﴾ (الذّٰریٰت 51:47,48) ''اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ بلند کیا، اور بلاشبہ ہم وسعت والے ہیں۔ اور ہم نے زمین کو بچھایا تو (ہم) کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں۔''

اور اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ﴾ ''اور زمین کی (قسم!) اور اس ذات کی جس نے اسے بچھایا۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ طَحٰىهَا ﴾ کے معنی ہیں کہ اس نے اسے بچھایا۔[7] عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَمَا طَحٰىهَا ﴾ کے معنی ہیں کہ اس نے جو اس میں پیدا کیا۔[8] علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ طَحٰىهَا ﴾ کے معنی ہیں کہ اس نے جو اسے تقسیم کیا ہے۔[9] مجاہد، قتادہ، ضحاک، سدی، ثوری، ابوصالح اور ابن زید فرماتے ہیں کہ ﴿ طَحٰىهَا ﴾ کے معنی ہیں کہ جس نے اسے پھیلایا ہے۔[10]

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ﴾ ''اور (انسانی) نفس کی (قسم!) اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔'' یعنی جس نے اسے صحیح، برابر اور سلیم الفطرت پیدا فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ﴾ (الروم 30:30) ''چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھیں، اللہ کی فطرت (اختیار کرو) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق

---

① تفسیر الطبری: 262/30. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3437/10 والدر المنثور: 600/6. ③ تفسیر الماوردی: 282/6 و 286. ④ تفسیر الطبری: 263/30 وتفسیر البغوی: 258/5 وفتح القدیر: 546/5. ⑤ تفسیر الطبری: 263/30. ⑥ تفسیر الطبری: 263/30. ⑦ تفسیر الطبری: 264/30. ⑧ تفسیر الطبری: 264/30. ⑨ تفسیر الطبری: 264/30. ⑩ تفسیر الطبری: 264/30 والدر المنثور: 601/6 وتفسیر الماوردی: 283/6.

میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:[كُلُّ مَوْلُودٍ يُّولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ]،[...... كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ؟] ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، چنانچہ اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں،...... جس طرح جانور اپنے بچے کو صحیح سالم جنم دیتا ہے، کیا تم ان میں سے کسی کا کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟'' اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے۔① اور صحیح مسلم میں حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ:) إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ (فَجَاءَتْهُمْ) الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ] ''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں نے اپنے سب بندوں کو یکسو ہو کر عبادت کرنے والے پیدا فرمایا تھا مگر شیطانوں نے ان کے پاس آ کر انھیں ان کے دین سے دور کر دیا۔''②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝٨ ﴾ ''پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیز گاری اس پر الہام کی۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کی نافرمانی اور پرہیز گاری کی طرف رہنمائی فرما دی ہے، یعنی اسے اس کے لیے بیان فرما دیا اور جو اس کے مقدر میں تھا، اس کا اسے رستہ دکھا دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خیر اور شر کو واضح فرما دیا ہے۔③ مجاہد، قتادہ، ضحاک اور ثوری کا بھی یہی قول ہے۔④ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بھلائی اور برائی الہام فرما دی ہے۔⑤ ابن زید فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بدکاری اور پرہیز گاری کو رکھ دیا ہے۔⑥

امام ابن جریر نے ابو اسود دیلی سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ یہ بتائیے کہ لوگ جو کوشش اور عمل کرتے ہیں، کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کا پہلے سے فیصلہ کر دیا گیا ہے اور سابقہ تقدیر کے مطابق اسے لکھ دیا گیا ہے یا یہ جو عمل کرتے ہیں ان کا تعلق ان امور سے ہے جنھیں لے کر ان کے نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور ان پر حجت تمام کر دی گئی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس کا ان کے بارے میں پہلے سے فیصلہ کر دیا گیا ہے تو انھوں نے کہا: کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ میں یہ بات سن کر بہت زیادہ گھبرا گیا اور میں نے کہا کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق اور اس کے ہاتھ کی ملکیت ہے، وہ جو

---

① صحیح البخاری، الجنائز، البتہ پہلا حصہ باب ماقیل فی أولاد المشرکین، حدیث: 1385 جبکہ دوسرا حصہ باب إذا أسلم الصبی فمات......، حدیث: 1358 کے مطابق ہے و صحیح مسلم، القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة ......، حدیث: 2658 لیکن تفسیر ابن کثیر میں [تُنْتَجُ] کے بجائے [تُولَدُ] ہے جو ہمیں نہیں ملا۔ ② صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها......، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا أهل الجنة وأهل النار، حدیث: 2865 مفصلاً۔ البتہ پہلی قوسین والے الفاظ غریب الحدیث للحربی: 111/1 (C.D) میں [قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی] اور دوسری قوسین والا لفظ [فَأَتَتْهُمْ] ہے۔ ③ تفسیر الطبری: 264/30 . ④ تفسیر الطبری: 265,264/30 . ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 3437 البتہ تفاسیر میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے الهام کے بجائے ''الزمها'' کا ذکر ملتا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بھلائی اور برائی لازم فرما دی ہے۔
⑥ تفسیر الطبری: 265/30 .

کام بھی کرے اس سے پوچھا نہیں جاسکتا جبکہ بندوں سے پوچھا جائے گا، انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سیدھے رستے پر قائم رکھے، میں نے آپ کی عقل کا اندازہ لگانے کے لیے یہ سوال پوچھا تھا، خاندان مزینہ یا جہینہ کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی تھی: اے اللہ کے رسول! یہ فرمائیں کہ لوگ جو کوشش اور عمل کرتے ہیں، کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کا پہلے سے فیصلہ کر دیا گیا ہے اور سابقہ تقدیر کے مطابق اسے لکھ دیا گیا ہے یا یہ جو عمل کرتے ہیں، ان کا تعلق ان امور سے ہے جنھیں لے کر ان کے نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور ان کے ساتھ ان پر حجت تمام کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: [(بَلْ شَيْءٌ) قَدْ قُضِيَ عَلَيْهِمْ] ''بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کا ان کے بارے میں پہلے سے فیصلہ کر دیا گیا ہے۔'' اس نے عرض کی: تو پھر ہم عمل کیوں کریں؟ آپ نے فرمایا: [مَنْ كَانَ اللّٰهُ خَلَقَهُ لِإِحْدَى الْمَنْزِلَتَيْنِ يُهَيِّئُهُ لَهَا، وَتَصْدِيقُ ذٰلِكَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ (تَعَالٰى): ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝﴾] ''جسے اللہ تعالیٰ نے دو مرتبوں میں سے کسی ایک کے لیے پیدا کیا ہو تو وہ اسے اس کے لیے تیار فرما دیتا ہے اور کتاب اللہ میں اس بات کی اس طرح تصدیق بھی موجود ہے: ''اور (انسانی) نفس کی (قسم!) اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا، پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیز گاری اس پر الہام کی۔''[1] اسے امام احمد اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

تزکیۂ نفس: ارشاد الٰہی ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝﴾ ''یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اسے پاک کر لیا اور یقیناً وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے آلودہ کیا۔'' اس میں یہ احتمال ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا، یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ جیسا کہ امام قتادہ نے فرمایا ہے۔[3] اور اپنے نفس کو گھٹیا اور فاسد اخلاق سے پاک کر لیا۔ مجاہد، عکرمہ اور سعید بن جبیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[4] ﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝﴾ ''اور یقیناً وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے آلودہ کیا۔'' یعنی جس نے اسے ہدایت سے دور رکھنے کی وجہ سے خاک میں ملا دیا حتی کہ وہ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترک کر دیا۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ معنی یہ ہوں کہ یقیناً وہ شخص کامیاب ہو گیا جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا اور یقیناً وہ ناکام و نامراد ہو گیا جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے خاک میں ملا دیا جیسا کہ عوفی اور علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔[5]

تزکیۂ نفس کی دعا: امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ان آیات کی تلاوت فرماتے: ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝﴾ تو آپ ٹھہر جاتے اور یہ دعا کرتے: [اَللّٰهُمَّ! آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، وَخَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا] ''اے اللہ! تو میرے نفس کو اس کی پرہیز گاری عطا فرما، تو ہی

---

① تفسير الطبري: 266,265/30، قوسین والے الفاظ صحیح مسلم کے آمدہ حوالے کے مطابق ہیں۔ ② صحيح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي......، حديث: 2650 و مسند أحمد: 438/4. ③ تفسير الطبري: 266/30. ④ تفسير الطبري: 266/30. ⑤ تفسير الطبري: 267,266/30 وتفسير ابن أبي حاتم: 3438/10.

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ⑪ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ⑫ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ

قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے (نبی کو) جھٹلایا⑪ جب اٹھ کھڑا ہوا اس (قوم) کا بڑا بدبخت⑫ تو انھیں رسول اللہ نے کہا: اللہ کی اونٹنی (کی حفاظت کرو)

وَسُقْيٰهَا ⑬ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ⑭

اور اس کو پانی پلانے کی⑬ پھر انھوں نے اس کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں، تو ان کے رب نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان پر تباہی ڈال کر سب کا صفایا

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ⑮

کر دیا⑭ اور وہ اس (تباہی) کے انجام سے نہیں ڈرتا⑮

اس کا دوست اور کارساز ہے اور اسے بہتر پاک فرمانے والا ہے۔‘‘[1]

ایک اور دعا: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰهُمَّ! آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ، وَ(مِنْ) نَّفْسٍ لَّا تَشْبَعُ، وَعِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ، وَدَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا] ’’اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عاجزی، کاہلی، بڑھاپے، بزدلی، کنجوسی اور عذابِ قبر سے، اے اللہ! تو میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری عطا فرما اور تو اس کو پاک کر دے تو ہی اس کو بہترین پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا مالک اور آقا ہے، اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس دل سے جو (تجھ سے) نہ ڈرتا ہو، اس نفس سے جو سیر نہ ہو، اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دعا سے جسے شرفِ قبولیت حاصل نہ ہو۔‘‘ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعائیہ کلمات ہمیں سکھایا کرتے تھے اور ہم تمھیں سکھاتے ہیں۔[2]

تفسیر آیات: 11-15

صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا قصہ اور ثمود کی ہلاکت: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ قوم ثمود نے اپنی سرکشی و بغاوت کے سبب اپنے رسول کی تکذیب کی، اس آیت کے یہ معنی مجاہد، قتادہ اور دیگر مفسرین نے بیان فرمائے ہیں۔[3] چنانچہ اس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اس ہدایت و یقین کے بجائے جو ان کے رسول حضرت صالح علیہ السلام ان کے پاس لے کر آئے تھے، ان کے دلوں میں تکذیب کو بھر دیا، ﴿ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ⑫ ﴾ ’’جب اس کا سب سے بڑا بدبخت اٹھا۔‘‘ یعنی قبیلے کا سب سے بڑا بدبخت، اس سے مراد قُدار بن سالِف ہے جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں، یہ ثمود کا سردار تھا۔[4] اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ○...... ﴾ الآية (القمر 54:29) ’’پھر انھوں نے اپنے ساتھی کو پکارا تو اس نے (تلوار) پکڑی، پھر اس نے کونچیں کاٹ دیں......‘‘ یہ آدمی اپنی قوم میں بڑا معزز، شریف، عالی نسب سردار تھا، نیز اس کی بات مانی

---

① المعجم الكبير للطبراني :106/11، حديث: 11191. ② مسند أحمد :371/4 البتہ قوسین والا لفظ صحيح مسلم، الذكر والدعاء......، باب في الأدعية، حديث: 2722 کے مطابق ہے۔ ③ تفسير الطبري : 269,268/30. ④ تفسير الطبري : 269/30.

جاتی تھی جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اوراس میں اونٹنی اوراس کی کونچیں کاٹنے والے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: [﴿اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۪ۙ﴾ اِنْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَارِمٌ عَزِيزٌ مَّنِيعٌ فِي رَهْطِهِ مِثْلُ أَبِي زَمْعَةَ] ''جب اس کا سب سے بڑا بد بخت اٹھا'' اس (اونٹنی) کو مارنے کے لیے ایک شخص اٹھا جو بد خلق، زور آور اور ابوزمعہ کی طرح اپنی قوم میں بڑا طاقتور تھا۔''[1] اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر میں، امام مسلم نے صفة النار میں اور امام ترمذی اور نسائی نے اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں روایت فرمایا ہے۔[2]

فرمان الٰہی ہے: ﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ''تو ان سے اللہ کے رسول نے کہا'' یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے، ﴿نَاقَةَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کی اونٹنی (کی حفاظت کرو۔)'' یعنی اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کے ساتھ برا سلوک کرنے سے بچو، ﴿وَ سُقْيٰهَا ۝﴾ ''اور اس کو پانی پلانے کی۔'' یعنی اسے پانی پلانے کے بارے میں اس پر زیادتی نہ کرو کیونکہ ایک دن اس کی پینے کی باری ہے اور ایک مقرر دن تمھاری پینے کی باری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا﴾ ''پھر انھوں نے اسے جھٹلایا اور اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں۔'' یعنی ان کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام ان کے پاس جو لے کر آئے، اسے انھوں نے جھٹلایا اور پھر اس کے بعد انھوں نے اس اونٹنی کی کونچیں بھی کاٹ ڈالیں جسے اللہ تعالیٰ نے حجت اور نشانی کے طور پر ان کے لیے چٹان سے نکالا تھا، ﴿فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ﴾ ''تو ان کے رب نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان پر تباہی ڈال دی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور اس نے انھیں تباہ و برباد کر دیا، ﴿فَسَوّٰىهَا ۝﴾ ''پھر انھیں برابر (ملیامیٹ) کر دیا۔'' یعنی اس نے ان سب پر یکساں عذاب نازل فرمایا۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ثمود کے اس سردار نے اس وقت تک اونٹنی کی کونچیں نہیں کاٹیں جب تک اس قوم کے چھوٹوں، بڑوں، مردوں اور عورتوں نے اس کی بیعت نہیں کر لی، اس طرح جب ساری قوم اونٹنی کی کونچیں کاٹنے میں شریک ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گناہ کی پاداش میں ان پر تباہی ڈال کر سب کا صفایا کر دیا۔[3] ﴿وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝﴾ ''اور وہ اس (تباہی) کے انجام سے نہیں ڈرتا۔'' اسے [فَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا] بھی پڑھا گیا ہے۔[4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کے بدلہ لینے سے نہیں ڈرتا۔[5] مجاہد، حسن، بکر بن عبداللہ مزنی اور دیگر مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔[6]

سورۂ شمس کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① مسند أحمد :4/17 . ② صحيح البخاري، التفسير، باب سورة ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝﴾ (الشمس 91:1)، حديث: 4942 وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها...... ، باب النار يدخلها الجبارون......، حديث:2855 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝﴾، حديث: 3343 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة الشمس :6/515، حديث:11675. ③ تفسير الطبري :30/270 . ④ تفسير الطبري :30/272 وتفسير البغوي : 5/261 . ⑤ تفسير الطبري : 30/271 . ⑥ تفسير الطبري :30/271 .



یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ① وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ② وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ③ اِنَّ سَعْيَكُمْ

رات کی قسم جب وہ چھا جائے ① اور دن کی جب وہ روشن ہو ② اور اس ذات کی جس نے نر اور مادہ پیدا کیے ③ بے شک تمھاری کوشش (باہم) مختلف

لَشَتّٰى ④ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ⑤ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ⑥ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ⑦ وَاَمَّا مَنْۢ

ہے ④ پھر جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور ڈرتا رہا ⑤ اور اس نے نیک بات کی تصدیق کی ⑥ تو یقیناً اسے عنقریب ہم آسان (راہ) کی توفیق دیں گے ⑦

بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ⑧ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ⑨ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ⑩ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ

اور لیکن جس نے کنجوسی کی اور پروا نہ کی ⑧ اور اس نے نیک بات کو جھٹلایا ⑨ تو اسے عنقریب ہم تنگی کی (راہ کی) سہولت دیں گے ⑩ اور جب وہ

اِذَا تَرَدّٰى ⑪

(دوزخ میں) گرے گا تو اسے اس کا مال کوئی فائدہ نہ دے گا ⑪

نماز عشاء میں سورۂ لیل کی قراءت: قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: [فَلَوْلَا صَلَّيْتَ بِـ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾ وَ ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ وَ ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾] ”تم ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾، ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ اور ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھ لیتے۔“①

تفسیر آیات: 1-11

لوگوں کی کوشش اور اس کے نتائج کے مختلف ہونے پر قسم: اللہ تعالیٰ نے قسم کھاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ①﴾ ”رات کی قسم جب وہ چھا جائے!“ یعنی جب مخلوق کو اپنے اندھیرے کے ساتھ ڈھانپ لے، ﴿وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ②﴾ ”اور دن کی (قسم!) جب وہ روشن ہو۔“ یعنی اپنی روشنی اور چمک کے ساتھ، ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ③﴾ ”اور اس ذات کی (قسم!) جس نے نر اور مادہ پیدا کیے۔“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ﴾ (النبا 8:78) ”اور ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔“ اور فرمایا: ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ﴾ (الذّٰریٰت 49:51) ”اور ہم

① دیکھیے الأعلیٰ اور الشمس کی ابتدا میں۔

نے ہر (جاندار) چیز سے جوڑے پیدا کیے۔'' جب قسم ان متضاد چیزوں کی تھی تو مقسم علیہ بھی متضاد ہے، اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝ ﴾ '' بے شک تمھاری کوشش یقیناً مختلف ہے۔'' یعنی بندوں کے اعمال بھی جو وہ سرانجام دیتے ہیں، ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد ہیں، چنانچہ کوئی نیک کام کر رہا ہے اور کوئی بد۔

پھر فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ ﴾ '' پھر جس نے (اللہ کے رستے میں) دیا اور ڈرتا رہا۔'' یعنی وہ مال دیا جس کے دینے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اپنے تمام امور و معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا، ﴿ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ ﴾ '' اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔'' یعنی اچھی بات کی جزا کی تصدیق کی، یہ امام قتادہ کا قول ہے۔[1] اور خصیف فرماتے ہیں کہ نیک بات کے ثواب کی تصدیق کی۔[2] ﴿ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ ﴾ '' تو یقیناً ہم اسے آسان (راستے) کے لیے سہولت دیں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ نیکی کی توفیق دیں گے۔[3] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ ﴾ '' اور لیکن جس نے بخل کیا'' یعنی اس میں جو اس کے پاس ہے، ﴿ وَاسْتَغْنٰى ۝ ﴾ '' اور بے پروا ہوا۔'' عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مال خرچ کرنے میں بخل کیا اور اپنے رب تعالیٰ سے بے پروا ہوا۔ اسے امام ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔[4] ﴿ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ ﴾ '' اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلایا۔'' یعنی آخرت میں جزا کی تکذیب کی، ﴿ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ ﴾ '' تو یقیناً ہم اسے مشکل (راہ) کے لیے سہولت دیں گے۔'' یعنی بدی کے رستے کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 110:6) '' اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر دیں گے جیسے وہ پہلی بار اس (قرآن) پر ایمان نہیں لائے اور ہم انھیں ان کی سرکشی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیں گے۔'' اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی توفیق عطا فرما دیتا ہے اور جو برائی کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے برائی میں مبتلا کر کے ذلیل و رسوا کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔ اس معنی پر دلالت کرنے والی احادیث بہت ساری ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم عمل اس بنیاد پر کرتے ہیں جس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے یا نئی بنیاد پر؟ آپ نے فرمایا: [بَلْ عَلٰى أَمْرٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ] '' اس بنیاد پر جس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے۔'' انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! پھر عمل کرنا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا: [كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ] '' ہر ایک کو اس عمل کی توفیق دے دی جائے گی جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے۔''[5]

---

① تفسیر الطبری :278/30 . ② تفسیر الماوردی: 288/6 . ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 3440/10 . ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 3440/10 و تفسیر الطبری: 279/30 . ⑤ مسند أحمد: 6,5/1 .

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازے میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے پاس تشریف لے آئے، آپ جلوہ فرما ہوئے تو ہم بھی آپ کے گرد و پیش بیٹھ گئے، آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ نے سر مبارک جھکا لیا اور سوچ میں ڈوبے چھڑی کے ساتھ زمین کو کریدنے لگے، پھر فرمایا:[مَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ أَحَدٍ وَّمَا مِنۡ نَّفۡسٍ مَّنۡفُوسَةٍ إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الۡجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَإِلَّا قَدۡ كُتِبَتۡ شَقِيَّةً أَوۡ سَعِيدَةً] ''تم میں سے کوئی ایک شخص یا کوئی ایک جاندار بھی نہیں مگر جنت یا جہنم میں اس کی جگہ لکھ دی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ وہ بد بخت ہے یا نیک بخت۔'' تو ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنی اس کتاب پر توکل کر کے عمل کرنا چھوڑ نہ دیں کہ ہم میں سے جو اہل سعادت میں سے ہوا، وہ عنقریب اہل سعادت کی طرف چلا جائے گا اور جو اہل شقاوت میں سے ہوا، وہ عنقریب اہل شقاوت کی طرف چلا جائے گا؟ آپ نے فرمایا:[أَمَّا أَهۡلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهۡلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهۡلُ (الشَّقَاءِ) فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهۡلِ الشَّقَاءِ] ''اہل سعادت کو سعادت مندوں کے عمل کی توفیق دے دی جائے گی اور اہل شقاوت کو بدبختوں کے عمل کی توفیق دے دی جائے گی۔'' پھر آپ نے ان آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَاتَّقٰی ۝5 وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ۝6 فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡیُسۡرٰی ۝7 وَاَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَاسۡتَغۡنٰی ۝8 وَکَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی ۝9 فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡعُسۡرٰی ۝10﴾. [1] اس حدیث کو دیگر محدثین نے بھی بیان فرمایا ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ بتائیں کہ ہم جو عمل کرتے ہیں، کیا یہ اس بنیاد پر ہے جس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے یا یہ کوئی نیا کام ہے یا یہ نو ایجاد ہے؟ آپ نے فرمایا:[فِيمَا قَدۡ فُرِغَ مِنۡهُ، فَاعۡمَلۡ يَا ابۡنَ الۡخَطَّابِ! فَإِنَّ كُلًّا مُّيَسَّرٌ، أَمَّا مَنۡ كَانَ مِنۡ أَهۡلِ السَّعَادَةِ فَإِنَّهُ يَعۡمَلُ لِلسَّعَادَةِ، وَأَمَّا مَنۡ كَانَ مِنۡ أَهۡلِ الشَّقَاءِ فَإِنَّهُ يَعۡمَلُ لِلشَّقَاءِ] ''یہ اس بنیاد پر ہے جس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے، اے ابن خطاب! عمل کرتے رہو، ہر ایک کو توفیق دے دی جائے گی، اگر کوئی اہل سعادت میں سے ہوا تو وہ سعادت کے کام کرے گا اور جو اہل شقاوت میں سے ہوا تو وہ شقاوت کے عمل کرتا رہے گا۔'' [3]

امام ترمذی نے اسے کتاب القدر میں روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ [4]

ایک اور حدیث بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ: امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وَکَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰی ۝﴾ (الليل 9:92)، حديث: 4947,4948، البتہ قوسین والا لفظ صحیح بخاری ہی کی حدیث: 4949 کے مطابق ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں [وَمَا مِنۡ نَّفۡسٍ] کے بجائے [أَوۡ مَا مِنۡ نَّفۡسٍ] ہے۔ [2] صحيح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي......، حديث: 2647 وسنن أبي داود، السنة، باب في القدر، حديث: 4694 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة ﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ۝﴾، حديث: 3344 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰى﴾: 517,516/6، حديث: 11678 وسنن ابن ماجه، المقدمة، باب في القدر، حديث: 78. [3] مسند أحمد: 52/2. [4] جامع الترمذي، القدر، باب ماجاء في الشقاء والسعادة، حديث: 2135.

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝12 وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝13 فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝14

بے شک ہدایت دینا ہمارے ہی ذمے ہے⑫ اور بے شک آخرت اور دنیا ہمارے ہی اختیار میں ہے⑬ بالآخر میں نے تمھیں بھڑکتی آگ سے ڈرادیا

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝15 الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝16 وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝17 الَّذِيْ

ہے⑭ اس میں بڑا بد بخت ہی داخل ہوگا⑮ جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا⑯ اور بڑا متقی اس سے ضرور دور رکھا جائے گا⑰ جو پاک ہونے کے لیے اپنا

يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝18 وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝19 اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ

مال دیتا ہے⑱ اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دیا جائے⑲ مگر صرف اپنے رب برتر کا چہرہ چاہتے ہوئے (مال خرچ کرتا ہے)⑳

الْاَعْلٰى ۝20 وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝21

اور یقیناً وہ (اللہ) جلد اس سے راضی ہوگا㉑

انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ایک ایسے امر کے لیے عمل کریں جس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے یا ایک ایسے امر کے لیے جسے ہم نئے طور پر سرانجام دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: [لِأَمْرٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ] ''ایسے امر کے لیے جس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے۔'' تو سراقہ نے عرض کی: تو پھر عمل کیوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ عَامِلٍ مُيَسَّرٌ لِعَمَلِهِ] ''ہر عمل کرنے والے کو اس عمل کی توفیق دے دی جاتی ہے۔''[1] اسے مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2] حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ میں اسلام لانے والے غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیتے تھے۔ آپ خاص طور پر بوڑھوں اور عورتوں کو جب وہ مسلمان ہوتے، آزاد کیا کرتے تھے۔ آپ کے والد نے کہا: اے بیٹا! میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور لوگوں کو آزاد کرتے ہو، اگر تم قوی و صحت مند لوگوں کو آزاد کرو تو وہ تمھارے ساتھ کھڑے ہوں گے، تمھاری حفاظت کریں گے اور دشمن کو تم سے دور ہٹائیں گے۔ آپ نے جواب دیا: ابا جان! میں تو اس ثواب کا طلب گار ہوں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ عامر کہتے ہیں کہ مجھے میرے بعض اہل خانہ نے بتایا کہ یہ آیات انھی کے بارے میں نازل کی گئی ہیں: ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝5 وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝6 فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝7﴾[3]

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝11﴾ ''اور جب وہ (دوزخ میں) گرے گا تو اس کا مال اس کے کسی کام نہ آئے گا۔'' حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿تَرَدّٰى ۝11﴾ کے معنی ہیں کہ جب وہ فوت ہوگا۔[4] ابو صالح نے اور مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ دوزخ کے گڑھے میں گرے گا۔[5]

تفسیر آیات: 12-21

ہدایت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے: امام قتادہ ﴿اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝12﴾ ''بے شک ہدایت دینا ہمارے ہی ذمے ہے''

① تفسير الطبري: 283/30 ومسند أحمد: 335/3 واللفظ له. ② صحيح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي......، حديث: 2648. ③ تفسير الطبري: 279/30. ④ تفسير الطبري: 284/30. ⑤ تفسير الطبري: 284/30 و تفسير القرطبي: 85/20.

کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم حلال اور حرام کو بیان کر دیتے ہیں۔[1] دیگر ائمۂ تفسیر نے اس کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ جو شخص راہ ہدایت پر چلے، وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ انھوں نے اسے اس ارشاد باری تعالیٰ کے مانند قرار دیا ہے: ﴿ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ ﴾ (النحل 16:9) ''اور سیدھا رستہ اللہ ہی پر (جا پہنچتا) ہے۔'' اسے امام ابن جریر نے بیان کیا ہے۔[2] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴾ ''اور بے شک آخرت اور دنیا ہمارے ہی اختیار میں ہے۔'' یعنی یہ سب چیزیں ہماری ملکیت ہیں اور ہم ہی ان میں تصرف کرنے والے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴾ ''بالآخر میں نے تمھیں بھڑکتی آگ سے ڈرا دیا ہے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ تَلَظّٰى ﴾ کے معنی ہیں: بھڑکتی ہوئی۔[3]

امام احمد نے سماک بن حرب سے روایت کیا ہے کہ میں نے سنا کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما اپنے خطبے میں بیان کر رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبے میں بیان فرماتے ہوئے سنا: [أَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ، أَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ، أَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ] ''میں نے تمھیں آگ سے ڈرا دیا ہے، میں نے تمھیں آگ سے ڈرا دیا ہے، میں نے تمھیں آگ سے ڈرا دیا ہے۔'' حتی کہ اگر کوئی شخص بازار میں بھی تھا تو اس نے بھی میری اس جگہ سے اسے سنا حتی کہ یہ فرماتے فرماتے وہ چادر جو آپ کے کندھے مبارک پر تھی، آپ کے پاؤں کے پاس گر گئی۔[4]

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو اسحاق سے روایت کیا ہے کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: [إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ (رَجُلٌ) يُّوضَعُ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ] ''بلاشبہ قیامت کے دن جہنمیوں میں سے سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا جس کے پاؤں کے تلوے کے نیچے آگ کے دو انگارے رکھ دیے جائیں گے، ان سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔''[5]

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[6] امام مسلم نے ابو اسحاق سے اور انھوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَّنْ لَّهُ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ، يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ، مَا يَرٰى أَنَّ أَحَدًا أَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَّإِنَّهُ لَأَهْوَنُهُمْ عَذَابًا] ''بے شک اہل جہنم میں سے سب سے کم عذاب اسے ہوگا جسے آگ کے دو جوتے اور تسمے پہنائے جائیں گے، ان سے اس کا دماغ اس طرح کھولتا ہوگا جس طرح ہنڈیا میں جوش آتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہوگا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب اور کسی کو نہیں ہے، حالانکہ اسے سب سے کم عذاب ہوگا۔''[7]

---

[1] تفسیر الطبری: 284/30. [2] تفسیر الطبری: 285,284/30. [3] تفسیر الطبری: 285/30. [4] مسند أحمد: 272/4. [5] مسند أحمد: 274/4، البتہ قوسین والا لفظ صحیح البخاری، حدیث: 6562 کے آمدہ حوالے کے مطابق ہے۔
[6] صحیح البخاری، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حدیث: 6562,6561. [7] صحیح مسلم، الإیمان، باب أهون أهل النار عذابا، حدیث: (364)-213.

فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴾ ''اس میں بڑا بد بخت ہی داخل ہوگا۔'' یعنی اس میں بڑے بد بخت کے سوا اور کوئی شخص اس طرح داخل نہیں ہوگا کہ جہنم اسے تمام اطراف سے گھیرے ہوئے ہو، پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِىْ كَذَّبَ ﴾ ''جس نے جھٹلایا'' یعنی اپنے دل سے، ﴿ وَتَوَلّٰى ﴾ ''اور منہ پھیرا۔'' یعنی اپنے اعضاو جوارح کے ساتھ عمل نہ کیا۔

امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ أَبٰى] ''قیامت کے دن میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی، سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! انکار کون کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: [مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبٰى] ''جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً اس نے (جنت میں داخل ہونے سے) انکار کیا۔''[1] اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴾ ''اور عنقریب اس سے بڑا پرہیز گار دور رکھا جائے گا۔'' یعنی جو ڈرنے والا، پاک صاف اور بڑا پرہیز گار ہوگا، اسے عنقریب جہنم سے دور رکھا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴾ ''جو اپنا مال دیتا ہے (تاکہ) وہ پاک ہو جائے۔'' یعنی اپنا مال اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت و بندگی میں صرف کرتا ہے تاکہ اپنے نفس، مال اور اللہ تعالیٰ نے اسے دین و دنیا کی جو نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں، انھیں پاک کرے، ﴿ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴾ ''اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔'' یعنی وہ اپنا مال بدلے کے طور پر خرچ نہیں کرتا کہ جس نے اس کے ساتھ نیکی کی ہے تو وہ بھی اسے اس کے مقابلے کچھ دے بلکہ وہ تو صرف اس لیے دیتا ہے کہ ﴿ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴾ ''اپنے رب برتر کا چہرہ چاہتے ہوئے۔'' یعنی وہ اس شوق میں خرچ کرتا ہے کہ آخرت میں جنت کے باغات میں اسے اپنے رب تعالیٰ کے دیدار کی سعادت نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴾ ''اور یقیناً عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔'' یعنی جو شخص ان مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہوگا، وہ یقیناً خوش ہو جائے گا۔

سورۂ لیل کی آخری پانچ آیات کی شان نزول اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت: کئی ایک مفسرین نے ذکر فرمایا ہے کہ یہ آیات کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں حتی کہ بعض نے اس پر تمام مفسرین کرام کا اجماع بیان کیا ہے۔ یہ آیات بطور خاص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل نہ بھی ہوئی ہوں تو پھر بھی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ ان میں داخل ہیں بلکہ ان آیات کے عموم کے ساری امت سے بڑھ کر مصداق ہیں۔ ان آیات کریمہ کے الفاظ: ﴿ وَسَيُجَنَّبُهَا

[1] مسند أحمد: 361/2. [2] صحیح البخاری، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حدیث: 7280.

الْاَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ﴿١٨﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿١٩﴾ ﴾ عام ہیں مگر ان تمام اوصاف اور دیگر تمام اوصاف حمیدہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ساری امت سے مقدم اور ان سے سبقت لے جانے والے ہیں، آپ صدیق تھے، متقی اور پرہیزگار تھے، پیکر جود وسخا تھے، اپنے مالک کی اطاعت و بندگی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت واعانت میں اپنا مال بے دریغ خرچ کرنے والے تھے۔ آپ نے اپنے رب کریم کی رضا وخوشنودی کے حصول کے لیے بے حد وحساب درہم و دینار خرچ کیے۔ لوگوں میں سے کسی کا آپ پر کوئی احسان بھی نہ تھا کہ آپ اس کے احسان کا بدلہ چکانے کے لیے مجبور ہوں بلکہ تمام قبیلوں کے سادات ورؤساء آپ کے زیر بار احسان تھے، اسی لیے تو خاندانِ ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود نے صلح حدیبیہ کے دن کہا تھا کہ اللہ کی قسم! اگر آپ کا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں ابھی تک چکا نہیں سکا تو میں آپ کو ضرور جواب دیتا۔ اس نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سخت لہجے میں اس سے بات کی۔ [1] اگر ساداتِ عرب اور سردارانِ قبائل آپ کے ممنون تھے تو اس سے اندازہ فرمایئے کہ عام لوگوں پر آپ کے احسانات کس قدر ہوں گے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿١٩﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ یَرْضٰى ﴿٢١﴾ ﴾ ”اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے مگر (صرف) اپنے رب برتر کا چہرہ چاہتے ہوئے (مال خرچ کرتا ہے) اور یقیناً عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔“

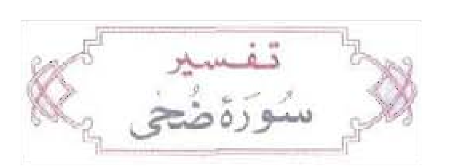
صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ (دَعَتْهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ: یَا عَبْدَاللّٰهِ! هٰذَا خَیْرٌ......] ”جو شخص اللہ کے رستے میں جوڑا خرچ کرے تو اسے جنت کے داروغے بلائیں گے اور کہیں گے: اے اللہ کے بندے! یہ (دروازہ داخلے کے لحاظ سے) بہتر ہے......“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جو ان سب دروازوں سے پکارا جائے گا اسے تو کوئی ضرورت نہ ہوگی تو کیا کوئی ایسا خوش نصیب بھی ہوگا جسے سب دروازوں سے پکارا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ] ”ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم بھی انھی میں سے ہو گے۔“ [2]

سورۂ لیل کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① دیکھیے صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة......، حدیث:2732,2731 عن المسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ ومروان. ② صحیح البخاری، الصوم، باب الریان للصائمین، حدیث :1897 وصحیح مسلم، الزكاة، باب فضل من ضم إلی الصدقة غیرها......، حدیث:1027 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ ، البتہ قوسین والے الفاظ صحیح البخاری ہی کی حدیث:3216 کے مطابق ہیں۔



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالضُّحٰی ① وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ② مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ③ وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ

دھوپ چڑھنے کے وقت کی قسم!①اور رات کی جب وہ چھا جائے②(اے نبی!) آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا اور نہ ناراض ہوا③اور یقیناً آپ کے لیے

الۡاُوۡلٰی ④ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ⑤ اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ⑥ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا

آخرت، دنیا سے بہت بہتر ہے④اور جلد آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے⑤ کیا اس نے آپ کو یتیم نہ پایا، پھر ٹھکانا دیا⑥اور

فَہَدٰی ⑦ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی ⑧ فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡہَرۡ ⑨ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡہَرۡ ⑩

آپ کو ناواقفِ راہ پایا، پھر ہدایت بخشی⑦اور آپ کو تنگ دست پایا، پھر مالدار کر دیا⑧لہٰذا آپ یتیم پر سختی نہ کریں⑨اور سوالی کو نہ جھڑکیں⑩

وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ ⑪

اور اپنے رب کی نعمت کا ذکر کرتے رہیں⑪

ع 1 11 18

تفسیر آیات: 1-11

سورۂ ضُحٰی کی شان نزول: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ناسازی طبع کے باعث نبی ﷺ ایک یا دو رات قیام نہ فرما سکے تو ایک عورت نے کہا: اے محمد (ﷺ!) میرا خیال ہے کہ تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات مبارکہ نازل فرمائیں: ﴿وَالضُّحٰی ① وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ② مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ③﴾ ''دھوپ چڑھنے کے وقت کی قسم! اور رات کی جب وہ چھا جائے، (اے محمد ﷺ!) آپ کے پروردگار نے آپ کو نہ چھوڑا اور نہ وہ (آپ سے) ناراض ہوا۔''① اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ابو حاتم اور ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے۔② جندب سے مراد جندب بن عبداللہ بجلی عَلَقی رضی اللہ عنہ ہیں۔③ کہا جاتا ہے کہ جس عورت نے آپ کو یہ کہا تھا، وہ ابولہب کی

① مسند أحمد: 313,312/4. ② صحيح البخاري، التهجد، باب ترك القيام للمريض، حديث:1125 وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب مالقي النبي ﷺ من أذى المشركين والمنافقين، حديث: (115)-1797 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة والضحى، حديث:3345 نحوه والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة الضحى:517/6، حديث:11681 وتفسير ابن أبي حاتم:3442/10 وتفسير الطبري:291/30. ③ جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة والضحى، حديث:3345 وتفسير الطبري:290/30.

بیوی ام جمیل تھی۔[1]

اسود بن قیس سے مروی ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے جندب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کئی دن تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے تو مشرکوں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ کو ان کے رب نے چھوڑ دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات مبارکہ نازل فرما دیں: ﴿ وَالضُّحٰى ۝١ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝٢ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝٣ ﴾ ۔[2] عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو پھر کئی دن تک جبریل نہ آئے جس سے آپ کو پریشانی لاحق ہوئی تو مشرکوں نے بھی کہنا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ کو ان کے رب نے ناراض ہو کر چھوڑ دیا ہے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝٣ ﴾ ''(اے محمد ﷺ!) آپ کے پروردگار نے آپ کو نہ چھوڑا اور نہ وہ (آپ سے) ناراض ہوا۔''[3]

یہ بات اللہ تعالیٰ نے دھوپ چڑھنے کے وقت کی اور جو اس نے اس میں روشنی رکھی ہے، اس کی قسم کھا کر بیان فرمائی۔ نیز فرمایا: ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝٢ ﴾ ''اور رات کی (قسم!) جب وہ چھا جائے۔'' یعنی ساکن ہو جائے اور اس کی وجہ سے اندھیرا ہو جائے اور خوب تاریکی چھا جائے۔ یہ حضرت مجاہد، قتادہ، ضحاک، ابن زید اور دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔[4] اور یہ دھوپ چڑھنے کا وقت اور رات کا چھا جانا ان کے خالق کی قدرت کی ایک بہت نمایاں دلیل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ ﴾ (اللیل 92:1، 2) ''اور رات کی (قسم!) جب وہ چھا جائے اور دن کی جب وہ روشن ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ ﴾ (الأنعام 6:96) ''وہ صبح کی سپیدی نکالتا ہے اور اس نے رات کو آرام کا ذریعہ بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ (بنایا)، یہ بہت زبردست، خوب علم رکھنے والے کا اندازہ ہے۔'' ارشاد الٰہی: ﴿ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ ﴾ کے معنی ہیں کہ اے محمد (ﷺ!) آپ کے پروردگار نے آپ کو نہیں چھوڑا ﴿ وَمَا قَلٰى ۝٣ ﴾ ''اور نہ وہ (آپ سے) ناراض ہوا۔'' یعنی وہ آپ سے بیزار نہیں ہوا۔

آخرت دنیا سے بہتر ہے: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝٤ ﴾ ''اور یقیناً آپ کے لیے آخرت دنیا سے بہت بہتر ہے۔'' یعنی آپ کے لیے آخرت کا گھر دنیا کے گھر سے کہیں بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے اور اسے سب سے بڑھ کر چھوڑنے والے تھے جیسا کہ آپ کی سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور جب رسول اللہ ﷺ کو اپنی عمر مبارک کے آخر میں یہ اختیار دیا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو اختتام دنیا تک ہمیشہ ہمیشہ دنیا ہی میں رہیں اور پھر جنت میں جلوہ افروز ہو جائیں اور اگر آپ چاہیں تو اپنے رب تعالیٰ کے پاس تشریف لے جائیں تو آپ نے اس عارضی و فانی دنیا کے بجائے اپنے رب تعالیٰ کے پاس تشریف لے جانے کو پسند

---

[1] دیکھیے المستدرك للحاكم، التفسير، باب التفسير سورة والضحى: 527,526/2 ، حديث: 3945 عن زيد بن أرقم رضی اللہ عنہ وفتح الباری: 9/3 ، تحت الحديث: 1125 و 711,710/8 ، تحت الحديث: 4950. [2] تفسیر الطبری: 290/30.
[3] تفسیر الطبری: 291/30. [4] تفسیر الطبری: 289/30 وتفسیر القرطبی: 91/20.

فرمالیا تھا۔[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر محوِ استراحت ہوئے تو آپ کے پہلو مبارک پر نشان پڑ گئے، آپ جب بیدار ہوئے تو میں نے آپ کے پہلو مبارک پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ فرما دیتے تو ہم آپ کے لیے چٹائی پر کوئی چیز بچھا دیتے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَالِي وَلِلدُّنيَا؟ مَا أَنَا وَالدُّنيَا؟ إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ الدُّنيَا كَرَاكِبٍ ظَلَّ تَحتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا] ''دنیا سے مجھے کیا سروکار؟ میرا دنیا سے کیا تعلق؟ بس میری اور دنیا کی مثال تو ایسے ہے جیسے کسی مسافر نے کسی درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالا، پھر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اس درخت کو چھوڑ کر چل دیا۔''[2] امام ترمذی اور ابن ماجہ نے اس حدیث کو مسعودی سے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔[3]

آخرت کی بے بہا نعمتیں رسول اللہ ﷺ کی منتظر ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴾ ''اور البتہ عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو یہ آخرت میں عطا فرمائے گا حتی کہ آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دے گا، نیز اللہ تعالیٰ نے خود آپ کے لیے تعظیم و تکریم کے بے بہا سامان پیدا فرمائے ہیں، ان سے آپ کو خوش کر دے گا، انھی میں سے ایک وہ نہر کوثر بھی ہے جس کے دونوں کنارے شان دار موتیوں کے گنبد سے مزین ہوں گے اور جس کی مٹی کستوری کی مہک سے معطر ہوگی جیسا کہ اس کا تفصیل سے ذکر آگے آئے گا۔[4] امام ابو عمرو اوزاعی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو وہ تمام خزانے ایک ایک کر کے دکھا دیے گئے تھے جن کے دروازے آپ کے بعد آپ کی امت کے لیے کھلنے والے تھے، آپ اس سے بہت مسرور ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴾ جنت میں اللہ تعالیٰ آپ کو ایک ہزار محلات عطا فرمائے گا جو ازواج، خدام اور دیگر تمام ضروری ساز و سامان سے مزین ہوں گے۔ اسے امام ابن جریر نے اور امام ابن ابو حاتم نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔[5] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک اس حدیث کی سند صحیح ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی بات رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہی کہی جا سکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی چند نعمتوں کا ذکر: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ پر اپنی نعمتوں کو شمار کراتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ﴾ ''کیا اس نے آپ کو یتیم نہ پایا، پھر اس نے ٹھکانا دیا؟'' آپ

---

[1] دیکھیے صحیح البخاری، الصلاة، باب الخوخة والممر في المسجد، حدیث: 466 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي بكر الصديق ﷺ، حدیث: 2382. [2] مسند أحمد: 391/1. [3] جامع الترمذي، الزهد، باب حدیث: [ما الدنيا إلا كراكب استظل]، حدیث: 2377 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب مثل الدنيا، حدیث: 4109. [4] دیکھیے الکوثر کی ابتدا میں عنوان: ''سورۂ کوثر کی فضیلت'' [5] تفسیر الطبری: 292/30 و تفسیر ابن أبي حاتم: 3443/10. المصباح المنیر میں یہاں أَلْفَ أَلْفِ قَصْرٍ ''دس لاکھ محلات'' کا ذکر ہے جبکہ مذکورہ حوالوں اور تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں أَلْفَ قَصْرٍ ''ایک ہزار محلات'' کا ذکر ہے۔ ہم نے ترجمہ مراجع کے مطابق ہی کیا ہے۔

کے والد اس وقت فوت ہو گئے تھے جب آپ ابھی تک شکم مادر ہی میں تھے، ① پھر آپ کی والدہ آمنہ بنت وہب کا بھی اس وقت انتقال ہو گیا جب آپ کی عمر مبارک نے ابھی تک صرف چھ بہاریں ہی دیکھی تھیں۔ ② پھر آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی کفالت میں رہے اور عمر مبارک کے آٹھویں سال میں تھے کہ وہ بھی وفات پا گئے۔ ③ تو آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ ④ ابو طالب ہمیشہ آپ کا خیال رکھتے، آپ کی نصرت و اعانت کرتے، آپ کی عزت و توقیر کرتے اور آپ کی قوم کی تکلیفوں کو آپ سے دور کرتے۔ ⑤ حتی کہ آپ عمر مبارک کی چالیسویں بہار دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز کر کے اپنی قوم کی ہدایت کے لیے مبعوث فرما دیا۔ ⑥ مگر ابو طالب نے آپ کے دین کو قبول نہیں کیا بلکہ وہ اپنی قوم کے دین، یعنی بتوں کی عبادت ہی پر رہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حسن تدبیر ہی کا نتیجہ تھا حتی کہ ہجرت سے کچھ عرصہ قبل ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔ ⑦ اب قریش کے بے وقوف اور جاہل لوگوں نے آپ کو اور بھی ستانا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو چھوڑ کر مکہ سے ہجرت کر کے انصار اور اوس و خزرج کے شہر مدینہ چلے جائیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے احسن و اکمل انداز میں اپنی سنت کو بھی جاری رکھا۔ آپ نے جب مدینہ منورہ کو قدومِ میمنت لزوم سے نوازا تو مدینہ کے لوگوں نے آپ کو جگہ دی، آپ کی مدد کی، آپ کی حفاظت کی اور آپ کے ساتھ مل کر آپ کے دشمنوں سے جہاد کیا، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت، نصرت و اعانت اور آپ کے ساتھ خصوصی عنایت کا جو اہتمام فرمایا تھا، یہ سب کچھ اسی کا نتیجہ تھا۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ ﴾ ''اور اس نے آپ کو ناواقفِ راہ پایا، پھر اس نے ہدایت بخشی۔'' یہ آیت کریمہ ایسے ہے جیسے حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ ...... ﴾ الآية (الشورىٰ 52:42) ''اور اسی

① السيرة النبوية لابن إسحاق، وفاة عبدالله: 97/1 والسيرة النبوية لابن هشام، ذكر ما قيل لآمنة عند......: 158/1 ودلائل النبوة للبيهقي، باب ذكر وفاة عبدالله أبي رسول الله ﷺ......: 187/1 والطبقات الكبرى لابن سعد، ذكر وفاة عبدالله بن عبدالمطلب: 100,99/1. البتہ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ اپنے والد کی وفات کے وقت ماں کی گود میں تھے۔ دیکھیے الروض الأنف، للسهيلي، تحقيق وفاة أبيه: 283/1 وتاريخ الطبري، ذكر مولد رسول الله ﷺ......: 579/1. ② السيرة النبوية لابن إسحاق، وفاة السيدة آمنة بنت وهب: 116,115/1 والسيرة النبوية لابن هشام، وفاة آمنة وحال رسول الله ﷺ......: 168/1 ودلائل النبوة للبيهقي، باب ذكر وفاة عبدالله أبي رسول الله ﷺ......: 188/1 وتاريخ الطبري، ذكر مولد رسول الله ﷺ......: 579/1.
③ السيرة النبوية لابن إسحاق، كفالة عبدالمطلب محمدا ﷺ: 116/1 و 119 والسيرة النبوية لابن هشام، وفاة آمنة وحال رسول الله ﷺ......: 169,168/1 و دلائل النبوة للبيهقي، باب ذكر وفاة عبدالله أبي رسول الله ﷺ......: 188/1.
④ السيرة النبوية لابن هشام، كفالة أبي طالب لرسول الله ﷺ: 179/1 وتاريخ الطبري، ذكر مولد رسول الله ﷺ......: 579/1. ⑤ الطبقات الكبرى لابن سعد، ذكر أبي طالب وضمه رسول الله ﷺ......: 119/1-121. ⑥ صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب مبعث النبي ﷺ، حديث: 3851 عن ابن عباس ﷺ. ⑦ دیکھیے صحیح البخاري، مناقب الأنصار، باب قصة أبي طالب، حديث: 3884 وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على صحة إسلام من حضره الموت......، حديث: 24 عن مسيب ﷺ ودلائل النبوة للبيهقي، باب وفاة أبي طالب عم رسول الله ﷺ......: 340/2-345.

طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف ایک روح (قرآن) کی وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے اور لیکن ہم نے اسے نور بنا دیا، ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں اس کے ذریعے سے ہدایت دیتے ہیں......۔"

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى ﴾ ''اور اس نے آپ کو تنگ دست پایا، تو اس نے غنی کر دیا۔'' یعنی آپ فقیر اور عیال دار تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ماسوا سے غنی کر دیا اور آپ کو فقیر صابر اور غنی شاکر کا حسین امتزاج بنا دیا۔ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَ سَلَامُهٗ عَلَیْهِ. صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ] ''دولت سامان کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ مال و دولت تو دل کی تونگری اور قناعت کا نام ہے۔''① اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ کَفَافًا وَّقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ] ''یقیناً وہ شخص کامیاب ہو گیا جو مسلمان ہوا، بقدر ضرورت اسے رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو عطا کیا تو اس پر اسے قناعت بھی عطا فرما دی۔''②

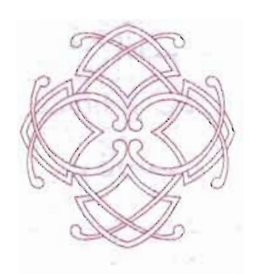
نعمتوں کی قدر کس طرح کی جائے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴾ ''لہٰذا آپ یتیم پر سختی نہ کریں۔'' یعنی جیسے آپ یتیم تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹھکانا عطا فرمایا، اسی طرح آپ بھی یتیم پر سختی نہ کریں، یعنی آپ اسے نہ ذلیل کریں، نہ اسے ڈانٹیں اور نہ اسے بے عزت کریں بلکہ اس سے لطف و احسان کا معاملہ کریں۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یتیم کے لیے اس طرح ہو جاؤ جس طرح شفیق باپ ہوتا ہے۔③ ﴿ وَأَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴾ ''اور آپ مانگنے والے کو نہ جھڑکیں۔'' یعنی جس طرح آپ رستے سے ناواقف تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیدھا رستہ دکھایا، اسی طرح تم بھی علمی رہنمائی حاصل کرنے والے سائل کو نہ جھڑکو۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ کمزور بندگان الٰہی کے لیے جابر، متکبر، بدخلقی اور سختی سے پیش آنے والے نہ بنو۔④ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسکین کو شفقت اور نرمی سے جواب دو۔⑤

﴿ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾ ''اور اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کیجیے۔'' یعنی جس طرح آپ تنگ دست اور فقیر تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنی کر دیا، اسی طرح آپ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کرتے رہیں۔ امام ابو داود نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [لَا یَشْکُرُ اللّٰهَ مَنْ لَّا یَشْکُرُ النَّاسَ] ''جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔''⑥ اسے امام ترمذی نے بھی روایت کیا اور صحیح قرار دیا ہے۔⑦ امام ابو داود نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ

① صحيح البخاري، الرقاق، باب الغنى غنى النفس، حديث: 6446 و صحيح مسلم، الزكاة، باب فضل القناعة......، حديث: 1051. ② صحيح مسلم، الزكاة، باب في الكفاف و القناعة، حديث: 1054. ③ تفسير القرطبي: 100/20 و تفسير ابن أبي حاتم: 3444/10. ④ السيرة النبوية لابن إسحاق، انقطاع الوحي ونزول سورة الضحى: 180,179/1 والسيرة النبوية لابن هشام، تفسير ابن هشام لمفردات سورة الضحى: 243/1. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3444/10. ⑥ سنن أبي داود، الأدب، باب في شكر المعروف، حديث: 4811. ⑦ جامع الترمذي، البر والصلة، باب ما جاء في الشكر لمن أحسن إليك، حديث: 1954.

سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:[مَنْ أُبْلِيَ بَلاءً فَذَكَرَهُ فَقَدْ شَكَرَهُ وَإِنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ] ''جس شخص پر کوئی احسان کیا گیا اور اس نے اس (احسان) کا ذکر کیا تو یقیناً اس نے اس کا شکر ادا کیا اور اگر اس نے اسے چھپایا تو یقیناً اس نے اس کی ناشکری و ناقدری کی۔'' اس حدیث کے بیان کرنے میں امام ابوداود منفرد ہیں۔①

سورۂ ضحیٰ کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① سنن أبي داود، الأدب، باب في شكر المعروف، حديث :4814.



یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ① وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ② الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ③ وَرَفَعْنَا لَكَ

(اے نبی!) کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟① اور ہم نے آپ سے آپ کا بوجھ اتار دیا② جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی③ اور ہم

ذِكْرَكَ ④ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑤ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑥ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ⑦ وَاِلٰى

نے آپ کے لیے آپ کا ذکر اونچا کر دیا④ پھر بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے⑤ بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے⑥ چنانچہ جب آپ فارغ

رَبِّكَ فَارْغَبْ ⑧

ہو جائیں تو محنت کیجیے⑦ اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کیجیے⑧

تفسیر آیات: 1-8

شرح صدر کے معنی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ① ﴾ ''(اے نبی!) کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟'' یعنی بے شک ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ کھول دیا ہے، اسے منور، کشادہ، وسیع اور فراخ کر دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ﴾ (الأنعام 6:125) ''چنانچہ اللہ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کے سینے کو کھول دیا تھا، اسی طرح اس نے آپ کی شریعت کو بھی بے حد فراخ، وسیع، کشادہ اور آسان بنا دیا ہے کہ اس میں نہ کوئی حرج ہے، نہ کوئی بوجھ اور نہ کوئی تنگی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول پر نعمتوں کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ② ﴾ ''اور ہم نے آپ سے آپ کا بوجھ اتار دیا۔'' یہ آیت کریمہ اس آیت کے معنی میں ہے: ﴿ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ﴾ (الفتح 48:2) ''تاکہ اللہ آپ کے لیے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔'' ﴿ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ③ ﴾ ''جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی۔'' إِنْقَاض کے معنی آواز کے ہیں اور کئی ایک ائمۂ سلف نے اس کے معنی یہ بیان فرمائے ہیں کہ جس کا بوجھ آپ کے لیے بہت گراں تھا۔ ①

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3445/10 والدر المنثور: 615/6 وتفسیر الماوردی: 297/6.

رفع ذکر کے معنی: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ④ ﴾ ''اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔'' کے بارے میں امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے نبی! میرے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر بھی ضرور کیا جائے گا، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ ساتھ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ کی صدائیں بھی ضرور آئیں گی۔① امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں آپ کے ذکر کو بلند فرما دیا ہے، چنانچہ جب بھی کوئی خطیب خطبہ دیتا ہے یا کوئی تشہد پڑھتا ہے یا کوئی نماز ادا کرتا ہے تو وہ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ بھی ضرور پکارتا ہے۔②

مشکل کے بعد آسانی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑤ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑥ ﴾ ''پھر بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے، بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہوتی ہے اور پھر بطور تاکید اسے دوبارہ ذکر فرمایا ہے۔

فراغت کے بعد ذکر کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ⑦ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ⑧ ﴾ ''چنانچہ جب آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کیجیے اور اپنے پروردگار ہی کی طرف رغبت کیجیے۔'' یعنی جب آپ دنیا کے امور اور مشاغل سے فارغ ہو جائیں اور دنیاوی لگاؤ ختم کر لیں تو پھر عبادت میں خوب خوب محنت کیا کریں، پورے نشاط اور فارغ البالی کے ساتھ عبادت کے لیے کھڑے ہو جائیں اور اپنے رب تعالیٰ کے لیے نیت اور رغبت کو خالص کر لیں۔ آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث بھی جس کی صحت پر اتفاق ہے، اسی قبیل میں ہے: [لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ] ''جب کھانا حاضر ہو یا بول و براز کی حاجت ہو تو نماز نہیں ہوتی۔''③ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: [إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَحَضَرَ الْعَشَاءُ فَابْدَؤُوا بِالْعَشَاءِ] ''جب نماز کھڑی ہو جائے اور کھانا بھی حاضر ہو تو پہلے کھانا کھا لو۔''④ امام مجاہد اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب امر دنیا سے فارغ ہو جائیں اور نماز کے لیے کھڑے ہونے لگیں تو پھر اپنے رب کی عبادت میں خوب محنت کیا کریں۔⑤

سورۂ انشراح کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① تفسير الطبرى : 296/30 . ② تفسير الطبرى : 296/30 . ③ صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة ، باب كراهة الصلاة بحضرة الطعام......، حديث : 560 وسنن أبي داود، الطهارة، باب أيصلي الرجل وهو حاقن؟ حديث: 89 عن عائشة ﵂. ④ صحيح البخاري، الأطعمة، باب إذا حضر العشاء......، حديث : 5465 عن عائشة ﵂. ⑤ تفسير الطبرى : 299/30 .



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِ ۙ ① وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ ۙ ② وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِ ۙ ③ لَقَدۡ خَلَقۡنَا

قسم ہے انجیر اور زیتون کی ① اور طور سیناء کی ② اور اس پُر امن شہر (مکہ) کی ③ ہم نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں پیدا کیا

الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ ④ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ ۙ ⑤ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

ہے ④ پھر ہم نے اسے نیچوں سے نیچے پھینک دیا ⑤ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے بے انتہا اجر

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ؕ ⑥ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعۡدُ بِالدِّيۡنِ ؕ ⑦ اَلَيۡسَ اللّٰهُ

ہے ⑥ پھر (اے انسان!) اس کے بعد تجھے کون سی چیز جزا وسزا کو جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے ⑦ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم

بِاَحۡكَمِ الۡحٰكِمِيۡنَ ⑧ ع

نہیں ہے؟ ⑧

نماز سفر میں سورۂ تین کی قراءت: امام مالک اور شعبہ نے عدی بن ثابت سے اور انھوں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ سفر میں دو رکعتوں میں سے ایک میں ﴿ وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِ ۙ ① ﴾ کی قراءت فرمایا کرتے تھے، میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کی اچھی آواز یا قراءت نہیں سنی۔ اسے محدثین کی ایک جماعت نے اپنی کتب میں بیان فرمایا ہے۔①

تفسیر آیات:1-8

﴿ التِّيۡنِ ﴾ اور اس کے مابعد کی تفسیر: عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ التِّيۡنِ ﴾ سے مراد سیدنا نوح علیہ السلام کی وہ مسجد ہے جو جودی پہاڑ پر تھی۔② جبکہ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ التِّيۡنِ ﴾ سے مراد تمھاری یہی انجیر ہے۔③

---

① الموطأ للإمام مالك، الصلاة، باب القراءة في المغرب والعشاء :26/1، حديث: 179 و صحيح البخاري، الأذان، باب الجهر في العشاء، حديث: 767 و 769 و صحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، حديث: (175-177)-464 و سنن أبي داود، صلاة السفر، باب قصر قراءة الصلاة في السفر، حديث: 1221 و جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في القراءة في صلاة العشاء ، حديث: 310 و سنن النسائي، الافتتاح، باب القراءة في الركعة الأولى......، حديث: 1002 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب القراءة في صلاة العشاء، حديث: 834، 835 . ② تفسير الطبري: 303/30 .

③ تفسير الطبري: 301/30 .

اور ﴿ الزَّيْتُونِ ① ﴾ کے بارے میں کعب، قتادہ، ابن زید اور کئی دیگر اہل علم کا قول ہے کہ اس سے مراد مسجد بیت المقدس ہے۔ [1] جبکہ مجاہد اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہی زیتون ہے جس سے تم تیل حاصل کرتے ہو۔ [2] اور ﴿ طُورِ سِينِينَ ② ﴾ کے بارے میں کعب احبار اور کئی دیگر اہل علم کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی سے نوازا تھا۔ [3] ﴿ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ③ ﴾ ''اور اس امن والے شہر کی (قسم!)'' یعنی مکہ مکرمہ کی۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، حسن، ابراہیم نخعی، ابن زید اور کعب احبار کا قول ہے۔ [4] اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

بعض ائمہ نے فرمایا ہے کہ یہ تین وہ مقامات ہیں جن میں سے ہر ایک مقام میں اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم اور بڑی بڑی شریعتوں والے انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا تھا: (1) تین اور زیتون کے مقام سے مراد بیت المقدس ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو مبعوث فرمایا۔ (2) طور سینین سے مراد طور سینا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو شرف ہم کلامی سے نوازا۔ (3) مکہ مکرمہ وہ شہر امن ہے کہ جو بھی اس مبارک شہر میں داخل ہوا اس نے امن پا لیا اور یہی وہ مقدس شہر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ [5] اللہ تعالیٰ نے تورات کے آخر میں بھی ان تینوں مقامات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ طور سینا سے آیا، یعنی جہاں اس نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو ہم کلامی کے شرف سے نوازا اور وہ ساعیر سے چمکا، یعنی جبل بیت المقدس سے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور فاران کے پہاڑوں سے اس نے اعلان کیا، یعنی مکہ کے پہاڑوں سے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ [6] تو اللہ تعالیٰ نے ان کی زمانی ترتیب کے مطابق ان کی وجودی ترتیب کے بارے میں خبر دی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک اشرف مقام کی قسم کھائی، پھر اس کے بعد جو اس سے بھی اشرف تھا اس کی اور پھر آخر میں جو ان دونوں سے اشرف تھا، یعنی شہر امن مکہ مکرمہ، اس کی قسم کھائی۔

بہترین شکل وصورت میں پیدا کیے جانے کے باوجود انسان کا پستی میں گرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ④ ﴾ ''البتہ تحقیق ہم نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں پیدا کیا ہے۔'' یہ مقسم علیہ، یعنی وہ چیز ہے جس پر مذکورہ بالا قسمیں کھائی گئی ہیں اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت ہی احسن صورت و شکل، متوازن قامت اور حسین و جمیل معتدل و مناسب اعضاء کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، ﴿ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ⑤ ﴾ ''پھر ہم نے اسے نیچوں سے نیچے پھینک دیا۔'' یعنی اسے جہنم رسید کر دیا۔ یہ حضرت مجاہد، ابو العالیہ، حسن، ابن زید اور دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔ [7] یعنی اگر یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسولوں کی اتباع نہ کرے تو پھر اس حسن و جمال کے باوجود اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔''

---

① تفسیر الطبری: 302/30. ② تفسیر الطبری: 301/30. ③ تفسیر الطبری: 303/30. ④ تفسیر الطبری: 306,305/30.
⑤ تفسیر القرطبی: 113/20 نحوہ. ⑥ کتاب مقدس، استثناء، باب: 33، آیت: 2. ⑦ تفسیر الطبری: 310,309/30 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3449,3448/10 وتفسیر البغوی: 277/5.

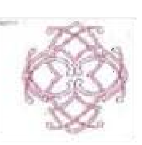
بعض نے کہا ہے کہ ﴿ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝۵ ﴾ سے مراد انسان کو بڑھاپے کی نہایت خراب حالت کی طرف لوٹانا ہے۔ یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ سے مروی ہے،[1] حتی کہ حضرت عکرمہ نے کہا ہے کہ جو شخص قرآن کو پڑھے تو اسے ناکارہ ترین عمر کی طرف نہیں لوٹایا جاتا۔[2] ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[3] لیکن اگر اس سے یہ بات مراد ہوتی تو پھر مومنوں کا اس سے استثنا صحیح نہیں ہے کیونکہ بعض مومن بھی بہت بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں، لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ اس سے وہی مراد ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ (العصر 103:1-3) ''زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔'' ارشاد الٰہی ہے: ﴿ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶ ﴾ ''تو ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔'' یعنی نہ ختم ہونے والا جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ فَمَا يُكَذِّبُكَ ﴾ ''پھر کون سی چیز تجھے جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے؟'' یعنی اے آدم زاد! ﴿ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝۷ ﴾ ''اس کے بعد جزا کو؟'' یعنی آخرت میں جزا کو کیوں جھٹلاتا ہے؟ حالانکہ تجھے ابتدا کا علم ہے اور تو جانتا ہے کہ جس ذات گرامی نے تجھے ابتدا میں پیدا فرمایا وہ اس بات پر بطریق اولیٰ قادر ہے کہ تجھے دوبارہ بھی پیدا کر سکے تو جب تجھے اس بات کا علم ہے تو پھر آخرت کی تکذیب پر تجھے کون سی چیز آمادہ کرتی ہے؟

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸ ﴾ ''کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟'' یعنی کیا وہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے جو کسی پر بھی ظلم و زیادتی نہیں کرتا اور یہ بھی اس کے عدل کا تقاضا ہے کہ وہ قیامت برپا کرے تاکہ دنیا میں جس پر ظلم ہوا، اسے ظالم سے بدلہ دلوائے۔ ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ مرفوع حدیث قبل ازیں بیان کی ہے کہ ''جو شخص ﴿ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝۱ ﴾ کی تلاوت کرتے ہوئے اس آخری آیت: ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸ ﴾ پر پہنچے تو وہ یہ کہے: [بَلٰى ! وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ] ''کیوں نہیں! میں بھی اس کی گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔''[4]

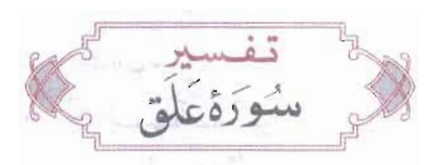
سورۂ تین کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



---

[1] تفسیر الطبری: 309,308/30. [2] تفسیر الطبری: 311/30. [3] تفسیر الطبری: 310/30. [4] یہ روایت المصباح المنیر میں نہیں گزری، البتہ تفسیر ابن کثیر (مفصل)، القیامۃ، آیت: 40 کے تحت مذکور ہے، نیز دیکھیے مسند الحمیدی: 437/2، حدیث: 995 وسنن أبی داود، الصلاۃ، باب مقدار الرکوع والسجود، حدیث: 887 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ والتین، حدیث: 3347 لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡ عَلَّمَ

اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا①اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا②پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے③وہ ذات

بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴿۵﴾

جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا④اس نے انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا⑤

یہ قرآن مجید کی سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت ہے

تفسیر آیات:1-5

حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا آغاز اور پہلی وحیٔ الٰہی: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز نیند میں سچے خوابوں سے ہوا، آپ جو خواب بھی دیکھتے وہ اپنی تعبیر میں اس درجے روشن اور صحیح ثابت ہوتا تھا جیسا کہ سپیدۂ صبح کا ظہور ہوتا ہے، پھر آپ کو خلوت محبوب ہو گئی اور آپ غار حرا میں تشریف لا کر مصروف عبادت رہنے لگے، گاہے گاہے آپ اہل خانہ کے پاس بھی تشریف لے آتے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے لیے کھانے پینے کا کچھ سامان تیار فرما دیتی تھیں اور آپ اسے لے کر پھر غار حرا میں واپس تشریف لے جاتے تھے، اسی طرح آپ غار حرا میں عبادت میں مشغول تھے کہ اچانک آپ کے پاس فرشتہ آیا اور کہنے لگا: [اِقۡرَاۡ] ''پڑھیے'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَقُلۡتُ: مَا أَنَا بِقَارِئٍ] ''میں نے جواب دیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔'' آپ نے فرمایا کہ جب میں نے یہ کہا تو اس فرشتے نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا جس کی وجہ سے مجھے تکلیف محسوس ہونے لگی اور پھر چھوڑ کر مجھ سے دوبارہ کہا: [اِقۡرَاۡ] ''پڑھیے۔'' تو میں نے پھر وہی جواب دیا: [مَا أَنَا بِقَارِئٍ] ''میں پڑھنا نہیں جانتا۔'' تو اس نے پھر مجھے اپنی گرفت میں لے لیا حتی کہ جب مجھے تکلیف محسوس ہونے لگی تو اس نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر تیسری بار کہا: [اِقۡرَاۡ] ''پڑھیے۔'' تو میں نے بھی وہی پہلا جواب دیا: [مَا أَنَا بِقَارِئٍ] ''میں پڑھنا نہیں جانتا۔'' تو اس نے پھر مجھے اپنی گرفت میں لے لیا حتی کہ مجھے تکلیف محسوس ہونے لگی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور ﴿ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿5﴾ ’’اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا، اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے، وہ ذات جس نے قلم کے ذریعے سے (علم) سکھایا، اس نے انسان کو وہ (علم) سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔‘‘ تک کی آیات تلاوت کیں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ گھر واپس تشریف لے آئے، آپ کے کندھے اور گردن کا درمیانی حصہ پھڑک رہا تھا، آپ نے گھر میں تشریف لاتے ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: [زَمِّلُونِي، زَمِّلُونِي] ’’مجھے کپڑا اڑھادو، مجھے کپڑا اڑھادو۔‘‘ انھوں نے فوراً آپ کو کپڑا اڑھادیا حتی کہ جب آپ نے سکون محسوس کیا تو فرمایا: [يَا خَدِيجَةُ! مَا لِيَ؟] ’’خدیجہ! مجھے کیا ہوگیا ہے؟‘‘ پھر آپ نے ان کو سارا واقعہ سنایا اور فرمایا: [وَقَدْ خَشِيتُ عَلَيَّ] ’’مجھے تو اپنی جان کا خوف ہے۔‘‘

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ سارا واقعہ سن کر عرض کی: ہرگز نہیں! آپ کے لیے بشارت ہے، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا کیونکہ بلاشبہ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھا لیتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں اور حق کے سلسلے میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرتے ہیں، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے پاس لے گئیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے اور انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں عیسائیت کو اختیار کرلیا تھا، وہ عربی لکھنا بھی جانتے تھے اور جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا انھوں نے انجیل کو عربی میں لکھا۔[1] اور وہ بہت ضعیف العمر اور نابینا تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ سے کہا: میرے چچا زاد! آپ اپنے بھتیجے کا واقعہ تو سنیے، چنانچہ ورقہ نے پوچھا: برادر زاد! تم نے کیا دیکھا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جو دیکھا تھا، وہ سارا واقعہ بیان فرمادیا تو ورقہ نے کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی لے کر آتا تھا، کاش! میں اس وقت طاقت ور نوجوان ہوتا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہوں جب تمھاری قوم تمھیں تمھارے وطن سے نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ؟] ’’کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟‘‘ ورقہ نے جواب دیا: ہاں، جب بھی کوئی آدمی یہ پیغام لایا جو تم لائے ہو تو اس سے ضرور دشمنی کی گئی۔ اگر وہ دن میری زندگی میں آیا تو میں پوری قوت کے ساتھ تمھاری نصرت وحمایت کروں گا۔ پھر ورقہ کا جلد ہی انتقال ہوگیا اور وحی کا سلسلہ بھی بند ہوگیا جس سے رسول اللہ ﷺ غمزدہ ہوگئے۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ آپ اتنے شدید غمزدہ ہوئے کہ آپ نے کئی بار چاہا کہ اپنے آپ کو پہاڑوں کی بلند چوٹیوں سے گرادیں۔ آپ جب بھی کسی پہاڑ کی چوٹی پر جاتے تو جبریل علیہ السلام نمودار ہوجاتے اور وہ آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہتے: اے محمد ﷺ! بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، اس سے آپ کے دل کو سکون اور جان کو قرار نصیب ہوجاتا اور آپ واپس تشریف لے آتے، پھر جب فترت وحی کا سلسلہ طویل ہوجاتا تو آپ اسی طرح غمگین ہوجاتے

---

[1] بعض روایات میں عربی کے بجائے عبرانی زبان کا ذکر ہے، جیسے: صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ......، حدیث: 3 میں ہے، دونوں باتیں صحیح ہیں کیونکہ ورقہ بن نوفل جس طرح عربی زبان لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اسی طرح عبرانی زبان بھی انھوں نے سیکھ رکھی تھی۔ دیکھیے فتح الباري: 25/1 وشرح النووي: 265/2.

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ⑥ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ⑦ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ⑧ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ

ہرگز نہیں! انسان تو یقیناً البتہ سرکشی کرتا ہے⑥ اس بنا پر کہ وہ خود کو بے پروا سمجھتا ہے⑦ بے شک آپ کے رب ہی کی طرف واپسی ہے⑧ کیا آپ

يَنْهٰى ⑨ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ⑩ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ⑪ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ⑫

نے اسے دیکھا جو منع کرتا ہے⑨ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے؟⑩ بھلا دیکھ تو اگر وہ (بندہ) ہدایت پر ہو⑪ یا تقویٰ کا حکم دیتا ہو؟⑫ بھلا دیکھ تو

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ⑬ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ⑭ كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا

اگر وہ (حق کو) جھٹلاتا اور (اس سے) منہ موڑتا ہو؟⑬ کیا وہ نہیں جانتا کہ بے شک اللہ دیکھ رہا ہے⑭ ہرگز نہیں! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی کے

بِالنَّاصِيَةِ ⑮ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑯ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ⑰ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ⑱

بالوں سے پکڑ کر ضرور گھسیٹیں گے⑮ پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے⑯ چنانچہ اسے چاہیے کہ وہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے⑰ یقیناً ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو

كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ⑲

بلا لیں گے⑱ ہرگز نہیں! آپ اس کی اطاعت نہ کریں اور سجدہ کریں اور اللہ کا قرب حاصل کریں⑲

السجدۃ 15 — ع 1 — 19/21

اور جب پہاڑ کی چوٹی پر جاتے تو پھر جبریل علیہ السلام اسی طرح نمودار ہو کر آپ کو تسلی دیتے۔ [1] یہ حدیث صحیحین میں بروایت امام زہری بیان کی گئی ہے۔ [2] ہم نے اپنی شرح بخاری کے آغاز میں اس حدیث کی سند، متن اور معانی و مطالب پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے، جو چاہے، اسے وہاں ملاحظہ فرما سکتا ہے۔ [3] وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

قرآن مجید کی یہ آیات مبارکہ سب سے پہلے نازل ہوئی تھیں۔ یہ وہ اولین رحمت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازا اور وہ اولین نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سرفراز فرمایا۔

انسان کی عزت اور شرف علم سے ہے: ان آیات کریمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کی تخلیق کی ابتدا خون کی پھٹکی سے ہوئی اور یہ اللہ تعالیٰ کا انسان پر بڑا فضل و کرم ہے کہ اس نے اسے وہ سکھایا جس کا اسے علم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ اسے اشرف اور اکرم بنایا اور یہی وہ چیز ہے جس نے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے ممتاز کر دیا تھا۔ علم کا تعلق کبھی اذہان سے ہوتا ہے، کبھی زبان سے اور کبھی ہاتھ سے لکھنے سے۔ علم کبھی ذہنی ہوتا ہے، کبھی لفظی اور کبھی تحریری۔ تحریری دونوں کو مستلزم ہے لیکن دونوں تحریری کو مستلزم نہیں ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ⑤ ﴾ ”پڑھیے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے، وہ ذات جس نے قلم کے ذریعے سے (علم) سکھایا، اس

[1] مسند أحمد: 233,232/6. **ملحوظہ:** اس حدیث کا آخری حصہ جسے امام زہری رحمہ اللہ نے ”ہمیں یہ بات پہنچی ہے“ کہہ کر بیان کیا ہے، درست نہیں ہے کیونکہ یہ موصولاً بیان نہیں ہوا بلکہ امام زہری کا اپنا اضافہ ہے اور اہل علم کے نزدیک امام زہری کے یہ اضافے جنھیں بَلَاغَاتُ الزُّهْرِي کہا جاتا ہے، ضعیف اور بے حیثیت ہیں۔ دیکھیے فتح الباري: 360,359/12 و صحيح السيرة النبوية للألباني، باب كيفية بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، ص: 86 و الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 114/43. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب: 1، حديث: 4953 و صحيح مسلم، الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، حديث: 160. [3] حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مندرجہ بالا شرح بخاری مکمل نہ کر سکے، نیز یہ مطبوع بھی نہیں ہے، دیکھیے کشف الظنون: 550/2 و الأعلام للزركلي: 320/1.

نے انسان کو وہ (علم) سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔'' اور ایک اثر میں ہے: [قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابَةِ] ''علم کو کتابت کے ساتھ مقید کرلو۔''[1] اور ایک اثر میں یہ بھی ہے: [مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُ] ''جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اسے اس علم کا وارث بنائے گا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔''[2]

تفسیر آیات:6-19

مال کی وجہ سے انسان کی سرکشی پر وعید: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ انسان جب یہ دیکھتا ہے کہ وہ غنی ہے اور اس کے پاس مال کی بہت فراوانی ہے تو وہ خوشی و مسرت، فخر و تکبر اور سرکشی و بغاوت کا مظاہرہ کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو سرزنش اور وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝ ﴾ ''بلاشبہ آپ کے پروردگار ہی کی طرف واپسی ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بالآخر لوٹ کر جانا اور اسی کے پاس ٹھکانا ہے اور وہ اس مال کے بارے میں تم سے حساب لے گا کہ اسے کمایا کیسے اور خرچ کہاں کیا۔

ابوجہل کی مذمت: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝ ﴾ ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے؟'' یہ آیات ابوجہل لَعَنَهُ اللّٰهُ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، اس نے نبی ﷺ کو بیت اللہ کے پاس نماز پڑھنے سے منع کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے تو اسے احسن انداز میں سمجھایا اور فرمایا: ﴿ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤى ۝ ﴾ ''بھلا دیکھ تو اگر وہ ہدایت پر ہو؟'' یعنی تیرا کیا خیال ہے کہ یہ شخص جسے تو منع کرتا ہے شاید یہ اپنے اس فعل کے سرانجام دینے میں سیدھے راستے پر ہو، ﴿ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝ ﴾ ''یا اس نے پرہیز گاری کا حکم دیا ہو۔'' یعنی یہ تو اپنے قول کے ساتھ پرہیز گاری کا حکم دیتے ہیں جبکہ تو انھیں نماز ادا کرنے سے منع کرتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝ ﴾ ''کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ بے شک اللہ دیکھ رہا ہے؟'' یعنی کیا اس ہدایت یافتہ شخص کو نماز ادا کرنے سے منع کرنے والے کو یہ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا اور اس کے کلام کو سن رہا ہے اور وہ عنقریب اسے اس کے فعل کا پورا پورا بدلہ دے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کے انداز میں فرمایا: ﴿ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ﴾ ''ہرگز نہیں! اگر وہ باز نہ آیا'' یعنی اگر یہ اس مخالفت اور عناد سے باز نہ آیا، ﴿ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۝ ﴾ ''تو ہم اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر ضرور گھسیٹیں گے۔'' یعنی قیامت کے دن اس کی پیشانی پر سیاہ داغ لگائیں گے، پھر فرمایا: ﴿ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ ﴾ ''پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے۔'' یعنی ابوجہل کی پیشانی جو اپنی بات میں جھوٹی اور اپنے افعال میں خطا کار ہے ﴿ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝ ﴾ ''چنانچہ اسے چاہیے کہ وہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے۔'' یعنی وہ اپنی قوم کے لوگوں اور اپنے اعزہ و اقارب کو اپنی مدد کے لیے بلا لے۔ ﴿ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ ﴾ ''ہم عنقریب عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔'' ﴿ الزَّبَانِيَةَ ۝ ﴾ سے مراد عذاب کے

---

[1] مسند الفردوس: 204/3، حديث: 4577 والمعجم الكبير للطبراني: 246/1، حديث: 700 عن أنس رضی اللہ عنہ، نیز دیکھیے السلسلة الصحيحة: 40/5-44، حديث: 2026. [2] یہ الفاظ معمولی فرق کے ساتھ حلية الأولياء لأبي نعيم الأصفهاني: 13,12/10، حديث: 14320 میں انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہیں لیکن ضعیف ہیں، دیکھیے السلسلة الضعيفة: 611/1، حديث: 422.

فرشتے ہیں تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ کون غالب آئے گا، ہماری جماعت یا اس کی جماعت۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابوجہل نے کہا کہ اگر میں نے محمد ﷺ کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھ لیا تو میں ان کی گردن روند ڈالوں گا، نبی ﷺ کے پاس جب اس کی یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: [لَوْ فَعَلَهُ لَأَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ] ''اگر وہ ایسا کرے تو اسے فرشتے پکڑ لیں گے۔''[1] امام ترمذی اور نسائی نے بھی اپنی اپنی کتابوں کی کتاب التفسیر میں اس روایت کو اسی طرح بیان فرمایا ہے۔[2] حافظ ابن جریر نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[3]

امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن جریر نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کیا ہے اور یہ الفاظ ابن جریر کے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے کہ ابوجہل بن ہشام کا آپ کے پاس سے گزر ہوا تو اس نے کہا: اے محمد (ﷺ!) کیا میں نے تمھیں اس سے منع نہیں کیا تھا؟ اور وہ آپ کو دھمکیاں دینے لگا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کا نہایت سختی سے جواب دیا اور اسے خوب جھڑکا تو اس نے کہا: اے محمد (ﷺ!) تم مجھے کس چیز سے ڈراتے ہو؟ اللہ کی قسم! بے شک اس وادی میں میری سب سے بڑی جماعت ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿17﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿18﴾﴾ ''چنانچہ اسے چاہیے کہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے، ہم عنقریب عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر ابوجہل اپنی جماعت کے لوگوں کو بلاتا تو عذاب کے فرشتے فوراً اسے اپنی گرفت میں لے لیتے۔ امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[4]

امام ابن جریر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابوجہل نے کہا: کیا محمد (ﷺ) تمھارے درمیان اپنے چہرے کو مٹی پر رکھتا ہے؟ کہا گیا: ہاں تو اس نے کہا کہ لات وعزّیٰ کی قسم! اگر میں نے انھیں اس طرح نماز ادا کرتے دیکھ لیا تو ان کی گردن روند ڈالوں گا اور ان کے چہرے کو مٹی میں ملا دوں گا، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت آیا جب آپ نماز ادا فرما رہے تھے تاکہ آپ کی گردن کو روندے مگر اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ وہ الٹے پاؤں پھر رہا ہے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کر رہا ہے تو اس سے پوچھا گیا کہ یہ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان آگ کی خندق، خوف و رعب اور پر حائل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَوْ دَنَا مِنِّي لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا] ''اگر وہ میرے قریب آ جاتا تو فرشتے اس کے ایک ایک عضو کو کاٹ دیتے۔'' چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم یہ الفاظ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہیں یا نہیں: ﴿كَلَّا إِنَّ

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ﴾ (العلق 96:15،16)، حديث: 4958 تفسیر ابن کثیر میں [لَوْ] کے بجائے [لَئِنْ] ہے جو ہمیں نہیں ملا۔ [2] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة اقرأ باسم ربك، حديث: 3348 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة العلق: 518/6، حديث: 11685. [3] تفسير الطبري: 325/30.

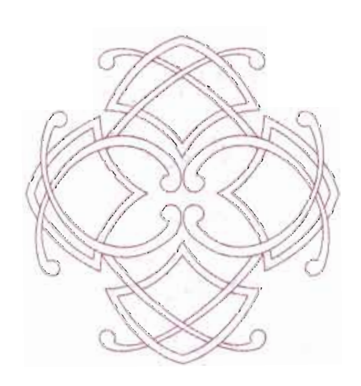
[4] مسند أحمد: 329/1 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة اقرأباسم ربك، حديث: 3349 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة العلق: 518/6، حديث: 11684 و تفسير الطبري: 324،323/30.

الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ۙ﴿۶﴾ ﴾ سے سورت کے آخر تک ۔ [1] اسے امام احمد بن حنبل، مسلم، نسائی اور ابن ابو حاتم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

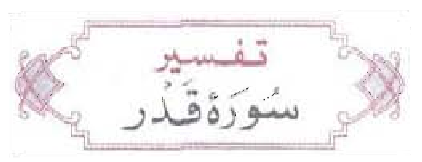
نبی اکرم ﷺ کے لیے تسلی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ کَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ ﴾ ''ہر گز نہیں! آپ اس کی اطاعت نہ کریں۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) جو آپ کو عبادت کی مداومت اور کثرت سے منع کرتا ہے تو آپ اس کی بات نہ مانیں اور جہاں چاہیں نماز ادا کریں اور اس کی کوئی پروانہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہے۔ اور وہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا، ﴿ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ ﴾ ''اور سجدہ کریں اور اللہ کا قرب حاصل کریں۔'' جیسا کہ صحیح مسلم میں بطریق ابو صالح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَقْرَبُ مَايَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ] ''بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب حالت سجدہ میں ہوتا ہے، لہٰذا (سجدے میں) کثرت سے دعا کیا کرو۔'' [3] قبل ازیں یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورۂ انشقاق اور سورۂ علق میں سجدہ فرمایا کرتے تھے۔ [4]

سورۂ علق کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.



[1] تفسیر الطبری:324/30. [2] مسند أحمد:370/2 و صحیح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب قوله: ﴿ إِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ۙ﴿۶﴾ ﴾، حدیث:2797 و تفسیر ابن أبی حاتم:3450/10. [3] صحیح مسلم، الصلاة، باب مایقال فی الركوع والسجود؟ حدیث: 482 . [4] دیکھیے تفسیر ابن کثیر (مفصل)، الانشقاق کے تحت، نیز صحیح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب سجود التلاوة، حدیث:(109)-578 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ.



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ① وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ② لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ

بے شک ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا ① اور آپ کو کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ ② لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر

شَہۡرٍ ③ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡہَا بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ ۚ مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ ④ سَلٰمٌ ۟ ہِیَ

ہے ③ اس رات میں فرشتے اور روح (جبریل) اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں ④ (وہ رات) طلوع فجر تک سلامتی

حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ⑤

(ہی سلامتی) ہے ⑤

تفسیر آیات: 1-5

لیلۃ القدر کی فضیلت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے اور یہی وہ مبارک رات ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ ﴾ (الدخان 44:3) ”بے شک ہم نے اس (قرآن) کو ایک بہت برکت والی رات میں نازل کیا۔“ اس مبارک رات سے مراد لیلۃ القدر ہے جو ماہ رمضان کی ایک رات ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ ﴾ (البقرۃ 2:185) ”رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا کے بیت العزت میں قرآن مجید کو یک بار نازل فرما دیا تھا، پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے تیئیس برس میں رسول اللہ ﷺ پر حسب حالات وواقعات نازل ہوتا رہا۔[1] پھر اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کی، جسے قرآن مجید کے نزول کے لیے منتخب کیا گیا، عظمتِ شان بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ② لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ ③ ﴾ ”اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔“

① تفسیر الطبری: 30/327,328 و تفسیر القرطبی: 20/130.

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [قَدْ جَاءَ كُمْ (شَهْرُ رَمَضَانَ) شَهْرٌ مُّبَارَكٌ، اِفْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ، تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغَلُّ فِيهِ الشَّيَاطِينُ، فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَّنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ] ”تمھارے پاس ماہ رمضان آ گیا ہے جو ماہ مبارک ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض قرار دیے ہیں، اس میں جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے، جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور شیطانوں کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں، اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، جو اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہا، وہ بلاشبہ بڑا محروم ہے۔“[1] اسے امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

لیلۃ القدر کی عبادت جب ایک ہزار مہینے کی عبادت کے بقدر ہے تو اسی وجہ سے صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [......مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ] ”......جس شخص نے ایمان کی حالت میں حصول ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر کا قیام کیا تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے گئے۔“[3]

لیلۃ القدر میں فرشتوں کا نزول: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ ﴾ ”اس میں فرشتے اور روح (جبریل) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر کام کے لیے اترتے ہیں۔“ یعنی اس رات کی کثرتِ برکت کی وجہ سے اس میں فرشتے بھی بکثرت نازل ہوتے ہیں کیونکہ جب برکت و رحمت نازل ہوتی ہے تو فرشتے بھی نازل ہوتے ہیں جیسا کہ تلاوت قرآن کے وقت نازل ہوتے ہیں، ذکر الٰہی کی محفلوں کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور حقیقی طالب علم کی تعظیم کے پیش نظر اپنے پروں کو اس کے لیے بچھاتے ہیں۔ روح کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہاں جبریل علیہ السلام ہیں اور یہ خاص کے عام پر عطف کے باب سے ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ ﴾ ”ہر کام کے لیے۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ رات ہر کام کے لیے سلامتی ہے۔[4] سعید بن منصور نے ﴿ سَلٰمٌ ۛ هِيَ ﴾ کے بارے میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ یہ رات امن اور سلامتی والی ہے، شیطان اس رات کوئی برا یا کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جس میں ایذا ہو۔[5] امام قتادہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ اس رات امور کے فیصلے کیے جاتے اور عمروں اور رزقوں کے اندازے مقرر کیے جاتے ہیں،[6] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ ﴾ (الدخان 4:44) ”اس (رات) میں ہر محکم کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔“

① مسند أحمد: 230/2 البتہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 385/2 کے مطابق ہیں۔ ② سنن النسائي، الصيام، باب ذكر الاختلاف على معمر فيه، حديث: 2108. ③ صحيح البخاري، كتاب و باب فضل ليلة القدر، حديث: 2014 وصحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب الترغيب فى قيام رمضان وهو التراويح، حديث: 760. ④ تفسير الطبرى: 331/30. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3453/10 وتفسير القرطبي: 134/20. ⑥ تفسير الطبرى: 330/30 والدر المنثور: 628/6 وتفسير عبدالرزاق: 446/3، رقم: 3666.

فرمان الٰہی ہے: ﴿ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤ ﴾ ''وہ (رات) طلوع فجر تک سلامتی (ہی سلامتی) ہے۔'' سعید بن منصور نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں فرشتے طلوع فجر تک اہل مساجد کو سلام کہتے ہیں۔[1] اور امام قتادہ اور ابن زید فرماتے ہیں کہ ﴿ سَلٰمٌ ۛ هِيَ ﴾ یہ ساری رات سراپا خیر ہے اور طلوع فجر تک اس میں کوئی شر نہیں ہے۔[2]

لیلۃ القدر کی تعیین اور علامات: اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَيْلَةُ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْبَوَاقِي، مَنْ قَامَهُنَّ ابْتِغَاءَ حِسْبَتِهِنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، وَهِيَ لَيْلَةُ وِتْرٍ: تِسْعٍ أَوْ سَبْعٍ أَوْ خَامِسَةٍ أَوْ ثَالِثَةٍ أَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ] ''لیلۃ القدر آخری دس راتوں میں ہے جو شخص ان راتوں کو حصول ثواب کی نیت سے قیام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، یہ طاق راتوں (یعنی) نویں، ساتویں، پانچویں، تیسری راتوں میں سے کوئی ایک رات یا آخری رات ہے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: [إِنَّ أَمَارَةَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ أَنَّهَا صَافِيَةٌ بَلْجَةٌ، كَأَنَّ فِيهَا قَمَرًا سَاطِعًا سَاكِنَةٌ سَاجِيَةٌ لَّا بَرْدَ فِيهَا وَلَا حَرَّ، وَلَا يَحِلُّ لِكَوْكَبٍ (أَنْ) يُّرْمٰى بِهِ فِيهَا حَتّٰى تُصْبِحَ، وَإِنَّ أَمَارَتَهَا أَنَّ الشَّمْسَ صَبِيحَتَهَا تَخْرُجُ مُسْتَوِيَةً لَّيْسَ لَهَا شُعَاعٌ مِّثْلَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَلَا يَحِلُّ لِلشَّيْطَانِ أَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ] ''بلا شبہ لیلۃ القدر کی نشانی یہ ہے کہ یہ بالکل صاف ہوتی ہے گویا چاند اس میں چڑھا ہوا ہے، اس میں سکون اور دلجمعی ہوتی ہے، نہ اس میں سردی زیادہ ہوتی ہے اور نہ گرمی، اس میں رات بھر کوئی ستارہ ٹوٹ کر نہیں گرتا، اور بے شک اس کی نشانی یہ بھی ہے کہ اس کی صبح کو سورج بالکل صاف ہوتا ہے، اس کی کوئی شعاع نہیں ہوتی، جیسے چودھویں رات کا چاند ہو اور شیطان کے لیے جائز نہیں کہ اس دن اس کے ساتھ نکلے۔''[3] اس کی سند حسن ہے، اس کے متن میں غرابت اور بعض الفاظ میں نکارت ہے۔

امام ابوداود نے اپنی سنن میں ایک باب کا عنوان اس طرح قائم فرمایا ہے کہ اس بات کا بیان کہ لیلۃ القدر ہر رمضان میں ہوتی ہے اور پھر اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا اور میں اس وقت سن رہا تھا تو آپ نے فرمایا: [هِيَ فِي كُلِّ رَمَضَانَ] ''یہ رات ہر رمضان میں ہوتی ہے۔'' اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، ہاں البتہ امام ابوداود نے یہ فرمایا ہے کہ اسے شعبہ اور سفیان نے ابواسحاق از ابن عمر رضی اللہ عنہما موقوفاً روایت کیا ہے۔[4]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف فرمایا اور ہم نے

---

① تفسير القرطبي: 134/20. ② تفسير الطبري: 331/30. ③ مسند أحمد: 324/5 قوسین والا لفظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہے۔ ④ سنن أبي داود، شهر رمضان، باب من قال: هي في كل رمضان، حديث: 1387.

بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا تو آپ کے پاس جبریل آئے اور انھوں نے کہا کہ آپ کو جس کی تلاش ہے وہ تو آگے ہے، پھر آپ نے درمیانی عشرے کا اعتکاف فرمایا، ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا تو پھر جبریل آئے اور انھوں نے کہا کہ آپ کو جس کی تلاش ہے وہ تو آگے ہے، پھر نبی ﷺ نے رمضان کی بیسویں تاریخ کی صبح یہ خطبہ ارشاد فرمایا: [مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ (مَعِي) فَلْيَرْجِعْ فَإِنِّي (رَأَيْتُ) لَيْلَةَ الْقَدْرِ، وَإِنِّي (أُنْسِيتُهَا) ، وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ، وَّإِنِّي رَأَيْتُ كَأَنِّي أَسْجُدُ فِي طِينٍ وَّمَاءٍ] ''جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ پھر لوٹ آئے، میں نے لیلۃ القدر کو دیکھا تھا مگر میں اسے بھلا دیا گیا ہوں، بہر حال وہ آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے، میں نے دیکھا گویا میں مٹی اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔'' اس وقت مسجد نبوی کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی، ہمیں آسمان صاف دکھائی دے رہا تھا اور پھر ایک بادل آیا اور بارش ہوگئی، نبی ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی تو میں نے مٹی اور پانی کے نشانات رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک پر دیکھے جس سے آپ کے خواب کی تصدیق ہوگئی۔ [1]

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اکیسویں رات کی صبح میں نے دیکھا۔ اس حدیث کو صحیح بخاری و مسلم میں بیان کیا گیا ہے۔ [2] امام شافعی فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کے بارے میں یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ [3] اور بعض نے صحیح مسلم میں عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے پیش نظر کہا ہے کہ لیلۃ القدر تیئیسویں رات ہے۔ [4] یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ پچیسویں رات بھی ہوسکتی ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ (لَيْلَةَ الْقَدْرِ)، فِي تَاسِعَةٍ تَبْقٰى، فِي سَابِعَةٍ تَبْقٰى، فِي خَامِسَةٍ تَبْقٰى] ''اسے، یعنی لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو (یعنی) جب نویں رات باقی ہو، ساتویں باقی ہو اور پانچویں باقی ہو۔'' [5] بہت سے علماء نے اس حدیث کی شرح میں یہ کہا ہے کہ اسے طاق راتوں میں تلاش کرو اور یہی مفہوم ظاہر اور مشہور ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ستائیسویں رات ہوتی ہے کیونکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ یہ ستائیسویں رات ہے۔ [6]

امام احمد رحمہ اللہ نے زِر سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ابو المنذر! آپ کے بھائی ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو شخص سارا سال قیام کرے وہ لیلۃ القدر کو پالے گا۔ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے، انھیں

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب السجود على الأنف في الطين، حديث: 813 و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل ليلة القدر......، حديث: (216)-1167، البتہ پہلی اور تیسری قوسین والا لفظ صحيح البخاري، حديث: 2018 اور دوسری قوسین والا لفظ مسند أحمد: 24/3 کے مطابق ہے۔ [2] صحيح البخاري، الاعتكاف، باب الاعتكاف في العشر الأواخر، حديث: 2027 و صحيح مسلم، الصيام، باب فضل ليلة القدر......، حديث: 1167. [3] جامع الترمذي، الصوم، باب ما جاء في ليلة القدر، تحت الحديث: 792. [4] دیکھیے صحيح مسلم، الصيام، باب فضل ليلة القدر......، حديث: 1168.
[5] صحيح البخاري، فضل ليلة القدر، باب تحري ليلة القدر......، حديث: 2021 قوسین والے الفاظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہیں۔
[6] دیکھیے صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب الندب الأكيد إلى قيام ليلة القدر......، حديث: 762.

یہ معلوم ہے کہ یہ ماہ رمضان کی ایک رات ہے اور یہ ستائیسویں رات ہے اور پھر انھوں نے قسم کھا کر یہ بات فرمائی تو میں نے عرض کی: آپ اسے کس طرح معلوم کرتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اس علامت یا نشانی کے ساتھ جو ہمیں بتائی گئی ہے اور وہ یہ کہ اس دن جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی شعاعیں نہیں ہوتیں۔ [1] اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ انتیسویں رات ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے لیلۃ القدر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فِي رَمَضَانَ فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَإِنَّهَا فِي وِتْرٍ (فِي) إِحْدٰى وَعِشْرِينَ أَوْثَلَاثٍ وَّعِشْرِينَ أَوْ خَمْسٍ وَّعِشْرِينَ أَوْ سَبْعٍ وَّعِشْرِينَ أَوْتِسْعٍ وَّعِشْرِينَ أَوْفِي آخِرِ لَيْلَةٍ] ”یہ رات رمضان میں ہے، اسے اس کے آخری عشرے میں تلاش کرو، بلاشبہ یہ طاق راتوں میں ہے، اکیسویں یا تیئیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں رات میں یا پھر آخری رات میں ہے۔“ [3] امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا: [إِنَّهَا لَيْلَةُ سَابِعَةٍ أَوْتَاسِعَةٍ وَّعِشْرِينَ، إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فِي الْأَرْضِ أَكْثَرُمِنْ عَدَدِ الْحَصٰى] ”بلاشبہ یہ ستائیسویں یا انتیسویں رات ہے، بے شک اس رات زمین میں فرشتے کنکریوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔“ [4] اس حدیث کے بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں لیکن اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابو قلابہ سے روایت کیا ہے کہ لیلۃ القدر آخری عشرے میں ایک رات سے دوسری رات میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ [5] یعنی ایک سال ایک رات اور دوسرے سال دوسری کسی رات میں ہوتی ہے۔ امام ترمذی نے ابو قلابہ سے یہ جو بیان کیا ہے، یہ امام مالک، ثوری، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو ثور، مزنی، ابو بکر بن خزیمہ اور دیگر ائمہ سے بھی مروی ہے، نیز یہ امام شافعی سے بھی مروی ہے جیسا کہ قاضی نے آپ سے یہ بیان کیا ہے۔ [6] اور بظاہر بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

لیلۃ القدر کی دعا: مستحب یہ ہے کہ تمام اوقات میں کثرت سے دعا کی جائے خصوصاً رمضان میں، پھر رمضان کے آخری عشرے بالخصوص اس کی طاق راتوں میں تو بے حد کثرت سے دعا کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ کثرت کے ساتھ یہ دعا کی جائے: [اَللّٰهُمَّ! إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي] ”اے اللہ! بے شک تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، چنانچہ مجھے معاف فرما۔“ جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو میں کیا دعا کروں؟ آپ نے فرمایا: [قُولِي: اَللّٰهُمَّ! إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي] ”کہا کر: اے اللہ! بلاشبہ تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، چنانچہ مجھے معاف فرما۔“ [7] اسے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ

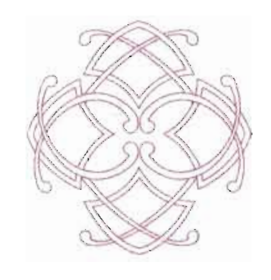
---

[1] مسند أحمد: 131,130/5. [2] صحیح مسلم، صلاة المسافرین وقصرها، باب الندب الأکید إلی قیام لیلة القدر......، حدیث: 762. [3] مسند أحمد: 318/5 قوسین والا لفظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہے، نیز اس حدیث میں [أَوْفِي آخِرِ لَيْلَةٍ] کے الفاظ ضعیف ہیں، دیکھیے الموسوعة الحدیثیة (مسند أحمد): 387/37. [4] مسند أحمد: 519/2. [5] جامع الترمذی، الصوم، باب ماجاء فی لیلة القدر، تحت الحدیث: 792. [6] تفسیر القرطبی: 135/20. [7] مسند أحمد: 182/6.

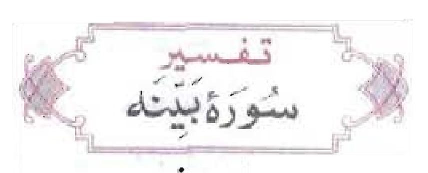
نے بطریق کہمس بن حسن از عبداللہ بن بریدہ از عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[1] اسے امام حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں بیان کیا اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔[2] نیز اسے امام نسائی نے بطریق سفیان ثوری از علقمہ بن مرثد از سلیمان بن بریدہ از عائشہ رضی اللہ عنہا بھی روایت کیا ہے۔[3]

سورۂ قدر کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① جامع الترمذی، الدعوات، باب فی فضل سؤال العافیة والمعافاة، حدیث: 3513 والسنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب سورة القدر: 519/6، حدیث :11688 وسنن ابن ماجه، الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافیة ، حدیث: 3850.
② المستدرك للحاکم، الدعاء والتکبیر...... :530/1، حدیث: 1942 . ③ السنن الکبرٰی للنسائی، عمل الیوم واللیلة، ب مایقول إذا وافق لیلة القدر: 219/6، حدیث : 10713 .



یہ سورت مدنی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ۙ﴿۱﴾

اہل کتاب کے بعض کافر اور مشرکین (کفر سے) رکنے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے پاس واضح دلیل آ جائے ① اللہ کی طرف سے ایک

رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً ۙ﴿۲﴾ فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ؕ﴿۳﴾ وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا

رسول جو پاکیزہ صحیفے پڑھے ② جن میں درست اور معتدل احکام ہیں ③ اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی، ان میں تفرقہ ان کے پاس

الۡکِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ؕ﴿۴﴾ وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۬ۙ

واضح دلیل آ جانے کے بعد پڑا ④ حالانکہ انھیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ بندگی کو اللہ کے لیے خالص کر کے، یکسو ہو کر، اس کی عبادت کریں، اور

حُنَفَآءَ وَ یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ذٰلِکَ دِیۡنُ الۡقَیِّمَۃِ ؕ﴿۵﴾

وہ نماز کو قائم کریں اور زکاۃ دیں، اور یہی سیدھی ملت کا دین ہے ⑤

رسول اللہ ﷺ کا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو سورۂ بینہ سنانا: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھارے سامنے ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ پڑھوں۔“ انھوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ] ”ہاں۔“ چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے۔[1] اسے امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی بطریق شعبہ روایت کیا ہے۔[2]

تفسیر آیات:1-5

کفار اہل کتاب اور مشرکین کا حال: اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے عرب و عجم کے بتوں اور آگ کے پجاری مراد ہیں۔ امام مجاہد فرماتے ہیں: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ

① مسند أحمد : 130/3 . ② صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب مناقب أبي بن كعب رضي الله عنه، حديث:3809 وصحيح مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب قراءة القرآن على أهل الفضل......، حديث:(246)-799 وجامع الترمذي، المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل......، حديث:3792 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة البينة:520/6، حديث .11691.

وہ باز رہنے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے لیے حق واضح ہو جائے۔[1] امام قتادہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔[2] ﴿حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ ①﴾ ”یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے۔“ یعنی یہ قرآن، پھر ﴿اَلْبَیِّنَةُ ①﴾ ”کھلی دلیل“ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ②﴾ ”اللہ کی طرف سے ایک رسول جو پاکیزہ صحیفے پڑھے۔“ یعنی حضرت محمد ﷺ جو اس قرآن عظیم کی تلاوت فرماتے ہیں جو ملاءِ اعلیٰ میں پاک صحیفوں میں لکھا ہے جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ۙ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ۙ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ؕ﴾ (عبس 80:13-16) ”(وہ) قابل احترام صحیفوں میں (محفوظ) ہے جو بلند کیے ہوئے، پاک کیے ہوئے ہیں، ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو معزز، نیکوکار ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ ③ؕ﴾ ”جن میں درست، معتدل احکام ہیں۔“ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ ان پاک صحیفوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی آیات کریمہ لکھی ہوئی ہیں جو بڑی مستحکم، مبنی بر عدل، سیدھی اور صاف صاف ہیں کہ ان میں غلطی کا کوئی امکان نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہیں۔[3]

اختلاف علم آنے کے بعد پیدا ہوا: ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ ④ؕ﴾ ”اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں تفرقہ ان کے پاس واضح دلیل آجانے کے بعد پڑا۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۙ﴾ (آل عمرٰن 3:105) ”اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ان کے پاس واضح احکام آجانے کے بعد انھوں نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا اور ان لوگوں کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“ ان سے مراد وہ امتیں ہیں جن پر ہم سے پہلے کتابیں نازل کی گئیں، اللہ تعالیٰ نے جب ان پر دلائل و بینات کو پورا کر دیا تو یہ مختلف فرقوں میں بٹ گئے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اپنی کتابوں میں بہت زیادہ اختلاف کرنے لگ گئے جیسا کہ مختلف سندوں سے مروی حدیث میں آیا ہے: [إِنَّ الْیَهُودَ اخْتَلَفُوا عَلٰی إِحْدٰی وَسَبْعِینَ فِرْقَةً، وَّإِنَّ النَّصَارٰی اخْتَلَفُوا عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِینَ فِرْقَةً، وَّسَتَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِینَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِی النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً] ”بلاشبہ یہودی اکہتر (71) فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور عیسائی بہتر (72) فرقوں میں اور عنقریب یہ امت تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، سب جہنم رسید ہوں گے سوائے ایک فرقے کے۔“ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: [مَا أَنَا عَلَیْهِ وَأَصْحَابِی] ”(جن کا عمل اس کے مطابق ہوگا) جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔“[4]

---

① تفسیر الطبری: 332/30. ② تفسیر الطبری: 332/30. ③ تفسیر الطبری: 333/30. ④ یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے، البتہ یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ ان مقامات پر ہے: صحیح ابن حبان، ذکر افتراق الیهود والنصارٰی......: 140/14، حدیث: 6247 و 125/15، حدیث: 6731 ومسند أحمد: 332/2 ومسند أبی یعلی الموصلی: 317/10، حدیث: 5910 وسنن أبی داود، السنة، باب شرح السنة، حدیث: 4596 وجامع الترمذی، الإیمان، باب ماجاء فی افتراق هذه الأمة، حدیث: 2640 وسنن ابن ماجه، الفتن، باب افتراق الأمم، حدیث: 3991 والمستدرك للحاكم، العلم، فصل فی توقیر العالم: 128/1، حدیث: 442,441 کلهم عن أبی هریرة ﷺ وجامع الترمذی، حدیث: 2641 والمستدرك للحاكم، حدیث: 444 کلاهما عن عبدالله بن عمرو ﷺ وسنن ابن ماجه، حدیث: 3992 عن عوف بن مالك ﷺ.

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ

بے شک اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا اور مشرکین آتشِ جہنم میں جلیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہی لوگ مخلوق میں بدترین

هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ؕ ⑥ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ ⑦ جَزَآؤُهُمْ

ہیں⑥ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، وہی لوگ مخلوق میں بہترین ہیں⑦ ان کی جزا ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے

عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا

والے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ابد تک، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اس کو ملتا ہے جو اپنے

عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ⑧ ع

رب سے ڈر گیا⑧

ع 1 8 23

اللہ تعالیٰ کا حکم اخلاص عبادت تھا: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ ''اور انھیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ بندگی کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس کی عبادت کریں۔'' جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○ ﴾ (الأنبیاء 21:25) ''اور ہم نے آپ سے پہلے جو پیغمبر بھیجا اس کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ بے شک میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا تم میری ہی عبادت کرو۔'' اسی لیے فرمایا: ﴿ حُنَفَآءَ ﴾ ''یکسو ہو کر'' یعنی شرک سے بالکل الگ تھلگ ہو کر اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ (النحل 16:36) ''اور البتہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک پیغمبر بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔'' حنیف کی تفسیر سورۂ انعام میں قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ ①

﴿ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ ''اور نماز قائم کریں۔'' یہ تمام بدنی عبادتوں میں سے سب سے اشرف عبادت ہے ﴿ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ ﴾ ''اور زکاۃ دیں۔'' یہ فقراء اور محتاجوں کے ساتھ احسان کی بہترین صورت ہے، ﴿ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ⑤ ﴾ ''اور یہی سیدھی ملت کا دین ہے۔'' یعنی قائم و عادل ملت کا یا مستقیم و معتدل امت کا۔

تفسیر آیات: 6-8

بدترین اور بہترین مخلوق اور ان کا صلہ: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اہل کتاب کے فاجر و کافر اور مشرکین جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی مخالفت کرنے والے ہیں، ان کا انجام یہ ہوگا کہ وہ روز قیامت دوزخ کی آگ میں پڑیں گے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے، اس سے نہ کبھی نکل سکیں گے اور نہ کبھی الگ ہو سکیں گے، ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ⑥ ﴾ ''یہی لوگ مخلوق میں بدترین ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جس قدر مخلوقات کو پیدا فرمایا اور وجود بخشا ہے، ان میں سے سب سے بدتر مخلوق یہ لوگ ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان ابرار و نیکوکار لوگوں کا حال بیان فرمایا ہے جنھوں نے

---

① دیکھیے الأنعام، آیت: 161-163 کے تحت، نیز مزید تفصیل کے لیے دیکھیے تفسیر ابن کثیر (مفصل)، انھی آیات کے ذیل میں۔

دلوں کی اتھاہ گہرائیوں سے ایمان قبول کرلیا اور اپنے جسموں کے ساتھ اعمال صالحہ بجالا کر اس ایمان پر مہر تصدیق ثبت کردی کہ یہ لوگ تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ اس آیت کریمہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور علمائے کرام کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ مخلوق میں سے اہل ایمان فرشتوں سے افضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ ﴾ ''یہی لوگ مخلوق میں بہترین ہیں۔''[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ ''ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں'' یعنی قیامت کے دن ﴿ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴾ ''ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ابد تک۔'' یعنی ان باغات سے نہ کبھی جدا ہوں گے، نہ یہ باغات ہی کبھی ختم ہوں گے اور نہ انھیں کبھی ان سے فارغ کیا جائے گا۔ ﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾ ''اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کو یہ جو ابدی و سرمدی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے، ان سے راضی ہونے کا مقام ان سب سے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ نعمت ہے، ﴿ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾ ''اور وہ اس (اللہ) سے راضی ہوگئے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کو اپنے بے پایاں فضل و کرم سے جو سرفراز فرمایا تو وہ بھی اپنے رب تعالیٰ سے راضی ہوگئے۔ ﴿ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝ ﴾ ''یہ (صلہ) اس کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈر گیا۔'' یعنی یہ صلہ اس سعادت مند کو نصیب ہوگا جس کے دل میں خشیتِ الٰہی ہو اور وہ اللہ سے اس طرح ڈرے جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اس کی اس طرح عبادت کرے گویا اسے دیکھ رہا ہے اور یہ بھی جان لے کہ اگر یہ اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو ضرور اسے دیکھ رہا ہے۔

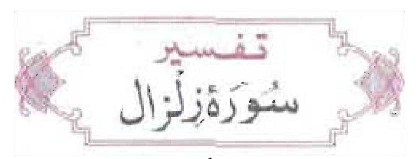
امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الْبَرِيَّةِ؟] ''بھلا میں تمھیں بتاؤں کہ تمام خلقت سے بہتر کون ہے؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: [رَجُلٌ آخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، كُلَّمَا كَانَتْ هَيْعَةٌ اسْتَوٰى عَلَيْهِ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالَّذِي يَلِيهِ؟] ''وہ شخص جو اللہ کے رستے میں اپنے گھوڑے کی لگام کو پکڑے ہوئے ہو اور جب بھی دشمن کی طرف سے کوئی خوف زدہ کردینے والی آواز آئے تو وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھ جائے، بھلا میں تمھیں بتاؤں کہ اس کے بعد بہتر کون ہے؟'' صحابہ نے عرض کی: ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: [رَجُلٌ فِي ثُلَّةٍ مِّنْ غَنَمِهِ، يُقِيمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ الْبَرِيَّةِ؟] ''وہ شخص جو اپنی بکریوں کے ریوڑ میں ہو اور نماز پڑھتا اور زکاۃ دیتا ہو، بھلا میں تمھیں بتاؤں کہ ساری مخلوق سے بدتر کون ہے؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: [اَلَّذِي يُسْأَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِي بِهِ] ''وہ شخص جس سے اللہ کے نام پر مانگا جائے اور وہ نہ دے۔''[2]

سورۂ بینہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 3454/10. [2] مسند أحمد: 396/2.



یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ① وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ② وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ③

جب زمین پورے زور سے ہلائی جائے گی ① اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی ② اور انسان کہے گا: اسے کیا ہوا؟ ③ اس دن وہ اپنے

يَوْمَىِٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ④ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ⑤ يَوْمَىِٕذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا

(اوپر گزرنے والے) حالات بیان کرے گی ④ کیونکہ بے شک آپ کا رب اسے (یہی) حکم دے گا ⑤ اس روز لوگ الگ الگ ہو کر لوٹیں گے تاکہ

اَعْمَالَهُمْ ⑥ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ⑦ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧

ع 1 8 24

انھیں ان کے اعمال دکھائے جائیں ⑥ لہٰذا جس نے ذرہ بھر بھلائی کی وہ اسے دیکھ لے گا ⑦ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ بھی اسے دیکھ لے گا ⑧

سورۂ زلزال کی فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے پڑھائیے، آپ نے فرمایا: [اِقْرَأْ ثَلَاثًا مِّنْ ذَاتِ ﴿الٓرٰ﴾] ''﴿الٓرٰ﴾ والی تین سورتیں پڑھ لو۔'' تو اس شخص نے عرض کی: میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، دل سخت ہو گیا ہے اور زبان ثقیل ہوگئی ہے، آپ نے فرمایا: [فَاقْرَأْ مِنْ ذَاتِ ﴿حٰمٓ﴾] ''پھر حٰمٓ والی سورتیں پڑھ لو۔'' تو اس نے پھر اپنی پہلی بات دوہرائی تو آپ نے فرمایا: [اِقْرَأْ ثَلَاثًا مِّنَ الْمُسَبِّحَاتِ] ''مسبحات میں سے تین سورتیں پڑھ لو۔'' تو پھر بھی اس نے وہی جواب دیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایک جامع سورت پڑھا دیجیے تو آپ نے اسے سورۂ ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ①﴾ پڑھائی حتی کہ جب آپ اسے پڑھانے سے فارغ ہو گئے تو اس شخص نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے! میں اس پر کبھی کچھ اضافہ نہیں کروں گا، پھر جب یہ آدمی پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَفْلَحَ الرُّوَيْجِلُ، أَفْلَحَ الرُّوَيْجِلُ] ''یہ شخص کامیاب ہو گیا، یہ شخص کامیاب ہو گیا۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [عَلَيَّ بِهِ] ''اسے میرے پاس بلاؤ۔'' جب یہ واپس آگیا تو آپ نے فرمایا: [أُمِرْتُ بِيَوْمِ الْأَضْحٰى جَعَلَهُ اللّٰهُ عِيدًا لِّهٰذِهِ الْأُمَّةِ] ''مجھے اضحی کے دن (قربانی کرنے) کا حکم بھی دیا گیا ہے (اور) اسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کی عید قرار دے دیا ہے۔'' اس شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر میرے پاس دودھ دینے والا صرف ایک مادہ جانور ہو تو کیا اس کی قربانی کر دوں؟ آپ نے فرمایا: [لَا، وَلٰكِنَّكَ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَتُقَلِّمُ أَظْفَارَكَ

وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَ تَحلِقُ عَانَتَكَ فَذَاكَ تَمَامُ أُضحِيَّتِكَ عِندَاللّٰهِ (عَزَّوَجَلَّ)] ''نہیں بلکہ تم اپنے بال کاٹ دو، ناخن تراش دو، مونچھیں کاٹ دو اور زیر ناف بال صاف کر دو تو اسی سے اللہ تعالیٰ کے ہاں تمھاری قربانی پوری ہو جائے گی۔''[1]
اس حدیث کو امام ابوداود اور نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔[2]

تفسیر آیات:1-8

قیامت کے دن زمین اور لوگوں کا حال: ﴿ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ﴾ ''جب زمین پورے زور سے ہلا دی جائے گی۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زمین اپنے نیچے سے حرکت کرنے لگے گی۔[3] ﴿ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ﴾ ''اور زمین اپنے بوجھ (باہر) نکال دے گی۔'' یعنی اس میں جو مردے مدفون ہوں گے انھیں باہر نکال دے گی جیسا کہ ائمہ سلف میں سے کئی ایک نے یہ فرمایا۔[4] یہ آیت حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ○﴾ (الحج 22:1) ''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی (ہولناک) چیز ہے۔'' نیز اس آیت کی طرح بھی ہے: ﴿ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ ۙ﴾ (الانشقاق 84:3،4) ''اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس میں ہے اسے پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔''

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تَقِیءُ الْأَرضُ أَفلَاذَ كَبِدِهَا أَمثَالَ الْأُسطُوَانِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، فَيَجِیءُ الْقَاتِلُ فَيَقُولُ: فِی هٰذَا قَتَلتُ، وَيَجِیءُ الْقَاطِعُ فَيَقُولُ: فِی هٰذَا قَطَعتُ رَحِمِی، وَيَجِیءُ السَّارِقُ فَيَقُولُ: فِی هٰذَا قُطِعَت يَدِی، ثُمَّ يَدَعُونَهُ فَلَا يَأْخُذُونَ مِنهُ شَيئًا] ''زمین اپنے جگر گوشوں کو سونے چاندی کے ڈھیروں کی طرح پھینک دے گی۔ قاتل آئے گا اور کہے گا کہ میں نے اس کی وجہ سے قتل کیا تھا، قطع رحمی کرنے والا آئے گا اور کہے گا کہ میں نے اسی کی وجہ سے قطع رحمی کی تھی، چور آئے گا اور وہ کہے گا کہ اسی کی وجہ سے میرے ہاتھ کو کاٹ دیا گیا تھا، پھر وہ اسے چھوڑ دیں گے اور اس میں سے کچھ بھی نہ لیں گے۔''[5]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ﴾ ''اور انسان کہے گا: اسے کیا ہوا؟'' انسان اس کے معاملے کو تعجب سے دیکھے گا کیونکہ زمین تو پہلے ایک پرسکون اور ساکن و ثابت کرہ تھی اور یہ زمین کے اوپر رہ چکا تھا اور اب اس کے حال میں یہ تبدیلی آگئی ہے کہ یہ متحرک اور مضطرب ہوگئی ہے کیونکہ اس کے پاس اللہ کا وہ امر آچکا ہے جو اس کے لیے مقرر کر دیا گیا تھا اور جس کی وجہ سے اب یہ بہت شدت سے ہل رہی ہے اور اس امر الٰہی کے بغیر اب اس کے لیے اور کوئی چارہ نہیں ہے اور پھر یہ اپنے بطن میں مدفون اگلے پچھلے تمام مردوں کو بھی باہر نکال دے گی تو اس وقت لوگوں کو اس کے معاملے سے اور بھی بہت تعجب

---

① مسند أحمد: 169/2. ② سنن أبي داود، شهر رمضان، باب تحزيب القرآن، حديث: 1399 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب الفضل في قراءة ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ (الملك 67:1): 180/6، حديث: 10552. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3455/10. ④ تفسير الطبري: 338,337/30. ⑤ صحيح مسلم، الزكاة، باب الترغيب في الصدقة ......، حديث: 1013.

ہوگا اور اب زمین کو سابقہ زمین و آسمان کے سوا کسی اور صورت میں بدل دیا جائے گا اور سب لوگ اللہ واحد و غالب کے سامنے نکل آئیں گے۔ارشاد الٰہی ہے: ﴿ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ④ ﴾ ’’اس روز وہ اپنے حالات بیان کرے گی۔‘‘یعنی بیان کرے گی کہ عمل کرنے والوں نے اس کی پشت پر کیا عمل کیے تھے۔

امام احمد، ترمذی اور ابو عبدالرحمٰن نسائی نے، یہ الفاظ انھی کی روایت کے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ④ ﴾ اور فرمایا:[أَتَدْرُونَ مَا أَخْبَارُهَا؟] ’’کیا تمھیں معلوم ہے کہ اس کے حالات سے کیا مراد ہے؟‘‘ صحابہ نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا:[فَإِنَّ أَخْبَارَهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ وَّأَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا، أَنْ تَقُولَ: عَمِلَ كَذَا وَ كَذَا (يَوْمَ) كَذَا وَ كَذَا، قَالَ: فَهٰذِهٖ أَخْبَارُهَا] ’’اس کے حالات سے مراد یہ ہے کہ زمین ہر بندے اور بندی کے بارے میں یہ گواہی دے گی کہ انھوں نے اس کی پشت پر کیا عمل کیے تھے، زمین ان میں سے ہر ہر شخص سے کہہ دے گی کہ اس نے فلاں فلاں دن یہ یہ اعمال کیے تھے، فرمایا: تو یہ ہیں زمین کے حالات (جو وہ بیان کرے گی۔)‘‘ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن، صحیح اور غریب ہے۔ [1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ⑤ ﴾ ’’اس لیے کہ بلاشبہ آپ کے پروردگار نے اسے وحی کی ہوگی۔‘‘ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ أَوْحَىٰ لَهَا ⑤ ﴾، أَوْحٰى إِلَيْهَا، وَحٰى لَهَا اور وَحٰى إِلَيْهَا، ان سب کے ایک ہی معنی ہیں۔ [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی فرمایا ہے کہ ﴿ أَوْحَىٰ لَهَا ⑤ ﴾ کے معنی أَوْحٰى إِلَيْهَا (اس کی طرف وحی کی) ہیں۔ [3] اور ظاہر ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کی اجازت دے دی ہے۔شبیب بن بشر نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ④ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین سے فرمائے گا کہ بات کرو تو وہ بات کرنا شروع کر دے گی۔ [4] مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ أَوْحَىٰ لَهَا ⑤ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے حکم دے گا۔ [5] قرطبی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے یہ حکم دے گا کہ پھٹ جائے اور مردوں کو باہر نکال دے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا ﴾ ’’اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر لوٹیں گے۔‘‘ یعنی حساب کے مقام سے مختلف جماعتوں اور گروہوں کی صورت میں لوٹیں گے کہ ان میں کچھ سعادت مند اور کچھ بدنصیب ہوں گے، سعادت مندوں کو جنت میں جانے کی اجازت مل جائے گی اور بدنصیب جہنم رسید ہوں گے۔سدی بیان کرتے ہیں کہ

---

① مسند أحمد :374/2 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة ﴿ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ ﴾، حديث:3353 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة الزلزلة : 520/6، حديث:11693 و اللفظ له البتہ قوسین والا لفظ مسند احمد کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہے جبکہ سنن کبریٰ میں[فِي يَوْمِ] ہے، نیز یہ حدیث ضعیف ہے۔ ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ⑦ ﴾ (الزلزال 99:7)، قبل الحديث : 4962 . ③ تفسير ابن أبي حاتم:3455/10 .

④ تفسير ابن أبي حاتم:3455/10 و الدر المنثور:645/6 . ⑤ تفسير ابن أبي حاتم:3455/10.

﴿ اَشْتَاتًا ﴾ کے معنی گروہ اور جماعتیں ہیں۔[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ⑥ ﴾ ''تاکہ انھیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔'' یعنی دنیا میں انھوں نے جو اچھے یا برے اعمال کیے تھے وہ انھیں جان لیں اور پھر ان کے مطابق انھیں بدلہ دے دیا جائے۔

ذرہ بھر عمل کی بھی جزا ملے گی: اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ⑦ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧ ﴾ ''لہٰذا جس نے ذرہ بھر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ: لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَّلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَّعَلٰى رَجُلٍ وِزْرٌ، فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ: فَرَجُلٌ رَّبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَأَطَالَ (لَهَا) فِي مَرْجٍ أَوْرَوْضَةٍ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذٰلِكَ فِي الْمَرْجِ وَالرَّوْضَةِ كَانَ لَهُ حَسَنَاتٍ، وَّلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْشَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَّهُ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَّسْقِيَ بِهٖ كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَّهُ، (وَهِيَ) لِذٰلِكَ الرَّجُلِ أَجْرٌ، وَّرَجُلٌ رَّبَطَهَا تَغَنِّيًا وَّتَعَفُّفًا وَّلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ وَّرَجُلٌ رَّبَطَهَا فَخْرًا وَّرِيَاءً وَّنِوَاءً فَهِيَ عَلٰى ذٰلِكَ وِزْرٌ] ''گھوڑا تین مقاصد کے لیے ہوتا ہے: ایک شخص کے لیے یہ باعثِ اجر، دوسرے کے لیے موجب ستر اور تیسرے کے لیے سبب وبال ہوتا ہے، جس شخص کے لیے یہ باعث اجر ہے، اس سے مراد وہ ہے جس نے اسے اللہ کے راستے میں باندھا، چراگاہ یا باغ میں اس کی رسی کو دراز کر دیا تو وہ رسی ڈھیلی ہونے کے باعث چراگاہ یا باغ میں سے جو بھی کھائے گا وہ اس کے لیے نیکیاں بن جائیں گی اور اگر وہ اس کی رسی کو کاٹ دے اور وہ ایک یا دو ٹیلے دوڑ کر عبور کر لے تو اس کے قدموں کے نشان اور لید وغیرہ بھی اس کے لیے نیکیاں بن جائیں گی اور اگر یہ کسی نہر کے پاس سے گزرے اور اس سے پانی پی لے، خواہ اس کا اسے پانی پلانے کا ارادہ نہ بھی ہو تو اس کا یہ پانی پینا بھی اس کے لیے نیکیاں بن جائے گا تو یہ گھوڑا اس شخص کے لیے باعث اجر ہے اور وہ شخص جو لوگوں سے بے نیازی حاصل کرنے اور سوال کرنے سے بچنے کے لیے گھوڑے کو باندھ کر رکھتا ہے اور اس کی گردن اور پشت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حق کو نہیں بھولتا تو یہ گھوڑا اس کے لیے موجب ستر ہے اور جو شخص گھوڑے کو فخر، ریا اور اہل اسلام کی دشمنی کے لیے باندھ کر رکھتا ہے تو یہ اس کے لیے وزر (بوجھ) ہوگا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: [مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ (عَلَيَّ) فِيهَا (شَيْئًا) إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةَ الْفَاذَّةَ الْجَامِعَةَ: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ⑦ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧ ﴾] ''ان کے بارے میں سوائے اس منفرد اور جامع آیت کے اور کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ⑦ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧ ﴾''[2]

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 3455/10 . [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴾ (الزلزال 7:99)، حديث: 4962 ، البتہ تفسیر ابن کثیر میں پہلی قوسین والے لفظ کے بجائے [طِيَلَهَا] ہے اور تیسری قوسین والا لفظ نہیں ہے، نیز دوسری قوسین والا لفظ صحيح البخاري، حديث: 7356 اور چوتھی قوسین والا لفظ صحيح مسلم، الزكاة، باب إثم مانع الزكاة، حديث: (26)-987 کے مطابق ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے:[اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ (وَّلَوْ بِكَلِمَةٍ) طَيِّبَةٍ] ''آگ سے بچ جاؤ، خواہ آدھی کھجور کے ساتھ، خواہ اچھی بات کے ساتھ۔''[1] صحیح میں یہ حدیث بھی مروی ہے:[لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَّلَوْ أَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَاءِ الْمُسْتَسْقِي، وَلَوْ أَنْ (تَلْقَى) أَخَاكَ وَوَجْهُكَ إِلَيْهِ مُنْبَسِطٌ] ''کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو، خواہ اپنے ڈول سے پانی طلب کرنے والے کے برتن میں پانی ہی ڈال دو، خواہ اپنے بھائی کو خندہ پیشانی ہی سے مل لو۔''[2] صحیح ہی میں یہ حدیث بھی ہے:[يَا نِسَاءَ (الْمُؤْمِنَاتِ!) لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِّجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ] ''اے مومن عورتو! کوئی پڑوسن کسی دوسری پڑوسن کو حقیر نہ جانے، خواہ (وہ اس کی طرف) بکری کا پایہ ہی (بھیجے۔)''[3] دوسری حدیث میں ہے:[رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُّحْرَقٍ] ''سائل کو کچھ ضرور دو، خواہ جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔''[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک انگور صدقہ کیا اور فرمایا کہ اس میں تو کئی ذرے ہیں۔[5] امام احمد نے عوف بن حارث بن طفیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:[يَا عَائِشَةُ! إِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ، فَإِنَّ لَهَا مِنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ طَالِبًا] ''اے عائشہ! چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچو کہ ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے باز پرس ہوگی۔''[6] اسے امام نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[7]

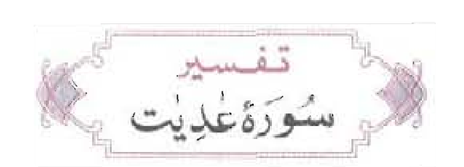
امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[إِيَّاكُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ، فَإِنَّهُنَّ يَجْتَمِعْنَ عَلَى الرَّجُلِ حَتّٰى يُهْلِكْنَهُ] ''تم چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچو کیونکہ یہ جمع ہو کر آدمی کو ہلاک کر دیتے ہیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مثال بیان فرمائی کہ ان کی مثال ایسے ہے جیسے کچھ لوگوں نے جنگل میں پڑاؤ ڈالا ہوا اور جب کھانا پکانے کا وقت آیا تو ایک آدمی گیا اور وہ ایک لکڑی لے آیا، پھر دوسرا گیا اور وہ بھی ایک لکڑی لے آیا، وہ ایک ایک لکڑی لاتے گئے حتی کہ اس سے لکڑیوں کا ڈھیر لگ گیا اور پھر اس کو انھوں نے آگ لگا دی اور اس آگ میں انھوں نے جو کچھ ڈالا اسے پکا لیا۔[8]

سورۂ زلزال کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

[1] صحیح البخاری، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حدیث: 6563 البتہ قوسین والے الفاظ صحیح البخاری، حدیث: 7512 و صحیح مسلم، الزکاة، باب الحث علی الصدقة......، حدیث: (67)-1016 کے مطابق ہیں۔ [2] مسند أحمد: 63/5 عن جابر بن سلیم الهجیمی رضی اللہ عنہ البتہ قوسین والا لفظ مسند أحمد: 64/5 کے مطابق ہے، نیز یہ حدیث اختصار کے ساتھ صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء، حدیث: 2626 میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ [3] صحیح البخاري، الهبة وفضلها والتحریض علیها، باب فضل الهبة، حدیث: 2566 عن أبي هریرة رضی اللہ عنہ، البتہ قوسین والا لفظ مسند أحمد: 434/6 عن حواء رضی اللہ عنہا کے مطابق ہے۔ [4] سنن النسائي، الزکاة، باب رد السائل، حدیث: 2566 و مسند أحمد: 435/6 عن حواء رضی اللہ عنہا۔ [5] الاستذكار لابن عبدالبر، صفة النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب جامع ماجاء في الطعام والشراب: 318/26، رقم: 39784. [6] مسند أحمد: 151/6. [7] سنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر الذنوب، حدیث: 4243 امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے کتاب الرقائق میں ذکر کیا ہے، دیکھیے تحفة الأشراف: 647/11، حدیث: 17425. [8] مسند أحمد: 403,402/1.



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ① فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ② فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ③ فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا ④

ہانپتے ہوئے سرپٹ دوڑنے والوں (گھوڑوں) کی قسم ① پھر سم مار کر چنگاریاں نکالنے والوں کی ② پھر صبح کے وقت حملہ کرنے والوں کی ③ پھر اس وقت وہ

فَوَسَطۡنَ بِہٖ جَمۡعًا ⑤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوۡدٌ ⑥ وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیۡدٌ ⑦

گرد و غبار اڑاتے ہیں ④ پھر اس وقت وہ (دشمن کی) جماعت کے درمیان گھس جاتے ہیں ⑤ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے ⑥ اور بے شک وہ

وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الۡخَیۡرِ لَشَدِیۡدٌ ⑧ اَفَلَا یَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِی الۡقُبُوۡرِ ⑨ وَحُصِّلَ مَا

اس بات پر (خود بھی) گواہ ہے ⑦ اور بے شک وہ مال کی محبت میں بری طرح گرفتار ہے ⑧ کیا پھر وہ نہیں جانتا جب نکال باہر کیا جائے گا جو کچھ قبروں

فِی الصُّدُوۡرِ ⑩ اِنَّ رَبَّہُمۡ بِہِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّخَبِیۡرٌ ⑪

ع 1 11 25

میں ہے ⑨ اور ظاہر کر دیا جائے گا جو کچھ سینوں میں ہے ⑩ بے شک ان کا رب اس دن ان (کے حال) سے خوب آگاہ ہوگا ⑪

تفسیر آیات: 1-11

انسان کی ناشکری اور حرص پر جنگی گھوڑوں کی قسم: اللہ تعالیٰ نے ان گھوڑوں کی قسم کھائی ہے جنھیں اس کے رستے میں دوڑایا جائے تو وہ سرپٹ دوڑتے ہوئے ہانپنے لگیں، تیز دوڑتے ہوئے ہانپنے کی وجہ سے گھوڑے سے جو آواز سنی جاتی ہے، اسے ضَبۡحَة کہتے ہیں۔ ﴿ فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ② ﴾ ''پھر سم مار کر چنگاریاں نکالنے والوں کی۔'' یعنی ان کے نعل جب پتھر کی چٹانوں سے ٹکراتے ہیں تو ان سے آگ نکلنے لگتی ہے۔ ﴿ فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ③ ﴾ ''پھر صبح کے وقت حملہ کرنے والوں کی۔'' یعنی صبح کے وقت چھاپا مارتے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی معمول تھا کہ آپ بوقت صبح چھاپا مارا کرتے تھے، آپ صبح تک انتظار اس لیے فرماتے تا کہ صبح کی اذان سے آبادی کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کا اندازہ فرمالیں، اگر آپ اذانِ فجر سن لیتے تو چھاپا نہ مارتے اور اگر نہ سنتے تو پھر چھاپا مارتے تھے۔ ①

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا ④ ﴾ ''پھر اس وقت وہ گرد و غبار اڑاتے ہیں۔'' یعنی گھوڑوں کی معرکہ آرائی کے

---

① دیکھیے صحیح مسلم، الصلاة، باب الإمساك عن الإغارة علی قوم فی دار الکفر......، حدیث: 382 عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ.

مقام پر گرد اٹھنے لگتا ہے۔ ﴿ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴾ ”پھر اس وقت وہ (دشمن کی) جماعت کے درمیان جا گھستے ہیں۔“ یعنی ایسے مقام پر تمام کے تمام جا گھستے ہیں۔ فرمان الٰہی: ﴿ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ﴾ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صبح کے وقت اللہ کے رستے میں جہاد کرتے ہوئے گھوڑوں کا حملہ کرنا ہے۔[1] اور ﴿ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴾ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں گھوڑے اتر کر گرد اٹھا رہے ہوں اور ﴿ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴾ کے بارے میں عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور عطاء، عکرمہ، قتادہ اور ضحاک نے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد دشمن کافروں کی فوج میں جا گھسنا ہے۔[2]

﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴾ ”بلاشبہ انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔“ یہ ہے وہ بات جس پر یہ قسمیں کھائی گئی ہیں کہ انسان اپنے رب کی نعمتوں کا ناشکرا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ابراہیم نخعی، ابوالجوزاء، ابوالعالیہ، ابوالضحیٰ، سعید بن جبیر، محمد بن قیس، ضحاک، حسن، قتادہ، ربیع بن انس اور ابن زید فرماتے ہیں کہ کَنُود کے معنی ناشکرا ہیں۔[3] امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کَنُود اس کو کہتے ہیں جو مصیبتوں کو تو گن گن کر یاد رکھے مگر اپنے اوپر ہونے والی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھول جائے۔[4] ﴿ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ﴾ ”اور بلاشبہ وہ اس بات پر یقیناً (خود) گواہ ہے۔“ امام قتادہ رحمہ اللہ اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ انسان کی اس ناشکری پر گواہ ہے۔[5] اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ضمیر کا مرجع خود انسان ہی ہو، یہ محمد بن کعب قرظی کا قول ہے۔[6] تو اس صورت میں اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ بے شک انسان اپنے ناشکرا ہونے پر خود گواہ ہے، یعنی زبان حال سے کہ اس کے اقوال اور افعال سے ظاہر ہے کہ وہ ناشکرا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ﴾ (التوبة 9:17) ”مشرکین اس لائق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں جبکہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ﴾ ”اور بلاشبہ وہ مال کی محبت میں یقیناً بہت سخت ہے۔“ اس آیت کریمہ کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرنے والا ہے اور دوسرے یہ کہ مال کی محبت کی وجہ سے وہ بہت زیادہ حریص اور بخیل ہے اور یہ دونوں معنی صحیح ہیں۔

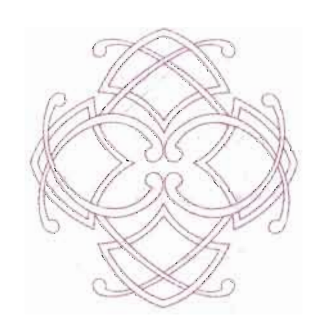
خوف آخرت: پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت پیدا کرتے ہوئے اور اس حالت کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے اور انسان مستقبل میں جن ہولناکیوں سے دو چار ہونے والا ہے، ان سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ﴾ ”کیا پھر وہ نہیں جانتا جب نکال باہر کیا جائے گا جو کچھ قبروں میں ہے۔“ یعنی جو مردے قبروں

[1] تفسير الطبري: 350,349/30 وتفسير ابن أبي حاتم: 3458,3457/10 . [2] تفسير الطبري: 352/30 . [3] تفسير الطبري: 354,353/30 وتفسير الماوردي: 325/6 . [4] تفسير الطبري: 353/30 . [5] تفسير الطبري: 355/30 . [6] تفسير ابن أبي حاتم: 3458/10 .

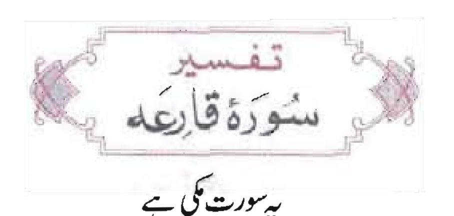
میں ہیں سب باہر نکال لیے جائیں گے۔ ﴿ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝ ﴾ ''اور جو کچھ سینوں میں ہے، وہ ظاہر کر دیا جائے گا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ اپنے نفسوں میں جو کچھ وہ چھپاتے تھے، اسے بالکل نمایاں اور ظاہر کر دیا جائے گا۔[1] ﴿ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝ ﴾ ''بے شک ان کا پروردگار اس روز ان (کے حال) سے خوب آگاہ ہوگا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان سے خوب واقف ہوگا کہ وہ کیا عمل کرتے تھے اور پھر ان کے اعمال کے مطابق وہ انھیں پورا پورا بدلہ بھی دے گا اور کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرے گا۔

سورۂ عادیات کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



[1] تفسیر الطبری: 357,356/30.



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلۡقَارِعَةُ ۝۱ مَا الۡقَارِعَةُ ۝۲ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡقَارِعَةُ ۝۳ يَوۡمَ يَكُوۡنُ النَّاسُ كَالۡفَرَاشِ

کھڑکھڑا دینے والی ① کیا ہے وہ کھڑکھڑا دینے والی! ② اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے؟ ③ جس دن لوگ (ایسے) ہو جائیں

الۡمَبۡثُوۡثِ ۝۴ وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِيۡ

گے جیسے بکھرے ہوئے پروانے ④ اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون جیسے ہو جائیں گے ⑤ پھر جس شخص کے پلڑے بھاری ہو گئے ⑥ تو وہ (اپنی) پسند

عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا هِيَهۡ ۝۱۰

کی زندگی میں ہوگا ⑦ اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہو گئے ⑧ تو اس کا ٹھکانا ہاویہ (گڑھا) ہوگا ⑨ اور آپ کو کیا معلوم کہ ''ہاویہ'' کیا ہے؟ ⑩

نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱

(وہ) سخت دہکتی ہوئی آگ ہے ⑪

ع 1/11 26

تفسیر آیات:1-11

لوگ پتنگوں کی طرح بکھر جائیں گے: ﴿اَلۡقَارِعَةُ ۝۱﴾ ''کھڑکھڑا دینے والی۔'' یہ روز قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیسا کہ ﴿اَلۡحَآقَّةُ﴾ (الحآقۃ 1:69)، ﴿الطَّآمَّةُ﴾ (النّٰزعٰت 34:79)، ﴿الصَّآخَّةُ﴾ (عبس 33:80) اور ﴿الۡغَاشِيَةِ﴾ (الغاشیۃ 1:88) وغیرہ قیامت کے مختلف نام ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے معاملے کو بہت سنگین اور اس کی دہشت کو بہت ہولناک قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡقَارِعَةُ ۝۳﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم کہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے؟'' پھر خود ہی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يَوۡمَ يَكُوۡنُ النَّاسُ كَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ۝۴﴾ ''جس دن لوگ (ایسے) ہو جائیں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے۔'' یعنی پھیل جانے، جدا جدا ہو جانے اور حیرت کی وجہ سے ادھر ادھر آنے جانے سے ایسے دکھائی دیں گے جیسے وہ بکھرے ہوئے پتنگے ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿كَاَنَّهُمۡ جَرَادٌ مُّنۡتَشِرٌ﴾ (القمر 7:54) ''جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔'' فرمان الٰہی ہے: ﴿وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ۝۵﴾ ''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون جیسے ہو جائیں گے۔'' یعنی پہاڑ اس طرح ہو جائیں گے جس طرح دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اون ہو جو ادھر ادھر اڑ کر بکھر رہی ہو۔ مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن، قتادہ، عطاء خراسانی، ضحاک اور سدی فرماتے ہیں کہ

﴿ كَالْعِهْنِ ﴾ کے معنی اون ہیں۔[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عمل کرنے والے کس قسم کے انجام سے دوچار ہوں گے اور اپنے اعمال کے مطابق وہ کس طرح عزت اور ذلت کے مستحق قرار پائیں گے، چنانچہ فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ ﴾ ''پھر لیکن جس شخص کے پلڑے بھاری ہو گئے۔'' یعنی نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہوں گی ﴿ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ ﴾ ''تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔'' یعنی جنت میں، ﴿ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ ﴾ ''اور لیکن جس شخص کے پلڑے ہلکے ہو گئے۔'' یعنی برائیاں نیکیوں سے زیادہ ہوں گی ﴿ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ ﴾ ''تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے۔'' اس کے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں کہ وہ اپنے سر کے بل جہنم کی آگ میں گرے گا۔ اسے اس کے ''أُمُّ الرَّأْسِ''، یعنی دماغ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، ابوصالح اور امام قتادہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے سر کے بل جہنم کی آگ میں گرے گا۔[3] ابوصالح نے بھی یہی فرمایا ہے کہ جہنمی اپنے سروں کے بل جہنم میں گریں گے۔[4] اس کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ اس کی ماں جس کی طرف یہ لوٹے گا اور قیامت کے دن جس کے پاس ٹھکانا حاصل کرے گا، وہ ﴿ هَاوِيَةٌ ۝ ﴾ ہے اور ﴿ هَاوِيَةٌ ۝ ﴾ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ ﴿ هَاوِيَةٌ ۝ ﴾ کو ''أم'' اس لیے کہا کہ اس کے سوا اس کا کوئی اور ٹھکانا ہی نہیں ہوگا۔[5] ابن زید بھی فرماتے ہیں کہ ﴿ هَاوِيَةٌ ۝ ﴾ سے مراد جہنم ہے، یہی اس کی ماں اور اس کا وہ ٹھکانا ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کرے گا اور پھر انھوں نے قرآن مجید کے یہ الفاظ پڑھے: ﴿ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ﴾ (آل عمران 3:151) ''اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔''[6] امام ابن ابوحاتم نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ هَاوِيَةٌ ۝ ﴾ سے مراد جہنم ہے اور یہی ان کا ٹھکانا ہوگا۔[7] اسی لیے خود بھی اللہ تعالیٰ نے ﴿ هَاوِيَةٌ ۝ ﴾ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝ ﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم کہ ہاویہ کیا ہے؟ (وہ) سخت دہکتی ہوئی آگ ہے۔'' یعنی جس کی حرارت بہت شدید ہے اور بہت طاقت اور قوت سے بھڑک رہی ہے۔

جہنم کی آگ کی شدت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نَارُ بَنِي آدَمَ الَّتِي (تُوقِدُونَ) جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ] ''بنوآدم کی یہ آگ جسے تم جلاتے ہو، یہ جہنم کی آگ کے ستر اجزا میں سے ایک جز ہے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! دنیا کی آگ جلانے کے لیے کافی تھی؟ آپ نے فرمایا: [إِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّينَ جُزْءًا] ''بے شک اس آگ کو دنیا کی آگ سے انہتر گنا زیادہ فضیلت دی گئی ہے۔''[8] اسے امام بخاری اور

---

[1] تفسير الطبرى: 359/30 و 90/29 . [2] تفسير الطبرى: 361,360/30 و تفسير القرطبى: 167/20 . [3] تفسير الطبرى: 361/30 . [4] تفسير الطبرى: 360/30 . [5] تفسير الطبرى: 361/30 . [6] تفسير الطبرى: 361/30 .
[7] تفسير الطبرى: 360/30 . [8] الموطأ للإمام مالك، جهنم، باب ماجاء فى صفة جهنم: 388/2، حديث: 1923 و اللفظ له، البتہ قوسین والا لفظ صحيح ابن حبان، ذكر الإخبار عن وصف النار التى أعدت......: 503/16، حديث: 7462 کے مطابق ہے۔

مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔① اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:[فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّينَ جُزْءًا، كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا] ''اسے انہتر گنا زیادہ فضیلت دی گئی ہے اور یہ تمام درجے اس کی حرارت کی طرح گرم ہیں۔''② امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:[(إِنَّ أَهْوَنَ) أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا (مَّنْ لَّهُ) نَعْلَانِ، يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ] ''جہنمیوں میں سے سب سے ہلکا عذاب اسے ہوگا جسے جہنم کی آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے مگر شدت حرارت کی وجہ سے اس کا دماغ تک کھولتا ہوگا۔''③

صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[اِشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ: (يَا)رَبِّ! أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ: نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، فَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ (فِي الشِّتَاءِ مِنْ بَرْدِهَا) وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ (فِي الصَّيْفِ مِنْ حَرِّهَا)] ''آگ نے اپنے پروردگار سے شکایت کی تو کہنے لگی: میرے پروردگار! میرے بعض حصوں نے بعض کو کھالیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دے دی، ایک سانس موسم سرما میں اور دوسری سانس موسم گرما میں تو جو سخت سردی تم موسم سرما میں پاتے ہو، یہ اس (جہنم) کی سردی ہے اور جو سخت گرمی تم موسم گرما میں پاتے ہو، یہ اس کی گرمی سے ہے۔''④ صحیح بخاری و مسلم ہی میں یہ حدیث بھی ہے کہ [إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا (عَنِ الصَّلَاةِ) فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ] ''جب گرمی شدید ہو تو نماز ٹھنڈی کر کے ادا کیا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔''⑤

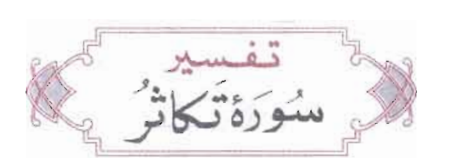
سورۂ قارعہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



---

① صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، حديث: 3265 و صحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها وأهلها، باب جهنم أعاذنا الله منها، حديث:2843. ② صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب جهنم أعاذنا الله منها، حديث: 2843 . ③ مسند أحمد: 432/2، البتہ دونوں قوسوں والے الفاظ صحيح مسلم، الإيمان، باب أهون أهل النار عذابا، حديث:(364)-213 عن النعمان بن بشير رضی اللہ عنہ کے مطابق ہیں۔ ④ صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، حديث:3260 و صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب الإبراد بالظهرفى شدة الحر......، حديث: 617 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ، البتہ پہلی قوسین والا لفظ صحيح البخاري، حديث:537 اور صحيح مسلم کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہے، نیز دوسری اور تیسری قوسین والے الفاظ ہمیں نہیں ملے، تاہم صحيح مسلم، حديث:(187)-617 میں دوسری قوسین والے الفاظ کے بجائے [مِنْ بَرْدٍ أَوْ زَمْهَرِيرٍ فَمِنْ نَّفَسِ جَهَنَّمَ] اور تیسری قوسین والے الفاظ کے بجائے [مِنْ حَرٍّ أَوْ حَرُورٍ فَمِنْ نَّفَسِ جَهَنَّمَ] کے الفاظ ہیں جو ان کے ہم معنی ہیں۔ ⑤ صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب الإبراد بالظهر فى شدة الحر، حديث:536 و صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب الإبراد بالظهر فى شدة الحر......، حديث:615 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ، البتہ قوسین والے الفاظ صحيح مسلم، حديث: (181)-615 کے مطابق ہیں۔



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلۡہٰکُمُ التَّکَاثُرُ ① حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ② کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ③ ثُمَّ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ④

باہم بہتات کی حرص نے تمھیں غافل کر دیا① یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے② ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لو گے③ پھر ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لو

کَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡیَقِیۡنِ ⑤ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِیۡمَ ⑥ ثُمَّ لَتَرَوُنَّہَا عَیۡنَ الۡیَقِیۡنِ ⑦ ثُمَّ

گے④ ہرگز نہیں! اگر تم یقینی علم کے ساتھ جان لو⑤ یقیناً تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے⑥ پھر یقیناً تم اسے ضرور یقین کی آنکھ سے دیکھو گے⑦ پھر اس

لَتُسۡـَٔلُنَّ یَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِیۡمِ ⑧

دن یقیناً تم سے نعمتوں کی بابت ضرور سوال کیا جائے گا⑧

تفسیر آیات :1-8

دنیا سے محبت اور آخرت سے غفلت کا نتیجہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمھیں دنیا کی محبت، دنیا کی نعمتوں اور دنیا کی رعنائی و زیبائی نے آخرت کی طلب و جستجو سے غافل کر دیا ہے اور تمھاری غفلت کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے حتی کہ تمھیں موت آجاتی ہے اور تم قبروں میں چلے جاتے اور اہل قبور میں شمار ہونے لگتے ہو۔ صحیح بخاری کی کتاب الرقاق میں حضرت انس بن مالک اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم اسے قرآن میں سے سمجھتے تھے: [لَوْ (كَانَ) لِابْنِ آدَمَ (وَادٍ) مِّنْ ذَهَبٍ......] ''اگر ابن آدم کے لیے سونے کی ایک وادی ہو......'' یہاں تک کہ ﴿اَلۡہٰکُمُ التَّکَاثُرُ ①﴾ ''باہم بہتات کی حرص نے تمھیں غافل کر دیا۔'' نازل ہوگئی۔ ①

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﴿اَلۡہٰکُمُ التَّکَاثُرُ ①﴾ کی تلاوت کر رہے تھے اور فرما رہے تھے: [يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَالِي مَالِي وَهَلْ لَّكَ مِنْ مَّالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ] ''ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، حالانکہ تیرا مال تو صرف وہ ہے جو تو نے کھایا اور ہضم کر لیا یا پہن لیا اور بوسیدہ کر لیا یا صدقہ کیا اور اسے آگے بھیج دیا۔'' ② اسے امام مسلم، ترمذی

① صحیح البخاری، الرقاق، باب ما یتقی من فتنة المال، حدیث: 6440,6439، البتہ پہلی قوسین والا لفظ صحیح البخاری، حدیث: 6436 اور دوسری قوسین والا لفظ حدیث: 6437 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔ ② مسند أحمد: 24/4 .

اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[1]

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَقُولُ الْعَبْدُ: مَالِي، مَالِي، (وَ)إِنَّمَا لَهُ مِنْ مَّالِهِ ثَلَاثٌ: مَّا أَكَلَ فَأَفْنٰى، أَوْلَبِسَ فَأَبْلٰى، أَوْ (تَصَدَّقَ) فَاقْتَنٰى وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَّتَارِكُهُ لِلنَّاسِ] ''بندہ کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کا مال صرف تین طرح کا ہے، جو اس نے کھایا اور ہضم کرلیا یا پہنا اور بوسیدہ کرلیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ خود چل بسنے والا اور اسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔'' اس روایت کو صرف امام مسلم رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے،[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهُ وَاحِدٌ، يَّتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقٰى عَمَلُهُ] ''تین چیزیں میت کے ساتھ جاتی ہیں جن میں سے دو واپس آجاتی ہیں اور ایک اس کے پاس ہی رہتی ہے، اس کے ساتھ اس کا اہل، اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے، اہل و مال واپس آجاتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ ہی رہتا ہے۔''[3] اسے اسی طرح امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[4] امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَبْقٰى مِنْهُ اثْنَتَانِ: اَلْحِرْصُ وَالْأَمَلُ] ''ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس کی دو چیزیں حرص اور امید جوان رہتی ہیں۔''[5] اسے امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[6]

جہنم دیکھنے اور نعمتوں کے بارے میں پرسش سے وعید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ ''ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لو گے، پھر ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لو گے۔'' امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وعید کے بعد پھر وعید ہے۔[7] ضحاک فرماتے ہیں کہ پہلے کافروں سے کہا گیا: ﴿كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ ''ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لو گے۔'' اور پھر مومنوں سے کہا گیا: ﴿ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ ''پھر ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لو گے۔''[8] فرمان الٰہی ہے: ﴿كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝﴾ ''ہرگز نہیں! اگر تم یقینی علم کے ساتھ جان لو۔'' یعنی اگر تمھیں اس طرح علم ہوتا

---

[1] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: [الدنيا سجن للمؤمن......]، حديث:2958 و جامع الترمذي، الزهد، باب منه حديث: [يقول ابن آدم......]، حديث:2342 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة التكاثر:521/6، حديث: 11696. [2] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: [الدنيا سجن للمؤمن......]، حديث: 2959، البتہ پہلی اور دوسری قوسین والے الفاظ صحيح ابن حبان، ذكر الإخبار عمايكون للمرء......: 121/8، حديث:3328 کے مطابق ہیں، نیز تفسیر ابن کثیر میں [فَهُوَ ذَاهِبٌ] کے بجائے [فَذَاهِبٌ] ہے جو ہمیں نہیں ملا۔ [3] صحيح البخاري، الرقاق، باب سكرات الموت، حديث : 6514. [4] صحيح مسلم، الزهد والرقائق، باب: [الدنيا سجن للمؤمن......]، حديث:2960 و جامع الترمذي، الزهد، باب ماجاء مثل ابن آدم......، حديث:2379 و سنن النسائي، الجنائز، باب النهي عن سب الأموات، حديث:1939. [5] مسند أحمد: 119/3. [6] صحيح البخاري، الرقاق، باب من بلغ ستين سنة......، حديث:6421 و صحيح مسلم، الزكاة، باب كراهة الحرص على الدنيا، حديث:1047. [7] تفسير البغوي:299/5. [8] تفسير الطبري:364/30.

جس طرح علم ہونے کا حق ہے تو مال کی یہ بہت سی طلب تمھیں آخرت کی طلب و جستجو سے اس طرح غافل نہ کر دیتی کہ تم قبروں میں جا پہنچتے۔

پھر فرمایا: ﴿ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۝ ﴾ ''یقیناً تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے، پھر یقیناً تم اسے ضرور یقین کی آنکھ سے دیکھو گے۔'' یہ سابقہ وعید ﴿ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ ﴾ ہی کی تفسیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اس حال کے ساتھ وعید سنائی ہے کہ جہنمی جب جہنم کو دیکھیں گے تو وہ ایک ایسا سانس لے گا کہ خوف، عظمت اور ہیبت و ہولنا کی کی وجہ سے ہر ملک مقرب اور نبی مرسل بھی اپنے دونوں گھٹنوں پر گر جائیں گے جیسا کہ اس کے بارے میں ایک اثر میں مروی ہے۔ ①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝ ﴾ ''پھر یقیناً تم اس روز نعمت کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے۔'' یعنی پھر اس دن تم سے سوال کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں صحت، امن اور رزق وغیرہ کی صورت میں جو نعمتیں عطا فرمائیں، تم نے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا یا نہیں کیا اور تم اس کی عبادت بجا لاتے رہے یا نہیں؟ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے کہ ان دونوں کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جلوہ افروز ہو گئے تو آپ نے فرمایا: [مَا أَجْلَسَكُمَا هٰهُنَا؟] ''تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا: اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! ہمیں بھوک نے اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا: [وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ! مَا أَخْرَجَنِي غَيْرُهُ] ''اس ذات اقدس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! مجھے بھی بھوک ہی نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا ہے۔''

پھر تینوں چل پڑے حتی کہ ایک انصاری کے گھر میں آ گئے تو خاتونِ خانہ نے ان کا استقبال کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: [أَيْنَ فُلَانٌ؟] ''فلاں (تیرا شوہر) کہاں ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گیا ہے، اتنے میں وہ شخص مشکیزہ اٹھائے ہوئے آ گیا اور اس نے کہا: خوش آمدید! اللہ کے نبی نے آج مجھے جو شرفِ زیارت سے سرفراز فرمایا ہے، آپ سے افضل کسی اور مہمان نے کبھی بندگان الٰہی کو ایسے شرف سے نہیں نوازا، اس نے کھجور کے درخت کی خشک شاخ پر اپنے مشکیزے کو لٹکا دیا اور فوراً جا کر کھجور کی ایک شاخ توڑ لایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَلَا كُنْتَ اجْتَنَيْتَ؟] ''تم نے کھجوریں چن کیوں نہ لیں؟'' اس نے عرض کی کہ میں نے اس بات کو پسند کیا کہ آپ اپنے حسب ذوق کھجوروں کا انتخاب فرمائیں، پھر اس نے جانور ذبح کرنے کے لیے چھری کو پکڑ لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: [إِيَّاكَ وَالْحَلُوبَ] ''دیکھو، دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا۔'' اس نے جانور ذبح کر دیا اور ان مقدس مہمانوں نے کھانا کھایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هٰذَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُيُوتِكُمُ الْجُوعُ، فَلَمْ تَرْجِعُوا حَتّٰى أَصَبْتُمْ هٰذَا، فَهٰذَا مِنَ

---

① تفسير ابن أبي حاتم: 2668/8 و تفسير الطبري: 247/18 و تفسير عبدالرزاق: 452/2، رقم: 2079 عن عبيد بن عمير الليثي.

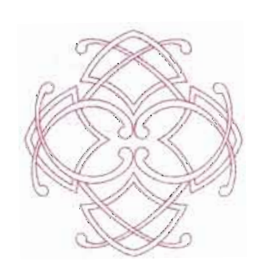
النَّعِيمِ] ''ان نعمتوں کے بارے میں قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا، بھوک کی شدت نے تمھیں گھروں سے نکالا تھا مگر اب ان نعمتوں سے شادکام ہوکر اپنے گھروں کو واپس جا رہے ہو۔''① اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔②

صحیح بخاری، سنن ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ] ''دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ غفلت میں مبتلا ہیں، صحت اور فرصت۔''③ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ لوگ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں اور ان کے شکر واجب کو ادا نہیں کرتے اور جو اپنے اوپر لازم حق کو ادا نہ کرے وہ غافل ہے۔

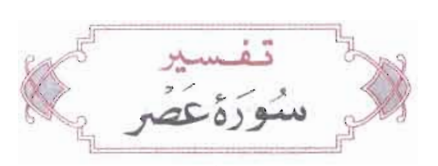
امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ـقَالَ عَفَّانُ: يَوْمَ الْقِيَامَةِـ يَا ابْنَ آدَمَ! حَمَلْتُكَ عَلَى الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ وَزَوَّجْتُكَ النِّسَاءَ وَجَعَلْتُكَ تَرْبَعُ وَتَرْأَسُ، فَأَيْنَ شُكْرُ ذٰلِكَ؟] ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا راوی عفان کہتے ہیں: قیامت کے دن کہ اے ابن آدم! میں نے تجھے گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار کیا، عورتوں سے تیری شادی کرائی اور تجھے نعمتوں میں پلنے بڑھنے اور سرداری کرنے کا موقع دیا تو کیا تو نے ان نعمتوں کا شکر ادا کیا؟'' اس حدیث کو بیان کرنے میں امام احمد رحمہ اللہ متفرد ہیں۔④

سورۂ تکاثر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① تفسیر الطبری: 367,366/30، البتہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے قسم کھانے کا ذکر صحیح مسلم، حدیث: (140)-2038 میں ہے۔
② صحیح مسلم، الأشربة، باب جواز استتباعه غيره......، حديث: 2038. ③ صحيح البخاري، الرقاق، باب الصحة والفراغ......، حديث: 6412 وجامع الترمذي، الزهد، باب الصحة والفراغ......، حديث: 2304 وتحفة الأشراف: 394/4، حديث: 5666 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب الحكمة، حديث: 4170. ④ مسند أحمد: 492/2.



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالۡعَصۡرِ ① اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِىۡ خُسۡرٍ ② اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ

زمانے کی قسم ① بے شک انسان خسارے میں ہے ② سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین

وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ③

ع 1 3 28

کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی ③

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا سورۂ عصر سے قرآن کا اعجاز معلوم کرنا: ائمۂ تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ عمرو بن عاص مسیلمہ کذاب کے پاس گئے، یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت تو ہو چکی تھی مگر عمرو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، مسیلمہ نے عمرو رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آج کل تمھارے ساتھی پر کیا نازل ہوا ہے؟ عمرو نے جواب دیا کہ آپ پر ایک مختصر مگر بہت ہی بلیغ سورت نازل ہوئی ہے، اس نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ تو انھوں نے سورۂ عصر پڑھ کر سنا دی تو مسیلمہ نے کچھ دیر سوچا اور پھر کہنے لگا کہ اس طرح کی سورت تو مجھ پر بھی نازل ہوئی ہے، عمرو نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ تو مسیلمہ نے کہا: [يَاوَبْرُ! يَا وَبْرُ! إِنَّمَا أَنْتَ أُذُنَانِ وَصَدْرٌ، وَسَائِرُكَ حَقْرٌ نَقْرٌ] ''اے وَبْر! اے وَبْر! تیرے دو کان اور ایک سینہ ہے اور باقی تیرا سارا جسم حقیر، بے ہنگم اور بے ڈول ہے۔'' پھر اس نے پوچھا: عمرو! تمھاری کیا رائے ہے؟ تو عمرو نے اسے جواب دیا: اللہ کی قسم! تو جانتا ہے کہ مجھے یہ معلوم ہے کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ ①

ابوبکر خرائطی نے بھی اپنی مشہور و معروف کتاب مساوئ الأخلاق کی دوسری جلد میں اس واقعے کو قریباً اسی طرح بیان کیا ہے۔ ② وَبْر ایک چھوٹا سا جانور ہے جو بلی سے مشابہت رکھتا ہے، اس کے جسم کا بڑا حصہ دو کانوں اور سینہ پر مشتمل ہوتا ہے اور باقی حصہ بہت چھوٹا اور بدصورت ہوتا ہے۔ مسیلمہ نے یہ اول فول بک کر قرآن کا مقابلہ کرنا چاہا تھا مگر اس سے تو وہ شخص بھی قائل نہ ہوا جو اس وقت ابھی بتوں کا پجاری تھا۔ امام طبرانی نے عبداللہ بن حصن ابو مدینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام میں سے دو شخص جب بھی آپس میں ملاقات کرتے تو اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ایک دوسرے کو

---

① جامع العلوم والحكم لابن رجب :285/1، تحت الحديث: 11 مختصراً. ② مساوئ الأخلاق للخرائطي، باب الرجل: يورى عن الكذب بمعاريض الكلام :179/1(C.D) .

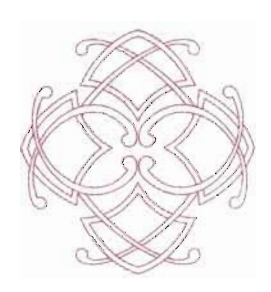
مکمل سورۂ عصر نہ سنا دیتے اور پھر ایک دوسرے کو سلام کہہ کر رخصت ہو جاتے۔[1] امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ اگر اس سورت پر غور کریں تو ہدایت و رہنمائی کے لیے یہ کافی ثابت ہو۔

تفسیر آیات:1-3

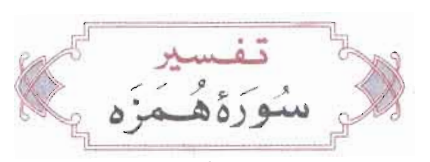
﴿ الْعَصْرِ ① ﴾ کا مفہوم اور خسارے سے مستثنیٰ لوگ: عصر سے مراد یہ زمانہ ہے جس میں بنو آدم سے اچھی یا بری حرکات سرزد ہوتی ہیں، امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ اس سے شام کا وقت مراد ہے،[2] لیکن مشہور پہلا قول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر قسم کھائی ہے کہ انسان خسارے اور ہلاکت میں ہے۔ ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔'' یعنی جنس انسان میں سے وہ لوگ خسارے سے مستثنیٰ ہیں جو اپنے دلوں کے ساتھ ایمان لائے اور اپنے اعضاء کے ساتھ عمل کر کے اس ایمان پر مہر تصدیق ثبت کی، ﴿ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ ﴾ ''اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی'' اس سے مراد طاعات کو بجالانا اور محرمات کو ترک کرنا ہے۔ ﴿ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③ ﴾ ''اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔'' یعنی مصائب و اقدار پر صبر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کو پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرنے کی تاکید کرتے رہے۔

سورۂ عصر کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



[1] المعجم الأوسط للطبرانی: 36/4، حدیث: 5124. تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں ابو مدینہ کا نام عبید اللہ بن حصن اور بعض میں عبید اللہ بن حفص ہے لیکن درست نام وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے جیسا کہ المعجم الأوسط کے مذکورہ حوالے میں علی بن مدینی رحمہ اللہ کے حوالے سے ان کا یہ نام مذکور ہے۔ [2] تفسیر الطبری: 371/30 عن الحسن.



یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ ① الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ② يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ

ہر طعنہ زن، عیب جو کے لیے ہلاکت ہے ① جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا ② وہ سمجھتا ہے کہ بے شک اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ

اَخْلَدَهٗ ③ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ④ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ⑤ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ⑥

رکھے گا ③ ہرگز نہیں! اسے ضرور حُطَمَہ میں پھینکا جائے گا ④ اور آپ کو کیا معلوم کہ حُطَمَہ کیا ہے؟ ⑤ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے ⑥

الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ⑦ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ⑧ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ⑨

جو دلوں تک پہنچے گی ⑦ بے شک وہ (آگ) ان پر (ہر طرف سے) بند کر دی جائے گی ⑧ لمبے لمبے ستونوں میں ⑨

ع 1 9 29

تفسیر آیات: 1-9

چغل خور اور مال و منال کے حریص کا انجام: ھَمَّاز وہ ہوتا ہے جو قول کے ساتھ اور لَمَّاز وہ ہوتا ہے جو فعل کے ساتھ طعن آمیز اشارے کرے، یعنی وہ لوگوں کو حقیر اور کم مرتبہ جانتے ہوئے ایسا کرتا ہے، اس کی تفصیل قبل ازیں ارشاد باری تعالیٰ ﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ﴾ (القلم 11:68) ''بڑا ہی عیب جُو چلتا پھرتا چغل خور ہے۔'' کی تفسیر میں بیان کی جا چکی ہے۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿هُمَزَةٍ﴾، ﴿لُّمَزَةِۣ﴾ طعن کرنے والے اور عیب جوئی کرنے والے کو کہتے ہیں۔[2] مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿هُمَزَةٍ﴾ اس اشارے کو کہتے ہیں جو ہاتھ اور آنکھ سے ہو اور ﴿لُّمَزَةِۣ﴾ اسے کہتے ہیں جو زبان سے ہو۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ﴾ ''جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔'' یعنی مختلف قسم کا مال جمع کرتا رہا اور اس کی تعداد کو شمار کرتا رہا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَمَعَ فَاَوْعٰى﴾ (المعارج 18:70) ''اور (مال) جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا۔'' یہ سدی اور امام ابن جریر کا قول ہے۔[4] اور محمد بن کعب قرظی ﴿جَمَعَ

① دیکھیے القلم، آیت: 11 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 375/30، اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿لُّمَزَةِۣ﴾ کے معنی ''غیبت کرنے والا'' منقول ہیں و تفسیر القرطبی: 181/20. ③ تفسیر الطبری: 376/30، البتہ اس میں مجاہد سے ﴿هُمَزَةٍ﴾ کے معنی صرف ہاتھ سے اشارہ کرنے کے منقول ہیں۔ ④ تفسیر ابن أبي حاتم: 3463/10 و تفسیر القرطبی: 183/20 و تفسیر الطبری: 377/30.

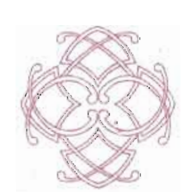
﴿ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ دن کو اس کا مال اسے غافل رکھتا ہے، کبھی اس مال کی فکر اور کبھی اُس کی اور جب رات آتی ہے تو اس طرح سو جاتا ہے گویا بد بودار لاش ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝ ﴾ ''وہ سمجھتا ہے کہ بے شک اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔'' یعنی وہ خیال یہ کرتا ہے کہ اس کا مال جمع کر کے رکھنا ہی یہاں ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے کا سبب بنے گا، ﴿ كَلَّا ﴾ ''ہرگز نہیں۔'' یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح اس نے خیال اور گمان کیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ ﴾ ''یقیناً وہ ضرور حُطَمة میں پھینکا جائے گا۔'' یعنی یہ شخص جو مال جمع کرتا اور گن گن کر رکھتا ہے اسے ایک دن ضرور حُطَمة میں پھینکا جائے گا۔ حُطَمَة جہنم کی آگ کے اسماء میں سے ایک اسم صفت ہے کیونکہ یہ ہر اس چیز کو توڑ پھوڑ دیتی ہے جو اس میں ہوتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ ﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم کہ حُطَمَة کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک پہنچے گی۔'' ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ وہ آگ انھیں دلوں تک جلا دے گی، حالانکہ وہ زندہ ہوں گے، پھر فرماتے ہیں کہ انھیں اس طرح شدید عذاب ہوگا اور پھر وہ زار و قطار رونے لگ گئے۔[1]

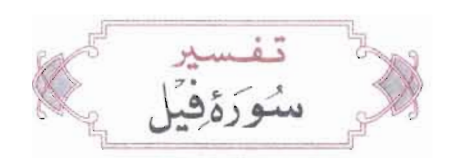
محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آگ اس کے جسم کے ہر حصے کو کھائے گی حتی کہ اس کے حلق کے بالمقابل اس کے دل تک پہنچے گی تو پھر واپس اس کے جسم کی طرف لوٹ آئے گی۔[2] ﴿ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ ﴾ ''بے شک وہ (آگ) ان پر (ہر طرف سے) بند کر دی جائے گی۔'' جیسا کہ قبل ازیں سورۂ بلد میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔[3] ﴿ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ ﴾ ''لمبے لمبے ستونوں میں۔'' عطیہ عوفی فرماتے ہیں کہ یہ ستون لوہے کے ہوں گے۔[4] اور سدی کا قول ہے کہ یہ ستون بھی آگ ہی سے بنے ہوں گے۔[5] عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں لمبے لمبے ستونوں میں داخل کر دے گا، ان کی گردنوں میں طوق و سلاسل ہوں گے اور پھر جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا جائے گا۔[6]

سورۂ ہمزہ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



① التخويف من النار لابن رجب: 135/1(C.D). ② تفسير القرطبي: 185/20 وتفسير ابن أبي حاتم: 3464/10.
③ دیکھیے البلد، آیت: 20 کے ذیل میں عنوان ''بائیں ہاتھ والے اور ان کی سزا'' ④ الدر المنثور: 670/6. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3464/10. ⑥ تفسير الطبري: 379/30.



یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ① اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ② وَّاَرْسَلَ

(اے نبی!) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟① کیا اس نے ان کی چال کو بیکار نہیں کر دیا؟② اور اس نے

عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ③ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ④ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ⑤

ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے③ جو ان پر کھنگر کی کنکریاں پھینک رہے تھے④ پھر اس (اللہ) نے انھیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا⑤

تفسیر آیات:1-5

بیت اللہ کو منہدم کرنے والے عیسائیوں کی بربادی اور رسول اللہ ﷺ کی پیدائش: یہاں اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت کا ذکر ہے جس سے اس نے قریش کو نوازا اور وہ یہ کہ اس نے انھیں ان ہاتھی والوں سے بچایا جنھوں نے کعبہ کو منہدم کرنے اور اس کے وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں تباہ و برباد کر دیا، ان کی ناک خاک میں ملا دی، ان کی تمام سعی و کوشش رائیگاں کر دی، ان کے کام تباہ و برباد کر دیے اور انھیں بدترین قسم کے نقصان سے دوچار کیا۔ یہ ہاتھی والے عیسائی تھے اور دینی اعتبار سے یہ بتوں کے پجاری قریش سے بہت قریب تھے لیکن یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے پیش خیمے اور مقدمے کے طور پر پیش آیا کیونکہ سب سے زیادہ مشہور قول کے مطابق اسی سال رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی گویا زبان حال کہہ رہی تھی کہ اے گروہ قریش! حبشیوں کے خلاف ہم نے تمھاری مدد اس لیے نہیں کی کہ تم ان سے بہتر تھے بلکہ یہ سارا اہتمام تو اللہ تعالیٰ کے اس قدیم گھر کی حفاظت کے لیے تھا جسے ہم عنقریب نبی امی، خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے ساتھ عز و شرف اور تعظیم و تکریم کے ساتھ نوازنے والے ہیں۔

اصحاب فیل کا واقعہ مختصراً: اصحاب فیل کا واقعہ انتہائی اختصار کے ساتھ اس طرح ہے: قبل ازیں اصحاب اخدود کے واقعے میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ذونواس آخری حمیری بادشاہ تھا جو مشرک تھا اور اسی نے اصحاب اخدود کو قتل کروایا تھا۔ یہ لوگ عیسائی تھے اور ان کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی اور ان میں سے صرف ایک شخص دوس ذوثعلبان ہی زندہ بچا تھا جو بھاگ گیا تھا اور اس نے شام کے بادشاہ قیصر سے مدد طلب کی تھی اور یہ بھی عیسائی تھا تو اس نے اس کے لیے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو خط لکھا کیونکہ

وہ ان کے زیادہ قریب تھا تو شاہ حبشہ نے اس کے ساتھ اپنے دو سپہ سالاروں ارياط اور ابرہہ بن صباح ابو یکسوم کی زیر قیادت ایک لشکر جرار روانہ کر دیا۔ یہ لشکر یمن میں داخل ہو کر شہروں کے اندر پھیل گیا اور حمیر سے اس نے حکومت چھین لی اور ذونواس سمندر میں غرق ہو کر مر گیا تو اب یمن پر حبشیوں کا تسلط ہو گیا[1] اوران کے یہ دو قائد تھے، ارياط اور ابرہہ لیکن ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف خوب محاذ قائم کر لیا اور بالآخران میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ دونوں لشکروں کو آپس میں لڑانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لہٰذا آؤ ہم دونوں آپس میں مقابلہ کر لیں، ہم میں سے جو دوسرے کو قتل کر دے، وہی بادشاہ ہوگا۔ دوسرے نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا، چنانچہ دونوں نے مقابلہ کیا اور ہر ایک نے اپنے اپنے نیزے گاڑ لیے تو ارياط نے ابرہہ پر حملہ کر کے تلوار کی ایک ایسی ضرب کاری لگائی جس سے اس کی ناک، منہ اور ایک طرف کا چہرہ کٹ گیا، اسی اثنا میں ابرہہ کے غلام عتودہ نے ارياط پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ ابرہہ زخمی حالت میں لوٹا تو اس کے زخموں کا علاج کیا گیا اور وہ تندرست ہو گیا اور یمن میں حبشہ کے لشکر کی بلا شرکت غیر قیادت کرنے لگا۔

جب یہ خبر نجاشی کو پہنچی تو وہ بہت ناراض ہوا، اس نے ابرہہ کو خط لکھ کر ملامت کی اور قسم کھالی کہ وہ اس کے ملک کو پامال کر دے گا اور اس کے سر کے بالوں کو گھسیٹے گا۔ ابرہہ نے اس کے خط کے جواب میں جو خط لکھا، اس میں اس سے نرمی اور شفقت کی درخواست کی، حیلوں اور بہانوں سے کام لیا، قاصد کے ہاتھ اسے تحائف بھیجے، ان تحائف میں ایک برتن بھی تھا جس میں یمن کی مٹی بھری ہوئی تھی، نیز اس نے اپنے سر کے بال منڈوا کر بھی قاصد کے ہاتھ بھیج دیے اور اپنے جوابی خط میں لکھا کہ بادشاہ اپنی قسم پوری کرنے کے لیے اس مٹی کو اپنے پاؤں تلے روندلے اور یہ میرے سر کے بال ہیں، انھیں بھی میں نے آپ کی خدمت میں بھیج دیا ہے۔ نجاشی کو جب اس کا خط اور اس کی ارسال کردہ یہ چیزیں ملیں تو وہ بہت خوش ہو گیا اور اس نے اسے ہی یمن کے منصب حکومت پر برقرار رکھا۔

پھر ابرہہ نے نجاشی کو ایک خط میں لکھا کہ بادشاہ سلامت! میں سرزمین یمن میں آپ کے لیے ایک ایسا کلیسا بناؤں گا کہ اس جیسا کسی سابقہ بادشاہ کے لیے کبھی نہیں بنایا گیا۔ اور اس کے بعد اس نے صنعاء میں ایک بہت عظیم الشان کلیسا بنانا شروع کر دیا جس کی عمارت بہت بلند، صحن بہت کشادہ اور چاروں طرف سے اسے بہت خوبصورتی کے ساتھ مزین کیا گیا تھا، اس کلیسے کی عمارت کی بہت بلندی کی وجہ سے عربوں نے اسے قُلَّيْس کے نام سے موسوم کیا کیونکہ اس کی عمارت اس قدر بلند تھی کہ دیکھنے والا جب اس کی بلندی کی طرف دیکھتا تو اس کی ٹوپی سر سے گرنے لگتی۔

ابرہہ اشرم نے یہ بھی ارادہ کیا کہ جس طرح مکہ میں کعبے کا حج کیا جاتا ہے، عرب اس کلیسے کا حج کرنا شروع کر دیں۔ اپنی حکومت میں اس نے اس کا اعلان بھی کروا دیا مگر عدنانی اور قحطانی عربوں نے اسے ناپسند کیا اور قریش نے تو اس پر شدید غیض و غضب کا اظہار کیا حتی کہ ایک شخص آیا، وہ رات کو اس میں داخل ہو گیا اور اس میں رفع حاجت کرنے کے بعد لوٹ گیا۔

---

[1] دیکھیے البروج ، آیات : 4-9 کے تحت۔

کلیسا کے دربانوں نے جب اس غلاظت کو دیکھا تو انھوں نے اپنے بادشاہ ابرہہ کو بھی اس سے مطلع کیا اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی قریشی کی حرکت ہے، ان کے گھر کے مقابلے میں آپ نے جو یہ کلیسا تعمیر کیا ہے، ان کی طرف سے اس کے خلاف یہ ردعمل کا اظہار ہے۔ یہ سن کر ابرہہ نے قسم کھائی کہ وہ مکہ میں موجود گھر کی طرف ضرور جائے گا اور اس کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ کر اسے خراب کر دے گا۔

مقاتل بن سلیمان نے ذکر کیا ہے کہ کچھ قریشی نوجوانوں نے اس کلیسے میں داخل ہو کر اسے آگ لگا دی، اتفاق سے اس روز بہت تیز ہوا بھی چل رہی تھی جس کی وجہ سے سارا کلیسا آناً فاناً جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا اور زمین پر گر گیا۔ اپنے کلیسے کا یہ حشر دیکھ کر ابرہہ نے بیت اللہ پر حملے کی تیاری کی اور وہ کیل کانٹے سے لیس ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوا تاکہ کوئی اس کی راہ میں حائل نہ ہو سکے۔ اس نے اپنے ساتھ ایک بہت زبردست اور موٹے تازے جسم والے ہاتھی کو بھی لیا کہ اس طرح کا کوئی اور ہاتھی آج تک نہیں دیکھا گیا تھا، اس ہاتھی کو محمود کہا جاتا تھا، اس ہاتھی کو نجاشی شاہ حبشہ نے اس مقصد کی خاطر اس کے پاس بھیجا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے لشکر میں اس کے علاوہ آٹھ اور ایک دوسرے قول کے مطابق بارہ ہاتھی اور بھی تھے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ابرہہ نے یہ ہاتھی کعبے کی عمارت کو گرانے کے لیے اپنے ساتھ لیے تھے۔ منصوبہ یہ تھا کہ زنجیروں کو دیواروں میں رکھ کر ہاتھیوں کی گردنوں پر رکھ دیا جائے اور پھر انھیں دھکیل دیا جائے تاکہ وہ کعبے کی ساری دیوار کو یکبارہی گرادیں۔ عربوں نے جب ابرہہ کی روانگی کے بارے میں سنا تو اسے انھوں نے ایک بہت اہم معاملہ خیال کیا اور کہا کہ ان پر یہ فرض ہے کہ وہ دشمن اور بیت اللہ کے درمیان ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں اور دشمن کی چال کو خاک میں ملا دیں۔ آخر اس کے مقابلے کے لیے ذونفر نامی ایک شخص تیار ہوا جو یمن کے سربرآوردہ لوگوں اور سابق بادشاہوں کے خاندان میں سے تھا، اس نے اپنی قوم اور عرب کے ان تمام لوگوں کو، جنھوں نے اس کی بات مانی، بلایا تاکہ وہ ابرہہ کے خلاف جنگ کریں اور اس کے بیت اللہ کو گرانے اور برباد کرنے کے ارادے کے خلاف جہاد کریں۔ ان لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور ابرہہ سے لڑائی کی مگر ابرہہ نے انھیں شکست دے دی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خود ہی اپنے پاک گھر کی تکریم و تعظیم کے اظہار کا ارادہ تھا، بہرحال ذونفر گرفتار ہو گیا اور ابرہہ نے اسے اپنے ساتھ ہی رکھا اور آگے بڑھنا شروع کر دیا حتی کہ یہ جب خثعم کے علاقے میں پہنچا تو نفیل بن حبیب خثعمی نے اپنی قوم شہران اور ناہس کے لوگوں کے ساتھ مل کر ابرہہ سے لڑائی کی مگر ابرہہ نے انھیں بھی شکست دے دی۔ نفیل بن حبیب بھی قید ہو گیا، ابرہہ نے پہلے اس کے قتل کا ارادہ کیا مگر پھر معاف کر دیا اور اسے بھی اپنے ساتھ لے لیا تاکہ وہ سرزمین حجاز میں رہنمائی کر سکے۔

ابرہہ کا جب طائف کے پاس سے گزر ہوا تو خاندان ثقیف کے لوگ اس کے پاس آئے اور انھوں نے اس سے صلح کر لی، انھیں اس بات کا ڈر تھا کہ یہ ان کے اس گھر کو نقصان نہ پہنچائے جسے وہ لات کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ ابرہہ نے ان کی عزت افزائی کی اور ثقیف کے لوگوں نے رہنمائی کے لیے ابورغال کو اس کے ساتھ بھیج دیا۔ ابرہہ جب مُغَمَّس کے

مقام پر پہنچا، جو مکہ کے قریب ہی ایک جگہ کا نام ہے، تو اس نے یہاں پڑاؤ ڈال دیا اور اس کے لشکر نے اہل مکہ کی چراگاہ پر حملہ کر کے اونٹ وغیرہ لوٹ لیے جن میں عبدالمطلب کے دوسو اونٹ بھی تھے۔ چراگاہ پر ابرہہ کے حکم سے حملہ کرنے والا اس کے ایک دستے کا سردار تھا جس کا نام اسود بن مقصود تھا۔ ابن اسحاق کے بقول بعض عرب شعراء نے اپنے اشعار میں اس کی ہجو بھی کی ہے۔ ابرہہ نے حناطہ حمیری کو مکہ کی جانب روانہ کیا اور اس سے کہا کہ شہر کے سردار اور بلند رتبہ شخص کا پتہ لے کر اس سے کہنا کہ بادشاہ کہتا ہے کہ میں تم سے جنگ کرنے کے لیے نہیں آیا الا یہ کہ اس گھر تک پہنچنے میں تم رکاوٹ بنو۔ حناطہ جب مکہ میں آیا تو اسے عبدالمطلب بن ہاشم کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ مکہ کے سردار ہیں، اس نے عبدالمطلب کو ابرہہ کا پیغام پہنچا دیا تو عبدالمطلب نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم جنگ کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہمیں اس کی طاقت ہے، یہ اللہ کا حرمت والا گھر ہے، یہ اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا گھر ہے، چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ خود اس کی حفاظت فرمائے تو یہ اس کا گھر اور اس کا حرم ہے اور اگر اس نے اس گھر اور ابرہہ کے درمیان راستہ صاف کر دیا تو اللہ کی قسم! ہمارے پاس بیت اللہ کو بچانے کی کوئی تدبیر نہیں۔ حناطہ نے عبدالمطلب سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلو، عبدالمطلب اس کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

ابرہہ نے آپ کو دیکھا تو وہ آپ کے جلال وعظمت سے بہت متاثر ہوا کیونکہ عبدالمطلب بہت وجیہ اور خوبصورت تھے۔ ابرہہ اپنے تخت سے نیچے اتر آیا اور آپ کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا اور ترجمان سے کہنے لگا کہ ان سے پوچھیے کہ آپ کی کیا حاجت و ضرورت ہے؟ آپ نے ترجمان سے کہا کہ میری حاجت وضرورت صرف یہ ہے کہ بادشاہ میرے وہ دوسو اونٹ واپس کر دے جو اس کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ ابرہہ نے ترجمان سے کہا کہ وہ آپ سے کہے کہ جب میں نے آپ کو دیکھا تھا تو میں بہت مرعوب ہو گیا تھا لیکن جب گفتگو سنی ہے تو آپ میری نظروں سے گر گئے ہیں، کیا آپ مجھ سے ان دوسو اونٹوں کے بارے میں کہتے ہیں جو میرے پاس پکڑے ہوئے آئے ہیں اور آپ نے اس گھر کا خیال بالکل چھوڑ دیا جو آپ کا اور آپ کے آباء واجداد کا دینی مرکز ہے، میں اسے گرانے کے لیے آیا ہوں مگر آپ نے اس کے لیے کوئی بات ہی نہیں کی؟ سردار عبدالمطلب نے جواب دیا کہ میں تو ان اونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے جو خود اس کی حفاظت فرمالے گا۔ ابرہہ نے کہا کہ وہ مجھ سے اسے بچا نہیں سکے گا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا: تم جانو اور وہ جانے! یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عبدالمطلب کے ساتھ سردارانِ عرب کی ایک جماعت بھی گئی تھی اور انھوں نے ابرہہ کو یہ پیشکش کی کہ اگر وہ بیت اللہ کو نہ گرائے تو اسے تہامہ کی ایک تہائی آمدنی دے دی جائے گی۔

ابرہہ نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حکم دیا کہ عبدالمطلب کے اونٹ واپس کر دیے جائیں۔ ابرہہ کے ہاں سے فارغ ہو کر عبدالمطلب قریش کے پاس واپس آ گئے اور حکم دیا کہ مکہ سے نکل کر پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر پناہ گزیں ہو جاؤ تا کہ ابرہہ کے لشکر کی غارت گری سے محفوظ رہ سکو، پھر عبدالمطلب اٹھے اور جا کر کعبة اللّٰه کے دروازے کے کنڈے کو پکڑ لیا، قریش کی ایک جماعت بھی ان کے ساتھ تھی، انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ابرہہ اور اس کے لشکر کے خلاف انھیں

اپنی نصرت وحمایت سے سرفراز فرمائے، پھر کعبة اللّٰہ کے دروازے کا کنڈہ پکڑے ہوئے عبدالمطلب نے کہا:

لَاهُمَّ! إِنَّ الْمَرْءَ يَمْـ نَعُ رَحْلَهُ فَامْنَعْ حِلَالَكَ

”اے اللہ! بندہ اپنی سواری کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے حرم پاک کی حفاظت فرما۔“

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيبُهُمْ وَمِحَالُهُمْ غَدْوًا مِّحَالَكَ

”ان کی صلیب اوران کی قوتیں کل صبح تیری قوتوں پر غالب نہ آجائیں۔“

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ پھر اس کے بعد سردار عبدالمطلب نے در کعبہ کا کنڈہ چھوڑ دیا، پھر وہ، ان کے ساتھی اور دیگر قریش پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے۔ مقاتل بن سلیمان نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے بیت اللہ کے پاس قلادے پہنائے ہوئے سو اونٹ بھی چھوڑ دیے تاکہ اگر لشکر کے کچھ لوگ ان اونٹوں پر کوئی ناحق دست درازی کرنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لے لے۔ جب صبح ہوئی تو ابرہہ مکہ میں داخل ہونے کے لیے خود بھی تیار ہوا، اپنے ہاتھی کو بھی تیار کیا جس کا نام محمود تھا اور لشکر کو بھی تیار کیا، جب ان لوگوں نے اس ہاتھی کا رخ مکہ کی طرف کیا تو نفیل بن حبیب اس کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور اس کے کان کو پکڑ کر کہنے لگا: محمود! بیٹھ جا، یا جہاں سے آیا ہے، سیدھا وہاں لوٹ جا کیونکہ اس وقت تو اللہ کے عظمت وحرمت والے شہر میں ہے، پھر اس نے ہاتھی کے کان کو چھوڑ دیا تو یہ ہاتھی بیٹھ گیا اور نفیل بن حبیب وہاں سے تیزی سے نکل گیا اور دوڑ کر ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ اس کے بعد ابرہہ کے لوگوں نے ہاتھی کو بہت مارا کہ اٹھے مگر اس نے اٹھنے سے انکار کر دیا، انھوں نے اس کے سر پر تیر مارے اور پیٹ کے چمڑے میں آنکس گھسا کر خون آلود کر دیا مگر ہاتھی کو نہ اٹھنا تھا اور نہ وہ اٹھا۔ انھوں نے اس کا رخ یمن کی طرف کر دیا تو یہ اٹھ کر دوڑنے لگا، انھوں نے اس کا رخ شام کی طرف کر دیا تو پھر بھی دوڑنے لگا، انھوں نے اس کا رخ مشرق کی طرف کیا تو پھر بھی دوڑنے لگا مگر جب اس کا رخ مکہ کی طرف کیا تو یہ پھر بیٹھ گیا۔ اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے ان پر سمندر کی طرف سے پرندے بھیج دیے جو ابابیلوں اور بگلوں سے مشابہ تھے، ان میں سے ہر پرندہ تین تین کنکر اٹھائے ہوئے تھا، ایک کنکر چونچ میں اور دو پاؤں کے پنجوں میں، یہ کنکر چنے اور مسور کے برابر تھے مگر جس کو بھی کوئی کنکر لگتا وہ فوراً ہلاک ہو جاتا۔ اس طرح سب لوگ ہلاک نہ ہوئے بلکہ ان میں سے کچھ لوگ تیزی سے اس راستے کی طرف بھاگ گئے جدھر سے آئے تھے اور وہ نفیل بن حبیب کو تلاش کرنے لگے تاکہ وہ انھیں واپسی کا رستہ بتائے۔ نفیل اس وقت پہاڑ کی چوٹی پر قریش کے ساتھ تھا اور حجاز کے عرب یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں پر کس طرح عذاب نازل فرمایا ہے۔ نفیل نے اس وقت یہ شعر کہا:

أَيْنَ الْمَفَرُّ وَالْإِلٰهُ الطَّالِبُ وَالْأَشْرَمُ الْمَغْلُوبُ غَيْرُ الْغَالِبِ

”بھاگ نکلنے کی جگہ کہاں؟ جبکہ اللہ تعاقب میں ہے اور ابرہہ اشرم مغلوب ہو چکا، وہ کبھی بھی غلبہ نہ پاسکے گا۔“

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس موقع پر نفیل نے یہ اشعار بھی کہے تھے:

أَلَا حُيِّيتِ عَنَّا يَارُدَيْنَا ! نَعِمْنَا كُمْ مَّعَ الْإِصْبَاحِ عَيْنَا

''ہاں اے ردینہ! ہماری جانب سے تجھے سلام پہنچے اور تم لوگوں کی سلامتی سے ہماری آنکھیں صبح سویرے ٹھنڈی ہوں، یعنی خوش نصیب ہوں۔''

رُدَيْنَةُ! لَوْرَأَيْتِ وَلَا تَرَيْهِ لَدٰى جَنْبِ الْمُحَصَّبِ مَارَأَيْنَا

''ردینہ! کاش تو وہ منظر دیکھتی اور تو وہ منظر کبھی نہ دیکھے، جو ہم نے وادی محصب کے پاس دیکھا۔''

إِذًا لَّعَذَرْتِنِي وَحَمِدْتِّ أَمْرِي وَلَمْ تَأْسَىْ عَلٰى مَافَاتَ بَيْنَا

''(اگر وہ منظر دیکھتی تو) تب تو مجھے معذور سمجھتی، میرے کام کی تعریف کرتی اور ہماری آپس کی جدائی پر غم نہ کھاتی۔''

حَمِدْتُّ اللّٰهَ إِذْ أَبْصَرْتُ طَيْرًا وَخِفْتُ حِجَارَةً تُلْقٰى عَلَيْنَا

''جب میں نے پرندے دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، ڈر بھی رہا تھا کہ کوئی پتھر ہم پر نہ آ گرے۔''

فَكُلُّ الْقَوْمِ يَسْأَلُ عَنْ نُّفَيْلٍ كَأَنَّ عَلَيَّ لِلْحُبْشَانِ دَيْنَا

''قوم کا ہر فرد نفیل ہی کو دریافت کر رہا تھا (کہ اس سے واپسی کا راستہ پوچھے) گویا حبشیوں کا مجھ پر کوئی قرض تھا۔''

عطاء بن یسار وغیرہ نے کہا ہے کہ ابرہہ کے لشکر میں شامل تمام لوگ فوراً عذاب الٰہی میں مبتلا نہیں ہو گئے تھے بلکہ ان میں سے کچھ لوگ تو فوراً ہلاک ہو گئے اور کچھ لوگ وہ تھے جن کا ایک ایک عضو گر رہا تھا، اس خوفناک عذاب سے وہ دوچار ہوئے جو بھاگ رہے تھے، خود ابرہہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا جن کا ایک ایک عضو ٹوٹ کر گر رہا تھا حتی کہ وہ خثعم کے علاقے میں جا کر مرا تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ لوگ بھاگے تو ہر راستے میں گرتے اور ہر مقام پر مرتے جا رہے تھے، ابرہہ کے جسم پر بھی جب ایک کنکر لگا تو وہ لوگ اسے بھی اپنے ساتھ لے گئے اور اس کا جسم پور پور کر کے گرتا جا رہا تھا حتی کہ لوگ جب اسے صنعاء لے کر آئے تو یہ پرندے کے بوٹ کے مانند تھا اور مؤرخین کے بقول جب یہ مرنے لگا تو اس کا سینہ پھٹ گیا اور دل باہر نکل آیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو آپ نے قریش کو اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں اور جو فضل و کرم یاد دلایا، اس میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حبشیوں کے حملے سے بچایا اور انھیں باقی رکھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ① اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ② وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ③ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ④ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ⑤ ﴾ ﴿ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۙ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۚ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ ﴾ (قریش 106: 1-4) ''(اے نبی!) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو بے کار نہیں کر دیا؟ اور اس نے ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے جو ان پر کھنگر کی پتھریاں پھینکتے تھے تو اس نے انھیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔ قریش کے مانوس ہونے کی وجہ سے (یعنی) ان کے سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس ہونے کی

وجہ سے، لہٰذا انھیں چاہیے کہ اس گھر (کعبہ) کے مالک کی عبادت کریں جس نے انھیں بھوک میں کھانا کھلایا اور انھیں خوف سے امن دیا۔''

یعنی تاکہ ابرہہ ان کے ان حالات میں سے جن میں یہ پہلے سے تھے، کچھ بھی نہ بدلے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے خیر کا ارادہ فرمایا ہے، بشرطیکہ یہ اسے قبول کریں۔ ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ ﴿ اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ کے معنی ہیں جماعتوں کی جماعتیں، عربوں نے اس کا واحد استعمال نہیں کیا، یعنی یہ لفظ ہمیشہ جمع ہی کی صورت میں استعمال ہوتا ہے اور ﴿ سِجِّيْلٍ ۝ ﴾ کے بارے میں مجھے یونس نحوی اور ابوعبیدہ نے بتایا ہے کہ عربوں کے ہاں اس کے معنی شدید اور بہت سخت کے ہیں۔ بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ دراصل یہ دو فارسی لفظ ہیں جنھیں عربوں نے ایک لفظ بنا دیا ہے اور وہ ہیں ''سنگ اور گل'' اور سنگ کے معنی پتھر اور گل کے معنی مٹی ہیں تو معنی یہ ہوئے کہ وہ کنکر ان دو جنسوں، یعنی پتھر اور مٹی کے تھے۔ اور عَصْف کھیتی کے اس پتے کو کہتے ہیں جو کاٹا نہ گیا ہو، عَصْفٌ کا واحد عَصْفَةٌ ہے۔[1]

حماد بن سلمہ نے عاصم سے، انھوں نے زر سے اور انھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسی طرح ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا ہے کہ ﴿ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ کے معنی ہیں پرندوں کی جماعتیں۔[2] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک کا قول ہے کہ ﴿ اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ ان جماعتوں کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے ہوں۔[3] امام حسن بصری اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ کے معنی ہیں بہت زیادہ۔[4] مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ ان چیزوں کو کہتے ہیں جو مختلف مگر ایک دوسرے کے پیچھے اور مجتمع ہوں۔[5] ابن زید کا قول ہے کہ ادھر ادھر ہر جگہ سے آنے والی مختلف چیزوں کو ﴿ اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ کہتے ہیں۔[6] امام کسائی کا قول ہے کہ میں نے بعض نحویوں سے یہ سنا ہے کہ ﴿ اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ کا واحد إِبِّيل ہے۔[7]

امام ابن جریر نے اسحاق بن عبداللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ﴿ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد بہت سی جماعتیں ہیں، جیسے اونٹوں کے ریوڑ ہوتے ہیں۔[8] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ پرندے جو بھیجے تھے، ان کی پرندوں کی طرح چونچیں اور کتوں کی طرح پنجے تھے۔[9] حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ سبز رنگ کے پرندے تھے جو سمندر کی طرف سے آئے اور ان کے درندوں کی طرح سر تھے۔[10] عبید بن عمیر کا قول ہے کہ یہ سیاہ رنگ کے سمندری پرندے تھے جن کی چونچوں اور پنجوں میں کنکر تھے۔[11] ان تمام

---

[1] ماخوذ از السيرة النبوية لابن إسحاق: 1/33-49 والسيرة النبوية لابن هشام: 1/31-55 والكامل في التاريخ لابن الأثير: 1/328-335 و342-345 وتفسير الطبري: 30/386-391 وتفسیر ابن أبي حاتم: 10/3464-3466 وتفسير البغوي: 5/304-308، البتہ عطاء بن یسار کا یہ قول کہ ابرہہ کے لشکر میں شامل تمام لوگ فوراً عذابِ الٰہی میں مبتلا نہیں ہو گئے تھے...... بالفاظ دیگر الدر المنثور: 6/675,676 میں مذکور ہے۔ [2] تفسير الطبري: 30/381,382. [3] تفسير الطبري: 30/382. [4] تفسير الطبري: 30/382. [5] تفسير الطبري: 30/382. [6] تفسير الطبري: 30/382,383. [7] تفسير الطبري: 30/381. [8] تفسير الطبري: 30/382. [9] تفسير الطبري: 30/383. [10] تفسير الطبري: 30/383. [11] تفسير الطبري: 30/384.

اقوال کی سندیں صحیح ہیں۔

عبید بن عمیر فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان ہاتھی والوں کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان پر سمندر سے بگلوں کی طرح کے پرندے پیدا کر کے بھیج دیے جن میں سے ہر پرندے نے تین تین کنکریاں اٹھائی ہوئی تھیں، دو دو ان کے پاؤں میں اور ایک ایک چونچ میں تھی، ان پرندوں نے آ کر ان کے سروں پر صفیں باندھ لیں، پھر یہ چیخنے لگے (انھوں نے طبل جنگ بجا دیا) اور پھر اپنے پاؤں اور چونچوں میں پکڑی ہوئی کنکریاں گرا دیں، یہ کنکری ان میں سے جس انسان کے سر پر لگتی، اس کی دبر میں سے نکل جاتی اور اگر جسم کے ایک طرف لگتی تو دوسری طرف سے پار ہو جاتی اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت شدید آندھی بھی بھیج دی جس سے کنکریوں کے برسنے کی شدت میں اور بھی اضافہ ہو گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سب کو تباہ و برباد کر دیا۔[1] ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ⑤﴾ ''پھر اس (اللہ) نے انھیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا'' کے بارے میں سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ عَصْف کے معنی بھوسے کے ہیں جسے عوام الناس هَبُّور کہتے ہیں۔[2] آپ سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ عَصْف گندم کے پتے کو کہتے ہیں۔[3] آپ ہی سے ایک تیسری روایت یہ ہے کہ عَصْف کے معنی بھوسے اور چارے کے ہیں جسے جانوروں کے کھانے کے لیے کاٹ دیا گیا ہو۔[4] امام حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔[5] جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عَصْف دانے کے چھلکے کو کہتے ہیں جس طرح گندم کا غلاف ہوتا ہے۔[6]

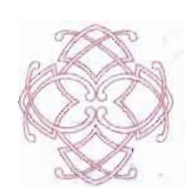
ابن زید کا قول ہے کہ عَصْف کھیتی اور سبزی کے اس پتے کو کہتے ہیں کہ حیوان جب اسے کھا کر ہضم کر لیں تو وہ لید بن جائے۔[7] بہر حال اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان ہاتھی والوں کو تباہ و برباد کر دیا، ان کی تدبیر اور چال کو ناکام و نامراد بنا دیا، ان پر اپنے غیض و غضب کا اظہار فرمایا کہ یہ کوئی خیر و بھلائی حاصل نہ کر سکیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اور اگر ان میں سے کوئی شخص اپنی ہلاکت و بربادی کی خبر لے کر اپنی قوم کے پاس واپس بھی گیا تو وہ زخموں سے چور چور تھا جیسا کہ ان کے بادشاہ ابرہہ کا حشر تھا کہ وہ زخموں سے بری طرح نڈھال ہو کر جب اپنے شہر صنعاء پہنچا تو اس کا سینہ پھٹ گیا اور دل باہر نکل آیا، اس نے بتایا کہ ان کا کیا برا حشر ہوا اور پھر فوراً مر گیا۔[8]

ابرہہ کے بعد اس کا بیٹا یکسوم اور پھر اس کے بعد اس کا بھائی مسروق بن ابرہہ بادشاہ بنا، پھر سیف بن ذی یزن حمیری کسریٰ کے پاس گیا اور اس سے حبشیوں کے خلاف مدد طلب کی تو اس نے اپنے لشکر اس کے ساتھ روانہ کر دیے اور انھوں نے اس کے ساتھ مل کر لڑائی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ملک انھیں واپس دے دیا، ان کے آباء و اجداد کی بادشاہت انھیں واپس لوٹا دی تو عربوں کے بہت سے وفود نے آ کر اسے مبارک باد دی۔[9] ہم سورۂ فتح کی تفسیر میں قبل ازیں یہ بیان کر آئے ہیں کہ

① تفسير ابن أبي حاتم: 3466/10. ② تفسير الطبري: 392/30 عن الضحاك نحوه. ③ الدر المنثور: 676/6.
④ تفسير الماوردي: 344/6. ⑤ تفسير الماوردي: 344/6. ⑥ تفسير البغوي: 309/5 وتفسير الطبري: 392/30. ⑦ تفسير الطبري: 392/30. ⑧ تفسير الطبري: 391/30 وتفسير ابن أبي حاتم: 3464-3466/10.
⑨ السيرة النبوية لابن إسحاق: 52/1-56 والسيرة النبوية لابن هشام: 61/1-68.

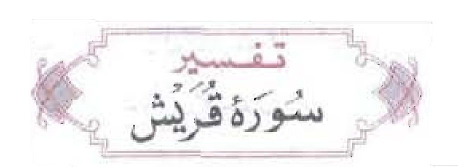
رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے دن جب اس گھاٹی کے قریب تشریف لائے جس سے آپ قریش کے پاس آنا چاہتے تھے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے ڈانٹا تو اس نے اٹھنے سے انکار کر دیا، لوگوں نے کہا کہ قصواء اڑ گئی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَاخَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ وَّلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ]، [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا يَسْأَلُونِّيَ (الْيَوْمَ) خُطَّةً يُّعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا (أَجَبْتُهُمْ إِلَيْهَا)] ”قصواء نے نہ اڑی کی ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اسے تو اس ذات گرامی نے روکا ہے جس نے ہاتھی کو روکا تھا۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آج یہ لوگ جن شرائط پر مجھ سے صلح کرنا چاہیں گے میں سب کو مان لوں گا بشرطیکہ اللہ کی حرمتوں کی ہتک اس میں نہ ہو۔“ پھر آپ نے قصواء کو ڈانٹا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ حدیث صرف صحیح بخاری میں ہے، [1] صحیح مسلم میں نہیں ہے۔ اور صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَّكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ]، [وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ (أَلَا فَلْيُبَلِّغِ) الشَّاهِدُ الْغَائِبَ] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے ہاتھی کو مکہ میں آنے سے روک دیا تھا مگر اپنے رسول اور مومنوں کو مکہ پر چڑھائی کی اجازت عطا فرما دی مگر آج پھر اس کی حرمت اس طرح لوٹ آئی ہے جیسے کل تھی، خبردار! جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میری یہ باتیں ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔“ [2]

سورۂ فیل کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



---

[1] دیکھیے الفتح، آیات: 25,26 کے ذیل میں عنوان ”قصۂ صلح حدیبیہ، احادیث کی روشنی میں“ نیز دیکھیے صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد......، حديث: 2731,2732 عن المسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ ومروان رحمہ اللہ ، البتہ پہلی قوسین والا لفظ سنن أبي داود، الجهاد، باب في صلح العدو، حديث: 2765 اور دوسری قوسین والے الفاظ المصنف لابن أبي شيبة، المغازي، باب غزوة الحديبية: 7/387-389، حديث: 36844 کے مطابق ہیں۔ [2] اس حدیث کا پہلا حصہ صحيح البخاري، اللقطة، باب كيف تعرف لقطة أهل مكة؟ حديث: 2434 وصحيح مسلم، الحج، باب تحريم مكة......، حديث: 1355 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ میں اور دوسرا حصہ صحيح البخاري، جزاء الصيد، باب لا يعضد شجر الحرم، حديث: 1832 وصحيح مسلم، حديث: 1354 عن أبي شريح العدوي رضی اللہ عنہ میں ہے، البتہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 4/32 عن أبي شريح العدوي رضی اللہ عنہ کے مطابق ہیں۔



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ① اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ ② فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِ ③

قریش کے مانوس ہونے کی وجہ سے ①(یعنی) ان کے سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس ہونے کی وجہ سے ② لہٰذا انھیں چاہیے کہ وہ اس گھر (کعبہ)

الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ④

کے مالک کی عبادت کریں ③ جس نے انھیں بھوک میں کھانا کھلایا اور انھیں خوف سے امن دیا ④

تفسیر آیات: 1-4

کیا یہ سورت پہلی سے الگ ہے؟ مصحف امام[1] کی ترتیب کے مطابق یہ سورۂ مبارکہ پہلی سورت سے الگ ہے کیونکہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے علامت فصل کے طور پر دونوں کے درمیان بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھی تھی، اگرچہ اس کا تعلق پہلی سورت ہی سے ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اس کی صراحت کی ہے کیونکہ ان دونوں حضرات کے نزدیک معنی یہ ہیں کہ ہم نے مکہ سے ہاتھیوں کو روکا اور ہاتھیوں والوں کو ہلاک کیا تاکہ قریش کو مانوس کریں اور وہ مل جل کر اپنے شہر میں امن، چین اور سکون سے رہیں۔[2]

قریش کی انسیت کن ملکوں سے تھی؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ان کے وہ سفر ہیں جن سے وہ مانوس تھے، یعنی موسم سرما میں یمن کی طرف اور موسم گرما میں شام کی طرف تجارت وغیرہ کی غرض سے جو وہ سفر کیا کرتے تھے اور پھر اپنے ان سفروں سے وہ اپنے شہر میں پر امن اور بلا خوف وخطر لوٹ آیا کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حرم کے باشندے ہونے کی وجہ سے لوگ ان کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے، جو بھی انھیں پہچان لیتا، وہ ان سے احترام سے پیش آتا بلکہ جو لوگ ان کے ساتھ شریکِ سفر ہو جاتے انھیں بھی سفر میں امن نصیب ہو جاتا تھا۔ موسم سرما اور گرما کے دوروں اور سفروں میں ان کا یہ حال تھا اور اپنے شہر میں مقیم ہونے کی صورت میں ان کی حالت یہ تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنۡ حَوۡلِہِمۡ ؕ﴾ (العنکبوت 29:67) ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم (مکہ) کو پر امن بنایا ہے جبکہ لوگ ان

① مصحف امام سے مراد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا وہ مصحف ہے جس پر انھوں نے تمام لوگوں کو جمع کیا تھا۔ ② دیکھیے سابقہ سورت میں عنوان ”اصحاب فیل کا واقعہ مختصراً“ کے ذیل میں۔

کے ارد گرد سے اچک لیے جاتے ہیں۔'' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ① ﴾ ''قریش کے مانوس ہونے کی وجہ سے۔'' ﴿ اٖلٰفِهِمْ ﴾ پہلے إِیلٰف سے بدل اور اس کی تفسیر ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ② ﴾ ''ان کے سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس ہونے کی وجہ سے۔''

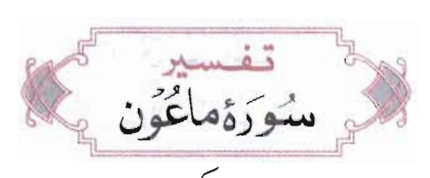
حافظ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ لام، لام تعجب ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لوگو! قریش کے مانوس ہونے اور اس سلسلے میں میری ان پر ہونے والی نعمت پر تعجب کرو، انھوں نے مزید فرمایا کہ یہ اس لیے بھی ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ دونوں جدا جدا اور مستقل سورتیں ہیں۔[1] پھر اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان نعمت کے شکر ادا کرنے کی طرف ان کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ③ ﴾ ''لہٰذا انھیں چاہیے کہ اس گھر (کعبہ) کے مالک کی عبادت کریں۔'' یعنی صرف اور صرف اس کی عبادت کریں کیونکہ اسی نے حرم کو پر امن اور اس گھر کو محترم بنایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ ﴾ (النمل 91:27) ''(آپ کہہ دیجیے:) مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت بخشی اور ہر چیز اسی کے لیے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں۔'' ارشاد الٰہی ہے: ﴿ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ﴾ ''جس نے انھیں بھوک میں کھانا کھلایا۔'' یعنی اس گھر کا مالک وہ ہے جو انھیں بھوک میں کھانا کھلاتا ہے، ﴿ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④ ﴾ ''اور انھیں خوف سے امن دیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں امن و آسائش سے سرفراز فرمایا، لہٰذا انھیں بھی یہ چاہیے کہ صرف اور صرف اسی وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کریں اور اس کے سوا کسی بھی صنم، شریک اور بت کی عبادت نہ کریں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی اطاعت بجالاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں امن سے نوازتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہانوں میں امن سے محروم کر دیتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ ﴾ (النحل 113,112:16) ''اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی ہے جو امن و اطمینان سے (آباد) تھی، اس کا رزق اسے ہر جگہ سے وافر (میسر) آتا تھا، پھر اس (کے باشندوں) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے انھیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا اور البتہ یقیناً ان کے پاس انھی میں سے ایک پیغمبر آیا تو انھوں نے اسے جھٹلایا تو انھیں عذاب نے آ پکڑا اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔''

سورۂ قریش کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

[1] تفسیر الطبری: 395/30.



یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ① فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ② وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ

(اے نبی!) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو جزا وسزا کو جھٹلاتا ہے؟① تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے② اور مسکین کو کھانا کھلانے کا

الْمِسْكِيْنِ ③ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ④ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ⑤ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ⑥

شوق نہیں دلاتا③ چنانچہ تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے④ جو اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں⑤ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں⑥ اور (لوگوں کو)

وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ⑦

ع 1/7/32

استعمال کی معمولی چیزیں بھی دینے سے انکار کرتے ہیں⑦

تفسیر آیات: 1-7

منکرینِ قیامت کے اوصاف: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔ دِین سے مراد یہاں آخرت، جزا اور ثواب ہے۔ ﴿ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ② ﴾ ''تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔'' یعنی یتیم پر سختی کرتا ہے، اس کی حق تلفی کرتا ہے، نہ اسے کھانا کھلاتا ہے اور نہ اس سے حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔ ﴿ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ③ ﴾ ''اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ ﴾ (الفجر 89:17,18) ''ہرگز نہیں! بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ تم آپس میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔'' مسکین سے مراد وہ فقیر ہے جس کے پاس اپنی ضرورت و کفایت کے لیے کوئی چیز نہ ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ④ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ⑤ ﴾ ''چنانچہ ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ تفسیر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد منافق ہیں جو اعلانیہ طور پر تو نماز پڑھ لیتے ہیں لیکن علیحدگی میں نہیں پڑھتے۔[1] اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ لِّلْمُصَلِّيْنَ ④ ﴾ ''نمازیوں کے لیے'' جو اہلِ نماز میں سے ہیں، پہلے پابندی کرتے بھی رہے مگر اب اس سے غافل رہتے ہیں یا تو اسے بالکل ہی ادا نہیں کرتے جیسا کہ

① تفسیر الطبری: 403/30.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے، [1] یا اس وقت ادا نہیں کرتے جسے اللہ نے شرعاً نماز کے لیے مقرر فرمایا ہے، لہٰذا اسے بالکل بے وقت ادا کرتے ہیں جیسا کہ مسروق اور ابوالضحیٰ نے فرمایا ہے۔ [2]

عطاء بن دینار فرماتے ہیں کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ﴿ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ ﴾ ''اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں۔'' فرمایا ہے اور یہ نہیں فرمایا: [فِي صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ] ''اپنی نماز میں غفلت کرتے ہیں۔'' [3] جہاں تک اس کے اول وقت کا تعلق ہے تو وہ ہمیشہ یا اکثر و بیشتر اسے آخر وقت میں ادا کرتے ہیں یا یہ کہ اسے اس طرح ارکان اور شرائط کے ساتھ ادا نہیں کرتے جس طرح اسے ادا کرنے کا حکم ہے یا یہ کہ خشوع و خضوع اور اس کے معنی پر تدبر کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے۔ آیت کریمہ کے الفاظ ان تمام معانی پر مشتمل ہیں، جس میں ان میں سے کوئی خرابی ہوگی، وہ اسی قدر اس آیت کا مصداق ہوگا اور جس میں یہ ساری خرابیاں موجود ہوں گی تو وہ اس آیت کا پورا پورا مصداق اور مکمل طور پر عملی منافق ہوگا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ، تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ، تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ]، [يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ، قَامَ (فَنَقَرَ) أَرْبَعًا، لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا] ''یہ تو منافق کی نماز ہے، یہ تو منافق کی نماز ہے، یہ تو منافق کی نماز ہے کہ وہ بیٹھا سورج (کے غروب ہونے) کا انتظار کرتا رہتا ہے حتی کہ سورج جب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ اٹھ کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے (اور) اس میں اللہ تعالیٰ کا بہت ہی کم ذکر کرتا ہے۔'' [4]

آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ اس شخص نے نماز عصر کو جو کہ نماز وسطیٰ ہے جیسا کہ نص سے ثابت ہے، [5] آخر وقت تک موخر کر دیا جو مکروہ وقت ہے اور پھر اس نے کوے کی طرح ٹھونگیں ماریں اور نماز کو اطمینان اور خشوع و خضوع سے ادا نہیں کیا، اسی لیے آپ نے فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا بہت ہی کم ذکر کرتا ہے، اور شاید نماز ادا بھی وہ محض لوگوں کے دکھاوے کے لیے کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا حصول اس کا مقصد نہیں تو وہ ایسے ہے گویا اس نے بالکل نماز ادا ہی نہیں کی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾ (النساء 142:4) ''بے شک منافقین اللہ کو دھوکا دیتے ہیں، حالانکہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر لوگوں کو دکھانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور وہ

---

[1] تفسير الطبرى: 402/30. [2] تفسير الطبرى: 402/30. [3] تفسير القرطبى: 212/20 و تفسير الطبرى: 404/30.

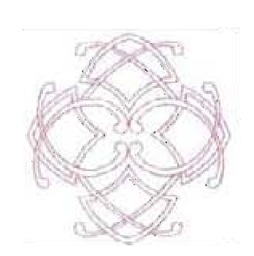
[4] پہلا حصہ الموطأ للإمام مالك، القرآن، باب النهى عن الصلاة بعد الصبح......: 75/1، حديث: 523، و سنن أبى داود، الصلاة، باب وقت العصر، حديث: 413 میں ہے، البتہ وہاں تینوں مرتبہ [الْمُنَافِقِ] کے بجائے [الْمُنَافِقِينَ] ہے اور دوسرا حصہ صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب التبكير بالعصر، حديث: 622 عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے، البتہ قوسین والا لفظ موطأ امام مالک اور سنن ابی داود کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہے، نیز یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے، دیکھیے الجمع بين الصحيحين للحميدى: 497,496/2، تحت الحديث: 1860. [5] دیکھیے البقرة، آیت: 238 کے ذیل میں۔

اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔'' اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ ﴾ ''وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔''

امام احمد نے عمرو بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ ہم ابوعبیدہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ریا کاری کے موضوع پر بات شروع ہوگئی تو ایک شخص جس کی کنیت ابویزید تھی، نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهِ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهِ سَامِعَ خَلْقِهِ وَحَقَّرَهُ وَصَغَّرَهُ] ''جس نے اپنا عمل لوگوں کو سنانے کے لیے کیا تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے سننے والے (چھوٹے بڑے) سب لوگوں کو اس کے عمل سے آگاہ کر دیتا اور (لوگوں کی نظروں میں) اسے حقیر اور ذلیل کر دیتا ہے۔''[1] ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ ﴾ ''وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔'' سے متعلق یہ بات بھی ہے کہ جس شخص نے کوئی عمل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے لوگوں کو مطلع فرما دیا اور اسے اس سے خوشی ہوئی تو یہ ریا کاری نہیں ہوگی۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ ﴾ ''اور عام برتنے کی چیزیں روکتے ہیں۔'' یعنی یہ لوگ نہ تو اپنے رب کی عبادت ہی اچھے طریقے سے بجا لاتے ہیں اور نہ اس کی مخلوق ہی سے حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہیں حتی کہ ان چیزوں کو عاریتاً بھی نہیں دیتے جن سے نفع حاصل کر لیا جاتا اور کام کے سلسلے میں مدد لی جاتی ہے مگر وہ اصل حالت میں باقی رہتی ہیں اور پھر انھیں ان کے مالکان کے پاس لوٹا دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ جب استعمال کی چیزیں اس طرح عاریتاً نہیں دے سکتے تو یہ زکاۃ کیا ادا کریں گے اور تقرب الٰہی کے حصول کے لیے کوئی اور مالی قربانی کیا دیں گے۔ مسعودی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ﴿ الْمَاعُوْنَ ۝ ﴾ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد کلہاڑی، ہنڈیا اور ڈول وغیرہ جیسی چیزیں ہیں جنھیں استعمال کے لیے لوگ ایک دوسرے سے عاریتاً لے لیتے ہیں۔[2]

سورۂ ماعون کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



[1] مسند أحمد: 212/2 البتہ الفاظ مسند أحمد: 224,223/2 کے مطابق ہیں۔ [2] تفسير الطبري: 410/30.

تفسیر سورۂ کوثر

یہ سورت مدنی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ ② اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ③

(اے نبی!) یقیناً ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ① تو آپ اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں ② بے شک آپ کا دشمن ہی جڑ کٹا ہے ③

تفسیر آیات:1-3

سورۂ کوثر کی فضیلت: امام مسلم، ابوداود اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ مسلم کی روایت کے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان مسجد میں تشریف فرما تھے کہ آپ پر ہلکی سی اونگھ طاری ہوگئی، پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر مبارک اٹھایا تو ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ کیوں تبسم فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: [أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُورَةٌ] ''مجھ پر ابھی ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔'' اور پھر آپ نے پڑھا: ﴿ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴾ ﴿ اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ ② اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ③ ﴾ پھر آپ نے فرمایا: [أَتَدْرُونَ مَا الْكَوْثَرُ؟] ''تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟'' ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: [فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَّعَدَنِيهِ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ، عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيرٌ، وَّهُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، آنِيَتُهُ عَدَدُ النُّجُومِ، فَيُخْتَلَجُ الْعَبْدُ مِنْهُمْ، فَأَقُولُ: رَبِّ! إِنَّهُ مِنْ أُمَّتِي، فَيَقُولُ: مَاتَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ] ''یہ ایک نہر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اس میں خیر کثیر ہے، درحقیقت یہ ایک حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے دن آئے گی، اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں جتنی ہوگی، حوض پر آنے والوں میں سے ایک ایک بندے کو پکڑ کر دور ہٹا دیا جائے گا تو میں کہوں گا کہ میرے رب! وہ بھی میری امت میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آپ کو معلوم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعت ایجاد کی تھی۔''① امام احمد نے اسے جس سند کے ساتھ روایت کیا وہ ثلاثی ہے، یعنی اس میں امام احمد رحمہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان یہ تین واسطے ہیں: (1) محمد بن فضیل (2) مختار بن فلفل (3) انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔②

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِنَهْرٍ حَافَتَاهُ

---

① صحيح مسلم، الصلاة، باب حجة من قال : البسملة آية من أول كل سورة......، حديث : 400 وسنن أبي داود، الصلاة، باب من لم يرالجهر ببسم الله الرحمن الرحيم، حديث : 784 وسنن النسائي، الافتتاح، باب قراءة بسم الله الرحمن الرحيم، حديث : 905. ② مسند أحمد : 102/3 .

خِیَامُ اللُّؤْلُؤ، فَضَرَبْتُ بِیَدِی إِلٰی مَا یَجْرِی فِیهِ الْمَاءُ، فَإِذَا مِسْكٌ أَذْفَرُ، قُلْتُ: مَاهٰذَا یَا جِبْرِیلُ؟ قَالَ: هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِی أَعْطَاكَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ] ''میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے ایک نہر دیکھی جس کے کناروں پر موتیوں کے خیمے بنے ہوئے تھے، میں نے وہاں ہاتھ مارا جہاں پانی چل رہا تھا تو اس سے کستوری کی نہایت تیز خوشبو آ رہی تھی، میں نے پوچھا: جبریل! یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ وہی کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔''[1] اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں اور امام مسلم نے بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ کو جب آسمان کی طرف معراج کرائی گئی تو آپ نے فرمایا: [أَتَیْتُ عَلٰی نَهَرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفٌ، فَقُلْتُ: مَاهٰذَا یَاجِبْرِیلُ؟ قَالَ: هٰذَا الْكَوْثَرُ] ''میں ایک نہر کے پاس گیا جس کے کناروں پر جوف دار موتیوں کے قبے بنے ہوئے تھے، میں نے پوچھا: جبریل! یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ کوثر ہے۔'' یہ الفاظ امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق ہیں۔[2]

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: [هُوَ نَهْرٌ (فِی الْجَنَّةِ) أَعْطَانِیهِ (رَبِّی، ......لَهُوَأَشَدُّ بَیَاضًا) مِّنَ اللَّبَنِ وَأَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ، فِیهِ طُیُورٌ أَعْنَاقُهَا كَأَعْنَاقِ الْجُزُرِ] ''وہ جنت کی ایک نہر ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے......، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس میں ایسے پرندے ہوں گے جن کی گردنیں اونٹوں کی طرح ہوں گی۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ پرندے بہت خوش وخرم ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: [(آكِلُهَا) أَنْعَمُ مِنْهَا (یَاعُمَرُ!)] ''عمر! ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ خوش وخرم ہوں گے۔''[3]

امام بخاری رحمہ اللہ نے سعید بن جبیر کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کوثر کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد خیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ ابوبشر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر کی خدمت میں عرض کی کہ لوگوں کا خیال ہے کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے تو انھوں نے فرمایا کہ جنت کی یہ نہر بھی اسی خیر کا ایک حصہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرما رکھا ہے۔[4] سعید بن جبیر ہی کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

[1] مسند أحمد: 103/3. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب: (1)، حدیث: 4964 جبکہ یہ صحیح مسلم میں نہیں ہے، البتہ اسے امام مزی رحمہ اللہ نے تحفة الأشراف: 584/1، حدیث: 1299 میں امام مسلم رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا اور کہا ہے کہ مسلم کی اس حدیث کو ابومسعود نے ذکر نہیں کیا اور میں نے اسے کتاب خَلف میں پایا ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے النکت الظراف علی الأطراف فی ذیل تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف: 337/1، تحت الحدیث: 1299 میں کہا ہے کہ اس حدیث کو امام حمیدی نے (الجمع بین الصحیحین: 622/2، حدیث: 2054 میں) أَفْرَادُ الْبُخَارِی (وہ حدیثیں جنھیں صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے، امام مسلم نے نہیں) میں ذکر کیا ہے۔ [3] مسند أحمد: 236/3 البتہ پہلی قوسین والے الفاظ الحوض والكوثر لبقی بن مخلد القرطبی، ماروی أنس بن مالك فی الكوثر: 97/1، حدیث: 33(C.D)، دوسری قوسین والے الفاظ السنن الکبری للنسائی، التفسیر، باب سورة الكوثر: 523/6، حدیث: 11703، تیسری قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 236/3 اور چوتھی قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 221,220/3 کے مطابق ہیں، تاہم السنن الکبری کے مذکورہ حوالے میں [لَهُوَ] کے بجائے [هُوَ] ہے۔ [4] صحیح البخاری، التفسیر، باب: (1)، حدیث: 4966.

سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں۔ [1] یہ تفسیر عام ہے جو نہر کو بھی مشتمل ہے اور دوسری چیزوں کو بھی کیونکہ کوثر کثرت سے ہے اور وہ خیر کثیر ہے اور اسی خیر کا ایک حصہ یہ نہر بھی ہے۔

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلْكَوْثَرُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ، حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ وَّالْمَاءُ يَجْرِي عَلَى اللُّؤْلُؤِ، وَمَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ] ''کوثر جنت کی ایک ایسی نہر ہے جس کے کنارے سونے سے بنے ہوئے ہیں، اس میں پانی موتیوں پر چلتا ہے جو کہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔'' [2] اسی طرح اس حدیث کو امام ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابو حاتم اور ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ [3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ ''تو آپ اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔'' یعنی جیسے ہم نے آپ کو دنیا و آخرت میں خیر کثیر سے نوازا ہے جس کا ایک حصہ مذکورہ بالا صفات کی حامل نہر بھی ہے، تو آپ بھی اخلاص کے ساتھ اپنے رب کے لیے فرض اور نفل نماز ادا کیا کریں، قربانی کیا کریں، اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کیا کریں اور اس وحدہ لاشریک کے نام پر قربانی کیا کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:162,163) ''کہہ دیجیے: بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء، مجاہد، عکرمہ اور حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اونٹ وغیرہ کی قربانی کرنا ہے۔ [4] قتادہ، محمد بن کعب قرظی، ضحاک، ربیع، عطاء خراسانی، حکم، اسماعیل بن ابو خالد اور دیگر ائمۂ سلف کا بھی یہی قول ہے۔ [5] یہ حکم ان مشرکین کی روش کے خلاف ہے جو غیر اللہ کے لیے سجدہ کرتے اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ...... ﴾ الآية (الأنعام 6:121) ''اور تم اس (جانور) میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ پڑھا گیا ہو اور بلاشبہ یہ (کھانا) یقیناً سراسر نافرمانی ہے......''

نبی ﷺ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴾ ''بے شک آپ کا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔'' یعنی اے محمد ﷺ! جو آپ سے بغض رکھتا ہے اور اس ہدایت، حق، روشن دلیل اور نور مبین سے بغض رکھتا ہے جسے آپ لائے ہیں تو وہی بے اولاد، کم حیثیت، ذلیل و نامراد اور بے نام ونشان ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر

---

[1] تفسير الطبرى: 417/30. [2] مسند أحمد: 67/2. [3] جامع الترمذى، تفسير القرآن، باب ومن سورة الكوثر، حديث: 3361 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب صفة الجنة، حديث: 4334 وتفسير ابن أبي حاتم: 3470/10 و تفسير الطبرى: 421,420/30. [4] تفسير الطبرى: 424,423/30 وتفسير ابن أبي حاتم: 3470/10. [5] تفسير الطبرى: 424,423/30.

اور قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ عاص بن وائل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1] محمد بن اسحاق نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر ہوتا تو عاص بن وائل کہتا کہ انھیں چھوڑو، وہ ایک بے اولاد شخص ہے، جب فوت ہوگا تو اس کا ذکر خود بخود ختم ہو جائے گا، چنانچہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورۂ مبارکہ نازل فرمائی۔[2]

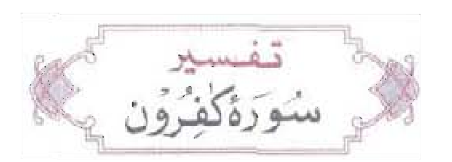
شمر بن عطیہ نے کہا ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ عقبہ بن ابومعیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ سے یہ قول بھی مروی ہے کہ یہ سورت کعب بن اشرف اور کفارِ قریش کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[4] امام بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کعب بن اشرف مکہ آیا تو قریش نے اس سے کہا کہ تم ان کے سردار ہو، بھلا بتاؤ کہ یہ کمزور، بے والی و وارث اور اپنی قوم سے کٹا ہوا شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے، حالانکہ ہم حاجیوں کو پانی پلانے، ان کی خدمت اور کعبہ کی نگہبانی کرنے والے ہیں۔ اس نے جواب دیا: (ہاں تم ٹھیک کہتے ہو) تم ہی اس سے بہتر ہو تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ ﴾ امام بزار نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[5] اور اس کی سند صحیح ہے۔ عطاء سے روایت ہے کہ یہ آیت ابولہب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جب رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادہ گرامی انتقال فرما گئے تو ابولہب مشرکین کے پاس گیا اور کہنے لگا: آج رات محمد (ﷺ) بے اولاد ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں نازل فرمایا: ﴿ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ ﴾ ''بے شک آپ کا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔''[6]

سدی کا قول ہے کہ جب کسی شخص کے بیٹے فوت ہو جاتے تو اس کے لیے قریش بُتِرَ کہتے، جب رسول اللہ ﷺ کے تمام صاحبزادگان گرامی کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے کہنا شروع کر دیا: بُتِرَ مُحَمَّدٌ ''محمد (ﷺ) بے اولاد ہو گئے۔''[7] چنانچہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ ﴾ کفارِ قریش کا از راہ جہالت یہ تصور تھا کہ جب آپ کے صاحبزادوں کا انتقال ہو گیا ہے تو آپ کا نام و نشان بھی مٹ جائے گا مگر حاشا و کلا، ایسا ہرگز نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو تو چار دانگ عالم میں زندہ رکھا ہے، تمام بندگانِ الٰہی کی گردنوں پر آپ کی لائی ہوئی شریعت کو واجب قرار دے دیا ہے اور آپ کے ذکر خیر کو محشر و معاد بلکہ ابد الآباد تک باقی رکھا۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ دَائِمًا إِلٰى يَوْمِ التَّنَادِ.

سورۂ کوثر کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① تفسیر الطبری: 427,426/30 . ② السیرة النبویة لابن إسحاق، ماعوض النبی ﷺ من أبنائه : 289/1 و السیرة النبویة لابن هشام، نزول سورة الکوثر : 393/2 . ③ تفسیر الطبری: 427/30 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3471/10 . ④ تفسیر الطبری: 428,427/30 . ⑤ کشف الأستار، التفسیر، باب سورة الکوثر : 83/3 ، حدیث : 2293. ⑥ تفسیر الماوردی: 356/6 مختصرًا . ⑦ دیکھیے تفسیر ابن أبی حاتم: 3471,3470/10 .



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ① لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ② وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ

(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: اے کافرو!① میں ان (بتوں) کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو② اور نہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں

مَاۤ اَعۡبُدُ ③ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ④ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ⑤

عبادت کرتا ہوں③ اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو④ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں⑤

لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ ⑥

تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین⑥

نوافل میں سورۂ کافرون کی قراءت: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کی دو رکعتوں میں اس سورت اور سورۂ ﴿قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴾ کی قراءت فرمائی۔① صحیح مسلم ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعتوں (سنتوں) میں ان دونوں سورتوں کی قراءت فرمائی۔② امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر سے پہلے کی دو رکعتوں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں بیس سے کچھ زیادہ یا دس سے بھی کچھ زیادہ مرتبہ ﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ①﴾ اور ﴿قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴾ کی قراءت فرمائی۔③

امام احمد ہی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے چوبیس یا پچیس بار جائزہ لیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے پہلے کی دو رکعتوں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں ﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ①﴾ اور ﴿قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴾ کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔④ امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ میں نے ایک ماہ تک جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں ﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ①﴾ اور ﴿قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴾ کی قراءت فرماتے ہیں۔⑤ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے اور امام نسائی نے بھی اسے بیان فرمایا ہے، امام ترمذی

① صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبی ﷺ، حدیث: 1218 مفصلاً. ② صحیح مسلم، صلاة المسافرین وقصرها، باب استحباب رکعتی سنة الفجر……، حدیث: 726. ③ مسند أحمد: 24/2. ④ مسند أحمد: 99/2. ⑤ مسند أحمد: 94/2.

نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔[1] قبل ازیں یہ حدیث بھی بیان کی جا چکی ہے کہ یہ سورت ربع (چوتھائی) قرآن کے برابر ہے، نیز سورۂ زلزال بھی ربع قرآن کے برابر ہے۔[2]

تفسیر آیات:1-6

شرک سے براءت: یہ سورۂ مبارکہ اس عمل سے براءت کے اظہار پر مشتمل ہے جسے مشرک انجام دیتے ہیں، نیز اس میں اخلاص کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ۝۱ ﴾ ''(اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجیے: اے کافرو!'' اگرچہ یہ خطاب روئے زمین کے ہر کافر سے ہے لیکن اس کے اولین مخاطب کفار قریش تھے۔ کہا گیا ہے کہ کفار قریش نے ازراہ جہالت رسول اللہ ﷺ کو یہ دعوت دی کہ ایک سال تک آپ ان کے بتوں کی عبادت کریں اور پھر ایک سال تک وہ آپ کے معبود حقیقی کی عبادت کریں گے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ کو نازل فرمایا اور اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ ان کے دین سے بالکل براءت کا اعلان فرما دیں کہ ﴿ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ۝۲ ﴾ ''میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔'' یعنی میں اصنام و انداد کی عبادت نہیں کرتا، ﴿ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۚ۝۳ ﴾ ''اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔'' یعنی اللہ وحدہ لاشریک کی۔ ﴿ مَاۤ ﴾ یہاں مَنْ کے معنی میں ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ۝۴ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ؕ۝۵ ﴾ ''اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔'' یعنی میں تمھاری عبادت کی طرح عبادت نہیں کر سکتا نہ اس راہ کو اختیار اور اس کی اقتدا کر سکتا ہوں کیونکہ میں تو اللہ وحدہ لاشریک کی اس طرح عبادت کرتا ہوں جیسے وہ چاہتا اور اپنے لیے پسند فرماتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۚ۝۳ ﴾ ''اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بارے میں اس کے احکام اور اس کی شریعت کی پابندی نہیں کرتے بلکہ تم نے عبادت کے طریقے خود اپنی طرف سے ایجاد کر رکھے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰىؕ۝ ﴾ (النجم 23:53) ''وہ لوگ تو گمان ہی کی پیروی کرتے ہیں اور اس چیز کی جو ان کے دل چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس یقیناً ہدایت آ چکی ہے۔'' اس طرح آنحضرت ﷺ نے کفار قریش کی تمام باتوں سے اظہار براءت فرما دیا، ہر عابد کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کا کوئی معبود ہو جس کی وہ عبادت کرے اور پھر اس کی عبادت کا کوئی ایسا طریقہ ہو جسے وہ اختیار کرے تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کی اتباع کرنے والے مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس طرح عبادت کرتے ہیں جس طرح اس نے حکم دیا ہے۔ یہی

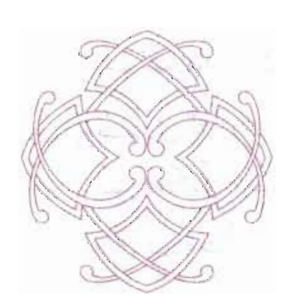
---

[1] جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في تخفيف ركعتي الفجر......، حديث: 417 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ماجاء فيما يقرأ في الركعتين قبل الفجر، حديث:1149 و سنن النسائي، الافتتاح، باب القراء ة في الركعتين بعد المغرب، حديث: 993. [2] دیکھیے تفسیر ابن کثیر مفصل، سورۂ زلزال کی ابتدا میں، نیز دیکھیے جامع الترمذي، فضائل القرآن، باب ماجاء في إذا زلزلت، حديث: 2895 لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔

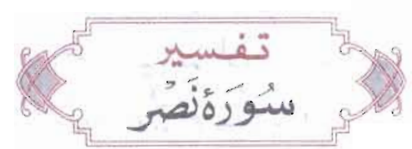
وجہ ہے کہ کلمۂ اسلام لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس تک پہنچنے کا سوائے اس کے اور کوئی رستہ نہیں جسے حضرت محمد ﷺ نے بیان فرمایا ہے، جبکہ مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قطعاً اس کی اجازت نہیں دی، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ﴿ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۝۶ ﴾ ''تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۝ ﴾ (یونس 10:41) ''اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو کہہ دیجیے: میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں عمل کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم عمل کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ﴾ (القصص 28:55) ''ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہیں۔'' امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے: ﴿ لَكُمْ دِيْنُكُمْ ﴾ ''تمھارے لیے تمھارا دین۔'' یعنی کفر، ﴿ وَلِيَ دِيْنِ۝۶ ﴾ ''اور میرے لیے میرا دین۔'' یعنی اسلام اور یہاں دِینِی اس لیے نہیں کہا کیونکہ سابقہ آیات نون کے ساتھ تھیں تو ان کی رعایت کی وجہ سے یہاں یاء کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ ﴿ فَهُوَ يَهْدِيْنِ۝ۙ ﴾ اور ﴿ يَشْفِيْنِ۝ۙ ﴾ (الشعرآء 26:78، 80) کی آیات سے یاء کو حذف کیا گیا ہے۔[1]

سورۂ کافرون کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.



[1] صحيح البخاري، التفسير، باب سورة ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۝۱ ﴾، بعد الحديث: 4966.



یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ① وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

(اے نبی!) جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے گی ① اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں ② تو آپ اپنے رب

وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ③

کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور اس سے بخشش مانگیے، بلاشبہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے ③

ع 1/3 35

سورۂ نصر کی فضیلت: قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ سورت ربع قرآن کے برابر ہے جیسا کہ سورۂ زلزال بھی ربع قرآن کے برابر ہے۔[1] امام نسائی نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا: اے ابن عتبہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ قرآن مجید کی کون سی سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی؟ میں نے عرض کی: جی ہاں مجھے معلوم ہے، ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ①﴾ سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی تو انھوں نے فرمایا: آپ سچ کہتے ہیں۔[2]

تفسیر آیات: 1-3

اشارتاً رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے بھی غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے والے بزرگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشورے میں شریک فرمایا کرتے تھے تو ان میں سے بعض نے محسوس کیا اور کہا کہ آپ اسے ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں کیونکہ اس کے ہم عمر تو ہمارے بچے بھی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنھیں تم جانتے ہو۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو کسی مشورے کے لیے بلایا اور مجھے بھی ان میں شریک کیا اور میرے خیال میں اس دن انھوں نے مجھے اسی لیے بلایا تھا تاکہ انھیں یہ بات باور کرائیں کہ مجھے ان کے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں، اس مجلس میں آپ نے ان سے پوچھا کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ①﴾ کی تفسیر کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ بعض نے کہا کہ اس سورت میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہمیں فتح و نصرت حاصل ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں اور اس سے استغفار کریں اور بعض خاموش رہے اور انھوں نے کچھ بھی نہ کہا، پھر آپ نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ابن عباس! تمھاری بھی

---

① دیکھیے تفسیر ابن کثیر مفصل، سورۂ زلزال کی ابتدا میں، نیز دیکھیے جامع الترمذی، فضائل القرآن، باب ماجاء فی إذا زلزلت، حدیث: 2895. لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ ② السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب سورۃ النصر: 525/6، حدیث: 11713.

اس سورت کے بارے میں یہی رائے ہے؟ میں نے کہا: نہیں تو انھوں نے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ اس سورۂ مبارکہ میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ بات معلوم کرائی ہے کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے، فرمایا: ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ ﴾ ''جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے گی۔'' تو یہ آپ کی وفات کی علامت ہے، ﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ ﴾ ''تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور اس سے مغفرت مانگیے، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ میرے علم کے مطابق بھی یہی بات درست ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ یہ روایت صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے، [1] امام مسلم نے نہیں۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب سورت ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نُعِيَتْ إِلَيَّ نَفْسِي] ''(اس سورت میں) مجھے میری وفات کی خبر دی گئی ہے۔'' کہ آپ اسی سال اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو جائیں گے۔ اس روایت کو بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔ [2] امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع و سجود میں کثرت سے یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي] ''اے اللہ! ہمارے پروردگار! تو پاک ہے اور تیری ہی حمد و ثنا ہے، اے اللہ! تو مجھے بخش دے۔'' اس طرح آپ قرآن مجید (میں دیے گئے حکم) پر عمل کرتے تھے۔ [3] اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ کے سوا کتب ستہ کے دیگر مولفین نے بھی بیان کیا ہے۔ [4]

امام احمد نے مسروق کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری عمر میں یہ کلمات بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے: [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ] ''اللہ پاک ہے اور اسی کی حمد و ثنا ہے، میں اللہ ہی سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔'' اور آپ نے فرمایا: [إِنَّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ كَانَ أَخْبَرَنِي أَنِّي سَأَرٰى عَلَامَةً فِي أُمَّتِي وَأَمَرَنِي إِذَا رَأَيْتُهَا أَنْ أُسَبِّحَ بِحَمْدِهِ وَأَسْتَغْفِرَهٗ، إِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا، فَقَدْ رَأَيْتُهَا: ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ ﴾] ''بے شک میرے رب نے مجھے مطلع فرما دیا تھا کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک علامت دیکھ لوں گا اور مجھے حکم دیا تھا کہ جب میں یہ علامت دیکھ لوں تو اس کی حمد و ثنا بیان کروں اور اس سے مغفرت طلب کروں، بے شک وہ معاف فرمانے والا ہے، تو میں نے اس علامت کو دیکھ لیا ہے اور وہ یہ ہے: ''جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے گی اور آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور اس سے بخشش

---

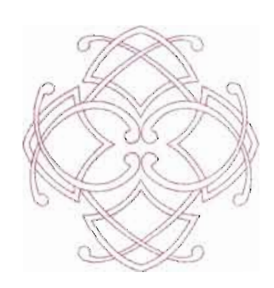
[1] صحیح البخاري، التفسیر، باب قوله: ﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ...... ﴾ (النصر110:3)، حدیث: 4970 . [2] مسند أحمد: 217/1 یہ روایت موقوفاً صحیح ہے۔ [3] صحیح البخاري، التفسیر، باب:(2) ، حدیث: 4968 . [4] صحیح مسلم، الصلاة، باب مایقال في الرکوع والسجود؟ حدیث: 484 و سنن أبي داود، الصلاة، باب الدعاء في الرکوع والسجود، حدیث: 877 و السنن الکبرٰی للنسائي، التفسیر، باب سورة النصر: 525/6، حدیث: 11710 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات...... باب التسبیح في الرکوع والسجود، حدیث: 889.

مانگیے، بلاشبہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔‘‘[1] اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے [2]

فتح سے یہاں مراد فتح مکہ ہے اور اس سلسلے میں سب کا یہی قول ہے۔ عرب قبائل اسلام قبول کرنے کے لیے فتح مکہ کے منتظر تھے اور کہتے تھے کہ اگر یہ اپنی قوم پر غالب آ گئے تو پھر اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مکہ کی فتح سے بھی سرفراز فرما دیا تو لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے اور ابھی دو سال کی مدت بھی نہ گزری تھی کہ سارا جزیرۃ العرب ایمان سے بھر گیا اور تمام قبائل عرب مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

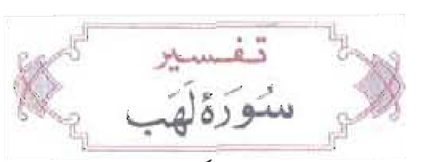
امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی صحیح میں عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مکہ فتح ہوا تو ہر قوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنا شروع کر دیا کیونکہ تمام قبائل عرب اسلام قبول کرنے کے لیے فتح مکہ ہی کے منتظر تھے اور کہتے تھے کہ انھیں اور ان کی قوم کو چھوڑ دو اگر آپ ان پر غالب آ گئے تو آپ سچے نبی ہیں۔[3] ہم نے غزوۂ فتح کے واقعات کو اپنی کتاب السیرۃ میں بیان کیا ہے، تفصیل کے طالب اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔[4] وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ. امام احمد نے ابو عمار سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے ایک پڑوسی نے بیان کیا کہ میں سفر سے واپس آیا تو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما مجھ سے ملنے آئے اور انھوں نے مجھے سلام کیا تو میں نے ان سے لوگوں کی تفرقہ بازی اور بدعات وغیرہ کا ذکر کیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سن کر رونے لگے اور پھر کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ النَّاسَ دَخَلُوا فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا وَّ سَيَخْرُجُونَ مِنْهُ أَفْوَاجًا] ’’بے شک لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے اور عنقریب وہ اسی طرح فوج در فوج دین سے خارج بھی ہو جائیں گے۔‘‘[5]

سورۂ نصر کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



---

[1] مسند أحمد : 35/6 . [2] صحیح مسلم، الصلاة، باب مایقال فی الرکوع والسجود؟ حدیث:(220)-484.
[3] صحیح البخاری، المغازی، باب :(54)، حدیث :4302 مفصلاً. [4] السیرة النبویة لابن کثیر : 3/539-609 (C.D) و الفصول فی سیرة الرسول ﷺ لابن کثیر:100-108. [5] مسند أحمد :343/3 . یہ حدیث ضعیف ہے۔



یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ① مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ② سَيَصۡلٰى نَارًا ذَاتَ

ٹوٹ جائیں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ ہلاک ہوگیا① نہ اس کے مال نے اسے کوئی فائدہ دیا اور نہ اس کی کمائی نے ② عنقریب وہ ضرور بھڑکتی

لَهَبٍ ③ وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ ④ فِىۡ جِيۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ⑤

آگ میں داخل ہوگا③ اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن اٹھائے ہوئے ہے④ اس کی گردن میں چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی⑤

تفسیر آیات:1-5

سورۂ لہب کی شانِ نزول اور ابولہب کا رسول اللہ ﷺ سے عناد: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ بطحا کی طرف تشریف لے گئے اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر مکہ کے لوگوں کو صدا دی [يَا صَبَاحَاهُ!] (اہل عرب یہ جملہ حملے کے وقت مدد کے لیے کہا کرتے تھے)، چنانچہ قریش آپ کے پاس جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا: [أَرَأَيْتُمْ إِنْ حَدَّثْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ مُصَبِّحُكُمْ أَوْ مُمَسِّيكُمْ، أَكُنْتُمْ تُصَدِّقُونِي؟] ''دیکھو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ دشمن تم پر صبح یا شام حملہ کرنا ہی چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟'' سب نے بیک جنبش زبان کہا: ہاں تو آپ نے فرمایا: [فَإِنِّي نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ] ''تو (پھر میری اس بات کو بھی سچ مانو کہ) میں تمھیں عذاب شدید (کے آنے) سے پہلے ڈرانے والا ہوں۔'' یہ سن کر ابولہب نے کہا: کیا تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟ تیرے لیے ہلاکت ہو (نعوذ باللہ) تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ پوری سورت نازل فرمائی۔[1]

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ابولہب (ہاتھ جھاڑتے ہوئے) کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا: تو ہلاک ہو جائے، کیا تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا: ﴿ تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ ﴾ ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہوگیا۔''[2] اس میں ﴿ تَبَّتۡ ﴾ ابولہب کے لیے بددعا ہے اور ﴿ تَبَّ ۝ ﴾ میں اس کی ہلاکت کی خبر دی

① صحیح البخاري، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَتَبَّ ۝ مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ ﴾، حدیث :4972 و صحیح مسلم، الإیمان، باب فی قوله تعالیٰ: ﴿ وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ۝ ﴾ (الشعرآء26:214)، حدیث:208. ② صحیح البخاري، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَتَبَّ ۝ مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ ﴾، حدیث :4972 و صحیح مسلم، الإیمان، باب فی قوله تعالیٰ: ﴿ وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ۝ ﴾ (الشعرآء26:214)، حدیث: 208 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ. البتہ قوسین والے الفاظ نہیں مل سکے۔

جارہی ہے۔ یہ ابولہب رسول اللہ ﷺ کا چچا تھا، اس کا نام عبدالعزی بن عبدالمطلب اور کنیت ابوعتیبہ تھی۔ چہرے کی چمک دمک کی وجہ سے اسے ابولہب کہا جاتا تھا، یہ رسول اللہ ﷺ کو بہت ایذا پہنچاتا، آپ سے بے حد بغض رکھتا اور آپ کی اور آپ کے دین کی تنقیص میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتا تھا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوزناد سے روایت کیا ہے کہ مجھے خاندانِ دیل کے ایک شخص نے بتایا جس کا نام ربیعہ بن عباد رضی اللہ عنہ تھا اور اس کا تعلق زمانۂ جاہلیت سے تھا مگر وہ مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا کہ میں نے نبی ﷺ کو زمانۂ جاہلیت میں ذوالمجاز بازار میں دیکھا، آپ فرما رہے تھے: [يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قُولُوا! لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوا] ''لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو تم فلاح پا جاؤ گے۔'' لوگ آپ کی بات سننے کے لیے جمع ہو جاتے مگر آپ کے پیچھے پیچھے ایک شخص تھا جس کا چہرہ روشن، آنکھیں بھینگی اور سر پر بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں، وہ آپ کے بارے میں کہتا: لوگو! اس کی بات نہ سننا، یہ بے دین اور کذاب ہے، آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے، وہ آپ کے پیچھے پیچھے ہوتا، میں نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ نبی ﷺ کا چچا ابولہب ہے۔[1] اسی روایت کو امام احمد نے سریج سے، انھوں نے ابن ابوالزناد سے اور انھوں نے اپنے باپ ابوالزناد سے بھی روایت کیا ہے کہ میں نے ربیعہ سے پوچھا کہ ان دنوں تم بچے ہو گے؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں اللہ کی قسم! میں اس وقت باشعور تھا اور مشکیزہ اٹھا لیا کرتا تھا۔ اسے صرف امام احمد نے روایت کیا ہے۔[2]

فرمان الٰہی: ﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲﴾ ''نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ (وہ) جو اس نے کمایا'' کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمۂ کرام فرماتے ہیں کہ یہاں کمائی سے اولاد مراد ہے۔[3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، مجاہد، عطاء، حسن اور ابن سیرین سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[4] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دی تو ابولہب نے کہا کہ اگر میرا بھتیجا جو کچھ کہتا ہے وہ سچ ہے تو روز قیامت میں اپنے مال اور اولاد کو بطور فدیہ دے کر دردناک عذاب سے بچ جاؤں گا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲﴾ ''نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور (نہ) وہ جو اس نے کمایا۔''[5] ﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳﴾ ''عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔'' یعنی ایسی آگ میں جو بھڑکتی ہوگی، اس کے شرارے بہت ہوں گے اور وہ نہایت شدید جلانے والی ہوگی۔

ابولہب کی بیوی ام جمیل کا انجام: ﴿وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴﴾ ''اور اس کی بیوی (بھی) جو ایندھن اٹھائے ہوئے ہے۔'' اس کی بیوی قریشی عورتوں کی سردار تھی، اس کی کنیت ام جمیل اور نام اروٰی بنت حرب بن امیہ تھا اور یہ ابوسفیان کی بہن تھی، یہ کفر وعناد اور انکار اسلام میں اپنے شوہر کی مددگار تھی، لہٰذا روز قیامت آتشِ جہنم کے عذاب میں بھی اس کی مددگار ہوگی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵﴾ ''جو ایندھن اٹھائے ہوئے ہے، اس

---

[1] مسند أحمد: 342,341/4. [2] مسند أحمد: 342,341/4. [3] تفسير الطبري: 440/30. [4] تفسير الطبري: 441,440/30 و تفسير ابن أبي حاتم: 3473/10 و الدر المنثور: 702/6. [5] تفسير البغوي: 327/5.

کی گردن میں چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی۔‘‘یعنی یہ لکڑیاں ڈھوئے گی اور اسے اپنے شوہر کے اوپر ڈال دے گی تا کہ اس کے عذاب میں اور بھی اضافہ ہو،یعنی یہ اس کے عذاب میں اضافے کے لیے تیاری کر رہی ہے۔﴿ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵ ﴾ ’’اس کی گردن میں چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی۔‘‘

مجاہد اور عروہ فرماتے ہیں کہ اس سے جہنم کی چھال کی بٹی ہوئی رسی مراد ہے۔[1] عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور عطیہ جدلی، ضحاک اور ابن زید نے روایت کیا ہے کہ یہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی۔[2] جوہری کہتے ہیں کہ ﴿ مَّسَدٍ ۝۵ ﴾ کھجور کی رسی کو کہتے ہیں، خواہ وہ کھجور کی چھال سے بنی ہو یا پتوں سے، نیز اونٹ کی کھال یا بال سے بنی ہوئی رسی کو بھی مسد کہا جاتا ہے اور مَسَدْتُ الْحَبْلَ، أَمْسُدُهُ مَسْدًا اس وقت کہتے ہیں جب آپ رسی کو اچھی طرح بٹ دیں۔[3] حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵ ﴾ سے مراد لوہے کا طوق ہے۔[4] کیا تم نے نہیں دیکھا کہ عرب چرخے کو بھی مسد کہتے ہیں؟

ابولہب کی بیوی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کا ایک قصہ: امام ابن ابو حاتم نے اپنے والد ابو حاتم اور ابو زرعہ سے انھوں نے عبداللہ بن زبیر حمیدی از سفیان از ولید بن کثیر از ابن تَدْرُس انھوں نے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب سورۂ ﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ ﴾ نازل ہوئی تو یہ بھینگی ام جمیل بنت حرب بڑبڑاتی اور ہاتھ میں پتھر پکڑے ہوئے آئی اور کہنے لگی: مُذَمَّمًا أَبَيْنَا وَدِينَهُ قَلَيْنَا وَأَمْرَهُ عَصَيْنَا ’’مذمم کا ہم انکار کریں گے، ان کے دین سے ناراض ہوں گے اور ان کے حکم کی نافرمانی کریں گے۔‘‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اسے دیکھا تو عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ عورت آ رہی ہے اور مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ آپ کو دیکھ لے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّهَا لَنْ تَرَانِي] ’’نہیں، یہ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گی۔‘‘ اور پھر آپ نے تحفظ کے لیے قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 45:17) ’’اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ایک مخفی پردہ ڈال دیتے ہیں۔‘‘ یہ عورت آئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑی ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکی، کہنے لگی: ابوبکر! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے ساتھی نے میری ہجو کی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں اس گھر کے رب کی قسم! انھوں نے تمھاری ہجو نہیں کی تو یہ عورت یہ کہتے ہوئے واپس پلٹ گئی کہ قریش کو یہ معلوم ہے کہ میں اس کے سردار کی بیٹی ہوں۔[5] ولید یا کسی دوسرے راوی نے اپنی حدیث میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ام جمیل کا اپنی چادر میں پاؤں پھسل گیا تو کہنے لگی: مذمم کا برا ہو تو ام حکیم بنت عبدالمطلب نے کہا

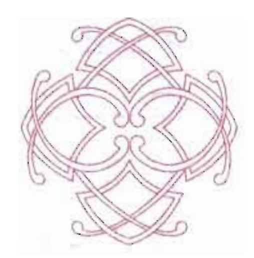
---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 3473/10. [2] تفسیر الطبري: 442,441/30. [3] الصحاح: 470,469/2، مادة: مسد.
[4] تفسیر الطبري: 444/30. [5] تفسیر ابن أبي حاتم: 3473,3472/10.

کہ میں تو پاک دامن ہوں، میں کوئی بات نہیں کروں گی، میں ذکی و ذہین عورت ہوں، میں کچھ نہیں جانتی، ہم دونوں چچازاد بہنیں ہیں اور یہ جو کچھ کہہ رہی ہے اس کے بارے میں قریش ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ [1]

سورۂ لہب کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



② مسند الحمیدی:1/153-155، حدیث: 323 .



یہ سورت مکی ہے

سورۂ اخلاص کی شان نزول اور فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم!) اپنے رب کا ہمارے سامنے حسب نسب بیان کرو تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورۂ مبارکہ نازل فرمادی: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝﴾۔[1] امام ترمذی اور ابن جریر نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے اور ان کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ﴿الصَّمَدُ ۝﴾ اسے کہتے ہیں جس نے نہ جنم دیا ہو اور نہ اسے کسی نے جنم دیا ہو کیونکہ جو پیدا ہوتا ہے وہ ایک نہ ایک دن مرتا بھی ہے اور جو مرتا ہے اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم بھی ہوتا ہے جبکہ اللہ عزوجل کی ذات گرامی موت اور اپنی وراثت کی تقسیم سے پاک ہے، ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝﴾ ''اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے۔'' یعنی کوئی اس کے مشابہ اور برابر نہیں ہے اور نہ کوئی اس کے مثل ہی ہے۔[2] اسے امام ابن ابوحاتم نے بھی روایت کیا ہے،[3] امام ترمذی نے اس روایت کو مرسلاً بھی ذکر کیا اور فرمایا ہے کہ یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔[4]

سورۂ اخلاص کی فضیلت میں ایک اور حدیث: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن، جنھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پائی تھی، کے واسطے سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، وہ اپنے ساتھیوں کو جب نماز پڑھاتے تو قراءت کے اختتام پر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝﴾ ضرور پڑھتے، جب یہ لوگ واپس آئے تو انھوں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: [سَلُوهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ؟] ''ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟'' انھوں نے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ اس سورۂ مبارکہ میں رحمٰن کی صفت بیان کی گئی ہے، اس لیے مجھے اس سورت کے پڑھنے سے بہت محبت ہے، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللّٰهَ (تَعَالٰى) يُحِبُّهُ] ''اسے بتا دو کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اس سے محبت ہے۔'' امام بخاری نے اس حدیث کو

---

① مسند أحمد: 134,133/5. ② جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الإخلاص، حديث: 3364 وتفسير الطبري: 450/30. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 3474/10. ④ جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الإخلاص، حديث: 3365.

کتاب التوحید میں بیان فرمایا ہے۔[1] نیز اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

فضیلت سورۂ اخلاص میں ایک اور حدیث: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الصلاۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری مسجد قباء میں نماز کی امامت کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے تو وہ نماز میں جس سورت کی بھی قراءت کرنا چاہتے تو اس سے پہلے ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ① ﴾ ضرور پڑھتے حتی کہ اس سورت کی قراءت سے فارغ ہو کر پھر کوئی دوسری سورت پڑھتے اور ہر رکعت میں اسی طرح کیا کرتے تھے، ان کے ساتھیوں نے اس سلسلے میں ان سے بات کی کہ آپ اس سورت کو شروع کر لیتے ہیں اور پھر سمجھتے ہیں کہ شاید یہ کافی نہیں جس کی وجہ سے آپ کوئی دوسری سورت بھی پڑھتے ہیں، لہٰذا یا تو اسی سورت پر اکتفا کیجیے یا پھر اسے چھوڑ دیجیے اور اس کے بجائے کوئی دوسری سورت پڑھ لیا کریں، انھوں نے جواب دیا کہ میں اس سورت کو ضرور پڑھوں گا اور اگر تم میری امامت کو پسند کرتے ہو کہ میں تمھیں نماز پڑھاتا رہوں تو میں اس سورت کو ضرور پڑھوں گا اور اگر تم میری امامت کو پسند نہیں کرتے تو میں نماز پڑھانا چھوڑ دیتا ہوں، لوگ انھیں اپنے میں سے افضل سمجھتے تھے، لہٰذا انھوں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ ان کے سوا کوئی اور نماز پڑھائے، جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ کی خدمت میں اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: [يَافُلَانُ! مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ؟ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلٰى لُزُومِ هٰذِهِ السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ؟] ''اے فلاں! تمھارے ساتھی جو کچھ کہتے ہیں، تم اس کے مطابق عمل کیوں نہیں کرتے اور ہر رکعت میں باقاعدگی کے ساتھ اس سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک مجھے اس سورت سے محبت ہے تو آپ نے فرمایا: [حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ] ''اس سورت کی محبت تمھیں جنت میں لے جائے گی۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو اسی طرح تعلیقاً مگر صیغۂ جزم کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔[3]

سورۂ اخلاص ثلث قرآن کے برابر ہے: امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو سنا کہ وہ سورۂ ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ① ﴾ پڑھ رہا ہے اور اسے بار بار پڑھ رہا ہے، جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اس بات کا ذکر کیا، اس نے گویا محض اس سورت کی تلاوت کو کم جانا تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ] ''اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ سورت

① صحيح البخاري، التوحيد، باب ماجاء في دعاء النبي ﷺ أمته......، حديث : 7375. ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل قراءة ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ① ﴾، حديث : 813 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب الفضل في قراءة ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ① ﴾ 6/177، حديث: 10539. ③ صحيح البخاري، الأذان، باب الجمع بين السورتين في ركعة......، حديث : 774. امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے کتاب الصلاۃ کا ذکر کیا ہے جبکہ یہ حدیث کتاب الأذان میں ہے، نیز اس میں [يَحْمِلُكَ] کا لفظ ہے جبکہ تفسیر ابن کثیر میں [حَمَلَكَ] ہے۔

قرآن مجید کے ثلث کے برابر ہے۔'' [1] اسے امام ابوداود اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

ایک اور حدیث: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: [أَيَعجِزُ أَحَدُكُم أَنْ يَقرَأَ ثُلُثَ الْقُرآنِ فِي لَيلَةٍ؟] ''کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ ایک رات میں قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ پڑھے؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ کام بہت دشوار محسوس ہوا اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے کسے اس بات کی طاقت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: [اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ، ثُلُثُ الْقُرآنِ] ''اللہ الواحد الصمد (والی سورت) ثلث قرآن ہے۔'' اس حدیث کو صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے بیان فرمایا ہے۔ [3]

سورۂ اخلاص کی قراءت موجب جنت ہے: امام مالک بن انس نے عبید بن حنین سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آ رہا تھا کہ آپ نے ایک شخص کو ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ①﴾ پڑھتے ہوئے سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وَجَبَتْ] ''واجب ہو گئی ہے۔'' میں نے عرض کی: کیا واجب ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: [اَلْجَنَّةُ] ''جنت۔'' [4] اسے امام ترمذی اور نسائی نے بھی امام مالک ہی کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور ہم اسے صرف امام مالک ہی کی سند کے ساتھ جانتے ہیں۔ [5] اور یہ حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے: [حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ] ''اس سورت کی محبت تمھیں جنت میں لے جائے گی۔'' [6]

سورۂ اخلاص کی بار بار قراءت: عبداللہ بن امام احمد رحمہما اللہ نے معاذ بن عبداللہ بن خبیب سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ہمیں بہت پیاس لگی اور رات بھی بہت تاریک تھی، ہم نے انتظار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھائیں، آپ تشریف لائے تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: [قُلْ] ''کہو۔'' میں خاموش رہا، آپ نے پھر فرمایا: [قُلْ] ''کہو۔'' میں نے عرض کی: کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: [﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ①﴾ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِينَ تُمْسِي وَحِينَ تُصْبِحُ ثَلَاثًا تَكْفِيكَ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ] ''ہر روز صبح و شام کے دو اوقات میں تین تین بار ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ①﴾ اور معوذتین پڑھ لیا کرو تو یہ تمھیں کفایت کریں گی۔'' [7] اسے امام ابوداود، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح

---

① صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، حديث:5013 . ② سنن أبي داود، الوتر، باب في سورة الصمد، حديث:1461 والسنن الكبرى للنسائي، فضائل القرآن، باب سورة الإخلاص:17,16/5، حديث:8029.
③ صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، حديث:5015 . ④ الموطأ للإمام مالك، القرآن، باب ماجاء في قراءة ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾......:71/1، حديث: 495 . ⑤ جامع الترمذي، فضائل القرآن، باب ماجاء في سورة الإخلاص......، حديث :2897 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب الفضل في قراءة ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ 177/6، حديث:10538. ⑥ صحيح البخاري، الأذان، باب الجمع بين السورتين في ركعة......، حديث :774 عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ. ⑦ مسند أحمد :312/5، البتہ تفسیر ابن کثیر میں [تَكْفِيكَ] کے بجائے [تَكْفِكَ] ہے۔ ملحوظہ: حدیث میں موجود [مرَّتَيْنِ] کو بعض محققین نے زائد قرار دیا ہے۔ (الموسوعة الحديثية (مسند أحمد):335/37)

غریب قرار دیا ہے،① امام نسائی نے اسے ایک دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے اور اس میں الفاظ یہ ہیں: [تَكْفِكَ كُلَّ شَيْءٍ] ''ان سورتوں کا پڑھنا تجھے ہر چیز سے کفایت کرے گا۔''②

اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ساتھ دعا کا ذکر: امام نسائی نے اس سورۂ مبارکہ کی تفسیر میں عبداللہ بن بریدہ سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھتے ہوئے یہ دعا کر رہا ہے: [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، الْأَحَدُ الصَّمَدُ، الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ] ''اے اللہ! بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے تیرے اور تو ہی ایک ہے، بے نیاز ہے جو نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی تیرا ہمسر ہی ہے۔'' آپ نے یہ سن کر فرمایا: [وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَدْ سَأَلَ اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطٰى وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ] ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اس اسم اعظم کے واسطے سے دعا کی ہے کہ جس کے واسطے سے جب اس سے سوال کیا جائے تو وہ عطا فرما دیتا ہے اور اگر دعا کی جائے تو وہ شرفِ قبولیت سے سرفراز فرما دیتا ہے۔''③ اسے دیگر اصحاب سنن نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔④

آخری تین سورتوں کے ساتھ دم کرنا: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ جب ہر رات اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اکٹھا کر کے ان میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ کر پھونک مارتے اور جہاں تک ہاتھ پہنچتے اپنے جسم مبارک پر ہاتھ پھیرتے اور سر، چہرے اور جسم کے اگلے حصے سے آغاز فرماتے اور تین بار اس طرح کرتے۔⑤ اصحابِ سنن نے بھی اسے اسی

① سنن أبي داود، الأدب، باب مايقول إذا أصبح، حديث:5082 وجامع الترمذي، الدعوات، باب الدعاء عند النوم، حديث:3575 وسنن النسائي، الاستعاذة، باب ماجاء في سورتي المعوذتين، حديث:5430. ② یہ الفاظ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں نہیں ہیں، نیز امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر ابن کثیر مفصل میں نسائی کی جس سند کا ذکر کیا ہے، اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں، دیکھیے سنن النسائي، الاستعاذة، باب ماجاء في سورتي المعوذتين، حديث:5433,5432 . ③ یہ روایت سنن النسائي کے مطبوعہ نسخوں کی كتاب التفسير میں ہمیں نہیں ملی جبکہ تحفة الأشراف:109/2، حديث:1998 میں سنن النسائي کی كتاب التفسير کے حوالے سے مذکور ہے، البتہ اختصار کے ساتھ السنن الكبرى للنسائي، النعوت، باب الله الواحد الأحد الصمد......:395,394/4، حديث:7666 میں موجود ہے، نیز اس حدیث کے مندرجہ بالا الفاظ شعب الإيمان للبيهقي، باب في تعظيم القرآن، فصل في رفع الصوت بالقرآن......:526,525/2، حديث:2604 کے مطابق ہیں، تاہم تفسیر ابن کثیر میں [سَأَلَ اللّٰهَ] کے بجائے [سَأَلَهُ] ہے۔ ④ سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، حديث:1493 وجامع الترمذي، الدعوات، باب ماجاء في جامع الدعوات عن رسول الله ﷺ، حديث:3475 وسنن ابن ماجه، الدعاء، باب اسم الله الأعظم، حديث:3857 . ⑤ صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، حديث:5017.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ① اَللّٰهُ الصَّمَدُ ② لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ③ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ④

(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے ① اللہ بے نیاز ہے ② اس نے (کسی کو) نہیں جنا اور نہ وہ (خود) جنا گیا ③ اور کوئی ایک ہی اس کا ہمسر نہیں ④

طرح روایت کیا ہے۔[1]

تفسیر آیات: 1-4

اس سورۂ مبارکہ کی شان نزول قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔[2] عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے ہیں، عیسائیوں نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے ہیں، مجوسیوں نے کہا کہ ہم شمس وقمر کی عبادت کرتے ہیں اور مشرکوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ①﴾ ''(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے'' کو نازل فرما دیا۔[3] یعنی وہ واحد احد ہے کہ اس کا کوئی نظیر، کوئی وزیر، کوئی شریک، کوئی شبیہ اور کوئی برابری کرنے والا نہیں ہے، اثبات کے لیے یہ لفظ اللہ عزوجل کی ذات گرامی کے سوا اور کسی کے لیے استعمال ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اپنی تمام صفات اور افعال میں صرف وہی کامل ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ ②﴾ ''اللہ بے نیاز ہے۔'' عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿الصَّمَدُ ②﴾ وہ ہے جس کی طرف تمام مخلوقات اپنی حاجتوں اور اپنے مسائل کے لیے رجوع کریں۔[4] علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿الصَّمَدُ ②﴾ کے معنی اس سردار کے ہیں جو اپنی سیادت میں کامل ہو، وہ شریف ہو اور اپنے عز وشرف میں کامل ہو، وہ عظیم ہو اور اپنی عظمت میں کامل ہو، وہ حلیم ہو اور اپنے حلم میں کامل ہو، وہ علیم ہو اور اپنے علم میں کامل ہو، وہ حکیم ہو اور اپنی حکمت میں کامل ہو، الغرض وہ جو شرف وسیادت کی تمام انواع واقسام میں کامل ہو اور ان اوصاف کی حامل اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے، یہ کسی اور کی صفات نہیں ہو سکتیں کیونکہ کوئی اس کی ہمسری کرنے والا اور اس کے مثل نہیں ہے۔[5] سُبْحَانَ اللّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ. امام اعمش نے شقیق اور ابووائل سے روایت کیا ہے کہ ﴿الصَّمَدُ ②﴾ اس سردار کو کہتے ہیں جس پر سیادت کی انتہا ہو۔[6]

① سنن أبي داود، الأدب، باب مايقول عند النوم، حديث:5056 وجامع الترمذي، الدعوات، باب ماجاء فيمن يقرأ من القرآن عند المنام، حديث:3402 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب وما يقول من يفزع في منامه:197/6، حديث:10624 وسنن ابن ماجه، الدعاء، باب مايدعو به إذا أوى إلى فراشه، حديث:3875. ② دیکھیے اسی سورت کی ابتدا میں عنوان ''سورۂ اخلاص کی شان نزول اور فضیلت'' ③ تفسير ابن أبي حاتم :2478/8. ④ تفسير القرطبي :245/20. ضحاك عن ابن عباس ﷺ. ⑤ تفسير الطبري :451/30 وتفسير ابن أبي حاتم :3474/10. ⑥ تفسير الطبري :451/30.

اللہ تعالیٰ اولاد، باپ، بیوی اور شریک سے پاک ہے: فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ﴾ ”نہ اس نے (کسی کو) جنا اور نہ وہ جنا گیا اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے۔“ یعنی نہ کوئی اس کا بیٹا ہے، نہ باپ اور نہ بیوی۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔[1] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ (الأنعام 101:6) ”وہی آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی ہی نہیں؟ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔“ یعنی وہ ہر چیز کا مالک اور خالق ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی اس کا نظیر ہو جو اس جیسا ہو یا کوئی قریب ہو جو اس کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے؟ اس کی ذات گرامی ہر قسم کی شراکت سے مقدس اور منزہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ؕ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۙ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۙ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۚ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ؕ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؕ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ؕ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۝ ﴾ (مریم 19:88-95) ”اور انھوں نے کہا: رحمٰن اولاد رکھتا ہے، البتہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات (گناہ) تک آ پہنچے ہو، آسمان قریب ہیں کہ اس (افترا) سے پھٹ پڑیں، اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں کہ انھوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا اور رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے، آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہیں، وہ سب رحمٰن کے پاس غلام بن کر آئیں گے، بلاشبہ یقیناً اس رحمٰن نے ان کا شمار کر رکھا ہے اور انھیں خوب گن رکھا ہے اور وہ سب قیامت کے دن اس کے پاس تنہا تنہا آئیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۙ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبیاء 21:26,27) ”اور انھوں نے کہا: رحمٰن نے کوئی اولاد بنائی ہے، وہ (اس سے) پاک ہے بلکہ وہ (فرشتے اللہ کے) معزز و مکرم بندے ہیں، وہ بات کرنے میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۙ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:158,159) ”اور انھوں نے اس (اللہ) کے درمیان اور جنوں کے درمیان رشتہ ٹھہرایا، حالانکہ بلاشبہ یقیناً جنات جان چکے ہیں کہ وہ (اللہ کے سامنے) ضرور حاضر کیے جائیں گے، اللہ ان (باتوں) سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔“

صحیح بخاری میں حدیث ہے: [لَا أَحَدَ أَصْبَرُ عَلٰى أَذًى (سَمِعَهُ) مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، (يَجْعَلُونَ لَهُ وَلَدًا، وَّهُوَ...... يَرْزُقُهُمْ وَيُعَافِيهِمْ......)] ”اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر تکلیف دہ بات سن کر اور کوئی زیادہ صبر کرنے والا نہیں ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا قرار دیتے ہیں، اس کے باوجود...... وہ انھیں رزق دیتا اور صحت و عافیت سے نوازتا ہے......“[2]

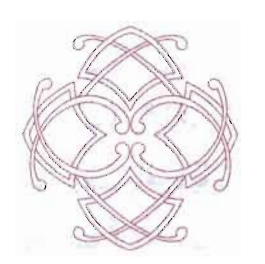
---

[1] تفسیر الطبری: 453/30. [2] صحیح البخاری، الأدب، باب الصبر فی الأذی......، حدیث: 6099 وصحیح مسلم، صفات المنافقین......، باب فی الکفار، حدیث: 2804 عن أبی موسٰی عبداللہ بن قیس ﷺ واللفظ له، البتہ پہلی قوسین والا لفظ صحیح بخاری کے مذکورہ حوالے اور دوسری قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، حدیث: (50)-2804 کے مطابق ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ (عَزَّوَ جَلَّ): كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: لَنْ يُّعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي، وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: اِتَّخَذَاللّٰهُ وَلَدًا وَّأَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ، لَمْ أَلِدْوَلَمْ أُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لِّي كُفُوًا أَحَدٌ] ''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ابن آدم نے میری تکذیب کی، حالانکہ اسے اس کا کوئی حق نہیں تھا، ابن آدم نے مجھے گالی دی، حالانکہ اسے اس بات کا بھی کوئی حق نہیں تھا، اس کا میری تکذیب کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ وہ مجھے اس طرح دوبارہ ہرگز پیدا نہیں کرے گا جس طرح اس نے پہلی دفعہ پیدا کیا ہے، حالانکہ پہلی دفعہ پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد بنائی ہے، حالانکہ میں اکیلا اور بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا اور نہ میں جنا گیا اور کوئی بھی میرا ہمسر نہیں ہے۔''[1]

سورۂ اخلاص کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.



[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب: (1)، حدیث :4974.

فضائل معوذتین

یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا معوذتین کے بارے میں موقف: امام احمد رحمہ اللہ نے زِرّ بن حبیش سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مصحف میں معوذتین نہیں لکھتے تو انھوں نے جواب دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ خبر دی تھی کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝﴾ ”کہہ دیجیے: میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔“ تو میں نے یہ کہا، پھر انھوں نے کہا: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝﴾ ”کہہ دیجیے: میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔“ تو میں نے یہ بھی کہا، چنانچہ ہم بھی وہی کہتے ہیں جو نبی ﷺ نے کہا تھا۔[1]

معوذتین کی فضیلت میں متعدد احادیث: امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَمْ تَرَ آيَاتٍ أُنْزِلَتْ (هٰذِهِ) اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ؟ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝﴾ وَ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝﴾] ”کیا تم نے نہیں دیکھا ہے کہ آج رات ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ ان جیسی آیات کبھی نہیں دیکھی گئیں اور وہ ہیں: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝﴾“[2] اسے امام احمد، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔[3]

ایک دوسری سند: امام احمد رحمہ اللہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں ان وادیوں میں سے ایک وادی میں رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے چل رہا تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: [يَا عُقْبَةُ! أَلَا تَرْكَبُ؟] ”عقبہ! تم بھی سوار کیوں نہیں ہو جاتے؟“ میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے پیش نظر آپ کی سواری پر سوار نہ ہوا، پھر آپ نے فرمایا: [يَا عُقْبَةُ! أَلَا تَرْكَبُ؟] ”اے عقبہ! تم سوار کیوں نہیں ہو جاتے؟“ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ آپ کی نافرمانی نہ ہو جائے، اس لیے جب رسول اللہ ﷺ سواری سے نیچے تشریف لے آئے تو آپ کے فرمان کی اطاعت بجالاتے ہوئے میں تھوڑی دیر کے لیے سوار ہو گیا اور پھر میں اترا تو رسول اللہ ﷺ سوار ہو گئے تو آپ نے فرمایا: [يَا عُقْبَةُ! أَلَا أُعَلِّمُكَ سُورَتَيْنِ مِنْ خَيْرِ سُورَتَيْنِ قَرَأَ بِهِمَا النَّاسُ؟] ”عقبہ! کیا میں تمھیں دو ایسی بہترین سورتیں نہ سکھاؤں جنھیں لوگوں نے پڑھا ہے؟“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) ضرور سکھائیں تو آپ نے مجھے ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝﴾ پڑھائیں۔ پھر نماز

---

① مسند أحمد: 129/5. ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل قراءة المعوذتين، حديث: 814 البتہ قوسین والا لفظ ہمیں نہیں ملا۔ ③ مسند أحمد: 144/4 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة المعوذتين، حديث: 3367 وسنن النسائي، الافتتاح، باب الفضل في قراءة المعوذتين، حديث: 955.

قائم کی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے امامت کے فرائض سرانجام دیے اور نماز میں انھی دو سورتوں کی قراءت فرمائی، پھر آپ کا میرے پاس سے گزر ہوا تو فرمایا: [کَیْفَ رَأَیْتَ یَا عُقْبُ! اِقْرَأْ بِھِمَا کُلَّمَا نِمْتَ وَ کُلَّمَا قُمْتَ] ''عقب! ان دو سورتوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جب بھی تم سونے لگو اور اٹھو تو ان دونوں سورتوں کو پڑھ لیا کرو۔''[1] اسے امام نسائی اور ابو داود نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

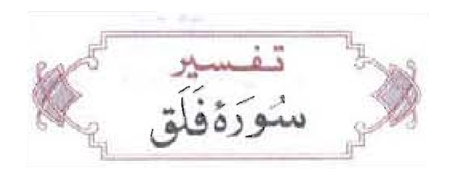
ایک اور سند: امام نسائی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ النَّاسَ لَمْ یَتَعَوَّذُوا بِمِثْلِ ھَاتَیْنِ: ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ ﴾ وَ ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ ﴾] ''بلاشبہ لوگوں نے سورۂ فلق اور سورۂ ناس جیسی سورتوں کے ذریعے سے پناہ نہیں پکڑی۔''[3]

ایک اور سند سے: امام نسائی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا کہ آپ نے فرمایا: [یَا عُقْبَةُ! قُلْ] ''اے عقبہ! کہو'' میں نے عرض کی: کیا کہوں؟ تو آپ نے خاموشی اختیار فرمالی، پھر آپ نے فرمایا: [(یَا عُقْبَةُ!) قُلْ] ''اے عقبہ! کہو۔'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا کہوں؟ تو آپ نے پھر خاموشی اختیار فرمالی تو میں نے کہا: اے اللہ! انھیں مجھ پر لوٹا دے (کہ آپ مجھ سے دوبارہ یہی فرمائیں)، چنانچہ آپ نے فرمایا: [یَا عُقْبَةُ! قُلْ] ''اے عقبہ! کہو۔'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ ﴾ میں نے اسے پڑھا حتی کہ یہ سورت پوری ہوگئی، پھر آپ نے فرمایا: [قُلْ] ''کہو۔'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ ﴾ میں نے اسے پڑھا حتی کہ پوری سورت پڑھ لی، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا: [مَا سَأَلَ سَائِلٌ بِمِثْلِھِمَا وَلَا اسْتَعَاذَ مُسْتَعِیذٌ بِمِثْلِھِمَا] ''کسی سوال کرنے والے نے ان کی طرح کا سوال نہیں کیا اور کسی پناہ مانگنے والے نے ان کی طرح کی پناہ نہیں مانگی۔''[4]

ایک اور حدیث: امام نسائی نے ابن عابس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: [یَا ابْنَ عَابِسٍ! أَلَا أَدُلُّكَ - أَوْ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ - بِأَفْضَلِ مَا یَتَعَوَّذُ بِهِ الْمُتَعَوِّذُونَ؟] ''ابن عابس! کیا میں تمھیں اس سب سے بہتر تعوذ کے بارے میں نہ بتاؤں جس کے ساتھ پناہ مانگنے والوں نے پناہ مانگی ہو؟'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: [﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ ﴾ وَ ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ ﴾ ھَاتَانِ السُّورَتَانِ] ''یہ دو سورتیں سورۂ فلق اور سورۂ ناس (سب سے افضل تعوذ) ہیں۔''[5]

---

[1] مسند أحمد: 144/4. [2] سنن النسائي، الاستعاذة، باب ماجاء فی سورتي المعوذتين، حديث: 5439 و سنن أبي داود، الوتر، باب في المعوذتين، حديث: 1462. [3] السنن الكبرى للنسائي، كتاب و باب الاستعاذة: 442/4، حديث: 7856. [4] السنن الكبرى للنسائي، كتاب و باب الاستعاذة: 437/4، حديث: 7838. البتہ قوسین والے الفاظ تفسیر ابن کثیر میں نہیں ہیں۔ [5] السنن الكبرى للنسائي، كتاب و باب الاستعاذة: 438/4، حديث: 7841 و سنن النسائي، الاستعاذة، باب ماجاء فی سورتی المعوذتين، حديث: 5434.



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ① مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ② وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ③

(اے نبی!) کہہ دیجیے: میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں① (ہر) اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی② اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ④ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ⑤

چھا جائے③ اور گرہوں میں پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے④ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے⑤

امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طبیعت جب ناساز ہوتی تو آپ معوذتین پڑھ کر دم فرما لیا کرتے تھے اور جب تکلیف زیادہ ہوتی تو معوذات میں پڑھ دیتی لیکن آپ کے جسم اطہر پر آپ ہی کے دست مبارک کو برکت کی امید سے پھیر دیتی۔[1] اسے امام بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2] حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنوں کی نظروں اور انسانوں کی نظروں سے پناہ مانگا کرتے تھے، جب معوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے انھیں معمول بنا لیا اور ان کے سوا دیگر چیزوں کو ترک فرما دیا۔ اسے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔[3]

تفسیر آیات:1-5

امام ابن ابوحاتم رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿اَلْفَلَقِ ①﴾ سے مراد صبح ہے۔[4] عوفی نے حضرت

① الموطأ للإمام مالك، العين، باب التعوذ والرقية فى المرض: 374/2، حديث: 1803 البتہ مذکورہ حوالے میں یہ ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ معوذتین کے بجائے معوذات پڑھتے تھے، نیز یہ بھی ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نبیٔ اکرم ﷺ کے دائیں ہاتھ کو آپ کے جسم اطہر پر پھیرتی تھیں۔ ② صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، حديث: 5016 وصحيح مسلم، السلام، باب رقية المريض ......، حديث: (51)-2192 وسنن أبي داود، الطب، باب كيف الرقى؟ حديث: 3902 والسنن الكبرى للنسائي، الطب، باب قراءة المريض على نفسه: 367/4، حديث: 7544 وسنن ابن ماجه، الطب، باب النفث فى الرقية، حديث: 3529. ③ جامع الترمذي، الطب، باب ماجاء فى الرقية بالمعوذتين، حديث: 2058 وسنن النسائي، الاستعاذة، باب الاستعاذة من عين الجان، حديث: 5496 وسنن ابن ماجه، الطب، باب من استرقى من العين، حديث: 3511. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 3475/10.

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت کیا ہے کہ ﴿ الْفَلَقِ ﴾ سے مراد صبح ہے۔ [1] علاوہ ازیں مجاہد، سعید بن جبیر، عبداللہ بن محمد بن عقیل، حسن، قتادہ، محمد بن کعب قرظی، ابن زید، مالک اور زید بن اسلم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ [2] قرطبی، ابن زید اور ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایسے ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ﴾ (الأنعام 96:6) ''وہ (رات سے) صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے۔'' [3]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴾ ''(ہر) اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔'' یعنی تمام مخلوقات کی برائی سے۔ ثابت بنانی اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ جہنم، ابلیس اور اس کی اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ہے۔ [4] ﴿ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ﴾ ''اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۔'' حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شب تاریک ہے جو اس وقت شروع ہو جاتی ہے، جب غروبِ آفتاب کی وجہ سے اندھیرا چھا جاتا ہے، مجاہد کا یہ قول امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ [5] نیز ابن ابو نجیح نے بھی آپ کا یہ قول بیان کیا ہے۔ [6] اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب قرظی، ضحاک، خصیف، حسن اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے مراد رات ہے جب وہ اپنے اندھیرے کے ساتھ چھا جائے۔ [7] امام زہری فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سورج ہے، جب وہ غروب ہو جائے۔ [8] ابوالمہزم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ستارہ ہے۔ [9] ابن زید فرماتے ہیں کہ عرب کہتے ہیں کہ غاسق ثریا ستارے کے سقوط کو کہتے ہیں، ان کا خیال تھا کہ جب ثریا ستارہ غروب ہو جاتا ہے تو بیماریوں اور طاعون کے امراض وغیرہ کی کثرت ہو جاتی ہے اور جب یہ ستارہ طلوع ہوتا ہے تو یہ تمام بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ [10] امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ کچھ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے چاند مراد ہے۔ [11] میرے نزدیک ان لوگوں کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے حارث سے اور انھوں نے ابو سلمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھے طلوع ہوتا ہوا چاند دکھا کر فرمانے لگے: [تَعَوَّذِي بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا الْغَاسِقِ إِذَا وَقَبَ] ''اس غروب ہونے والے کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگو جب اندھیرا چھا جائے۔'' [12] امام ترمذی اور نسائی نے اس حدیث کو اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں روایت فرمایا ہے۔ [13]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴾ ''اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔'' حضرت مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ اور ضحاک فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جادوگر عورتیں ہیں۔ [14] امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یعنی جب وہ منتر

---

[1] تفسیر الطبری: 455/30. [2] تفسیر الطبری: 456,455/30 و تفسیر القرطبی: 254/20. [3] تفسیر الطبری: 457, 456/30. [4] تفسیر الماوردی: 374/6. [5] صحیح البخاری، التفسیر، باب سورة ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ (الفلق 1:113)، قبل الحدیث: 4976. [6] تفسیر الطبری: 457/30. [7] تفسیر الطبری: 458,457/30 و تفسیر القرطبی: 256/20. [8] تفسیر ابن أبی حاتم: 3475/10. [9] تفسیر الطبری: 458/30. [10] تفسیر الطبری: 458/30. [11] تفسیر الطبری: 458/30. [12] مسند أحمد: 61/6. [13] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة المعوذتین، حدیث: 3366، البتہ السنن الکبریٰ للنسائی میں ہمیں یہ روایت عمل الیوم واللیلة، باب مایقول إذا رفع رأسه إلی السماء: 84/6، حدیث: 10138 میں ملی ہے۔ [14] تفسیر الطبری: 460,459/30 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3475/10.

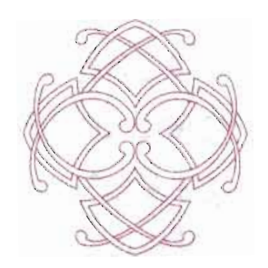
پڑھیں اور گرہوں پر پھونکیں ماریں۔[1] ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: اے محمد (ﷺ!) آپ کی طبیعت ناساز ہے؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ] ''ہاں۔'' تو انھوں نے یہ پڑھ کر آپ کو دم کیا: [بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ، مِنْ كُلِّ (دَاءٍ) يُّؤْذِيكَ، (وَ) مِنْ شَرِّ كُلِّ (حَاسِدٍ وَّعَيْنٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيكَ)] ''اللہ کے نام سے میں آپ کو ہر اس بیماری سے دم کرتا ہوں جو آپ کو تکلیف دے، نیز ہر حسد کرنے والے کے شر اور ہر بری نظر سے بھی (آپ کو دم کرتا ہوں،) اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے۔''[2]

نبیٔ اکرم ﷺ پر جادو کا بیان: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی کتاب الطب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر بھی جادو کیا گیا حتی کہ آپ کو خیال ہوتا کہ آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس گئے ہیں لیکن آپ نہیں گئے ہوتے تھے، امام سفیان فرماتے ہیں کہ جادو سے جو بہت شدید کیفیت پیدا ہوتی ہے، وہ یہی ہے، نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: [يَا عَائِشَةُ! أَعَلِمْتِ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَفْتَانِي فِي مَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ؟ أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رَأْسِي لِلْآخَرِ: مَابَالُ الرَّجُلِ؟ قَالَ: مَطْبُوبٌ، قَالَ: وَمَنْ طَبَّهٗ؟ قَالَ: لَبِيدُبْنُ الْأَعْصَمِ، رَجُلٌ مِّنْ بَنِي زُرَيْقٍ حَلِيفٌ لِّيَهُودَ، كَانَ مُنَافِقًا، قَالَ: وَفِيمَ؟ قَالَ: فِي مُشْطٍ وَّمُشَاطَةٍ، قَالَ: وَأَيْنَ؟ قَالَ: فِي جُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ، تَحْتَ رَعُوفَةٍ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ] ''عائشہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو سوال کیا تھا، اس نے مجھے اس کا جواب عطا فرما دیا ہے؟ (وہ اس طرح کہ) میرے پاس دو آدمی آئے اور ان میں سے ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا دونوں پاؤں کے پاس بیٹھ گیا اور جو سر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس نے دوسرے سے کہا کہ اس آدمی کو کیا ہوا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ان پر جادو ہوا ہے۔ اس نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: لبید بن اعصم نے، یہ یہودیوں کے حلیف خاندان زریق میں سے تھا اور منافق تھا، اس نے پوچھا کہ کس چیز میں جادو کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ کنگھی میں اور کنگھی کرنے سے گرنے والے بالوں میں۔ پھر اس نے پوچھا کہ کہاں جادو کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ نر کھجور کی خشک شاخ میں (اور) ذروان کے کنویں کے پتھر کے نیچے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس کنویں پر تشریف لے گئے تھے اور آپ نے اس سے جادو کو نکال دیا تھا، آپ نے فرمایا: [هٰذِهِ الْبِئْرُ الَّتِي أُرِيتُهَا، وَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ، وَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ] ''یہی وہ کنواں ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا، اس کا پانی مہندی کی طرح سرخ ہو چکا تھا اور اس کے کھجور کے درختوں کے سرے شیطانوں کے سر کی طرح تھے۔'' چنانچہ اسے باہر نکال دیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی کہ آپ نے اسے پھیلا کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا: [أَمَّا (اللّٰهُ)

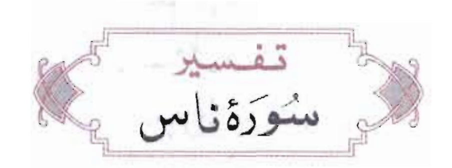
---

[1] دیکھیے تفسیر الطبری: 460/30 و تفسیر ابن أبي حاتم: 3475/10. [2] صحیح مسلم، السلام، باب الطب والمرض والرقی، حدیث: 2186 عن أبي سعید رضی اللہ عنہ. البتہ پہلی دو قوسوں والے الفاظ مذکورہ حوالے ہی کی حدیث: 2185 عن عائشة رضی اللہ عنہا اور تیسری قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 75/3 عن أبي سعید رضی اللہ عنہ کے مطابق ہیں۔

فَقَدْ شَفَانِي، وَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ شَرًّا] ''اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرما دی ہے اور میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کسی بھی آدمی کے بارے میں شر کو پھیلاؤں۔''[1]



[1] صحيح البخاري، الطب، باب هل يستخرج السحر؟ حديث : 5765 . صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں قوسین والے لفظ کے بجائے [وَاللّٰهِ!] ''اللہ کی قسم!'' ہے۔



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ① مَلِكِ النَّاسِ ② اِلٰهِ النَّاسِ ③ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۙ۬ الۡخَنَّاسِ ④ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ⑤ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ ⑥

(اے نبی!) کہہ دیجیے: میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں ① انسانوں کے بادشاہ کی ② انسانوں کے معبود کی ③ وسوسہ ڈالنے والے (اللہ کے ذکر کوسن کر) پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے ④ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے ⑤ خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے ⑥

ع 1/6 39

تفسیر آیات: 1-6

ہر ایک کے ساتھ ایک شیطان ہے: ربوبیت، ملوکیت اور الوہیت یہ اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں ہیں، وہ ہر چیز کا رب، بادشاہ اور معبود ہے، تمام اشیاء اس کی مخلوق، مملوک اور غلام ہیں۔ پناہ مانگنے والے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس ذات گرامی کے ساتھ جوان اوصاف حمیدہ کے ساتھ اتصاف پذیر ہو، وسوسہ اندازی کر کے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے پناہ مانگے۔ ﴿الۡوَسۡوَاسِ ۙ۬ الۡخَنَّاسِ ④﴾ سے مراد وہ شیطان ہے جو ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ بنو آدم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایسا ساتھی بھی ہے جو فواحش و منکرات کو اس کے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے اور اسے گمراہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا اور اس کے شر سے صرف وہی انسان بچتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے محفوظ رکھے۔ صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [مَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدۡ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ......] ''یقیناً تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کے ساتھی (شیطان) کو بھی لگا دیا گیا ہے......'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: [(نَعَمۡ) إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِي عَلَيۡهِ فَأَسۡلَمَ فَلَا يَأۡمُرُنِي إِلَّا بِخَيۡرٍ] ''ہاں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ مطیع ہو گیا ہے، چنانچہ وہ مجھے نیکی ہی کا حکم دیتا ہے۔''[1]

شیطان جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ اعتکاف میں تھے اور رات کو ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں، پھر انھیں گھر تک پہنچانے کے لیے آپ

① صحیح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب تحريش الشيطان......، حديث : 2814 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ. البتہ قوسین والا لفظ مسند أحمد : 257/1 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

ان کے ساتھ مسجد سے باہر تشریف لائے تو راستے میں دو انصاری آدمی ملے اور انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھ کر اپنی رفتار تیز کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: [عَلٰى رِسْلِكُمَا، (إِنَّهَا) صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ] ”ذرا ٹھہر جاؤ، بے شک یہ (میرے ساتھ) صفیہ بنت حیی (میری بیوی) ہے۔“ انھوں نے عرض کی: سبحان اللہ، اے اللہ کے رسول (ﷺ!) آپ نے فرمایا: [إِنَّ الشَّيْطَانَ (يَجْرِي) مِنَ ابْنِ آدَمَ (مَجْرَى) الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا (أَوْقَالَ: شَرًّا)] ”بلاشبہ شیطان انسان کے جسم میں اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون گردش کرتا ہے، لہٰذا مجھے شبہ ہوا کہ تمھارے دل میں بھی کوئی بات (یا فرمایا:) کوئی بری بات نہ ڈال دے۔“[1]

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ الْوَسْوَاسِ ۥ الْخَنَّاسِ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ شیطان انسان کے دل پر ڈیرہ ڈالے رکھتا ہے، جب انسان سہو و غفلت میں مبتلا ہو جائے تو وہ وسوسہ پیدا کرنے لگ جاتا ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگ جائے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔[2] حضرت مجاہد اور قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[3] معتمر بن سلیمان نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ مجھے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ وسوسے ڈالنے والا شیطان انسان کے دل میں غم اور خوشی کے موقع پر وسوسے پیدا کرتا ہے اور اگر انسان اللہ کا ذکر کرنے لگ جائے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔[4]

عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ الْوَسْوَاسِ ﴾ سے مراد شیطان ہے جو بندے کو حکم دیتا رہتا ہے جب اس کی بات مان لی جاتی ہے تو پھر وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔[5] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ﴾ ”جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔“ کیا یہ انسانوں ہی کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے یا یہ انسانوں اور جنوں سب کے لیے عام ہے؟ اس کے بارے میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ تغلیبًا ﴿ النَّاسِ ﴾ کے لفظ میں جن بھی داخل ہیں۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن مجید میں ﴿ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ ﴾ (الجن 6:72) کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں، لہٰذا ان پر لفظ ﴿ النَّاسِ ﴾ کے اطلاق میں کوئی حرج نہیں۔[6] فرمان الٰہی ہے: ﴿ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾ ”جنات اور انسانوں سے۔“ سوال یہ ہے کہ کیا یہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ﴾ کی تفصیل ہے جسے ﴿ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾ کہہ کر بیان کیا گیا ہے، یعنی جن کے دلوں میں شیطان وسوسے ڈالتا ہے وہ جن بھی ہیں اور انسان بھی، اس رائے سے دوسرے قول کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ یہ بھی کہا

---

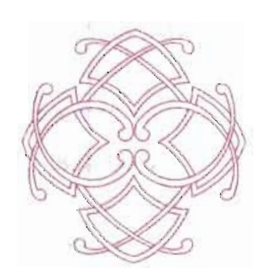
① صحيح البخاري، الاعتكاف، باب هل يخرج المعتكف لحوائجه......؟ حديث: 2035 وصحيح مسلم، السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رؤى خاليا بامرأة......، حديث:2175 البتہ پہلے تین قوسوں والے الفاظ صحيح البخاري، حديث: 2038 اور مسلم کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہیں اور چوتھی قوسین والے الفاظ سنن أبي داود، الصيام، باب المعتكف يدخل البيت لحاجته، حديث:2470 کے مطابق ہیں، علاوہ ازیں یہ تمام روایات ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں جبکہ انس رضی اللہ عنہ کی روایت اختصار کے ساتھ ان مقامات پر ہے: صحيح مسلم، حديث:2174 ومسند أحمد: 285/3. ② تفسير الطبري: 461/30 و تفسير الماوردي: 379/6. ③ تفسير الطبري: 462/30. ④ تفسير الطبري: 462/30 ابن ثور عن أبيه. ⑤ تفسير الطبري: 462/30. ⑥ تفسير الطبري: 463/30.

گیا ہے کہ ﴿ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ ⑥ ﴾ اس کی تفسیر ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں کہ وہ انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ يُوۡحِيۡ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا ؕ ﴾ (الأنعام 112:6) ”اور اسی طرح ہم نے انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین، ہر نبی کے دشمن بنائے، ان میں سے ہر ایک دوسرے کے کان میں چکنی چپڑی باتیں ڈالتا رہتا ہے تاکہ اسے دھوکے میں رکھے۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) میرے دل میں ایسے ایسے وسوسے آتے ہیں کہ انھیں بیان کرنے کی نسبت مجھے آسمان سے گرنا زیادہ پسند ہے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: [اَللّٰهُ أَكۡبَرُ، اللّٰهُ أَكۡبَرُ، اللّٰهُ أَكۡبَرُ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِي رَدَّ كَيۡدَهُ إِلَى الۡوَسۡوَسَةِ] ”اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، سب تعریفیں اس اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے اس کے مکروفریب کو وسوسے کی طرف لوٹا دیا ہے۔“ [1] اسے امام ابوداود اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الۡحَمۡدُ وَالۡمِنَّةُ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِينَ.



① مسند أحمد : 235/1 . تفسیر ابن کثیر میں [اَللّٰهُ أَكۡبَرُ] دو مرتبہ جبکہ مذکورہ حوالے میں تین مرتبہ ہے جیسا کہ ہم نے نقل کیا ہے۔

② سنن أبي داود، الأدب، باب في رد الوسوسة، حديث: 5112 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب الوسوسة: 171/6، حديث: 10504.

تحقیق وتخریج کے

مصادر و مراجع

اسم الكتاب	اسم المصنف	المطبعة	مقام	تاريخ الطبع
آداب الصحبة	لأبی عبدالرحمٰن السّلمی	دارالصحابة للتراث (C.D)	طنطا مصر	1410ھ 1990م
الإتقان	للإمام جلال الدین أبی الفضل عبدالرحمٰن السیوطی (849-911ھ)	دار المعرفة	بیروت لبنان	
الأحادیث الطوال	للحافظ سلیمان بن أحمد الطبرانی (260-360ھ)	المكتب الإسلامی	بیروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
الأحادیث المختارة	لأبی عبدالله محمد بن عبدالواحد بن أحمد الحنبلی المقدسی (567-643ھ)	دارخضر	بیروت لبنان	1421ھ 2001م
أحكام القرآن	للإمام أبی بكر محمد بن عبدالله المعروف بابن العربی (468-543ھ)	دارالكتاب العربی	بیروت لبنان	1421ھ 2000م
أحكام القرآن	لمحمد بن إدریس الشافعی أبو عبدالله (المتوفی 204ھ)	دارالكتب العلمیة (C.D)	بیروت	
الأدب المفرد	للإمام أبی عبدالله محمد بن إسماعیل البخاری (194-256ھ)	مكتبة المعارف	الریاض	1419ھ 1998م
إرشاد الساری	للإمام شهاب الدین أبی العباس أحمد بن محمد الشافعی القسطلانی (المتوفی 923ھ)	دار الكتب العلمیة	بیروت لبنان	1416ھ 1996م
إرواء الغلیل	للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المكتب الإسلامی	بیروت	1405ھ 1985م

الاستذكار	لأبی عمر یوسف بن عبدالله بن عبدالبر النمری الأندلسی (5368-5463ھ)	دار الوعی	حلب القاهرة	1414ھ 1993م
أسد الغابة	لعز الدین ابن الأثیر أبی الحسن علی بن محمد الجَزَری (المتوفی 630ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1417ھ 1996م
الإسراء والمعراج	لمحمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المکتبة الإسلامیة	عمان (اردن)	1421ھ 2000م
الإصابة	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (773-852ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
الأعلام	لخیر الدین الزرکلی	دارالعلم للملایین	بیروت لبنان	2005م
إکمال المُعلم بفوائد مسلم	للإمام الحافظ أبی الفضل عیاض بن موسی بن عیاض الیحصبی (المتوفی 544ھ)	دار الوفاء	بیروت لبنان	1419ھ 1998م
الأم	للإمام أبی عبدالله محمد بن إدریس الشافعی القرشی (المتوفی 204ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1420ھ 2000م
بائبل، قرآن اور سائنس (اردو)	موریس بوکائے	نگارشات	لاہور پاکستان	1999م
البحر الزخّار المعروف بمسند البزّار	للإمام أبی بکر أحمد بن عمرو بن عبدالخالق العتکی البزّار (المتوفی 292ھ)	مؤسسة علوم القرآن ومکتبة العلوم والحکم	بیروت المدینة المنورة	1409ھ 1988م
البدایة والنهایة	لأبی الفداء الحافظ ابن کثیر الدِّمشقی (المتوفی 774ھ)	دار الریان للتراث	القاهرة	1408ھ 1988م
البیان فی عدّ آی القرآن	لأبی عمرو عثمان بن سعید الأموی الدانی (371-444ھ)	مرکز المخطوطات	الکویت	1414ھ 1994م
تاج العروس	الإمام محب الدین أبی فیض السید محمد مرتضی الحسینی الزبیدی (المتوفی 1205ھ)	دارالفکر	بیروت لبنان	1414ھ 1994م

تاريخ ابن خلدون	لعبد الرحمٰن بن خلدون (732-808ھ /1332-1406م)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413ھ 1992م
تاريخ بغداد	للحافظ أبى بكر أحمد بن على الخطيب البغدادى (المتوفى 463ھ)	دارالفكر	بيروت لبنان	1418ھ 1998م
تاريخ دمشق	للإمام الحافظ أبى القاسم على بن الحسن الدمشقى الشافعى المعروف بابن عساكر (499-571ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1421ھ 2001م
تاريخ الطبرى	لأبى جعفر محمد بن جرير الطبرى (المتوفى310ھ)	مطبعة الاستقامة	القاهرة	1358ھ 1939م
التاريخ الكبير	للإمام أبى عبدالله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم الجعفى (194-256ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1414ھ 1993م
تحفة الأحوذى	للإمام الحافظ أبى العلاء محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحيم المباركفورى(المتوفى1353ھ)	دارالفكر	بيروت لبنان	1415ھ 1995م
تحفة الأخيار	لأبى جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوى (239-321ھ)	داربلنسية	الرياض السعودية	1420ھ 1999م
تحفة الأشراف	للحافظ جمال الدين أبى الحجاج يوسف المزى (654-742ھ)	دارالغرب الإسلامى	بيروت	1999م
التخويف من النار	لأبى الفرج عبدالرحمٰن بن أحمد، الشهير بابن رجب الحنبلى (المتوفى 795ھ)	مكتبة دارالبيان (C.D)	دمشق	1399ھ
تدريب الراوى	للحافظ جلال الدين عبدالرحمن بن أبى بكر السيوطى(849-911 ھ)	دارالكتاب العربى	بيروت لبنان	1414ھ 1993م
تذكرة الحفاظ	للإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبى (المتوفى 748ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1419ھ 1998م

الترغيب و الترهيب	للإمام الحافظ زكى الدين عبدالعظيم بن عبدالقوى المنذرى (المتوفى 656هـ)	دارالحديث	القاهرة	1407هـ 1987م
تغليق التعليق	لأحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852هـ)	المكتب الإسلامى	بيروت دمشق	1470هـ 1999م
تفسير البحر المحيط	لابى حيان محمد بن يوسف بن على بن يوسف بن حيان الأندلسى654-745هـ 1256-1344م	(C.D)		
تفسير البغوى	للإمام أبى محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى الشافعى (المتوفى 516هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1420هـ 2000م
تفسير البيضاوى	للإمام ناصر الدين أبى الخير عبدالله بن عمر بن محمد الشيرازى الشافعى البيضاوى (المتوفى 691هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1418هـ 1998م
تفسير الثعالبى (الجواهر الحسان)	للإمام عبدالرحمٰن الثعالبى	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1416هـ 1996م
تفسير الثورى	لسفيان بن سعيد بن مسروق الثورى أبو عبدالله (المتوفى 161هـ)	دارالكتب العلمية (C.D)	بيروت لبنان	1403هـ
تفسير ابن أبى حاتم	للإمام الحافظ عبدالرحمٰن بن محمد بن إدريس الرازى ابن أبى حاتم (المتوفى 327هـ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	الرياض مكة المكرمة	1417هـ 1997م
تفسير الرازى	للإمام فخر الدين الرازى (المتوفى 606هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1415هـ 1995م
تفسير السمعانى	للإمام أبى المظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمى المروزى الشافعى (426-489هـ)	دار الوطن	الرياض	1418هـ 1997م

تفسير الطبرى	لأبى جعفر محمد بن جرير الطبَرى (المتوفى 310هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1415هـ 1995م
تفسير عبدالرزاق	للإمام المحدث عبدالرزاق بن همام الصنعانى (المتوفى211هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1419هـ 1999م
تفسير القرطبى	لأبى عبدالله محمد بن أحمد الأنصارى القُرطبى (المتوفى 671هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413هـ 1993م
تفسير الماوردى	لأبى الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى (364-450هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1412هـ 1992م
تفسير معانى القرآن	للنحاس (المتوفى 338هـ)	جامعة أم القرى (C.D)	مكة المكرمة	1409هـ
تلخيص الحبير	للإمام الحافظ أبى الفضل أحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852هـ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406هـ 1986م
تلقيح فهوم أهل الأثر فى عيون التاريخ والسير	للإمام عبدالرحمٰن بن الجوزى 508-597هـ 1111-1204م	ادارة إحياء السنة گهرجا كهـ گوجرانواله	پاكستان	
تمام المنة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى 1420هـ)	دار الراية	الرياض السعودية	1417هـ
التمهيد	للإمام الحافظ أبى عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر النمرى الأندلسى (368-463هـ)	مكتبة السوادى	جدة	1387هـ 1967م
تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة	لأبى الحسن على بن محمد بن عراق الكنانى (907-963هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1401هـ 1981م

تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس	للإمام السید حبر الأمة عبداللّٰه بن عباس الهاشمی القرشی ﷺ (المتوفی 68ھ)	مطبعة الأمیر	قم ایران	
تیسیر مصطلح الحدیث	للدکتور محمود الطحان	نشر السنة	ملتان باکستان	
جامع الأصول	للإمام أبی السعادات مبارک بن محمد ابنُ الأثیر الجزری (544-606ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1404ھ 1984م
جامع الترمذی	للإمام الحافظ أبی عیسی محمد بن عیسی بن سَورة الترمذی (200-279ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
جامع العلوم والحکم	لأبی الفرج عبدالرحمٰن بن أحمد، الشهیر بابن رجب الحنبلی (736-795ھ)	مؤسسة الرسالة	بیروت لبنان	1417ھ 1997م
جامع المسانید والسنن	للإمام عماد الدین أبی الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی الشافعی (700-774ھ)	دار الفکر	بیروت	1420ھ 2000م
حلیة الأولیاء	للإمام الحافظ أبی نُعَیم أحمد بن عبداللّٰه الأصفهانی الشافعی (المتوفی430ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1418ھ 1997م
الحوض والکوثر	للإمام بقی بن مخلد القرطبی (201-276ھ)	مکتبة العلوم والحکم (C.D)	المدینة المنورة	1413ھ
الدر المنثور فی التفسیر المأثور	للإمام جلال الدین عبدالرحمٰن بن أبی بکر السیوطی (المتوفی 911ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1421ھ 2000م
دلائل النبوة	لأبی بکر أحمد بن الحسین بن علی البیهقی (384-458ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1405ھ 1985م
الدِّیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج	للحافظ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی (849-911ھ)	شرکة دار الأرقم بن أبی الأرقم	بیروت لبنان	

الرحيق المختوم (اردو)	للشيخ صفی الرحمٰن مبارکفوری (المتوفی 2006م)	المكتبة السلفية	لاهور پاکستان	1416ھ 1995م
روح المعانی	للعلامة أبی الفضل شهاب الدين السيد محمود الآلوسی البغدادی (المتوفی 127ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1417ھ 1997م
الروح	للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن أبی بكر الدِمشقی، الشهير بابن قيم الجوزية (المتوفی 751ھ)	دارالكتاب العربی	بيروت	1422ھ 2001م
الروض الأنف فی تفسير السيرة النبوية لابن هشام	للإمام أبی القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللّٰه بن أحمد بن أبی الحسن الخثعمی السهيلی (المتوفی 581ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	
الروض الدانی إلی المعجم الصغير للطبرانی	للحافظ أبی القاسم سليمان بن أحمد الطبرانی (260ھ - 360ھ)	المكتب الإسلامی، دار عمار	بيروت عمّان	1405ھ 1985م
الزهد	للإمام أحمد بن حنبل (164-241ھ)	دارالكتاب العربی	بيروت لبنان	1425ھ 2004م
زاد المسير	للإمام أبی الفَرَج جمال الدين عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی597ھ)	دار الكتب العلمية	الرياض	1414ھ 1994م
زاد المعاد	للإمام شمس الدين أبی عبداللّٰه محمد بن أبی بكر الزرعی الدمشقی المشهور بابن قيم الجوزية (691-751ھ)	مؤسسة الرسالة	دمشق بيروت	1415ھ 1995م
سلسلة الأحاديث الصحيحة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420ھ)	مكتبة المعارف	الرياض السعودية	1415ھ 1995م
سلسلة الأحاديث الضعيفة	// // //	//	//	1420ھ 2000م

سنن الدارقطنى	للإمام الحافظ على بن عمر الدارقطنى (المتوفى 385ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417ھ 1996م
سنن الدارمى	للإمام أبى محمد عبداللّٰه بن عبد الرحمٰن بن الفضل بن بهرام التميمى السمرقندى الدارمى (المتوفى 255ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417ھ 1996م
سنن أبى داود	للإمام الحافظ أبى داود سليمان بن الأشعث السجستانى (المتوفى 275ھ)	دارالسلام	الرياض السعودية	1420ھ 1999م
سنن سعيد بن منصور	للحافظ سعيد بن منصور الخراسانى (المتوفى 227ھ)	دار الصميعى	الرياض السعودية	1420ھ 2000م
السنن الكبرىٰ	للإمام أبى بكر أحمد بن الحسين بن على البيهقى (384-458ھ)	إدارة تأليفات أشرفية	ملتان باكستان	1414ھ 1993م
السنن الكبرىٰ	للإمام أبى عبدالرحمٰن أحمد بن شعيب النسائى (المتوفى 303ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1411ھ 1991م
سنن ابن ماجه	للإمام الحافظ أبى عبداللّٰه محمد بن يزيد الربعى ابن ماجه القزوينى (209-273ھ)	دارالسلام	الرياض السعودية	1420ھ 1999م
سنن النسائى	للإمام الحافظ أبى عبد الرحمٰن أحمد بن شعيب بن على النسائى (215-303ھ)	دارالسلام	الرياض السعودية	1420ھ 1999م
السيرة النبوية	لولى الدين أبى زيد عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالرحيم الحضرمى الأشبيلى المالكى المعروف بابن خلدون (723-808ھ)	مكتبة المعارف	الرياض السعودية	1418ھ 1998م
السيرة النبوية	لابن إسحاق (المتوفى 151ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1424ھ 2004م
السيرة النبوية	لأبى محمد عبدالملك بن هشام بن أيوب الحِمْيَرى (المتوفى 218ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1415ھ 1995م

السيرة النبوية	للإمام ابن كثير	دار المعرفة (C.D)	بيروت لبنان	
شرح السنة	للإمام الحافظ محى السنة أبى محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى (436-516هـ)	المكتب الإسلامى	بيروت	1403هـ 1983م
شرح صحيح الأدب المفرد	للإمام العلّامة محمد ناصر الدين الألبانى رحمه الله المتوفى 1420هـ 1999م	المكتبة الإسلامية	بيروت لبنان	1423هـ 2003م
شرح صحيح البخارى	لابن بطّال أبى الحسن على بن خلف بن عبدالملك (المتوفى 449هـ)	مكتبة الرشد	الرياض السعودية	1420هـ 2000م
شرح العقيدة الطحاوية	للعلامة ابن أبى العز الحنفى، بتحقيق وتخريج محمد ناصر الدين الألبانى	المكتب الإسلامى	بيروت	1408هـ 1988م
شرح معانى الآثار	لأبى جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوى (239-321هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1407هـ 1987م
شرح النووى	لمحى الدين أبوزكريا يحى بن شرف بن مرى الحزامى الحورانى الشافعى (المتوفى 676هـ)	مؤسسة قرطبة	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
شعب الإيمان	للإمام أبى بكر أحمد بن الحسين البيهقى (384-458هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1410هـ 1990م
الشمائل المحمدية	للإمام أبى عيسٰى محمد بن عيسٰى الترمذى (209-279هـ)	داراليسر	المدينة المنورة	1428هـ 2007م
الصحاح	لأبى نصر إسماعيل بن حماد الجوهرى الفارابى (المتوفى 398هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1419هـ 1999م
صحيح البخارى	للإمام أبى عبدالله محمد بن إسماعيل البخارى الجعفى (194-256هـ)	دار السلام	الرياض السعودية	1419هـ 1999م

صحيح الترغيب والترهيب	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420هـ-1999م)	مكتبة المعارف	الرياض	1421هـ 2000م
صحيح الجامع الصغير وزيادته	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامی	بيروت لبنان	1408هـ 1988م
صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان الفارسي	للإمام الحافظ محمد بن حبان بن أحمد بن حبان	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1414هـ 1993م
صحيح ابن خزيمة	للإمام أبی بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة السلمي النيسابوری (المتوفی 311هـ)	المكتب الإسلامی	بيروت لبنان	1412هـ 1992م
صحيح سنن أبی داود	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420هـ-1999م)	مؤسسة غراس	الكويت	1423هـ 2002م
صحيح السيرة النبوية ما صح من "سيرة رسول الله ﷺ وذكر أيامه وغزواته وسراياه والوفود إليه" للحافظ ابن كثير	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420هـ -1999م)	المكتبة الإسلامية	عمّان أردن	1421هـ 2000م
صحيح مسلم	للإمام أبی الحسين مسلم بن الحجاج القشيری النيسابوری (204-261هـ)	دارالسلام	الرياض السعودية	1419هـ 1998م
صفة الجنة	لأبی نعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد بن إسحاق بن موسی بن مهران الأصفهانی (336-430هـ)	دارالمأمون للتراث (C.D)	بيروت لبنان	1406هـ
ضعيف الجامع الصغير وزيادته	للإمام المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامی	بيروت لبنان	1410هـ 1990م
ضعيف سنن ابن ماجه	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420هـ-1999م)	المكتب الإسلامی	بيروت	1415هـ 1994م

الطبقات الكبرٰى	للحافظ محمد بن سعد بن منيع (المتوفى 230هـ)	دار صادر	بيروت	1418هـ 1998م
طبقات المحدثين بأصبهان	لعبد اللّٰه بن محمد بن جعفر بن حيان أبى محمد الأنصارى (274-369هـ)	مؤسسة الرسالة (C.D)	بيروت	1412هـ 1992م
علل الحديث	للإمام ابن أبى حاتم الرازى (240-327هـ)	المكتبة الأثرية	شيخوپوره پاکستان	
عمدة القارى	للشيخ الإمام العلامة بدر الدين أبى محمد محمود بن أحمد العينى (المتوفى 855هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1418هـ 1998م
عون المعبود	للعلامة أبى الطيب محمد شمس الحق العظيم آبادى	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1410هـ 1990م
غريب الحديث	لإبراهيم بن إسحاق الحربى أبى إسحاق (198-285هـ)	جامعة أم القرٰى (C.D)	مكة المكرمة	1405هـ
فتح البارى	للإمام الحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلانى (773-852هـ)	دار نشر الكتب الإسلامية	لاهور پاکستان	1401هـ 1981م
فتح البيان	لأبى الطيب صديق بن حسن بن على الحسينى القنوجى البخارى (المتوفى 1307هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1420هـ 1999م
فتح القدير	لمحمد بن على بن محمد الشوكانى (1173-1250هـ)	دارابن كثير، دارالكلم الطيب	دمشق بيروت	1414هـ 1994م
الفصول فى سيرة الرسول ﷺ	للإمام الحافظ عماد الدين أبى الفداء إسماعيل ابن كثير (المتوفى774هـ)	مدار الوطن للنشر......	الرياض	1424هـ 2003م
فضائل القرآن	لأبى عبيد القاسم بن سلام الهروى (157-224هـ)	دار ابن كثير	دمشق بيروت	1420هـ 1999م

القدر	لأبی بکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض (207-301ھ)	أضواء السلف (C.D)	السعودية	1418ھ 1998
الکامل فی ضعفاء الرجال	للإمام الحافظ أبی أحمد عبدالله بن عدی الجرجانی (المتوفی 365ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1418ھ 1997م
الکامل فی التاریخ	للإمام أبی الحسن علی بن أبی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی المعروف "بابن الأثیر" الجزری (المتوفی 630ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
کتاب الأسماء والصفات	للإمام الحافظ أبی بکر أحمد بن الحسین بن علی البیهقی (المتوفی 458ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	
کتاب الجهاد	لابن أبی عاصم(206-287ھ)	مکتبة العلوم و الحکم	المدینة المنورة	1409ھ 1989م
کتاب الزهد	للإمام الشیخ عبد الله بن المبارک المروزی (المتوفی 181ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
کتاب السنة ومعه ظلال الجنة فی تخریج السنة	لأبی بکر عمرو بن أبی عاصم الضحاک بن مخلد الشیبانی (المتوفی 287ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
کتاب العرش	لأبی عبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی (المتوفی 748ھ)	مکتبة أضواء السلف	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
کتاب العظمة	لأبی محمد عبدالله بن محمد بن جعفر بن حیّان (274-369ھ)	دار العاصمة	الریاض السعودیة	1419ھ 1998م
کتاب العین	لأبی عبدالرحمٰن الخلیل بن أحمد الفراهیدی (100-175ھ)	دارالهجرة	قُمّ إیران	1405ھ

كتاب المغازى	لأبى عبدالله محمد بن عمر بن واقد الواقدى (المتوفى 207هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1424هـ 2004م
کتاب مقدس	بائبل سوسائٹی	انارکلی	لاہور	
الكشّاف	للإمام محمود بن عمر الزَّمَخْشَرى (المتوفى 528هـ)	دار الريان للتراث	القاهرة	1407هـ 1987م
كشف الأستار عن زوائد البزار	للحافظ نور الدين على بن أبى بكر الهيثمى (735-807هـ)	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1399هـ 1979م
كشف الظنون	للمؤرخ الكامل مصطفى بن عبدالله المشهور بحاجى خليفة (1017-1067هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	
اللآلى المصنوعة فى الأحاديث الموضوعة	للإمام جلال الدين أبى الفضل عبدالرحمٰن بن الكمال السيوطى (849-911هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417هـ 1996م
مجمع الزوائد	للحافظ نور الدين على بن أبى بكر الهيثمى (المتوفى 807هـ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414هـ 1994م
المجموع شرح المهذب للشيرازى	للإمام أبى زكريا محى الدين بن شرف النووى (المتوفى 676هـ)	دارالنفائس	الرياض	1415هـ 1995م
مجموعة الفتاوى	لشيخ الإسلام تقى الدين أحمد بن تيمية الحرّانى (المتوفى 728هـ)	مكتبة العبيكان	الرياض السعودية	1419هـ 1998م
المحرر الوجيز	لغالب بن عطية الأندلُسى (المتوفى 546هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413هـ 1993م
المحلى	لأبى محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم (المتوفى 456 هـ)	دارالجيل دارالآفاق	بيروت	
مختصر زوائد مسند البزار	للحافظ شهاب الدين أبى الفضل أحمد بن حجر العسقلانى (المتوفى 852هـ)	مؤسسة الكتب الثقافية	بيروت لبنان	1412هـ 1992م

مختصر سنن أبی داود	عبدالعظيم بن عبدالقوى بن عبدالله بن سلامة بن سعد زكى الدين أبومحمد المنذرى الشامى المصرى (المتوفى 656ه)	مكتبة السنة المحمدية مكتبة ابن تيمية	القاهرة	1423ه 2002م
مختصر قيام الليل	للشيخ أبی عبدالله محمد بن نصر المروزی (المتوفى 294ه)	مكتبة المنار	الأُردن	1413ه 1993م
المراسيل	للإمام الحافظ أبی داود سليمان بن الأشعث السجستانی (المتوفى 275ه)	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1418ه 1998م
مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق ابن راهويه	رواية إسحاق بن منصور الكوسج	دارالهجرة للنشر والتوزيع	الرياض السعودية	1425ه 2004م
مساوئ الأخلاق وطرائق مكروهها	للإمام أبی بكر محمد بن جعفر بن محمد بن سهل بن شاكر الخرائطی	الكتب الثقافية (C.D)	بيروت لبنان	1413ه 1993م
المستدرك	للإمام أبی عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابوری (المتوفى 405ه)	مكتبة نزار مصطفى الباز	مكة المكرمة السعودية	1420ه 2000م
مسند أحمد (طبع ميمنية)	للإمام الحافظ أبی عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشيبانی البغدادی (164-241ه)	المكتب الإسلامی	بيروت دمشق	1403ه 1983م
مسند أحمد (مجلد واحد)	للإمام الحافظ أبی عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشيبانی البغدادی (164-241ه)	بيت الأفكار الدولية	الرياض السعودية	1419ه 1998م
مسند ابن الجعد	لأبی الحسن علی بن الجعد بن عبيد الجوهری (214-317ه)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1417ه 1996م
مسند أبی داود الطَّيالِسی	لسليمان بن داود بن الجارود (المتوفى 204ه)	هجر	إمبابة	1419ه 1999م

مسند إسحاق ابن راهويه	للإسحاق بن إبراهيم بن مخلد بن راهويه الحنظلی (161-238)	مکتبة الإيمان (C.D)	المدينة المنورة	1412ھ 1991م
مسند الحميدی	للإمام الحافظ الکبيرأبی بکر عبداللّٰه بن الزبير (المتوفی 219ھ)	دارالکتب العلمية	بيروت لبنان	1409ھ 1988م
مسند الربيع	للإمام الربيع بن حبيب	مکتبة الثقافة الدينية	......	......
المسند الضعيف	للإمام أبی جعفر محمد بن عمرو بن وهبی بن حماد العقيلی (المتوفی 322ھ)	مکتبة نزار مصطفی الباز	مکةالمکرمة السعودية	1422ھ 2001م
مسند أبی عوانه	للإمام أبی عوانه يعقوب بن إسحاق الإسْفَرايِينی (المتوفی 316ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1419ھ 1998م
مسند أبی يعلٰی المَوصِلی	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن المثنی التميمی (210-307ھ)	دار الثقافة العربية	بيروت دمشق	1412ھ 1992م
مسند عبد بن حميد	لعبد بن حميد بن نصرأبو محمد الکِسّی	مکتبة السنة	القاهرة	1408ھ 1988م
مسند الفردوس بمأثور الخطاب	لأبی شجاع شِيرويه بن شهر دار بن شيرويه الديلمی الهمذانی، الملقب 'إلْکِيا' (445-509ھ/1053-1115م)	دارالکتب العلمية	بيروت لبنان	1406ھ 1986م
المصنف	للإمام الحافظ أبی بکر عبداللّٰه بن محمد بن أبی شيبة (المتوفی 235ھ)	دار الکتب العلمية	بيروت دمشق	1416ھ 1995م
المصنف	للحافظ الکبير أبی بکر عبدالرزاق بن همام الصنعانی (المتوفی 211ھ)	المکتب الإسلامی	بيروت دمشق	1403ھ 1983م
المطالب العالية	للحافظ ابن حجر أحمد بن علی العسقلانی (773-852ھ)	دار المعرفة	بيروت دمشق	1414ھ 1993م

المعجم الأوسط	لأبی القاسم سليمان بن أحمد الطبرانی (260-360ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
معجم البلدان	للإمام شهاب الدين أبی عبدالله ياقوت بن عبدالله الحموی الرومی البغدادی (المتوفی 626ھ)	دار صادر	بيروت	1993م
معجم الصحابة	لأبی القاسم عبدالله بن محمد بن عبدالعزيز البغوی (المتوفی 773ھ)	مكتبة دار البيان	الكويت	1421ھ 2000م
المعجم الكبير	للحافظ أبی القاسم سليمان بن أحمد الطبرانی (260-360ھ)	مكتبة العلوم والحكم	موصل	1420ھ 2000م
معجم لغة الفقهاء	محمد روّاس قلعه جی و حامد صادق قنيبی	إدارة القرآن والعلوم الإسلامية	كراچی پاكستان	
معجم ما استعجم	لعبدالله بن عبدالعزيز البكری الأندلسی (المتوفی 487ھ)	عالم الكتب	بيروت	1403ھ 1983م
المغنی	للإمام موفق الدين أبی محمد عبدالله بن أحمد بن قدامة (المتوفی 620ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1414ھ 1994م
المقاصد الحسنة	للشيخ محمد عبدالرحمن السخاوي (831-902ھ)	دارالكتاب العربی	بيروت لبنان	1414ھ 1994م
المنتقٰی	لأبی محمد عبدالله بن علی بن الجارود النيسابوری (المتوفی 307ھ)	المكتبة الأثرية	شيخوپوره پاكستان	
منهاج السنة النبوية	لأبی العباس تقی الدين أحمد بن عبدالحليم ابن تيمية الحرانی الدمشقی (المتوفی 728ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406ھ 1986م
منهج الحافظ ابن حجر العسقلانی فی العقيدة من خلال كتابه (فتح الباری)	محمد إسحاق كندو	مكتبة الرشد	الرياض	1419ھ 1998م

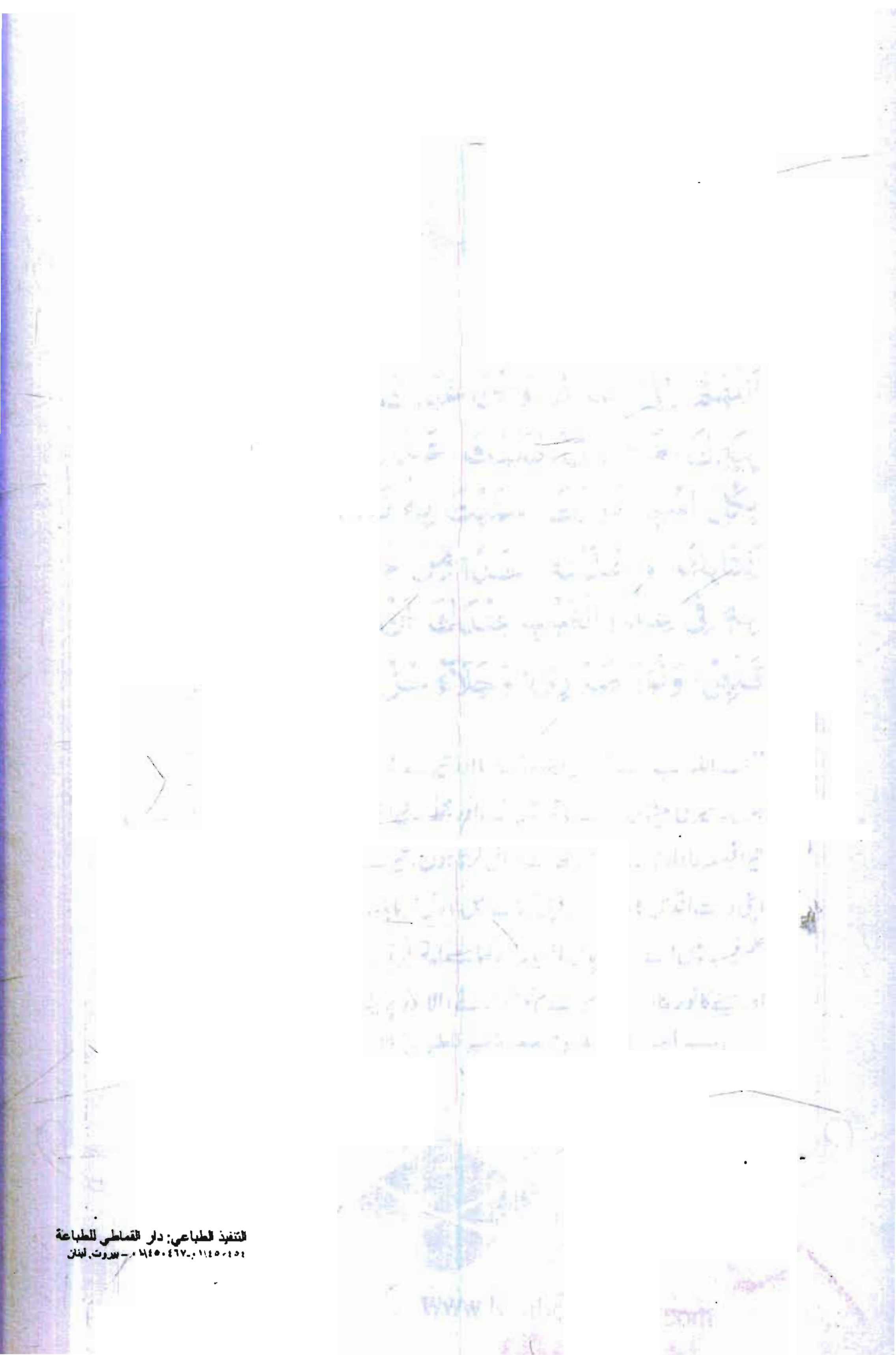
موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان	للحافظ نور الدين علی بن أبی بکر الهيثمی (735-807 ھ)	دارالثقافة العربية	بيروت دمشق	1412ھ 1992م
موسوعة الأحاديث والآثار الضعيفة والموضوعة	علی حسن علی الحلبی، الدکتور إبراهيم طه القيسی، الدکتور حمدی محمد مراد	مکتبة المعارف	الرياض	1419ھ 1999م
موسوعة الأديان (الميسرة)	المشارکون فی التحرير عدد من المؤلفين	دارالنفائس	بيروت لبنان	1426ھ 2005م
الموسوعة الحديثية (مسند الإمام أحمد)	للجماعة من العلماء، تحت إشراف عبدالله بن عبدالمحسن الترکی	مؤسسة الرسالة	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
الموضوعات	لأبی الفرَج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی القرشی (510-597ھ)	مکتبة ابن تيمية	القاهرة	1407ھ 1987م
الموطأ	للإمام مالك بن أنس	دارالمعرفة	بيروت لبنان	1420ھ 1999م
ناسخ القرآن ومنسوخه 'نواسخ القرآن'	للحافظ عبدالرحمٰن بن علی بن عبدالله ابن الجوزی (510-597 ھ)	دارالثقافة العربية	دمشق بيروت	1411ھ 1990م
النجوم الزاهرة فی ملوك مصر و القاهرة	لجمال الدين أبی المحاسن يوسف بن تغری بُردی (813-874ھ)	وزارة الثقافة	مصر	
النکت الظراف علی الأطراف فی ذيل تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف	للحافظ ابن حجر العسقلانی (المتوفی 852ھ)	المکتب الإسلامی الدارالقيمة	بيروت، الهند	1403ھ 1983م
النهاية فی غريب الحديث والأثر	للإمام مجد الدين أبی السعادات المبارك بن محمد الجزری، ابن الأثير (544-606 ھ)	مؤسسة إسماعيليان	قم، ايران	1364ھ 1985م
نوادر الأصول فی معرفة أحاديث الرسول	لأبی عبدالله محمد الحکيم الترمذی	دارصادر	بيروت	

نيل الأوطار	للشيخ محمد بن على بن محمد الشوكانى (1172-1250هـ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	
هداية الرواة	للحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852هـ)	دار ابن القيم، ودار ابن عفان	الدمام القاهرة	1422هـ 2001م

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ، وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ، نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَآؤُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ، اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ، اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ، وَنُوْرَ صَدْرِيْ، وَجَلَآءَ حُزْنِيْ وَ ذَهَابَ هَمِّيْ۔

''اے اللہ! بے شک میں تیرا بندہ (غلام) اور تیرے بندے کا بیٹا اور تیری لونڈی کا جنم دیا ہوا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے اور مجھ پر تیرا ہی حکم نافذ ہے اور میرے بارے میں تیرا فیصلہ عادلانہ ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، تیرے ہر اس پاک نام کے ساتھ جو تو نے اپنی ذات اقدس کا رکھا یا کسی اپنی کتاب میں نازل فرمایا، یا مخلوق میں سے کسی کو سکھایا، یا تو نے علم غیب میں اسے اپنے پاس اختیار کر رکھا ہے کہ تو قرآن کریم کو میرے دل کی فرحت و سرور اور سینے کا نور بنا دے اور میرے غم کو ختم کرنے والا اور پریشانیوں کو دور کرنے والا بنا دے۔''

(مسند أحمد:1/452، والمعجم الكبير للطبراني: 10/169، 170، حديث:10352.)



التنفيذ الطباعي: دار القماطي للطباعة
٤٥٤٠٥٤١١١٤ - ٠٧٦٤٠٥٤١/١٦ - بيروت، لبنان

